درین زمان برکت نشان بعون خالق کون و مکان

کتاب مستطاب

مسمی بہ

عسلِ مصفّٰی

جس میں حضرت مسیح ناصری کی وفات اور حضرت مسیح موعود کے دعاوی کا اثبات
بدلائل عقلیہ و نقلیہ بوضاحت تام کیا گیا ہے

از تالیف

ابو العطا مرزا خدا بخش احمدی قادیانی یکے از کمترین خادمان مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

بماہ اپریل سنہ ۱۹۰۱ء مطابق غرہ ذی الحجہ سنہ ۱۳۱۸ھ

در مطبع اسلامیہ واقع لاہور طبع گردید

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علٰے رسولہ الکریم

انٹروڈکشن

ہم چھوٹے سے تھے تو ایک طرف اپنے بزرگوں سے سنا کرتے تھے کہ تیرہویں صدی سے بھیڑیوں نے بھی پناہ مانگی ہے اور ہر چھوٹا بڑا یہی کہتا تھا کہ چودہویں صدی بڑی بابرکت ہوگی کیونکہ اُس میں امام مہدی علیہ السلام اور حضرت عیسٰے علیہ السلام تشریف لائینگے۔ اور دوسری طرف جب ہم مسجدوں میں جاتے تو ہر جمعہ میں خطبہ کے وقت یہ الفاظ ہمارے کانوں میں پہنچتے تھے۔

حضرت آدم نبی نیچے زمین کے چل بسے — نوح کشتی بان عالم بھی یہاں سے چل بسے
یوسف و یعقوب و اسمٰعیل و اسحاق و خلیل — اور سلیمان آسمانی مُہر والے چل بسے
ہود اور ادریس و یونس شیث و ایوب و شعیب — دعوت اسلام کر کے ٹھہرے چندے چل بسے
حضرت عیسٰے نبی داؤد و موسٰے خاک میں — لے کے توریت و زبور انجیل حق سے چل بسے
واسطے جن کے زمین و آسمان پیدا ہوا — جنت الفردوس میں وہ حق کے پیارے چل بسے

گاہے سنا کرتے تھے۔

آدم کہاں حوّا کہاں عیسٰے کہاں مریم کہاں — ہارون اور موسٰے کہاں اس بات کا سبکو غم

کبھی سنا کرتے

فکر کن در نفس خود جامی تو در شام و صبوح	این موسےٰ این عیسےٰ این یحیےٰ این نوح

اور کبھی سنا کرتے

کجا شد آدم و حوّا کجا شد یوسف و موسےٰ	کجا ایوب ذکریا کجا شد نوح طوفانی
کجا شد عیسےٰ مریم کہ مردہ زندہ میکردے	سلیمان خود کجا رفتہ کجا تخت سلیمانی
چو ختم الانبیا ہم رفت گو آخر کہ مے ماند	بجز ذات مقدس قادر قیوم صمدانی

اور انہی خطبات کے ذریعہ لوگوں کو دنیا کی ناپائیداری کا نقشہ پیش کرکے ڈراتے اور رُلاتے تھے۔ لیکن افسوس زمانہ کی کیسی گندی اور ناپاک حالت ہے۔ جب سے مرسل یزدانی حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اس مسئلہ کو کھول کر طشت از بام کردیا ہے۔ تو یک لخت وہی لوگ جو ایک مدت پہلے منبروں پر چڑھکر دلکش اور رقت آمیز لہجہ سے تمام انبیاد کی موت کا ذکر کرتے تھے اب اُن خطبات کا پڑھنا تو درکنار اب اُن کا ذکر تک ہی نہیں کرتے بلکہ مخالفت پر ایسے تلے کہ مسیح کی وفات کے قائل کو کافر کا خطاب داغ دیا۔ اور حضرت مسیح موعود کی جماعت کے لوگوں کو جابجا ستانے اور ایذائیں دینے لگے۔ اسی بنا پر خاکسار نے اس اہم کام کو اپنے ذمہ لیا۔

خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اُس نے اپنے فضل خاص سے اس کتاب کے لکھنے میں خاص توفیق عطا کی اور پھر میں اپنے مخدوم اُستاد اپنے محسن حکیم امت علامہ نور الدین صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے کمال مہربانی سے اپنے کتب خانہ سے کثیر التعداد کتابوں کا ذخیرہ بہم پہنچایا اور پھر میں اپنے نوجوان صالح اور پاکباز آقائے نامدار ذوالاقتدار عالیجناب نواب محمد علیخان صاحب رئیس مالیر کوٹلہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے مرحمت خسروانہ سے اپنے صرف کثیر سے تمام ہندوستان کا سفر کرایا اور معلومات وسیع کا موجب ٹھہرایا اور عجیب در عجیب کتابیں پیدا کرکے اپنے کتب خانہ کو بارونق بنایا جن کے مطالعہ سے احقر نے بہت ہی فائدہ اُٹھایا۔ جزاہما اللہ خیر الجزا۔ فی ہذا الدنیا والآخرہ۔

کسی قدر افسوس ضرور ہے کہ بوجہ عجلت مسودہ پر پوری نظر ثانی نہیں ہوسکی اور بہت سی یادداشتیں اندراج کرنے سے رہگئیں کیونکہ ہمارے پیشوا۔ ہمارے مقتدا سیدنا و سید الوری

حضرت مسیح موعود مہدی معہود علیہ الصلوۃ والسلام نے سفر نصیبین کی روانگی کا حکم نافذ فرمایا ہے۔ لہذا اتنی مہلت نہ تھی کہ اطمینان کے ساتھ ایک دفعہ نظرِ ثانی کیجاتی۔ بلکہ وقت اتنا تنگ تھا کہ مجھے آٹھ دس کاتب لگانے پڑے تاکہ جہانتک جلد ممکن ہو کتاب لکھی جائے۔ حیات مستعار کا کیا اعتبار ہے اپنے احباب کے لئے ایک یادگار تو باقی رہجائے تاکہ اس کتاب کو پڑھکر شاید کوئی بزرگ اس عاجز کے حق میں دعاء خیر سے یاد کر دیا کریگا۔

چونکہ یہ کتاب بڑی عجلت میں طبع ہوئی ہے ضرور اس میں بہت سے نقص رہ گئے ہونگے امید ہے کہ احباب معذور فرمائینگے۔ مینے اس کتاب میں احادیث وغیرہ کا لفظی ترجمہ بہت ہی کم کیا ہے صرف مطلب کو مدنظر رکھا ہے اور جہانتک ممکن تھا سلیس اور عام فہم زبان میں مضامین کو نبھایا ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ ہمارے احباب اس سے بہت محظوظ ہونگے۔ اور اس عاجز کے حق میں دعائے خیر سے یاد فرمایا کرینگے۔

میں نے اس کتاب میں یہ انتظام کیا ہے کہ چونکہ بعض علماء زمان لوگوں کو تفسیریں دکھا کر دھوکہ دیا کرتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام زندہ آسمان پر موجود ہیں اس لئے سب سے اول میں نے قرآن کریم پر غور کی کہ دیکھیں فی الحقیقت الفاظ قرآن حمید سے کہیں ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام بجسدہ العنصری آسمان پر زندہ موجود ہیں تو مجھے ایک آیت بھی ایسی نظر نہ آئی بلکہ کثیر آیات اس مضمون کی نظر پڑیں کہ جس سے اُن کی وفات ثابت ہوتی ہے۔ پھر میں نے دل میں سوچا کہ جب بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں شاید کوئی حدیث ہی آئی ہو جس میں اُن کی حیات کا مذکور ہو لہذا میں نے احادیث کی کتابوں کا مطالعہ شروع کیا اور جس قدر کتب احادیث دستیاب ہو سکیں میں نے دیکھیں۔ مجھے ایک حدیث بھی ایسی نہ ملی جس سے حیات مسیح علیہ السلام ثابت ہو۔ پھر میں نے کہا کہ مفسرین میں بعض بڑے بڑے علامہ ہوئے ہیں ضرور اُن کے پاس حیات مسیح کی کوئی وجہ قوی ہوگی جس کی بناء پر اُنہوں نے اپنی اس رائے کا اظہار کیا ہے۔ لہذا میں نے تفاسیر کو دیکھنا شروع کیا۔ اور جس قدر محققین مفسر ہوئے ہیں اُن میں سے ایک کو بھی میں نے نہیں دیکھا کہ اُس نے کوئی ایسی قطعی اور فیصلہ کن دلیل لکھی ہو جس سے حیات مسیح پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہو۔

بلکہ یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ اس بارہ میں بڑے ہی متردد ہیں اور اسی واسطے اپنی تفسیروں میں مختلف اقوال درج کرتے رہے ہیں چنانچہ میں نے دیکھا کہ قریباً کل تفاسیر میں منجملہ دیگر اقوال کے ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت مسیح مر چکے ہیں جیسے کہ ہماری کتاب سے ظاہر ہے۔ اور ہمنے صرف اسی قول وفات کو اپنی کتاب میں نقل کر دیا ہے جس سے ناظرین کو معلوم ہو جائیگا کہ اگر مفسرین کے نزدیک یہ امر فیصلہ شدہ تھا کہ حضرت مسیح بجسدہ العنصری آسمان پر چلے گئے ہیں تو وہ اس قول کو ہرگز اپنی تفاسیر میں نہ لاتے۔ مگر اُن کے اس قول کے اندراج نے اُن کے دل کا فوٹو کھینچ دیا کہ وہ خود متردد تھے۔ پس اس زمانہ کے کسی مولوی ملاں کا کسی دوسرے قول کو پیش کرنا بجز نادانی یا دھوکہ دہی کے اور کچھ متصور نہیں ہوگا۔

علاوہ تفاسیر کے میں نے دیگر آئمہ کی کتابوں کا بھی مطالعہ کیا اُن سے بھی ہمیں کوئی ایسی شہادت قویہ نہیں ملی جس سے حیات مسیح ثابت ہو بلکہ جس قدر روایات ملیں اُن سے وفات ہی ثابت ہوتی ہے۔

بعض جگہ ہماری کتاب کے مضامین میں تکرار بھی ہو گیا ہے جس کی دو وجہ ہیں ایک تو یہ کہ مسودہ پر دوبارہ نظر کرنے کا موقع نہیں ملا کاتبوں کو عجلت میں مضمون تقسیم کر دئے گئے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ دانستہ روایات میں تکرار کیا گیا ہے اور وہ اس لئے کہ اگر ایک کتاب کی کوئی روایت بیان کریں تو آجکل کے علماء محض دھوکہ سے کہدیتے ہیں کہ اس ایک روایت کا کیا اعتبار ہے اس لئے میں نے اُسی روایت کو مختلف محدثین کی کتابوں سے لیکر درج کر دیا ہے تاکہ ہماری جماعت کا ہر فرد بخوبی آگاہ ہو جائے کہ اس مضمون کی حدیث فلاں فلاں کتاب میں بھی درج ہے۔

میں نے اس کتاب میں کل مجددین۔ کل مہدیین و بعض کذابین کی فہرست بھی درج کر دی ہے تاکہ ہمارے ناظرین کی معلومات وسیع ہوں اور بحث کے وقت اُن میں سے کسی ایک کو بطور نمونہ پیش کرنے گوئے سبقت لیجائیں۔

علاوہ ازیں میں نے حضرت مرزا صاحب کے مسیح موعود ہونے کے ثبوت اُنکی تعلیم۔ ان کے اخلاق ۔ے کسیقدر سوانح عمری بھی لکھ دی ہے۔ اور جس قدر کتب سابقہ یعنی

توریت وانجیل وزبور وصحائف انبیا وقران کریم واحادیث نبوی وآثار صحابہ اور اقوال آئمہ سے مسیح موعود کے علامات آئے تھے قریباً سب کے سب درج کر دیئے ہیں گو بعض جلدی کی وجہ سے رہ گئے ہیں اگر خدا نے چاہا تو سیکنڈ ایڈیشن پر کل نقص کے دور کرنے کی کوشش کی جائیگی۔

میں تفاسیر قرآن کریم وکتب احادیث کی فہرست اپنے اپنے موقع پر درج کر چکا ہوں اب میں مناسب سمجھتا ہوں کہ باقی کتابوں کی فہرست دیجائے جن سے میں نے مدد لی ہے۔ سو وہ فہرست حسب ذیل ہے۔

مواہب لدنیہ علامہ قسطلانی۔ تفہیمات الہیہ حضرت شاہ ولی اللہ۔ یواقیت والجواہر عارف ربانی علامہ عبدالوہاب شعرانی۔ فتاوی حدیثیہ علامہ شیخ احمد شہاب الدین ابن حجر الہیمی۔ کنز العمال علی متقی۔ مدارج السالکین علامہ شیخ ابن قیم۔ کشف المحجوب حضرت علی ہجویری الشہیر بداتا گنج بخش صاحب۔ تاریخ ابن خلدون۔ تاریخ کامل ابن اثیر جزری۔ تاریخ الخلفاء امام جلال الدین سیوطی۔ فتوحات مکی۔ محی الدین ابن عربی۔ سیف المسلول قاضی ثناء اللہ پانی پتی۔ تحفہ اثنا عشریہ حافظ غلام حلیم بن شیخ قطب الدین احمد بن شیخ ابوالفیض دہلوی۔ انواع برخوردار ساکن چیٹی۔ حجج الکرامہ فی آثار القیامہ نواب صدیق حسن خان۔ اقتراب الساعہ مولوی نورالحسن خان۔ طبقات امام شعرانی۔ جواہر الاسرار علی ہمزہ طوسی۔ فصل الخطاب علامہ نورالدین قادیانی۔ سیرۃ المسیح فاضل عبدالکریم سیالکوٹی۔ شرح فصوص الحکم ملا عبدالرحمن جامی۔ عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب سید احمد بن علی۔ شرح مواہب لدنیہ علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی۔ مہدی نامہ قاضی القضاۃ ارتضا علی خان مدراسی۔ ہدیہ مہدویہ۔ نجم الثاقب۔ مہدی نامہ علی متقی۔ احوال الآخرۃ حافظ محمد لکھوکے والے۔ تحفہ گولڑویہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام۔ ازالہ اوہام حضرت مسیح موعود۔ آئینہ کمالات اسلام مسک العارف رئیس المحدثین سید محمد حسن صاحب امروہی۔ شمس بازغہ فاضل موصوف۔ تاریخ اوردشلیم۔ کشف الظنون۔ التعارض بین العقل والنقل شیخ الاسلام احمد بن حلیم الشہیر بابن تیمیہ۔ زادالمعاد شیخ ابن قیم۔ تاریخ ابن خلکان غایت المقصود علی حائری۔ التلخیص التواریخ مولوی محمد حسن امروہی النشر قیم فی ذکر اصحاب الکہف والرقیم سید احمد خان

اشاعتہ السنہ شیخ ابو سعید محمد حسین - حدیث الغاشیہ نواب صدیق حسن خان - مقامات امام ربانی مجدد الف ثانی حافظ غلام نبی - مکتوبات امام ربانی - خزینۃ الاسرار سید محمد حقی النازلی - اختیار السعادۃ بایثار العلم علے العبادہ نواب صدیق حسن خان - منتہی الارب - اساس البلاغت - اقرب الموارد قاموس - تاج العروس - لسان العرب - صراح - صحاح جوہری - غیاث اللغات - اقتباس الانوار - ستہ ضروریہ شیخ یعقوب چرخی - مطول علامہ تفتازانی - تہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنین سید مظہر حسن ساکن جگادھری - تیسیر الوصول الے جامع الاصول - بستان ابو اللیث فقیہ سمرقندی - التلخیص الجبیر حافظ ابن حجر عسقلانی - تاریخ روضۃ الصفار - مشکوٰۃ المصابیح - ماثبت بالسنہ عبد الحق محدث دہلوی - منصب امامت مولوی محمد اسمٰعیل - الدلیل الواضح فی اعتقاد السلف صالح عبد اللہ بن عبد الرحمٰن حنبلی سلفی - کتاب البریۃ حضرت مسیح موعود علیہ السلام - شہادت القرآن حضرت مسیح - ضرورت الامام حضرت مسیح علیہ السلام - نشان آسمانی - فیصلہ آسمانی - تریاق القلوب حضرت مسیح موعود علیہ السلام - الفارق مولوی محمد شبلی نعمانی - رسالہ بشارات احمدیہ علی حائری - طے الفراسخ الے منازل البرازخ سید ذو الفقار احمد - ستیارتھ پرکاش پنڈت دیانند مترجمہ ریمل داس وغیرہ - مرقاۃ المفاتیح ملا علی قاری - توریت شریف - کتاب یسعیا نبی - کتاب حضرت دانیال - کتاب حضرت یرمیا نبی - کتاب حزقیل نبی - کتاب مبکہ نبی - کتاب حبقوق نبی - کتاب آثار یخ زبور - انجیل متی - انجیل مرقس - انجیل لوقا - انجیل یوحنا - مکاشفات یوحنا - تاریخ مسٹر کانڈی - ریلیجس سسٹم آف دی ورلڈ - انسائیکلوپیڈیا مسٹر بالفور - اکسیر فی اصول التفسیر نواب صدیق حسن خان - اخبار الدول علامہ ابو العباس احمد دمشقی - پکی روٹی حافظ برخوردار - مظاہر حق نواب قطب الدین خان - اعمال حواریین - آریہ دھرم حضرت مسیح موعود علیہ السلام - رپورٹ چرچ مشن سوسائٹی ۱۸۹۶ء و ۱۸۷۳ء - تاریخ قدیم و جدید مسٹر ولیم سونٹن - تاریخ ہند مسٹر لتھبرج - آخر گت مولوی محمد رمضان - تاریخ ہشری مد بھاگوت اردو - علاوہ انکے اور بھی کتابیں ہیں مگر میں بوجہ عجلت نہیں لکھ سکتا -

مزید براں کثیر اخبارات انگریزی و اردو بہم پہونچائی گئیں ہیں جن کے روئے سے احادیث نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگویوں کا وقوع ثابت کیا گیا ہے۔

میں نے آسانی کے لئے اس کتاب کو بابوں اور فصلوں پر منقسم کر دیا ہے تاکہ پڑہنے کے وقت گرانی نہ معلوم ہو۔ اور جہانتک ممکن تھا اُن کل آیات کو جو بعض علمار زمان مسیح کی حیات کی دلیل ٹھہراتے تھے لکھ کر ہر پہلو سے بحث کر کے ثابت کر دیا گیا ہے کہ علمار کی سخت غلطی ہے کہ ان آیات کو مسیح کی حیات کی دلیل قرار دیتے ہیں۔

میں نے اُن روایات میں سے جو مسیح اور مہدی کی نسبت وارد تھیں اور جن میں بکثرت استعارات تھے اس کتاب میں بہت کم درج کیا ہے کیونکہ اس زمانہ کے لوگوں کی عقلیں استعارات کے سمجھنے کے لئے تیار نہیں ہیں کہ اس زمانہ کے علمار بھی اس پُر اسرار علم سے محروم ہیں اور ان اسرار کو تاویل کہ دیا کرتے ہیں حالانکہ تاویل کے معنے ہی اصل حقیقت کے ہیں لیکن وہ اس تاویل کا مفہوم جھوٹے یا دور از قیاس ہونیکے معنی لیتے ہیں فلیبک علے الاسلام من کان باکیا۔

میں افسوس کرتا ہوں کہ جس قدر میں نے اس کتاب کا اندازہ کیا تھا اُس سے زیادہ بڑھ گئی ہے اس لئے مسیح موعود کے ثبوت میں جس قدر میں نے لکھنے کا ارادہ کیا تھا نہیں لکھ سکا۔ مثلاً صرف یہی مضمون کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے دنیا میں آنکر کیا کیا اس قدر وسعت چاہتا تھا کہ اگر بہت ہی اختصار کو بھی مدنظر رکھا جاتا تو بھی ۵ جزو سے کم نہ ہوتا لیکن میں نے اُس کو اتنا مختصر کر دیا ہے کہ اُس کو مضمون تو نہیں کہہ سکتے بلکہ فہرست مضامین کہ سکتے ہیں۔ اگر خدا کو منظور ہوا تو کبھی الگ طور سے ایک چھوٹے سے رسالے کی صورت میں لکھکر شائع کر دیا جائیگا بالفعل اسی پر اکتفا کیا گیا۔

چونکہ آٹھ دس کاتبوں کی کاپیاں دیکھنا اُدھر اُن کے پاس پھرنا اور مطبع میں تگ و دو کرنا۔ پروفوں کا دیکھنا اس قدر کام تھا کہ اس کی برداشت کرنا ہر انسان کا کام نہیں ہے اسی وجہ سے۔ گاہے گاہے یہ حالت ہوتی کہ سر اس قدر دوران کرتا تھا کہ

سبب تالیف کتاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین الرحمٰن الرحیم مالک یوم الدین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

امابعد۔ واضح ہو کہ جب سے محبوب سبحانی مرسل یزدانی حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے مجدد۔ محدث۔ مہدی و مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے عوام کالانعام میں ایک شور محشر برپا ہو رہا ہے۔ اکثر علماء تکذیب و تکفیر کرتے اور قلیل علماء اُن کی تصدیق کا دم بھرتے ہیں۔ اس عاجز نے بھی جہانتک ممکن تھا غور و فکر کیا اور برائے دریافت حال سفر اختیار کر کے قادیاں میں حاضر ہوا۔ ایک دو روز تک رہا۔ اُن کی صورت اُن کے چہرے کو دیکھکر میری فطرت نے گواہی دی کہ یہ مونھ جھوٹ بولنے والا نہیں۔ اُن کی تقریر میں وہ تاثیر کہ بجلی کی طرح دلوں کے اندر گھستی چلی جاتی ہے۔ تحریر میں وہ زور کہ اُن کے قلم کے مقابلہ میں تمام اقلام خم ہوئی جاتی ہیں۔ اُن کی چند روزہ صحبت اکسیر کا حکم رکھتی اور اُن کے ساتھ نماز پڑھنے سے ایک خاص سرور و لذت حاصل ہوتی ہے۔ اُن کے اخلاق حمیدہ۔ اُن کے اوصاف پسندیدہ۔ اُن میں غیرت دینی و حمیت اسلامی فوق العادت ہے۔ اُن کے مزاج میں خلاق عالم نے ہمدردی بنی نوع کوٹ کوٹ کر

بھر دی ہے۔ اُن کی فطرت میں دین قویم کی عظمت۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ و سلم کی محبت یہانتک ودیعت رکھی گئی ہے کہ ایک عاشق زار کی طرح جو اپنی معشوق کی فکر میں لق و دق جنگل میں مارا مارا پھرتا اور آہ و زاری کرتا اور خواب و خور کو اپنی ذات پر حرام کر لیتا ہے اسی طرح یہ بھی شب و روز اسی فکر میں گداز ہوتے جاتے ہیں کہ کسی طرح اسلام کا اصلی چہرہ جو اس کے ناخلف بیٹوں نے مسخ کر کے نہایت ہی بدنما کر رکھا ہے اپنی پوری چمک دمک کے ساتھ دنیا میں پھر ظاہر ہو۔ اور اس رسول امی فداہ ابی و امی کی عظمت کہ جن کے غلاموں کی قدموں پر قیصر و کسریٰ کے تاج سرنگون ہو گئے تھے صفحہ عالم پر اپنے کامل جمال و جلال کے ساتھ قائم ہو۔ اور اس کتاب پاک کے انوار تمام مشارق و مغارب میں چمکتے ہوئے دکھلائی دیں اور ہر جگہ اور ہر مقام پر اللہ اکبر کے نعرے بلند ہوتے ہوئے سنائی دیں۔ اِدھر تو یہ حالت۔ مگر دوسری طرف جب ہم دیکھتے ہیں کہ صفحہ عالم پر ضلالت اور گمراہی کی ایک تیز آندھی چل رہی ہے۔ دجالی فتنوں نے سطح زمین کو سڑے ہوئے مردار کی طرح بدبودار کر دیا ہے جس کے زہریلے مواد سے مخلوقات کے دماغ گندے اور ناپاک ہو گئے ہیں۔ اُن کی بصیرتیں سحر فرنگ کے اثر سے چندھیا گئی ہیں۔ اُن کی سیرتیں فلسفہ یوروپ سے منقلب ہو گئی ہیں۔ غرض زمانہ

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ

کا مصداق ہو رہا ہے۔ اور یہاں تک نوبت پہونچ گئی ہے کہ آسمانی روشنی یہ آسمانی نور سے مسلمان کوسوں دور جا پڑے ہیں۔ اور جیسے غلاظت کے کیڑے غلاظت ہی میں رہنے سے اپنی زندگی کی بقا سمجھتے ہیں اسی طرح یہ لوگ بھی اپنی ناپاک روح کی تازگی اسی میں سمجھتے ہیں کہ وہ غذا جو کچھ عرصہ سے دجال اکبر نے تیار کی ہے کھائیں

اور لذت اٹھائیں - غرض ایک طرف تو دجالی تعلیم - دجالی فنون نے لوگوں کے دلوں کو مسخر کر لیا اور دوسری طرف اسلام اور پیغمبر اسلام اور تعلیم اسلام پر نہایت ظالمانہ حملے شروع ہو گئے - یہ حملے صرف عیسائی اقوام کی ہی نہیں بلکہ سب سے قابل افسوس بات یہ ہے کہ وہ قومیں بھی حملہ آور ہونے لگیں جن کا صدیوں سے چولی دامن کا ساتھ تھا یا غلامان اسلام کی کفش برداری کو اپنا فخر سمجھتے تھے - جس کی وجہ یہی اور صرف یہی ہے کہ اہل اسلام حکومتوں کی وجہ سے بد کردار بد اعمال ہو گئے اور طرح طرح کے پیرایوں میں خدائے عزیز و قدیر کی نافرمانی اور حکم عدولی کرنے لگ گئے گویا یہ سمجھ لیا کہ اس خدائے قادر مطلق نے اپنی ساری قدرت اپنی ساری طاقت اور اپنا سارا اختیار انہی کو دیدیا ہے جس طرح چاہیں کریں - یا یہ سمجھ لیا کہ گویا خدا ہی نہیں رہا ساری خدائی ہمارے قبضہ میں آگئی - اُن نادانوں نے یہ نہ سمجھا کہ ہم کیا تھے اور کیا ہو گئے جس خدا نے ان کو اپنی فرمانبرداری کی وجہ سے اُن کو اس رتبہ اور طاقت پر پہونچایا ہے اس کو یہ طاقت بھی ہے کہ نافرمانی کی وجہ سے خاک مذلت میں ڈالدے - لیکن جب کہ وہ چاہ عصیان اور طغیان میں ڈوب چکے تھے اور عیش و عشرت کے خمار نے ان کو مدہوش کر دیا تھا تو کیونکر عاقبت اندیشی کو کام میں لا سکتے تھے - آخر سنت اللہ پوری ہونی تھی جیسا کوئی بوتا ہے ویسا ہی پھل اٹھاتا ہے

گندم از گندم بروید جو ز جو
از مکافات عمل غافل مشو

غرض مسلمانوں نے اپنی کرتوتوں سے جو کچھ کیا اُس کا نتیجہ بھگت لیا - اور اسلام اس نوبت کو پہونچا کہ ایک ناتوان بیکس انسان کی طرح کس مپرسی حالت میں ہو گیا خود اسلام کے نام لیوا اپنی شقاوت قلبی و بد اعمالی سے تعلیم اسلام سے دور جا پڑے

اور اسلام کا شیدائی صفحہ دنیا پر ایک بھی نہ رہا۔ اور باطل اقوام اسلام کو بے برگ و بے نوا پا کر چاروں طرف سے اُس پر ٹوٹ پڑیں اور اس کے مٹا دینے میں جان توڑ کوششیں شروع کر دیں۔ اور قریب تھا کہ اسلام کا نشان صفحہ زمین سے اٹھ جاتا کیونکہ اہل اسلام کی سوشل اور تمدنی اور اخلاقی حالت میں بالکل فتور آ چکا تھا اور دینی حالت برائے نام رہ گئی تھی۔ سچی طہارت۔ حقیقی پاکیزگی دلوں سے جاتی رہی تھی اور در و دیوار سے یہ صدا آ رہی تھی:۔

بیکسے شد دین احمد ہیچ خویش و یار نیست
ہر کسے در کار خود با دین احمد کار نیست
ہر کسے غمخواری اہل و اقارب می کند
ای دریغ! ایں بیکسے را ہیچکس غمخوار نیست

غرض ہر طرح سے طوفان بے تمیزی برپا تھا کہ یکایک اسلام کی حالت زار اور مسلمانوں کو شیطان کے پنجہ میں گرفتار دیکھکر خلاق علیم کا رحم جوش میں آیا اور اپنے وعدہ

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون

کے مطابق اپنے پاس سے اسلام کی ڈوبتی کشتی کے لئے ایک ناخدا بھیجدیا جس نے آتے ہی جادوئے فرنگ کو پاش پاش کر دیا۔ اور جس نے عام اقوام کے مجموعی حملہ کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو کر یک قلم اسلام کو بچا لیا اور پھر اسی پر اکتفا نہ کر کے اُس کے پہلوان نے دشمنان دین کے مضبوط قلعوں پر حملہ کر دیا اور اُن کو اسلام کے یہانتک محصور کر لیا کہ اب انکو اپنی جان کے لالے پڑ گئے۔ اور اب وقت قریب ہے کہ ان عمارتوں کی اینٹ سے اینٹ بج جائے اور اسلام ہی کا پھریرا

ساری دنیا پر لہراتا ہوا نظر آئے۔ پس نہایت ضروری بلکہ اشد ضروری تھا کہ مسلمان اس نعمت غیر مترقبہ کو غنیمت سمجھکر ایسے ہمدرد اور جان نثار بزرگ کی غلامی کو اپنا فخر سمجھتے اور ہر طرح سے اس کا ساتھ دیتے۔ لیکن افسوس صد افسوس کہ ایسے ہمدرد اور غمخوار دین کو حرام مال کھانے والے ملا اور مکر و فریب سے لوگوں کے مال بٹورنے والے سجادہ نشین برا کہنے لگے۔ اور ایسے دشمن ہوگئے کہ انکی جان لینے کی دھمکیاں دیتے اور تکفیر و تکذیب کے فتوے لگاتے اور طرح طرح کی ایذائیں تجویز کرتے ہیں۔ ہائے افسوس انکی عقلیں کیا ہوئیں وہ تو ان کی ہمدردی اور غمخواری میں شب و روز اپنا خون خشک کر رہا ہے اور ادھر یہ بزرگ ہیں کہ ان کے خون کے پیاسے بن رہے ہیں۔ اس قسم کا ظلم اور تعدی دیکھکر میرے دل میں جوش پیدا ہوتا تھا کہ یا الٰہ العالمین نہ تو میرے پاس اتنی دولت ہے کہ سچے دین کی حمایت میں نثار کرسکوں نہ اتنا علم ہے کہ اُس کے زور سے علمار زمان کا مقابلہ کرسکوں اور نہ زبان میں طاقت ہے کہ لوگوں کے سامنے اپنا ما فی الضمیر ظاہر کرسکوں اور نہ قلم میں زور ہے کہ تحریر کے ذریعہ سے کچھ شایع کرسکوں۔ غرض ہر طرح سے میری بے بضاعتی اور کم مایگی میرے ان ولولوں کو دبا دیتی تھی۔ اور میری کمزوری زبان حال سے بولتی تھی کہ اے نادان تمہارے جیسا کمزور و ناتوان انسان دنیا کی اس زبردست جنگ میں کیوں کر ایک دینی سپاہی کا کام دے سکتا ہے۔ اس میدان کارزار میں تو بڑے بڑے مردان کار آزما و بہادران نبرد آزما کا کام ہے۔ کیونکہ دشمن دولت میں تعداد میں قوت میں بدرجہا بڑھے ہوئے ہیں۔ مگر خدا کا فضل اس مرسل یزدانی کے ساتھ تھا اُس نے اپنی قدرت کاملہ سے مختلف اوصاف کے سپاہی اسلام کی مدد کے لئے کھڑے کردیئے کوئی اپنی دولت سے کوئی اپنی قلم سے کوئی اپنی زبان سے دین متین کی حمایت کے لئے کھڑا ہوگیا جس سے مجھے خوشی بھی ہوتی تھی اور رنج بھی۔ خوشی تو اس لئے کہ جو میں چاہتا تھا

وہ تو ہونے لگ گیا تھا۔ لیکن رنج اس لئے کہ میں اس نعمت سے محروم تھا اور میں کوئی
مدد نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے میں نے علیم و قدیر خدا کے آگے نہایت عاجزانہ اور اضطرابانہ
دعائیں شروع کیں کہ اے اللہ تو سب قدرتوں کا مالک ہے مجھے بھی اس قابل کر کہ مجھ
سے بھی اس دین قویم کی خدمت برآری ہو۔ تیری ذات میں بخل کو دخل نہیں تو جو چاہتا ہے
کرسکتا ہے۔ سو الحمدللہ کہ میرے مولا میرے مالک حقیقی نے میری اس دعا کو بھی مثل اور
دعاؤں کے جو ہوش سنبھالنے کے وقت سے آج تک قبول کرتا رہا ہے مستجاب کیا اور مجھے
ملازمت سرکاری سے چھوڑوا کر ایک ایسے مخدوم کے سپرد کیا جن کے احسانات کو میں
شمار نہیں کر سکتا۔ غرض اس محسن کی خدمت میں آنے سے مجھے سفر کرنے کے موقعے پیش
آئے اور علماء وقت کی خدمتوں میں حاضر ہونے انکے خیالات معلوم کرنے اور عجیب
عجیب کتابوں کا مطالعہ کرنے کے اتفاق پڑے۔ چنانچہ اسی بنا پر شہر مدراس میں پہونچکر
ایک رسالہ بنام تبلیغ حق لکھکر شایع کیا جو بڑی عجلت سے لکھا گیا تھا اور ابھی تک بعض
امور تحقیق طلب بھی تھے۔ مگر تاہم خدا کا شکر ہے کہ اس نے عام قبولیت حاصل کی اور ہمارے
قابل قدر بزرگ فخر زمان علامہ دوران۔ بحرالعلوم والفنون ماہر رموز قرآن۔ واقف
علوم ادیان۔ حاجی الحرمین شریفین مولینا و مخدومنا حضرت حافظ مولوی حکیم نورالدین
صاحب بھیروی ثم قادیانی۔ وافصح الفصحا وابلغ البلغا عالم اسرار قرآن و فاضل علوم زمان
حضرت مولینا مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی۔ و فخر المحدثین و افضل المناظرین مجمع
المعقول والمنقول حاوی فروع و اصول مولینا و بالفضل اولینا حضرت سید مولوی
محمد احسن صاحب امروہوی و دیگر علماء دین متین نے جو جماعت حضرت مسیح موعود میں
داخل ہیں اس مختصر رسالہ کو نہایت ہی پسند فرمایا حتی کہ ہمارے پیارے ہادی امام ہمارے
مقدس امام ہمام۔ حجۃ اللہ بر زمین۔ و جری اللہ فی حلل الانبیاء السابقین۔ مصداق

حدیث لوکان الایمان معلقا بالثریا لناله رجل من ابناء فارس و مورد آیہ کریمہ
وآخرین منہم لما یلحقوبہم

وناقۃ اللہ فی ہذا الزمان وکلیم اللہ فی الدوران شمس الہدیٰ وبدر الدجیٰ صاحب ملکۃ الملکیہ وہبط قوۃ القدسیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیاں مسیح موعود ومہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اس ناچیز رسالہ کو عزت کی نگاہ سے دیکھا اور اس کے سننے سے اظہار خوشی فرمایا جس سے اس ہیچمدان کو ایک ہمت بندھی اور حوصلہ پیدا ہوا کہ اگر اور کوئی کتاب بھی خاکسار کی قلم سے نکلے تو انشاء اللہ وہ بھی ایسی ہی عزت و فخر کا تاج پہنے گی کیونکہ محض دینی جوش سے لکھی جائے گی اور اس میں کسی ریاء یا تفاخر کو دخل نہیں ہوگا محض ابتغاء لوجہ اللہ وہ کارروائی ہوگی۔ سو دوسری وجہ جو اس کتاب کے لکھنے کی محرک ہوئی وہ یہی ہے کہ خود ہادی امام میری ناچیز خدمت کو نظر قبولیت سے دیکھتے ہیں۔

تیسرا باعث جو اس کتاب کے لکھنے کا محرک ہوا وہ یہ ہے کہ سفرہائے سابقہ میں جو قریباً ملک پنجاب کے کل اضلاع وممالک مغربی وشمالی وملک اودھ وصوبہ ہائے وسطی ہند وعلاقہ بمبئی ومدراس کے بڑے بڑے شہروں میں کئے گئے اور بعد ازاں کے سفروں میں جو چھچھ وپوٹھوار وملک سندھ میں وقوع میں آئے مشاہیر علماء سے شرف ملازمت کی مواقع پیش آئے اور مسئلہ حیات وممات مسیح علیہ السلام پر گفتگوئیں بھی ہوئیں اور جہانتک میں نے دیکھا یہی پایا کہ علماء وقت صرف لکیر کے فقیر ہیں علوم دینی میں وسیع معلومات نہیں رکھتے۔ کم ہمت اور کم حوصلہ ہو رہے ہیں۔ انکی دلی اور پسندیدہ بات یہی ہے کہ جس طرح سے ممکن ہو بقیہ زندگی بے کھٹکے کٹ جائے۔ مسائل میں تدبر وخوض سے بالکل عاری۔ اسرار آیات قرآنیہ ومعارف احادیث نبویہ سے بیزاری انکی عادت ہو رہی ہے۔ حقایق قرآن حمید و دقایق فرقان مجید سے معذوری اور علوم جدیدہ وفنون پسندیدہ سے مہجوری گویا انکی قسمت

ہیں ودیعت رکھی گئی ہے۔ طمع ولالچ دنیاوی اُنکی گردنوں پر سوار اور افلاس اور ناداری اُنکے گلے کا ہار ہو رہی ہے۔ لوگوں کی عدم توجہی کے ہر آن نالاں اور پیٹ کی فکر میں شب وروز سرگرداں ہو رہے ہیں۔ حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر دیتے ہیں۔ بڑے ہوشیار گر مسیح وقت سے ایسے بیزار کہ اُنکو اور اُنکی جماعت کو بُرے بُرے خطابوں سے مخاطب کرتے اور عوام کو اُنکی صحبت اور اُنکی کتب کے مطالعہ سے ڈراتے ہیں۔ علماء کی یہ حالت زار اور عوام کو اُن کے پھندے میں گرفتار دیکھکر میرے دل میں جوش پیدا ہوا کہ جس طرح ممکن ہو سکے ایک ایسی کتاب لکھی جائے جس میں کثیر التعداد آیات کلام اللہ واحادیث رسول اللہ و آثار صحابہ نبی اللہ و تفاسیر کتاب اللہ و اقوال ائمہ مجتہدین و کلمات علماء متقدمین و متاخرین درج کئے جائیں شاید کہ یہ کتاب اُنکی بصیرت کا باعث وہدایت کا موجب ہو اور عاصی گنہگار کے لئے وسیلہ شفاعت اور آنے والی نسلوں میں ذریعہ دعا ہو۔

چوتھا باعث جو اس کتاب کی تالیف کا محرک ہوا وہ یہ ہے کہ گو ہمارے مقتدا ہمارے پیشوا حضرت مسیح موعود نے مسائل پیش آمدہ میں اس قدر دلائل وبراہین سے مالامال کر دیا ہی کہ اُنکی موجودگی میں کسی اور کتاب کی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن چونکہ مختلف کثیر التعداد کتابوں میں متفرق طور سے وہ براہین درج ہوئی ہیں اور یکجا جمع نہونے کے سبب سے ہماری جماعت کے افراد کو مباحثہ کے وقت بڑی دقت کا سامنا ہوتا ہے۔ اور چونکہ علماء زمان نے مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت بڑے بڑے لمبے چوڑے فسانے بنا رکھے ہیں اور عوام کالانعام کو ان سے بخوبی دھوکہ دیتے اور جماعت مسیح موعود کو بڑے بڑے افتراؤں اور اتہاموں سے متہم کرکے اُن کی نسبت نفرت شدید دلاتے ہیں اسلئے ضروری سمجھا گیا کہ ایک ایسی جامع کتاب لکھی جائے کہ جو اُن مسائل پر حاوی ہو جو اس وقت میدان کارزار میں ضروری ہیں تاکہ ہماری جماعت کا ہر فرد خواہ وہ کتنا ہی علمی سرمایہ میں کمزور ہو بڑے سے بڑے عالم کیساتھ مسائل پیش آمدہ میں بیدھڑک گفتگو کر سکے اور اُس کو بحث کیوقت کسی قسم کی دشواری نہ ہو۔

باب اوّل

اس بارہ میں کہ قرآن شریف مقدم ہے کہ نہیں

دنیا میں صرف ایک کتاب قرآن شریف ہے جو تمام انسانی ضرورتوں کی متکفل اور بنی نوع انسان کی حاجات برآری کا ذریعہ ہے جس پر چلنے اور عمل درآمد کرنے سے نہ صرف اس دنیا میں امن و آسائش کا موجب ہوتی ہے بلکہ عالم آخرت میں سرور بخش ابدی حیات کی ذمہ وار بنتی ہے۔ اور خدائے لایزال کی رضامندی کی راہوں سے کماینبغی آگاہی بخشتی اور راحت افزا مواعید الٰہیہ کی بشارت دیتی ہے۔ مگر ہائے افسوس کہ دنیا نے اس کی قدر نہ کی اور وائے بر حال مسلمانان کہ جنہوں نے ایسی کامل اور مضبوط اور غیر متبدل کتاب کو جو نور سے معمور بلکہ سراسر نور ہے۔ پس پشت ڈال دیا اور اس سے کچھ فائدہ نہ اٹھایا۔ کیا یہ کوئی کمزور کتاب تھی جس سے مسلمانوں کو ندامت اٹھانے کا اندیشہ ہو سکتا تھا یا کوئی بے اصل قصے کہانیوں کی کتاب تھی جس کے ترک سے اہل اسلام کو فائدہ متصور ہو سکتا تھا۔ یہ تو ایسی محکم اور مضبوط کتاب ہے کہ ایک رائی کے برابر بھی ضعف ثابت نہیں ہو سکتا بلکہ اس کا دعوے ہے فِیْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ یعنی جس قدر ابتدائی دنیا سے اس وقت تک کتابیں منصہ ظہور میں آئی ہیں اور یا جو آیندہ تا روز قیامت جس قدر مضبوط اور مدلل کتابیں پردۂ غیب سے چہرہ نما ہوں گی وہ سب کی سب اس کتاب پاک میں موجود ہیں یعنی کوئی ایسی حقیقت جو علوم مشہودہ محسوسہ کی طرح صحیح اور سچی پایۂ ثبوت کو پہنچیگی اُس کا وجود قرآن پاک میں ضرور ہوگا اور کوئی جدید تحقیقات ایسی نہیں نکلے گی جو قرآنی تعلیم کے برخلاف ثابت ہو۔ چنانچہ یہ امر روز روشن کی طرح ظاہر ہو رہا ہے کہ ان تیرہ سو برس کے اندر جس قدر جدید علوم پیدا ہوئے یا علوم سابقہ میں مزید تحقیقاتیں ہوئیں اُن کی رو سے اب تک کوئی ایسا امر پیدا نہیں ہوا جس نے قرآن شریف کی کسی صداقت کو غلط ثابت کر دکھایا ہو پس جب کہ ان ۱۳۰۰ برس کے اندر اہل اسلام کو اس

کامل کتاب سے کسی طرح کی ندامت اُٹھانی نہیں پڑی تو آیندہ بھی ہرگز ہرگز اٹھانی نہیں پڑے گی۔
پھر باوجود اس قدر عظیم الشان تجربہ کے قرآن حمید کی طرف سے خود مسلمانوں ہی کا رخ پھیر لینا اور اسکی تعلیم پر توجہ نہ کرنا کیسی افسوس کی بات ہے۔ کیا مسلمانو تمہیں اس کتاب پر کچھ شک پڑ گیا ہے کہ جسکی وجہ سے تم نے اُس کی طرف سے بے اعتنائی اختیار کرلی ہے ایسا کرنا تمہاری اپنی غلطی اور نافہمی کا باعث ہے ورنہ اللہ تعالے تو اس کی نسبت شروع ہی میں خبردار کرتا اور متنبہ فرماتا ہے کیا سورۂ بقر کے ابتدا میں یہ آیت نہیں پڑھتے ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ یعنی ہوشیار ہو جاؤ اور جان لو کہ یہ کتاب ایسی کتاب ہے کہ جس میں کسی قسم کے شک وشبہ کو دخل نہیں اور نہ اس میں کوئی ہلاکت کی توقع ہے یہ تو سراسر یقین اور یقین کامل کا باعث ہے۔

انسان بے بنیان کسی بادشاہ یا حاکم یا امیر کے حکم یا پروانہ کی اس واسطے جان توڑ کوشش کرکے تعمیل کرتا ہے کہ کہیں ہمارا بادشاہ یا حاکم یا امیر ناراض نہ ہو جائے اور جو اُمیدیں اُس کی ذات سے وابستہ ہیں وہ جاتی نہ رہیں۔ حالانکہ یہ یقین نہیں کہ اس کی اُمید براری سے پہلے یہ خود بے نصیب مرجائے یا وہ دنیا سے اُٹھ جائے۔ لیکن ایسے مہربان شہنشاہ اور احکم الحاکمین اور امیر الامرا کے حکم نامہ سے غفلت اور سہل انگاری کرتا ہے جس کے حیّ وقیوم ہونے کا یقین کامل ہے اور اگر انسان اُسکی رضا کی تلاش وکوشش میں مر بھی جائے تو بھی عالم عقبیٰ میں اس کو بدلا دینے کا یقین واثق دلاتا ہے۔ تو پھر ایسی حالت میں جب انسان روگردانی کرتا ہے تو یہی سمجھا جاتا ہے کہ زمینی حکام کے وجود پر تو اُس کو یقین کامل ہے اس واسطے ڈرتا ہے کہ اگر حکم عدولی کرونگا تو نقصان اٹھاؤں گا اور برخلاف اس کے زمین وآسمان کے بادشاہ پر اس کو اتنا بھی ایمان نہیں اور یہی وجہ ہے کہ وہ اس کتاب کی پرواہ نہیں کرتا ورنہ اگر اس کو ایمان ہوتا کہ جس طرح یہ زمینی لوگ اُس کو حکم عدولی پر ضرر پہنچا سکتے ہیں اسی طرح بلکہ اُن سے بھی بڑھ کر آسمان وزمین کا مالک نقصان پہونچا سکتا ہے تو کبھی بھی لاپرواہی کا مرتکب نہ ہوتا۔ اصل بات یہ ہے کہ لوگوں کو خدا پر کامل ایمان نہیں رہا۔

اے نادانو تاریخ گواہی دیتی ہے اور چلّا چلّا کر کہتی ہے کہ جن لوگوں نے خدا کے احکام کو نہیں مانا اُن کا انجام بخیر نہیں ہوا اور وہ اپنے پیچھے عبرت ناک نظارہ صفحہ ہستی پر چھوڑ گئے **آدم** کے مقابلہ کرنے والوں کا انجام دیکھو۔ **نوح** کے زمانہ کے لوگوں پر غور کرو **ابراہیم** کے دشمنوں کے حالات یاد کرو **موسیٰ** کے مخالفین پر نظر ڈالو **عیسیٰ** سے سرکشی کرنے والوں کا

مآل دیکھو۔ فخر بنی آدم محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ایذا دینے والوں کے خاتمہ پر خیال کرو۔ سب کے سب ذلیل اور خوار اور تباہ اور برباد ہوتے چلے آئے۔ پھر اے مسلمانوں تم کو کس بات نے بے غم اور لاپرواہ کر دیا ہے۔ کیوں ہر امر میں اس کتاب کو اپنا دستور العمل نہیں بناتے۔

بترسید از خدای بے نیاز و سخت قہاری　　　که گر خواهد کشد دہ یکدمی چون کرم بیکاری

ہم دیکھتے ہیں کہ اہل اسلام میں جس قدر مختلف فرقے ہیں وہ سب اس امر پر متفق ہیں کہ یہی کلام اللہ ہے جو محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ فخر المرسلین ختم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا جو ایسا محفوظ اور مامون چلا آیا ہے کہ ایک زیر وزبر کا فرق نہیں آنے پایا اور کیوں آتا جب کہ خود اللہ تعالےٰ نے اس کی حفاظت کا ٹھیکہ اپنی ذات پاک کے لئے خاص کر لیا ہے جیساکہ وہ فرماتا ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ہم نے ہی اس ذکر کو اُتارا ہے اور ہم ہی یقیناً یقیناً اس کی محافظت و نگہبانی کریں گے۔

پھر کون لعنتی و مردود ہے جو اس کی تغیر یا تبدیل کا قائل ہو۔ ہاں البتہ اہل شیعہ میں سے بعض لوگ ایسے بھی ہوئے اور ہیں جو اپنی بدبختی اور وساوس شیطانی سے کہتے ہیں کہ موجودہ قرآن بجنسہ وہی قرآن نہیں جو زمانہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں تھا بلکہ یہ اصحاب کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین کی دست برد سے محفوظ نہیں رہا اور قریب دس بارہ پارہ کے نکال دیئے گئے ہیں لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ یہ کذاب اور مفتری کیسے نابینا اور نڈر ہیں کہ خدا تعالےٰ کے اُس وعدہ حتمی کی تکذیب سے نہیں ڈرتے جو اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ کی تحت میں ہے۔ ان لعنت کے ماروں کو اتنا بھی نہ سوجھا کہ اگر اصحاب کبار میں سے کسی نے تصرف بے جا کیا تھا تو اسد اللہ الغالب کہاں تھے اور کس غار میں چھپے بیٹھے تھے کیوں اُنہوں نے کامل قرآن کو دنیا کے مختلف اطراف میں نہ پھیلایا۔ اور اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ وہ اکیلے اور تن تنہا تھے اس لئے وہ ایسا نہیں کر سکتے تھے تو بعد کے جانشین کچھ تھوڑے تھے اور وہ چند نسخے بھی غیر ممالک میں شائع نہیں کر سکتے تھے حالانکہ امامت یا ملک گیری کے لئے جنگ و جدل کرتے پھرے اور اصل قرآن کریم کو دنیا میں قائم نہ رکھ سکے اور ہم بطور تنزل اس کو بھی قبول کر لیتے ہیں کہ وہ بزرگوار اپنی ذات میں ایسی قدرت و جرأت نہیں پاتے تھے کہ ایسے عظیم الشان کام کو بھی انجام دے سکتے تو کیا وہ اپنی اولاد کیلئے بھی ایک

آدھ نسخہ برقرار نہیں رکھ سکتے تھے حال آنکہ ہروقت سادات کی تعداد اس قدر ہے کہ دنیا کے کناروں تک پھیلی ہوئی ہے اور کوئی کونا اُن سے خالی نہیں مگر کسی کے ہاتھ میں کامل کتاب موجود نہیں افسوس کہ ان ناعاقبت اندیش رافضیوں نے خدا کو جھوٹا ٹھیرایا۔ رسول کو جھوٹا گردانا۔ اور صحابہ کو بددیانت قرار دیا اور ائمہ اطہار کو بزدل اور دنیا کا لالچی ثابت کیا۔ لیکن پھر بھی وہ حسب قرار داد خود اس نعمت سے ابدالآباد تک محروم اور بے نصیب رہے معاذ اللہ من ذلک

ہم یہاں یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ یہ سب باتیں پوچ اور لغو ہیں اور روافض کے پاس اس لاطائل قصہ کا کوئی ثبوت نہیں بڑے بڑے فضلا و محققین اہل تشیع کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہی قرآن شریف جو بین الدفتین دنیا میں موجود ہے زمانہ رسول اللہ و زمانہ صحابہ و زمانہ تابعین میں تھا اور یہی بلا تغیر و تبدل حرفے یا حرکتے موجود ہے۔ چنانچہ ہم تفسیر صافی میں سے جو اہل تشیعہ کی ایک بڑی معتبر تفسیر ہے اور آج کل عموماً مدارس اہل تشیعہ میں بطور درس داخل ہے چند فضلای اہل تشیعہ کی آرای لکھتے ہیں جو انھوں نے اس قرآن شریف کی نسبت جو آج کل دنیا میں رائج ہے ظاہر فرمائی ہیں۔ وھو ھذا

فقد روی جماعة من اصحابنا وقوم من حشویة العامة ان فی القران تغییرًا ونقصانا والصحیح من مذهب اصحابنا خلافه وبلغت حدا لم تبلغه فیما ذکرناه لان القران معجز النبوة وماخذ العلوم الشرعیة والاحکام الدینیة وعلماء المسلمین قد بلغوا فی حفظه وحمایته الغایة حتی عرفوا کل شئ اختلف فیه من اعرابه وقرائته و حروفه وایاته فکیف یجوز ان یکون مغیرًا او منقوصًا مع العنایة الصادقة والضبط الشدید

ہمارے دوستوں کی ایک جماعت اور عوام حشویہ نے یہ روایت کی ہے کہ قرآن شریف میں تغیر اور نقصان ہے اور ہمارے اصحاب کا صحیح مذہب اس کے خلاف ہے اور نیز ان لوگوں کی رائے اس حد تک پہنچی ہے کہ ہم اس کو بیان نہیں کر سکتے اور وہ یہ ہے کہ قرآن نبوت کا اعجاز اور علوم شرعیہ اور دینی احکام کا ماخذ ہے اور علماء اسلام نے یہانتک اسکی حفاظت اور حمایت کی ہے کہ انھوں نے ہر چیز پر جس میں اعراب اور قرأت اور حروف اور آیات کے بارہ میں اختلاف کیا گیا ہے عرفان تام و واقفیت عام پیدا کرلی ہے۔ پھر کیونکر ممکن ہے کہ ایسے ضبط شدید اور حفاظت صحیحہ کی موجودگی میں کسی قسم کا تغیر یا کمی ہونے پائی ہو۔ دیکھو تفسیر صافی مصنفہ ملا محسن صفحہ ۱۴۔ پھر مصنف مذکور اسی صفحہ پر لکھتا ہے۔

ان القرآن كان على عهد رسول الله
مجموعاً مولفا على ما هو عليه الآن
واستدل على ذالك بان القرآن
كان يدرس ويحفظ جميعه فی ذالك
الزمان حتى عين على جماعة من الصحابة
فی حفظهم له وانه كان يعرض على
النبی ويتلی عليه وان جماعة
من الصحابة مثل عبد الله بن مسعود
وابی بن كعب وغيرهم ختموا القرآن
على النبی عدة ختمات وكل ذالك
يدل بادنی تامل على انه كان مجموعاً
غير مبتور ومبثوث وذكر ان
من خالف فی ذالك من الامامية
والحشوية لايعتد بخلافهم فان
الخلاف فی ذالك مضاف الی
قوم من اصحاب الحديث نقلوا
اخبارا ضعيفة

یہی قرآن رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں اس طرح
جمع شدہ اور اکٹھا تھا جس طرح آج کل ہے اور
اس سے استدلال کیا گیا ہے کہ قرآن حمید مکمل
و مجموعی طور سے اُس زمانہ مبارک میں پڑھا جاتا
اور حفظ کیا جاتا تھا۔ چنانچہ صحابہ رض کی ایک جماعت
اسی قرآن مجید کے حفظ کرنے پر متعین تھی اور
ماسوا اس کے بھی قرآن شریف نبی علیہ السلام پر
عارض کیا جاتا تھا اور پڑھا جاتا تھا۔ اور صحابہ کی
ایک جماعت مثل عبد اللہ و ابی بن کعب وغیرہ نے
چند مرتبہ قرآن کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے
ختم کیا اور ان تمام باتوں پر ادنیٰ تامل اور تفکر سے
یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ قرآن مرتب و مدون تھا۔ اور
پراگندہ اور تتر بتر نہیں تھا اور یہ بات بھی یاد رکھنے
کے قابل ہے کہ امامیہ یا حشویہ میں سے جن لوگوں
نے اس رائے کی مخالفت کی ہے انکی اُسکے مقابلہ میں
کوئی حقیقت اور شمار نہیں ہے کیونکہ یہ خلاف صرف
اصحاب حدیث سے ہوا ہے جنہوں نے ضعیف
خبریں نقل کردی تھیں۔

پھر مصنف مذکور اپنی تفسیر کے صفحہ ۱۵ میں ایک بڑے فاضل کے اعتقاد کو نقل کرتا ہے۔ وھو ھذا

وقال شيخنا الصدوق رئيس
المحدثين محمد بن علی بن بابويه
القمی طيب الله ثراه فی اعتقاداته
اعتقادنا ان القرآن الذی
انزله الله على نبيه هو ما بين

ہمارے استاد شیخ رئیس المحدثین محمد بن علی بن
بابویہ القمی اللہ تعالےٰ اُس کی خاک کو پاک
کرے اپنے اعتقادات میں فرماتے ہیں کہ ہمارا
یہ اعتقاد ہے کہ قرآن جو نبی علیہ السلام پر نازل ہوا
وہ یہی ہے جو ما بین دفتین موجود اور لوگوں کے

الدفتین وما فی ایدی الناس

ہاتھ میں دستور العمل ہے۔

سوا اس کے مصنف موصوف ایک اور بزرگ کا اعتقاد ظاہر کرتے ہیں جو حسب ذیل ہے۔

وقال الشیخ الطائفة محمد بن الحسن الطوسی رحمة اللہ علیه فی تبیانه واما الکلام فی زیادته ونقصانه فمما لا یلیق به لان الزیادة فیه مجمع علی بطلانه والنقصان منه فالظاهر ایضاً من مذهب المسلمین خلافه

شیخ الطائفہ محمد بن الحسن الطوسی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب تبیان میں لکھتے ہیں کہ یہ جو بات قرآن کریم کی کمی بیشی کی نسبت کی جاتی ہے یہ محالات سے ہے کیونکہ قرآن مجید میں کسی زیادتی یا کمی کا گمان کرنا خود بطلان پر گواہی دیتا ہے اور بظاہر بھی کل مذہب اسلام کے خلاف ہے

مزید براں مفسر مذکور اسی صفحہ میں ایک صحیح حدیث بھی لائے ہیں جو ذیل میں درج کی جاتی ہے

وقد ورد عن النبی روایة لا یدفعها احد انه قال انی مخلف فیکم الثقلین ان تمسکتم بهما لن تضلوا کتاب اللہ وعترتی اهل بیتی وانهما لن یتفرقا حتی یردا علی الحوض وهذا یدل علی انه موجود فی کل عصر لانه لا یجوز ان یامرنا بالتمسک بما لا نقدر علی التمسک به۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت آئی ہے اور کوئی اس کی مدافعت نہیں کر سکتا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں تم میں اپنے بعد دو باتیں بھاری چھوڑ چلا ہوں اگر تم لوگ اُن سے تمسک کرو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے ایک کتاب اللہ اور دوسرے اپنے گھر کے لوگ اور یہ دونوں حوض کوثر تک پہنچنے تک باہم جدا نہیں ہونگے جس سے دلیل پیدا ہوتی ہے کہ قرآن ہر زمانہ میں موجود ہے کیونکہ یہ جائز نہیں ہو سکتا کہ ہمیں کسی چیز سے تمسک کرنیکا حکم دیا جاوے اور وہ ایسی چیز ہو کہ ہماری قدرت سے باہر ہو اور ہم تمسک نہ کر سکیں۔

کیفیت متذکرہ بالا سے بخوبی ظاہر ہے کہ فضلا و محققین اہل تشیعہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہی قرآن کریم جو دنیا میں عام طور سے رواج پذیر ہے لفظاً لفظاً حرفاً حرفاً یہی ہے اس میں کسی قسم کی کمی بیشی نہیں ہوئی اور جو لوگ کمی بیشی کے قائل ہیں وہ سب جھوٹے ہیں اور انکی

بنا ر اعتقاد روایات ضعیفہ اور احادیث موضوعہ پر مبنی ہے۔ پس جب کہ تمام فرقہ ہائے اسلام میں یہ بات مسلم ہے کہ عمل درآمد کے لئے یہی کتاب ہے جس کی رو سے ہم اپنے نزاعوں اور اختلافوں کا فیصلہ کر سکتے ہیں تو پھر کون چیز اس کو اپنے دستور العمل بنانے سے روکتی ہے۔

اگر کوئی یہ خیال کرتا ہو اور کچھ تعجب نہیں کہ بعض نادان اور کم فہم ملا کہتے ہیں کہ قرآن کریم مجمل ہے اور اس کو کوئی نہیں سمجھ سکتا جب تک چودہ علوم سے پوری پوری آگاہی نہ ہو۔ یہ اُن کی بات سراسر دور از حقیقت اور بعید از راستی ہے بلکہ اُن کی مثال یہود کے اُن علما کے مطابق ہے جن کی تعریف میں اللہ تعالےٰ اپنے پاک کلام میں فرماتا ہے۔ كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا یعنی ان لوگوں کی مثال گدھے کی سی ہے جو کتابوں کے بوجھ سے لدا ہوا ہو مگر حقیقت سے ناآشنا اور معانی سے بے خبر ہو۔ وہ رحمٰن و رحیم خدا تو فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ضرور ضرور ہم نے قرآن کو آسان بنایا ہے کوئی ہے کہ اس سے نصیحت پکڑے اور اُس کو اپنا دستور العمل بنائے جس طرح آج کل کے علما قرآن کریم کو ادق اور مشکل سمجھتے ہیں اُسی طرح اپنی کوتاہ فہمی اور کور چشمی سے اس کو مجمل بھی قرار دیتے ہیں حالانکہ خدا تعالےٰ سورہ نحل میں فرماتا ہے وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ یعنی اے رسول ہم نے تم پر ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں ہر ایک چیز کا بیان ہے اور صرف یہی نہیں۔ بلکہ مسلمانوں کے لئے ہدایت نامہ اور رحمت کاملہ اور بشارت عظمیٰ ہے۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ مسلمانوں کے لئے جس قدر دنیا و آخرت میں ضروری ہے وہ سب ذرہ ذرہ اس قرآن حمید میں موجود ہے اور اسی ہدایت نامہ پر چلکر انسان اپنے مدارج کمالات کو حاصل کر سکتا ہے۔ اور معراج کے اعلیٰ نقطہ تک پہنچ سکتا ہے۔

دوسری جگہ فرمایا ہے۔ أَفَغَيْرَ اللَّهِ أَبْتَغِي حَكَمًا وَهُوَ الَّذِي أَنزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا یعنی کیا میں اللہ کے سوا کسی اور کو اپنا حکم بناؤں حالانکہ اُس نے ایک مفصل کتاب تمہاری طرف بھیجی ہے۔ دیکھو پ ۸ ع ۱ اس آیت سے اظہر من الشمس ہے کہ یہ قرآن شریف ایسی کتاب ہے جس میں ہر ایک چیز کا مفصل طور سے ذکر کیا گیا ہے۔ اور کوئی بات مجمل نہیں۔ سب باتیں تفصیل کے ساتھ بیان کر دی گئی ہیں۔ اب حیف ہے اُن لوگوں پر

جو یہ کہکر اپنی جہالت کا ثبوت دیتے ہیں کہ قرآن سے کسی کو ہدایت نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ مجمل کتاب ہے جو چاہے اپنی مرضی کے موافق معنی کرلے حال آنکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَاَنْزَلْنَا اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ اے رسول ہم نے تو تم پر ایک حق اور حقیقت کی بھری ہوئی کتاب اُتاری ہے اس میں کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ جس سے لوگ ہدایت نہ پاسکیں بلکہ گمراہ ہوں پھر فرمایا تَنْزِیْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰیٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۔ یہ کتاب تو رحمن اور رحیم خدا کی طرف سے نازل ہوئی ہے ۔ کیا اس کی رحمانیت اور رحیمیت کا یہی تقاضا ہو سکتا ہے کہ وہ کتاب تو اُتارے اور اُس میں ایسے سامان مہیا نہ کرے جو بنی نوع انسان کے لئے اس دنیا اور عالم آخرت میں مثمر ثمرات ہوں ہرگز نہیں وہ رحمن خدا جو بے مانگے دینے والا ہے اور رحیم خدا جو کسی کی محنت کو ضائع کرنے والا نہیں وہ کیونکر اپنی ان صفات ازلی وابدی کے منشا کے خلاف کرنا پسند کرتا ہے اسی رحمن و رحیم اللہ کی خاص عنایت اور فضل ہے کہ اُس نے ایک ایسی کتاب ہمیں عنایت کی ہے کہ جس میں ایک ایک مطلب کو بار بار کھولکر بیان فرمایا ہے اور پھر ایسی زبان میں جو ام الالسنہ ہے اور جس کا ایک ایک حرف فصیح و بلیغ ہے لیکن اس کو وہی قوم سمجھ سکتی ہے جکو اس سے مس ہو لَا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ اس کی شاہد ناطق ہے ۔

یہاں پر یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ جس طرح قرآن شریف ایک مفصل کتاب ہے جس میں ہر قسم کی ضروریات انسانی کا ذکر ہے اسی طرح اس میں یہ بھی خوبی ہے کہ کوئی آیت دوسری آیت کے خلاف نہیں یعنی یہ نہیں کہ ایک جگہ ایک بارہ میں کچھ فرمایا ہو تو دوسری جگہ اُس بارہ میں اُس کے برخلاف ۔ چنانچہ خود اللہ تعالےٰ اس کی تصدیق یوں کرتا ہے وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِیْهِ اخْتِلَافًا كَثِیْرًا ۔ اگر یہ کتاب خدا کے سوا کسی اور کی بنائی ہوئی کتاب ہوتی تو ضرور تم اُس میں بڑا اختلاف پاتے جس سے صاف ظاہر ہے کہ اس میں کوئی مسئلہ ایسا نہیں ہے جو ایک دوسرے کے مخالف ہو ۔ اس کے قوانین سب یکساں اور غیر متبدل اور ہمیشہ رہنے والے ہیں ۔ اور اس میں یہ بھی خوبی ہے کہ قوانین قرآن قوانین نیچر کے عین مطابق ہیں ۔ کیوں نہ ہوں جب کہ وہ خدا کا قول اور یہ خدا کا فعل ہے قول اور فعل میں کیونکر اختلاف ہو سکتا ہے کسی کی سچائی اور راستی پرکھنے کے لئے یہی اصول کافی ہے کہ

کہ اُس کے فعل اور قول میں مطابقت ہو ورنہ وہ کبھی قابل اعتبار نہیں ٹھیر سکتا۔

ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ دنیا میں کل فرقہاے اسلامی کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہی کتاب ہے جس پر دنیا، اسلام کا دار ومدار ہے اور جس میں رائی کے دانہ کی برابر بھی انسانی دخل نہیں وہ ہر ایک قسم کے دست برد سے پاک ومنزہ ہے اور یہ بھی ثابت کر آئے ہیں کہ یہ کتاب مفصل ہے اور اس میں کل ضروریات انسانی کا بیان تفصیل وار ہے اور یہ نور اور ہدایت اور فضل اور رحمت بھی ہے اور یہ بھی دکھا آئے ہیں کہ یہ کتاب حق اور حقیقت سے بھری ہوئی ہے اور اس میں باہم آیات کا اختلاف نہیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی یہی حکم ہوتا ہے فَاحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ إِلَيْكَ یعنی جو کچھ تیری طرف اُتارا گیا ہے اُسی کے مطابق لوگوں کو حکم کرو اور اُن کے مقدمات کا تصفیہ فرماؤ۔ اور اسی پر چلنے کی ہدایت کرو۔ تو پھر مسلمانوں کو کون سی بات مانع ہے کہ اسی کو اپنا ماوا، وملجا بناویں اور ہر ایک تنازع اور جھگڑے کو اسی کے ذریعہ فیصل کریں کیا وہ نہیں پڑھتے وَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ یعنی جب کبھی تمہیں کوئی تنازع اور تکرار پیش آوے تو اللہ اور اس کے رسول کے سامنے پیش کرو یعنی کتاب اللہ وحدیث رسول اللہ پر عارض کرو۔ افسوس کہ مسلمانوں نے قرآن کو اپنا محک اور معیار بنانے سے پہلو تہی کر لی ہے اور اپنی قیاسی اور من گھڑت باتوں کو اپنی کسوٹی بنا لیا ہے۔ اگر وہ اس نور کو اپنا امام بناتے اور اُسی سے ہر ایک امر کا مشورہ طلب کرتے تو پھر اہل اسلام میں کسی قسم کا فتور برپا نہ ہوتا۔ قرآن کو لوگوں نے بالکل ترک کر دیا اور پس پشت ڈال دیا اور پیارے رسول فدیت بابی وامی کے اس قول سے فائدہ نہ اُٹھایا جو اللہ تعالےٰ نے اُن کی زبان سے نقل فرمایا ہے وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا یعنی رسول کہیگا کہ اے میرے رب میری اس قوم نے قرآن کو چھوڑ دیا تھا اور اس کو اپنے تمام جھگڑوں اور اختلافوں کا حکم نہیں بنایا تھا بلکہ انسانوں کے کلام کو معتمد اور مدار علیہ قرار دے رکھا تھا۔ اے عزیزو قرآن کوئی بھول بھلیاں تو نہیں کہ جس میں پڑنے سے تمہیں پھر اندیشہ ہو کہ ہم گمراہ ہو جاویں گے اور راستی اور منزل مقصود تک نہیں پہونچ سکیں گے اور صراط مستقیم سے کہیں دور نکل جائیں گے یہ خیال تمہارا سراسر لغو اور بیہودہ ہے بلکہ

اللہ پاک اس گمان فاسد کی یوں تکذیب کرتا ہے قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِي عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ یعنی قرآن عربی زبان میں ہے جو تمام زبانوں کی ماں ہے اور اُس میں کسی قسم کی کجی نہیں کہ جس سے گمراہ ہو سکیں بلکہ یہ اس لئے آیا ہے کہ تم متقی بنجاؤ پھر فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا یعنی تمام محامد کے لائق وہی ذات پاک ہے جس نے اپنے بندہ پر اس کتاب کو اُتارا اور اس میں کسی قسم کا ٹھراپن نہیں رکھا بلکہ فرمایا هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا یعنی یہی کتاب میری صراط مستقیم کا پتہ دینے والی اور مجھ تک پہنچانے والی ہے اور پھر فرمایا وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا یعنی اے مسلمانو تم سب ملکر اللہ تعالےٰ کی اس رسی یعنی قرآن کریم کو پکڑ لو اور اس سے جدائی نہ کرو مبادا کہ تم پراگندہ ہو کر منزل مقصود سے بھٹک جاؤ اور پھر باہم مل نہ سکو۔

علاوہ ازیں خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن ہی کو اپنا امام اور پیشوا بناؤ اُس کے سوا سب باتیں عبث ہیں چنانچہ اس کی تصدیق حدیث ذیل سے ہوتی ہے عن عبد الله ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كل شرط ليس في كتاب الله فهو باطل وان كان مائة شرط رواه البزار والنسائي یعنی بزار اور امام نسائی نے حضرت عبد اللہ ابن عباس سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر ایک شرط جو قرآن میں نہ ہو خواہ وہ سو ہی شرطیں کیوں نہوں سبکی سب باطل اور مردود ہیں۔

ایک اور حدیث ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے جبرئیل کے ذریعہ خاتم المرسلین صلوات اللہ وسلامہ کو خبر دی تھی کہ تیرے اس دنیا سے کوچ کرنے کے بعد یہ امت بہت جلد ضلالت اور گمراہی کے گڑھے میں پڑنے والی ہے اس لئے اُس فدائی قوم اور خیر خواہ امت نے ایسے خطرناک نتائج اور انجام بد سے بچانے کے لئے بار بار اپنے اصحاب کو کہا

انها ستكون فتنة قيل فما المخرج منها قال كتاب الله فيه نبأ من قبلكم وخبر من بعدكم وحكم ما

تھوڑے عرصہ کے بعد ایک فتنہ برپا ہونے والا ہے۔ اور جب پوچھا گیا کہ اس سے نجات اور مخلصی کی کیا راہ ہے تو فرمایا کتاب اللہ سے

بینکم ھو الفصل لیس بالھزل من
ترکہ من جبار قصمہ اللہ و
ومن ابتغی الھدی من غیرہ
اضلہ اللہ وھو حبل اللہ المتین
وھو الذکر الحکیم وھو
الصراط المستقیم ھو الذی
لا تزیغ بہ الاھواء ولا تشبع
منہ العلماء ولا تلتبس بہ
الالسن ولا یخلق عن کثرۃ الرد ولا
ینقضی عجائبہ - ھو الذی لم
تنتہ الجن اذ سمعتہ ان قالوا
انا سمعنا قرانا عجبا یھدی الی
الرشد من قال بہ صدق
ومن حکم بہ عدل ومن
عمل بہ اجر ومن دعا الیہ
ھدی الی الصراط المستقیم
رواہ الترمذی عن علی -

نجات وابستہ ہے کیونکہ اُسمیں تم سے پہلی امتونکے قصے اور آنیوالے زمانہ کی خبریں ہیں اور یہی کتاب تمہاری حکم ہے کل نزاعوں کا فیصلہ کریگی - اور وہ قول فیصل ہے جسمیں ذرہ بھی ہزل نہیں جو ظالم زبردست اُسکو ترک کریگا خدا اُسکو کاٹ ڈالیگا اور جو اسکو چھوڑ کر کسی اور چیز کو ذریعہ ہدایت سمجھے گا تو وہ ضلالت کے کنوئیں میں گریگا - یہی اللہ کی طرف سے ایک مضبوط رسی ہے جسکے سہارے سے انسان کنار امن و عافیت پر پہنچ سکتا ہے اور حکمت کی بھری ہوئی نصیحت ہے جس سے آدمی فوائد کثیرہ حاصل کر سکتا ہے - یہی صراط مستقیم ہے جسپر چلنے سے بشر اللہ تک پہنچ سکتا ہے اور یہی ایک کتاب ہے کہ جسکی پیروی کرنے سے انسانی خواہشوں میں کجی نہیں آسکتی اور نعمائے الٰہی کا ایسا خوان نعمت ہے کہ حقیقی علماء اُس سے سیر نہیں ہو سکتے اور نہ زبانیں اُس کے ذریعہ دھوکھا کھا سکتی ہیں اور نہ وہ بار بار کی تکرار سے کہنہ ہو سکتی ہے اور نہ عجائبات اُس کے کبھی ختم ہو سکتے ہیں وہ ایسی کتاب ہے کہ جب اکھڑ آدمیوں نے بھی اُسے سُن پایا تو پکار اٹھے کہ ہم نے ایک عجیب کتاب سُنی ہے جو نیکی اور نیک کرداری کی رہنمائی کرتی ہے جس شخص نے قرآن میں سے کہا اُس نے سچ کہا اور جس نے قرآن ہی کی رو سے حکم دیا اس نے عدل کیا اور جس نے اُس کے مطابق عمل کیا اُس کو اجر ملا اور جس نے اُس کی طرف بلایا اُس نے راہ راست کی طرف ہدایت کی - دیکھو کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۴۵

ایسا ہی مسند امام احمد بن محمد بن حنبل میں بروایت حضرت علیؑ آیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اتانی جبریل فقال یا محمد ان الامۃ

کہ جبرئیل میرے پاس آیا اور کہا کہ ای محمد صلے اللہ علیہ وسلم

مفتونة بعدك قلت له فما المخرج
یا جبریل قال کتاب اللّٰہ فیه نبأ
قبلکم وخبر ما بعدکم وحکم ما بینکم
وهو حبل اللّٰه المتین وهو الصراط
المستقیم هو قول فصل لیس بالهزل
ان هذا القران لا یلیه من جبار
فیعمل بغیره الا قصمه اللّٰه ولا یبتغی
علما سواه الا اضله اللّٰه ولا یخلق
عن رده هو الذی لا تفنی عجائبه من
یقل به یصدق ومن یحکم به یعدل ومن
یعمل به یوجر ومن یقسم به یقسط

تیری امت تیرے بعد فتنہ میں پڑنیوالی ہے میںنے پوچھا
کہ اے جبرئیل بتاؤ میری اُمت اس فتنہ سے کیونکر نجات
پائیگی - اُس نے کہا کہ قرآن کریم ہی مخلصی کی راہ
ہوگی جس میں پہلوں اور پچھلوں کی خبریں ہیں -
اور قرآن ہی تمہارے معاملات پیش پا افتادہ کیلئے
حکم ہے وہ اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی ہے اور اللہ تک
پہنچانے کی سیدھی سڑک ہے - وہ فیصلہ کی کلام ہے
جس میں کوئی زٹلیات نہیں - قرآن وہ کتاب
ہے کہ اگر کوئی زبردست بھی اسکو چھوڑ کر اور چیز پر
عمل کریگا تو اللہ تعالےٰ اُسکو پاش پاش کردیگا
اور جو شخص اُس کے سوا کسی اور چیز سے اپنا مقصود
چاہے گا - تو خدا اُنکو گمراہ ہی رکھیگا - اور قرآن کریم کسی کے تکرار سے کہنہ نہیں ہوجائیگا وہ تو ایسا دریا بے
ناپید اکنار ہے کہ جس کے عجائبات ختم نہ ہونے پائیں گے - جو شخص قرآن کے مطابق کہے گا وہ
سچ اور صحیح کہے گا اور جو اُسی کے رو سے حکم کریگا تو اس کا حکم عدل و انصاف پر مبنی ہوگا
اور جو اُس کی تعلیم کے مطابق عمل کریگا اجر پائے گا اور جو اُس کے قواعد کے تحت میں تقسیم
کرے گا وہ سب ٹھیک اور درست ہوگا - دیکھو کنز العمّال جلد اول صفحہ ۴۵ -

مزید براں باہمی پھوٹ اور اختلاف سے اُس پیارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سخت ہی
منع فرمایا ہے اور کہا ہے وَلَا تَخْتَلِفُوْا قال فان من کان قبلکم اختلفوا فھلکوا
رواہ البخاری عن ابن مسعود بخاری نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ باہم اختلاف نہ کرنا
کیونکہ تم سے پہلی امتوں نے باہم اختلاف کیا اور آخر وہ برباد اور ہلاک ہوگئیں دیکھو کنز العمال جلد ا صفحہ ۴۵
اس سے واضح حدیث صحیح مسلم میں آئی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
انما ھلك من کان قبلکم باختلافھم فی الکتاب یعنی تم سے پہلے جو امتیں ہوئی
ہیں جب اُنہوں نے کتاب اللہ میں اختلاف کیا تو اللہ نے اُنکو تباہ اور غارت کردیا - دیکھو
کنز العمال جلد ا صفحہ ۴۵

ان تمام واقعات سے صاف ظاہر ہے کہ اُس پیارے رسول علیہ الصلوہ و السلام نے جوش محبت و ولولہ شفقت میں قرآن حمید پر چلنے کے لئے کس قدر تاکید اور اختلاف کرنے سے کس قدر ڈرایا ہے۔ پھر اے مسلمانو اور اے امت مرحومہ کے لوگو تمہیں کیا ہو گیا اور تمہاری عقلیں کیا ہوئیں تم اپنے تنازعات پیش پا افتادہ کے لئے کلام اللہ کو کیوں حکم نہیں بناتے اور اُس پاک اور مطہر کتاب کو کیوں اپنی کل ضروریات کا دار و مدار نہیں ٹھہراتے اور کیوں اپنی جان کے دشمن بن رہے ہو۔ تم خدا کو ناراض کر کے کیونکر راحت بخش زندگی بسر کر سکتے ہو۔ کیوں خدا کی خوشنودی حاصل نہیں کرتے۔ اور پیارے رسول (فدیت بابی وامی) علیہ السلام کی روح پاک کو کیوں رنج پہنچاتے ہو حالانکہ اُس غمخوار امت نے اس کتاب کے پہنچانے میں کیا کیا خون جگر کھایا اور کیسے کیسے مصائب اُٹھائے کہ جن کے سننے سے بدن کانپتا اور کلیجہ مُنہ کو آتا ہے۔ حیف ای مسلمانو کہ جس رسول نے اپنی ساری عمر ہماری بھلائی اور بہبودی کے لئے بسر کر کے بڑا دکھ اُٹھایا اور اس دنیا دنی میں ہماری عزت و حرمت قائم کرنے کے سامان اور عالم آخرت میں راحت اور سرور بخش حیات حاصل کرنے کے ذرائع بہم پہنچانے میں اپنا خون پانی کی طرح بہایا اور ایک لمحہ بھی دنیا میں چین نہیں لیا۔ اب بعد وفات بھی تم اپنی بداعمالیوں اور ناپاک کرتوتوں سے اُن کو قبر میں آرام نہیں لینے دیتے اور ان کی روح مبارک کو دکھ پر دکھ پہنچاتے ہو۔ اتقوا اللہ یا اولی الالباب۔ اب بھی وقت ہے کہ سمجھ جاؤ اور کلام اللہ کو ہر امر میں اپنا مامن بناؤ اور اس سے اپنے اختلافات کو مٹاؤ ورنہ بجز دست تاسف ملنے اور رونے کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ وما علینا الا البلاغ المبین یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ کیوں تم ایسی کتاب کی طرف رجوع نہیں لاتے جس کی نسبت اللہ جل شانہ فرماتا ہے لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید یعنی یہ کتاب ایسی ہے کہ جس قدر اس میں پہلی خبریں ہیں اور جس قدر مابعد کی پیشگوئیاں ہیں وہ سب حق ہیں اُن میں جھوٹ کو کچھ دخل نہیں اور اس کتاب کا نازل ہونا یونہی کھیل سی بات نہیں بلکہ ایسی پر حکمت باتوں سے بھری ہوئی ہے کہ اس کا پڑھنے والا بول اٹھتا ہے بجان اللہ وہ کیا ہی حمد کے لائق ذات ہے جس نے اس کو اُتارا ہے۔

شاید کوئی کہے کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ جو کچھ قرآن حمید میں مندرج ہے وہ سب حق ہے لیکن اس میں اُن تمام باتوں کا ذکر نہیں جو انسانی ضروریات کے لئے مکتفی ہو سکیں سو اسکا

جواب خود اللہ تبارک وتعالےٰ نے اپنی کتاب میں یوں دیا ہے نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ یعنی ہم نے تم پر ایسی کتاب اتاری ہے جس میں ہر ایک چیز کا بیان جو انسان کے لئے ضروری ہے پورے طور پر کر دیا گیا ہی اور صرف بیان تک محدود نہیں رکھا بلکہ عملدرآمد کا طریق بھی بتا دیا ہے اور اسی پر اکتفا نہیں کیا کہ رستہ بتا دیا اور آگے انسان کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا نہیں بلکہ نتیجہ بھی بتا دیا کہ ایسے فرمان بردار کو راحت بخش ابدی زندگی حاصل ہوگی اور نہ کسی قسم کا دکھ ہوگا اور نہ کسی مصیبت کا سامنا ہوگا۔ دیکھو سورۃ النحل ع ۱۲

اگر کسی کا یہ خیال ہو کہ دنیا میں اہل اسلام کے جس قدر فرقے ہیں اُن سب میں اتفاق نہیں حالانکہ وہ سب قرآن شریف کو اپنا ماوائے وملجا سمجھتے ہیں اور اُسی سے استدلال لیتے اور استنباط مسائل کرتے ہیں سو اس کا جواب یہ ہے کہ ان کا اختلاف قرآن شریف کی وجہ سے نہیں بلکہ اُنہوں نے قرآن شریف کو پس پشت ڈال رکھا ہے اگر وہ قرآن حمید کی تعلیم پر عمل کرتے تو یہ اختلاف ہرگز وقوع میں نہ آتا کیونکہ قرآن حمید کا نزول تو صرف اختلاف کے مٹانے کے لئے دنیا میں ہوا تھا۔ چنانچہ خود اللہ تعالےٰ اپنے پاک کلام میں فرماتا ہے وَمَا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ یعنی ہم نے تم پر یہ کتاب اس واسطے نازل کی ہے کہ جس قدر اختلاف اہل کتاب میں ہیں ان کو واضح کر کے دکھایا جاوے اور ظاہر کر دیا جاوے کہ یہ قرآن مومنوں کے لئے ہدایت اور رحمت کا موجب ہے پس اس سے کوئی گمراہی اور اختلاف پیدا نہیں ہو سکتا بلکہ یہ تو ایک ایسا شاہ راہ ہے کہ جس پر چلنے سے انسان منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔ دیکھو سورہ نحل ع ۸

جب ثابت ہو گیا کہ قرآن شریف اختلاف کے مٹانے کے لئے دنیا میں آیا ہے تو پھر یہ عذر پیش کرنا کہ لوگ قرآن ہی سے آیات نکالکر اپنی مطلب براری کرتے ہیں بالکل لغو اور بیہودہ ہے وہ لوگ تو قرآن ہی کو اپنا پیشوا نہیں بناتے بلکہ اپنے خیال کی پرستش کرتے ہیں اگر وہ قرآن کریم پر چلتے تو ہرگز ایک ذرہ کے برابر اختلاف وقوع میں نہ آتا۔ اصل بات یہ ہے کہ اُن لوگوں نے قرآن حمید کے مطلب کو نہیں سمجھا کیونکہ قرآن شریف کے لئے ظہر اور بطن دو نو ہیں چنانچہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ یعنی صحیح البخاری وغیرہ میں حدیث ہے وللقرآن ظہر و بطن

یعنی قرآن کا ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔ دیکھو مشکوۃ شریف صفحہ ۲۷ کتاب العلم۔
اور خواجہ محمد پارسا اپنی کتاب فصل الخطاب میں امام ابو عبد الرحمٰن بن حسین سلمی نیشاپوری کی کتاب حقائق التفسیر کے حوالہ سے روایت ذیل لائے ہیں۔

قد روی عن علی کرم اللہ وجہہ من قولہ وقد روی مسندا الی النبی علیہ الصلوۃ والسلام انہ قال لکل آیۃ ظہر وبطن ولکل حرف حد ومطلع و فی بعض روایاتہ ان للقرآن ظہرا وبطنا وحدا ومطلعا

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے اور ایسا ہی باسناد نبی علیہ الصلوۃ والسلام تک روایت کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر آیت کے لئے ظہر اور بطن ہے اور ہر حرف کے لئے ایک حد اور مطلع ہے اور دوسری روایت میں بھی بہ تبدیل الفاظ یہی مطلب ہے۔
دیکھو فصل الخطاب صفحہ ۲۳ و ۲۴۔

جب کلام اللہ کا ظاہر اور باطن ہوا تو اکثر علما کی تنگ و دو ظاہر تک رہتی ہے باطن تک اُن کی عقل کی رسائی نہیں ہوتی اور ظاہری الفاظ پرستی پر جمے رہتے ہیں چونکہ قسام ازل نے اُن کو وہ دقیق سمجھ عطا نہیں کی ہوتی جو باطن تک پہنچنے کے لئے مدد دیتی ہے اس واسطے وہ اُن لوگوں پر زبان طعن دراز کرتے ہیں جو اپنے خداداد قوی کے زور سے جو محض ارحم الرحمین خدا کے فضل سے اُن کو حاصل ہوتے ہیں معارف قرآنی و اسرار باطنی ظاہر کرتے ہیں اور اُن نادانوں کی اپنی ہی کمی عقل و نقص فہم ہے جس کی وجہ سے اُن معارف و حقائق پر اعتراض کر بیٹھتے ہیں۔

علاوہ ازیں یہ علماء ظواہر جو اپنے دعوے میں النصوص تحمل علی ظواہرہا پیش کیا کرتے ہیں اپنی بات پر قائم نہیں رہتے بلکہ خود بھی بہت سی آیات قرآنی کے معنی ظاہر پر قبول نہیں کرتے اور باطنی ہی معنی لیتے ہیں چنانچہ ہم مثال کے طور پر چند ایک آیات پیش کرتے ہیں اور وہ یہ ہیں۔

(۱) وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ یعنی جب تو نے کنکریاں پھینکیں تو تو نے نہیں پھینکیں بلکہ خدا نے۔ کیا ان ظاہر پرست علماء کا یہ ایمان ہے کہ اُس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خدا بن گئے تھے۔ یا واقعہ میں اُنہوں نے کنکریاں نہیں ڈالی نہیں۔

(۲) مَن کَانَ فِی هٰذِہٖ اَعمٰی فَھُوَ فِی الاٰخِرَۃِ اَعمٰی یعنی جو اس دنیا میں اندھا ہے وہ عالم آخرت میں بھی اندھا ہے - کیا ان کا یہ یقین ہے کہ نابینا لوگ اُس جہان میں نابینا ہی ہوں گے

(۳) اَقِیمُوا الصَّلٰوۃَ یعنی نماز کو قائم کرو - کیا کسی کا ایمان ہے کہ نماز کوئی جسم رکھتی ہے جس کو کھڑا کرنا مقصود ہے -

(۴) صِبغَۃَ اللّٰہِ وَمَن اَحسَنُ مِنَ اللّٰہِ صِبغَۃً یعنی اللہ کا رنگ اختیار کرو اور اللہ سے رنگ میں کون اچھا ہے - کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ اللہ کا کونسا رنگ ہے سفید ہے یا سرخ ہے یا سبز ہے یا کیا ہے -

(۵) کُتِبَ عَلَیکُمُ الصِّیَامُ یعنی تم پر روزے لکھے گئے - کوئی عالم ظاہر پرست دکھلا سکتا ہے کہ اُس کے کس حصہ بدن پر روزوں کی شکل لکھی ہوئی ہوتی ہے -

(۶) ھُنَّ لِبَاسٌ لَّکُم وَاَنتُم لِبَاسٌ لَّھُنَّ وہ یعنی عورتیں تمہارا لباس ہیں اور تم اُن کے لباس ہو - کیا کوئی ہے جو بتائے کہ عورتیں کونسا لباس ہیں - آیا دستار مبارک ہیں یا ازار ہیں یا چادر یا کرتہ ہیں -

(۷) اِھدِنَا الصِّرَاطَ المُستَقِیمَ یعنی ہم کو سیدھا رستہ دکھلا - بتاؤ وہ کون سی سڑک یا پک ڈنڈی ہے جس پر چلیں - آیا کنکر کی بنی ہوئی ہے یا کچی ہے -

(۸) وَاعتَصِمُوا بِحَبلِ اللّٰہِ جَمِیعًا یعنی سب ملکر اللہ کی رسی کو پکڑ لو بتاؤ وہ رسی مونجھ کی ہے یا سوت کی یا سن کی -

(۹) خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوبِھِم وَعَلٰی سَمعِھِم وَعَلٰی اَبصَارِھِم غِشَاوَۃٌ یعنی اللہ نے اُن کے دلوں اور اُن کے کانوں پر مہر کردی ہے اور اُن کی آنکھوں پر پردہ ڈالدیا ہے کوئی بتا سکتا ہے کہ وہ کون کون لوگ ہیں جن کے دلوں اور کانوں کے اوپر مُہر اور اُن کی آنکھوں کے اوپر پردہ پڑا ہوا ہے - وہ مہر کس دھات کی ہے - آیا یہی موم یا لاخ کی مہر لگی ہوتی ہے جو لوگ پارسلوں یا رجسٹریوں پر کیا کرتے ہیں -

(۱۰) یٰاَیُّھَا الَّذِینَ اٰمَنُوا ھَل اَدُلُّکُم عَلٰی تِجَارَۃٍ تُنجِیکُم مِّن عَذَابٍ اَلِیمٍ اے ایمان والو کیا میں تمہیں ایک ایسی تجارت بتاؤں جو عذاب الیم سے بچ جاؤ - وہ کون سی تجارت

ہے اس کی ظاہری صورت بتائی جائے۔ سیکڑوں آیات اس قسم کی ہیں جن کے معنے یہ لوگ ظاہر پر نہیں کرتے لیکن ہم ان تلک عشرۃ کاملہ پر اکتفا کرتے ہیں اور ہم پوچھتے ہیں کہ اے بھلے مانسو جب تم خود ظواہر پر ہر جگہ عمل کرنے سے عاجز ہو تو پھر تم ایسے بزرگ کو جو دین کا آفتاب ہو اور جسکو باطنی علوم سے بہرہ کامل دیا گیا ہو جب وہ معنے آیات کے کھولے تو کیوں برا کہتے اور مخالفت پر آمادہ ہو جاتے ہو۔ حالانکہ لاکھوں اولیا اللہ کا تجربہ ہو چکا ہے کہ وقت کے ظاہر پرست علما نے اُن کو اُن کے باطنی معانی ظاہر کرنے پر تکفیر و تکذیب کی مگر بعد کی نسلوں نے اُنھی کافر شدہ لوگوں کو سچا اور راستباز مانا ہے۔ پھر تم کیوں وہی طریق اختیار کرتے ہو۔ کیا لا یلدغ المؤمن من جحر واحد نہیں پڑھتے

ہاں بعض علما اپنی کوتاہ فہمی سے کہتے ہیں کہ قرآن میں آیات متشابہات ہیں جنکے معانی کسی پر نہیں کھلتے اور وہ قیامت کو جا کر کھلیں گے۔ اصل میں یہ لوگ قرآن حمید پر غور و فکر نہیں کرتے اور اپنے قلت تدبر کی وجہ سے ایسی بات مُنہ سے نکال دیتے ہیں ورنہ متشابہات کو لاینحل سمجھنا سخت غلطی ہے متشابہات کے معنی تو ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہوئے کے ہیں۔ اور وہ آیات ایسی ہیں کہ ایک دوسری آیات کی مدد سے حل ہو جاتی ہیں اور جب دوسری آیات سے مدد نہ لی جائے تو ہر فہم کے انسان کے لئے اُن کا حل کرنا مشکل ہوتا ہے لیکن فی الاصل وہ کوئی لاینحل اور ادق نہیں ہوتیں۔ اول ہم اُن آیات کو بیان کر دیتے ہیں جنمیں لفظ متشابہات اور محکمات آیا ہے اور پھر بتائیں گے کہ محکمات اور متشابہات کے کیا معنے ہیں۔ سو واضح ہو کہ قرآن شریف میں تین صورتوں میں یہ الفاظ آئے ہیں ایک مقام پر تو یوں ہے کِتٰبٌ اُحْکِمَتْ اٰیٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَکِیْمٍ خَبِیْرٍ یعنی یہ کتاب ایسی شان والی ہے کہ اسکی کل آیات محکم ہیں اور حکیم خبیر کی طرف سے اسکی تفصیل بھی دی گئی ہے دیکھو سورہ ہود ع ۱ اور قرآن حمید کے دوسرے مقام پر ہے اللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ کِتٰبًا مُّتَشَابِهًا یعنی اللہ نے ایک نہایت ہی عمدہ بات یعنی کتاب اُتاری ہے جو متشابہ ہے۔ اس جگہ معلوم ہوتا ہے کہ کل قرآن متشابہ ہے دیکھو سورۃ الزمر ع ۳ اور تیسرے مقام پر یوں ہے هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ یعنی وہ ذات پاک ہے جسنے تجھپر کتاب اُتاری ہے اور اُس کتاب کا ایک حصہ تو محکمات ہے

جسکو ام الکتاب کہہ سکتے ہیں اور دوسرا متشابہات دیکھو سورہ آل عمران ع ۱ اب اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعض آیات محکم اور بعض متشابہات ہیں۔

اب اُن آیات سے تین مختلف بیان پائے جاتے ہیں جو بظاہر ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔ اور ظاہر پرست علما تو فوراً اس بات کے اقرار کرنے پر مستعد ہو جائیں گے کہ گو تین مختلف بیان ہیں تو بھی کیا حرج ہے لیکن آیت وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا اسکی تکذیب کرتی ہے کیونکہ خدا تعالے کے کلام میں اختلاف کا ہونا محال ہے پس ایسی حالت میں اگر وہ آیات خدا تعالی کی طرف سے ہیں تو ضرور لازمی ہوا کہ اُنکی باہم تطبیق ہو ورنہ وہ خدا کا کلام نہیں ہو سکتا۔ سو واضح ہو کہ قرآن کریم بنی نوع انسان کی فہم کے مطابق نازل ہوا ہے اور جہاں تک ہم اس عالم کون وفساد میں بنظر عمیق دیکھتے ہیں تو تین ہی فہم کے انسان دنیا میں نظر آتے ہیں۔ ایک تو عوام ہوتے ہیں جنکو کوئی بات بتائی جائے تو سمجھ سکتے ہیں ورنہ نہیں ایسے لوگوں کے لئے تو سارا قرآن متشابہ ہوتا ہے اور ایک گروہ اعلیٰ درجہ کے عقلمندوں کا ہوتا ہے جنکو راسخون فی العلم کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے اُن کے نزدیک کل قرآن شریف محکم ہوتا ہے اور تیسرا گروہ وہ ہے جو ان کے مابین واقع ہے یعنی ظاہر پرست علما کا جنکی سمجھ دقیق اور معرفت کامل نہیں ہوتی ان کے نزدیک کچھ حصہ قرآن کا محکم اور باقی متشابہ ہوتا ہے۔ جب راسخین فی العلم اسرار ومعارف ظاہر کرتے ہیں تو یہی علما ہی ظواہر ان کے پیچھے پڑتے اور فساد برپا کرتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہی علما کا فوٹو آیات ذیل میں کھینچا ہے فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَاْوِيْلِهٖ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا یعنی جن لوگوں کے دلوںمیں کجی ہے تو وہ متشابہ کی پیروی کرتے ہیں تاکہ فتنہ برپا کریں اور پھر وہ چاہتے ہیں کہ اس طرح سے اُسکی حقیقت تک پہنچ جائیں حالانکہ اُسکی تاویل اللہ تعالے اور راسخون فی العلم کے سوا کوئی نہیں جانتا اور راسخون فی العلم کا یہ ایمان ہے اور وہ کہتے ہیں کہ محکم اور متشابہ سب اللہ کی طرف سے ہیں۔ ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ جنکے دلوںمیں صفائی نہیں ہوتی بلکہ تکبر اور غرور اور دیگر معاصی کا زنگ اُن کے دلوں پر بیٹھا ہوا ہوتا ہے وہ قرآن شریف کے اس حصہ کو نہیں سمجھ سکتے جو باریک اسرار اور معارف

سے پر ہوتا ہے یہ حصہ اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کے لئے خاص کیا ہے جو راسخ فی العلم ہیں۔
متشابہات کے معنی میں بہت اختلاف کیا گیا ہے کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ ہم ان
اقوال کو نقل کرنا موجب طوالت سمجھتے ہیں۔ مگر ذیل میں بعض کے اقوال نقل کرتے ہیں۔
بخاری میں مجاہد کی تفسیر سے متشابہ کے معنی لکھے ہیں یفسر بعضہ بعضا یعنی متشابہ
اسکو کہتے ہیں جو ایک دوسرے کی مدد سے حل ہو جائے اور قرآن کریم میں کوئی آیت باہم مخالف و
متضاد نہ رہے۔

مگر ہمارے نزدیک وہ جو آیا ہے وللقرآن ظہر وبطن جس کی تصدیق حدیث ذیل سے
ہوتی ہے عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انزل
القرآن علی سبعۃ احرف لکل آیۃ منہا ظہر وبطن ولکل حد مطلع رواہ
فی شرح السنۃ یعنی ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قرآن
کریم سات لغت پر نازل ہوا جسکی ہر آیت میں ظہر اور بطن ہے اور ہر حد کے لئے اونچا مقام ہوتا
ہے یہ روایت شرح السنہ میں مذکور ہے۔ دیکھو مشکوٰۃ صفحہ ۲۷ کتاب العلم۔ اس ظہر اور بطن سے
مراد محکم اور متشابہ سے ہے یعنی محکم مترادف ظہر اور متشابہ مترادف بطن ہے اور صرف ہمارا ہی خیال
نہیں بلکہ اسکی تائید خود قرآن کریم کی اس آیت مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ
وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ سے ہوتی ہے کیونکہ محکمات کو ام الکتاب کہا گیا ہے۔ جب محکم بمرتبہ
ماں کے ہوئی تو جو کچھ اُس کے اندر سے بطور اولاد خارج ہوگا وہی متشابہات ہونگے۔ اور اسی
کا نام حدیث میں بطن آتا ہے پس جب قرآن شریف حامل ظہر وبطن ہوا تو پھر علمائے ظواہر کیونکر
بطور خود بطن کی حقیقت کو پہنچ سکتے ہیں ہاں اگر کسیکو اللہ تعالےٰ توفیق رفیق عطا کرے اور اُسکو
راسخ فی العلم کا درجہ عطا ہو جائے تو وہ اُس کی تاویل سمجھنے کے لائق ہو سکتا ہے۔

عبارت متذکرۂ بالا میں چار لفظ آئے ہیں ایک ظہر اور ایک بطن اور ایک حد اور ایک
مطلع اور چونکہ یہ عام فہم نہیں ہیں اس لئے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ جو بزرگان دین نے ان
کے معنی ظاہر کئے ہیں وہ بیان کر دیئے جائیں تا کہ پڑھنے والوں کو دقت پیش نہ آئے۔ خواجہ محمد پارسا
نے اسکے معنی یوں کئے ہیں ان الظہر ہو التفسیر والتفسیر کشف ظاہر الکلام
والبطن ہو التاویل والتاویل کشف باطنہ۔ والتاویل مختلف عجیب

بحسب احوال المستمع واوقاته فی مراتب سلوکه وتفاوت درجاته و دکلما ترقی عن مقامه انفتح له باب فهم جدید واطلع به علی لطیف معنے عتید والحد یتناهی الیه الفهوم۔ والمطلع مایصعد الیه منه فیطلع علی شهود الملک العلام یعنی ظہر تفسیر ہوتی ہے اور تفسیر اُس کا نام ہے جو کلام ظاہر کو پورا کھولکر دکھائے۔ اور بطن تاویل کو کہتے ہیں اور تاویل وہ کیفیت ہے جو کسی چیز کے باطن کا حال کھولدے اور تاویل سننے والے کے احوال اور اوقات کے موافق مختلف ہوتی ہے یعنی جوں جوں اُسکے مراتب سلوک اور درجات میں فرق ہوگا ویسا ہی اُس کے سمجھنے میں فرق ہوگا اور جب وہ اپنے مقام سے ترقی کرنے لگتا ہے تو ایسا ہی اُسکے لئے فہم جدید کا دروازہ کھُل جاتا ہے حتی کہ وہ اُس کے لطیف اور عمدہ معنوں پر آگاہ ہوجاتا ہے اور حد وہ مقام ہے کہ جہاں کلام کی معنی کے رو سے فہم انسان کی رسائی ہو اور اس سے آگے تجاوز نہ کرسکے اور مطلع وہ مقام ہے کہ انسان صعود کرتا کرتا ملک العلام کے شہود پر مطلع ہوجائے۔

یہ تو معنی ہوے اُن مصطلحات کے جو عبارت بالا میں آگئی تھیں۔ اب یہاں پر راسخین کے معنے بیان کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں تاکہ ناظرین کو راسخ فی العلم کی کیفیت سے ناواقفیت نہ رہے۔ سو واضح ہو کہ ہم اس لفظ پر زیادہ بحث کرنا باعث طوالت خیال کرتے ہیں۔ اس لئے ہم صرف ایک مشہور بزرگ کے معنی بیان کرتے ہیں جنہوں نے راسخون فی العلم کی نسبت بحث کی ہے اور وہ بزرگ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی ہیں جنہوں نے اپنے مکتوبات میں یوں تحریر کیا ہے۔ ونصیب علما و راسخین کہ ورثہ انبیا اند علیہم الصلوات والتسلیمات بانہم علم ظواہر دارند و بآنچہ صوفیاں بآں ممتاز اند اسرار دقائق است کہ در متشابہات قرآنی رمزے واشارتے بآں رفتہ است و بر سبیل تاویل اندراج یافتہ فھم الکاملون فی المتابعت والمحققون بالوراثۃ ایشاں بر سبیل تبعیت و وراثت شریک دولت خاص انبیا اند علیہم الصلوات والتسلیمات و محرم بارگاہ۔ لاجرم شرف کرامت علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل مشرف گشتہ اند۔ یعنی علمائی راسخین جو انبیا علیہم الصلوات والتسلیم کے وارث ہیں وہ علمای ظواہر کے علوم میں بھی بہرہ وافر رکھتے ہیں اور صوفیای کرام کے علوم میں بھی مہارت تام اُن کو حاصل ہے اور صوفیہ کرام جن علوم پر ممتاز ہیں وہ اسرار و دقائق

ہوتے ہیں جنکا اشارہ متشابہات قرآنیہ میں ہے - یہی لوگ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی پوری تابعداری کی وجہ سے اُن کی دولت خاص میں شریک اور اُن کے علوم کے وارث اور بارگاہ رب العزت کے محرم راز ہوتے ہیں - لہذا وہ اس بزرگ شرف یعنی علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل سے مشرف ہوتے ہیں -

جب ہم اصحاب رسول اللہؐ اور آئمہ پر غور کرتے ہیں تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ ہر حالت میں قرآن شریف ہی کو مقدم سمجھا جاتا تھا چنانچہ حدیث کی تمام کتابوں میں حضرت عمر کا یہ قول لکھا ہے حسبنا کتاب اللہ ہمیں کتاب اللہ یعنی قرآن شریف ہی کافی ہے اور دوسری جگہ حسبکم کتاب اللہ فرمایا ہے یعنی کتاب اللہ تمکو کافی ہے - دیکھو مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۴۰ باب وفات النبی صلے اللہ علیہ وسلم -

روضۃ العلما میں بروایت صاحب ہدایہ نقل ہے -

عن ابی حنیفۃ اذا قلت قولاً وکتاب اللہ یخالفہ قال اترکوا قولی بکتاب اللہ فقیل اذا کان خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخالفہ قال اترکوا قولی بخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقیل اذا کان قول الصحابۃ یخالفہ قال اترکوا قولی بقول الصحابۃ	ابو حنیفہ رح سے روایت ہے کہ اگر میںنے کوئی ایسی بات کہی ہو جو قرآن حمید کے مخالف ہو تو میری بات کو چھوڑ دو اور قرآن کے مطابق عمل کرو اور اگر مجھ سے رسول اللہؐ کی حدیث کے خلاف بھی کوئی بات سرزد ہوئی ہو تو بھی میرے قول کو ترک کرو اور حدیث پر عمل کرو اور اگر کسی صحابی کے قول کے خلاف

بھی میرا قول ثابت ہو تو بھی میرے قول کو چھوڑ دو اور صحابی کے قول پر عمل کرو -

اس روایت سے امام اعظم حضرت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا تقوی کس درجہ تک پایا جاتا ہے - لیکن افسوس کہ اُس کے معتقدین باوجودیکہ اُن میں بڑے بڑے علما بھی ہیں اُن کے اُس حکم پر عمل نہیں کرتے اور خدا اور رسول اور صحابہ سے تورو گردان ہو چکے تھے مگر جس پاک امام کا دامن پکڑے ہوئے تھے وہ بھی اُن سے بیزاری ظاہر کرتے ہیں - ایسا ہی دیگر آئمہ کا بیان ہے مگر ہم بخوف طوالت ترک کرتے ہیں اور اس لئے بھی کہ اس ملک میں دیگر آئمہ کے پیرو بہت کم نظر آتے ہیں لہذا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر اکتفا کیا گیا -

قرآن کریم لاریب افضل قول خداوندی ہے

جمال وحُسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلمان ہے
نظیر اُس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا
بہار جاوداں پیدا ہے اسکی ہر عبارت میں
کلامِ پاکِ یزداں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز
خدا کے قول سے قولِ بشر کیونکر برابر ہو
ملائک جسکی حضرت میں کریں اقرار لاعلمی
بنا سکتا نہیں اک پاؤں کیڑے کا بشر ہرگز
ارے لوگو کرو کچھ پاس شانِ کبریائی کا
خدا سے غیر کو ہمتا بنانا سخت کفراں ہے
اگر اقرار ہے تمکو خدا کی ذات واحد کا
یہ کیسے پڑ گئے دل پر تمہارے جہل کے پردے
ہمیں کچھ کیں نہیں یارو نصیحت ہے غریبانہ

قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلامِ پاکِ رحماں ہے
نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اُس سا کوئی بستاں ہے
اگر لولوئے عماں ہے وگر لعلِ بدخشاں ہے
وہاں قدرت یہاں درماندگی فرقِ نمایاں ہے
سخن میں اسکے ہمتائی کہاں مقدورِ انساں ہے
تو پھر کیونکر بنانا نورِ حق کا اُس پہ آساں ہے
زباں کو تھام لو اب بھی اگر کچھ بوئے ایماں ہے
خدا سے کچھ ڈرو یارو یہ کیسا کذب و بہتاں ہے
تو پھر کیوں اس قدر دل میں تمہارے شرک پنہاں ہے
خطا کرتے ہو باز آؤ اگر کچھ خوفِ یزداں ہے
کوئی جو پاک دل ہووے دل و جاں اُس پہ قرباں ہے

دیگر

نورِ فرقاں ہے جو سب نوروں سے اجلیٰ نکلا
حق کی توحید کا مرجھا ہی چلا تھا پودا
یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے
سب جہاں چھان چکے ساری دکانیں دیکھیں
کس سے اُس نور کی ممکن ہو جہاں میں تشبیہ
پہلے سمجھے تھے کہ موسیٰ کا عصا ہے فرقاں
ہے قصور اپنا ہی اندھوں کا وگرنہ وہ نور
زندگی ایسوں کی خاک ہے اس دنیا میں

پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا
ناگہاں غیب سے یہ چشمۂ اصفیٰ نکلا
جو ضروری تھا وہ سب اسمیں مہیا نکلا
مئے عرفاں کا یہی ایک ہی شیشہ نکلا
وہ تو ہر بات میں ہر وصف میں یکتا نکلا
پھر جو سوچا تو ہر اک لفظ مسیحا نکلا
ایسا چمکا ہے کہ صد نیّرِ بیضا نکلا
جن کا اس نور کے ہوتے بھی دلِ اعمیٰ نکلا

باب دوم
حدیث کے متعلق

قرآن کریم کے بعد اہل اسلام کو حدیث کی بھی سخت ضرورت ہے کیونکہ تفصیلات کا علم احادیث صحیحہ سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ خاصکر اُن پیشگویوں کی کیفیت احادیث ہی سے ملتی ہے جو مخبر صادق علیہ الصلوۃ والسلام نے آیندہ زمانہ کی نسبت کی ہیں اور اُن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وعلوشان ثابت ہوتی ہے کیونکہ قیامت تک کے واقعات انہوں بیان کردیئے اور وہ اُسی طرح ظہور میں آتے رہے۔ احادیث کو بالکل متروک کرنا تحکم اور زبردستی ہے۔ ہاں احادیث میں بڑی بڑی دقتیں بھی ہیں کیونکہ بزمانہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم احادیث کے لکھنے کی ممانعت کردی گئی تھی۔ اور وجہ یہ تھی کہ اسوقت قرآن شریف کا نزول ہو رہا تھا اگر قرآن شریف کے ساتھ ساتھ احادیث بھی قلم بند کی جاتیں تو پھر بعد کے زمانہ میں کلام اللہ اور حدیث رسول اللہ میں فرق کرنا دشوار ہو جاتا اور اس دین میں بھی اُسی طرح فساد برپا ہو جاتا۔ جیسے عیسائیوں میں انجیل شریف کی نسبت ہوا۔ کیونکہ اُن اناجیل میں جو اسوقت ہدایت نامہ کے طور پر مخلوق خدا کے سامنے پیش کی جاتی ہیں اُن میں اللہ تعالی اور حضرت عیسے علیہ السلام کے کلام میں کچھ امتیاز نہیں پایا جاتا۔ اور اب یہ کل مخلوط کلام آنے والی نسلوں میں اللہ تعالے ہی کا کلام مانا جاتا ہے نعوذ باللہ من ذالک اگر زمانہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی احادیث کو آیات قرآنی کی طرح لکھتے جاتے تو پھر کچھ شک نہیں تھا کہ دین اسلام میں ایسا فتور برپا ہوتا جس کا علاج ناگزیر ہوتا۔ مگر رسول عربی علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام پر قربان جائے کہ اللہ جل شانہ نے انکو کیسی دقیق سمجھ عطا کی تھی کہ انہوں نے حکم جاری کردیا کہ کوئی شخص حدیث کو قلم بند نہ کرے تاکہ امت محمدیہ میں بھی عیسائیوں کی طرح فتور برپا نہ ہو۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ اَجْمَعِیْن ہ

گو احادیث اُسی زمانہ میں معرض تحریر میں نہیں آئیں لیکن کثیر التعداد احادیث تعامل کے رنگ میں نسلاً بعد نسلاً ہم تک پہنچی ہیں کیونکہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ایسے عاشق و دلدادہ تھے کہ جو بات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھ لیتے یا اُن کے فرمان کو کانوں سے سُن لیتے تو فوراً اسکو عمل میں لاتے تھے اور اسی طرح اُن سے اُن کی اولاد اور توابع نے اور اُن سے اُنکی اولاد نے لیکر عمل کیا اور اس طرح ہم تک پہونچ گیئں۔ اگر یہ باتیں جو تعامل میں آچکی تھیں احادیث کی کتابوں میں نہ بھی لکھی جاتیں تو بھی کچھ حرج نہیں تھا۔ مگر سوائے ان احادیث کے اور بھی احادیث تھیں جو تعامل میں نہیں آئیں لیکن تواتر کے طور پر چلی آئی ہیں جن سے کسی صورت سے انکار نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اگر تواتر کا انکار کیا جائے تو پھر دنیا میں کوئی علم قائم نہیں رہ سکتا حتی کہ قرآن کریم پر سے بھی اعتبار اُٹھ جاتا ہے لہذا تواتر قومی بھی ہر طرح قابل قبولیت ہے۔ ہاں اس امر کا بڑا لحاظ رہنا چاہیئے کہ حدیثیں اسلام میں لاکھوں تک مروج ہیں اور ان میں اکثر موضوع اور بناوٹی حدیثیں بھی ہیں کیونکہ بزمانہ حضرت علی و حضرت معاویہ رضے اللہ تعالےٰ عنہما لوگوں میں عداوت اور کینہ کی آگ مشتعل ہو چکی تھی اور لوگ ایک دوسرے کے جانی دشمن ہو گئے تھے اس لئے انکو ایسی ایسی حدیثیں وضع کرنی پڑیں جن سے فریقین کی مذمت اور برائی ثابت ہو۔ اور صرف یہ آگ اُسی زمانہ تک محدود نہیں رہی بلکہ اس کی نوبت دور تک پہونچی حتی کہ خاندان بنی اُمیہ اور خاندان عباسیہ میں روافض اور خوارج کے گروہ جو پہلے دبے ہوئے تھے پورے زوروں پر پہنچ چکے تھے اور بیڈر ہو کر کثیر التعداد احادیث بنا کر شائع کر چکے تھے اور پھر عباسیوں اور نبی امیوں اور علولیوں میں بھی باہم اس قدر عداوت ہو گئی تھی کہ اُن میں سے بھی جنکا بس چلتا ایک دوسرے کو قتل یا ایذا رسانی سے ہرگز دریغ نہیں کرتے تھے اور اپنی تائید میں بکثرت حدیثیں بھی وضع کر لی تھیں۔ اسی واسطے محدثین کو احادیث کے جمع کرنے میں بڑی بڑی مشکلیں پیش آئیں۔ وجہ یہ کہ احادیث کو قرآن کریم کی طرح لکھا نہیں گیا تھا اور نہ قرآن حمید کی طرح حدیثیں برزبان یاد کرائی گئی تھیں اور پھر حدیث کے جمع کرنے کا فکر دوسری

صدی اور زیادہ تر تیسری صدی میں پیدا ہوا جبکہ قرن اول اور قرن دوم کا خاتمہ ہو چکا تھا اور قرن دوم میں روافض اور خوارج کے دو بھاری گروہ پیدا ہو گئے اور ان ایمان کے غارتگر گروہوں نے ایک دوسرے کی بے جا عداوت اور اپنے اماموں کی بے جا محبت میں چشم بینا بند کر کے اور خدا سے بے ڈر ہو کر وہ وہ موضوع حدیثیں گھڑ لیں کہ العیاذ باللہ بناوٹی حدیثوں کا طومار کھڑا کر دیا اور ان کو عام طور پر ایسا رواج دیدیا کہ بے چارہ محدثین کو اُن کے پرکھنے اور الگ کرنے میں بڑی بڑی مشکلات کے سامنے ہوئے۔ گو انہوں نے صحیح اور موضوع احادیث کے الگ کرنے میں بڑی سعی کی آخر انسان تھے کہانتک کامیاب ہو سکتے تھے۔ عالم الغیب تو تھے ہی نہیں یہ خاصہ تو خاص اللہ ہی کی ذات پاک کے لئے ہے۔ ہاں جس قدر انسانی عقل اور کوشش ہو سکتی تھی اُس کو نہایت دیانت اور امانت سے کام میں لائے۔ مگر بشری نقصانات سے وہ کیونکر بچ سکتے تھے بہرحال بہت کچھ نقصان کتابوں میں رہگئے۔

اس میں شک نہیں کہ بعض محدثین نے نہایت عرق ریزی اور جانفشانی سے اس مرحلہ کو طے کیا اور جہانتک اُن کے امکان میں تھا سچی حدیثوں کو جھوٹی حدیثوں سے الگ کرنے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا اور اپنے خونوں کو پسینے کی طرح پگلایا۔ جزاہم اللہ خیر الجزا۔ لیکن وہ بزرگوار بوجہ بعد زمانہ رسالت مآب احادیث صحیحہ کو احادیث موضوعہ سے جدا کرنے اور قوی اور ضعیف حدیثوں میں مابہ الامتیاز قائم کرنے میں معذور تھے۔ کیونکہ قریباً دو صدیاں گذر چکی تھیں اور درمیان میں کئی واسطے پڑ گئے تھے۔

پس ایسی حالت میں حدیث کو قرآن پر قاضی قرار دینا نہایت کم عقلی ہے بلکہ ان علماء کی سراسر جہالت ہے جو اس قسم کا اعتقاد رکھتے ہیں کیونکہ نص قرآنی فبای حدیث بعد اللہ وایاتہ اس کی شاہد ناطق ہے۔ ہاں حدیث کا ماننا نص قرآنی اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول کے بموجب ضروری بلکہ اشد ضروری ہے لیکن جب خود اللہ تعالےٰ نے حدیث کو اپنے کلام پاک کے بعد جگہ دی ہے تو پھر حدیث کو قرآن پر مقدم رکھنا سخت ہٹ دھرمی ہے اور یہ بھی اُس حالت میں کہ جب حدیث حدیث ہی ثابت ہو اور وہ قرآن کے مخالف بھی نہ پڑتی ہو کیونکہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ احادیث بناوٹی بھی بکثرت ہیں اور

اگر محدثین رحمہم اللہ نے حدیثوں کے چھانٹنے میں بڑی بڑی چھان بین کی ہے مگر پھر بھی دھوکھہ کا احتمال ہے۔ لہذا اس دھوکھہ اور غلطی سے بچنے کے لئے بجز اسکے اور کوئی چارہ نہیں کہ احادیث کو قرآن کریم پر عارض کیا جائے۔ جو قرآن حمید کی کسوٹی پر چڑھ کر ٹھیک اور درست ثابت ہو اُس کو بسر و چشم قبول کرنا اور اس پر عملدرآمد کرنا لازم بلکہ فرض ہے اور اگر قرآن کریم کے مخالف پائی جائے تو اس کو ردی کی طرح پھینک دینا چاہیئے خواہ کسی حدیث کی کتاب میں ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ انسانی کوشش سے جمع کی ہوئی باتیں خدا کی کلام کی برابری نہیں کرسکتیں انسان خواہ کتنا ہی بزرگ اور متقی ہو لیکن آخر انسان ہی ہے اور مقولہ الانسان مرکبٌ من الخطاء والنسیان اُس پر صادق ہے۔

ہم دور ہی کیوں جائیں صرف اُن محدثین پر ہی غور کرلیں کہ جنکی احادیث بڑی وقعت اور عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں اور وہ صرف صحاح ستہ کے بزرگ مؤلف ہیں۔ کیا یہ امر کسی سے مخفی ہے کہ ان بزرگان دین نے کیسی نیک نیتی اور جانفشانی سے اس کام کو سرانجام دیا اور حدیثوں کے جمع کرنے میں کیا کیا تکالیف سفر برداشت کیں اور کس عرق ریزی سے لاکھوں حدیثیں بہم پہونچائیں اور پھر قوی اور ضعیف اور صحیح اور موضوع کے پرکھنے کے لئے کیا کیا قواعد اور ضوابط منضبط کئے لیکن جب ہم غور سے دیکھتے ہیں تو پھر بھی اُن میں نقص ثابت ہوتا ہے مثلاً جن قاعدوں کی بناء پر امام محمد اسمٰعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں حدیثیں درج فرمائی ہیں اور لاکھوں حدیثیں اُن قواعد کے مطابق نہونے کے باعث جو خود انہوں نے مرتب کئے تھے مردود قرار دیکر درج نہیں فرمائیں۔ امام مسلم رحمۃ اللہ نے اپنے قواعد منضبطہ کے رو سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی متروک و مردود کردہ احادیث میں سے بہت سی احادیث صحیح سمجھکر اپنی کتاب صحیح مسلم میں داخل فرمادیں اور بعض احادیث بخاری کو جو امام محمد اسمٰعیل بخاری کی تحقیقات سے بہمہ وجوہ قوی تھیں ضعیف ٹھراکر رد کردیا۔ جب ان عظیم الشان مسلم الثبوت کتابوں کا یہ حال ہے تو اور کتابوں کا جو درجہ میں ان سے اتر کر ہیں کیا حال ہوسکتا ہے۔ حال آنکہ امام محمد اسمٰعیل بخاری رحمۃ اللہ وہ بزرگ ہیں کہ جنہوں نے ہر حدیث کے لکھنے سے پہلے دو نفل ادا کئے اور خدا تعالےٰ سے دعا مانگی پھر اس کو اپنی کتاب میں درج

فرمایا اور غالباً انہی دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ صحیح بخاری کو اتنا بڑا درجہ ملا ہے کہ قرآن کے بعد اسی کو مقدم رکھا گیا ہے - اور اصح الکتب بعد کتاب اللہ کے بزرگ لقب سے ملقب ہے اس جگہ اس بات کا ذکر کر دینا بھی ضروری ہے کہ محدثین نے حدیث کے لینے کے وقت روایت کو مقدم رکھا ہے لیکن درایت کا مطلق خیال نہیں کیا - یہی وجہ ہے کہ گو اُن کے قواعد مرتبہ کے رو سے حدیث صحیح بھی ہو لیکن چونکہ درایت کا خیال تک نہیں کیا گیا اس لئے بہت سی حدیثیں قرآن کریم کے مخالف ہو گئی ہیں - پس اس صورت میں بھی قرآن کو معیار قرار دینا مناسب ہے -

یہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ حدیث قرآن کریم کی کسی مجمل تعلیم کو کھول کر بیان کر دیتی ہے لیکن یہ کبھی بھی ممکن نہیں کہ حدیث ایک اَئی کے برابر بھی قرآن کے مفہوم کے مخالف ہو - ہم ابھی ذکر کر چکے ہیں کہ اہل سنت والجماعت کے فرقہ میں حدیثوں کی نسبت اسقدر اختلاف ہے کہ ایک دوسرے کی حدیثوں کو موضوع یا ضعیف کہدیتے ہیں مثلاً شافعی حنفیوں کی روایات کو یا حنفی حنبلیوں کی حدیثوں کو اور مالکی ان سب کی حدیثوں کو اور اور فرقہ اہل حدیث تو ان تمام فرقوں کی اکثر روایات کو مردود قرار دیتا ہے - جب اہل سنت والجماعت کی کتب حدیث کا یہ حال ہے تو پھر اہل تشیعہ اور بیاضیہ کی روایات کا کیا ہی حال ہوگا - پس ہر صورت میں حدیث کو قرآن کریم پر عارض کرنا چاہیئے جو مطابق ثابت ہو اس کو قبول کیا جائے اور غیر مطابق کو نظر انداز کر دیا جائے -

اگر کسی کو یہ گمان ہو کہ یہ صرف تمہارا ہی خیال ہے سو ہم پہلے باب میں ذکر کر آئے ہیں کہ خود اللہ تعالےٰ نے ہی فرما دیا ہے کہ قرآن ہی واجب العمل اور محفوظ کتاب ہے ہم ذیل میں چند احادیث بیان کرتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سخت تاکید فرمائی ہے کہ ہر حدیث کو قرآن کریم پر عارض کرنا چاہیئے - اور وہ احادیث یہ ہیں -

(۱) اعرضوا حدیثی علےٰ کتاب اللہ فان وافقہ فھو منی وانا قلتہ رواہ الطبرانی عن ثوبان -	طبرانی نے حضرت ثوبان سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری حدیث کو کتاب اللہ پر عارض کرو -

اگر اس کے موافق ہو تو جان لو کہ وہ میری طرف سے ہے اور مینے ہی اُس کو بیان کیا ہے۔ دیکھو کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۴۵۔

(۲) دوسری حدیث میں یوں آیا ہے

الا ان رحی الاسلام دائرۃ قیل فکیف نصنع یارسول اللہ قال اعرضوا حدیثی علے الکتاب فما وافقہ فھو منی وانا قلتہ رواہ الطبرانی وسمویہ عن ثوبان	طبرانی اور سمویہ نے ثوبان سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام کی چکی پھرنیوالی ہے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اُس وقت ہم کیا کریں۔ فرمایا کہ میری

حدیث کو کتاب اللہ پر عارض کرو۔ جس کو موافق پاؤ جان لو کہ وہ میری حدیث ہے اور اس کا کہنے والا میں ہوں۔ دیکھو کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۵۰۔

(۳) تیسری حدیث میں یوں آیا ہے۔

ستکون عنی رواۃ یروون الحدیث فاعرضوہ علے القرآن فان وافق القرآن فخذوھا والا فدعوھا رواہ ابن عساکر عن علی۔	ابن عساکر نے حضرت علی سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب راوی پیدا ہونگے جو میری طرف سے حدیث بیان کرینگے تم ان حدیثوں کو قرآن پر

عارض کیا کرنا۔ اگر وہ قرآن کے موافق ہوں تو اُن کو لے لو ورنہ ترک کرو۔ دیکھو کنز العمال جلد اول صفحہ ۵۰۔

یہ امر صرف اہل سنت والجماعت کی کتابوں سے ہی ثابت نہیں ہوتا بلکہ اہل تشیعہ کی کتابوں سے بھی پایۂ ثبوت کو پہنچتا ہے ہم اُن سے بھی بطور نمونہ چند ایک احادیث بیان کر دیتے ہیں۔ اور وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) عن علی بن ابراھیم عن ابیہ عن النوفلی عن السکونی عن ابی عبد اللہ قال قال رسول اللہ ان علی کل حق حقیقۃ وعلے کل صواب نورا	امام کلینی اس حدیث کو باب الاخذ بالسنۃ وشواہد الکتاب میں ابو عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر ایک حق بات کی ایک حقیقت ہوتی ہے اور ہر

فما وافق کتاب الله فخذ وہ وما خالف کتاب الله فدعوہ رواہ الکلینی فی باب الاخذ بالسنۃ وشواہد الکتاب

نکی پر نور ملتا ہے لیکن جو حدیث کتاب اللہ کے موافق ہو اس کو لے لو اور جو کتاب اللہ کے مخالف ہو۔ اُسکو چھوڑ دو۔ دیکھو کافی کلینی ص ۳۴

(۲) دوسری حدیث میں یوں آیا ہے۔ امام کلینی باب الفرق بین الرسول والنبی والمحدث

عن عدۃ من اصحابنا عن احمد بن محمد بن خالد عن ابیہ عن النضر بن سوید عن یحیی الحلبی عن ایوب ابن الحر قال سمعت ابا عبدالله یقول کل شیء مردود الی الکتاب والسنۃ وکل حدیث

میں ایوب بن حر سے روایت کرتے ہیں۔ کہ وہ کہتے ہیں کہ مینے ابو عبداللہ کو کہتے ہوئے سنا کہ ہر ایک چیز کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر رد کیجائے اور ہر ایک حدیث جو کتاب اللہ سے موافقت نہ کھائے وہ لغو اور فضول ہے

لا یوافق کتاب الله فھو زخرف رواہ الکلینی فی باب الفرق بین الرسول والنبی والمحدث ٭ دیکھو کلینی صفحہ ۸۲

یہ تو احادیث سے ثابت ہے لیکن ہم دکھاتے ہیں کہ صحابہ کا عملدرآمد بھی یہی رہا ہے ہم ذیل میں صرف حضرت عمر کی نظیر پیش کرتے ہیں۔ کیونکہ علماء اس امر سے بخوبی واقف ہیں کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین قرآن کریم کو ہی مقدم سمجھتے تھے

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ فاطمہ بنت قیس نے بحضور امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ روایت بیان کی کہ مینے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ اُنہوں نے زن مطلقہ کے نان ونفقہ وسکونت مکان کی نسبت یوں فرمایا تھا۔ چونکہ اُس کا بیان قرآن کریم کی نص صریح کے مطابق نہیں تھا تو امیر المومنین نے اس کو یہ کہکر رد کیا۔ کہ میں ایک عورت کے بیان کرنے پر قرآن کے حکم کو نہیں ٹال سکتا۔ دیکھو الفاروق جلد ۲ صفحہ ۲۳۹

ان تمام واقعات سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سخت تاکید فرمائی ہے کہ میری ہر حدیث کو قرآن پر عارض کرنا چاہیئے جو مطابق ثابت ہو اُس کو قبول کیا جائے اور جو مخالف ہو اُس کو رد کیا جائے۔ اور ہم گذشتہ باب میں ثابت کر آئے ہیں کہ تمام فرقہائے اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قرآن کریم ہی ایک کتاب دنیا میں ہے جو محفوظ و مامون ہے اور حدیثوں میں ہم ابھی ظاہر کر چکے ہیں کہ بڑا فساد ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ قرن دوم کے شروع میں دو زبردست فرقے خوارج اور روافض کے پیدا

ہو گئے تھے اور ان ایمان کے غارت گروں نے بغض و کینہ کی آگ میں مشتعل ہو کر ایک دوسرے کے مخالف ایسی ایسی حدیثیں ایجاد کر لی تھیں کہ العیاذ باللہ اُن کے سننے سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور اتنی جرأت اُن میں پائی جاتی ہے۔ گویا اُن کے نزدیک کوئی خدا ہی نہیں اور نہ اُن کو دوزخ و بہشت پر ایمان ہے ورنہ اس قدر جسارت کیونکر ممکن ہو سکتی تھی۔ میرے اس بیان کی صداقت کلینی کے دیباچہ دیکھنے سے بخوبی ہو سکتی ہے جہاں امام کلینی نے لکھا ہے کہ ہمارے گروہ کے لوگوں نے بہت موضوع حدیثیں بنائی ہیں۔ پس ایسی حالت میں کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ کوئی کتاب حدیث بھی ان غولان دین کے دست برد سے محفوظ رہی ہو۔ لہذا اشد ضروری ہے کہ حدیث کو قرآن پر پیش کیا جائے۔ اس امر سے بھی تصدیق ہوتی ہے کہ بعض اولیاء کرام نے بعض احادیث کو جنہیں محدثین نے اپنے قواعد سے ضعاف ٹھہرایا تھا مکاشفہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ملکر صحیح اور قوی قرار دیا ہے اور یہ بات قرین قیاس بھی ہے۔ کیونکہ حدیثیں قرآن کریم کی طرح ساتھ ساتھ قلمبند نہیں ہوئیں اور نہ قرآن کریم کی طرح برزبان یاد کرائی گئیں حدیثوں کے جمع کرنے کا خیال اس وقت پیدا ہوا جبکہ قرن اول اور قرن دوم کا خاتمہ ہو چکا تھا اور قریب دو صدیوں کے گذر چکی تھیں پس ایسی حالت میں کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ حدیثیں محفوظ رہی ہوں۔ لہذا اُن اولیاء اللہ کا مکاشفہ کے ذریعہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرما کر کسی حدیث کا صحیح ظاہر کرنا بالکل ٹھیک ہے۔ کیونکہ ممکن ہے اور عقل بھی تسلیم کرتی ہے کہ جن قواعد کے رو سے محدثین نے کسی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے فی الحقیقت وہ ضعیف یا موضوع ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ بعض احادیث فی الحقیقت صحیح اور قوی ہوں۔ مگر کسی راوی کے نقص کی وجہ سے ضعیف یا موضوع قرار پائی ہوں۔ کیونکہ درمیان میں بہت واسطے پڑ گئے تھے پس اولیاء اللہ کا کسی حدیث کو صحیح قرار دینا بعید از عقل نہیں معلوم ہوتا۔

یہ امر بھی کسی پر مخفی نہیں کہ مسیح آخر الزمان کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم یعنے سرپنچ قرار دیا ہے۔ اور سرپنچ کا کام یہی ہوتا ہے کہ لوگوں میں جس بات کا اختلاف و تنازعہ ہو اُس کو بعد تحقیق و تدقیق کے دور کرے اور ہم اس دنیا میں بھی دیکھتے ہیں کہ

لوگ اپنے تنازعات میں کسی معتبر آدمی کو سرپنچ قرار دیتے اور اُن کے فیصلہ کو فیصلہ ناطق سمجھتے ہیں۔ جب اپنے مقرر کردہ حکم کے فیصلہ کو اتنی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ خدا اور رسول کے مقرر کردہ حکم کے فیصلہ کو نہ مانا جائے اور یہ یقینی بات ہے کہ مسیح آخر الزماں کا باتفاق کل مذاہب ایسے وقت میں آنا ہے جبکہ مخلوقات میں سخت اختلاف ہوگا اور اس اختلاف کے دور کرنے اور ایک فیصلہ ناطق دینے کے لئے خدا تعالےٰ نے اُن کو دنیا میں مبعوث کرنا ہے پھر جن جن باتوں کو مسیح علیہ السلام مردود قرار دیں گے اُن کو مردود ماننا پڑے گا اور جن کو مقبول قرار دیں گے اُن کو بلا چون وچرا تسلیم کرنا ہوگا لہذا صحیح اور ضعیف حدیثوں کے پرکھنے کے لئے مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ایک بھاری آلہ ہونگے۔ اور ہمیں تمام مشکلات احادیث سے چھوڑوا دینگے اور ظنیات کی دلدل سے نکال کر ایقان کے بلند مینار پر چڑھا دینگے۔

اب ہم ذیل میں احادیث کی فہرست دیتے ہیں اور دکھاتے ہیں کہ حدیثوں کی کتابیں کب لکھی گئیں اور کن کن بزرگوں نے اس اہم کام کو اپنے ذمہ لیا۔

واضح ہو کہ سب سے اول کتاب حدیث جو بعد کلام اللہ دنیا اسلام میں چہرہ نما ہوئی ہے وہ بالاتفاق موطا امام مالک ہے اور یہ ظاہر ہے کہ امام مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ ۹۰ سنہ ہجری میں پیدا ہوئے اور انکا انتقال ۱۷۹ سنہ ہجری میں ہوا۔ ان کو صرف چند صحابہ سے اتفاق ملاقات ہوا کیونکہ جب ان کو حدیث کے جمع کرنے کا خیال ہوا تو ایک صدی سے زیادہ عرصہ گذر چکا تھا۔ اور جس قدر احادیث اُنہوں نے موطا میں درج فرمائی ہیں وہ بمقابلہ ان احادیث کے جو صدی یا دو صدی بعد جمع ہوئیں بہت ہی تھوڑی ہیں۔

بعض کا یہ خیال ہے کہ سب سے پہلی کتاب جو علم حدیث میں مدوّن ہوئی۔ وہ ابن جریج کی کتاب ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ سب سے پہلے ربیع بن صبیح نے بصرہ میں کتاب حدیث لکھی۔ مگر عام کا اتفاق اس بات پر ہے کہ سب سے پہلے موطا امام مالک ہی لکھی گئی۔

ذیل میں ہم نقشہ دیتے ہیں جس میں نام کتاب و نام مصنف و تاریخ وفات درج ہوگی۔ تاکہ ناظرین کو یک جا نظر کرنے سے پتہ لگ جائیگا کہ کس قدر بعد زمانہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کتابیں جمع ہوئیں۔

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	تاریخ وفات مصنف	کیفیت
۱	موطا امام مالک	امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ	سنہ ۱۷۹ھ	صحیحین کے بعد اُسکا درجہ رکھا گیا ہے صحاح ستہ
۲	مسند ابو داود طیالسی	ابو داود طیالسی	سنہ ۲۰۴ھ	
۳	مسند الحمیدی	امام ابوبکر عبد اللہ بن الزبیر الحمیدی	سنہ ۲۱۹ھ	
۴	سنن سعید بن منصور	حافظ سعید بن منصور الخراسانی	سنہ ۲۲۷ھ	
۵	مسند مسدد	ابو الحسن مسدد بن مسرہد	سنہ ۲۲۸ھ	
۶	مسند اسحاق بن راہویہ	امام حافظ ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم بن مخلد خنظلی مروزی	سنہ ۲۳۸ھ	
۷	مصنف ابن ابی شیبا	ابن ابی شیبا	سنہ ۲۳۵ھ	
۸	مسند احمد	امام احمد بن محمد بن حنبل	سنہ ۲۴۱ھ	
۹	نوادر الاصول	امام ابو عبد اللہ محمد بن علی بن حسن بن شہر المؤذن الحکیم ترمذی	سنہ ۲۵۵ھ	
۱۰	سنن دارمی	امام الحافظ عبد اللہ بن عبد الرحمٰن الدارمی	سنہ ۲۵۵ھ	
۱۱	جامع الصحیح یا صحیح بخاری	حضرت امام الحافظ ابو عبد اللہ محمد بن اسمٰعیل الجعفی البخاری رحمۃ اللہ	سنہ ۲۵۶ھ	منجملہ صحاح ستہ سب سے زیادہ مقبول ہے چار مجلدات میں ہے - اول درجہ کی کتاب ہے
۱۲	جامع الصحاح یا صحیح مسلم	حافظ ابو الحسین مسلم بن الحجاج القشیری النیشاپوری	سنہ ۲۶۱ھ	صحیح بخاری کے بعد اسکا دوسرے درجہ پر درجہ ہے - یہ بھی صحاح ستہ میں ہے
۱۳	سنن ابن ماجہ	ابی عبد اللہ محمد بن یزید بن ماجہ قزوینی	سنہ ۲۷۳ھ	یہ کتاب بھی منجملہ صحاح ستہ ہے -
۱۴	زیادات عبد اللہ بن احمد	عبد اللہ بن احمد	تیسری صدی میں	
۱۵	سنن ابو داود	سلیمان بن اشعث سجستانی	سنہ ۲۷۵ھ	یہ کتاب بھی منجملہ صحاح ستہ ہے اسکا پایہ صحیح مسلم کے
۱۶	جامع صحیح ترمذی و نوادر الاصول	حافظ ابو عیسےٰ محمد بن علی الحکیم الترمذی	سنہ ۲۷۹ھ	یہ کتاب بھی صحاح ستہ میں سے ہے - اسکا پایہ بھی سنن ابی داود کے برابر ہے
۱۷	سنن نسائی	حافظ ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب النسائی	سنہ ۳۰۳ھ	یہ کتاب بھی صحاح ستہ میں شمار ہوتی ہے
۱۸	کتاب الکنیٰ	ابو حاکم نیشاپوری	چوتھی صدی میں	یعنی امام نسائی کے زمانہ کے قریب ہوا ہے

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	تاریخ وفات مصنف	کیفیت
۱۹	مسند ابو یعلی	ابو یعلی احمد بن علی	سنہ ۳۰۷ھ	
۲۰	کافی کلینی	امام محمد بن یعقوب کلینی	سنہ ۳۲۰ھ	
۲۱	اعتدال القلوب	شیخ ابوبکر محمد بن جعفر بن محمد الخرائطی السامری	سنہ ۳۲۷ھ	
۲۲	مسند ابی بکر بن ابی شیبا	حافظ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد کوفی	سنہ ۳۳۵ھ	
۲۳	مسند ابن حمید	ابو محمد عبد بن حمید الکیشی	سنہ ۳۴۹ھ	
۲۴	معجم ابن قانع	حافظ ابو الحسین عبدالباقی بن قانع بن مرزوق بغدادی	سنہ ۳۵۱ھ	
۲۵	صحیح ابن حبان و سنن ابن حبان	ابو حاتم محمد بن حبان البستی	سنہ ۳۵۴ھ	سنن ابن حبان کو علی بن بلبان فارسی نے جنکا انتقال سنہ ۷۳۹ھ میں ہوا عمدہ طور سے ترتیب دیا
۲۶	العظمۃ ابی الشیخ	حافظ ابو عبداللہ محمد بن محمد جعفر البستی	سنہ ۳۵۴ھ	
۲۷	المعجم الکبیر	حافظ امام ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی	سنہ ۳۶۰ھ	
۲۸	المعجم الاوسط	〃	〃	
۲۹	المعجم الصغیر	〃	〃	
۳۰	سنن و عمل الیوم واللیل ابن سنی و طب نبوی ابن سنی	حافظ احمد بن محمد المعروف بابن سنی الدنیوری	سنہ ۳۶۴ھ	
۳۱	کامل ابن عدی	ابو احمد عبداللہ بن محمد المعروف بابن عدی الجرجانی	سنہ ۳۶۵ھ	
۳۲	سنن دارقطنی اور افراد دارقطنی	امام الحجۃ ابو الحسن علی بن عمر المعروف بحافظ بغدادی	سنہ ۳۸۵ھ	
۳۳	شعب الایمان	ابی عبداللہ حسین بن حسن الحلیمی الشافعی	سنہ ۴۰۳ھ	
۳۴	مستدرک	الشیخ ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ المعروف بالحاکم نیشاپوری	سنہ ۴۰۵ھ	
۳۵	فضائل صحابہ ابونعیم معہ کتاب الہدی و حلیہ	ابو نعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی	سنہ ۴۳۰ھ	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	تاریخ وفات مصنف	کیفیت
۳۶	سنن الکبیر للبیہقی	ابی بکر احمد بن حسین بن علی الخزوجردی البیہقی۔	سنہ ۴۵۸ھ	
۳۷	الصلوٰۃ المروزی	امام ابو مظفر منصور بن محمد المروزی	سنہ ۵۰۰ھ	
۳۸	البجلا رو تاریخ دمشق للخطیب	ابو زکریا یحیٰی بن علی الادیب	سنہ ۵۰۲ھ	
۳۹	تاریخ ابن عساکر	حافظ ابو الحسن علی بن حسین المعروف بابن عساکر	سنہ ۵۷۱ھ	
۴۰	مختارۃ الضیاء المقدسی	حافظ ضیاء الدین محمد بن عبد الواحد المقدسی الحنبلی	سنہ ۶۴۳ھ	
۴۱	سنن النووی	امام الحافظ ابو زکریا یحیٰی ابن شرف النووی	سنہ ۶۷۶	
۴۲	طبقات ابن سعد	امام جلال الدین سیوطی	سنہ ۹۱۱	
۴۳	مسند احمد بن منیع	احمد بن منیع		کتب ذیل کی تاریخیں نہیں ملیں مگر یہ یقینی بات ہے کہ دوسری صدی کے بعد یہ بزرگ محدثین ہوئے ہیں
۴۴	مسند ابی نصر الدیلمی	ابو نصر الدیلمی		
۴۵	ابانہ جزی	ابو نصر عبد اللہ ابن سعید بن حاتم الجزی		
۴۶	مسند امام شافعی	امام محمد ادریس شافعی	سنہ ۲۰۴	
۴۷	امالی	ابو القاسم حسین بن ہبیت اللہ بن صصری		
۴۸	مسند الشہاب	امام الشہاب القضاعی		
۴۹	قضاء الحوائج ابن ابی الدنیا	ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن عبید بن ابی الدنیا		
۵۰	مصنف عبد الرزاق	امام عبد الرزاق		
۵۱	ضعفاء عقیل	عقیل		
۵۲	الترغیب فی الذکر	ابن شاہین		
۵۳	موطا امام محمد	امام محمد	دوسری صدی کے آخر	
۵۴	مسند الفردوس دیلمی	ابی نصر الدیلمی		
۵۵	معجم البغوی	عبد اللہ بن محمد بن عبد العزیز البغوی		
۵۶	فوائد سمویہ	الحافظ سمویہ		

کتب احادیث متذکرہ بالا کے دیکھنے سے واضح ہے کہ دوسری صدی کے اخیر میں صرف ایک دو کتابیں مرتب ہوئیں باقی جسقدر کتابیں ہیں وہ سب بعد میں لکھی گئیں جنکی میعاد تجبرہ چھٹی صدی تک پہنچتی ہے۔ پس ایسی حالت میں کیونکر بلا تحقیق قابل تسلیم ہو سکتی ہیں اور یہ امر بھی خود علماء دین پر مخفی نہیں کہ کثیر التعداد کتب احادیث کی موجودگی میں اہل سنت والجماعت کے نزدیک صرف چھ کتابیں جو صحاح ستہ کے نام سے نامزد ہیں قابل اعتماد ٹھہرائی گئی ہیں اور پھر اُن میں بھی مدارج اور مراتب رکھے گئے ہیں۔ سب سے مقدم صحیح بخاری رکھی گئی ہے بعد میں صحیح مسلم اور پھر سنن ابوداؤد و ترمذی اور پھر باقی کتابیں ان مراتب کا قائم کرنا خود اس بات پر دال ہے کہ صحیح بخاری کی حدیثوں کے مقابلہ میں باقی کتابوں کی حدیثیں اعتبار کے درجہ سے گری ہوئی ہیں ورنہ مدارج چہ معنی دارد۔ اور پھر باوجود اسکے بعض علماء صحیح بخاری کی احادیث کی نسبت بھی زبان اعتراض کھولتے ہیں جب ایسی حالت ہے تو ان تمام جھگڑوں اور فسادوں سے بچنے کے لئے بجز اسکے اور کیا صورت ہو سکتی ہے کہ قرآن کریم کو محک اور معیار قرار دیا جائے اور جو حدیث قرآن شریف کی کسوٹی پر چڑھکر صحیح اور درست ثابت ہو اُسکو قبول کیا جائے باقی کو ترک کیا جائے یا جن احادیث کو خدا اور رسول علیہ السلام کا مقرر کردہ حکم صحیح قرار دے اُسکو صحیح مان لیا جائے اور جنکو موضوع اور ضعیف ٹھہرائے اُسکو رد کیا جائے۔

ہاں ایک بات اور بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ حدیث کی صحت اور سچائی پر اس سے زیادہ یقینی اور قطعی گواہی ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتی کہ اگر وہ حدیث کسی پیشگوئی پر مشتمل ہے تو وہ پیشگوئی ہو بہو صفائی کے ساتھ پوری ہو جائے کیونکہ جسقدر طریق محدثین نے حدیث کی صحت کے لئے قائم کئے ہیں۔ وہ سب ظنی ہیں مگر یہ طریق کہ پیشگوئی حسب مضمون حدیث پوری ہو جائے حدیث کے سچے ہونے پر مہر کر دیتا ہے کیونکہ وہ حدیث کو ظن کے درجہ سے نکالکر یقین کے اعلیٰ مینار پر چڑھا دیتا ہے اور ایسی حدیث کا کوئی دوسری حدیث لگا نہیں کھا سکتی خواہ وہ حدیث کسی ہی طبقہ کی کتاب کیوں نہ ہو اور اگرچہ یہ حدیث جسکی پیشگوئی وقوع میں آئی ہے اسناد کی رو سے ضعیف بھی ہو بھی اُسکے صحیح اور یقینی ہونے میں شک نہیں ہو سکتا کیونکہ ایسی بات پر جو غیب پر مشتمل ہو بموجب آیۃ کریمہ لَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ بجز مرسل من اللہ آگاہ نہیں ہو سکتا۔

دوسری یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جس طرح اللہ تعالےٰ کے کلام میں استعارات ہوتے ہیں اسیطرح اُنکے رسولوں کے کلام میں بھی استعارات اور راز ہائے سربستہ ہوتے ہیں خاصکر اُن احادیث میں جو پیشگوئیوں کی حامل ہیں اسلئے انکے معانی کرنیکے وقت ٹھہر ٹھہر کر اور سوچ سوچکر قدم رکھنا چاہیئے ایسا نہ ہو کہ اپنی کوتاہ فہمی کی وجہ سے جھٹ حدیث حدیث کی صحت پر شبہ کرنے لگ جائیں اور اس طرح کلام رسول علیہ السلام سے روگردانی کر لیں

قرآن حمید کیا ہی عجیب نعمت ہے

از نورِ پاکِ قرآن صبحِ صفا دمیده   بر غنچہائے دلہا بادِ صبا وزیده
ایں روشنی و لمعاں شمس الضّحٰے ندارد   ویں دلبری و خوبی کس در قمر ندیده
یوسف بقعرِ چاہے محبوس ماند تنہا   ویں یوسفے کہ تنہا از چاہ بر کشیده
از مشرقِ معانی صدہا دقائق آورد   قدِ ہلالِ نازک زاں نازکی خمیده
کیفیتِ علومش دانی چہ شان دارد   شہدیست آسمانی از وحیِ حق چکیده
آن نیّرِ صداقت چوں رو بعالم آورد   ہر بوم شب پرستے در کنجِ خود خزیده
روئے یقیں نہ بیند ہرگز کسے بدنیا   الّا کسے کہ باشد با رویش آرمیده
آن کس کہ عالمش شد شد مخزنِ معارف   واں بے خبر ز عالم کیں عالمے ندیده
بارانِ فضلِ رحماں آمد بمقدمِ او   بد قسمت آنکہ از وے سوئے دگر دویده
میلِ بدی نباشد الا رگے ز شیطان   آن را بشر ندانم کز ہر شرے رہیده
اے کانِ دلربائی دانم کہ از کجائی   تو نورِ آن خدائی کیں خلق آفریده
میلم نماند باکس محبوب من توئی بس   زیرا کہ زاں فغاں رس نورت بما رسیده

حدیث بھی واجب العمل ہے

الا تا نتابی سر از روئے دوست   جہانے نیرزد بیک موئے دوست
خدائیکہ جاں بر رہِ او فدا   نیابی رہش جز پئے مصطفےٰ
ابوالقاسم آن آفتابِ جہاں   کہ روشن شد از وے زمین و زماں
بشر کے بُدے از ملک نیک تر   نبودے اگر چوں محمدؐ بشر
نیاید ترا شرم از کردگار   کہ اہلِ خرد باشی و باوقار
پس انگہ شوی منکرِ آں رسولؐ   کہ یابد ازو نور چشمِ عقول
ز سہو و ز غفلت رہیده نہ ء   ز طورِ بشر پا کشیده نہ ء
نیاید ز تو کارِ ربّ العباد   مکن داوریہا ز جہل و عناد

باب سوم

تفاسیرِ قرآن کریم کے باب میں

اس باب میں ہم قرآن کریم کی تفاسیر کی فہرست دینا چاہتے ہیں اور دکھانا چاہتے ہیں کہ تفسیرین کس زمانہ میں لکھی گئیں اور وہ کون بزرگ ہیں جنہوں نے اس بارہ میں قلم اُٹھایا۔ لیکن پیشتر اسکے کہ ہم فہرست دیں ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ کسی قدر تفاسیر پر اپنی راے ظاہر کریں +

سو واضح ہو کہ یہ بات علماء دین پر مخفی نہیں کہ زمانہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں قرآن مجید کی کوئی تفسیر لکھی نہیں گئی اگر خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی کوئی تفسیر کامل دنیا میں ہوتی تو پھر اس قدر اختلافات جو تفاسیر فرقان حمید میں پائے جاتے ہیں ہرگز وقوع میں نہ آتے۔ لیکن یہ امر کیونکر ہو سکتا تھا جبکہ قوم آیندہ زمانہ کی ترقیات سے واقف اور وسیع معلومات سے بہرہ ور نہیں تھے اور عمیق در عمیق اسرار کلام اللہ انکو کیونکر مفید ہو سکتے تھے اور وہ کیونکر اُسکی تہ کو پہنچ سکتے تھے جبکہ وہ نیچر کے سادہ قوانین سے بھی پورے آگاہ نہ تھے اور نہ علوم طبیعات و طبابت و جغرافیہ و طبقات الارض و ہیئت وغیرہ علوم میں کچھ مہارت رکھتے تھے۔ ہاں جہانتک اُس زمانہ کی سمجھ اور فہم تھی اور جہانتک ضرورت زمانہ بھی مقتضی تھی اُسکے مناسب حال مختصر تفسیر بیان کی گئی جو بعد ازاں احادیث کی کتابوں میں درج ہوئی۔ اگر خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قرآن شریف کی تفسیر کامل بیان فرماجاتے جس سے لوگ قیامت تک مستغنی ہو جاتے تو پھر مجددین اور محدثین و مجتہدین کا سلسلہ قطعی بند رہتا پھر اُنکا آنا محض لاحاصل تھا اور آیۃ انا ارسلنا الیکم رسولا شاھدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا کا مصداق صحیح نہ ٹھہرتا کیونکہ مماثلت حضرت موسے علیہ السلام کیونکر ثابت ہوتی جبکہ حضرت موسے علیہ السلام کی شریعت کے قائم رکھنے کے لئے سینکڑوں انبیا یکے بعد دیگرے ہوتے رہے اور آیۃ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ کا مورد بالکل غلط جاتا لہذا ضروری تھا بلکہ

خود اللہ تعالےٰ کی مشیت کا یہی تقاضا تھا کہ سلسلہ محدثین و مجددین تا قیامت قائم رہے اور اسی لئے خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی بسیط تفسیر نہیں لکھوائی اور قیامت تک فخر المرسلین سرتاج اولین والآخرین کی عزت افزائی کے لئے انکے خدام کو وقتاً فوقتاً علم لدنی عطا کرکے اس خدمت کو سرانجام کرایا اور جو جو غلطیاں تفسیر قرآن شریف میں انسانی دخل اور بشریت کے تقاضے سے وقوع میں آئیں ان میں سے بعض کی صحت ضرورت زمانہ کے لحاظ سے مجددین کے ذریعہ سے کرائی اور ہمیشہ کرائی جاتی رہیگی یہ سلسلہ کسی صورت میں منقطع نہیں ہو سکتا کیونکہ جس طرح اللہ کی ذات بے مثل و بے مانند ہے ایسا ہی اسکی صفات بھی بے مثل بے مانند ہیں انسان خواہ کتنا ہی عقل کے انتہائی نقطہ تک پہنچ جائے اور اللہ کی ذات اور صفات میں غور کرے اور فکر کے گھوڑے کو میدان تحقیقات میں کتنا ہی جولان دے آخر تھک کر اور ماندہ ہو کر رہ جاتا ہے اور اللہ تعالےٰ کی کنہ تک نہیں پہنچ سکتا بھلا کیونکر ہو جبکہ خود اللہ تعالیٰ فرقان حمید میں فرماتا ہے۔ قل لو کان البحر مداداً لکلمٰت ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمٰت ربی ولو جئنا بمثلہ مدداً۔ یعنی اگر تمام روئے زمین کا سمندر اللہ تعالےٰ کے کلمات کے لکھنے کے لئے سیاہی بنا دیا جائے۔ یہ سیاہی ختم ہو جائے گی اور اللہ تعالےٰ کے کلمات ختم نہو نے پائیں گے خواہ ویسا ہی سمندر اور بھی سیاہی بنا دیا جائے۔ پس انسان کا کیا مقدور ہے کہ وہ اسکی ذات کی کنہ تک کبھی پہنچ سکے ہم دیکھتے ہیں کہ اُس کی قدرت کے کرشموں میں سے فطرت اللہ اُس کا ایک چھوٹا سا کرشمہ ہے جسکی تحقیقات میں لاکھوں فلاسفر اور بے شمار حکماء سر پٹکتے مر گئے مگر پھر بھی اُن کی تحقیقات کے نتیجہ کو وہ نسبت ہے جو ایک قطرہ کو سمندر سے ہے۔ پس انسان بے بنیان جب اُسکے ایک مختصر فعل کی کنہ کو نہیں پا سکتا تو کیونکر اُس کی صفات پر آگاہی کما ینبغی حاصل کر سکتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جسقدر انسانی عقل اللہ تعالیٰ کی اس نیچر کے غیر متناہی سلسلہ یعنے فطرت میں غور اور فکر کرتی ہے اُسیقدر اللہ تعالےٰ کی وسیع قدرت اور عظمت ثابت ہوتی ہے اور جو جو عجائبات اس نیچر کے دامن کے نیچے مخفی ہیں اُن کی تحدید نہیں ہو سکتی تو پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ کلام اللہ کے جو منجملہ صفات باری تعالےٰ ایک صفت ہے۔ عجیب در عجیب اسرار و غریب در غریب معارف کسی خاص ہی زمانہ تک محدود کر دئے جائیں۔ لہذا نہایت ضروری اور قرین مصلحت تھا۔ کہ جوں جوں زمانہ ترقی کرتا جائے اور جوں جوں انسان کی معلومات بڑھتی جائیں قرآن حمید کی بزرگی اور عظمت ہر زمانہ میں منکشف ہوتی جائے اور دنیا پر روشن ہو جائے کہ وہ کونسی کتاب ہے جس کا فطرت اللہ سے توافق و تطابق ہے کیونکہ قول خداوندی و فعل خداوندی میں اختلاف کا ہونا محال ہے۔ پس جبکہ زمانہ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں فطرت اللہ کی تحقیقات بہت کم بلکہ مفقود تھی تو ایسے وقت میں قول خداوندی یعنے کلام اللہ کی تفسیر کیونکر اُن لوگوں کو مفید ہو سکتی تھی جو قوانین نیچر سے نا آشنا تھے۔

میں نے اکثر دیکھا اور سُنا ہے کہ بعض علماء محض دھوکہ دہی یا بوجہ اپنی کم مائگی کہدیا کرتے ہیں کہ کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو قرآن کی تفسیر کلی معلوم نہ تھی اور اب معلوم ہوگئی تو کیا اس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شان کو بٹہ نہیں لگتا جبکہ تفسیر دانی میں حال کے لوگ اُن سے بڑھ کر رہے۔ ایسا خیال کر لینا محض دھوکہ ہے اور اُن کی اپنی سمجھ کی کمی ہے ورنہ اگر اُن کو معلوم ہوتا کہ جبکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خدام بتوسل آں فخر رُسل حدیث بابی وامی ایسی عمدہ اور عجیب تفسیر قرآن مجید بیان کرتے ہیں تو خود آنحضرت کی کیا ہی عظیم الشان شان ہے جس کے ادنے سے ادنے غلام اُن کی متابعت کرنے اور اُن کے نقش قدم پر چلنے سے اس پایہ کو پہنچ جاتے ہیں۔ کیا اس سے آنکی کسر شان ہے بلکہ متبوع کی عظمت و علو شان ثابت ہوتی ہے۔ اے نادانو کیا تم کسی ایسے انسان کی نظیر پیش کر سکتے ہو کہ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے جوئے سے باہر ہو اور پھر وہ کلام اللہ کی ایسی تفسیر کرے جو فطرت انسانی کے مطابق حال اور شریعت حقہ کے عین موافق ہو۔ ہرگز ہرگز کوئی انسان پیش نہیں کر سکتے تو پھر اس سے بجز اس کے اور کیا ثابت ہوتا ہے کہ جو اسرار قرآن مجید کوئی بزرگ مابعد زمانہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ظاہر کرے تو وہ خود ظلی طور سے آنحضرت ہی کی تفسیر سمجھی جائے گی۔ نہ کہ اُس تابع کی جو بجز اطاعت و متابعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس نعمت سے ہرگز حصہ نہیں رکھ سکتا تھا۔ پس ان علماء کا متذکرہ بالا مغالطہ محض بے سُود ہے اور ایک منٹ کے لئے بھی قائم نہیں رہ سکتا۔

اب میں اپنے اصل مطلب کی طرف عود کرتا ہوں اور دکھاتا ہوں کہ بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سب سے اول مفسر قرآن شریف کون مانے گئے ہیں سو واضح ہو کہ سب سے پہلے مفسر جو بالاتفاق اہل اسلام میں مانے گئے ہیں وہ پیارے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک جلیل القدر وعظیم الشان صحابی حضرت عبد اللہؓ ابن عباسؓ ہیں۔ وہ ترجمان القرآن و حبر الامۃ و رئیس المفسرین کے خطاب سے ملقب ہیں۔ یہ وہ بزرگ صحابی ہیں جن کو ایک خاص فخر حاصل ہے اور کوئی صحابی اس مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ سب سے پہلے یہ فضیلت اُن کو حاصل ہے کہ جب وہ پیدا ہوئے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا لب مبارک اُس بزرگ صحابی کے دہن مبارک میں ڈالا اور جب جوان

ہوئے تو فخر المرسلین صلوٰۃ اللہ وسلامہ نے اُن کو سینہ مبارک سے لگاکر یہ دُعا کی اللّٰھم فقہہ فی الدین وعلمہ التاویل یعنے اے اللہ عبداللہؓ ابن عباسؓ کو دین کی تفقہ اور فہم اور قرآن شریف کے اسرار ظاہریہ و باطنیہ سے ممتاز فرما۔ پس جو فخر حضرت عبداللہؓ ابن عباسؓ کو حاصل ہے وہ کسی دوسرے کو نہیں۔ یہ صحابی ۶۸ھ ہجری میں دار الفناء سے دار البقاء کی طرف رحلت فرما ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جس قدر قرآن شریف کی تفسیر اس بندگ سے پایۂ ثبوت کو پہونچی ہے وہ صحیح بخاری کے حصّہ کتاب التفسیر میں درج ہے۔ اس تفسیر کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرورت زمانہ کے لحاظ سے مختصر تفسیر بیان کی گئی ہے کیونکہ اُس زمانہ میں کسی طویل تفسیر کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی تھی اور بجز اُسیقدر تفسیر کے جو محمدؐ اسمٰعیل علیہ الرحمۃ کی کتاب صحیح بخاری میں مندرج ہے اور کہیں کوئی مُستقل تفسیر دنیا میں پائی نہیں جاتی۔ وہ جو ایک تفسیر بنام تفسیر عباسی مشہور ہے وہ اس صحابی کی تفسیر نہیں ہے مجھے زیادہ تر اپنی طرف سے کہنے کی ضرورت نہیں ہیں اوّل مسلّم مُستند علماء کی عبارات نقل کر دیتا ہوں جنہوں نے تفسیر عباسی کی نسبت اپنی آرائے ظاہر کی ہیں

(۱)۔ تفسیر ابن عباس طریق الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس۔ فاذا ضم الیہ محمد بن مروان السدی الصغیر فھے سلسلۃ الکذب۔ یعنے ابن عباس نام کی تفسیر جو کلبی کے طریق پر ابی صالح سے ابن عباس تک مروی ہے۔ اگر اُس میں محمد بن مروان سدی صغیر بھی شامل کیا جائے تو پھر یہ سارا سلسلہ جھوٹ اور افتراہی کا ہے دیکھو مجمع البحار مصنفہ امام محمد طاہر سندھی جلد ۲ صفحہ ۵۰۹

(۲) اتقان مصنفہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے باب طبقات التفسیر میں یوں لکھا ہے۔ وقد رأیت عن فضائل الامام الشافعی لابی عبداللہ محمد ابن احمد ابن شاکر القطان انہ اخرج لبسندہ من طریق ابن عبد الحکم قال سمعت الشافعی یقول لم یثبت عن ابن عباس فی التفسیر الا شبیہ بمائۃ حدیث۔ یعنے امام سیوطی فرماتے ہیں کہ میں نے امام شافعیؒ کے فضائل دیکھے جو ابی عبداللہ محمد بن احمد بن شاکر القطان نے لکھے ہیں۔ جس میں لکھا تھا کہ اُس نے ابن عبد الحکم کے طریق پر باسناد روایت کیا ہے کہ میں نے امام شافعیؒ کو یہ کہتے سُنا ہے کہ تفسیر کے بارے میں ابن عباس سے بجز سو حدیث کے اور کچھ ثابت نہیں دیکھو اتقان صفحہ ۲۲۴-۲۲۵

(۳) فوائد مجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ مصنفہ امام شوکانی رحمۃ اللہ کے صفحہ ۱۱۱ میں یوں لکھا ہے۔ ومن جملۃ التفاسیر التی لا یوثق بھا تفسیر ابن عباس فانہ مروی من طریق الکذابین

کالکلبی والسدی ومقتل - تمام تفسیروں میں سے جو ناقابل اعتماد ہیں وہ تفسیر ابن عباس ہے کیونکہ وہ کلبی وسدی اور مقتل جیسے کذابوں کے طریق پر مروی ہے - دیکھو کتاب مذکور۔

پس ان بزرگ علماء کی تحریر سے ثابت ہے کہ یہ تفسیر جو حضرت ابن عباس کے نام سے منسوب ہے وہ حضرت ابن عباس کی نہیں ہے اور اُنکی تفسیر بجز اُس تفسیر کے جو بخاری کی کتاب التفسیر میں درج ہے اور کوئی تفسیر پایۂ ثبوت کو نہیں پہونچتی۔

علاوہ اس کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے اصحاب ذیل بھی مفسر قرآن مجید مانے جاتے ہیں - خلفاء اربعہ - ابن مسعود - ابی بن کعب - زید بن ثابت - ابو موسیٰ اشعری - عبد اللہ بن زبیر - انس بن مالک - ابوہریرہ - جابر - عبد اللہ بن عمرو بن العاص - لیکن ان بزرگان دین کی کوئی مستقل تفسیر صفحہ دنیا پر نہیں ہے صرف روایات کے طور بعض بعض آیات کی تفسیر ان سے مروی ہے دیکھو کشف الظنون جلد اوّل صفحہ ۲۲۹۔

جب ہم نیچے اُتر کر تابعین کے زمانہ پر غور کرتے ہیں تو ثابت ہوتا ہے کہ ان میں مشاہیر اصحاب ذیل ہیں - مجاہد بن جبر المکی عکرمہ مولا ابن عباس - طاؤس بن کیسان الیمانی - عطاء بن ابی رباح المکی ابراہیم النخعی - الشعبی - حسن البصری - مجاہد کی کوئی اپنی تفسیر ثابت نہیں ہوتی صرف اُنہوں نے تین دفعہ قرآن شریف حضرت عبد اللہ ابن عباس سے پڑھا اور اُن کی تفسیر حضرت ابن عباس سے زیادہ نہیں ہے - اُن کا انتقال سنہ ۱۰۳ ہجری میں ہوا۔

باقی تابعین کی بھی کوئی مستقل تفسیر ثابت نہیں ہوتی البتہ بعض بعض تفاسیر میں بطور روایات اُن سے مذکور ہے اور اگر کہیں ہو بھی تو مصداق نادر کالمعدوم کے ہے - کیونکہ عام طور سے اُن کا رواج دنیا میں نہیں۔

حضرت عکرمہ کا انتقال سنہ ۱۰۵ ہجری میں اور حضرت طاؤس بن کیسان کا انتقال سنہ ۱۰۶ ہجری اور عطا ابن ابی رباح کا انتقال سنہ ۱۱۴ ہجری میں ہوا اور تینوں بزرگوار خاک پاک مکہ میں مدفون ہیں۔ ابراہیم النخعی سنہ ۹۵ ہجری میں اور شعبی سنہ ۱۰۵ ہجری اور حسن بصری سنہ ۱۲۱ ہجری میں دار فانی سے رحلت فرما گئے۔

زمانہ تابعین کے بعد ایک ایسا زمانہ آیا جسکو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فیج اعوج سے موسوم کیا ہے - یہ زمانہ اسلام کے لئے ایک ابتلا کا زمانہ ہے کیونکہ اس عرصہ میں بہت سے عیسائی اور

مجوسی قومیں اسلام میں داخل ہوگئیں تھیں اور اُن میں اور اہل اسلام میں رات دن کے میل جول اور مناکحت کی وجہ سے جو جو جھوٹی روایات اور افسانے اُن قوموں میں چلے آتے تھے مسلمانوں میں بھی رواج پاگئے کیونکہ اسوقت اتنی چھان بین اور تحقیقات کا مادہ ہی کہاں تھا۔ ہر ایک نے بوقت تفسیر لکھنے کے اپنی زیادہ معلومات جتلانے اور اپنی تفسیر کو بارونق بنانے کے لئے اُن بے بُنیاد قصوں اور کہانیوں کو جو بنی اسرائیل میں رائج ہوگئی تھیں اور عیسائی لوگ اپنے ہمراہ لائے تھے درج کردیا۔ اور یہ بات مستبعد بھی معلوم نہیں ہوتی۔ کیونکہ ہم ہندوستان میں جب مسلمانوں کی حالت پر غور کرتے ہیں تو ثابت ہوتا ہے کہ باوجود صدیوں تک اس ملک میں حکمراں ہونے کے پھر بھی ہندؤں کے رسم و رواج کو مُسلمانوں کے گھروں میں ایسا دخل ہوگیا ہے کہ خود اسلام ہی کی اختراع معلوم ہوتے ہیں۔ اور اب اُن کا چھوڑنا موت سے بڑھکر سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ متمول ہندؤں میں عام رواج ہے کہ جب کوئی بڑا مالدار ہندو مرتا ہے تو اُسکی لاش کے ہمراہ نقارے اور باجے اور کوتل گھوڑے نکالے جاتے ہیں ایسا ہی ہند کے مُسلمانوں نے بھی امام پاک حضرت حسین بن علی رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی شہادت کے روز ہر سال نقارے اور باجے اور دُلدل نکالنے شروع کردیئے۔ ہندؤں کے ہاں خاص ایام میں رام لیلا کا جلو نکالنے کا دستور ہے۔ مُسلمانوں نے بھی اُن کے قدم بقدم چلکر عشرہ محرم میں اسی قسم کا جلو تعذیوں کی صورت میں پیدا کرلیا۔ ایسا ہی ہندؤں میں نکاح سے پہلے کھانے اور بھاجیاں دیجاتی ہیں۔ مُسلمانوں نے بھی اپنی برادری میں وہی طریق اختیار کرلیا۔ ہندوں میں جو ایک مادہ پرست قوم ہے اور جنکی غایت ریا اور دکھلاوا کے سوا اور کچھ نہیں ہوتی وہ شادیوں کے موقع پر خاص جلوکے ساتھ برات لے جاتے ہیں مسلمانوں نے بھی وہی عادات قبول کرلئے۔ ہندؤں میں بعد نکاح ایکدفعہ لڑکی سُسرال میں جاکر پھر میکے میں ایک دراز عرصہ تک رہتی ہے۔ مُسلمانوں میں بھی اب ایسا رواج ہوگیا۔ غرض ہندؤں میں اموات اور شادیوں کے موقعوں پر جو جو رسومات ادا کیجاتی ہیں وہ سب اب مُسلمانوں کے گھروں میں بھی عالمگیر طور سے رواج پذیر ہیں حتےٰ کہ دونوں کی بھی پوری مماثلت ہے۔ سب سے بڑھکر اسلام میں ایک ہی مسئلہ تھا جسپر تمام قرآن شریف میں زور دیا گیا ہے۔ یعنے شرک اور ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ساری ہمت اور ہمہ تن مصروفیت اس شرک کے مٹانے اور اُسکے قلع و قمع کے لئے رہی۔ لیکن غور سے دیکھو تو یہ شرک بھی مُسلمانوں میں کس زور و شور سے جاگزیں ہوگیا ہے اگر شک ہو تو قبروں اور مزاروں پرجاکر

دیکھ لو۔ کہ کس طرح اُنکو سجدہ گاہ اور مرجع حاجات بنا لیا گیا ہے۔

یہ وہ چند باتیں میں نے اس جگہ بیان کی ہیں جو تواتر اور تعامل کے طور پر نسلاً بعد نسلاً مسلمانوں میں جاری چلی آتی تھیں اور یقین تھا کہ ان میں کسی قسم کا تغیر نہیں آئے گا مگر پھر بھی ہندؤں سے باہمی چولی دامن کا ساتھ ہو جانے سے بجائے اسکے کہ اسلامی عادات اور اخلاق کا اثر ہندؤں پر پڑتا خود مسلمان ہی اُن کی رسومات اور عادات کے شکار ہو گئے کہ اب ہندؤں اور مسلمانوں کی رسوم میں تمیز کرنا ناممکن امر ہے۔ جب ہندوستان کے مسلمانوں کی یہ حالت ہے تو پھر دیگر بلاد کے مسلمانوں میں عیسائیوں اور مجوسیوں کے رسم و رواج اور توہمات کو کیوں دخل ہوا ہوگا ضرور ہوا اور ضرور ہوا جسکا خمیازہ حال کے مسلمانوں کو بھگتنا پڑا اور نجاست خوروں نے اُن جھوٹی اور بے بنیاد باتوں کو تفاسیر سے لیکر اسلام اور پیغمبر اسلام پر وُہ وُہ حملے کئے جنکے سُننے سے دل پاش پاش ہوتا اور کلیجہ مُنہ کو آتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یہ مسئلہ غور طلب ہے کہ کیا وجہ ہے کہ مسلمانوں کے رسم و رواج کو ہندؤں کے گھروں میں دخل نہ ہو بلکہ برخلاف اسکے ہندؤں کا اثر مسلمانوں پر پڑا تو اس کا سبب بجز اس کے نہیں کہ مسلمان بوجہ حکومت آرام طلب ہو گئے تھے اور ہندؤں کی عورتوں سے شادیاں کرلی تھیں اور چونکہ اہل اسلام میں دیگر مذاہب کی نسبت عورتوں کو بہت سے حقوق آزادی حاصل ہیں اسلئے اُن عورتوں کے ذریعہ جو ہندؤں کی بہو بیٹیاں تھیں مسلمانوں کے نکاح میں آنے سے وُہ پُرانی رسومات جو کفار کے گھروں میں عام رواج پائی ہوئی تھیں مسلمانوں کے گھروں میں عام رواج پاگئیں کیونکہ مسلمان مردوں کے ساتھ اپنے وطن سے اتنی کثیر تعداد کی عورتیں نہیں آئی تھیں کہ سب کے لئے مکتفی ہوسکتیں۔ لہذا ہندؤں کی کثیر التعداد عورتوں کے مسلمانوں کے گھروں میں آنے سے عام کفار کی رسومات و عادات کا دخل ہوگیا اور اسطرح اسلام کمزور ہوتا گیا۔ ایسا ہی مصر اور روم و شام اور ایران اور دیگر بلاد میں بعد فتوحات جب مسلمان جاکر رہنے لگے تو انہوں نے اُن ممالک کی عورتوں سے نکاح کرلئے اور جو جو توہمات و افسانجات اُن قوموں میں جاری و ساری تھے وُہ سب اُن عورتوں کے ذریعہ سے مسلمانوں کے گھروں میں بھی رواج پذیر ہو گئے۔ چنانچہ مولینا محمد شبلی نعمانی اپنی کتاب الفاروق جلد دو کے صفحہ ۲۱۶ میں لکھتے ہیں کہ عراق کی فتح کے بعد اکثر بزرگوں نے عیسائی عورتوں سے شادیاں کرلیں تھیں۔ باوجودیکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے سخت ممانعت بھی کی تھی۔ پس صاف ظاہر ہے کہ جب سے غیر مذاہب کی عورتوں کا اس ملک ہندوستان میں خاص

مذہبی امورات اسلام میں اسقدر دخل ہُوا کہ اسلامی شریعت کی باتیں اب بُری اور بھدی معلوم ہونے لگیں ایسا ہی دیگر بلاد اسلام میں مذہبی امور میں دخل ہو گیا۔ حتےٰ کہ قرآن شریف کی ایسی پاک اور مطہر کتاب کی تفسیروں میں ایسے ایسے پوچ اور قابل شرم افسانے لکھے گئے کہ جن کے دیکھنے سے بجز رونے اور آنسو بہانے کے اور کچھ چارہ نہیں کیونکہ حال کے علماء تفاسیر متقدمین کو سند پکڑتے ہیں اور اپنی عقل کو دخل دینا ہرگز روا نہیں رکھتے حالانکہ جلیل القدر صحابہ میں جب کوئی مسئلہ خلاف عقل معلوم ہوتا تھا تو وہ بڑی تفتیش و تحقیق کرتے تھے چنانچہ الفاروق جلد ۲ کے صفحہ ۲۱۰ میں لکھا ہے کہ حضرت عمر مسائل شریعت کی نسبت ہمیشہ مصالح اور وجوہ پر غور کرتے تھے اور اگر اُن کے خیال میں کوئی مسئلہ خلاف عقل ہوتا تھا تو رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرتے تھے لیکن ہائے افسوس کہ زمانہ حال کے علماء حضرت عمرؓ کی اس سُنت سے کوسوں دُور جا پڑے ہیں۔ خواہ اسلام ڈوبے اور اہل اسلام غارت ہوں اُن کو کیا فکر پڑی ہے کہ عقل کو کام میں لا کر کسی ایسے مسئلہ تفسیر کو رد کریں جو بظاہر شریعت اسلامی کو ضرر پہونچا رہا ہو وہ یہی کہتے چلے جائیں گے کہ مرغ کی ایک ہی ٹانگ ہوتی ہے۔

زمانہ فیج اعوج کے علماء کی نسبت کشف الظنون میں یوں لکھا ہے کہ بعض مفسرین نے صرف قصص اور کہانیوں پر زور دیا اور کچھ تحقیق نہیں کی کہ آیا اُن کا کوئی اصل بھی ہے اور سچی بھی ہیں کہ نہیں۔ بعض نے محض صرف و نحو اپنا مقصود ٹھہرایا اور تمام تفسیر میں اسی مضمون کو نبھایا۔ دوسروں نے ادلہ فروعیہ فقیہ کے بارہ میں اپنے قلم کے گھوڑے کو دوڑایا اور باہم مسلمانوں میں اختلاف کا دروازہ کھول کر خوب لڑانے اور بھڑانے کا اکھاڑہ جمایا اور آیات قرآنی سے یہاں تک دُور جا پڑے کہ گویا وہ نص قرآنی کی تفسیر نہیں کرتے بلکہ اپنے من گھڑت منطق کو داخل کرتے ہیں۔ بعض حکماء و فلاسفروں کے اقوال کو لے کر میدان میں کھڑے ہوئے اور یہاں تک ساعی ہوئے کہ اصل بات سے نکل کر کہیں سے کہیں چلے گئے۔ بعض ایسے بزرگ نکلے کہ انہوں نے کفر اور الحاد سے کام لیا اور بے دھڑک پکار اُٹھے انا ھی الا فتنتک۔ ما علے العباد اضر من ربھم۔ یعنے جسقدر فتنہ اور فساد ہے یہ سب خدا کا ہی ہے اور جسقدر بندوں کو خدا کی طرف سے ضرر پہونچا ہے اور کسی سے اتنا ضرر نہیں پہنچا۔ بعض متکلمین پیدا ہوئے جنہوں نے بلا سند کلام اختیار کی اور نہ انہوں نے اصول شرعیہ کو مدنظر رکھا اور نہ قواعد عربیہ کے پابند ہوئے۔ حتےٰ کہ بعض علما کو بعض تفاسیر کی نسبت کہنا پڑا کہ فیہ کل شیء الا التفسیر یہ حال ہے ان تفاسیر کا جو بعد زمانہ تابعین لکھی گئیں۔

میں ابتدا میں عرض کر چکا ہوں کہ نہ تو زمانہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں کوئی مستقل بسیط تفسیر لکھی گئی اور نہ تابعین کے زمانہ میں کسی ایسی تفسیر کا ظہور ہوا جو انسانی ضروریات کے لئے مکتفی ہو۔ اب اس زمانہ کے بعد جسقدر تفاسیر لکھی گئیں اُن میں وہ نقص مخفی اور ظاہر کئے گئے۔ پس ایسی تفاسیر پر من کل الوجوہ اعتبار کر لینا اور اُن کو غیر متزلزل اور غیر متبدل ٹھہرا کر اپنا ملجاء و ماواء قرار دینا عقلمندوں کا کام نہیں۔ ہاں جو بات نص قرآنی کے عین مطابق اور احادیث صحیحہ کے موافق ہو اسکو ماننا اور اپنا عملدرآمد قرار دینا نہایت ہی انسب اور اولےٰ ہے لیکن اُن کی ہر رطب و یابس کو مان لینا شایان عقل نہیں ورنہ اس سے بجز اسکے اور کچھ متصور نہ ہوگا کہ ان بزرگوں کا ذات اسلام پر ہی ایک خطرناک حملہ کرنا مقصود تھا۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ ہم ذیل میں ایک حدیث پیش کرتے ہیں جس میں رسول علیہ السلام نے تفاسیر کی نسبت خبر دی ہے۔ وہو ہذا:-

عن عمر قال کنا عند رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مجتمعین وانا اعرف الحزن فی وجہہ فقال انا للہ وانا الیہ راجعون قلت یا رسول اللہ انا للہ وانا الیہ راجعون ما ذا قال ہذا۔ قال اتانی جبریل آنفا فقال انا للہ وانا الیہ راجعون۔ قلت اجل انا للہ و انا الیہ راجعون فیم ذاک یا جبرئیل قال امتک مفتتنۃ بعدک بقلیل من الدہر غیر کثیر فقلت فتنۃ کفر او فتنۃ ضلالۃ قال کل ذلک سیکون قلت ومن این یاتیہم ذلک وانا تارک فیہم کتاب اللہ قال بکتاب اللہ یضلون واول ذلک من قبل قرائہم وامرائہم یمنع الامراء الناس حقوقہم فلا یعطونہا فیقتتلون ویتبع القراء اہواء الامراء فیمدون فی الغی ثم لا یقصرون۔ قلت یا جبریل فبم سلم

ترجمہ۔ حضرت عمر روایت کرتے ہیں کہ ہم سب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ملکر بیٹھے ہوئے تھے کہ مینے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر غم اور حزن کے آثار نمودار دیکھے۔ اسی حالت میں انا للہ وانا الیہ راجعون پکار اُٹھے۔ مینے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انا للہ وانا الیہ راجعون آپنے کیوں پڑھا ہے۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ ابھی میرے پاس جبریل آیا اور یہی کلمہ پڑھا۔ مَیں نے اُس سے پوچھا کہ یہ کلمہ کیوں پڑھا تو جبریل نے کہا کہ تیری اُمت تیرے بعد بہت قلیل زمانہ میں فتنہ میں مبتلا ہونیوالی ہے۔ مینے کہا کہ کیا کفر کا فتنہ ہوگا یا ضلالت کا تو اُس نے کہا کہ سب باتیں ہونگی مَیں نے کہا یہ سب باتیں کہاں سے پیدا ہونگی حالانکہ میں انمیں قرآن شریف چھوڑ جاؤنگا۔ کہا کہ قرآن شریف ہی کے ذریعہ وہ گمراہ ہونگے (یعنی اپنی من گھڑت تفسیر

من يسلم منهم قال بالكف والصبر ان عطوا الذي لهم اخذوه وان منعوه تركوه رواه الحكيم وابن ابي عاصم في السنة والعسكري في المواعظ وابو نعيم في الحلية والديلمي وابن الجوزي في الواهيات - كنز العمال جلد ۶ صفحه ۶۵ -

بنا لینگے اور لوگونکو گمراہ کرینگے) کیونکہ سب سے پہلے قرآن پڑھنے والوں اور امیروں کی طرف سے یہ ناشائستہ کام وقوع میں آئیگا وجہ یہ کہ امیر لوگ انکے حقوق کو تلف کرینگے بلکہ انکو قتل کرا دیا کرینگے اور قرآن کے جاننے والے علما امیروں کی خواہشوں کی پیروی کرینگے اور گمراہی میں ترقی کرینگے اور باز نہیں آئینگے۔

اس حدیث سے پورے طور سے عیاں ہے کہ اللہ تعالےٰ نے خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اُس کے زمانہ حیات میں خبر دیدی تھی کہ اُن کے تھوڑے عرصہ بعد لوگ قرآن شریف کی غلط اور دور از قیاس تفاسیر قرآن شریف لکھکر امت کو گمراہی اور ضلالت کے گڑھے میں ڈالیں گے۔

طبرانی میں ابو مسعودؓ کی روایت ہے۔ خیر الناس قرنی ثم الثانی ثم الثالث ثم یجیئ قوم لا خیر فیھم۔ یعنے میرے زمانہ کے لوگ سب سے اچھے ہیں۔ اس سے دوسرے درجہ پر دوسرے زمانہ کے اور پھر اُس سے اُتر کر تیسرے زمانے کے لوگ اور پھر ایک قوم ایسی ہوگی کہ جس میں کچھ بھی خیر نہیں ہے ایسا ہی الحکیم میں بروایت ابی الدرداء یوں آیا ہے۔ خیر امتی اولھا واخرھا وفی وسطھا الکدر یعنے میری امت کا اوّل و آخر اچھا ہے اور درمیانی زمانہ مکدر ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیحؑ کا زمانہ اچھا قرار دیا گیا ہے اور درمیانی زمانہ کو دھندلا۔

اس امر کی وضاحت حلیہ ابو نعیم میں بروایت عروۃ بن رویم ہوتی ہے جسمیں یہ حدیث آتی ہے۔

خير هذه الامة اولها واخرها - اولها فيهم رسول الله صلعم واخرها فيهم عيسى بن مريم وبين ذلك فيج اعوج ليسوا منكم ولست منهم - كنز العمال جلد [illegible] صفحه [illegible]

اِس امت کا اوّل و آخر اچھا ہے۔ اوّل حصہ تو وہ ہے جسمیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور آخر حصہ جسمیں عیسےٰ بن مریم ہیں اور انکا درمیانی زمانہ کجرو ہوگا نہ اُن کو تم سے کچھ تعلق ہوگا اور نہ ہماری اُن سے کچھ راہ و رسم ہے۔

دوسری روایت میں یوں آیا ہے۔

خيركم قرني ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم ثم يكون بعدهم قوم يخونون ولا يؤتمنون ويشهدون ولا يستشهدون وينذرون ولا يفون ويظهر فيهم السمن -

ترجمہ۔ امام بیہقی اور ابو نعیم و ابن ماجہ اور حاکم اور ابن عساکر اور ابن ابی شیبا اور احمد بن حنبلؒ اور طحاوی اور ابن ابی عاصم اور رویانی نے عمران بن حصین سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

رواہ البیہقی والبونعیم وابن ماجہ والحاکم و ابن عساکر وابن ابی بیشبا واحمد والطحاوی وابن ابی عاصم والرویانی عن عمران بن حصین

نے فرمایا کہ اے صحابیو تمہارے لئے میرا زمانہ اچھا ہے پھر دوسرے درجہ پر بعد کا ملحق زمانہ (یعنے صحابہ کا) پھر اُسکے بعد کا آنیوالا ملحق زمانہ (یعنے تابعین کا) اُن کے بعد ایسے لوگ ہوں گے کہ خیانت کریں گے اور امانت کے لایق نہیں ہوں گے اور بغیر طلب شہادت کے گواہی دیا کرینگے اور لوگوں کو ڈرائیں گے مگر خود عامل نہیں ہوں گے اور اُنہیں دولت زیادہ ہوگی۔ کنزالعمال جلد ۲ صفحہ ۱۲۶

ابن ماجہ میں حضرت انسؓ سے روایت ہے۔

امتی علے خمس طبقات فاربعون سنۃ اہل بر وتقوی ثم الذین یلونہم الی عشرین ومائۃ سنۃ اہل تراحم وتواصل ثم الذین یلونہم الے ستین ومائۃ سنۃ اہل تدابر وتقاطع ثم الھرج الھرج النجاء النجاء۔

ترجمہ۔ میری امت کے پانچ طبقے ہیں چالیس سال تک نیکوکار اور متقی لوگ ہوں گے۔ بعد ازاں ایکسو بیس برس تک باہم رحمت اور صلہ رحمی کرنیوالے پھر اُن کے بعد ایک سو ساٹھ برس تک باہم قطع تعلق کرنیوالے اور پیٹھ دکھانے والے پھر لڑائی اور فساد کا زمانہ ہوگا۔ کنزالعمال جلد ۶ صفحہ ۲۰۳

ان تمام احادیث سے روشن ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دو زمانہ اعلے درجہ کے قرار دیئے ہیں ایک اپنا زمانہ اور ایک مسیح موعودؑ کا زمانہ۔ اور نیز فرمایا کہ تین زمانے یعنے اپنی رسالت کا زمانہ۔ صحابیوں کا زمانہ اور تابعین کا زمانہ اچھے ہونگے۔ جس میں خیر اور بھلائی ہے پھر وسطی زمانہ کو مسیح موعود کے زمانہ تک خراب اور فسادوں اور شرارتوں کا بھرا ہوا زمانہ قرار دیا ہے کہ تاریخ بتادی کہ ۱۲۰ برس تک بھلائی اور برکت کا زمانہ رہے گا۔ اور یہی زمانہ ہے کہ جہاں تابعین کا زمانہ ختم ہوتا ہے۔ میں پیشتر ازیں ظاہر کرچکا ہوں کہ اس زمانہ میں کوئی مستقل طور سے بسیط اور مفصل تفسیر قرآن شریف نہیں لکھی گئی۔ جسقدر بسیط اور بڑی بڑی تفسیریں اس زمانہ کے بعد ظہور میں آئیں وہ سب فیج اعوج میں داخل ہیں۔ اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ سب مفسر وفقیہ وغیرہ بدخواہ وبدباطن تھے نہیں ہرگز نہیں وہ خود تو ایسے نہیں تھے وہ تو دین کے پیشوا اور خادم اور قابل اقتدا تھے لیکن وہ کسی طرح سے معذور نہیں ہو سکتے تھے جبکہ اُس زمانہ میں عیسائی اور مجوسی اور دیگر کفار قوم کے لوگ اسلام میں بکثرت داخل ہو چکے تھے اور ان کی وجہ سے جو جو لغو اور بیہودہ قصے اور افسانے اہل اسلام میں شہرت پاگئے تھے وہ سب تفسیر لکھنے کے وقت داخل کتاب کئے گئے اور پھر مابعد کے مفسروں نے بھیڑ چال اختیار کرکے نقل پر نقل کرنی شروع کردی

اور اس طرح اُن بے بنیاد باتوں کو بالاتفاق قوت دیدی گئی جس کی وجہ سے وُہ اسلامی شریعت کا جزو قرار پاگئیں۔

تفسیروں کا دور تیسری صدی سے شروع ہو کر غیر متناہی طور سے برابر زمانہ حال تک پہنچتا ہے۔ چنانچہ ذیل کی فہرست سے ہمارے بیان کی پوری تصدیق ہو جائے گی۔

نمبر	نام تفسیر	نام مصنف	تاریخ وفات مصنف	کیفیت
۱	احکام القرآن	امام محمد بن ادریس شافعی	۲۰۴ھ ہجری	اس قسم کی تفسیر سب سے پہلے اس بزرگ امام نے لکھی۔
۲	تفسیر اسحاق بن راہویہ	امام حافظ ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم بن مخلد حنظلی مروزی نیشاپوری	۲۳۸ھ ”	
۳	تفسیر نزہۃ القلوب	امام ابی بکر محمد بن عزیز سجستانی	۳۰۲ھ ”	یہ تفسیر بطور غریب القرآن ہے اور مختصر سی تفسیر ہے۔
۴	تفسیر اعناطی	ابو اسحق ابراہیم بن اسحق نیشاپوری	”	ایک بڑی تفسیر ہے۔
۵	تفسیر ابن جریر	ابو جعفر محمد بن جریر طبری	۳۱۰ھ ”	یہ تفسیر بھی بہت بڑی تفسیر ہے
۶	تفسیر شفاء الصدور	عبد الرحمن بن ابی حاتم جبنی	۳۵۱ھ ”	اس تفسیر میں روایات بکثرت ہیں۔
۷	تفسیر ابو اللیث	ابو اللیث نصر بن محمد فقیہ سمرقندی حنفی۔	۳۸۳ھ ”	
۸	تفسیر حقایق	عبد الرحمن محمد بن حسین سلمی نیشاپوری۔	۴۱۲ھ ”	اس تفسیر میں مشائخ اور صوفیہ کے اقوال بکثرت ہیں۔
۹	تفسیر ثعلبی	ابو اسحاق ثعلبی	۴۲۷ھ ”	جس میں شیعوں کی روایات و اقوال ضعیفہ ہیں۔
۱۰	تفسیر درر غرر	ابو القاسم علی بن حسین بن موسیٰ شیعی۔	۴۳۶ھ ”	جھوٹی روایات بکثرت ہیں۔

نمبر	نام تفسیر	نام مصنف	تاریخ وفات	کیفیت
۱۱	تیسیر فی علم التفسیر	ابو القاسم عبد الکریم قشیری	سنہ ۴۶۵ ہجری	
۱۲	احتجاج القرآن و مفردات القرآن۔	ابو القاسم حسین راغب اصفہانی۔	سنہ ۵۰۲ "	
۱۳	یاقوت التاویل	ابو محمد حامد محمد بن محمد بن غزالی۔	سنہ ۵۰۵ "	
۱۴	معالم التنزیل	امام حافظ محی السنۃ ابو محمد حسین الفراء البغوی شافعی۔	سنہ ۵۱۶ "	اس تفسیر میں بھی بکثرت بے بنیاد قصے ہیں
۱۵	تفسیر کشاف	ابو القاسم محمد بن عمر زمخشری خوارزمی	سنہ ۵۳۸ "	حنفی المذہب کہلاتے تھے علماء معتزلہ قرار دیتے ہیں
۱۶	تفسیر مجمع البیان	ابو جعفر بن محمد بن حسن طوسی فقیہ شیعی	سنہ ۵۶۱ "	اس بزرگ نے اکثر آیات کو اپنے اماموں پر چسپاں کیا ہے۔
۱۷	مفاتیح الغیب المعروف تفسیر کبیر	امام فخر الدین محمد بن عمر رازی	سنہ ۶۰۶ "	ضخیم اور نہایت مدلل و معقول ہے۔
۱۸	تفسیر عرائس البیان	ابی محمد روزبہان بن ابی النصر بقلی صوفی شیرازی۔	"	تصوف کے شکنجہ پر چڑھا کر دور از قیاس تفسیر کی ہے
۱۹	تفسیر کواشی	ابی العباس شیخ احمد بن یوسف کواشی	سنہ ۶۸۰ "	
۲۰	تفسیر ابن العربی[۱]	شیخ الرئیس محی الدین محمد بن علی طائی اندلسی	سنہ ۶۳۸ "	یہ تفسیر بھی تصوف سے بھری ہوئی ہے۔
۲۱	تفسیر بیضاوی	قاضی ناصر الدین ابی سعید عبد اللہ بن عمر بیضاوی شافعی۔	سنہ ۶۸۵ "	اس تفسیر میں بڑی منطق بھری ہے۔
۲۲	تفسیر مدارک	علامہ ابو البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی	سنہ ۷۰۱ یا ۷۱۰ "	
۲۳	تفسیر اسکندری	حسین بن ابی بکر نحوی مالکی۔	سنہ ۷۴۱ "	
۲۴	تفسیر خازن	علامہ علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم بغدادی صوفی المعروف بالخازن۔	"	
۲۵	تفسیر سراج المنیر	خطیب شربینی۔	سنہ ۷۷۲ "	
۲۶	تفسیر ابن کثیر	حافظ ابو الفدا اسمعیل بن عمر قرشی دمشقی	سنہ ۷۷۴ "	ضخیم ہے اور اسمیں روایات بکثرت ہیں۔
۲۷	تفسیر ابن عرفہ	امام ابو الفضل ابو عبد اللہ محمد بن عرفہ مالکی	سنہ ۸۰۳ "	یہ تفسیر قلمی ہے۔ اب تک طبع نہیں ہوئی۔
۲۸	تفسیر تنویر المقیاس	ابو طاہر محمد بن یعقوب فیروزآبادی شافعی۔	سنہ ۸۱۷ "	

[۱] اصل میں یہ تفسیر عبد الرزاق کاشی کی ہے ۱۲

نمبر	نام تفسیر	نام مصنف	تاریخ وفات مصنف	کیفیت
۲۹	فصل الخطاب	شیخ الفاضل محمد بن محمود حافظی بخاری المعروف بخواجہ محمد پارسا۔	سنہ ۸۲۲ ہجری	
۳۰	تبصیر الرحمن و تیسیر المنان	علامہ شیخ زین الدین علی المہائمی	سنہ ۸۳۵ ،،	
۳۱	تفسیر بحر مواج	قاضی شہاب الدین بن عمر زاولی دولت آبادی۔	سنہ ۸۴۹ ،،	
۳۲	تفسیر جلالین	علامہ جلال الدین محمد بن احمد محلی شافعی و علامہ جلال الدین سیوطی	سنہ ۸۶۴ و سنہ ۹۱۱ ،،	جلال الدین محلی نے ابتداء سے سورۃ الاسراء تک اور علامہ جلال الدین سیوطی نے آخر تک لکھی۔
۳۳	تفسیر جامع البیان	شیخ سید معین الدین بن شیخ سید صفی الدین۔	سنہ ۸۸۹ ،،	اس بزرگ نے تفسیر کو سنہ میں مکمل کر دیا تھا
۳۴	تفسیر حسینی	ملا حاجی حسین بن علی الواعظ کاشفی	سنہ ۹۰۰ ،،	فارسی میں ہے اور چھوٹی سی تفسیر ہے مگر بہت سی باتیں نا قابل اعتماد ہیں
۳۵	تفسیر جامع البیان	سید معین الدین محمد بن عبد الرحمن الایجی	سنہ ۹۰۵ ،،	
۳۶	تفسیر الدر المنثور	علامہ شیخ جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر سیوطی۔	سنہ ۹۱۱ ،،	بسیط ہے اور احادیث و آثار بکثرت ہیں۔
۳۷	اتقان	ایضاً	،،	مختصر سی تفسیر ہے۔
۳۸	تفسیر ابو سعود	شیخ الاسلام مفتی الانام ابو سعود بن محمد عمادی۔	سنہ ۹۸۲ ،،	یہ تفسیر بھی ضخیم ہے۔
۳۹	مجمع البحار	امام محمد طاہر گجراتی۔	سنہ ۹۸۶ ،،	علاوہ روایات کے اس میں لغت حدیث بھی ہے
۴۰	تفسیر سواطع الالہام	شیخ فیض اللہ المتخلص بفیضی رکن اعظم دربار اکبر بادشاہ۔	سنہ ۱۰۰۰ ،،	یہ تفسیر بے نقط ہے۔
۴۱	تفسیر فتوحات الٰہیہ المعروف بالجمل	شیخ سلیمان جمل	سنہ ۱۱۹۶ ،،	
۴۲	تفسیر فتح القدیر	قاضی القضاۃ محمد بن علی بن محمد یمنی صنعانی شوکانی۔	سنہ ۱۲۵۵ ،،	بڑی ضخیم ہے۔ طبع نہیں ہوئی۔
۴۳	تاج التفاسیر	سید محمد عثمان میر غنی مکی	سنہ ۱۲۶۵ ،،	یہ تفسیر بہت مختصر ہے۔
۴۴	تفسیر فوز الکبیر	احمد بن عبد الرحیم المعروف بہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔	سنہ ۱۱۷۶ ،،	چھوٹی سی تفسیر مگر بڑی محققانہ ہے۔

نمبر شمار	نام تفسیر	نام مصنف	تاریخ وفات مصنف	کیفیت
۴۵	تفسیر فتح الخبیر	احمد بن عبدالرحیم المعروف بہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔	۱۱۷۶ھ ہجری	بہت مختصر سی تفسیر ہے۔
۴۶	فتح الرحمٰن فی ترجمۃ القرآن	ایضاً	ایضاً	
۴۷	تفسیر کمالین	مولوی سلام اللہ بن شیخ الاسلام دہلوی ہندی۔	۱۲۸۰ھ	چھوٹی سی تفسیر ہے۔
۴۸	تفسیر فتح العزیز	شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی	تیرہویں صدی	تاریخ وفات نہیں ملی۔ ناکمل ہے۔
۴۹	تفسیر فتح البیان	نواب صدیق حسن خان نواب بھوپال	۱۳۰۷ھ "	فی الحقیقت تفسیر شوکانی کا لُب لباب ہے
۵۰	ترجمان القرآن	ایضاً	"	یہ تفسیر اُردو میں ہے ناکمل چھوڑ کر انتقال کر گئے
۵۱	تفسیر الوجیز	سید محمد عبدالرشید ابن سید محمد عبدالحکیم	۱۳۱۰ھ "	تاریخ تصنیف۔
۵۲	تفسیر بحر مواج	سید صادق علی لکھنوی	×	غالباً یہ تفسیر تیرہویں صدی میں لکھی گئی ہے
۵۳	روح البیان	شیخ اسمٰعیل فیضی	×	ایضاً
۵۴	تفسیر رؤفی	شاہ رؤف احمد مجددی ہندی	×	ایضاً
۵۵	تفسیر مظہری	قاضی ثناء اللہ پانی پتی	تیرہویں صدی	یہ تفسیر چار ضخیم مجلدات میں ہے۔
۵۶	تفسیر نوابع التنزیل	مولوی ابوالقاسم شیعی لاہوری	زندہ ہے	صحابہ رضوان اللہ علیہم پر بیجا حملے کئے گئے ہیں
۵۷	تفسیر عمدۃ البیان	مولوی عمار علی تیمی	۰	
۵۸	تفسیر اکسیر اعظم	مولوی احتشام الدین مرادآبادی	۰	
۵۹	تفسیر نور الاسرار	علامہ سید محمد آفندی مفتی دمشق	زندہ ہیں	حال ہی میں شائع ہوئی ہے۔
۶۰	تفسیر فتح المنان	مولوی عبدالحق دہلوی۔	"	ایضاً
۶۱	تفسیر سید احمد خان	آنریبل سر سید احمد خاں کے سی ایس آئی علیگڈھ	۱۳۱۶ھ "	ناکمل چھوڑ کر فوت ہوئے۔
۶۲	تفسیر مطلقات الاسرار	مولوی محمد حسن امروہی۔	زندہ ہیں	اس تفسیر کو ۱۲۹۸ھ میں لکھا۔
۶۳	تفسیر محمدی	مولوی حافظ محمد لکھوکے۔	چودہویں صدی	یہ تفسیر پنجابی نظم میں ہے۔
۶۴	تفسیر صافی	ملا محسن ایرانی شیعہ	۰	اسکی تاریخ وفات معلوم نہیں اہل تشیعہ کے نزدیک معتبر ہے
۶۵	تفسیر نفح الطیب	علامہ احمد مقری مالکی مغربی	۰	ایضاً
۶۶	حاشیہ قنوی علی البیضاوی	علامہ قنوی	۰	ایضاً
۶۷	حاشیہ ابن تمجید علی البیضاوی	مصلح الدین مصطفےٰ بن ابراہیم المعروف بابن تمجید معلم سلطان محمد فاتح قسطنطنیہ	۰	ایضاً

نمبر	نام تفسیر	نام مصنف	تاریخ زمانہ مصنف	کیفیت
۶۸	تفسیر بحر الحقایق	نجم الدین ابی بکر عبد اللہ بن محمد الاسدی	.	تاریخ وفات معلوم نہیں۔
۶۹	حاشیہ صاوی علی الجلالین	شیخ احمد صاوی مالکی۔	.	ایضاً
۷۰	حاشیۃ الشہاب المسماۃ بعنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی علی البیضاوی	.	.	ایضاً
۷۱	تفسیر توضیح مجید	مولوی سید علی شیعی	.	یہ تفسیر دو ضخیم مجلدات میں ہے۔
۷۲	کتاب التفسیر	ابی الحسن علی بن ابراہیم بن ہاشم قمی	.	.
۷۳	تفسیر نیشاپوری	.	.	.
۷۴	تفسیر لطائف القرآن	.	.	تصوف کے طریق پر ہے بہت قریب کے زمانہ کی ہر حال ہی میں طبع ہو کر آئی ہے۔
۷۵	اعجاز القرآن باقلانی	قاضی ابو بکر باقلانی	.	
۷۶	غایت البرہان	مولوی محمد حسن امروہی	زندہ ہے	

انکے علاوہ اور بہت سی تفسیریں جنکی تعداد اسیقدر ہوگی جسقدر فہرست میں دکھلائی گئی ہیں ہمارے مطالعہ سے گذریں لیکن بعض ناکمل ہیں اور اکثر اس ملک میں غیر معروف ہیں لہذا ہم نے اُن کو اپنی کتاب میں درج کرنا باعث طوالت تصور کرکے نظر انداز کر دیا ہے۔

تفاسیر مذکرہ بالا کے دیکھنے سے واضح ہے کہ یہ سب تفاسیر اُس زمانہ میں لکھی گئی ہیں جسکو ختم المرسلین فخر الاولین والآخرین نے فیج اعوج سے موسوم کیا ہے۔ پس ایسی حالت میں بلا تحقیق و بلا تفکر و تدبر آنکھیں میچ کر انکی ہر بات کو معتبر تسلیم کرنا خالی از خطا نہیں بلکہ معصیت میں داخل ہے۔ ہر حال میں وہ تفسیر قبول کرنی چاہئے جو قرآن کریم کی دیگر آیات کے مخالف پڑتی ہو بلکہ برخلاف اسکے تم ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیرا کا پورا پورا ثبوت دیتے ہو۔ اور نیز احادیث صحیحہ کے مطابق اور فطرت انسانی کے مناسب حال اور خدا تعالیٰ کی فعلی کتاب یعنے فطرت اللہ کے موافق ہو اور بعید از عقل انسانی بھی نہو کیونکہ کتاب اللہ انسانوں کی اصلاح کے لئے بھیجی گئی ہے۔ اگر اُس کی تعلیم اُس کی عقل سے بالاتر ہے تو پھر ایک بھاری نقص لازم آتا ہے اس میں کچھ شک نہیں کہ ان مفسرین میں سے اکثر بڑے بڑے عالم و فاضل تھے اور اُن میں بہت سے صفت تقوی سے بہرہ ور بھی تھے اور اسی تقوے کی بنا پر انہوں نے بہت سے مقامات قرآن شریف پر رک رک کر قلم چلائی ہے۔ اور جہاں انکو مشکل پیش آئی ہے وہاں مختلف دیدہ و شنیدہ روایات کو قیل قیل سے زیب رقم فرما کر اور اپنی رائے کو دخل نہ دے کر اور من فسر القرآن برایہ کے الزام سے بچکر تقوی کی صفت پر عمل کرکے آنے والی نسلوں کو خود غور و فکر کرنے اور تحقیقات کامل سے فیصلہ کرنے کے لئے دار فانی سے الوداع کہہ گئے جزاھم اللہ خیر الجزا فی ھذہ الدنیا والآخرۃ۔

چوتھا باب

الہامی یا آسمانی کتابوں کی پیشگویوں کے بارہ میں

سب سے پہلے ہم اس باب میں یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کی سنتِ قدیمہ پیشگویوں کی نسبت کس طرح رہی ہے۔ اور کیونکر انبیاؑ اور علماء زمان اُس کا وقوع اور مصداق مانتے رہے ہیں۔ سو واضح ہو کہ توریت اور انجیل اور زبور اور دیگر صحائف انبیا پر جب نظر عمیق سے دیکھا جاتا ہے تو ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہمیشہ سے یہی سنت رہی ہے کہ اہل زمانہ کی عقل اور فہم کے مطابق پیشگویوں میں ایسے ایسے الفاظ استعمال کرتا رہا ہے۔ کہ جن کو نہ مہمل کہ سکتے ہیں اور نہ صریح۔ بلکہ کچھ اجمال کے رنگ میں رنگیں ہوتی ہیں۔ اور ایسی مجمل بھی نہیں کہ لوگوں کے ادراک سے باہر ہوں بلکہ کسی قدر اجمال کے ساتھ ایسی صراحت جس کے اوپر خفا کا پردہ ہو اور ہر طبع سلیم اُس کو بوقت وقوع خوب سمجھ سکے مگر ہر عقل کے آدمی اُس کی مخفی پہلوؤں کی وجہ سے ہر پیشینگوئی کی تہ تک نہیں پہنچ سکتے۔ اور اس طرح وہ اُس امر سے حجاب میں رہجاتے ہیں۔ اس میں ستر یہ ہے کہ اگر پیشینگوئی کے الفاظ میں ایسا خفا نہ ہوتا تو پھر ایمان بالغیب صفحۂ دنیا سے مٹ جاتا اور پھر انسان اعلےٰ مدارج کی نعمت سے جو اس ایمان بالغیب کی وجہ سے حاصل ہو سکتی ہے محروم رہ جاتا۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتوں پر اُس کے دوزخ اور بہشت پر اُسکی کتابوں اور اُس کے رسولوں پر ایمان لانے سے بڑے بڑے انعام کے وعدے دیئے گئے ہیں۔ لیکن برخلاف اِس کے سورج چاند اور ستاروں آسمان و زمین اور حیوانات و نباتات اور جمادات پر۔ ہوا۔ آگ اور پانی پر ایمان لانے سے کچھ بھی انعام کا وعدہ نہیں دیا گیا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کے سوا خواہ فرشتے ہوں یا دوزخ یا بہشت ہوں

یا کتابیں اور رسول ہوں وہ سب کی سب ویسی ہی مخلوق ہیں جیسے سورج چاند ستارے وغیرہ وغیرہ - تو کیا وجہ ہے کہ صرف اوّل الذکر چیزوں پر ایمان لانے سے انعام ملتا ہے اور موخر الذکر اشیاء پر ایمان لانے سے کچھ انعام نہیں ملتا۔ اس کا باعث بجز اس کے اور کیا ہے کہ اُن چیزوں کے ساتھ ایک خفا کی ملونی بھی لگی ہوئی ہے - لیکن ان میں کوئی خفا نہیں سب روز روشن کی طرح ظاہر و باہر ہیں - اور اگرچہ اللہ تعالیٰ یا اُس کے فرشتے یا اُس کی وحی کی کیفیت کہ کس طرح وہ کسی نبی یا ولی پر اُترتی ہے اور کسی رسول کی حقیقت پر کہ کس طرح وہ دیگر لوگوں سے ممتاز فطرت رکھتا ہے - کما ینبغی آگاہی نہیں ہوتی بلکہ فطرت سلیم اور عقل فہیم اپنی خداداد طاقتوں کے ذریعہ اللہ تعالےٰ کی ہستی پر اُس کے فرشتوں اور اُسکے دوزخ اور بہشت کے وجود پر وحی نبوت اور رسالت کے امکان پر بعض قرائن امکانیہ کی مدد سے ظن غالب تک پہنچ جاتا ہے اور پھر رفتہ رفتہ جوں جوں فکر عمیق اور غور دقیق کو کام میں لاتا ہے تو اُس کو اُن اشیائے کے وجود پر اس قدر یقین بڑھتا جاتا ہے اور اُس کا ایمان اِس حد تک ترقی کرتا ہے کہ گویا ان اشیاءؔ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے مگر یہ بات ہر ایک قسم کی عقل اور سمجھ کے مناسب حال نہیں ہوتی - ایسے لوگ صرف حسن ظن سے تقلید کے طور پر اُن کی ہستی کے قائل ہوتے ہیں - ایسے لوگوں کے لئے صرف اتنا ہی کافی ہوتا ہے کہ وہ کسی بزرگ کی صحبت میں رہکر اُسکے نمونہ پر چلکر اُس کے قول و فعل کو اپنا ذریعہ بناکر خدا تعالےٰ کی غیب الغیب ہستی پر ایمان لائیں اور اس طرح سے وہ اپنے رب سے تعلق پیدا کریں رفتہ رفتہ جوں جوں اُن لوگوں کا اُس بزرگ کی مصاحبت اور تعلقات سے تجربہ بڑھتا جائیگا - ویسا ہی اُن کا علم بھی وسیع ہوتا جائیگا اور بالآخر وہ بھی اُس مخفی نور کی جھلک سے منوّر ہونے لگ جائینگے جیسے سلیم الفطرت انسان ہوتے ہیں ؂

پس اس تمام بیان سے ہویدا ہے کہ انسان کی ترقئ مدارج و علو مراتب کے لئے ایمان بالغیب کا ہونا اشد ضروری ہے - ورنہ انسان بڑے بڑے انعاموں سے محروم رہ جاتا ہے - یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے پیشینگویوں میں کچھ نہ کچھ خفا رکھا ہے تاکہ

انسان اپنی خداداد قوائے کو استعمال میں لاکر اور اپنے نفس سے خوب جنگ کرکے عادات اور رسومات کے زنجیروں کو توڑتا ہوا اور خواہشہائے نفسانی کے قفس سے پرواز کرتا ہوا اُس نکتہ تک پہنچ جائے جہاں سے اُس رب العرش والعزّۃ کے باغ رضا سے گل محبت کی خوشبو آنے لگے اور رفتہ رفتہ اُس حیّ وقیوم کی ذات سے ایسا تعلق ہو جائے کہ اُس کے گوشۂ نفس میں اسی کی محبت کے سوا اور کسی کی جگہ نہ ہے +

یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ پیشگوئیوں اور رؤیا اور مکاشفات میں یہ ضروری نہیں ہے کہ ہو بہو موافق الفاظ پوری ہوں بلکہ بسا اوقات قرائن قویہ کی وجہ سے اُن الفاظ کی تاویل ہوتی ہے اور فی الحقیقت وہی اُن کا مقصد اور موضوع ہوتا ہے اور بظاہر بعض لوگ برخلاف الفاظ ظاہری دیکھکر اُن پر اعتراض کرنے اور انکے مصداق کو مفتری یا کذاب کہنے لگ جاتے ہیں ایسے معترضین کے اعتراض محض قلّت تدبر یا آسمانی کتابوں یا رسولوں کی بشارات سے عدم علم کی وجہ سے ہوتے ہیں ورنہ حقیقت شناس اور ماہران علم بشارات ایسی جلد بازی نہیں کرتے اور وہ ہر پہلو پر خوض اور فکر کرنے کے بعد نتیجہ تک پہنچ جاتے ہیں +

اور دوسرا اللہ تعالیٰ کا ایسی پیشگوئیوں کے اظہار سے یہ بھی مقصود ہوتا ہے کہ اُس شخص کی خلق اللہ میں جن کی ہدایت کے لئے وہ اُس کو مامور کرتا ہے عزت اور عظمت ظاہر ہو اور معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالےٰ کی اُس مامور من اللہ کے ساتھ کیسی معیت ظاہر ہوتی ہے۔ اس لئے وہ پیش از وقت اُس کے ذریعہ سے ایک غیب کی بات جہان میں ظاہر کراتا ہے اور جب اُس کا وقوع اُسی طرح ہو جاتا ہے۔ جیسا اُسی خدا کے مرسل نے ابتدا ہی میں بتایا تھا تو پھر اُن لوگوں میں اُس خدا کے بھیجے ہوئے کی گہری محبت دل پر بیٹھ جاتی ہے اور وہ اُس کے نقش قدم پر چل کر اس ناپاک اور گندی زندگی سے نجات پاکر ابدی زندگی کے وارث بن جاتے ہیں +

اب ذیل میں تین چار انبیا کے بشارات درج کرتے ہیں تاکہ ناظرین اُن کو پڑھکر صحیح نتیجہ تک پہنچ جائیں کہ کیونکہ کلام الٰہی اور کلام انبیا میں بشارات آتے ہیں۔

اور کیونکر لوگ اُن کے مصداق کو تسلیم کر لیتے ہیں اور کیونکر اُن بشارات کے مخفی اور عمیق ہونیکی وجہ سے لوگ غلطی کھا لیتے ہیں بلکہ بعض دفعہ انبیار پر بھی اُن کی اصلی حقیقت نہیں کھلتی اور صحیح انکشاف کے ساتھ اُن بشارات کے مصداق کو نہیں پا سکتے +

واضح ہو کہ جن انبیار کا ہم نظیراً ذکر کرنا چاہتے ہیں وہ حضرت یحییٰ ع۔ حضرت عیسےٰ ع اور حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت یونس علیہ السلام ہیں۔ اوّل میں حضرت یحییٰ ع کی نسبت شروع کر کے پھر درجہ بدرجہ سب کا ترتیب وار بیان کرونگا +

(۱) ملاکی نبی کی کتاب کے چوتھے باب کی پانچویں آیت میں یہ پیشینگوئی ہے۔ دیکھو خداوند کے بزرگ اور ہولناک دن کے آنے سے پیشتر میں الیاہ نبی کو تمہارے پاس بھیجوں گا۔ اس پیشینگوئی میں یہ اشارہ ہے کہ اول ایلیاہ نبی آئینگے۔ پھر حضرت عیسےٰ علیہ السلام آئینگے +

اس پیشینگوئی کے متعلق حضرت عیسےٰ علیہ السلام انجیل متی باب ۱۱ ورس ۷ لغایت ۱۵ میں فرماتے ہیں۔ جب وے روانہ ہوئے یسوع یوحنا کی بابت جماعتوں سے کہنے لگا کہ تم جنگل میں کیا دیکھنے کو گئے کیا ایک سرکنڈا جو ہوا سے ہلتا ہے پر تم کیا دیکھنے کو گئے کیا ایک مرد کو جو مہین کپڑے پہنے ہے۔ دیکھو جو پوشاک پہنتے ہیں وہ تو بادشاہوں کے محلوں میں رہتے ہیں۔ پھر تم کیا دیکھنے کو گئے۔ کیا ایک نبی کو۔ ہاں میں تم سے کہتا ہوں بلکہ نبی سے بڑا۔ کیونکہ یہ وہ ہے جس کی بابت لکھا ہے کہ دیکھو میں اپنا رسول تیرے آگے بھیجتا ہوں جو تیرے آگے تیری راہ درست کرے گا۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اُن میں سے جو عورتوں سے پیدا ہوئے یوحنا بپتسمہ دینیوالے سے کوئی بڑا ظاہر نہیں ہوا لیکن جو آسمان کی بادشاہت میں چھوٹا ہے سو وہ اُس سے بڑا ہے کیونکہ سب نبی اور توریت نے یوحنا کے وقت تک آگے کی خبر دی ہے۔ اور الیاس جو آنے والا تھا۔ یہی ہے۔ چاہو تو قبول کرو۔ جس کسی کے کان سننے کے ہوں سنے +

ان دو نو کتابوں یعنی ملاکی نبی اور متی کی کتاب سے ظاہر ہے کہ اول ملاکی نبی نے بالہام و وحی الٰہی خبر دی کہ حضرت عیسےٰ ؑ کے آنے سے پہلے اول ایلیاہ یعنے حضرت الیاس ؑ آئینگے اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے بوحی الٰہی لوگوں پر ظاہر کیا کہ یوحنا یعنی یحیےٰ ؑ زکریا ؑ کا بیٹا وہی ایلیاہ ہے چاہو تو قبول کرو +

لیکن یوحنا کے باب اوّل ورس ۱۹ تا ۲۱ میں یوں ہے - اور یوحنا کی گواہی یہ تھی جبکہ یہودیوں نے یروشلم سے کاہنوں اور لاویوں کو بھیجا کہ اُس سے پوچھیں کہ تو کون ہے اور اُسنے اقرار کیا اور انکار نہ کیا بلکہ اقرار کیا کہ میں مسیح نہیں ہوں - تب انہوں نے اس سے پوچھا تو اور کون ہے - کیا تو الیاس ہے اُس نے کہا میں نہیں ہوں - اس سے صاف ظاہر ہے کہ اسکی حقیقت خود حضرت یوحنا کو نہیں معلوم ہوئی - حالانکہ خود یوحنا کو اس کا علم تھا کہ مسیح کے پہلے آنیوالا میں ہوں اور مسیح ؑ اُس کے بعد آنیوالا ہے - چنانچہ انجیل یوحنا باب ۱ ورس ۱۵ و ۱۷ میں لکھا ہے یوحنا نے اُسکی بابت گواہی دی اور پکارکے کہا یہ وہی ہے - جس کا ذکر میں کرتا تھا کہ وہ جو میرے پیچھے آنے والا ہے مجھ سے مقدم ہے - کیونکہ وہ مجھ سے پہلے تھا اور آیات ۱۵ و ۱۷ میں یہ لکھا ہے - کیونکہ شریعت موسےٰ ؑ کی معرفت دی گئی مگر فضل اور سچائی یسوع مسیح کے پیچھے +

مگر حضرت مسیح علیہ السلام نے صاف کہ دیا کہ یوحنا ہی الیاس ؑ ہے دیکھو انجیل متی باب ۱۷ آیت ۱۰ تا ۱۲ جس میں لکھا ہے اور اُس کے شاگردوں نے اُس سے پوچھا کہ پھر فقیہ کیوں کہتے ہیں کہ پہلے الیاس ؑ کا آنا ضروری ہے - یسوع نے اُنھیں جواب دیا کہ الیاسؑ البتہ پہلے آویگا اور سب چیزوں کا بندوبست کرے گا پھر میں تم سے کہتا ہوں کہ الیاسؑ تو آچکا لیکن انہوں نے اُس کو نہیں پہچانا بلکہ جو چاہا اُس کے ساتھ کیا" +

اِن سب آیات انجیل سے ظاہر ہے کہ حضرت یحییٰ ؑ کو برنگ الیاس ؑ یعنی اُس کا مثیل ہونا نہ کھلا - دوسری یہ بات بھی ثابت ہے کہ یوحنا اور الیاسؑ دو مختلف لفاظ تھے اور صریح معلوم ہوتا تھا کہ دو مختلف اشخاص کے نام ہیں اور

بات بھی یقینی تھی کیونکہ الیاسؑ بہت مدت پہلے گذر چکے تھے اور حضرت یحییٰؑ یعنی یوحنا مسیح علیہ السلام کے ہمعصر اور پیر بھی تھے لیکن حضرت مسیح ع نے الہام الٰہی سے ظاہر کر دیا کہ لوگونکو سمجھنے میں مغالطہ لگا ہے۔ جو وعدہ کہ الیاسؑ کے واپس آنے کا دیا گیا تھا وہ بروزی طور سے تھا اور اُس سے مراد ایک ایسے شخص سے تھی جو اُس کے رنگ اور خصلت میں آئیگا اور اُس کا مثیل ہوگا نہ کہ اُس کا عین۔ اِسی لئے حضرت مسیح ع کو کہنا پڑا کہ جو آنیوالا تھا وہ تو آگیا۔ پس اس سے صاف کھل گیا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک شخص خواہ اُس کا کچھ ہی نام ہو دوسرے شخص کا نام اس وجہ سے حاصل کرسکتا ہے کہ اُس کی خو اور صفت میں کچھ موافقت و مناسبت رکھتا ہو۔ تیسری بات اس سے یہ بھی نکلتی ہے کہ پیشینگوئی کی حقیقت پر اللہ تعالیٰ جس کو چاہے آگاہی دے اور جس کو چاہے نہ دے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ علماء یہود باوجود علم وفضل کے اُس کی حقیقت تک نہ پہنچ سکے اور اسی لئے ایک جلیل القدر نبی کی نبوت سے محروم رہکر خَسِرَ الدُّنْیَا وَ الْآخِرَۃَ کے مصداق بنے چوتھی یہ بات بھی نکلتی ہے کہ گاہے گاہے ایسے امور میں مومنین کو بھی شک اور تردّد پیش آجایا کرتے ہیں۔ جیسے حواریّوں کو حضرت یوحنا کے ایلیاہ ہونے کی نسبت ہوا اور اس تردد کی بنا پر حضرت مسیح ع سے سوال کیا کہ فقیہ کیا کہتے ہیں اور خود حل نہ کرسکے مگر مسیحؑ نے جب انکو بتا دیا تو وہ ساکت ہوئے اور ایمانی طور سے مان گئے اور منکر نہیں ہوئے۔ کیونکہ انہوں نے مسیحؑ کو جب دیگر قرائن سے پہچان کر اپنا پیشوا تسلیم کرلیا تھا تو ایک ایسے امر سے جو بظاہر اُنکی عقل اور سمجھ سے بالا تھا اُس کے کہنے پر عامل ہوئےؑ اور کوئی چون چرا نہیں کیا۔ یہی تو مابین اتقیا و اشقیا مابہ الامتیاز ہے۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ

بشارات مسیحؑ

اب ہم بشارات مسیح علیہ السلام کی نسبت کتب سابقہ سے مختصر سا حال لکھتے ہیں اور دکھاتے ہیں کہ کیسے مجمل اور مہمل الفاظ ہیں لیکن پھر بھی اُن پیشینگوئیوں کا مصداق مسیح کو بنایا گیا۔

(۱) یسعیاہ باب ۷ ورس ۱۴ میں ہے کہ ایک کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا جنیگی۔ اور اُس کا نام عمانوئیل رکھیگی اس پیشینگوئی میں کیسے مجمل الفاظ ہیں اوّل ایک کنواری حاملہ ہوگی یہاں نہیں بتایا گیا کہ فلان لڑکی فلان شخص کی بیٹی فلان قوم اور فلان شہر کی رہنے والی ہوگی صرف ایک کنواری کا لفظ ظاہر کیا گیا۔ اور دوسرا لفظ جو اس پیشینگوئی میں ہے وہ یہ ہے کہ اُس کا نام عمانوئیل رکھیگی۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں۔ کہ عمانوائیل کبھی نہیں پکارا گیا بلکہ یسوع ؑ ہی نام رکھا گیا۔ اور اسی نام سے اپنی قوم اور خداتعالیٰ کی کلام میں مشہور ہوا مگر پھر بھی یسوعؑ کو عمانوائیل ہی مانا گیا +

۲۔ یسعیاہ باب ۸ ورس ۳ میں لکھا ہے۔ اور میں نبیہ کے پاس گیا سو وہ پیٹ سے ہوئی اور ایک بیٹا جنی تب خداوند نے مجھے کہا اُس کا نام مہیر شالال حاش بز رکھ۔ اس پیشینگوئی میں نبیہ اور مہیر شالال حاش بز قابل غور ہیں اسی نبی یسعیاہ کی معرفت سات باب میں کہا گیا کہ ایک عورت حاملہ ہوگی اور لڑکا جنیگی اور اُس کا نام عمانوائیل رکھیگی۔ اور اس باب میں اُسی نبی کی معرفت ظاہر کیا گیا۔ کہ ایک نبیہ بیٹا جنیگی اور اُس کا نام مہیر شالال حاش بز رکھیگی۔ ان دونو باتوں میں کس قدر اختلاف ہے اور انسان کس قدر دھوکہ کھا سکتا ہے بلکہ بظاہر انسان ہرگز تسلیم نہیں کرسکتا کہ یہ پیشگوئیاں ایک ہی شخص کی نسبت ہیں۔ لیکن عیسائیوں میں بالاتفاق مانا گیا ہے کہ یہ الفاظ ایک ہی شخص یعنی مسیح کی نسبت تھے حالانکہ مہیر شالال حاش بز کے نام سے مسیح علیہ السلام کبھی نہیں پکارے گئے جیسے کہ آگے ظاہر ہوگا +

۳۔ انجیل متی باب ۱ آیت ۱۸ لغایت ۲۱ میں ہے۔ اب یسوع مسیح کی پیدائش یوں ہوئی کہ جب اُسکی ماں مریم کی منگنی یوسف کے ساتھ ہوئی تو اُن کے اکٹھے آنے سے پہلے وہ روح القدس سے حاملہ پائی گئی۔ تب اُس کے شوہر یوسف نے جو راستباز تھا اور نہ چاہا کہ اُسے تشہیر کرے ارادہ کیا کہ اُسے چپکے سے چھوڑ دے۔ اور وہ اِن باتوں کی سوچ ہی میں تھا کہ دیکھو خداوند کے ایک فرشتہ نے اُس پر خواب میں

ظاہر ہو کے کہا اے یوسف ابن داؤد اپنی جورو مریم کو اپنی یہاں لوا لانے سے مت ڈر کیونکہ جو اُس کے رحم میں ہے سو وہ روح القدس سے ہے اور وہ بیٹا جنیگی اور تو اُس کا نام یسوؔع رکھیگا۔ اِن آیات ادر آیات یسعیاہ نبی میں کس قدر اختلاف ہے۔ پہلے عمانوائیل پھر مہیر شالال حاش بز اور پھر انجیل متی میں یسوؔع نام ظاہر کیا گیا باوجود اس قدر اختلافات کے ان سب باتوں کو تسلیم کیا گیا۔ کیونکہ اسی متی کی انجیل کی ۲۲ و ۲۳ آیات میں ہے یہ سب کچھ جو خداوند نے نبی کی معرفت کہا تھا پورا ہوا کہ دیکھو ایک کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا جنیگی اور اُس کا نام عمانوائیل رکھینگے +

امورات متذکرہ بالا کی تصدیق متی باب ۱۔ درس ۲۵ سے یوں ہوتی ہے۔ پھر اُسکو نہ جانا جب تک کہ وہ اپنا پلوٹھا بیٹا نہ جنی اور اُس نے اُس کا نام یسوؔع رکھا۔ اب ظاہر ہے کہ یسعیاہ نبی نے پیشگوئی کی کہ ایک حاملہ بیٹا جنیگی اور اُس کا نام عمانوائیل رکھیگی اور اُسی نبی کی کتاب میں ہے کہ فرشتہ نے خدا کا حکم سنایا۔ کہ اُس کا نام مہیر شالال حاش بز رکھنا لیکن جب وہ پیدا ہوا تو اُس کا نام یسوؔع رکھا۔ اور اسی نام سے ہی مشہور ہوا +

۴۔ میکہ نبی کی کتاب باب ۵ آیت ۲ میں ہے۔ بر اے بیت لحم افراتاہ ہر چند کہ تو یہوداہ کے ہزاروں میں شامل ہونیکے لئے چھوٹا ہے تو بھی تجھ میں سے وہ شخص نکلے گا کہ جو مجھ پاس آوے گا اور جو اسرائیل میں حاکم ہوگا۔ اس آیت میں اتنا ثابت ہوتا ہے کہ ایک شخص بیت لحم سے نکلکر خدا کا مقرب ہوگا اور پھر اسرائیلیوں پر حکومت کریگا۔ اِس کی تصدیق انجیل متی باب ۲ آیت ایک سے ہوتی ہے جس میں لکھا ہے کہ جب یسوؔع ہیروڈیس بادشاہ کے وقت یہودیہ کے بیت لحم میں پیدا ہوا یہاں پر بیت لحم کے پیدا ہونیوالے شخص کی تخصیص ہوگئی اور بتلا دیا گیا کہ وہ شخص یسوؔع ہے مگر فی الحقیقت دیکھو تو الفاظ وحی میں نام نہیں بتلایا گیا۔ صرف قرائن سے یسوؔع کو مصداق بنایا گیا +

دوسرا امر اس پیشگوئی کے الفاظ میں یہ تھا۔ کہ اسرائیل میں حکومت کرے گا

یہ بات بظاہر مسیح ؑ کو نصیب نہیں ہوئی۔ مگر عیسائیون نے اس حکومت سے حکومت روحانی مراد لی ہے۔ ورنہ اگر جسمانی مراد ہوتی تو پھر پیشینگوئی جھوٹی جاتی میکہ باب ۲ ورس اول سے لغایت ۲۔ میں یہ لکھا ہے۔ اور جب یسوع ہیرودیس بادشاہ کے وقت یہودیہ کے بیت لحم میں پیدا ہوا۔ تو دیکھو کئی مجوسیوں نے پورب سے یروشلم میں آکے کہا کہ یہودیوں کا بادشاہ جو پیدا ہوا سو کہاں ہے کہ ہم نے پورب میں اُس کا ستارہ دیکھا ہے۔ اِن آیات میں مسیح کو ستارہ کی صورت میں مجوسیوں پر ظاہر کیا گیا ہے۔ حالانکہ بظاہر انسان کو ستارہ سے کیا نسبت ہے مگر عالم کشف میں کسی عالم ربانی یا امام زمان کو ستارہ کی صورت میں دکھلایا جاتا ہے۔ اور یہی سنت اللہ ہے۔ یا یہ کہ اُن کی کتابوں میں لکھا ہوگا کہ جب مسیح علیہ السلام پیدا ہونگے تو اُن کی تصدیق کیلئے مشرق کی طرف سے ایک خاص قسم کا ستارہ طلوع کرے گا۔ اس بنا پر تلاش میں نکلے ہونگے +

اِن آیات میں ایک لفظ بادشاہ ہے جو مجوسیوں کی زبان سے مسیح ؑ کی نسبت نکلا ہے۔ اگر ظاہر الفاظ کا خیال کیا جاوے تو مسیح ؑ کسی صورت میں بھی بادشاہ تو کیا ایک چھوٹا سا حاکم بھی نہیں ہوا۔ اِسی لئے اِس کی تاویل بھی کی گئی ہے کہ رُوحانی بادشاہ تھا اور یہ بات واقعہ میں درست بھی ہے۔ اور اس کی تصدیق یرمیاہ نبی کی کتاب کے باب ۳۶ آیت ۳۰ سے ہوتی ہے۔ جس میں لکھا ہے۔ کہ اِس لئے یہوداہ کے بادشاہ یھویقیم کی بابت خداوند یوں کہتا ہے۔ کہ اُس کی نسل میں سے کوئی نہ رہے گا۔ جو داؤد کے تخت پر بیٹھے اور انجیل متی باب ۱۔ ورس ۱۶ میں تسلیم کیا گیا ہے کہ یسوع یواقیم یا یھویقیم کاب کی نسل سے ہے۔ اس سے بخوبی روشن ہے کہ مسیح کے لئے جسمانی سلطنت نہ ہوگی مگر مسیح کے وقت میں اوّل لوگوں نے یہی گمان کیا تھا۔ کہ جسمانی بادشاہ ہوگا ورنہ ہیرودیس اور اُس کی جماعت کو کیوں خوف پیدا ہوا۔ اور کیوں سینکڑوں بچے قتل کرائے گئے

۸ کتاب زکریاہ کے باب ۳ ورس ۸ میں ہے کہ دیکھ میں اپنے بندے شاخ نامی کو پیش لاؤنگا +

پھر اسی کتاب کے باب ۶ میں ہے دیکھ وہ شخص جس کا نام شاخ ہے - وہ اپنی جگہ سے اُگے گا اور خداوند کی ہیکل کو بنائے گا - اور وہ صاحب شوکت ہوگا - اور اپنے تخت پر جلوس کر کے کاہن بھی ہوگا +

پھر یسعیاہ نبی کی کتاب کے باب ۴ ورس ۲ میں ہے - اُس دن خداوند کی شاخ شوکت اور حشمت ہوگی اور یرمیاہ نبی کی کتاب کے باب ۲۳ ورس ۵ میں ہے کہ میں داؤد کے لئے صداقت کی ایک شاخ نکالونگا - اور ایک بادشاہ بادشاہی کرے گا اور اقبالمند ہوگا اور عدالت اور صداقت زمین پر کریگا +

یسعیاہ باب ۱۱ ورس ۱-۲ میں لکھا ہے یسی کے تنے سے ایک کونپل نکلے گی - اور اُس کی جڑوں سے ایک پھلدار شاخ پیدا ہوگی اور خداوند کی روح اُس پر ٹھیریگی - واضح ہو کہ یسی حضرتؑ داؤد کے باپ کا نام ہے +

اور انجیل لوقا باب ۲ آیت ۶۹-۷۰ میں ہے اور ہمارے لئے نجات کا سینگ اپنے بندے داؤد کے گھر میں سے نکال کے کھڑا کیا - جیسا اُسنے اپنے پاک نبیوں کی معرفت جو دنیا کے شروع سے ہوتے آئے کیا - اِن سب کتابوں سے معلوم ہوتا ہے - کہ اللہ تعالےٰ نے ایک شاخ کا وعدہ دیا اور شاخ ایک ایسا لفظ ہے جو درخت اور سینگ پر بھی آسکتا ہے - لیکن یہاں مراد مسیحؑ سے لی گئی جو حضرت داؤد کی نسل سے ہے دیکھو اعمال باب ۱۳ ورس ۲۳ میں ہے اُسی کی نسل سے خدا نے اپنے دعوے کے موافق اسرائیل کے لئے نجات دینے والا یسوع کو اٹھایا - اور یہاں شاخ کے معنی نسل کے لئے گئے ہیں - لیکن بموجب اناجیل مروجہ حضرت مسیح نہ تو اقبالمند ہوئے اور نہ انہوں نے بادشاہی کی اور نہ کوئی عدالت کا اُنہیں موقع ملا - اور یہی وجہ ہے کہ یہودیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کو قبول نہ کیا - بلکہ مفتری اور کذاب خیال کر لیا

(۶) زبور باب ۴۵ آیت ۸ و ۹ میں ہے تیرے سارے لباس سے مُر اور عود اور تج کی خوشبو آتی ہے اور ہاتھی دانت کے محلوں کے درمیان انہوں نے تجھ کو خوش کیا ہے بادشاہوں کی بیٹیاں تیرے عزّت والیوں میں ہیں - عیسائی تسلیم کرتے ہیں کہ یہ آیات بھی یسوع کے بارہ میں ہیں مگر اُن کا وقوع کبھی بھی ثابت نہیں کرتے

جہاں تک ہم آیات متذکرہ بالا پر غور کرتے ہیں عیسائیوں کے پاس کوئی جواب نہیں ہے کیونکہ وہ کسی صورت میں یسوع کو بادشاہ اور حاکم اور اقبالمند اور پھلدار درخت اور باشان و شوکت انسان جسکے کپڑوں سے خوشبوؤں کی لپٹ آتی ہو اور بادشاہوں کی بیٹیاں اُس کے دائیں بائیں ہوں ثابت نہیں کر سکتے صرف اندھا دھند بے دلیل یہ ساری باتیں مسیح پر تھوپتے چلے جاتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ یہودی اُس سے انکاری رہے۔ لیکن اُن کو اگر حقیقت حال سے آگاہی ہوتی تو پھر نہ عیسائیوں کو اور نہ یہودیوں کو اُسکے تسلیم کرنے میں دقت رہتی۔ کیونکہ حقیقت میں یسوعؑ صلیب پر نہیں مرے بلکہ جیسے کہ پیشگوئیوں میں ہے کہ مردوں سے جی اُٹھے گا۔ چنانچہ وہ اُٹھا اور اپنے حواریوں سے ملتا رہا اور آخر اپنے اُس مشن کے لئے جس کے لئے وہ اصل میں مامور ہؤا تھا یعنے بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑون کے لئے نکلا اور جہاں جہاں وہ تھیں اُن کو تلاش کیا اور اُن میں وہ با اقبال بھی ہؤا۔ اور اُس کے کپڑوں سے بھی خوشبوؤں کی لپٹیں آئیں۔ اور ہاتھی دانت کے محلوں میں بھی داخل ہؤا جو ہندوستان میں تھے اور تمام قوموں پر حکومت بھی کی اور اُس کے نام کے سکہ بھی جاری ہوئے اور بادشاہوں کی بیٹیاں بھی اُس کے دائیں بائیں رہیں + ہم اس مضمون کو دوسرے باب میں مفصل بیان کرینگے +

بشارات محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

اب ہم حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بشارات کتب سابقہ سے بیان کرتے ہیں اور دکھاتے ہیں کہ باوجود صاف اور صریح پیشگوئیوں کے بھی بدظنی کرنے والے اور حسد اور کینہ رکھنے والے کبھی بھی ہدایت یاب نہیں ہو سکتے +

(۱) کتاب پیدائش کے باب ۱۲ ورس ۶ لغایت ۸ میں ہے۔ اور ابراہام اُس ملک میں سکم کی بستی اور مورہ کے بلوط تک گذرا اسوقت ملک میں کنعانی تھے۔ تب خداوند نے ابراہام کو دکھلائی دیکے کہا کہ یہی ملک میں تیری نسل کو دونگا۔ اور اُس نے وہاں خداوند کے لئے جو اُس پر ظاہر ہوا ایک قربان گاہ بنائی اور وہاں سے روانہ ہو کے

اُس نے بیت ایل کے پورب کے ایک پہاڑ کے پاس اپنا ڈیرا کھڑا کیا - ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم سے وعدہ کیا اور دکھلایا کہ ملک شام تیری اولاد کو دونگا چنانچہ اُس کی اولاد کے سوا ابتک وہ ملک کسی اور قوم کے قبضہ میں نہیں ہے - اس سے ظاہر ہے کہ دو ہزار برس پہلے وعدہ کیا گیا تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ ملک عطا ہوگا - لیکن یہودیوں اور عیسائیوں نے صرف اُس کو حضرت اسحاق تک ہی محدود رکھا - اور راستی اور صداقت سے ہمیشہ کے لئے محروم ہوگئے - اور دوسرا اس سے بیت اللہ کا بھی پورا ثبوت ملتا ہے - کیونکہ جب شام کے ملک سے نکلکر آگے بڑھے اور چلتے چلتے آخر ایک ایسی جگہ پر مقام کیا - جس کے مغرب کی طرف بیت اللہ تھا تو دیکھو وہ کوہ صفا تھا جس کے متصل انہوں نے ڈیرہ لگایا تھا - اس سے بھی صریح اشارہ نکلتا ہے کہ حضرت اسمٰعیل ؑ کی اولاد کو وہ ملک جس کا اوپر ذکر ہوا ملے گا *

(۲) پھر پیدائش باب ۱۳ آیات ۱۴ سے لغایت ۱۷ میں ہے اور بعد اس کے کہ لوط اُس سے جدا ہوا خداوند نے ابراہام سے کہا کہ اپنی آنکھ اُٹھا اور اُس جگہ سے جہاں تو ہے اُتر اور دکھن اور پورب اور پچھم کو دیکھ کہ یہ تمام ملک جو تو اب دیکھتا ہے - میں تجھکو اور تیری نسل کو ہمیشہ کے لئے دونگا اور تیری نسل کو میں زمین کی خاک کی مانند بناؤنگا کہ اگر کوئی آدمی زمین کی خاک کو گن سکے تو تیری نسل بھی گنی جائیگی - اس سے بھی ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ابتک اُس زمین پر قابض ہیں - گو دشمنوں اور غیر اقوام نے بڑی بڑی چڑھائیں کیں اور یورپ کے کل بادشاہ اُسکے حاصل کرنے کے لئے متفق ہو کر لاانتہا فوجیں چڑھا لائے مگر خداوند تعالےٰ نے چونکہ ہمیشہ کے لئے ابراہیم کی نسل کے واسطے وعدہ کیا تھا اس لئے کوئی اس پیشینگوئی کو جھٹلا نہ سکا - مگر باوجود اسکے عیسائی ایسا کھلا نشان دیکھ کر بھی ایمان نہ لائے - اور ابتک اڑے ہوئے ہیں *

۳ - کتاب پیدائش کے باب ۱۷ ورس ۷ و ۸ میں اس سے بھی زیادہ وضاحت ہے - اور میں اپنے اور تیرے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان اُن کی

بہشت در پشت کے لئے اپنا عہد یا ہمیشہ کا عہد ہو کرتا ہوں کہ میں تیرا اور تیرے بعد تیری نسل کا خدا ہونگا اور میں تجھ کو اور تیرے بعد تیری نسل کو کنعان کا تمام ملک جس میں تو پردیسی ہے دیتا ہوں کہ ہمیشہ کے لئے ملک ہو اور میں اُن کا خدا ہونگا دیکھو یہ کیسی صریح پیشگوئی ہے۔ اگر اس سے مراد صرف حضرت اسحاق کی اولاد تھی۔ تو پھر یہ پیشگوئی غلط جاتی ہے۔ اگر اس میں ابراہیم کی اولاد سے حضرت اسحٰق اور حضرت اسمٰعیل مراد تھے تو پیشگوئی کیسی کامل طور سے پوری ہو گئی ہے کیونکہ بعد اولا اسحاق ۱۳ سو برس سے برابر بلا تزلزل حضرت محمدؐ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے قبضہ میں ہے جو بنی اسمٰعیل ہیں مگر عیسائی اور یہودی ابتک اِس کے سمجھنے سے قاصر ہیں +

(۴) اس سے بڑھکر کتاب پیدائش کے باب ۱۵ آیت ۱۸ میں اور بھی تصریح ہے۔ اُسی دن خداوند نے ابرہام سے عہد کر کے کہا کہ میں تیری اولاد کو یہ ملک دونگا۔ مصر کی ندی سے لیکے بڑی ندی تک جو فرات کی ندی ہے۔ اس آیت میں حدود ملک بھی بتا دیگئی ہیں لیکن عیسائی اور یہودی پھر بھی منکر ہی ہیں +

(۵) کتاب پیدائش باب ۱۳ آیت ۱۶ میں ہے۔ اور تیری نسل کو میں زمین کی خاک کی مانند بناؤنگا کہ کوئی آدمی زمین کی خاک کو گن سکے تو تیری نسل بھی گنی جائیگی۔ اس سے بھی مسلمانوں کی قوم کا کیسا ثبوت ملتا ہے باوجودیکہ بڑی بڑی مردم شماری ہوئی۔ مسلمانوں کی تعداد کا اب تک ٹھیک پتہ نہ ملا۔ دوسرے بنی اسرائیل جو بابل سے جلاوطن ہو کر ممالک مشرقی میں آباد ہو گئے تھے اب تک انکو کوئی تحقیق نہیں کر سکا اور اسیواسطے اُن کا شمار بھی ناممکن ہو گیا ہے +

آیات متذکرہ بالا کی وضاحت ذیل کی آیات سے اور بھی زیادہ ہوتی ہے۔ دیکھو پیدائش باب ۱۶ آیت ۱۰ جس میں لکھا ہے۔ پھر خداوند کے فرشتے نے اسے (یعنی ہاجرہ سے) کہا کہ میں تیری اولاد کو بہت بڑھاونگا کہ وہ کثرت کیوجہ سے گنی نہ جائے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ کل امت محمدیہ کا گننا تو درکنار صرف بنی اسمٰعیل کے لوگ جو عرب کی سرزمین میں رہتے ہیں کوئی گن نہیں سکا۔ کیسی کھلی صداقت ہے +

(۶) پھر پیدائش باب ۱۷ اُن آیت ۲۰ میں ہے۔ اور اسمٰعیل کے حق میں میں نے تیری

سنی - دیکھ میں اُسے برکت دونگا اور اُسے برومند کرونگا اور اُسے بہت بڑھاؤں گا۔
اور اُس سے بارہ سردار پیدا ہونگے - اور میں اس سے بھی بڑی بناونگا - اس آیت سے
بھی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد کی ترقی کا کھلا بیان ہے - گو حضرت اسحاق ع کی اولاد بھی شامل ہے۔
(۷) کتاب استثنا باب ۱۸ ورس ۱۸ میں ہے میں اُن کے لئے اُن کے بھائیوں میں سے
تجھ سا ایک نبی پیدا کرونگا اور اپنا کلام اُس کے مُنہ میں ڈالونگا دیکھو کیا صاف ہے
کہ نبی اسحاق کو مخاطب کر کے کہا گیا کہ تمہارے بھائیوں میں سے یعنی نبی اسمٰعیلؑ میں سے
ایک نبی موسےٰ ع سا پیدا کرونگا - یہ پیشگوئی سوائے حضرت محمدؐ رسول اللہ صلے اللہ علیہ
و آلہ وسلم کے اور کسی پر صادق نہیں آسکتی کیونکہ نبی اسمٰعیل ع ہی میں سے وہ پیدا ہوئے
اور نبی اسمٰعیل ہی بنی اسرائیل کے بھائی ہیں - اور سوا اُن کے کون ہے کہ بھائی ہونے کا
دعوے کرے - اور نبی اسمٰعیل میں سے سوائے حضرت محمدؐ رسول اللہ کے اور کوئی بھی نبی نہیں
ہوا - اور یہ جو لکھا ہے کہ موسےٰ ع جیسا نبی پیدا کیا جائیگا سو سوائے ختم المرسلین کے اور کوئی
ایسا بھی نہیں ہوا - جسکی مماثلت حضرت موسےٰ علیہ السلام سے ثابت ہوتی ہو - اور محمد رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کی مماثلت حضرت موسےٰؑ سے بوجوہات ذیل ہے +
(۱) جیسی زبردست شریعت یعنی کتاب توریت حضرت موسےٰ کو دی گئی ایسا ہی ایک
نہایت ہی زبردست اور غیر متبدل شریعت یعنی قرآن مجید حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم کو دیا گیا +
(۲) جیسے حضرت موسےٰ نے ملک مصر سے ہجرت کی ایسے ہی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم نے ہجرت کی +
(۳) حضرت موسےٰ نے بھی شہر یثرب میں بعد ہجرت پناہ لی ایسا ہی حضرت محمد رسول اللہ
صلعم نے بھی شہر یثرب یعنی مدینہ میں پناہ لی -
(۴) جیسے حضرت موسےٰ پر کلام خدا بلفظہ نازل ہوا ایسا ہی حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم پر قرآن شریف بلفظہ نازل ہوا +
(۵) حضرت موسےٰ نے بھی کفار کے ساتھ جہاد کیا ایسا ہی حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم نے بھی کفار سے جہاد کیا +

(۶) جناب موسٰے علیہ السلام نے بھی دنیاوی بادشاہت بنی اسرائیل میں قائم کی ایسا ہی حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دنیاوی سلطنت بنی اسمٰعیل میں قائم کی

(۷) جناب موسٰے علیہ السلام نے ملک فتح کئے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی ملک فتح کئے +

(۸) حضرت موسٰے علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے متفرق اور اسیر قوم کو ایک جگہ جمع کیا ایسا ہی حضرت محمدؐ رسول اللہ صلعم نے بنی اسمٰعیل کی متفرق جماعتوں کو ایک جگہ جمع کیا

(۹) جیسے حضرت موسٰے کی شریعت قائم رکھنے اور تجدید کے لئے یکے بعد دیگرے انبیاء آئے ایسا ہی حضرت محمدؐ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے قائم رکھنے اور تجدید کرنے کے لئے مجددین آتے رہے +

(۱۰) جیسے حضرت موسٰے کے بعد ۱۴۰۰ برس بعد بنی اسرائیل کے گھرانیکی نبوت کا خاتم حضرت عیسٰے علیہ السلام نبی ناصری تھا ایسا ہی حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قریب چودہ سو برس بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام خاتم ولایت قریش ہیں +

(۱۱) جیسے حضرت مسیح علیہ السلام نبی ناصری تابع شریعت موسوی نے توریت شریف کی تفسیر بہ وحی الٰہی دنیا پر ظاہر کی تھی۔ ایسا ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام تابع شریعت محمدی نے قرآن کی اصلی تفسیر ظاہر کی +

(۱۲) جیسے خاتم نبوت بنی اسرائیل نے علماء وقت کی غلطیاں ظاہر کیں ایسا ہی خاتم ولایت محمدی نے علماء وقت کی غلطیاں ظاہر کیں +

غرض ان وجوہات سے حضرت محمد صلعم و حضرت موسٰے میں مماثلت ثابت ہوتی ہے +

(۸)۔ زبور باب ۱۱۹۔ آیت ۲۲ میں ہے وہ پتھر جسے معماروں نے رد کیا کونے کا سرا ہو گیا پھر اسی باب کی ۲۶ آیت میں ہے مبارک ہے وہ جو خداوند کے نام سے آتا ہے۔

زکریاہ باب ۴۔ آیت ۷ میں ہے۔ اور وہی پتھر یہ پکارتے ہوئے نکالیگا۔ کہ اُس پر فضل اُس پر فضل +

پھر انجیل متی باب ۲۱ آیت ۴۲۔ ۴۴ میں یسوع نے انہیں کہا کہ تم نے نوشتوں میں کبھی نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو راج گیروں نے ناپسند کیا وہی کونے کا سرا ہوا۔ یہ خداوند

کی طرف سے ہے اور ہماری نظروں میں عجیب اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے لے لیجائیگی اور ایک قوم کو جو اُس کا میوہ لادے دیجائیگی۔ جو اس پتھر پر گرے گا چور ہو جائیگا پر جس پر وہ گرے اُسے پیس ڈالیگا +

پھر انجیل مرقس باب ۱۲ آیت ۱۰-۱۱ میں لکھا ہے۔ کیا تم نے یہ نوشتہ نہیں پڑھا کہ وہ پتھر جسے معماروں نے ناپسند کیا وہی کونے کا سرا ہوا +

پھر انجیل لوقا کے باب ۲۰ - آیت ۱۷-۱۸ میں ہے۔ تب اُس نے اُن کی طرف دیکھکے کہا پھر وہ کیا ہے جو لکھا ہے کہ وہ پتھر جسے راجگیروں نے رد کیا ہے کونے کا سرا ہوا۔ ہر ایک جو اس پتھر پر گرے چور ہو گا۔ اور جس پر وہ گرے اُسے پیس ڈالے گا +

ان سب آیات میں جس پتھر کا ذکر ہے عیسائیوں نے اپنی نادانی سے حضرت مسیح پر لگایا ہے۔ دیکھو اعمال باب ۴ آیت ۱۰-۱۱ میں ہے تو تم سب اور اسرائیل کی ساری قوم کو معلوم ہو کہ یسوع مسیح ناصری کے نام سے جس کو تم نے صلیب دی۔ اور جسے خدا نے مردوں میں سے پھر اُٹھایا اُسی سے یہ مرد تمہارے سامنے بھلا چنگا کھڑا ہے یہ وہی پتھر ہے جسے تم معماروں نے ناچیز جانا جو کونے کا سرا ہو گیا +

پھر افسیون باب ۲ آیت ۲۰-۲۱ میں ہے۔ اور رسولوں اور نبیوں کی نیو پر جہاں یسوع مسیح اب کونے کا سرا ہے۔ ایک عمارت اُٹھائے گئے ہو جس سے ساری عمارت ایک ساتھ جڑ کر مقدس ہیکل خداوند کیلئے اُٹھتی جاتی ہے۔ ان سب آیات میں دعوے کیا گیا ہے کہ وہ پتھر یسوع مسیح ہے حالانکہ یہ بات بالبداہت غلط ہے۔ کیونکہ مسیح ویسا پتھر ثابت نہیں ہوا کہ جو اُس پر گرا یا جس پر وہ گرا چور چور ہو گیا ہو بلکہ برخلاف اُس کے خود پکڑا گیا۔ دُکھ دیا گیا۔ صلیب پر لٹکایا گیا۔ اور قبر میں رکھا گیا۔ پس مسیح پر تو کسی صورت میں یہ بات صادق نہیں آتی۔ کیونکہ نبوت کی عمارت کے کونہ کا سرا صرف حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہی ہوئے۔ جس نے آن کر اُس عمارت کو مکمل کر دیا۔ اور یہ بات خود مسیح کے قول سے ثابت ہے دیکھو انجیل متی باب ۲۱ آیت ۴۱ و ۴۲ خود مسیح اپنے قوم کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ مجھے خدا تعالیٰ نے وحی کی ہے

کہ خدا کی بادشاہت یعنی شریعت تم سے لے لیجائیگی اور ایک قوم کو جو بر و مند ہوگی دیجائیگی اور وہ ایسا پتھر ہے کہ جو اُس پر گرے گا یا جس پر وہ گرے گا چور چور کردیگا۔
اس تمام عبارت سے واضح ہے کہ حضرت عیسےٰ تو کوئی جدید شریعت نہیں لائے تھے بلکہ اُسی موسوی شریعت کی تجدید کیلئے آئے تھے اور یہ امر بھی خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کلام سے مترشح ہے کہ شریعت ایک اور قوم کو جو بنی اسرائیل کے سوا ہوگی دیجائیگی چنانچہ بنی اسمٰعیل کو دیگئی اور وہی آخر پتھر تھا جسنے ثابت کرکے دکھا دیا کہ جو اُس پر گرا چور چور ہؤا اور جس پر وہ گرا وہ بھی چور چور ہؤا۔ کیسی بیّن صداقت ہے۔ لیکن پھر بھی عیسائیوں اور یہودیوں کی آنکھوں پر کیوں ایسے پردہ پڑگئے ہیں کہ وہ حقیقت حال سے بالکل بیخبر ہیں +

۹۔ (الف) کتاب استثناء باب ۳۳۔ ورس ۲ میں ہے۔ اور اُس نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے اُن پر طلوع ہؤا فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہؤا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ اور اُس کے دہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت اُن کے لئے تھی +
(ب) حبقوق نبی کی کتاب کے باب ۳ آیت ۳ میں ہے۔ خدا تیمان سے اور وہ جو قدوس ہے کوہ فاران سے آیا اور اُس کی شوکت سے آسمان چھپ گیا۔ اور زمین اس کی حمد سے معمور ہوگئی۔ اُسکی جگمگاہٹ نور کی مانند تھی۔ اس کے ہاتھ سے کرنیں نکلیں۔ پر وہاں بھی اُس کی قدرت در پردہ تھی۔ موت اُس کے آگے آگے چلی اور اُس کے قدموں پر آتشی وبا روانہ ہوئی وہ کھڑا ہؤا اور اُس نے زمین کو لرزا دیا۔ اُس نے نگاہ کی اور قوموں کو پراگندہ کیا اور قدیم پہاڑ ریزہ ریزہ ہوگئے اور پرانی پہاڑیاں اُس کے آگے دھس گئیں +

ان آیات میں ایک سینا۔ ایک شعیر اور فاران آیا ہے اور یہ بات مسلم و محقق ہے کہ سینا سے حضرت موسےٰ ؑ کی توریت کی طرف اشارہ ہے اور شعیر حضرت عیسیٰ کی انجیل کی طرف اشارہ ہے اور فاران چونکہ مکہ معظمہ کا پہاڑ ہے۔ اس سے مراد حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت بیضا ہے۔ جو ایسی روشن ہے کہ روشنی کی چمک تمام عالم میں چھائی ہوئی ہے اور سوائے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

کے اور کون ہے جس نے تمام عرب اور روم اور شام بلکہ کل دنیائے کو ہلا دیا۔ اس میں کون شک کرسکتا ہے کہ انہوں نے تمام مقابلہ کرنیوالی قوموں کو پراگندہ کردیا۔ اور قیصر اور کسرےٰ کی بڑی زبردست سلطنتونکو جو بڑے بڑے پہاڑوں کی صورت میں تھیں صفحہ ہستی سے زاویہ عدم میں پہنچادیا اور عرب اور آس پاس کی کل ریاستوں کو جو چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کی شکل میں نظر آتی تھیں اپنے تحت میں لے لیا +

دوسرا ان آیات میں دس ہزار قدوسیوں کا ذکر ہے یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دس ہزار مقدس لوگ ہونگے سو یہ امر بھی روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب مکّہ فتح کیا تو اس وقت اُن کے ہمراہ دس ہزار صحابہ تھے۔ تمام تاریخیں اُس کی تصدیق کرتی ہیں +

تیسرا لفظ اس پیشگوئی میں ہے اُس کے دہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت اُن کے لئے تھی۔ سو یہ امر بھی ظاہر و باہر ہے کہ اسلامی شریعت کیسی روشن اور زبردست ہے۔ کہ کفار کو کیسا سخت انذار کیا گیا اور کیسا ڈرایا گیا +

پس ان تمام واقعات سے معلوم ہؤا کہ یہ سب باتیں حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص تھیں جن کا حال دنیا سے مخفی نہیں لیکن افسوس بہتیروں کی آنکھیں ابتک اس نور صداقت سے اندھی ہیں +

۱۰۔ یسعیاہ باب ۲۱ آیت ۷ میں ہے اور ایک جوڑی سواروں کی دیکھی ایک گدھے کا سوار تھا اور دوسرا اونٹ کا۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ یسعیاہ نبی نے ایک حضرت عیسےٰ عم کے آنے کی خبر دی جس کی سواری گدھے کی تھی۔ اور ایک حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے آنے کی خبر دی جن کی سواری اونٹ کی تھی۔ اس آیت کا ترجمہ اردو انجیل میں غلط کیا گیا ہے۔ وہاں بجائے واحد کے جمع کا استعمال کیا گیا ہے۔ ہم نے یہاں۔ اصل عبرانی سے ترجمہ کیا ہے +

۱۷۔ انجیل لوقا کے باب ۲۴ آیت ۴۹ میں ہے۔ اور دیکھو میں اپنے باپ کے اُس موعود کو تمہارے پاس بھیجتا ہوں۔ لیکن جب تک تم عالم بالا کی قوت سے ملبس نہو۔ یروشلم شہر میں ٹھیرو۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ نے کہا۔ کہ

میرے بعد خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک اور نبی جس کا وعدہ دیا گیا ہے آنیوالا ہے۔ تب تک تم یروشلم میں قیام رکھو یعنے شریعت سابقہ پر عمل کرو۔ اور اُس بیت المقدس کو اپنا قبلہ قائم رکھو +

اسی کی تصدیق انجیل یوحنا سے یوں ہوتی ہے۔ دیکھو باب ۱۴۔ آیت ۳۰۔ جس میں لکھا ہے بعد اس کے میں تم سے بہت کلام نہ کرونگا۔ اس لئے کہ اس جہان کا سردار آتا ہے۔ اور مجھ میں اُس کی کوئی چیز نہیں۔ اس آیت سے کیسی صاف اور بیّن دلیل ہے کہ اس جہان کا سردار بعد حضرت عیسےٰ علیہ السلام اور کون ہؤا اور یہ بات بھی اظہر من الشمس ہے کہ جو کچھ صفات کمالیت حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں تھیں وہ مسیح میں کہاں تھیں +

پھر اس انجیل کے باب ۱۵ آیت ۲۶ میں ہے۔ پھر جبکہ وہ تسلی دینے والا جس سے میں تمہارے لئے باپ کی طرف سے بھیجوں گا۔ یعنی روح حق جو باپ سے نکلتی ہے آوے تو وہ میرے لئے گواہی دیگی۔ اِس آیت سے بھی بہ تصریح ظاہر ہے کہ دنیا میں ایک ہی تسلّی دینے والا آیا جو بلاشک روح حق تھی۔ اور اُس نے اُن کو گواہی دی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی ناصری پیغمبر اور خدا کے رسل تھے خدا کے پیارے تھے اور وہ صلیب پر نہیں مرے۔ جس سے وہ لعنتی قرار پاتے بلکہ اُن کا رفع ہؤا۔ اور مثل دیگر انبیاء کے طبعی موت سے مر کر خدا کے مقرب ہوئے۔ اور حضرت یحییٰ کے ساتھ اُن کو جگہ دی گئی +

انجیل یوحنا باب ۱۲۔ آیت ۳۱۔ میں ہے۔ اب اس دنیا پر حکم ہوتا ہے۔ اب اس دنیا کا سردار نکال دیا جائیگا +

پھر اس انجیل کے باب ۱۶۔ آیت ۱۱۔۱۴۔ میں ہے عدالت سے اس لئے کہ اس جہان کے سردار پر حکم کیا گیا ہے۔ میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تمہیں کہوں۔ پر اب تم اُن کی برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ یعنی روح حق آوے گی تو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتادیگی۔ اس لئے کہ وہ اپنی نہ کہیگی۔ لیکن جو کچھ وہ سنیگی سو کہیگی اور تمہیں آیندہ کی خبریں دیگی۔ وہ میری بزرگی کریگی +

ان سب آیات سے ظاہر ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سوا کون

سردار ہوا۔ اور کس نے مسیح کی بجائے صراط مستقیم کی طرف خلق اللہ کو راہ نما کیا اور
کس نے وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ کا ثبوت دیا اور
کس نے قیامت تک کی خبریں دیں۔ یہ وہی جہاں کے سردار ہیں جن کے بعد آسمانی
بادشاہت کا خاتمہ ہوگیا۔ اور ساری سرداری کی فضیلت اسی ذات بابرکات پر ختم ہوئی
جن کا نام مبارک حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہے +

۱۱۔ یوحنا باب ۱۔ میں ہے بلکہ اقرار کیا کہ میں مسیح نہیں ہوں۔ تب انہوں نے اُس سے
پوچھا تو اور کون ہے۔ کیا تو الیاس ہے اُس نے کہا میں نہیں ہوں۔ پس آیا تو وہ
نبی ہے اُس نے جواب دیا نہیں۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں کو تین
نبیوں کی انتظار تھی۔ ایک عیسےٰ۔ ایک الیاس اور ایک اس نبی کی جس کا نام نہیں لیا گیا
بلکہ اشارہ کیا گیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی عظیم الشان نبی اور معروف و مشہور
ہے۔ کہ صرف اشارہ ہی کافی خیال کیا گیا۔ کیونکہ کتاب استثناء کے باب ۱۸۔ آیت ۱۵
میں بنی اسرائیل کو وعدہ دیا گیا تھا کہ میں موسےٰ کی طرح ایک نبی تمہارے بھائیوں
میں سے کھڑا کروں گا۔ اسی وعدہ کی بنا پر صرف یہی کہدیا گیا کہ کیا تو وہ نبی ہے جس
سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسی نبی کے بڑے مشتاق و منتظر تھے +

۱۲۔ دانیال کی کتاب کے باب ۲۔ آیت ۴۴۔ میں ہے۔ اور اُن بادشاہوں کے ایام
میں آسمان کا خدا ایک سلطنت برپا کرے گا جو تا ابد نیست نہ ہوگی اور وہ سلطنت دوسری
قوم کے قبضہ میں نہ پڑیگی۔ وہ اُن سب مملکتوں کو ٹکڑے ٹکڑے اور نیست کریگی۔ اور وہی
تا ابد قائم رہے گی۔ اس آیت میں بھی نبی آخر الزمان کی نبوت کی تصدیق ہوتی ہے
اور بخوبی ظاہر ہے کہ آسمانی سلطنت ہمیشہ کے لئے یعنے قیامت تک حضرت محمد رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کو ملی اور جس قدر شرائع ہیں وہ سب اُٹھا دیگئیں اور جس قدر اُن
دنوں میں زمینی سلطنتیں تھیں وہ بھی نیست و نابود کر دیگئیں۔ کہاں ہے کیانیوں
کی سلطنت اور کدہر ہے رومیوں کی حکومت سب کی سب منہدم ہوگئیں اور اب
اسلام ہی کا پھریرا اُن ممالک میں لہلہا رہا ہے +

اس جگہ اس امر کا اظہار کرنا ضروری ہے کہ آیا ہم توریت اور انجیل سے کسی شہادت

کے لینے کے لئے مجاز ہیں کہ نہیں کیونکہ آج کل کے علماء اکثر یہی کہدیا کرتے ہیں کہ یہ کتابیں محرف مبدل ہیں اور نیز حدیث میں آیا ہے وَلَا تُصَدِّقُوا وَلَا تُكَذِّبُوا کہ انکی تصدیق کرو اور نہ اُنکی تکذیب کرو۔ اس لئے ان کتابوں میں سے کچھ پیش کرنا حرام ہے۔ ہمارے نزدیک ان علماء کی سراسر غلطی یا کم عقلی ہے۔ قرآن کریم اور دیگر احادیث اُن کے اِن قول کی تکذیب کرتی ہیں چنانچہ قرآن کریم میں ہے فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون کہ اے کفار مکہ اگر تم نہیں جانتے تو اہل کتاب سے دریافت کر لو۔ اگر ممانعت ہوتی تو اللہ تعالیٰ یہودیوں اور نصاریٰ کی طرف کیوں اشارہ کرتا۔ اور ولا تصدقوا ولا تکذبوا کی روایت جو وہ پیش کرتے ہیں اُس کے معنے نہیں جانتے۔ اُس سے کہاں ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ بلکہ اُس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ جو بات قرآن کریم کے مخالف تم اُن کی کتابوں میں پاؤ۔ اُس کی تصدیق نہ کرو۔ اور جو قرآن کریم کے مطابق دیکھو اُس کی تکذیب نہ کرو۔ اس سے اجازت ثابت ہوتی ہے نہ کہ ممانعت ہم ذیل میں چند احادیث پیش کرتے ہیں۔ جن سے صریح اجازت ہے ؞

(۱) عن عبد الله بن سلام انه جاء الى النبی صلے الله علیه وسلم قال انی قرأت القران والتوریت فقال اقرأ بهذا لیلة وبهذا اللیلة رواه ابن عساکر

ابن عساکر عبد اللہ بن سلام سے روایت کرتا ہے کہ عبد اللہ بن سلام نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں نے قرآن مجید و توریت شریف پڑھی ہیں۔ میرے لئے کیا حکم ہے۔ فرمایا کہ ایک رات اُس کو (قرآن) اور ایک رات اسکو (توریت) پڑھا کرو۔ دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۶۰ ؞

(۲) بلغوا عنی ولو آیة وحدثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج من کذب علیّ متعمداً فلیتبوأ مقعده من النار رواه احمد والنسائی والبخاری عن ابن عمر وابو داود عن ابی سعید و احمد عن ابی هریرة

احمد بن حنبلؒ اور نسائی اور امام بخاریؒ نے ابن عمرؓ سے اور ابو داؤد نے ابو سعیدؓ سے اور احمد بن حنبلؒ نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ میری طرف سے خواہ ایک ہی آیت ہو لوگوں کو پہنچا دو اور بنی اسرائیل سے

بھی روایت بیان کرو کوئی حرج نہیں۔ جس شخص نے میری نسبت عمداً جھوٹ بولا۔ اُس نے اپنی جگہ دوزخ میں بنالی۔ دیکھو کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۲۱۴ +

۱۳۔ انجیل یوحنا کے پورانے نسخوں میں لکھا ہے کہ مینے یہ باتیں تمہارے ساتھ ہوتے ہوئے تم سے کہیں۔ لیکن پیریکلیطاس پاک روح جس کو خدا بھیجے گا۔ اس عبارت میں اصل لفظ عبرانی فارقلیط کو بگاڑ کر پریکلیطاس بنایا گیا ہے جس کے معنی احمد کے تھے مگر حال کی انجیلوں میں اُس کو بھی اڑا کر اُس کی جگہ لفظ تسلّی دینے والا درج کردیا ہے۔ قرآن کریم میں بھی حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی زبانی خدا تعالیٰ نے قول ذیل نقل فرماکر فارقلیط کی تصدیق کردی ہے اور وہ حسب ذیل ہے +

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ سورہ صف۔ ع ۱۔	جب مریم کے بیٹے عیسےٰ نے کہا کہ اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف رسول کرکے بھیجا گیا ہوں۔ اور جو کچھ تمہارے پاس توریت ہے۔ اُس کی تصدیق کرتا ہوں۔ اور تمہیں بشارت دیتا ہوں کہ

میرے بعد ایک نبی آئیگا۔ جس کا نام احمد ہوگا۔ پس صاف ظاہر ہے۔ کہ بموجب فرمانے حضرت عیسےٰ کے ایک نبی آیا جس کا نام احمد بھی اور محمدؐ بھی تھا۔ گو عبرانی زبان میں فارقلیط نام رکھا گیا تھا۔ لیکن احمد اور فارقلیط کے ایک ہی معنی ہیں سو کچھ فرق نہیں۔ مگر ظاہر بین انسان ضرور دھوکا کھا سکتا ہے کہ نام تو جو والدین نے رکھا تھا وہ محمدؐ تھا اور مسیح نے احمدؐ نام کی خبر دی تھی جیسے کہ قرآن کریم سے ظاہر ہے مگر انجیلوں میں احمد بھی نہیں۔ بلکہ فارقلیط کے نام کی خبر دی گئی ہے۔ احمد کیونکر فارقلیط ہو سکتا ہے۔ سو واضح ہو کہ یہ نام صفاتی ہیں اور محمدؐ اور احمد لفظ حمد سے نکلے ہیں۔ جس کے معنے حکومت کے بھی ہیں یعنے وہ بڑی حکومت کرنیوالا او فیصلہ ناطق دینے والا ہوگا۔ چنانچہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بڑے بڑے فیصلے بھی کئے اور حکومت بھی کی۔ اور اسی طرح انجیل کے دیگر مقامات سے بھی تصدیق ہوتی ہے کہ وہ جہان کا سردار اور حاکم ہوگا + جسنے اس باب میں مفصل بحث دیکھنی ہو تو علامہ نورالدین کی کتاب فصل الخطاب

قرآن کریم کی پیش گویاں

کتب عہد عتیق کی چند ایک پیشگویاں پیش ناظرین کر چکے ہیں۔ اب ہم قرآن اور احادیث کی چند مختلف پیشگویاں بطور نمونہ لکھتے ہیں۔ تا کہ پڑھنے والے کو بخوبی روشن ہو جائے کہ پیشگویوں میں اللہ تعالیٰ کی کیا سنت ہے۔ اور انبیاء کی کلام کے الفاظ ان پیشگویوں کے متعلق کیا کیا ہوتے ہیں +

(الف) سو واضح ہو کہ سورہ دخان رکوع اول میں آیا ہے۔ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُبِينٍ ۝ يَغْشَى النَّاسَ هٰذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ۔ یعنی اے رسول تو اُس دن کا انتظار کر جبکہ آسمان سے دُھوآں آئیگا۔ اور لوگوں کو گھیر لیگا۔ یہ ایک درد دینے والا عذاب ہوگا۔ اس آیت میں لفظ دخان قابل غور ہے۔ لغت عرب کھول کر دیکھ لو اس کے معنے بجز دہوآں کے اور نہیں لیکن جب ملک عرب پر قحط شدید محیط ہو گیا۔ یہاں تک کہ لوگ مُردوں کی ہڈیوں تک پیس کر کھا گئے تو تمام اہل عرب چلا اُٹھے۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ قحط وہی دخان مبین ہے۔ جس کا اللہ تعالےٰ نے وعدہ کیا تھا +

(ب) (۱) بعض دفعہ پیشگوئی صاف بھی ہوتی ہے اور نبی صاف طور سے خلق اللہ پر ظاہر بھی کر دیتا ہے مگر خدا تعالیٰ کسی مصلحت سے جس کی اطلاع نبی کو بھی نہیں ہوتی۔ اُس پیشگوئی کی ظاہری صورت کو اور طرح بدل دیتا ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں حضرت یونسؑ کا ذکر یوں آیا ہے وَذَا النُّونِ إِذْ ذَهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ أَنْ لَنْ نَقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادَىٰ فِي الظُّلُمَاتِ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ ۝ اور ذوالنون یعنے یونس کی طرف غور کرو۔ اپنے کیا حرکت کی کہ وہ غصے ہو کر چل کھڑے ہوئے۔ اور گمان کر لیا کہ ہم عذاب لانے پر قادر نہیں۔ آخر اپنی غلطی کا اعتراف کر کے اندھیرے میں پکار اُٹھے کہ معبود حقیقی کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اے اللہ تو ہی پاک ذات ہے میں

تو غلط کاروں میں سے تھا - اُس کی تفصیل توریت شریف سے یوں ہوتی ہے - دیکھو کتاب یونہ نبی باب ۳- جس میں لکھا ہے - اور خداوند کا کلام دوسری بار یونہ کو پہنچا - اور اُس نے کہا کہ اُٹھ اُس بڑے شہر نینوہ کو جا - اور وہاں اس بات کی منادی کر جس کا میں تجھے حکم دیتا ہوں - تب یونہ خداوند کے کلام کے مطابق اُٹھکر نینوہ کو گیا - اور نینوہ خدا کے سامنے ایک بڑا شہر تھا کہ جس کے گرداگرد احاطے تین دن کی راہ کے تھے اور یونہ شہر میں داخل ہونے لگا اور ایک دن کی راہ کے بعد تبلیغ احکام شروع کر دیئے اور انذار کر دیا کہ ۴۰ دن میں نینوہ برباد کیا جاوے گا - اِن آیات سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس ع کو وحی کی کہ نینوہ کے باشندوں کو جاکر انذار کر - کہ تم پر ۴۰ روز میں عذاب نازل ہوگا - مگر ۴۰ روز گذر گئے اور کوئی عذاب نازل نہ ہوا - اور نہ اس بارہ میں انکو کوئی وحی ہوئی - جس کی تصدیق اللہ تعالے قرآن میں یوں کرتا ہے - فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ آمَنَتْ فَنَفَعَهَا إِيمَانُهَا إِلَّا قَوْمَ يُونُسَ ط لَمَّا آمَنُوا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنَاهُمْ إِلَىٰ حِينٍ - یعنی کیوں کوئی بستی ایمان نہ لے آئی - کہ ایمان کا لے آنا - اُس کو فائدہ مند پڑتا - مگر یونس کی قوم ہی ایک ایسی قوم تھی - کہ جب وہ ایمان لائی - تو ہمنے ذلت اور رسوائی کا عذاب اُن سے ٹال دیا اور ایک مدت تک دنیا میں اُن کو زندہ رہنے دیا - دیکھو سورۂ یونس رکوع ۱۰

اب ہم اسی عذاب کے ٹلنے کی کیفیت توریت شریف سے دکھلاتے ہیں - چنانچہ توریت شریف کی آیات ذیل سے معلوم ہو جائیگا - کہ کیونکر عذاب ٹلا ؛

تب نینوہ کے باشندوں نے خدا پر اعتقاد کیا اور روزہ کی منادی کی اور سب نے چھوٹے سے بڑے تک ٹاٹ پہنا - اور یہ خبر نینوہ کے بادشاہ کو پہنچی اور وہ اپنے تخت پر سے اُٹھا - اور بادشاہی لباس کو اُتار ڈالا اور ٹاٹ اوڑھکر راکھ پر بیٹھ گیا - اور بادشاہ اور اُس کے ارکان دولت کے فرمان سے ایک اشتہار نینوہ میں جاری کیا گیا - اور اس بات کی منادی ہوئی کہ کوئی انسان ہو یا حیوان گلہ ہو یا رمہ کوئی چیز مطلق نہ چکھے اور نہ کھاوے اور نہ پانی پیوے - لیکن انسان اور حیوان ٹاٹ پہن لیں اور خدا کے حضور میں شدت سے نالہ وزاری کریں - بلکہ ہر کوئی اپنی اپنی بُری راہ سے اور اپنے اپنے ظلم

سے جو اُن کے ہاتھوں میں ہے باز آویں ۔ شاید کہ خدا پھرے ۔ اور توبہ قبول کرے اور اپنے قہر شدید سے باز آوے تاکہ ہم لوگ ہلاک نہوں ۔ اور خدا نے اُن کے کاموں کو دیکھا کہ وے اپنے اپنے بُری راہ سے باز آئے ۔ تب خدا نے اُس عذاب سے جس کا اُس نے وعدہ کیا تھا ۔ باز آیا اور اسی طرح عذاب ٹل گیا ۔ پھر یونہ اُس سے نہایت ناخوش ہؤا اور بہت رنجیدہ ہوگیا ۔ اور اُس نے خداوند کے آگے عرض کی کہ اے خداوند میں تجھ سے عرض کرتا ہوں کہ یہ میرا مقولہ نہ تھا ۔ جس وقت میں ہنوز اپنے وطن میں تھا ۔ کیونکہ میں جانتا تھا کہ تو کریم رحیم خدا ہے جو غصّہ کرنے میں دھیما ہے ۔ اور نہایت مہربان ہے اور توبہ قبول کرکے عذاب سے باز رہتا ہے ۔ اب اے خداوند میں تیری منت کرتا ہوں کہ میری جان کو مجھ سے لے لے کیونکہ میرا مرنا میرے جینے سے بہتر ہے ۔ ان آیات متذکرہ بالا سے صاف واضح ہے کہ باوجودیکہ حضرت یونس نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں عرض کردیا تھا کہ اگر میں نے اس عذاب کو اُن لوگوں پر ظاہر کردیا اور وہ تائب ہوگئے تو تُو عذاب کو ٹال دے گا ۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اُس کو کچھ جواب ندیا ۔ اور اُنھوں نے یہی سمجھکر کہ عذاب ضرور نازل ہوگا اور چالیس روز میں نازل ہوگا ۔ اور یہ کہکر آپ معہ بیوی بچوں کے باہر چلے گئے اور رجوع الی اللہ کی شرط بھی نہیں لگائی مگر ادھر یہ لوگ عذاب سے ڈر کر سرکشی سے باز آئے اور ایسے تائب ہوئے ۔ جس کی نظیر تلاش کرنی چاہیں تو نہیں ملتی ۔ غرض اُنکی اسطرح کی توبہ سے عذاب ٹل گیا ۔ اُدھر حضرت یونس ناراض ہوگئے کہ میری بات جھوٹی گئی ۔ اب یوں لوگوں میں رہنا عار ہے ۔ بلکہ بے بس ہوکر پکار اُٹھے کہ میرا مرنا جینے سے بہتر ہے ۔ کیا اس سے ظاہر نہیں ہوتا کہ بعض دفعہ اللہ تعالےٰ کسی خاص مصلحت سے اصلیت واقعہ پر نبی کو بھی آگاہ نہیں کرتا +

ب (۲) ہم یہاں پر عذاب کے ٹل جانیکی ایک اور مثال بیان کرتے ہیں تاکہ ناواقف مسلمانوں کو پورا علم ہوجائے ۔ کہ عذاب کے بارہ میں اللہ تعالےٰ کی کیا سنت ہے + کتاب ۲ ۔ تواریخ باب ۱۲ ۔ ورس ۵ لغایت ۱۰ میں لکھا ہے ۔ تب سمعیاہ نبی رحبعام کے پاس اور یہوداہ کے امیروں کے پاس جو سیسق کے ڈر کے مارے یروشلم میں جمع ہوئے تھے آیا اور اُنہیں کہا ۔ خداوند یوں فرماتا ہے ۔ کہ تم نے مجھ کو

چھوڑ دیا ہے۔ اِس لئے میں نے تمہیں بھی سیسق کے ہاتھ میں چھوڑ دیا ہے۔ اس پر اسرائیل کے امیروں اور بادشاہ نے اپنے تئیں عاجز بنایا۔ اور کہا کہ خداوند صادق ہے۔ اور جب خداوند نے دیکھا۔ کہ وے عاجز ہوئے ہیں۔ تو خداوند کا کلام سمعیاہ پاس آیا اور کہا کہ انہوں نے عاجزی کی ہے۔ سو میں اُنہیں ہلاک نہیں کروں گا۔ بلکہ تھوڑی دیر میں اُنہیں رہائی دوں گا۔ اور میرا غضب سیسق کے ہاتھ سے یروشلم پر نازل نہ ہوگا + دیکھو توریت

(ج) ایکدفعہ کا ذکر ہے کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی خبر دی کہ غزوہ خندق کی تیاری کرو۔ میں تمہیں فتح عظیم دوں گا۔ چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حسب فرمان الٰہی جنگ کی تیاری کر دی۔ اور روانہ ہو گئے۔ وہاں جاکر دیکھا کہ کفار ۱۲۰۰۰ ہزار فوج جرّار لئے موجود ہیں ادھر مسلمان صرف تین ہزار تھے۔ مدینہ کے باہر مقابلہ ہوا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے گرداگرد ایک خندق کھدوائی۔ کفار کی فوج کثیر کو دیکھکر مسلمان گھبرا گئے۔ کیونکہ برخلاف امید ایک ماہ سے زیادہ اس لڑائی میں طول کھنچا اور تمام رسد وغیرہ ختم ہو گیا اور سخت تکلیفوں کا سامنا ہوا۔ گھوڑوں اور درختوں کے پتوں تک کھا گئے۔ نہایت ہی بڑا ابتلا مسلمانوں پر آیا۔ چنانچہ خود اللہ تعالےٰ اس سین کا فوٹو یوں کھینچتا ہے۔ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَ مِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَ بَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَ تَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ۝ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ زُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ۝ وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا ۝ سورہ احزاب رکوع ۲ میں ہے کہ جب کافروں کی فوجیں اوپر اور نیچے سے تم پر ٹوٹ پڑیں۔ اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ آنکھیں پھر گئیں اور کلیجے منہ کو آ گئے۔ اور اُس وقت تم لوگ اللہ تعالےٰ پر کیسے کیسے گمان کرنے لگے۔ یہ ایسا موقع تھا کہ ایماندار آزمائے گئے اور سخت ہی زلزلائے گئے۔ اور منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں پوشیدہ ضعف

ایمان کا مرض تھا پکار اُٹھے۔ کہ اللہ اور اُس کے رسول کا وعدہ جو تم سے تھا۔ وہ سب دھوکا ہی دھوکا تھا۔

ان آیات سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول نے فتح کا وعدہ سنایا تھا۔ ادھر مسلمانوں کی حالت یہاں تک پہنچی کہ بہت سے جلد باز کمزور دل اور منافق طبع لوگوں کو کہنا پڑا کہ جو وعدے دیئے گئے تھے وہ سب جھوٹے تھے۔ یہ مسلمانوں پر کیسا خطرناک ابتلا تھا مگر اللہ تعالےٰ اور اُس کے رسول کا وعدہ تو سچا تھا۔ اور انجام کار فتح بھی ہوئی۔ لیکن بسا اوقات جلد باز انجام پر نظر نہ کر کے بہت ہی جلدی کسی پیش آمدہ تکلیف سے نتیجہ نکال لیتا ہے کہ بس جو ہونا تھا سو ہو لیا۔ اور یہی وجہ ہے کہ لوگ جلد بازی سے بہت سی پیشگوئیوں سے انکار کر بیٹھتے ہیں۔

(د) سورۃ الفتح کے رکوع چہارم میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ؕ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ۝ یعنے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی خواب کو سچ کر دکھلایا۔ اور اُس خواب کا مضمون یہ تھا کہ انشاء اللہ تعالیٰ تم ضرور مسجد حرام میں امن کے ساتھ سر منڈواتے اور بال کترواتے ہوئے بے خوف و خطر داخل ہو جاؤ گے اور تم اُس بات پر آگاہ کئے گئے۔ جس کا علم تم کو نہیں تھا۔ اور پھر اُس کے ساتھ ہی ایک قریب کی فتح اللہ تعالےٰ نے تمہیں عطا کی۔

اس آیت کا نزول شان صلح حدیبیہ کا واقعہ ہے۔ اور وہ یوں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ میں معہ اپنے اصحاب کے مکہ معظمہ میں با امن بلا کسی خوف و خطر کے داخل ہوا اور حج کیا اور سر منڈوائے اور بال کتروائے۔ جب یہ خواب اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنی تو بہت ہی خوش ہوئے اور فوراً اسی امید پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ معظمہ کو چل پڑے رستہ میں حدیبیہ کے مقام پر کفار مکہ کی طرف سے آگے بڑھنے سے روک دیئے گئے بلکہ جو شرائط مابین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور کفار مکہ کے قائم ہوئیں۔ وہ بظاہر مسلمانوں کے لئے مضر تھیں

اس پر بہت سے لوگ ناراض ہو گئے۔ اور بعض تو اُس خواب کی سچائی پر شک لائے اور حضرت عمرؓ جیسے بہادر اور مضبوط دل کے انسان میں بھی ایک طرح کا تردد پیدا ہوا اور سوال کیا کہ کیا تم رسول اللہ نہیں ہو کہ ایسے دیگر شرائط قبول کرتے ہو۔ اور کیا آپ نے نہیں کہا تھا کہ حج با امن ہو گی۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے کب کہا تھا کہ اس سال ہی حج ہو گی۔ چنانچہ دوسرے سال فتح عظیم ہوئی اور حج بھی اسی طرح ہوا۔ جس طرح خواب میں دکھلایا گیا تھا پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ بعض اوقات انبیائے سے بھی فہم پیشگوئی میں غلطی لگ جایا کرتی ہے۔ ورنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے روانہ ہی کیوں ہوتے +

بعض وقت رویا و مکاشفات و وحی انبیا میں بعض حالات تو عین اُسی طرح واقعہ ہوتے ہیں جیسے دیکھے جاتے ہیں اور بعض دفعہ ظاہر الفاظ کے مطابق نہیں ہوتے بلکہ اُس کے اور معنے ہوتے ہیں جس کو تاویل کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اور فی الحقیقت وہی اُس کے اصلی معنے ہوتے ہیں کیونکہ تاویل کے معنے ہی حقیقت کے ہیں نہ کہ ایسے معنے جو مصنوعی ہوں جیسے عام لوگوں کا خیال ہے۔ ورنہ اگر تاویل بُرے معنوں میں مستعمل ہوتی تو اللہ تعالےٰ اُس کو انعامات میں شمار نہ کرتا چنانچہ قرآن شریف میں حضرت یوسفؑ کے بارہ میں منجملہ انعامات کے اُس کو بھی ایک انعام اور احسان کی ذیل میں ظاہر کیا ہے۔ دیکھو سورہ یوسف رکوع ۳ جس میں فرمایا ہے۔ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْاَرْضِ وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيلِ الْاَحَادِيثِ ط یعنے اور اسطرح ہم نے یوسف علیہ السلام کو اس ملک میں مسلط کر دیا اور ہم ہی نے اُس کو تاویل الاحادیث یعنی ہر بات کی حقیقت سکھلا دی تھی۔ ایسا ہی حضرت یعقوبؑ علیہ السلام کا قول اللہ تعالےٰ نقل کرتا ہے وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيلِ الْاَحَادِيثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ یعنی اسطرح تیرا رب تجھکو چن لیگا۔ اور تجھکو تاویل الاحادیث سکھلاوے گا۔ اور اپنی نعمت تم پر پوری کریگا۔ پھر اس سورہ کے رکوع ۶ میں ہے اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِيلِهٖ۔ یعنی میں اُسکی اصلی حقیقت پر آپ کو آگاہ کروں گا۔ پس بخوبی عیاں ہے کہ تاویل کا لفظ بُرے معنوں

ہیں نہیں آتا۔ بلکہ عمدہ معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ لہذا اب میں اول قرآنی رؤیا کا ذکر کرتا ہوں۔ اور بعدہٗ احادیث میں جن جن مکاشفات ورویا کا ذکر آیا ہے۔ انکا کسیقدر تفصیل کے ساتھ ذکر کروں گا۔ کیونکہ اس زمانہ کے لوگ عموماً اور مسلمان خصوصاً اس علم سے بے بہرہ ہیں۔ اور اسی واسطے وہ بعض بزرگوں کے رویا والہام وغیرہ پر اعتراض کر دیتے ہیں +

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا۔ کہ اللہ تعالےٰ کہتا ہے کہ تو اپنے بیٹے کو ذبح کر۔ آخر انہوں نے حکم الٰہی سمجھ کر حضرت اسمٰعیل کو اس واقعہ کی خبر دی۔ یٰبُنَیَّ اِنِّیْٓ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی۔ اے میرے پیارے بیٹے مینے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں اب بتاؤ تمہاری کیا مرضی ہے۔ اس پر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے بلا کسی عذر کے فرمایا۔ یٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ کہ اے میرے باپ جو حکم آپ کو خدا تعالےٰ کی طرف سے ہوا ہے۔ اُس کو آپ بلا دریغ بجا لائے۔ مجھکو آپ ضرور حسب مشیت ایزدی صابر ہی پائینگے جب ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسمٰعیل کو گرا کر اُس کی گردن پر چھری چلانی شروع کی تو ربّ العزۃ نے فرمایا یٰٓاِبْرٰهِیْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا۔ اے ابراہیم ع تو نے اپنے خواب کو سچا کر دکھایا۔ اور جو کچھ آپ کو کہا گیا آپ نے اُس کی تعمیل من وعن کردی۔ دیکھو سیپارہ ۲۳۔ سورۃ الصّٰفّٰت رکوع ۳۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رویا بھی قابل تعمیل اور قابل حجت ہے۔ اگر رویا یونہی بے حقیقت بات ہوتی تو حضرت ابراہیم جیسے جلیل القدر نبی کیوں اُس پر عمل کرتے۔ اور رب العرش کیوں اپنی خوشنودی کا اظہار کرتے۔ دوسری بات اس سے یہ نکلتی ہے کہ جیسا دیکھا تھا ویسا ہی ظہور میں آیا +

بعض رویا میں کچھ حصہ تو عین اسی صورت میں ظہور پاتا ہے۔ جیسا دیکھا جاتا ہے اور کچھ حصہ کے باطنی معنے ہوتے ہیں جیسے کہ ذیل کی مثال سے ظاہر ہوتا ہے۔ دیکھو قرآن شریف ۱۲ سیپارہ سورہ یوسف رکوع اوّل جسمیں لکھا ہے اِذْ قَالَ یُوْسُفُ لِاَبِیْهِ

یٰۤاَبَتِ اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوْکَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ
جب یوسف علیہ السلام نے اپنے باپ یعقوب علیہ السلام سے کہا کہ اے میرے باپ میں نے
دیکھا کہ گیارہ ستارے اور سورج اور چاند میرا سجدہ کرتے ہیں - اب اگر لغت عرب جو
علم ادب کے لئے مخصوص ہے اُس کو کھولکر دیکھا جاوے تو کوکب اور شمس اور
قمر کے معنی بجز اجرام سماوی کے جو ہم ہمیشہ سے شب و روز دیکھتے ہیں - اور کوئی معنے
نہیں ثابت ہوتے - لیکن کوئی نص ثابت نہیں کرسکتا کہ کبھی بھی سورج یا چاند یا ستاروں
نے حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا ہو بلکہ اس قرآن شریف سے ثابت ہوتا ہے
کہ ستاروں سے اُن کے گیارہ بھائیوں سے مراد تھی اور شمس سے باپ اور قمر سے ماں
چنانچہ اللہ تعالےٰ سورہ یوسف کے رکوع ۱۱ میں یوں فرماتا ہے فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰی
یُوْسُفَ اٰوٰۤی اِلَیْهِ اَبَوَیْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِیْنَ
وَرَفَعَ اَبَوَیْهِ عَلَی الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ج وَقَالَ یٰۤاَبَتِ هٰذَا
تَاْوِیْلُ رُءْیَایَ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّیْ حَقًّا ط یعنے جب وہ سب کے
سب بھائی مع اپنے والدین کے یوسف کے پاس پہنچے تو حضرت یوسف علیہ السلام
نے اپنے والدین کو اپنے ہاں ٹھیرایا اور فرمایا کہ بمشیت ایزدی آپ مصر میں امن کے
ساتھ داخل ہوں اور پھر یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین کو بلند تخت پر بٹھایا
اور وہ سب کے سب حضرت یوسف کے آگے سجدے میں گر گئے - جسپر حضرت یوسف
بول اُٹھے یہ میری اُس رویا کی اصل حقیقت ہے جو میں پہلے عرض خدمت کرچکا ہوں
میرے رب میرے محسن حقیقی نے اُس کو سچا کر دکھایا ہے - اِن تمام آیات سے ظاہر ہے
کہ بعض الفاظ کے معنے ظاہر کے خلاف لئے گئے ہیں - جیسے کوکب شمس - قمر - اور
بعض کے اصلی حالت میں واقع ہوئے جیسے لفظ سجدہ سے ظاہر ہے یعنی سجدہ اُسی طرح وقوع
میں آیا جس طرح رویا میں دیکھا تھا *

اب ہم یہ بھی دکھانا چاہتے ہیں کہ رویا اور کشف میں بعض چیزیں بڑی ہوتی
ہیں - اور اُن کو چھوٹا دکھایا جاتا ہے - اور بعض تعداد میں قلیل ہوتی ہیں - اُن کو تعداد
میں کثیر دکھایا جاتا ہے - اسکی تصدیق دسویں سیپارہ کے رکوع اول سے یوں ہوتی ہے

اِذْ يُرِيكَهُمُ اللّٰهُ فِي مَنَامِكَ قَلِيلًا ۗ وَلَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِيرًا لَّفَشِلْتُمْ۔
یعنے یاد کرو اُس وقت کو جبکہ اللہ تعالےٰ نے کفار کو تمہاری نظروں میں بحالت خواب تھوڑا دکھلایا۔ اور اگر تم کو بہت دکھلاتا تو تمہارے چھکے چھوٹ جاتے۔ اور اسی رکوع میں تھوڑا آگے یوں آیا ہے وَاِذْ يُرِيكُمُوهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِي اَعْيُنِكُمْ قَلِيلًا وَّيُقَلِّلُكُمْ فِي اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا ۔
اور جب باہمی مقابلہ کے وقت کفار کی فوج کو تمہاری آنکھوں میں اور تم کو اُن کی آنکھوں میں تھوڑا دکھلایا تاکہ اللہ تعالےٰ اُس کام کا فیصلہ کر دے جس کے کرنے کا اُس نے ارادہ کر لیا تھا۔ اور اس میں یہ سِر تھا کہ مسلمان کثیر التعداد فوجوں کو دیکھ کر بیدل نہو جائیں۔ اور کفار کو صحابہ کی فوج اسواسطے تھوڑی دکھلائی کہ وہ یہ دیکھکر کہ مسلمان تو بہت تھوڑے سے ہیں ہماری ساری فوج کو جانے کی ضرورت نہیں۔ اس بناء پر وہ تھوڑی فوج لیکر مسلمانوں پر بڑھے اور جب قریب ہوئے تو برخلاف امید مسلمانوں کو زیادہ پا کر بے دل ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے جب ریزرو فوج کفار نے یہ حالت دیکھی۔ تو وہ بھی مرعوب ہو کر بے بس ہو گئی۔ اور اسطرح مسلمان مظفر و منصور ہوئے۔ ان آیات سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ ایک کو بہت اور بہت کو تھوڑا دکھا سکتا ہے۔ حالانکہ واقع میں وہ کم ہوں یا زیادہ +

ایساہی سورہ یوسف کے رکوع ۶ میں ہے + وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّي اَرٰى سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ مصر کے بادشاہ نے ارکان سلطنت کو بلا کر کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ سات دبلی پتلی گائیں سات موٹی تازی گائیوں کو کھا رہی ہیں اور یہ بھی دیکھا کہ سات ہری ہری بالیں ہیں اور سات ہی سوکھی ہیں۔ اس کی تعبیر بیان کرو کہ کیا ہے۔ اُن میں سے ایک بھی اُس کی تعبیر بیان نہ کر سکا تو بالآخر اُن میں سے ایک حضرت یوسف کے پاس گیا۔ اور جا کر پوچھا کہ بتاؤ اس کی کیا تعبیر ہے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارے ہاں اس ملک میں سات

سال تک خوب زراعت ہوگی - چاہئے کہ جو کچھ کاٹو اُس میں سے تھوڑا خرچ کرو - اور باقی محفوظ رکھو - کیونکہ اُن کے بعد سات سال تک قحط شدید برپا ہوگا - جس میں وہی پہلا جمع کیا ہوا ذخیرہ کام آئے گا - اِن آیات میں الفاظ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ اور سَبْعٌ عِجَافٌ اور سَبْعَ سُنْبُلٰتٍ قابل غور ہیں سبع بقرات سمان سے تو سات سال ارزانی کے مراد لئے گئے ہیں اور سبع بقرات عجاف سے سات سال قحط کے اور سبع سنبلٰت کے کل ملک مصر کی سات سالہ زراعت مراد لی گئی ہے - جس سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ بظاہر کچھ اور الفاظ ہیں - اور فی الواقعہ مراد اُن سے کچھ اور لیگئی تھی - اور دوسری یہ بات کہ بادشاہ کو کل پیداوار ملک مصر صرف سات بیلوں کی صورت میں دکھلائی گئی - جس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالےٰ کسی چیز کو بظاہر تھوڑا دکھلا کر ایک لاانتہا تعداد مراد لیتا ہے +

اب ہم نمونہ کے طور پر چند ایک رویا و مکاشفات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیان کرتے ہیں - تاکہ پڑھنے والوں کو معلوم ہو جائے کہ انبیاء کی کلام میں کیا دقیق در دقیق اسرار مخفی ہوتے ہیں +

(۱) کتاب مسند امام احمد بن حنبلؒ اور بیہقی اور نسائی میں بروایت حضرت عبداللہ ابن عمر یہ حدیث آئی ہے بینا انا نائم اذا تیت بقدح لبن فشربت منه حتی لاٰری الری تجری فی اظفاری ثم اعطیت فضلی عمر بن الخطاب قالوا فما اولته یا رسول اللہ قال العلم رسول اللہ صلعم فرماتے ہیں جب میں سویا ہوا تھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک دودھ کا پیالہ میرے سامنے آیا ہے میں نے اُسکو پی لیا اور یہاں تک سیر ہوا کہ پاؤں تک اُس کی دھار بہنے لگی - پھر میں نے اُس کا بقیہ عمر بن خطاب کو دیدیا - اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اُس کی کیا تاویل ہے فرمایا کہ لبن سے مراد علم ہے - اس جگہ لبن کی تاویل خود رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے علم بتائی - حالانکہ لغت عرب میں لبن کے معنے دودھ ہیں - دیکھو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۴۵ +

(۲) ایسا ہی مسند امام احمد بن حنبلؒ اور بیہقی اور ترمذی اور نسائی میں بروایت ابوسعید

یوں آیا ہے - بینا انا نائم رایت الناس یعرضون علیّ وعلیھم قمیص منہا مایبلغ الثدی ومنہا مایبلغ اسفل من ذالک وعرض علیّ عمر بن الخطاب وعلیہ قمیص یجرہ قال فما اولتہ یارسول اللہ قال الدین دیکھو کنز العمال صفحہ ۲۴۵ جلد ۶ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں - جب میں خواب استراحت میں تھا تو دیکھا کہ میرے سامنے لوگوں کو پیش کیا جاتا ہے - اور اُن کے گلے میں قمیص ہیں بعض کے قمیص تو چھاتیوں تک اور بعض کے اُس سے نیچے اور جب عمر بن خطاب میرے سامنے پیش ہوئے تو کیا دیکھتا ہوں اُن پر ایک قمیص ہے جو زمین پر گھسٹتا چلا جاتا ہے - پوچھا کہ یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اُس سے کیا مراد ہے - تو فرمایا کہ قمیص سے مراد دین ہے - دیکھنا چاہئے کہ اس عالم میں قمیص کے معنے کرتے کے ہیں لیکن عالم رویا میں اُس کے معنے دین کے ہیں *

(۳) اسی طرح مسند امام احمد بن حنبلؒ اور طبرانی میں بروایت ابو الطفیل یوں حدیث آئی ہے *

رایت فیما یری النائم کانی انزع ارضا ورد ت علی غنم سود و غنم عفر فجاء ابوبکر فنزع ذنوبا او ذنوبین وفیہما ضعف واللہ یغفر لہ ثم جاء عمر فنزع فاستحالت غربا فملاء الحوض فاروی الواردۃ فلم ار عبقریا احسن نزعا من عمر فاولت ان السواد العرب وان العفر العجم -

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں - مینے خواب میں دیکھا - کہ گویا میں زمین کو کھودتا ہوں - اور میرے سامنے سیاہ اور خاکی رنگ کی بکریاں پیش کیگئیں اتنے میں ابو بکرؓ آئے اور ایک یا دو ڈول نکالے لیکن ان میں کمی تھی - اللہ اُن کی مغفرت کرے گا - پھر عمرؓ آئے اور پانی نکالا - اور بجائے ڈول کے چرسہ بن گیا اور اُس نے حوض پر کردیا - اور پیاسے ہوئے قافلہ کو سیر کردیا - اور مینے پانی کے نکالنے کے لئے عمر سے زیادہ قوی تر نہیں دیکھا - بس مینے سیاہی سے مراد عرب اور عفر سے مراد عجم لی - دیکھو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲۴۴ *

(۴) ابو نعیم اور مسند امام احمد بن حنبل اور صحیح مسلم - ترمذی - ابن ماجہ - مستدرک حاکم اور ابن عاکر میں بروایت حضرت عائشہ اور طبرانی میں بروایت ابن عمر - یہ حدیث

آئی ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ ملبسکَ قمیصًا تریدک امتی علی خلعہ فلا تخلعہ۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اے عثمان اللہ تعالےٰ تجھ کو قمیص پہنائے گا۔ لیکن میری امت کے لوگ چاہینگے۔ کہ تو اُسے اُتار ڈالے مگر تم نہ اُتاریو ✦

اس حدیث کی تاویل خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے ہوتی ہے جو کامل ابن عدی کی کتاب میں ہے وھُو ھٰذا ✦

یا عثمان انک ستؤتی الخلافۃ من بعدی وسیریدک المنافقون علی خلعہا فلا تخلعہا وصُمْ فی ذالک الیوم تفطر عندی ✦	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ اے عثمانؓ عنقریب میرے بعد تجھ کو خلافت ملیگی۔ اور منافق چاہینگے۔ کہ تم اُس کو ترک کر دو۔ مگر تم ہرگز نہ چھوڑیو۔ اور تم اس

روز روزہ رکھیو اور میرے پاس افطار کریو۔ دیکھو کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۱۵۰۔ اس حدیث میں قمیص کے معنے خلافت کے لئے گئے ہیں ✦

۵)۔ نعیم بن حماد نے اپنی کتاب کے باب الفتن میں صفوان بن عجیر سے مرسلاً یہ حدیث بیان کی ہے ✦

ان اللہ تعالیٰ وعدنی فارسُ ثم الروم۔ نساؤھم وابناؤھم و لامتہم وکنوزھم و امدنی بحمیر اعوانا رواہ نعیم	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ فارس اور روم اور اُن کی عورتیں او اُن کے بیٹے اور انکی رعایا اور اُن کے خزانے

تمہیں دونگا۔ اور اللہ تعالےٰ نے یہ بھی فضل کیا کہ قوم حمیرؔ کو میرا مددگار بنایا۔ دیکھو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۹۳۔ یہاں پر نادان اور جلد باز مسلمانوں کو غور کرنی چاہئے کہ اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے فارس اور روم کی فتح کا وعدہ دیا تھا۔ مگر یہ بات علماء پر مخفی نہیں کہ فارس اور روم خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات میں فتح نہیں ہوئے۔ بلکہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں مفتوح ہوئے۔ تو کیا اس سے یہ گمان کر لیا جائے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ

پیشگوئی غلط گئی حاشا وکلا۔ بلکہ خلفائے راشدین کے ہاتھ سے مفتوح ہونا اس بات کی گواہی ہے کہ خلفاء کوئی جدا نہیں تھے۔ بلکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہی خدام تھے اور خدام کے ہاتھ سے مفتوح ہونا خود مخدوم کی فتح سمجھی جاتی ہے پس اگر بعض نشان کسی مامور من اللہ کی حیات میں ظاہر نہ بھی ہوں۔ تو بھی کوئی جائے اعتراض نہیں +

اس امر کی وضاحت ایک دوسری حدیث سے بھی ہوتی ہے جو ابن مندۃ وابونعیم کی کتاب کے باب معرفت و تاریخ ابن عساکر میں بہ روایت عبد اللہ بن سعد انصاری آئی ہے وھو ھذا۔

ان اللہ تبارک تعالیٰ اعطانی فارس ونسائھم وسلاحھم واموالھم واعطانی الروم ونساؤھم وابناءھم وسلاحھم واموالھم وامدنی بحمیر +

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اللہ تبارک تعالےٰ نے مجھے ملک فارس اور اُس کی عورتین اور اوزار اور مال عطا کیا۔ ایسا ہی ملک روم اور اُس کی عورتیں اور اُس کے بیٹے اور اُس کے اوزار اور اُسکا مال دیا اور مجھے حمیر سے مدد دی۔ دیکھو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۹۳ +

۶۔ مصنف ابن ابی شیبا میں بروایت حسن یہ حدیث مذکور ہے +

رایت کانما فی یدی سوارین من ذھب فکرھتھما فنفختھما فذھبا کسریٰ وقیصرا +

یعنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مینے دیکھا کہ میرے ہاتھوں میں دو کڑے طلائی ہیں۔ مینے اُن کو مکروہ جانکر پھونک سے اُڑا دیا اور ساتھ ہی کسرےٰ اور قیصر کا خاتمہ ہوا۔ دیکھو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۹۴۔ اس سے ظاہر ہے کہ کسرےٰ اور قیصر جو دنیا میں اُس وقت زبردست بادشاہ تھے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بطور دو سنہری کڑوں کے دکھلائے گئے۔ ایک روایت میں یوں آیا ہے +

۷۔ رایت کانی فی درع حصین ورایت بقرا تنحر فاولت ان الدرع

حضرت جابر روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مینے دیکھا

الحصين المدينة وان البقر نفر والله خیر۔

کہ گویا میں ایک مضبوط زرہ میں ہوں اور دیکھا کہ ایک گائے ذبح کیجاتی ہے۔ مینے یہ تاویل کی ہے کہ درع حصین تو مدینہ ہے۔ اور گائے ایک شخص ہے۔ اور اللہ بہتر جانتا ہے۔ دیکھو مسند امام احمد اور مختارۃ الضیاء +

ایک روایت میں اس طرح آیا ہے +

(۸) رایت فی المنام انی اھاجر من مکة الی ارض بھا نخل فذھب وھلی الی انھا الیمامة او ھجر فاذا ھی المدینة یثرب ورایت فی رؤیای ھذہ انی ھززت سیفا فانقطع صدرہ فاذا ھو ما اصیب من المومنین یوم احد ثم ھززت اخری فعاد احسن ما کان فاذا ھو ما جاء اللہ بہ من الفتح واجتماع المومنین ورایت فیھا بقرا واللہ خیر فاذا ھم النفر من المومنین یوم احد واذا الخیر ما جاء اللہ بہ من الخیر بعد وثواب الصدق الذی اتانا اللہ بہ یوم بدر۔ رواہ البیھقی وابن ماجہ عن ابی موسیٰ۔

ترجمہ۔ بیہقی اور ابن ماجہ میں ہے کہ ابو موسے اشعری نے روایت کیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مینے خواب میں دیکھا کہ میں مکہ سے کسی ایسے شہر میں جاتا ہوں جس میں کھجوریں ہیں۔ اس پر میرا گمان یہ ہوا کہ وہ شہر یمامہ ہے یا ہجر ہے۔ لیکن دراصل مدینہ جس کو یثرب بھی کہتے ہیں نکلا۔ اور اس خواب میں دیکھا کہ مینے تلوار کو جھٹکا دیا۔ لیکن وہ درمیان سے ٹوٹ گئی۔ جس سے مراد اس مصیبت سے ہے۔ جو مومنوں کو جنگ احد میں پیش آئی۔ پھر مینے دوبارہ تلوار کو جنبش دی۔ تو پھر اپنی سابقہ حالت سے بھی بہتر ہوگئی جس سے یہ مراد اس فتح اور اجتماع مومنین سے ہے۔ جو بعد ازاں وقوع میں آئے۔ اور مینے اس میں ایک گائے دیکھی جس سے مراد ان مومنوں سے تھی۔ جو جنگ احد میں شہید ہوئے۔ اور وہ جو خیر دیکھی۔ سو وہ انجام بخیر تھا۔ جو بعد میں اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے کر دیا۔ اور ثواب الصدق وہ تھا۔ جو اللہ تعالےٰ نے بدر کے روز عطا کیا۔ دیکھو کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۳۷ +

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ گاہے گاہے انبیاء بھی فہم الہام و رویا میں غلطی

کھا سکتے ہیں - جیسے کہ مدینہ کے بجائے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یمامہ یا ہجر سمجھ لیا تھا اور نیز یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ تلوار کے ٹوٹنے سے مراد تکلیف تھی اور گائے سے ایک کثیر جماعت مسلمانان تھی - اور تلوار کے سالم اور صحیح ہونے سے مراد فتح و ظفر تھی - اس کی تائید ایک اور حدیث سے بھی ہوتی ہے - جو ابن عباس کی روایت سے بیہقی اور مستدرک حاکم میں ہے - دیکھو کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۳۵ +

۹ - مسند امام احمد بن حنبل اور صحیح مسلم اور نسائی میں بروایت انس یوں حدیث آئی ہے

رایت کانی اللیلۃ فی دار عقبۃ بن رافع واتیت بتمر من تمر ابن طاب فاولت ان لنا الرفعۃ فی الدنیا و العاقبۃ فی الآخرۃ وان دیننا قد طاب

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مینے دیکھا کہ ایک رات کو میں عقبۃ بن رافع کے گھر میں ہوں اور مجھے ابن طاب کی کھجور میں سے کچھ کھجورین دیگئیں - اس سے مینے یہ مرادلی کہ دنیا اور آخرت میں بلندی مراتب حاصل ہوگی اور ہمارا دین پاک اور طیب ہے - یہاں تمر سے مراد دین لیا گیا ہے - دیکھو کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۳۶ +

ایک روایت میں یوں آیا ہے +

(۱۰) رایت کانی اتیت بکبیلۃ تمر فجمعتہا فی فوجدت فیہا نواۃ فلفظتہا فقال ابو بکر ھو جیشک الذی بعثت یسلمون ویغنمون فیلقون رجلاً فینشدہم ذمتک فیدعونہ ثم یلقون رجلا فینشدہم ذمتک فیدعونہ قال کذالک - قال الملک - رواہ جابر +

مسند امام احمد بن حنبل اور دارمی میں بروایت جابر یوں آیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مینے دیکھا کہ مجھے کھجوروں کا ایک پیمانہ دیا گیا مینے اُس کو اپنے مُنہ میں ڈالا - تو کیا دیکھتا ہوں کہ اُس میں کچھ گھٹلیاں ہیں مینے اُن کو پھینک دیا - ابو بکر نے کہا کہ وہ آپ کا لشکر ہے جس کو آپ نے روانہ کیا ہے - اور وہ کہیں تو صلح اور آشتی سے کام لیتا ہے اور کہیں غنیمت حاصل کرتا ہے - پھر اُن کو ایک آدمی سے اتفاق ملاقات ہوتا ہے - اور وہ اُن سے آپ کی ذمہ داری چاہتا ہے - پر وہ اُسکو چھوڑتے ہیں پھر کسی دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں تو وہ بھی اُن سے آپ کی ذمہ داری چاہتا ہے - اور وہ اُس کو

چھوڑتے ہیں۔ فرمایا کہ فرشتہ نے بھی اسی طرح کہا۔ کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۳۶ +

۱۱۔ مستدرک حاکم میں بروایت ابن عمر یوں حدیث آئی ہے۔

رایت عمود الکتاب انتزع من تحت وسادتی فذهب الی الشام فاولته الملك :-	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ مینے دیکھا کہ کتاب کا سرا میرے تکیہ کے نیچے سے نکلکر شام کی طرف چلا گیا۔ مینے یہ تاویل

کی کہ وہ ملک ہے۔ دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۵۹۔

۱۲۔ یلحد بمکة کبش من قریش اسمه عبد الله علیه مثل اوزار نصف الناس۔ رواه احمد بن حنبل عن عثمان :-	مسند امام احمد بن حنبل میں بروایت عثمان یوں مذکور ہے کہ مکہ میں قریش میں سے ایک دنبہ جس کا نام عبد اللہ ہے ذبح ہو گا۔ اور اُسپر نصف لوگوں کا بوجھ لدا ہو گا۔ دیکھو

کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۴۲۔ اس حدیث میں کبش سے مراد عبد اللہ سے لی گئی +

۱۳۔ مثلت لی الحیرة کانیاب الکلاب وانکم ستفتحونها۔ رواه ابو نعیم و طبرانی عن عدی بن حاتم :-	ابو نعیم و طبرانی نے عدی بن حاتم سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حیرۃ کتوں کے کلوں کی صورت میں

دکھلایا گیا ہے اور تم اُسکو عنقریب فتح کر لوگے۔ دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۹۴ +

۱۴۔ مسند امام احمد بن حنبل اور ابن ماجہ میں براء یہ روایت آئی ہے +

الله اکبر اعطیت مفاتیح الشام۔ والله انی لابصر قصورها الحمر من مکانی هذا۔ الله اکبر اعطیت مفاتیح فارس۔ والله انی لانظر المدائن وانظر قصورها البیض من مکانی هذا۔ الله اکبر اعطیت مفاتیح الیمن۔ والله انی لانظر الی ابواب صنعاء من مکانی هذا	اللہ بہت ہی بڑا خدا ہے جس کے فضل سے مجھے شام کے ملک کی چابیاں عطا ہوئیں۔ اور قسم بخدا میں اپنی آنکھوں سے اسی جگہ اپنے مکان پر بیٹھے ہوئے اُس کے سرخ سرخ محلوں کو دیکھ رہا ہوں۔ اللہ اکبر مجھے فارس کے ملک کی خزانوں کی کلیدیں بھی مل گئی ہیں۔ اور خدا کی قسم میں اُس کے شہروں اور اسکے سفید سفید محلوں کو ابھی

جگہ سے دیکھ رہا ہوں - اللہ اکبر مجھے یمن کے خزانوں کی کلیدیں بھی دیگئی ہیں - اور اللہ کی سوگند کھاکر کہتا ہوں - کہ میں صنعا کے دروازوں تک اسی جگہ سے دیکھ رہا ہوں - دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۹۴ +

اس حدیث میں جو پیشگوئی ہے - وہ بزمانہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پوری نہیں ہوئی - کیا اس سے یہ سمجھا جائے - کہ یہ پیشگوئی غلط گئی - نہیں ہرگز نہیں - یہ پیشگوئی پوری ہوئی - کیونکہ خلفاء کے ہاتھ سے مفتوح ہونا - خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے پورا ہونا ثابت ہوتا ہے +

۱۵ - عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری جلد ۴ صفحہ ۱۱ ۳ میں یہ حدیث آئی ہے +

حدثنا موسیٰ بن اسمٰعیل حدثنا ابو عوانۃ عن فراس عن الشعبی عن مروق عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا ان بعض ازواج النبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قلن للنبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اینا اسرع بک لحوقاً قال اطولکن یدا فاخذوا قصبۃ یذرعونھا فکانت سودۃ اطولھن یدا فعلمنا بعد انما کانت طول یدھا الصدقۃ وکانت اسرعنا لحوقا بہ زینب وکانت تحب الصدقۃ

موسےٰ بن اسمعیل نے ہمارے پاس حدیث بیان کی اور ابو عوانہ نے فراس سے اسنے شعبی سے اُس نے مروق سے اور اُس نے عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعض ازواج مطہرات نے نبی علیہ السلام سے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کہ ہم میں سے کون سب سے پہلے آپ کو بعد وفات آنکر ملیگی - بجواب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھکو سب سے پہلے وہ آن کر ملیگی جس کے ہاتھ لمبے ہیں اس پر ازواج مطہرات نے ایک کانا لیا - اور ہاتھوں کو ماپنے لگیں - اس کارروائی سے معلوم ہؤا کہ حضرت سودہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے لمبے ہاتھ ہیں - لیکن بعد ازاں معلوم ہوا کہ طول ید سے مراد صدقہ تھا - کیونکہ سب سے پہلے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے جا کر ملیں - وہ حضرت زینب تھیں اور وہ بہت صدقہ دیا کرتی تھیں - اس حدیث سے معلوم ہؤا کہ خود رسول اللہ

صلعم کو اُس کی کیفیت زندگی میں معلوم نہیں ہوئے اور نہ ازواج مطہرات کو اس کی اطلاع ہوئی ہاں جب وقوعہ ہوا۔ اور سب سے پہلے بی بی زینب کا انتقال ہوا۔ تو اس وقت سمجھا کہ لمبے ہاتھ سے مراد زیادہ صدقہ کرنیوالی ہے +

ہم اسی قدر حوالجات پر اکتفا کر کے گوش گذار ناظرین کرتے ہیں کہ بیانہائے ماسبق سے خوب عیان ہے کہ پیشگویوں اور الہامات اور رویا و مکاشفات انبیا میں کچھ راز سربستہ بھی ہوتے ہیں۔ اور اُن کا افشا کرنا ہر ایک فرد بشر کا کام نہیں ہوتا۔ بلکہ اُس کی سمجھ اور فہم خاص خاص بندگان خدا کو دیا جاتا ہے چنانچہ تم نے ابھی دیکھا کہ ایلیا کی حقیقت حضرت عیسے علیہ السلام نے تو خوب کھولکر سنادی تھی مگر حضرت یحیے کو اُس کی اطلاع بھی نہ ہوئی چنانچہ خواجہ محمد پارسا کی کتاب فصل الخطاب کے صفحہ ۲۴ میں ہے۔

والتاویل یختلف بحسب احوال المستمع واوقاته فی مراتب سلوکه وتفاوت درجاته وکل ترقی عن مقامه الفتح له باب فهم جدید واطلع به علی لطیف معنیٰ عتید

باطنی اور حقیقی معنے کے سمجھنے میں سامعین کے حالات اور اوقات کے مطابق جوں جوں مراتب سلوک اور تفاوت درجات میں کمی بیشی ہوتی ہے۔ ویسا ہی اُس میں ہوتی ہے اور جب وہ اپنے مقام سے ترقی کرتا ہے۔ تو اُس کے لئے نئے فہم کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ اور لطیف اور عمدہ معنوں پر مطلع کیا جاتا ہے + ایسا ہی حضرت عیسے اور حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت جو جو بشارات کتب سابقہ میں مندرج تھے علماء وقت اُن کی دور از قیاس تاویلیں کر کے اُن بزرگ انبیاء کے قبول کرنے سے بے نصیب رہے۔ باوجودیکہ بعض بعض بشارات نہایت کھلے کھلے تھے جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جب ضد اور تعصب انسان میں آجاتا ہے۔ تو پھر اُس کے سامنے کیسے ہی پختہ اور عمدہ دلائل پیش کرو۔ وہ اُن کو ہیچ اور لغو ہی خیال کرتا ہے۔ اور جوں جوں وہ اپنی شتاب کاری اور عجلت کی وجہ سے مخالفت میں قدم بڑھاتا ہے توں توں اللہ تعالے بھی اُن کو شقاوت اور ضلالت کے تنگ و تاریک کوچہ میں ہانکے لئے جاتا ہے۔ اور پھر وہ اُس نور آسمانی سے جو دنیا کو منور کرنے اور ظلمت کو صفحۂ ہستی سے اُٹھانے کے لئے آتا ہے

کوسوں دور جا پڑتا ہے اور بالآخر شبپر کی طرح بقیہ زندگی بسر کر کے خائب و خاسر مر جاتا ہے۔ اسیواسطے ہر عقلمند کو چاہیئے کہ واقعات گذشتہ کو مدنظر رکھکر ہر پیشگوئی اور مکاشفات والہامات میں اپنے رائے دینے کے وقت جلد بازی اور شتاب کاری کو کام میں نہ لائے بلکہ فکر عمیق اور تدبر صحیح سے کام لے جیسے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کیا کرتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ انکو کسی پیشگوئی میں دقت اٹھانی نہیں پڑی اور نہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کلام پر کبھی اُن کو شک کرنیکا موقع پیش آیا بلکہ جہانتک معلوم ہوتا ہے وہ رسول اللہ کی پیشگوئی کو راست اور صحیح قرار دینے کے لئے اُس کی تاویل کرلیا کرتے تھے۔ خواہ کتنی ہی گنجلک اور پیچیدگی اُس میں کیوں نہ ہوتی تھی +

میں پہلے دکھا چکا ہوں کہ حج کرنے کی نسبت جو خواب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان کی تھی۔ اور اسی کی بناء پر روانہ ہوئے تھے پھر اُس میں سخت روک پیش آگئی تو جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ مینے کب کہا تھا کہ اس سال حج ہوگی تو سب نے اس توجیہ کو قبول کر کے سکوت اختیار کرلیا تھا ایسا ہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کے سوال پر یہ کہا تھا کہ تم میں سے پہلے وہ فوت ہوگی جس کے لمبے ہاتھ ہیں اور سب ازواج مطہرات کو یقین ہوگیا تھا کہ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال سب سے پہلے ہوگا۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم موجود بھی تھے لیکن جب سب سے پہلے بی بی زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہؤا تو بجائے اسکے کہ اُس بات کو جھٹلاتے سب نے بالاتفاق قرار دیا کہ لمبے ہاتھ سے سخاوت مراد تھی۔ کیونکہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا بہت صدقہ دینے والی بی بی تھیں۔ اس تمام واقعہ سے نتیجہ نکلتا ہے کہ بعض دفعہ صاحب الہام و کشف و رویا پر بھی اصلیت نہیں کھلتی بلکہ بعد وقوعہ حقیقت حال سے آگاہی ہوتی ہے۔ جیسے کہ پہلے بیان ہو چکا ہے پس کسی پیشگوئی یا مکاشفہ میں شتاب کاری اور عجلت شعاری سے قدم رکھنا۔ اور جھٹ پٹ پیش از وقت اپنی رائے کو قائم کرلینا عقلمندی اور دوراندیشی کے خلاف ہے۔ جبکہ انبیائے اولوالعزم کے پہچاننے کے متعلق پیشگویوں میں بڑی بڑی قوموں نے ٹھوکریں

کھائی ہیں - اور وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک ضال اور گمراہ اور مغضوب علیہ قرار پاچکی ہیں
اور اپنی ضد اور ہٹ دھرمی سے جہنم کا ایندھن بن چکی ہیں - تو اب مسلمانوں کو چاہیئے
کہ کسی ایسے راز سربستہ میں جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ودیعت چلا آتا ہو
اور کسی زمانہ میں آنکر کوئی بزرگ اُسی راز کو افشاء کر کے اُسکو اپنا مصداق ہونا ظاہر
کرے میں ڈرتا ہوں کہ سابقہ قوموں کی طرح جنہوں نے اپنی نادانی سے حق کے پہچاننے میں جلدبازی
سے کام لیا اور فساد اور عناد کی آگ بھڑکا کر خود ہی جلکر رہ گئے اور اس طرح
سے صفحۂ ہستی سے اُن کا نام مٹ گیا - مبادا اے مسلمانوں تم بھی ایسا ہی کرو - اور
تم بھی انکی طرح ہلاکت اور تباہی کے کوئیں میں گرو - اور اُس راز کے سمجھنے میں تم
بھی آنکھیں بند کر لو - اور آخر جہنم ابدی کے وارث بن جاؤ - نعوذ باللہ من ذالک
کیونکہ آپ لوگوں کو اس باب میں بڑی مشکل کا سامنا نہیں - آپ کے آگے ہزارہا انبیاء کی
نظیریں موجود ہیں اور پھر قرآن شریف اور احادیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس
قسم کے واقعات سے بھری پڑی ہیں اور پھر لاکھوں اولیاء اللہ اس امت میں ہو چکے
ہیں - جن کے کلمات کو کروڑوں آدمیوں نے تسلیم کیا ہے - تو پھر اب کیوں اتنی
بڑی مشکل سمجھتے ہو - میں یہاں پر دور کی بات نہیں سناتا خود اس ملک کی بیتی بات بیان
کرتا ہوں - یقین کہ اُس سے کسی کو انکار نہیں ہوگا - آپ نے سنا ہے کہ اس ملک ہند
میں بلکہ ملک پنجاب کے ایک بستی میں جس کو سرہند کہتے ہیں - ایک بزرگ شیخ احمد صاحب
ہوئے ہیں جن کو عام لوگ امام ربانی - مجدد الف ثانی کے بزرگ لقب سے پکارتے
ہیں - اُن کے والد بزرگوار فرماتے ہیں - کہ مجدد صاحب کی ولادت سے قبل میں
ایک دفعہ مراقبہ میں تھا - ناگہاں کیا دیکھتا ہوں کہ تمام جہان پُر از ظلمت ہو گیا ہے
اور خوک اور بندر اور ریچھ جہان میں لوگوں کو ہلاک کرتے ہیں - کہ اس اثناء میں میرے
سینہ سے ایک نور نکلا اور اُس سے تمام عالم نورانی ہو گیا - اور ایک بجلی اس نور سے
ایسی نکلی - جس نے تمام خوک و خرس کو خاک سیاہ کر دیا اور اس نور سے ایک تخت
نمودار ہوا - جس پر ایک شخص نورانی تکیہ لگائے بیٹھا ہے - اور ہزاروں نورانی شکلیں
بلکہ آسمانی فرشتے اُس کے سامنے باادب کھڑے ہیں اور سارے جہان کے ظالم و فاسق

زندیق و ملحد گرفتار ہو کر اُن کے سامنے ذبح کیے جا رہے ہیں اور کوئی شخص بہ آواز بلند کہتا ہے قل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ دیکھو مقامات امام ربانی صفحہ ۵۔ اب ظاہر ہے کہ اس مکاشفہ میں مجدد الف ثانی کو ایک نور کی صورت میں دکھلایا گیا ہے۔ اور فاسق اور فاجر اور روافض کو خوک و خرس کی صورت میں دکھلایا گیا ہے۔ کیونکہ اُن کے وقت میں روافض کا سخت زور تھا۔ اور ایک رافضیہ عورت یعنی نور جہان بیگم تمام ملک ہند پر مسلط تھی۔ اور اسکی وجہ سے رافضیوں کا زور تھا اور ہر قسم کے فسق و فجور کا طوفان امنڈ رہا تھا۔ ایسے وقت میں اللہ تعالےٰ نے گیارھویں صدی میں اس امام پاک کو پیدا کر کے دشمنان خدا کا قلع قمع کیا۔

ایسا ہی مقامات امام ربانی کے صفحہ ۱۱-۱۲ میں لکھا ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے بموجب ارشاد خواجہ انگلنی صاحب استخارہ کیا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک طوطی سبز شاخ پر بیٹھی ہے۔ مینے اپنے دلمیں کہا کہ اگر یہ طوطی میرے ہاتھ پر آکر بیٹھ جائے تو مجھکو اس سفر میں کشائش ہوگی بمجرد اس خطرہ کے وہ طوطی اڑ کر میرے ہاتھ پر آبیٹھی مینے اپنا لعاب دہن اُس کی چونچ میں ڈالا اور اُسنے میرے مُنہ میں شکر ڈالی۔ صبح کو مینے یہ واقعہ حضرت خواجہ انگلنی سے بیان کیا حضرت خواجگی نے فرمایا کہ طوطی ہندوستانکے جانوروں میں سے ہے۔ وہاں تم سے کوئی شخص ظاہر ہوگا کہ اُس سے تمام جہان منور ہوگا۔ اور تم کو بھی اس سے فائدہ ہوگا۔ پھر جب میں ہندوستان میں سرہند پہنچا تو بعینہ وہی ثبوت پایا اور نشان قبولیت بھی معلوم ہوا۔ اس میں غور کرنا چاہیئے کہ خواجہ نقشبند صاحب نے دیکھی تو طوطی اور اس سے مراد یہ لی کہ وہ مجدد الف ثانی ہیں۔

اس طرح تمام بزرگان دین اور اولیاء ملت اسلام کے بارہ میں سینکڑوں کتابیں بھری پڑی ہیں۔ اور لوگ اُن کو بسر و چشم قبول کرتے رہیں ہیں۔ ہاں بعض علماء ایسے بھی ہوئے ہیں جنھوں نے اُن بزرگوں پر کفر و الحاد کے فتوے اپنی نادانی سے دیئے ہیں۔ چونکہ وہ لوگ خشک اور لفظ پرست ہوتے ہیں وہ الہامی

کتابوں میں وسیع معلومات کے نمونے اور مکاشفات۔ ور دنیا کی فلاسفی سے محض ناآشنا ہونیکی وجہ سے ایسا کر گذرتے ہیں مگر حق کی روشنی کبھی مخفی نہیں رہ سکتی۔ وہ اپنا جلوہ دکھاتی ہے اور ایک آگ کی طرح مشتعل ہو کر تمام خبیث النفس انسانوں کو جلا دیتی ہے۔ اور ایک طوفان کی طرح جوش زن ہو کر تمام خس وخاشاک کو راستہ سے اُٹھا دیتی ہے۔ اور اسطرح تمام روکیں دور ہو جاتی ہیں۔ کیا یہ بات کسی پر پوشیدہ ہے کہ جن جن بزرگان کو علماء وقت نے ایذائیں دیں اور کافر و زندیق ٹھہرایا۔ کیا وہ اب سب کے سب اولیاء اللہ نہیں مانے جاتے۔ حضرت ابوبکر رض۔ حضرت عمر رض حضرت عثمان رض۔ حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہم کو دیکھو۔ حضرت عبدالقادر جیلانی حضرت بایزید بسطامی۔ حضرت امام ابو حنیفہ۔ حضرت امام مالک۔ حضرت امام شافعی حضرت امام احمد بن حنبل۔ حضرت امام محمد اسمٰعیل بخاری۔ حضرت امام محمد غزالی امام ابن تیمیہ۔ حضرت ابن قیم۔ منصور حلاج۔ حضرت شاہ ولی اللہ۔ حضرت شیخ احمد سرہندی امام ربانی مجدد الف ثانی۔ سید احمد صاحب بریلوی۔ و مولوی محمد اسمٰعیل صاحب شہید دہلوی سب کے سب اپنے اپنے زمانہ کے مولویوں سے کافر ٹھہرائے گئے۔ اور بعض کی نسبت مکفرین کی ذریت ابتک زبان طعن کھولتی ہے۔ لیکن کیا وہ کروڑوں انسانوں میں عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھے جاتے اور کیا انکو امام یا ولی اللہ نہیں مانا جاتا۔ لہٰذا اب بھی اے مسلمانوں خود اپنی عقل سے کام لو۔ اور اُن علماء کی کارروائی سے الگ رہو۔ جو جھٹ پٹ کفر کے فتوے مومنوں یا دین کے حامیوں پر لگا دیتے ہیں +

بعض ایسے ظالم ہیں جو یہ کہدیا کرتے ہیں کہ رویا کوئی چیز نہیں اور نہ قابل حجت ہو سکتی ہے ایسے کہنے والے اپنے جہالت کا ثبوت دیتے ہیں ورنہ ایسے الفاظ مُنہ پر نہ لاتے ہم ابھی قرآن مجید اور احادیث اور بزرگان دین کی کلام سے دکھا چکے ہیں کہ رویا کا بھی ایک مستقل عالم ہے اور رویاء صادقہ ضرور واجب العمل ہوتی ہیں چنانچہ اسی رویا ہی کی بنا پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو ذبح کرنا چاہا۔ یہی رویاء ہی تھی جس کی وجہ سے حضرت یوسف ایک اعلےٰ درجہ پر پہنچے۔ اسی رویاء کی بناء پر فخر المرسلین

صلوات اللہ وسلامہ حج کے لئے چل کھڑے ہوئے۔ رویاء پر عمل کرنے کا ثبوت کافی طور سے کلام اللہ میں موجود ہے۔ اور بخاری اور دیگر کتب احادیث سے بھی ظاہر ہے۔ کہ سب سے اول وحی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو رویاء ہی سے شروع ہوئی تھی +

اگر رویاء کوئی چیز نہیں تو پھر انبیا اُس پر کیوں عامل ہوتے رہے۔ بلکہ احادیث سے رویا کے نہ ماننے پر وعید آیا ہے۔ دیکھو حدیث ذیل۔

من لم یومن بالرؤیا الصادقۃ فانہ لم یومن باللہ و رسولہ رواہ الدیلمی عن عبد الرحمن بن عائذ۔	امام دیلمی عبد الرحمٰن بن عائذ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص رویا صادقہ پر ایمان نہ لایا وہ گویا اللہ اور رسول پر بھی ایمان

نہ لایا۔ دیکھو کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۳۳ +

مزید برآں رویا صالحہ کو نبوت کی جزو قرار دیا گیا ہے دیکھو احادیث ذیل +

رویاء المومن جزء من ستۃ واربعین جزءاً من النبوۃ رواہ احمد والبیھقی عن انس وابو داؤد والترمذی عن عبادۃ بن الصامۃ وابن ماجہ عن ابی ھریرۃ	احمد اور بیہقی انس سے اور ابو داؤد اور ترمذی عبادہ بن صامت سے اور ابن ماجہ ابو ہریرہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کہ مومن کی خواب نبوّت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔ ایسا ہی طبرانی۔ مسلم۔ بخاری الحکیم۔ ابن جریر۔ ابن مردویہ وغیرہ میں آیا ہے۔

بیانات متذکرہ بالا سے واضح ہے کہ وحی ربانی والہامات و رویاء صادقہ میں بکثرت استعارات لطیفہ ہوتے ہیں۔ بالخصوص پیشگوئیوں میں رازہائے سربستہ ضرور ہوتے ہیں۔ کیونکہ سنت اللہ اسی طرح جاری ہے۔ نیز ہم یہ بھی دکھا چکے ہیں کہ بعض حصہ تو بعینہٖ الفاظ ظاہری کے مطابق واقع ہوتا ہے۔ اور بعض حصہ کے باطنی معنی ہوتے ہیں۔ جن کے سمجھنے میں بعض دفعہ غلطی کا احتمال ہوتا ہے۔ اس لئے ہر ایک انسان کا کام نہیں ہوتا کہ وہ اسکی اصل حقیقت پر آگاہ ہو سکے

بلکہ راسخین فی العلم کا کام ہے +

یہ بھی ہم دکھا چکے ہیں کہ بعض دفعہ انبیاء سے بھی اجتہادی خطا واقع ہوتی ہے۔ مگر اُن کو اس خطا پر بہت جلد متنبہ کیا جاتا ہے۔ اور دیر تک اُن کو اُس حالت غلطی میں نہیں رکھا جاتا +

نیز یہ بھی دکھایا گیا ہے کہ بعض دفعہ اللہ تعالیٰ اپنے مرسلوں کے ذریعہ کسی قوم کی نسبت عذاب کی خبر دیتا ہے۔ اور پھر کسی خاص مصلحت سے اُس عذاب کو ٹال دیتا ہے۔ اور نبی کو جس کے ذریعہ عذاب کی پیشگوئی کی گئی تھی مطلع بھی نہیں فرماتا۔ جیسے یونس علیہ السلام کے ساتھ ہوا +

یہاں پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ایک دفعہ وعدہ کر لیتا ہے۔ کہ میں ایسا کرونگا۔ اور پھر ویسا نہیں کرتا۔ تو کیا یہ وعدہ خلافی میں داخل نہیں۔ تو اور کیا ہے۔ اصل میں یہ اعتراض قلت تدبر اور آسمانی کتابوں کی ناواقفیت کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ ورنہ اگر اُن کو آسمانی کتابوں پر نظر ہو تو پھر اس اعتراض کی ضرورت ہی نہیں محسوس ہو سکتی۔ اصل بات یہ ہے کہ ایک وعدہ ہوتا ہے اور ایک وعید۔ سو ان دونوں امور میں اللہ تعالےٰ کی یہ سنت ہے کہ وعدہ میں تو ہرگز خلاف نہیں کرتا جیسے کہ آیت اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ سے ہویدا ہے۔ لیکن برخلاف اس کے وعید میں اللہ تعالےٰ کمی بیشی کر لیا کرتا ہے اور اس میں سِرّ یہ ہے کہ وعید کا اُسی حالت میں حکم سنایا جاتا ہے۔ جب شخص یا قوم خدا تعالیٰ کے احکام کو پس پشت ڈالکر اُس کے مامورین و مرسلین کی نافرمانی کرتے اور سرکشی پر اڑے رہتے ہیں۔ لیکن اگر وہ وقت مقررہ سے پہلے تائب ہو کر خدا تعالیٰ کیطرف رجوع کرتے اور اُسی کو اپنی ڈھال اور سپر بنا لیتے ہیں تو وہ ارحم الراحمین خدا رجوع برحمت کرتا ہے خواہ کسی نبی کے ذریعہ اُنکو منذر وحی بھی سنادی گئی ہو۔ اور عذاب کا وقت بھی مقرر کر دیا ہو۔ یہ اُنکے سدھارنے کے لئے ایک قسم کی تنبیہ ہوتی ہے جیسے کوئی ماں اپنے بچوں کو کسی خطرناک چیز سے دور رکھنا چاہتی ہو۔ لیکن نادان اور کم عقل بچے ناعاقبت اندیشی سے اُس سے باز نہیں آتے تو مادر مہربان انکو دھتکارتی یا ڈرا دیتی ہے جس کا

نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اُس کام سے جس کا نتیجہ اُن کی ذات کے لئے مضر تھا باز آجاتے ہیں۔ ایسا کرنا وعدہ کے خلاف نہیں۔ کیونکہ یہ بات رحم اور خیر خواہی کی بناء پر ہوتی ہے۔ خدا سڑی اور چڑچڑا مزاج نہیں اگر وہ ایک دفعہ کسیکو کسی عذاب کی خبر دیچکا ہے تو اب وہ لوگ خواہ کتنی ہی عاجزی کریں اور اُسکے آستانہ پر ناک رگڑیں اور رو رو کر دعائیں مانگیں وہ اڑکر بیٹھ رہے اور کہے کہ اب میں عذاب دیئے بغیر نہیں ٹلونگا ایسا کرنا اس خدائے رحیم وکریم کی مقدس ومطہر شان سے بعید ہے۔ لہذا وہ وعید میں بحالت رجوع درگذر کرتا ہے خواہ نبی کو حقیقت حال سے آگاہی دیجائے یا نہ دیجائے۔ لیکن وعدہ میں کبھی بھی خلاف نہیں کرتا۔ ہمیں آدم سے لیکر تا ایندم ایک نظیر بھی ایسی نہیں ملتی کہ اس قدوس خدا نے کبھی وعدہ میں خلاف کیا ہو۔ اور وعید میں قضا وقدر کو ٹالدینا عین اُسکی مشیت کا مقتضی ہے

اس امر کا بھی ذکر کردینا ضروری سمجھتے ہیں کہ بعض دفعہ ایسا بھی اتفاق ہوتا ہے کہ ایک زمانہ میں چند ملہمین یا اہل کشف ہوتے ہیں اور اُن کو بعض دفعہ ایکدوسرے کے مخالف الہام ہوجایا کرتے ہیں یا کچھ عرصہ تک تو موافق اور کچھ عرصہ کے بعد مخالف الہام ہونے لگتے ہیں۔ ہم بتاتے ہیں کہ اسکی کیا وجہ ہے۔ سو واضح ہو کہ الہام کی صداقت اور صفائی صاحب الہام واہل کشف کی تقویٰ اور حسن اعمال کے مناسب حال ہوتی ہے۔ یعنی جسقدر تقوے اور نیک اعمال میں قدم بڑھتا ہے اسیقدر اُسکے الہامات ورویا ومکاشفات میں سچائی اور صفائی اور کثرت ہوتی ہے اور اختلاف کا باعث یہ ہوتا ہے کہ جب کسی ملہم کو دوسرے بزرگ سے بدظنی ہوجاتی ہے تو اسیقدر اُسکے نور قلب میں ایک ظلمت طاری ہوجاتی ہے اور جوں جوں اُسکا تعلق بدظنی اور بداعتقادی سے ٹوٹتا جاتا ہے وتناہی ظلمت اور تاریکی بڑھتی جاتی ہے اور گو وہ اپنے آپ کو کیسا ہی پاک اور طیب سمجھتا ہو۔ لیکن اسکی بدظنی کی ظلمت اسکو اپنے باپ شیطان کی قریب کھینچے لئے چلی جاتی ہے اور آخر شیطان ہی اُسکا بئس القرین ہوجاتا ہے۔ جس کی تصدیق خدا تعالےٰ اس ایت میں کرتا ہے۔ هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَىٰ مَن تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ تَنَزَّلُ عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ۔ دیکھو سورۃ الشعراء ع

لیکن وہ نادان اُسکو ربانی الہام سمجھتا ہے اور اس دھوکہ میں رہکر اپنی جان پر ظلم کرتا اور بعض مخلوقات خدا کو بھی دھوکہ میں ڈالتا ہے۔ اسکی سابقہ بزرگی اور الہامات

سب کی سب ہباءً منثوراً ہو جاتے ہیں بلعم باعور کی مثال اسکے لئے کافی ہوگی۔ کیا یہ بات کسی پر مخفی ہے کہ بلعم کسقدر خدا رسیدہ اور پاکباز تھا اُسے الہام بھی ہوتے تھے اور اسکی دعائیں اسقدر قبول ہوتی تھیں کہ وہ مرجع خلائق ہو گیا تھا۔ لیکن جب اُسنے حضرت موسیٰ کا مقابلہ کیا تو خدا تعالےٰ نے اسکو اپنی درگاہ سے مردود کر دیا اور بجائے علوی ہونیکے سفلی ہو گیا۔ چنانچہ اسکی شہادت خود اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں دیتا ہے وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ یعنی ہم نے تو اُس کا رفع کرنا چاہا تھا لیکن وہ زمین ہی کیطرف جھکتا گیا۔ جس سے مراد یہ ہے کہ وہ دنیا دنی کیطرف جھک گیا اور شیطان اُسکا ساتھی ہو گیا۔ پس یہ ایک سخت عبرت کا مقام ہے مسلمانوں کو خدا تعالیٰ کی بے نیازی سے ڈرنا چاہیئے۔ خواہ کوئی کیسا ہی نیک اور صالح ہو لیکن جب ماموریت اللہ و مرسل من اللہ سے دوری اختیار کر لیتا ہے تو خدا تعالےٰ بھی اُسکو اور بھی طغیان و عصیان میں ڈالنے کے لئے سامان مہیا کر دیتا ہے۔ اور آخر جب اُس پر کامل حجت پوری ہو جاتی ہے تو فوراً پکڑ لیتا ہے۔ لہذا مسلمانوں کو چاہیئے کہ جو شخص مامور من اللہ ہونے کا مدعی ہو اگر اُسکو اُسکے دعوے کی پوری تصدیق نہ بھی ہوئی ہو تو بھی وہ مخالفت اور سرکشی پر اسرار نہ کرے بلکہ اپنی زبانکو بند رکھے اور خدا تعالیٰ سے رو رو کر دعائیں مانگیں تا کہ وہ رحم الراحمین خدا اُسکی ہدایت کیلئے کوئی سبیل پیدا کر دے۔ لیکن جو لوگ بلا تحقیق جھٹ پٹ مخالفت پر زبان کھولدیتے ہیں انکی مثال ایسی ہو جاتی ہے جیسے ایک بد پرہیز مریض کی جو اپنی بد پرہیزی کی وجہ سے مرض کو لاعلاج کر لیتا ہے۔ ایسا ہی جسنے مخالفت پر زبان کھولدی پھر اُس کو حق کا ملنا مشکل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ پھر قبول کرنا اُپنی کسر شان سمجھتا ہے۔ لہذا ہر مسلمان کو چاہیئے کہ مرسلان خدا کی مخالفت سے جہانتک ممکن ہو بچے بلکہ احسن اور سہل طریق تو یہ ہے کہ قرائن مرجحہ کو دیکھکر انکے ساتھ ہو جائیں اور اُس مومن کے نقش قدم پر چلے۔ جس نے حضرت موسےٰ علیہ السلام کی پیروی کے لئے لوگوں کو کہا تھا اور اُس کا بول کچھ ایسا مقبول تھا کہ خدا تعالیٰ نے بھی اسکو اپنی پاک کلام میں بجنسہٖ نقل فرمایا اِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ یعنی اے لوگو اگر یہ آدمی یعنی موسیٰ علیہ السلام جھوٹا ہے تو جھوٹ کا وبال اسکی گردن پر پڑیگا۔ اور اگر صادق ہے تو تم اسمیں سے کچھ تو پالوگے۔ جس کا وہ وعدہ دیتا ہے۔ لہذا ہم مسلمانوں کو بھی چاہیئے اسی مثال پر کاربند ہوں۔ جھوٹے کو کبھی بھی مہلت نہیں ملسکتی۔ خود خدا اُس کا دشمن ہو جاتا ہے اور جلد اسکو تباہ و ہلاک کر دیتا ہے +

پانچواں باب

مجددین کے باب میں

جب ہم نیچر یعنی فطرت اللہ کی کتاب کا مطالعہ کرتے ہیں۔ تو ہمیں ثابت ہوتا ہے کہ ضرورت حقہ کیوقت وہ قادر مطلق خدا جسکا نام اللہ ہے۔ محض اپنے فضل و کرم سے نزول فیضان فرماتا اور تمام ضروریات کا سرانجام کرتا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب انتہا درجہ کی خشک سالی ہوجاتی ہے اور مخلوقات خدا بڑے بڑے دکھوں میں گرفتار ہوجاتی ہے تو آسمان سے بارش برسا کر مردہ زمین کو زندہ کردیتا ہے۔ وہی زمین جو بارش کے نہ ہونے کی وجہ سے اُس بیوہ کی طرح جسکا پیارا خاوند عین جوانی کی حالت میں سر پر سے گذر گیا ہو۔ اور وہ اسی غم میں سوکھتے سوکھتے کانٹا سا ہوگئی ہو۔ اور جسکی دل آویز صورت بدل کر مہیب اور بھیانک نظر آتی ہو۔ کچھ عرصہ پہلے سناٹے کے عالم میں ماتم کدہ ہو رہی تھی۔ اب ایسا بہروپ بدل لیتی ہے کہ یک لخت نوعروس کی طرح شاندار زمردی لباس پہنے ہوئے باہر نکل پڑتی ہے۔ ایسی بشاش اور خنداں ہوئی ہے۔ کہ ہر طرف اسکے منہ سے لالہ و گلزار جھڑے پڑتے ہیں۔ ایک وقت تو وہ تھا کہ گھاس کا تنکہ بھی اُس پر دکھلائی نہیں دیتا تھا۔ یا اب وہ سبزہ زار سے ایسی مالامال ہے کہ دیکھنے والے کا دل باغ باغ اور دماغ اسکے خوشبودار پھولوں کی لپٹ سے معطر ہوجاتا ہے۔ اسیطرح جب صفحہ دنیا شب دیجور کی دھواں دھار تاریکی سے ایک ڈراونی اور مہیب صورت اختیار کئے ہوئے ہوتی ہے۔ تو اچانک آفتاب عالمتاب کے پرانوار شعاعوں سے اسکا چہرہ چمکتا اور دمکتا دکھلائی دینے لگتا ہے۔

الغرض قانون قدرت میں لاکھوں ایسی نظیریں ملینگی کہ ہر تنگی کے بعد کشادگی اور ہر عسر کے بعد یسر نمودار ہو۔ جب اس چند روزہ مادی زندگی کیلئے خالق السموات والارض نے یہ قانون اٹل مقرر فرما دیا ہے۔ تو کیونکر باور ہو سکتا ہے۔ کہ روحانی زندگی کے لئے جو ابد الآباد تک رہنے والی ہے۔ اور جسکا کبھی بھی انقطاع نہیں کوئی سامان تجویز نہ فرمایا ہو۔ ضرور فرمایا اور ضرور فرمایا۔ کیا تم تاریخ عالم میں نہیں دیکھتے۔ کہ جب زمین ناپاک روحوں سے گندی اور مخلوقات کی معاصی اور معائب سے بودار ہو جاتی رہی ہے۔ تو اسکے صاف کرنے کیلئے وہ ارحم الرحمین خدا اپنے پاس سے ایسے بندوں کو وقتاً فوقتاً بھیجتا رہا ہے جو اپنے انفاس طیبات سے بنی نوع انسان کو صاف اور ستھرا کر دیتے رہے ہیں۔ لہذا اب بھی اُس خدا کی وہی سنت جاری ہے۔ کیا وہ خدا جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد اُس کی شریعت کے زندہ رکھنے کے لئے متواتر انبیاء مبعوث کرتا رہا ہے۔ کیا وہ افضل الرسل فخر بنی آدم کی شریعت کے قایم رکھنے کے لئے کچھ نہیں کر سکتا۔ ضرور کر سکتا ہے اور کرتا رہا بلکہ اپنے رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور انکی جماعت کے ساتھ حتمی وعدہ فرمایا ہے کہ میں اس باغ اسلام کے لئے جس کی آبیاری آپ نے کی ہے ضرورت کیوقت ایک ایسا باغبان ہمیشہ بھیجا کرونگا۔ جو خشک اور ناپاک ٹہنیوں اور شاخوں کو کاٹ کر باہر پھینک دیا کریگا۔ اور ہونہار پژمردہ اور مرجھائے ہوئے پودوں کو اپنے انفاس طیبہ کے پانی سے از سر نو تازہ کر دیا کریگا۔ چنانچہ آیت وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ

پھر جب ہم احادیث نبویہ پر غور کرتے ہیں تو ثابت ہوتا ہے۔ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے زور کے ساتھ خبر دی ہے۔ کہ میرے بعد ہر صدی کے سر پر مجدد آیا کرینگے چنانچہ سنن ابی داؤد و مستدرک حاکم و سنن بیہقی میں بروایت حضرت ابوہریرہ یہ حدیث آئی ہے۔ ان اللہ یبعث لہذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لہا دینہا یعنے ہر صدی کے سر پر اللہ تعالیٰ اس امت میں ایک ایسا شخص بھیجا کرے گا جو دین کو تازہ کیا کرے دیکھو کنز العمال و مشکوٰۃ المصابیح کتاب العلم۔ حدیث متذکرہ بالا کی نسبت امام جلال الدین سیوطی نے اپنے رسالہ تنبیہ میں لکھا ہے۔ اتفق الحفاظ علی صحتہ یعنی عام حافظان

احادیث نے اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق کیا ہے۔ اور مرقات صعود شرح سنن ابی داؤد
میں اس حدیث کی تحت میں لکھا ہے۔ فاقول ہذا الحدیث اتفق الحفاظ علی الصحیح منہم
الحاکم فی المستدرک والبیہقی فی المدخل اور حافظ ابن حجر نے بھی اس حدیث کے صحیح ہونے
پر اتفاق کیا ہے۔ امام سخاوی اور ملا علی قاری اور علی متقی نے بھی اس کو صحیح تسلیم کیا ہے
اور نواب صدیق حسن خانصاحب نے حجج الکرامہ کے صفحہ ۱۵ میں لکھا ہے۔ رواہ ابو
داؤد والحاکم فی المستدرک والبیہقی فی المعرفۃ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ باسناد صحیح یعنی ابو
داؤد اور حاکم اور بیہقی نے اپنی اپنی کتابوں میں حضرت ابو ہریرہ سے صحیح اسناد کے ساتھ اس
حدیث کو روایت کیا ہے۔ اور صفحہ ۱۳۳ پر نواب صاحب لکھتے ہیں۔ وقد اتفق الحفاظ
علی تصحیح ہذا الحدیث یعنی حفاظ حدیث نے اس حدیث کے سچے ہونے پر اتفاق کیا ہے۔
جب یہ سچی ہے۔ اور ہر صدی میں اس کی تصدیق کے لئے مجدد بھی آتے رہے ہیں اور
انکے آنے کے لئے قرآن اور حدیث کا بھی اتفاق ہے۔ اور ہم تاریخ سے بھی اسکا ثبوت
پاتے ہیں۔ کہ اہل اسلام میں عموماً اور اہل سنت والجماعت میں خصوصاً اس امر کو
مدار علیہ قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کتاب ازالۃ الخفا کے صفحہ ۷۷
میں لکھتے ہیں۔ وخبر داد ازانکہ برراس ہر مائۃ مجدد پیدا خواہد شد وہم چناں واقع شد
اور بعد زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مختلف ممالک اسلامیہ میں مختلف مجددوں کا آنا مسلم
ہے۔ اور اس سے کوئی مسلمان انکار نہیں کر سکتا۔ اور یہی وجہ ہے کہ اسلام کا قالب
باوجود اس قدر صدمات کے ابتک صفحہ روزگار پر نظر آرہا ہے ورنہ کثیر التعداد انبیا کی امتوں
کی طرح ان کا نام و نشان بھی کبھی کا مٹ گیا ہوتا۔ حافظ عماد الدین ابن کثیر بدایۃ النہایۃ
میں لکھتے ہیں۔ وقد ذکر کل طائفۃ من العلماء فی رأس کل مایۃ سنۃ عالما من علمائہم
الحافظ عز الدین ابن کثیر لکھتے ہیں۔ فالاحسن والاجدران یکون ذالک اشارۃ
الی حدیث وجماعۃ من الاکابر المشہودین علی راس کل مائۃ سنۃ یجددون للناس
دینہم ویحفظون۔ دینہم فی اقطار الارض۔ اور عینی لکھتے ہیں وان تجدید
الدین متناول بجمیع النواعہ +
ہاں اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ چونکہ اسلام کا دائرہ دور دراز ممالک میں محیط ہو چکا تھا

اور اسوقت کوئی ایسا سامان پردۂ غیب سے ظہور پذیر نہیں ہوا تھا۔ کہ ایک جگہ کا مجدد سب ممالک میں تبلیغ کر سکے۔ اور ایسا کرنا ناممکن ہی تہا۔ کیونکہ اہل اسلام میں بہت سی قسم کے فتور آچکے تھے۔ اور ایک شخص کیلئے تمام فسادات کی اصلاح کا ٹھیکہ اٹھانا مشکل امر تہا اسلئے اللہ تعالیٰ کو ایک ہی زمانہ اور ایک ہی وقت اور ایک ملک میں مختلف المذاق مجدد کھڑے کرنے پڑے۔ اور یہ بات کوئی نامناسب بہی نہیں معلوم ہوتی۔ جبکہ تنگ دایرہ میں ایک ہی وقت اور ایک ہی ملک میں متعدد انبیا مبعوث فرمائے گئے تو ایک ہی وقت مگر متفرق ملکوں میں ایسی حالت میں جبکہ اسلام کا دایرہ نہایت ہی وسیع ہو چکا تہا۔ کیونکر متعدد مجدد مقرر نہ فرماتا۔ پس متعدد مجددوں کا ہونا تو لازم اور لابدی امر ہے۔ ہاں یہ ضرور ہو سکتا ہے۔ کہ اُن مجددوں کا جو ایک وقت میں ہوتے رہے۔ ایک امام اور پیشوا ہو تا اور باقی سب اسکے تابع سمجھے جاتے تھے۔ چنانچہ بہت سے علماء کا اس پر اتفاق ہے امام حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔ انہ لا یلزم ان یکون فی راس مائتہ سنتہ واحد فقط امام سیوطی رسالہ تنبیہ میں کہتے ہیں۔ لا یلزم منہ ان یکون المبعوث علیٰ راس المائتہ رجلا واحد بل وقد یکون اکثر یعنی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ شخص مبعوث ایک ہی ہو بلکہ زیادہ بھی ہوتے ہیں اس جگہ یہ ہم ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ یہ بات بہی دکھلادیں کہ مجدد کسکو کہتے ہیں اور اسکا کیا کام ہوتا ہے۔

سو واضح ہو کہ لفظ مجدد مصدر تجدید سے نکلا ہے۔ اور اسکے معنے تازہ کرنے والے اور مضبوط کرنے والے کے ہیں۔ یعنی اسلام میں کسی نہ کسی وجہ سے کوئی پژمردگی اور ضعف واقع ہو جائے تو وہ اپنے علم خداداد اور انفاس طیبہ کی برکت سے ان تمام کمزوریوں اور خرابیوں کو دور کر کے دین میں ایک نئی روح پہونک دے اور پہر اسکو مضبوط چٹان پر قایم کر کے دنیا سے الوداع کہے۔ چونکہ بعض خشک اور سنت اللہ سے ناواقف لوگ یہ اعتراض بہی کر دیا کرتے ہیں۔ کہ جب قران اور حدیث موجود ہے۔ اور ہر زمانہ میں علماء بہی ہوتے چلے آتے ہیں۔ تو پہر ضعف اور پژمردگی کے کیا معنے اور کسی مجدد کے آنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ اسکا جواب یہ ہے۔ کہ ہر صدی میں فطرتاً ایک تغیر واقع ہوتا ہے کہ زمانہ ایک نیا رنگ وروپ پیدا کر لیتا ہے۔ اور چونکہ زمانہ روز بروز ترقی کرتا ہے

اس لئے آرام و آسایش کے سامان ساتھ ساتھ پیدا ہوتے جاتے۔ اور لوگ عیش عشرت
اور آرام طلبی کے عادی ہو جاتے ہیں۔ اس لئے لازماً اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ لوگ رفتہ رفتہ
شریعت حقہ سے پہلو تہی اور تغافل کر لیتے ہیں۔ اور چونکہ علماء بھی اسی ارام طلبی میں شریک
ہوتے ہیں۔ اسلئے انکے وعظ و نصیحت کا اثر ان زنگ خوردہ دلوں پر نہیں پڑ سکتا بلکہ
وہ خود بھی زمانہ کے اثر سے متاثر ہونے کی وجہ سے اس روحانیت سے محروم ہو جاتے ہیں۔
جو دوسروں پر نورانی جھلک ڈال سکتی ہے۔ لہٰذا اشد ضروری ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ
اپنے اُس وعدہ کے موافق جو آیت انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون میں کیا ہے
اس دین متین کی سرسبزی کے لئے ہر صدی کے بعد ایک یا متعدد اشخاص پیدا کر دے
تاکہ وہ آنکر تمام کمزوریوں اور فسادوں کو دور کر کے ایک پاک صاف سڑک قایم کر کے
اور اپنا کام سرانجام دیکر دنیا سے کوچ کر جائیں۔ یہ بات بھی یاد رکھنے کے لایق ہے
کہ وہ زمانہ جس میں مجدد مبعوث ہوتا ہے۔ لیلۃ القدر کے مبارک نام سے موسوم ہوتا
ہے۔ جس کی فضیلت یہ ہے کہ وہ بمشابہ اس رات کے ہے جو ہزار ماہ سے بھی بہتر ہوتی ہے۔ کیونکہ اسوقت
اللہ تعالیٰ کی وحی اور فرشتے بھی نزول فرماتے ہیں۔ اور ایک خوف کے بعد امن و سلامتی
کی راہ کھلتی ہے۔ اور یہاں تک نوبت پہونچتی ہے۔ کہ دین اسلام کی راتیں مبدل بہ صبح
صادق ہو جاتی ہیں۔ بلکہ جسطرح آفتاب عالمتاب نکل کر تاریکی کو دور کر دیتا ہے۔ اسی طرح
وہ بھی آفتاب صداقت سے روز روشن کیطرح منور ہو جاتی ہیں۔

چنانچہ آیات ذیل اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ لَيْلَةُ
الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ سَلٰمٌ هِيَ
حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ۔ اس بیان مذکورہ بالا کی تصدیق کرتی ہیں۔

یہ بات مخفی نہ رہے۔ کہ ہزار ماہ کے ۸۳ برس اور ۴ ماہ ہوتے ہیں اس میں ۹
سال جو مجدد یا مامور من اللہ کی تا بلوغیت کے ہوتے ہیں شامل نہیں اور یہ تو صریح
بات ہے کہ زمانہ بلوغت ۱۶ یا ۱۷ سال سے شروع ہوتا ہے۔ اس لئے اسی زمانہ کو
صدی سے نکال لیا گیا ہے۔ کیونکہ مامور من اللہ کی پیدائش کے روز سے برکات آسمانی
نازل ہونے لگ جاتی ہیں۔ اور یہ مدت بھی لیلۃ القدر میں داخل ہوتی ہے۔ جس طرح

ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ نبوت ایک لیلۃ القدر کا زمانہ تھا۔

الغرض ہر مامور من اللہ کا زمانہ لیلۃ القدر ہوتا ہے۔ کیونکہ زمانہ میں جب عام غفلت اور بے پرواہی کی ظلمت اور گناہوں اور فسادوں کی رات چھائی ہوئی ہوتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ ایسے پر ظلمت وقت میں آسمان سے ایک نور بھیجتا ہے۔ اور وہ نور آکر اپنے انفاس قدسیہ سے ان تمام نفوس کو جو فطرتِ قابلہ رکھتے ہوں منور کر دیتا اور ایک نئی لگن لگا دیتا ہے۔ جس سے لوگ غفلت کے پردوں کو پھاڑ کر اور خواب خرگوش سے چونک کر ہوش میں آجاتے ہیں۔ اور تلافی مافات میں مشغول ہو کر جان توڑ کوشش میں لگ جاتے ہیں۔

یہاں پر ہم اس امر کا اظہار کر دینا بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ زمانہ حال کے اکثر علماء اپنے آپ کو العلماء ورثۃ الانبیاء کی ذیل میں داخل کر کے ممبروں پر چڑھکر بڑے بلند آواز سے کہا کرتے ہیں۔ کہ ہم ہی وارث انبیاء ہیں۔ اور کلید شریعت صرف ہمارے ہی قبضہ میں ہے۔ لیکن ہماری رائے میں انکی سخت غلطی ہے۔ یہ تو زمین کے ذلیل کیڑے ہیں۔ انکو ورثۃ الانبیاء سے کیا مناسبت انکو خود غرضی کے گڑھے کہئے تو بجا یا مسجدوں کے مردار خوار جانور کہئے تو زیبا کیونکہ انکو رات دن نفس پرستی اور لوگوں کے جائز و ناجائز مال کے کھانے سے فرصت ہی کہاں ہے۔ جیسے کتوں کی عادت ہے کہ کسی ہڈی کے مل جانے پر دوسرے کتے پر جس کو اتفاقاً پاس سے گذر ہو جائے حملہ کرنا اور اسکو چیرنا پھاڑنا ہے۔ اسی طرح بعض علماء کی حالت ہو رہی ہے۔ کہ کسی دوسرے عالم کے آجانے پر اس کی رگیں پھول جاتی ہیں۔ اور اسکو فکر پڑ جاتی ہے۔ کہ جہاں تک اور جسطرح جلد ممکن ہو عیب لگا کر یا کفر کا فتویٰ لگا کر الگ کر دیا جائے یا جیسے گدھیں فضائے آسمان پر اس تاک میں رہتی ہیں۔ کہ کہیں کوئی مردہ تو نہیں پڑا۔ ایسا ہی ان علماء کی حالت ہے۔ کہ شب و روز اس امید اور تفتیش میں رہتے ہیں۔ کہ کوئی مالدار آدمی مرا ہے کہ نہیں۔ اسکی کچھ پرواہ نہیں کہ خواہ میت سود خوار یا مرتشی یا چوری کا مال لینے والا تھا بلکہ جہانتک دیکھا جاتا ہے۔ وہ اس وقت بڑے خوش ہوتے ہیں۔ جب کوئی مالدار رنڈی جو ساری عمر زنا کی کمائی سے دولت جمع کرتی رہی ہے مر جائے۔ کیونکہ اس سے بہت کچھ ملنے

کی امید ہوتی ہے پس ایسے گندے اور ناپاک طبع علماء کیونکر ورثۃ الانبیاء کے لقب کے مستحق ہو سکتے ہیں
ورثۃ الانبیاء تو وہ ہیں جنکو اللہ تعالٰی کی طرف سے علم لدنی عطا ہوتا ہے۔ اور جنکو بارگاہ
رب العزۃ میں وجاہت اور قرب حاصل ہوتا ہے۔ اور جنکی ذات ان ناپاک خیالات سے پاک
اور منزہ ہوتی ہے۔ احادیث اور اقوال سلف صالح سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ مجددین کو بھی
ورثۃ الانبیاء کے خطاب مستطاب سے مخاطب کیا گیا ہے۔ چنانچہ ابو احمد عبد الرحمٰن محمد
المعروف بابن عدی جرجانی اپنے کتاب کامل ابن عدی میں حدیث ذیل نقل کرتے
ہیں۔ عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العلماء مصابیح الارض
وخلفاء الانبیاء وورثتی وورثۃ الانبیاء۔ یعنی حضرت علی سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ علماء زمین کے چراغ اور انبیا کے خلیفے اور میرے اور
انبیا کے وارث ہوتے ہیں۔ دیکھو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲۰۱ اور حضرت رب العزت
کے دربار گوہر بار سے بھی لوگ الراسخون فی العلم کے لقب سے ملقب ہیں۔ چنانچہ امام ربانی مجدد
الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی ایک مکتوب میں جو شیخ جمال الدین ناگوری کے نام پر ہے
لکھتے ہیں۔ والعلماء الراسخون ہم الوارثون فی الحقیقۃ یعنی علماء راسخین ہی فی الحقیقت وارث انبیا ہیں
دیکھو مکتوبات جلد ۲ مکتوب ۸۱ اور پھر اسی مکتوبات کے جلد ۲ مکتوب ۱۳۱ میں جو مرزا شمس
الدین کے نام ہے۔ علماء راسخین کی تفصیل یوں فرماتے ہیں۔ ونصیب علماء
راسخین کہ ورثہ انبیااند علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات بآنچہ علماء ظواہر دارند و بآنچہ صوفیہ بآں
ممتاز اند اسرار دقایق است کہ در متشابہات قرآنی رمزے اشارتے باں رفتہ است و بر
سبیل تاویل اندراج یافتہ فہم الکاملون فی المتابعت والمحققون بالوراثۃ ایشان بر سبیل
تبعیت دوراثت شریک دولت خاص انبیا اند علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات و محرم بارگاہ۔ لاجرم
بشرف کرامت علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل مشرف گشتہ اند۔ یعنی علماء راسخین جو وارث
الانبیا ہیں۔ علماء ظواہر اور صوفیہ کرام دونوں کے علوم سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ یعنی ظاہری
علوم سے بھی۔ اور باطنی علوم سے بھی۔ باطنی علوم تو اسرار و دقایق ہیں۔ جنکو قرآن کریم
میں متشابہات کے لفظ سے تاویل کیا جاتا ہے۔ یہی لوگ ہیں جو شریعت کی ...
میں کامل اور نبوت کی وراثت میں محقق ہیں۔ جس میں شک وشبہ کو کچھ دخل نہیں۔ اور

اور یہی لوگ ہیں جو خاص انبیا کی وراثت میں شریک اور شریعت کے پیرو ہیں - اور یہی بارگاہ الہی کے محرم ٹھہرتے ہیں - اور اسی بنا پر علماء امتی کا بنیاء بنی اسرائیل کے با عزت لقب سے مشرف و ممتاز ہیں - دیکھو مکتوبات جلد ۲ مکتوب ۱۳ -

اور ان بزرگوں کی پہچان یہ ہے - کہ انکو کلام الہی کا خاص فہم دیا جاتا ہے - جسکی وجہ سے وہ رموز قرآن و اسرار فرقان کی نہریں مشرق و مغرب تک جاری کر دیتے ہیں - اور برسوں کے پیاسوں کو جو شریعت حقہ سے دور پڑ کر ضلالت اور گمراہی کے لق و دق جنگل میں سراب جیسے دہوکہ باز نظارہ کے پیچھے مارے مارے پھر رہے ہوتے ہیں - کلام الہی کے آب زلال سے سیراب کر دیتے ہیں - اور اپنے وجود باوجود سے اسلام کے قالب مردہ میں نئی زندگی کا صور پہونکتے ہیں - گویا برسوں کے مردے انکی روحانی تاثیر سے اپنی قبروں سے باہر نکل آتے ہیں - جیسے انجیل سے بھی ثابت ہے کہ حضرت مسیح کے مبعوث ہونے پر مردے قبروں سے نکل آئے تھے - یا جیسے رسول اللہ کے زمانہ میں صدیوں کے مردوں کو از سر نو حیات حاصل ہوئی تھی جس کی تصدیق قرآن شریف کی آیت سے اذا دعاکم لما یحییکم ہوتی ہے -

پہلی فصل

اس باب میں کہ ۱۳ صدیوں میں کون کون مجدد ہوئے ہیں

ہم اوپر دکھلا چکے ہیں - کہ ہر صدی کے سرے پر مجددوں کا آنا ضروری ہے - کیونکہ ہر سو سال کے بعد زمانہ کی حالت پلٹا کہاتی ہے - اور دین اسلام میں ضعف واقع ہو جاتا ہے لہذا ازبس ضروری ہے - کہ اس ضعف اور کمزوری کے دور کرنے کے لئے کوئی شخص خدا کی طرف سے خاص تائید پاکر دنیا میں کھڑا ہو - اور جس قدر اہل اسلام میں فتور برپا ہو گیا ہو اس کو دور کرنے کی کوشش کرے - اور دین مردہ کو از سر نو زندہ کر کے اسکو اپنی اصلی ہیئت میں دکھلا دے - چنانچہ اس غرض کے پورا کرنے کے لئے ۱۳ سو صدیوں میں جس قدر

اصحاب مجدد تسلیم کئے گئے ہیں۔ جن میں سے بعض نے اپنی زبان سے دعویٰ مجددیت کیا ہے اور بعض نے نہیں کیا۔ صرف بعض لوگوں نے انکو اپنے اعتقاد اور علم سے مجدد تسلیم کرلیا ہے۔ ہم انکے نام صدی وار لکھ دیتے ہیں۔ تاکہ جو لوگ انکے اسمائے مبارک سے ناواقف اور ناآشنا ہیں۔ اچھی طرح سے واقف ہو جائیں۔

پہلی صدی میں اصحاب ذیل مجدد تسلیم کئے گئے ہیں

(۱) عمر بن عبدالعزیز (۲) سالم (۳) قاسم (۴) مکحول۔ علاوہ انکے اور بھی اس صدی میں مجدد مانے گئے ہیں۔ چونکہ جو مجدد جامع صفات حسنہ ہوتا ہے۔ وہ سب کا سردار اور فی الحقیقت وہی مجدد فی نفسہٖ مانا جاتا ہے۔ اور باقی اس کی ذیل سمجھے جاتے ہیں۔ جیسے انبیاء بنی اسرائیل میں ایک نبی بڑا ہوتا تھا۔ تو دوسرے اسکے تابع ہو کر کارروائی کرتے تھے۔ چنانچہ صدی اول کے مجدد متصف بجامع صفات حسنیٰ حضرت عمر بن عبدالعزیز تھے دیکھو نجم الثاقب جلد ۲ صفحہ ۹۔ وقرۃ العیون ومجالس الابرار۔

دوسری صدی کے مجدد اصحاب ذیل ہیں

(۱) امام محمد ادریس ابوعبداللہ شافعی (۲) احمد بن محمد بن حنبل شیبانی (۳) یحییٰ بن معین بن عون عطفانی (۴) اشہب بن عبدالعزیز بن داؤد قیس (۵) ابوعمرو مالکی مصری (۶) خلیفہ مامون رشید بن ہارون (۷) قاضی حسن بن زیاد حنفی (۸) جنید بن محمد بغدادی صوفی (۹) سہل بن ابی سہل بن رنجلہ شافعی۔ (۱۰) بقول امام شعرانی حارث بن اسعد محاسبی ابوعبداللہ صوفی بغدادی۔ (۱۱) اور بقول قاضی القضات علامہ عینی۔ احمد بن خالد الخلال ابوجعفر حنبلی بغدادی۔ دیکھو نجم الثاقب جلد ۲ صفحہ ۱۴۔ قرۃ العیون ومجالس الابرار۔

تیسری صدی کے مجدد اصحاب ذیل ہیں

(۱) قاضی احمد بن شریح بغدادی شافعی (۲) ابوالحسن اشعری متکلم شافعی۔ (۳) ابوجعفر طحاوی ازدی حنفی (۴) احمد بن شعیب (۵) ابوعبدالرحمن نسائی۔ (۶) خلیفہ مقتدر باللہ عباسی

(۷) حضرت شبلی صوفی (۸) عبید اللہ بن حسین (۹) ابوالحسن کرخی صوفی حنفی (۱۰) امام بقی بن مخلد قرطبی مجدد اندلس اہل حدیث۔

چوتھی صدی کے مجدد اصحاب ذیل ہیں

(۱) امام ابوبکر باقلانی (۲) خلیفہ قادر باللہ عباسی (۳) ابو حامد اسفرائنی (۴) حافظ ابو نعیم (۵) ابوبکر خوارزمی حنفی (۶) بقول شاہ ولی اللہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ المعروف بالحاکم نیشاپوری (۷) امام بیہقی۔ (۸) حضرت ابوطالب ولی اللہ صاحب قوت القلوب جو طبقہ صوفیا سے ہین (۹) حافظ احمد بن علی بن ثابت خطیب بغداد (۱۰) ابو اسحاق شیرازی (۱۱) ابراہیم بن علی بن یوسف فقیہ و محدث۔

پانچویں صدی کے مجدد اصحاب ذیل ہیں

(۱) محمد بن محمد ابو حامد امام غزالی (۲) بقول عینی و کرمانی حضرت راعونی حنفی (۳) خلیفہ مستظہر بالدین مقتدی باللہ عباسی (۴) عبد اللہ بن محمد انصاری ابو اسمٰعیل ہروی (۵) ابوطاہر سلفی (۶) محمد بن احمد ابوبکر شمس الدین سرخسی فقیہ حنفی۔

چھٹی صدی کے مجدد اصحاب ذیل ہیں

(۱) محمد بن عمر ابو عبد اللہ فخر الدین رازی (۲) علی بن محمد (۳) عز الدین ابن کثیر (۴) امام رافعی شافعی صاحب زبدہ شرح شفا (۵) یحیٰی بن حبش بن میرک حضرت شہاب الدین سہروردی شہید امام طریقت (۶) یحیٰی بن اشرف بن حسن محی الدین لوذمی۔ (۷) حافظ عبد الرحمٰن ابن جوزی۔

ساتویں صدی کے مجدد اصحاب ذیل ہیں

(۱) احمد بن عبد الحلیم تقی الدین ابن تیمیہ حنبلی (۲) تقی الدین ابن دقیق السعید (۳) شاہ شرف الدین مخدوم بہائی سندی (۴) حضرت معین الدین چشتی (۵) حافظ

ابن القیم جوزی شمس الدین محمد بن ابی بکر بن الیوب بن سعد بن القیم الجوزی ورعی دمشقی حنبلی (۶) عبد اللہ بن اسعد بن علی بن سلیمان بن خلاج ابو محمد عفیف الدین یافعی شافعی (۷) قاضی بدر الدین محمد بن عبد اللہ الشبلی حنفی دمشقی ۔

آٹھویں صدی کے مجدد اصحاب ذیل ہیں

(۱) حافظ علی بن حجر عسقلانی شافعی (۲) حافظ زین الدین عراقی شافعی (۳) صالح بن عمر بن ارسلان قاضی بلقینی (۴) علامہ ناصر الدین شاذلی ابن سنت میلی ۔

نویں صدی کے مجدد اصحاب ذیل ہیں

(۱) عبد الرحمٰن بن کمال الدین شافعی معروف بامام جلال الدین سیوطی (۲) محمد بن عبد الرحمٰن سخاوی شافعی (۳) سید محمد جون پوری مہدی ۔ اور بقول بعض دسویں صدی کے مجدد ہیں

دسویں صدی کے مجدد اصحاب ذیل ہیں

(۱) ملا علی قاری (۲) محمد طاہر فتنی گجراتی محی الدین محی السنۃ (۳) حضرت علی بن حسام الدین معروف بعلی متقی ہندی مکی ۔

گیارہویں صدی کے مجدد اصحاب ذیل ہیں

(۱) عالمگیر بادشاہ غازی اورنگ زیب (۲) حضرت آدم بنوری صوفی (۳) شیخ احمد بن عبد الاحد بن زین العابدین فاروقی سرہندی معروف بامام ربانی مجدد الف ثانی

بارھویں صدی کے مجدد اصحاب ذیل ہیں

(۱) محمد بن عبد الوہاب بن سلیمان نجدی (۲) مرزا مظہر جان جانان دہلوی (۳) سید عبد القادر بن احمد بن عبد القادر حسنی کوکبانی (۴) حضرت احمد شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی (۵) امام شوکانی (۶) علامہ سید محمد بن اسمٰعیل امیر یمن (۷) محمد حیات بن ملا لازیہ

بعض کے نزدیک حضرت امیر تیمور بادشاہ بھی مجدد ہیں ۔

سندھی مدنی)

تیرھویں صدی کے مجدد اصحاب ذیل ہیں

(۱) سید احمد بریلوی (۲) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (۳) مولوی محمد اسمٰعیل شہید دہلوی (۴) بعض کے نزدیک شاہ رفیع الدین صاحب بھی مجدد ہیں (۵) بعض نے شاہ عبدالقادر کو مجدد تسلیم کیا ہے۔ ہم اسکا انکار نہیں کر سکتے۔ کہ بعض ممالک میں بعض بزرگ ایسے بھی ہوں گے جنکو مجدد مانا گیا ہو۔ اور ہمیں انکی اطلاع نہ ملی ہو۔ وجہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو جامع جمیع صفات انسانی تھے۔ کوئی کامل انسان ایسا نہیں ہو سکتا تھا۔ کہ شریعت اسلامی کے تمام محکمجات کی خدمات کو سرانجام دے سکتا۔ اسلئے ضروری بلکہ اشد ضروری تھا۔ کہ شریعت حقہ اسلام کے ہر پہلو اور ہر محکمہ کے ضعف اور کمزوری کو دور کرنے کے لئے الگ الگ افراد اس خدمت پر مامور ہوتے اور مشاہدہ اور تجربہ گواہی دیتا ہے کہ ایسا ہی ہوتا رہا۔ چنانچہ فہرست مجددین سے واضح ہوتا ہے۔ کہ کوئی مجدد فقیہ ہے کوئی محدث ہے۔ کوئی مفسر ہے کوئی صوفی ہے کوئی متکلم ہے۔ اور کوئی بادشاہ ہے۔ الغرض جن کاموں کو ایک ذات جامع جمیع صفات انسانی بہمہ حسن وخوبی سرانجام دیتی تھی۔ اب مختلف زمانوں میں مختلف افراد مختلف پہلوؤں میں ان خدمات کو بجا لاتے رہے۔ اور اس سے کوئی مسلمان انکار نہیں کر سکتا۔

جب یہ امر روز روشن کی طرح ظاہر ہو گیا۔ کہ ہر صدی کے سر پر کسی مجدد کا آنا ضروری ہے۔ تو اب کوئی وجہ نہیں کہ چودھویں صدی کے سر پر کوئی مجدد نہ آوے۔ مجدد کا آنا نہایت ہی ضروری ہے۔ خاص کر ایسے پرفتن زمانہ میں جبکہ اسلام پر ہر پہلو اور ہر طرف سے مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے ہیں۔ اور اسلام ایسے نرغہ میں پھنس گیا ہے۔ کہ جس سے جانبری نہایت ہی مشکل ہو گئی ہے۔

ہاں یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ ہر صدی میں جو مجدد آیا ہے۔ اسکا اہم کام یہی ہوتا تھا۔ کہ اسلام پر جس پہلو سے حملہ کیا گیا۔ یا جس بات میں اسلام ضعیف ہو گیا۔ اسی حملہ یا نقص کے دور کرنے کے لئے وہ مجدد کھڑا ہوا۔ اور مجدد کے لئے یہ ضروری نہیں کہ تمام عالم

کی غلط رائے کو جو وہ اپنی کتاب میں درج کر چکا ہو اُٹھائے۔ مجدد ہمیشہ جس امر میں صریح عملی ضرر دیکھتا ہے۔ اور جس سے اس زمانہ میں جس میں وہ مجدد ہوتا ہے۔ اسلام یا اہل اسلام پر سخت مصیبت کا اندیشہ دامنگیر ہو جاتا ہے۔ اپنے مساعی جمیلہ سے اسی ضرر کو دفع کرتا ہے۔ اور باقی غلطیوں کا وہ ذمہ وار نہیں ہوتا۔ کیونکہ غلطیاں جس جس زمانہ میں سر اٹھاتی اور اسلامی شریعت کو ضرر پہونچاتی ہیں۔ اسی زمانہ میں انکے دفعیہ کے لئے ایک دوسرا مجدد کھڑا کیا جاتا ہے۔ گویا وہ غلطیاں اسی کے لئے ودیعت رکھی جاتی ہیں۔ لہذا اب اس چودہویں صدی کے سر پر بھی وہی شخص مستحق تجدید ہو سکتا ہے۔ جو چودہویں صدی کے مفاسد اور مضرات کے دفعیہ کے قابل ہو۔ سو الحمد للہ کہ یہ صدی بھی مثل گذشتہ صدیوں کے خالی نہیں گئی۔ عین صدی کے سر پر ایک شخص کھڑا ہو گیا۔ اور اُس نے اُن تمام مفاسد موجودہ کے دور کرنے میں ایسی جان توڑ کوشش کی کہ اُس کی نظیر گذشتہ تیرہ صدیوں میں نہیں پائی جاتی۔ اس بزرگ نے اپنی تدابیر حسنہ اور مساعی جمیلہ کی برکت سے دشمنان دین کے خطرناک حملات کو ایسا اٹھایا۔ کہ نام و نشان تک مٹا دیا۔ اور اسلام کی حقانیت کی ڈھاک ایسی بٹھادی۔ کہ زبردست سے زبردست دشمن کا دل لرز گیا ہے اور جیسے شدید گرمی میں تھرمامیٹر (یعنے آلہ مقیاس الحرارت) شدت گرمی سے بے چین ہو کر اوپر چڑھ جاتا ہے۔ اور باہر نکلنے کی کوشش کرتا ہے۔ ایسا ہی ان دشمنوں کے دل بیقرار ہو گئے ہیں۔ اور اپنی جان بچانے کی فکر میں لگ گئے ہیں۔ اور اب وہ اہل اسلام کے مقابل میں ایسے بودے اور بزدلے ہو گئے ہیں کہ سامنے آنا تو درکنار اس طرف رخ کرنے کا ارادہ ہی نہیں کر سکتے۔

ہم اس امر کو طوالت دینا پسند نہیں کرتے۔ اور نہ ہم زیادہ انتظار میں ڈالنا چاہتے ہیں وہ بزرگ جو یقیناً یقیناً چودہویں صدی کے مجدد ہیں۔ وہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہیں۔ جنہوں نے چھوٹتے ہی دشمنوں کے حملہ ہی سے اسلام کو نہیں بچایا۔ بلکہ انکے گھر وں میں داخل ہو کر انکے مذاہب کی عمارات کا پول ظاہر کر دیا۔ اور صرف یہی نہیں۔ بلکہ انکی اینٹ سے اینٹ بجادی ہے۔ اور انکو ایسا کچل دیا اور پائمال کر دیا ہے۔ کہ اب انکو ابھرنے کی تاقیامت امید نہیں ہو سکتی۔ ہم اس اجمال کی تفصیل آگے چل کر کرینگے۔ یہاں ہم اسکا موقع مناسب نہیں سمجھتے۔

البتہ اس جگہ پر ہم مناسب خیال کرتے ہیں۔ کہ بعض نادان صوفی منش یا نا۔اہل علماء کے اس اعتراض کو اٹھا دیں۔ جو اس صورت میں پیش کیا کرتے ہیں کہ آجتک کسی بزرگ نے اپنی زبان سے دعوی نہیں کیا۔ کہ میں فلاں مرتبہ کا انسان ہوں۔ اور مجھے الہام ہوتا ہے۔ ایسا اظہار بزرگان دین کی روش کے خلاف ہے۔ بلکہ دکانداروں کا طریق ہے۔ اور اگر سچے بھی ہوں۔ تو بھی اظہار کی ضرورت نہیں۔ خود بخود لوگوں کو انکی حقیقت معلوم ہو سکتی ہے۔ مشک آن ست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید۔

سو اسکا جواب یہ ہے۔ کہ یہ لوگ بزرگان دین کی سوانح عمری سے محض ناواقف ہیں۔ اور نہ انکو تاریخ کا علم ہے۔ محض چند زاہد گوشہ نشینوں کے قصے جو مبالغہ سے مبرا نہیں ہوتے کہیں سے سُن پاتے ہیں۔ اور آخر انہیں کو نظیر ٹہراکر فیصلہ کر لیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ جب ایسے ایسے بزرگ اپنی مکاشفات اور الہامات کے اظہار سے پہلو تہی کرتے تھے۔ اور صرف یہی نہیں۔ بلکہ انکے انکشاف کو ترقیات کا حارج بھی سمجھتے تھے۔ تو پھر کون شخص ایسا ہو سکتا ہے۔ کہ دنیا میں ننگی تلوار لیکر میدان میں کھڑا ہو جائے۔ اور باواز بلند نعرے مار کر کہے کہ مجھے زمین و آسمان کے مالک نے یہ مرتبہ عطا کیا ہے۔ جو اس سے انکار کریگا۔ تو خدا تعالی کا مجرم قرار پائیگا۔

افسوس اگر ان نادانوں کو یہ علم ہوتا۔ کہ جو لوگ مامور من اللہ ہوتے ہیں۔ ان کا فرض ہوتا ہے کہ وہ انبیا کی طرح اپنے دعوی کا اظہار کریں۔ کیونکہ یہ لوگ انبیاء کی ظل ہوتے ہیں۔ ان میں اور گوشہ نشین زاہدوں میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ گوشہ نشین زاہد مکلف نہیں ہوتے اور نہ وہ مخلوقات خدا کے افعال کے ذمہ وار ہوتے ہیں۔ وہ تو اپنے نفس کے پاک کرنے میں مصروف ہوتے ہیں۔ انکو دنیا و مافیہا سے کچھ سروکار نہیں ہوتا۔ ہاں اگر کوئی شخص خوش قسمتی سے رفاقت یا مصاحبت یا ہمسائگیت اختیار کر لے تو وہ بشرط رکھنے فطرت قابلہ کے اپنے اعتقاد اور اخلاص کے مقدار کے بموجب ان انوار سے بہرہ ور ہو سکتا ہے۔ اور یہ بات بعید از عقل بھی نہیں معلوم ہوتی۔ کیونکہ ہم قانون قدرت میں دیکھتے ہیں کہ پتھر خواہ کتنا ہی سخت اور کھردرا ہو جب پانی کے رستہ میں واقع ہوتا ہے۔ تو رفتہ رفتہ خوب صاف اور ہموار ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی جب کوئی انسان کسی بزرگ کی صحبت اختیار کرتا ہے۔ تو اسپر بھی اسی بزرگ کے انوار

باطنی کا پر تو پڑ جاتا ہے۔ لیکن وہ کسی صورت سے ان کی اندرونی ناہمواریوں کو دور نہیں کر سکتے۔ کیونکہ وہ لوگ کسی کے عیب کے اظہار کو بھی معیوب سمجھتے ہیں۔ وجہ یہ کہ وہ مامور نہیں ہوتے۔ اور جب وہ اپنا منصب ہی نہیں سمجھتے۔ تو وہ عیوب کو ظاہر کرکے کسی انسان کے دل کو کیونکر دکھانا پسند کر سکتے ہیں خواہ مشرک انکے پاس آئے یا کافر یا مجوس یا یہود یا نصاریٰ غرض کوئی ہو۔ کسی مذہب کا ہو۔ انکو انکی خطاؤں اور گناہوں سے کیا کام۔ اسلئے سب لوگ انکے معتقد ہو جاتے ہیں۔ اور انکو بڑا بزرگ تسلیم کرکے انکے آگے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں۔ یا انکی حضور میں بے زبان جانور کی طرح خاموش ہو کر دوزانوں بیٹھتے ہیں۔ اگر کسی سے وہ بزرگ مخاطب ہو گئے تو زہے قسمت ورنہ جیسے آتے ہیں۔ ویسے ہی اپنا منہ لیکر واپس چلے جاتے ہیں۔

برخلاف اسکے جو مامور من اللہ ہوتا ہے۔ اس کا بڑا اور اہم کام یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ لوگوں کی غلطیوں کو نکالے۔ وہ علماء اور فقرا کی غلط کاریوں کی اصلاح کرے۔ اور جسقدر دنیا میں فتور برپا ہوتا ہے۔ اسکو رفع کرنیکی کوشش کرے۔ اسلئے تمام مذاق کے انسان جو مدتوں غفلت کے پردوں میں پڑے ہوتے ہیں۔ یک لخت ایسے انسان کے پیدا ہونے اور ان معائب کو جو انکے اندر مدت مدید سے جاگزین ہو چکے ہیں سن کر جوش میں آجاتے ہیں۔ اور مخالفت پر کمربستہ ہو جاتے ہیں۔ یہی سبب ہے۔ کہ انبیاء اور مرسلان بارگاہ الٰہی یا انکے اظلال زمانہ کے لوگوں سے دکھ اٹھاتے رہے ہیں۔ برخلاف اسکے گوشہ گزین زاہدوں کے کوئی بھی دشمن نہیں ہوتے خواہ وہ کسی کو گالی بھی دیدے۔ بلکہ گالیوں کا دینا بھی کسی مقصد براری کا ذریعہ سمجھ لیتے ہیں۔ بنابریں گوشہ گزیں زاہدوں اور ماموریں میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ ایسے زاہدوں کو ایک باعفت پردہ نشین عورت سے زیادہ رتبہ نہیں دے سکتے۔ اور مامور من اللہ ان کے مقابلہ میں ایک بہادر مرد میدان ہوتا ہے۔ انکی پہچان کے لئے یہی امر مابہ الامتیاز ہے۔

اب ہم اس امر کے واضح کرنے کے لئے بطور مثال چند مجددوں کا حال بیان کر دیتے ہیں۔ جنہوں نے ہندوستان میں دعوئ تجدید کیا ہے۔

یہ بات عامۃ الناس پر مخفی نہیں۔ کہ اس ملک ہندوستان میں چند نامی اشخاص ہو گئے ہیں جن میں سے بعض نے خود بھی دعوئ تجدید کیا ہے۔ اور بعض کو لوگوں نے مجدد تسلیم کیا ہے۔ گو

خود انہوں نے اظہار دعوی نہیں کیا۔ چنانچہ جن بزرگاں نے دعوی علانیہ کیا ہے۔ وہ شیخ احمد سرہندی المعروف بامام ربانی مجدد الف ثانی اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی ہیں۔ گو سید محمد جون پوری اور بعض دیگر بزرگان نے بھی اظہار کیا ہے۔ لیکن بخوف طوالت صرف دو کا ذکر دیتے ہیں۔ تاکہ ناظرین کو بصیرت ہو۔ اور ان لوگوں کو شرمندگی ہو جو کہا کرتے ہیں۔ کہ آجتک کسی نے اپنی زبان سے دعوی نہیں کیا۔ اور ایسا دعوی کرنا شان بزرگی کے منافی ہے۔

سو واضح ہو کہ شیخ احمد سرہندی گیارہویں صدی میں ہوئے ہیں۔ انکے مکتوبات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ دور دراز تک انکی بزرگی کا شہرہ تہا۔ اور بڑے بڑے علماء و فضلاء انکی مجددیت کے قایل تھے۔ چونکہ ہندوستان میں نورجہاں بیگم کی وجہ سے ہزارہا شیعہ لوگ امور ریاست میں دخیل ہوگئے تھے۔ اور سلطنت کے بڑے بڑے عہدے انکے قبضے میں تھے۔ اسلئے اہل سنت والجماعت پر بہت برا اثر پڑنے لگا۔ اور یہانتک نوبت پہونچ گئی۔ کہ وہ مذہب جو شرک کے مٹانے کے لئے دنیا میں آیا تہا۔ اب خود اسی میں شرک اس زور وشور سے بسیرا لا چکا ہے۔ کہ اب ہندوستان کا کوئی شہر کوئی قصبہ نہیں جو اس کے اثر سے بچ رہا ہو۔ افسوس تو اس بات کا ہے کہ جو لوگ دنیا سے شرک اور فضولیات اٹہانے کے لئے آئے تھے۔ اب ہندوؤں کے رشیوں کی طرح خود پوجے جانے لگے ہیں۔ اور یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ امام پاک حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ جنکو اب معبود بنا لیا گیا ہے۔ ایک ناپاک اور پلید طبع شخص کے فسق و فجور کی وجہ سے اس کے ملک میں رہنا پسند نہیں فرمایا۔ بلکہ اپنی جان عزیز اور کل اعزا واقربا کو دین کی خاطر قربان کردیا۔ جب وہ فسق و فجور کے دیکھنے کے روادار نہیں تھے۔ تو پھر وہ اسقدر فضولیات کو کب پسند کر سکتے ہیں۔ جو شرک کی حد تک پہونچ گئے ہیں۔ الغرض جس قدر تعزیہ داری اور سال بسال عزا و ماتم دیکھتے ہو۔ یہ اسی زمانہ کا اثر ہے۔ جبکہ ایک رافضیہ عورت کا امورات سلطنت میں دخل عظیم ہوگیا تہا۔ کہ اب سنی لوگ بھی اس کو اس خوشی سے ادا کرتے ہیں۔ گویا انکو وحی آسمانی آچکی ہے۔ اور اب اسکا ترک کرنا موت سے بھی بڑھکر سمجھتے ہیں*۔ ایسے وقت میں مجدد صاحب دنیا میں کھڑے ہوئے۔ اور جہاں تک ان سے بن پڑا اس کے مٹانے کی کوشش کرتے رہے۔ مگر ہائے افسوس کہ اس وقت کے علماء۔ انکو بھی کافر قرار دیکر انکی کارروائی میں حارج ہوگئے۔ اور وہ جس غرض کے لئے مامور ہوئے تھے۔ اس میں ایک جابری

* فضلائے اہل تشیعہ بھی تعزیہ داری اپنے مذہب کے رو سے حرام سمجھتے ہیں

رد کر ڈال دے۔ اور یہی وجہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ دربار جہانگیر بادشاہ میں ان کی ریش مبارک کھینچی گئی۔ اور انکو ایک عرصہ تک گوالیار کے قلعہ میں محبوس رکھا گیا۔ گو وہ کچھ عرصہ کے بعد رہا ہو گئے تھے۔ لیکن رفض کا اثر جو لوگوں کے گھروں میں پڑ چکا تھا۔ اس کا پورا قلع قمع نکر سکے۔ اور اس رفض کا یہانتک اثر ہوا ہے۔ کہ تعزیوں کا تو ذکر ہی جانے دو۔ کوئی گھر خالی نہیں ہے۔ جس میں مردوں اور عورتوں کے وہ نام جاری نہ ہوں۔ جو بالمخصوص شیعہ رکھا کرتے ہیں۔ خاص کر ہندوستان کے ان اضلاع میں جہاں شیعہ حکام کا دور دورہ تھا۔

القصہ شیخ احمد صاحب نے گیارہویں صدی میں اس زور و شور سے دعوی کیا۔ کہ میں وہ مجدد ہوں کہ میرے سابقہ کا مجددین سابقہ میں سے بھی میرا کوئی نظیر نہیں ہوا ہے۔ ہم بجنسہ انکا کلام نقل کر دیتے ہیں۔ وھو ھذا۔

اگر گوید کہ فہم کندو کہ دریابد این معارف از حیطۂ ولایت ارباب ولایت در رنگ علماء ظاہر درادراک آن عاجز اند و در درک آن قاصر این علوم مقتبس از مشکوٰۃ انوار نبوت اند علیٰ اربابہا الصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِيَّةُ کہ بعد از تجدید الف ثانی بہ تبعیت و وراثت تازہ گشتہ اند و بطراوت ظہور یافتہ صاحب این علوم و معارف مجدد این الف است۔ کما لا یخفیٰ علی الناظرین فی علومہ و معارفہ التی تتعلق بالذات والصفات والافعال وتتلبس بالاحوال والموجین والتجلیات والظہورات فیعلمون ان ہولاء المعارف لب ذلک القشر واللہ سبحانہ الہادی۔ و بدانند بر سر ہر مائۃ مجددے گذشتہ است اما مجدد مائۃ دیگر است و مجدد الف دیگر۔ چنانچہ درمیان مائۃ و الف فرق است در مجددین اینہا نیز ہمان قدر فرق است بلکہ زیادہ ازاں و مجدد آن ست کہ ہر چہ دراں مدت از فیوض بامتان برسد بتوسط او برسد اگرچہ اقطاب و اوتاد آن وقت بودند و بدلا و نجبا باشند

اگر کوئی کہے کہ ان معارف کو جو ولیوں کی ولایت کے محل سے چہرہ نمائی کرتے ہیں کون سمجھ سکتا یا کون انکی کنہ کو پا سکتا ہے۔ سو یاد رہے کہ الفاظ پرست علماء ان معارف کی ادراک سے عاجز ہیں۔ اور انکی حقیقت کے پانے سے قاصر ہیں۔ یہ علوم کبھی نہیں ہوتے بلکہ نبوت کے لائیٹ ہاوس یعنی روشنی گھر سے حاصل ہوتے ہیں۔ جو انبیاء کی کامل پیروی کرنے کے بعد بطور

وراثت عطا ہو کر دوسرے ہزار کے تجدید کے لئے نئر و تازہ ہو گئے ہیں جس شخص کو یہ علوم اور معارف
ملے ہیں۔ وہی اس صدی کا مجدد ہے۔ چنانچہ یہ بات ان لوگوں پر مخفی نہیں جنہوں
نے اسکے علوم پر نظر کی ہے۔ اور اس معارفت کو ملاحظہ کیا ہے۔ جو اس شخص کی ذات اور صفات
اور افعال کے متعلق ہے۔ اور نیز اسکے حالات اور مواجید او تجلیات اور ظہورات کو دیکھا ہے
اور یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے۔ کہ یہ تمام معارف اس بوستان کا ایک ذرہ ہے جو اس
شخص کو دیا گیا ہے۔ یعنے جو کچھ ابتک لوگوں نے دیکھا ہے۔ یہ بہت قلیل ہے۔ اسکی شان
اس سے بڑھ کر ہے۔ اور یہ خاص اسی پاک ذات کا فضل ہے۔ جس نے لوگوں کی ہدایت
کے لئے ایک ہادی بھیجا ہے۔ لہذا فی الحقیقت وہی ذات ہادی ہی کہلانے کے لائق ہے اور
معلوم رہے کہ ہر صدی کے سر پر ایک مجدد ہوتا رہا ہے۔ لیکن صدی کا مجدد اور چیز ہے۔ اور
الف کا اور۔ یعنی جس طرح سو اور ہزار میں فرق ہے اسیطرح انکے مجددوں میں فرق ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ اور مجدد وہ
شخص ہوتا ہے۔ کہ اُس زمانہ میں جس قدر فیض امتوں کو پہونچتا ہے۔ وہ صرف اسی مجدد کے توسط
اور وسیلہ سے پہونچتا ہے۔ خواہ اس زمانہ کے قطب اور اوتاد اور ابدال اور نجبا بھی موجود ہوں
دیکھو مکتوبات امام ربانی جلد ۲ مکتوب چہارم صفحہ ۱۳ و ۱۴۔

امام ربانی مجدد الف ثانی کی کلام سے واضح ہے۔ کہ انہوں نے اپنے آپ کو مجدد الف ثانی
قرار دیا ہے۔ اور صرف مجدد ہی نہیں بلکہ فخر کیا ہے۔ کہ میرا مرتبہ دوسرے تمام مجددوں سے
بڑھکر ہے۔ اور فرمایا ہے کہ جسقدر سو اور ہزار میں فرق ہے اس سے بھی بڑھکر میرا درجہ ہے
لیکن اگر بنظر غور دیکھا جائے۔ تو ثابت ہوتا ہے۔ کہ جسقدر دعوی کیا گیا ہے۔ اتنی کوئی
خدمت دینی ثابت نہیں ہوتی۔ گو یہ بات قرین قیاس ہے۔ کہ جس قدر زمانہ رسالت مآب
سے بعد اور دوری ہوتی گئی۔ اسی قدر دین میں فتور آتا گیا۔ اور جسقدر فتور زیادہ ہوا۔ اسی پایہ
کا مجدد بھی ہوا۔ لیکن اگر اس چودھویں صدی کے مفاسد کا گیارہویں صدی کے مفاسد سے
مقابلہ کیا جائے تو زمین و آسمان کا فرق معلوم ہوگا۔ ہم چودھویں صدی کے مفاسد کا ذکر
آگے چلکر کریں گے۔ جس کے سننے سے ایک شیر دل آدمی کے رونگٹے کھڑے ہو جائینگے
بہر حال جب گیارہویں صدی کے مجدد کا وہ مرتبہ ہے۔ جو انہوں نے اپنی مکتوب میں ظاہر
فرمایا ہے۔ تو پھر چودھویں صدی کے مجدد کا مرتبہ کیا ہی عظیم الشان ہوگا۔ جنکے کارنامے بمقابلہ

مجدد الف ثانی ہزار بلکہ لاکھ درجہ بڑھے ہوئے ہیں۔ جنکی تفصیل اپنی موقع پر آئیگی۔

یہ حال تو شیخ احمد سرہندی کا ہے اور اب ہم شاہ ولی اللہ صاحب کا کچھ مختصر سا حال قلمبند کرتے ہیں۔ جو بارہویں صدی کے مجدد ہیں۔ انکے زمانہ میں ایمانی اور عملی کمزوری کا دریا بہہ رہا تہا۔ اور لوگ صراط مستقیم سے بہت دور ہوگئے تھے۔ اور فرائض اور نوافل سے پرلے درجہ کی غفلت طاری تھی۔ اور لوگوں نے نئے نئے طریق ایجاد کر لئے تھے۔ ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت شاہ ولی اللہ کو بارہویں صدی کا مجدد مقرر فرما کر لوگوں کی ہدایت کے لئے کھڑا کر دیا۔ جس کا اظہار وہ خود اپنی کتاب تفہیمات الٰہیہ میں بدیں الفاظ فرماتے ہیں

قد من الله سبحانهٗ علی وعلی اهل زمانی بان منحنی طریقاً من السلوک هی اقرب الطرق وهی مرکبة من خمس اقرابات اعنی الایمان الحقیقی وقرب النوافل وقرب الوجوب وقرب الفرائض وقرب الملکوت وجعل هذه الطریقة غایة من ارادها اتاه الله تعالیٰ فهمنی ربی جل جلالهٗ انا جعلناک امام هذه الطریقة واوصلناک ذروة سنامها وسددنا طرق الوصول الی حقیقة القرب کلها الیوم غیر طریقة واحدة وهو محبتک والانقیاد لک فالسماء لیس علی من عاداک بسماء ولیست الارض علیه بارض فاهل المغرب واهل المشرق کلهم رعیتک وانت سلطانهم علموا اولم یعلموا فان علموا فازوا وجهلوا خابوا

اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اور میرے زمانہ کے لوگوں پر یہ احسان کیا کہ اسنے مجھے ایک ایسا طریقہ سلوک عطا کیا ہے۔ کہ جو سب طریقوں سے قریب تر ہے۔ اور اسمیں پانچ قسم کے قرب کے ذریعہ ہیں۔ یعنی ایک تو ایمان حقیقی کا قرب ہے دوسرا قرب نوافل تیسرا قرب وجوب چوتھا قرب فرائض اور پانچواں قرب ملکوت۔ اور اس کو ایسا عمدہ غایت بنایا ہے۔ کہ جو کوئی اُس کا ارادہ کریگا۔ وہ مراد کو پہونچے گا۔ اور میرے رب نے مجھے مطلع فرمایا ہے۔ کہ ہم نے تجھے اس طریقہ کا امام مقرر کیا۔ اور اس کی اعلیٰ بلندی تک پہونچایا۔ اور ہمنے آج کے روز سے باقی سب طریقوں کو حقیقت قرب تک پہونچنے سے مسدود کر دیا۔ بجز اس طریقہ کے جو تجھے دیا گیا۔ اور وہ ایک ہی طریقہ ہے جو کھلا رکھا گیا ہے۔ لوگوں کو چاہیئے کہ تجھ سی محبت کریں اور تیری فرمانبرداری کو ذریعہ نجات سمجھیں۔ اور اب آسمانی برکات اس شخص پر نہیں ہونگی جو

تیرے ساتھ عداوت اور بغض رکھے گا۔ اور نہ ارضی برکات کا وہ موردہو گا۔ اور مشرق اور مغرب کے لوگ تیری رعیت کر دیئے گئے ہیں۔ اور تو انکا بادشاہ مقرر کیا گیا ہے۔ خواہ وہ لوگ تمہاری اس حقیقت سے واقف ہوں یا نہ ہوں۔ اگر واقف ہوں گے۔ تو فائز المرام ہوں گے۔ اور اگر بے خبر رہینگے تو خسارہ اور ٹوٹا پائینگے۔

اس تمام عبارت سے عیاں ہے۔ کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنا امام ہونا بلند آواز سے ظاہر کیا ہے اور جتلا دیا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انکو آسمان اور زمین کا بادشاہ کر دیا تھا۔ اور اپنی رضا انکی رضا کے ساتھ وابستہ کر دی تھی۔ اور تمام مشرق مغرب کی مخلوقات کو انکی رعیت بنا کر ان کو سلطان مقرر کر دیا تھا اور جس قدر قرب الی اللہ کے طریقہ دنیا میں لوگوں نے تجویز کر رکھے تھے ان سب کو مردود قرار دیکر صرف وہی طریق جس پر شاہ ولی اللہ صاحب کو چلایا۔ قایم رکھا گیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مجددین کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک کیسی بڑی شان اور عظمت ہوتی ہے۔

عبارت مندرجہ بالا میں صرف امام ہونے کا ادعا کیا گیا ہے۔ ابھی تک صراحت مجددیت نہیں پائی جاتی۔ لہذا ہم ایک اور مقام پیش کرتے ہیں۔ جس سے انکا مجدد ہونا صریح الفاظ میں پایۂ ثبوت کو پہنچتا ہے وھو ھذا۔

كنت فى البسنى الله سبحانه خلعة المجددية حين انتهت بى دورة الحكمة ثم لما البست خلعة الحقانية وسلب عنى كل علم نظرى وفكرى بقيت متحيرًا كيف يتاتى بى المجددية ثم اوضح ربى جل مجده له طريقا خاصًا يجمع بها بين الحقانية والمجددية بلا نظرى وفكرى وانى الى الأن لم امنح بتفصيل المجددية ومنحت اجمالها وعلمت علم الجمع بين المختلفات وعلمت ان الراى

یعنی جب دورہ حکمت کا انتہا تک پہونچ چکا تو اللہ تعالیٰ نے خلعت مجددیت سے سرفراز فرمایا۔ اور جب حقانیت کا خلعت مجھے پہنایا گیا۔ اور ہر نظری و فکری علم مجھ سے زایل کر دئے گئے۔ تو میں بادیہ حیرت میں سرگردان رہا۔ کہ میں کیونکر مجددیت کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوں گا۔ اتنے میں اللہ جل جلالہ نے میرے لئے ایک طریقہ ایسا واضح کیا۔ کہ جس سے مجددیت وحقانیت کو باہم پیوست کر دیا گیا جس میں نہ علم نظری کی ضرورت ہی اور

فی الشریعۃ تحریف وفی القضاء مکرہۃ / انہ علم فکری کی حاجت اور اسوقت تک مجھے
محدثیت کی تفصیل سے آگاہ نہیں کیا گیا تھا - پھر اس نے اپنے فضل سے اسکا اجمال مجھ پر
کھول دیا - اور مجھے یہ علم عطا کیا گیا - کہ جس کے رو سے میں مسایل مختلفہ کو باہم تطبیق
دوں اور باہم جوڑ دوں - اور مجھے اس بات کی بھی تعلیم دی گئی - کہ خبردار شریعت میں اپنی
رائے کو دخل دینا تحریف ہے اور تصفیہ مقدمات میں رائے دینا کرامت اور بزرگی میں داخل
ہے - پس اس تمام عبارت سے ظاہر ہے - کہ اللہ تعالی نے شاہ ولی صاحب کو مجدد کر کے
اپنے پاس سے علم لدنی عطا کیا - اور احسن طریق سے اختلافات امت کے ہٹانے کا حکم فرمایا
ان تمام واقعات ماسبق سے روشن ہے - کہ بعد زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر صدی
کے سرے پر ایک ایک یا دو دو یا تین تین یا زائد مجدد ہوتے رہے ہے - اور مجدد ہونے کے دعوی بھی
کرتے رہے ہیں - اس لئے ضروری تسلیم کرنا پڑیگا - کہ چودھویں صدی میں بھی ایک یا ایک سے
زیادہ مجدد ہونا ضروری ہیں - رہا اس امر کا یقین کہ اس چودھویں صدی میں کون مجدد ہے - سو
یہ تو روز روشن کی طرح ظاہر باہر ہے - کہ ایک ہی شخص نے دعوی کیا - اور مجدد ہونے کا کامل ثبوت
بھی دیا - جس کی آگے چل کر ہم تفصیل دیں گے - بالفعل یہاں پر اتنا لکھہ دینا کافی سمجھتے ہیں
کہ وہ بزرگ جس نے صدی چہاردہم میں مجدد ہونے کا دعوی کیا ہے وہ سلطان قلم بادشاہ علم وحلم
قامع آثار شرک وبدعت رافع اعلام توحید وسنت نیر برج ولایت گوہر درج ہدایت شیر میدان تسلیم و
رضا نہنگ دریائے قدر وقضا - غواص بحر معانی سباح قلزم نکتہ دانی - تاج اولیا پیشوائے اتقیا
مقتدائے صالحین - پیشوائے عارفین سلالہ دودمان سلمان خلاصہ خاندان ایران - امام آوان ہادی
اقران - مہدی زمان - عیسی دوران برگزیدہ بارگاہ صمد حضرت مرزا غلام احمد علیہ الرحمۃ والرضوان
رئیس قصبہ قادیان ہیں - جو حجت کی ننگی تلوار لیکر شیر کی طرح بے دھڑک میدان میں کھڑے ہین -
اور دشمنان دین کو ایسا پائمال اور گھایل کیا - کہ صرف انکو تاب مقابلہ ہی نہیں رہی بلکہ ایسے
ہراسان خوف زدہ ہوئے - کہ سب کے سب لومڑی کی طرح دم دبا کر اپنی اپنی بلوں میں گھس گئے
غرض اس ذات بابرکات نے مجدد ہونے کا ثبوت ہر پہلو سے دیا ہے جس کی تفصیل ہم ایک الگ باب میں کرینگے
اس میں شک نہیں کہ مولینا مولوی عبدالحی صاحب مرحوم لکھنوی اور نواب صدیق
حسن خانصاحب مرحوم بھوپالوی علم دین میں شہرہ آفاق تھے - اور امید رکھتے تھے

کہ غالباً چودھویں صدی کے سر پر وہ مجدد ہونگے۔ کیونکہ انکو یقین تھا۔ کہ اِس زمانہ تک کوئی ایسا بزرگ صاحب علم انکے سوا نظر نہیں آتا۔ اور کم از کم ایک شخص کا سر صدی پر مجدد ہونا ضروری ہے لیکن انکا پیمانہ عمر لبریز ہو چکا تھا۔ اور انکا ستارہ تیرہویں صدی کے انتہائے افق پہ نظر آتا تھا اس لئے وہ اپنی ساری امنگیں دل ہی دل میں لیگئے۔ اور چونکہ اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت ان سے بہت کچھ ہو چکی تھی۔ اسلیئے اس شکور خدا نے انکو آنیوالی مہدی کے ابتلا سے بچانے کے لئے پہلے ہی سے اٹھا لیا اور ازل سے مقرر کردہ مجدد کے لئے میدان خالی کرا دیا۔

رہا انکا مہدی ہونا۔ سو یہ بات اظہر من الشمس ہے۔ کہ مجدد ہونیکے ساتھ مہدی ہونا لازم ملزوم امر ہے۔ کیوں کہ مجدد کو خاص اللہ تعالیٰ سے علم لدنی دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ ابھی ہم نے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے تذکرہ میں ظاہر کیا ہے۔ پس مہدی بجز اسکے اور کیا ہے۔ کہ خود اللہ تعالیٰ سے ہدایت یافتہ ہو۔ اور آگے خلق اللہ کو ہدایت کرے۔ سو دونوں باتیں حضرت مرزا صاحب موصوف میں پائی جاتی ہیں۔ انکی تفصیل بھی آئندہ چلکر بیان کی جائیگی۔

نصیحت

بکوشید اے جواناں تا بدیں قوت شود پیدا
بہار و رونق اندر روضۂ ملّت شود پیدا

الا یاراں کنوں بر غربتِ اسلام رحم آرید
با اصحاب نبی نزد خدا نسبت شود پیدا

در انصار نبی بنگر کہ چوں شد کار زنا دانی
کہ از تائید دیں سر چشمۂ دولت شود پیدا

بجو از جان و دل تا خدمتے از دست تو آید
بقائے جاوداں یابی گر ایں شربت شود پیدا

بہ مفت ایں اجر نصرت را دہندت ای اخی ورنہ
قضائے آسماں ست ایں بہر حالت شود پیدا

ہمے بینم کہ داوار قدیر و پاک میخواہد
کہ باز آں قوت اسلام و آں شوکت شود پیدا

دریغ و درد قوم من ندائے من نمے شنود
ز ہر در مے دہم ہر دش مگر عبرت شود پیدا

عجب دارید اے نا آشنایاں غافلاں از دیں
کہ از حق چشمۂ حیواں درین ظلمت شود پیدا

چرا انساں تعجب ہا کند در فکر ایں معنے
کہ خواب آلودگاں را رافع غفلت شود پیدا

فراموشت شدہ اے قوم مم احادیث نبی اللہ
کہ نزد ہر صدی یک مصلح امت شود پیدا

چھٹا باب

مُحدَّث کے باب میں

گذشتہ باب میں مجدد کا ذکر آپ لوگ سُن چکے ہیں۔ اس باب میں ضروری سمجھا گیا ہے کہ مُحدَّث کی نسبت بھی کسی قدر ذکر کیا جاوے۔ کہ اس سے کیا مراد ہے۔ اور وہ کون لوگ ہوتے ہیں۔ کیونکہ بہت سے لوگ اس زمانہ میں ایسے بھی ہیں۔ جو کہتے ہیں کہ خدا کسی سے ہم کلام نہیں ہوتا۔ ایسے کہنے والے محض اپنی نادانی کا ثبوت دیتے ہیں۔ کیا وہ خدا جو ہمیشہ سے اپنے پاک اور برگزیدہ بندوں سے کلام کرتا چلا آیا ہے۔ وہ اب کیونکہ کلام کرنے سے عاری ہوگیا۔ ضرور کرتا ہے۔ مگر انہیں سے جنکو وہ برگزیدہ کر لیتا ہے۔ پیشتر اسکے کہ ہم اسکے معنے بتائیں۔ اس بات کا بیان کر دینا ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ ایک لفظ مُحدِّث بکسر دال ہوتا ہے اور دوسرا بفتح دال۔ اول الذکر کے معنے وہی مشہور متعارف ہیں۔ جو زبان زد خلایق ہیں یعنی وہ اشخاص جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کو یاد کرتے یا لوگوں کو باسناد پہنچاتے ہیں۔ لیکن موخر الذکر یعنی محدث بفتح دال کے معنی خدا تعالیٰ سے ہم کلام ہونے اور درگاہ رب العزت میں باریاب ہونے والے کے ہیں۔ ان میں اور انبیاء میں بہت تھوڑا فرق ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ انبیاء سے ہم کلام ہوتا اور غیب کی خبروں سے ممتاز فرماتا ہے اسی طرح محدثوں سے بھی کلام کرتا اور اسرار نہانی سے آگاہ فرماتا ہے۔ چنانچہ خواجہ محمد پارسا اپنی کتاب فصل الخطاب میں ابن وہب کا قول نقل کرتے ہیں۔

قال ابن وھب تفسیر محدثون ملھمون اخرجہ البخاری والمسلم رحمھما اللہ	یعنی ابن وہب محدثوں کے معنی ملہمون کرتے ہیں یعنی وہ لوگ جنکو اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام

ہوتے ہوں۔ بخاری اور مسلم نے انکو بیان کیا ہے۔ دیکھو فصل الخطاب صفحہ ۵۲۔

شارح عمدۃ القاری زیر لفظ محدثون لکھتا ہے۔ المراد بالمحدثون یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء

یعنی مراد محدثون سے یہ ہے۔ کہ خدا تعالیٰ ان سے کلام کرتا ہے مگر وہ نبی نہیں ہوتے دیکھو عینی شرح صحیح بخاری جلد ۷ صفحہ ۱ ۶۴۔

اور شیخ الاسلام امام ابن حجر عسقلانی امام قرطبی کا قول نقل کرتے ہیں۔

وقال القرطبی المسلم الصادق الصالح هو الذی يناسب حاله حال الانبياء فاكرم بنوع مما اكرم به الانبياء وهو الاطلاع على الغيب	یعنی قرطبی کہتا ہے۔ کہ راستباز اور صالح ملہم وہ ہوتا ہے۔ جس کے حال کی مناسبت انبیاء کے حال سے ہو۔ اور ایک نوع میں اسی طرح ممتاز ہو جس طرح انبیاء ممتاز ہوتے ہیں

اور وہ چیز جو ممتاز ہونے کی علامت ہو سکتی ہے۔ وہ غیب پر مطلع ہونا ہے دیکھو فتح الباری جلد ۱۲ صفحہ ۳۱۹۔

محدث کا لفظ قرآن کریم میں بطور قراءت شاذہ کے آیا ہے۔ چنانچہ بخاری اور فتح الباری میں یوں مذکور ہے۔

اخرج عبد بن حميد عن حديث عمرو بن دينار قال كان ابن عباس يقرء وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبي ولا محدث الاية.	یعنی عبد بن حمید نے عمرو بن دینار کی حدیث سے یہ بات نکالی ہے کہ ابن عباس جب قرآن کریم میں اس آیت پر پہنچتے تو یوں پڑھا کرتے دیکھو عمدۃ القاری جلد ۷ صفحہ ۱ ۶۴۔

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ گذشتہ زمانوں میں محدث ہوتے رہے ہیں۔ چنانچہ حدیث ذیل سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔

قد كان يكون في الامم قبلكم محدثون فان يكن في امتي منهم احد فعمر بن الخطاب منهم رواه المسلم والترمذی والنسائی وابو يعلى عن عائشة	مسلم اور ترمذی اور نسائی اور ابو یعلی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ تم سے

پہلی امتوں میں محدث ہوتے رہے ہیں۔ اور ضرور ضرور میری امت میں بھی ہوں گے جن میں سے ایک عمر بن خطاب ہیں۔ دیکھو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۴۷۔

اس حدیث سے عیاں ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ جس طرح

پہلی امتوں میں محدث ہوتے رہے ہیں۔ اسی طرح اس امت میں بھی ہوتے رہینگے۔ جو لوگ کہ حرف اِن کے معنی شرط کے کرتے ہیں۔ وہ غلطی کرتے ہیں۔ کیونکہ حرف ان کو شرط ہی کے معنوں تک محدود رکھنا سراسر نادانی ہے۔ ان بمعنی قد بھی آیا ہے اور قرآن کریم اس سے بھرا پڑا ہے دیکھو آیت ان شاءاللہ میں ان بمعنی قد ہے۔ یعنی ضرور ضرور اللہ نے بھی چاہا ہے اور آیت واتقوا اللہ ان کنتم مومنین میں ان بمعنی قد ہے اور یہاں اس حدیث میں کئی قرائن صارفہ موجود ہیں۔ اول امم سابقہ میں محدثون کا ہونا۔ دوم امم سابقہ کے ساتھ قد کا حرف ہونا پھر منهم کی ضمیر کا جمع کے صیغے میں ہونا۔ اس بات پر دال ہے۔ کہ اس امت میں بھی محدث ضرور ہونگے۔ اور انکے ثبوت کے لئے بطور نمونہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیش کیا گیا وہ لوگ حق کا خون کرتے ہیں۔ جو کہتے ہیں کہ اب اس امت میں محدثون کی ضرورت نہیں کیوں ضرورت نہیں۔ کیا وہ خدا جو ہمیشہ سے بولتا آیا ہے۔ وہ اب گنگا ہو گیا ہے۔ یا بولنے کی طاقت اس سے سلب ہو گئی ہے۔ معاذ اللہ من ذلک وہ پہلے بھی بولتا رہا ہے اور اب بھی اپنے صادق بندوں کے ساتھ بولتا ہے۔ کیا قرآن کریم میں یہ آیت لہم البشریٰ فی الحیوٰۃ الدنیا نہیں پڑھتے بشریٰ اور کیا چیز ہے۔ یہی الہام ورؤیا صالحہ ہی تو ہے۔ جن کے ذریعہ سے غیب کی خبروں پر مطلع فرمایا جاتا ہے۔ چنانچہ فتح الباری جلد ۱۲ صفحہ ۳۳۲ پر لکھا ہے فلما انقطع الوحی بموتہ (یعنی موت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) وقع الالہام لمن اختصہ اللہ یہ جب رسول اکرم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال پر ملال ہوا تو وحی شریعت منقطع ہو گئی۔ مگر ان لوگوں کو جنہیں اللہ نے مخصوص کر لیا الہام ہونے لگے۔

اور طبرانی میں یوں ہے۔ وللطبرانی من حدیث حذیفۃ بن اسید مرفوعا ذھبت النبوۃ وبقیت المبشرات یعنی طبرانی حذیفہ بن اسید سے مرفوع حدیث بیان کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نبوت تو ختم ہو گئی۔ مگر مبشرات باقی ہے۔ فتح الباری جلد ۱۲ صفحہ ۳۳۲۔

اس تمام بیان سے ثابت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مخصوص لوگوں کو الہام ہوتے ہیں۔ اور جب ہم اولیاء اللہ کے حالات پر غور کرتے ہیں۔ تو انکے تذکرہ سے یہی ثبوت ملتا ہے۔ کہ انکے ساتھ اللہ تعالیٰ ہم کلام ہوتا رہا ہے۔ پس جب خدا کی

کلام سے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث سے شارحین حدیث اور صوفیہ کرام کے بیان سے اور اولیا اللہ کی سوانح سے ہمکلامی کا وجود پایہ ثبوت کو پہنچتا ہے تو ایسے محقق شدہ امر کا انکار کرنا ایمان کے ضایع ہونے کا ڈر ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے۔ کہ جو فطرت قابلہ رکھتا ہو۔ اور خدا کے لئے سب دنیاوی محبتوں کے زنجیروں کو توڑ کر صرف اس کے لئے ہو گیا ہو۔ اسی کو وہ منصب عطا ہوتا ہے۔ اور جتنا بڑا تعلق اس کو خدا سے ہوتا جاتا ہے۔ ویسا ہی اسکے لئے مرتبہ میں ترقی ہوتی ہے۔ کیونکہ نبوت کے بعد اگر کوئی درجہ ہے تو بھی محدثیت ہی کا ہے۔ گو نبوت اور محدثیت کے الفاظ میں معنی کے لحاظ سے کچھ فرق ہو تو ہو مگر عملی حالت میں محدث اور نبی میں کچھ فرق نہیں معلوم ہوتا جس طرح نبی سے اللہ تعالیٰ ہمکلام ہوتا ہے اور غیب کی خبریں بتاتا ہے۔ اسی طرح محدث سے ہمکلام ہوتا۔ اور انکو غیب کی باتوں پر آگاہ کرتا ہے۔ اور چونکہ بعض نبی صاحب شریعت ہوتے ہیں۔ اور خاتم النبیین صلوٰۃ اللہ و سلامہ کے بعد کوئی نبی صاحب شریعت نہیں آسکتا تھا۔ اسواسطے ایسا شخص آسکتا تھا۔ جو جزوی نبوت کا حامل ہو جسکو دوسرے لفظوں میں محدث کہا گیا ہے اور یہ کوئی چھوٹا سا مرتبہ نہیں۔ حضرت باری تعالیٰ عز اسمہ کے خزانہ انعامات غیر متناہیہ سے یہ ایک بڑا بھاری انعام ہے۔ این سعادت بزور بازو نیست۔ تا نا بخشد خدائے بخشندہ۔ غرض وہ مبدء فیاض اپنی زبردست اور ناپیدا کنار طاقت سے کسی انسانی روح کو عجائبات غیر متناہیہ کا سرچشمہ بنا دیتا ہے۔ کہ جس کے صافی اور خوش گوار پانی سے انسانی فطرت کے باغ میں وہ خوشبودار پھول کھلتے ہیں کہ جن کی شیریں اور دلکش لپٹ سے لوگوں کے دماغ معطر ہو جاتے ہیں۔ جس کے نور سے بہت سی مخلوق جو ظلمت جہالت اور تاریکی ضلالت کے پردوں میں ایک مدت سے مخفی اور مستور ہوتی ہے۔ نکال کر راہ ہدایت پر چلا دیتا ہے۔

یہ کوئی انوکھی بات نہیں۔ جب اس سلسلۂ کائنات میں دیکھتے ہیں۔ تو وہاں بھی یہی اصول پاتے ہیں۔ مثلاً آفتاب ایک ایسا جرم بنایا گیا ہے۔ کہ جس کی روشنی سے تمام عالم روشن ہے۔ اور گو انسان کو چشم بینا بھی بخشی ہے۔ مگر جب تک آسمانی روشنی یعنی آفتاب نہو تو یہ آنکھیں بالکل نکمی اور بیکار ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح جب تک کوئی آسمانی روشنی سے منور انسان اس عالم میں کھڑا نہو تب تک لوگ صراط مستقیم پر نہیں چل سکتے۔ لہذا اشد ضروری ہے۔ کہ ہمیشہ کوئی نہ کوئی ایسا آدمی خدا کی طرف سے آتا رہے جو خدا تعالیٰ سے ایک خاص قوت پاکر اسکی مرضی کی راہوں پر چلانے پر قادر ہو۔ کیونکہ انسانی فطرت اس قسم کی واقع ہے۔ کہ جب تک اسکے لئے کوئی زبردست تحریک دینے والا

ذریعہ نہ ہو تو یہ سست اور کاہل ہو جاتی ہے۔ اور رفتہ رفتہ بالکل مر جاتی ہے یہی تو سبب ہے۔ کہ جن قوموں میں خدا کے مرسل کم آئے ہیں۔ ان کی روحانی قوائے ایسے پژمردہ ہو گئے ہیں۔ کہ اب ان کے ابھرنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ کامل مومن اور ناقص مومن یا غیر مومن میں ایک مابہ الامتیاز کا ہونا ضروری ہے۔ اور وہ امتیاز جو ہمارے نزدیک ہو سکتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ کامل مومن کو سمجھ دقیق دی جاتی ہے۔ اور اس کو بشارتیں ملتی ہیں۔ اور دوسروں میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔ کامل مومن کو بکثرت الہام اور رؤیا صادقہ ہوتے ہیں۔ اور اسکے غیر کو شاذ و نادر۔ لیکن یہ ضروری ہوتا ہے۔ کہ جس قدر کامل مومن کی سمجھ اور فہم رسا ہوتا ہے۔ اسی قدر انکی اکثر خوابیں اور الہام پیچیدہ اور عام فہم نہیں ہوتے۔ بلکہ راز سربستہ کی طرح ہوتے ہیں۔ اور ہر ایک سمجھ کے انسان کا کام نہیں کہ اس کی تہ کو پہونچ سکے۔

برخلاف اسکے دوسرے لوگوں کی خوابیں بسا اوقات صاف اور سطحی ہوتی ہیں۔ اور کبھی انہیں الہام بھی ہو جاتا ہے۔ اور اس سے کافر فاسق فاجر بدمعاش۔ بھنگی چوہڑے سبھی باہر نہیں۔ لیکن ان سب لوگوں کو صاف اور سچی خوابیں بھی آجاتی ہیں۔ مگر پھر بھی اس سے بہت لوگ ٹھوکر کھاتے ہیں۔ اور چونکہ ہر ایک طبیعت کے انسان پر اس راز سربستہ کا حل کرنا مشکل ہوتا ہے۔ اس لئے ہم کھول کر بیان کر دیتے ہیں۔ تا کہ وہ لوگ جو اپنی خوابوں یا الہاموں کی بنا پر کسی مامور من اللہ کا انکار کر دیتے ہیں متنبہ ہو جائیں۔ اور شاید اللہ تعالیٰ انکو توبہ کی توفیق عطا کر دے۔

سو واضح ہو کہ چونکہ ہر انسان کے اندر بموجب حدیث کل مولود یولد علی فطرۃ الاسلام یعنی ہر بچہ جو پیدا ہوتا ہے۔ وہ فطرت اسلام ہی پر پیدا ہوتا ہے۔ ایک کشفی روشنی بھی مخفی ہوتی ہے۔ اور اگر اس کی قسمت میں ایمان یا اعلیٰ مرتبہ ایمان مقدر ہوتا ہے۔ تو اسی وقت حسب مراتب ایمان وہ روشنی اپنا پرتوہ ظاہر کرتی ہے۔ اور اگر وہ کامل مومن کے درجہ تک مقدر ہوتا ہے۔ تو وہی فطری روشنی کرامت کی حد تک پہونچ جاتی ہے۔ لیکن جو لوگ کافر یا فاسق فاجر ہو جاتے ہیں۔ ان میں بھی فطری طور سے روشنی ودیعت ہوتی ہے۔ اس لئے گاہے گاہے ایسا اتفاق ہو جاتا ہے۔ کہ بجلی کی چمک کی طرح کوئی ذرہ اسی روشنی کا ظاہر ہو جاتا ہے۔ اور اس لئے ایک جاہل خیال کرنے لگتا ہے۔ کہ گویا مرتبہ ابدال و اقطاب حاصل ہے۔ اس لئے وہ ہلاک ہو جاتا ہے

یا کامل مومنوں کے مکاشفات یا بشارات کو وہ بدیں وجہ نظر حقارت سے دیکھتا ہے۔ کہ جب میرے جیسے کافر فاجر کو سچی خوابیں آتی ہیں۔ تو اس کو ہم سے کیا امتیاز ہے۔

سو اسکی پہچان کے لئے کہ خواص کے علوم اور کشوف اور عوام کی خوابوں اور کشفی نظاروں میں کیا فرق ہے۔ ہم ذیل میں وجوہات بتلاتے ہیں۔ غور سے سنو اور قبول کرو۔ واضح ہو کہ خواص کا دل تو مظہر تجلیات الٰہیہ ہوتا ہے۔ اور جیسے آفتاب روشنی سے اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ بھرا ہوا ہے اسی طرح وہ لوگ علوم ظاہریہ و باطنیہ اور اسرار غیبیہ و معارف نظریہ سے معمور ہو جاتے ہیں۔ اور جس طرح سمندر اپنے پانیوں کی کثرت کی وجہ سے ناپیدا کنار نظر آتے ہیں۔ اسی طرح ان کی حالت ہو جاتی ہے اور جس طرح ایک گندے سڑے ہوئے جوہڑ کو محض تھوڑے سے پانی کی وجہ سے جو اس میں جمع ہے سمندر نہیں کہہ سکتے۔ ایسی طرح وہ لوگ جو شاذ و نادر کوئی سچی خواب دیکھ لیتے یا الہام پالیتے ہیں۔ ان کی نسبت ہرگز نہیں کہہ سکتے۔ کہ وہ بھی ان بزرگان دین سے کچھ نسبت رکھتے ہیں۔ جو علوم ربانی کے سمندر ہوتے ہیں۔ جو لوگ ایسا خیال کر لیتے ہیں۔ ان کا خیال اسی قسم کا لغو اور بیہودہ ہے۔ کہ جیسے کوئی شخص ناک۔ کان۔ دانت یا ہاتھ پاؤں دیکھکر بندر کو انسان کہدے۔ تمام مدار کثرت علوم غیب اور استجابت دعا اور باہمی محبت اور وفا اور قبولیت اور محبوبیت پر ہے۔ ورنہ کثرت قلت کا فرق درمیان سے اٹھا کر ایک کرم شب تاب کو بھی کہہ سکتے ہیں۔ کہ وہ بھی سورج کے برابر ہے۔ کیونکہ روشنی اس میں بھی ہے۔ دنیا کی جتنی اشیاء ہیں وہ کسی قدر آپس میں مشابہت ضرور رکھتی ہیں۔ مثلاً بلور یا ایسے شفاف پتھر پہاڑوں میں موجود ہیں۔ جو الماس کی طرح چمک رکھتے ہیں۔ مگر پھر بھی وہ الماس نہیں ہو سکتے۔ لیکن جس طرح ان پتھروں کی شناخت سے ناواقف محض ظاہری چمک دمک پر دھوکہ کھا سکتے ہیں۔ اسی طرح اسرار غیبیہ سے ناآشنا کسی مزور دھوکہ باز کی کرامت نمائی پر فریب میں آ سکتے ہیں لیکن جس طرح پتھروں کا جوہری جو پتھروں کے مختلف صفات سے آگاہ ہوتا ہے۔ وہ صرف چمک ہی کو نہیں دیکھتا بلکہ دیگر صفات سے بھی شناخت کرتا ہے۔ اسی طرح مردان خدا جو خدا تعالےٰ سے محبت اور مودت کا تعلق رکھتے ہیں۔ وہ صرف پیشگوئیوں تک اپنی کمالات کو محدود نہیں رکھتے بلکہ ان پر معارف اور حقائق کے خزانہ کھولے جاتے۔ اور عمیق در عمیق اسرار شریعت حقہ اور دلائل لطیفہ درباب حقانیت ملت نیرہ انکو عطاء ہوتے ہیں۔ اور اعجازی طور سے ان کے دل

پر دقیق در دقیق علوم قرآنی اور لطایف کتاب ربانی اتارے جاتے ہیں۔ اُن کی دعائیں خارق عادت طور سے اپنا اثر دکھاتی ہیں۔ وہ گناہ سے دشمنوں کے حملوں سے اور تعلیم کی غلطیوں سے معصوم رکھے جاتے ہیں۔

ان میں استقلال فوق العادت ہوتا ہے۔ ہر میدان میں مظفر و منصور ہوتے۔ اور ان کے دشمن باوجودیکہ بڑے بڑے منصوبے انکی ہلاکت کے لئے تجویز کرتے۔ اور اُس کے فرائض مفوضہ کی بجاآوری میں بڑی بڑی روکیں ڈالتے ہیں۔ لیکن بالآخر وہی ذلیل اور خوار ہوتے اور اپنے منصوبوں میں نامراد مرتے ہیں۔ اور اس خوشی میں ملاء اعلیٰ یہ اشعار پڑھتے اور وجد میں آتے ہیں

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے
جب آتی ہے تو پھر عالم کو اک عالم دکھاتی ہے
وہ بنتی ہے ہوا اور ہر خس راہ کو اڑاتی ہے
وہ ہو جاتی ہے آگ اور ہر مخالف کو جلاتی ہے
کبھی وہ خاک ہو کر دشمنوں کے سر پہ پڑتی ہے
کبھی ہو کر وہ پانی ان پہ اک طوفان لاتی ہے
غرض رکتے نہیں ہرگز خدا کے کام بندوں سے
بھلا خالق کے آگے خلق کی کچھ پیش جاتی ہے

پس ان لوگوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اپنے معدودے چند خوابوں یا الہاموں کی بناء پر وہ کسی مامور من اللہ کی اطاعت سے انکار نہ کریں کیونکہ ایسا انکار کرنیوالے بجائے روح القدس کے جو خدا کے نیک بندوں اور خدا کے رسولوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ شیطان کے پنجہ میں گرفتار ہو جاتے ہیں اور بجائے الہامات ربانی کے جو روح القدس کے وسیلے سے ہوتے ہیں اضغاث احلام کے مورد و مصدر بن جاتے ہیں گو انسان پہلے نیک اور پاک دل ہو۔ اور اس کی خوابیں اور الہام بھی سچے نکلتے رہے ہوں۔ مگر جب خدا کے فرستادہ سے سرکش یا باغی ہو جاتا ہے۔ تو اس کے اندر ہی اندر اس طرح مواد ردیہ پیدا ہو جاتے اور اس کے قلب کو زنگ لگاتے جاتے ہیں۔ جس طرح زہریلے مواد بدن انسان میں خون کے ذریعہ سرایت کرتے کرتے آخر جذام تک نوبت پہونچا دیتے ہیں۔ اور انسان کو خبر تک نہیں ہوتی۔ اس طرح وہ انسان بھی جس کو کبھی سچی خواب یا الہام ہو گیا ہو۔ اسی گے ہوگ

ہیں رہکر وہ شیطانی القا اور رحمانی الہام میں فرق نہیں کر سکتا۔ حالانکہ قرآن کریم کی نص سے ظاہر ہے۔ کہ جب نبی اور رسول بھی تمنا کرتے ہیں۔ تو انکو بھی شیطانی القا ہو جاتا ہے۔ لیکن چونکہ اللہ کی حمایت اُنکے ہر وقت شامل حال ہوتی ہے۔ اس شیطانی القا سے فوراً مبرا کر دیتی ہے لیکن جو آدمی جل من الناس ہو۔ وہ اس شیطان کے پنجہ سے کیونکر بچ سکتا ہے۔ کیا بلعم باعور کا قصہ جو قرآن کریم میں آیا ہے۔ عبرت کے لئے کچھ کم ہے۔ لہذا ہم ڈنکے کی چوٹ سے حق کے طالبوں کو خبر دیتے ہیں۔ کہ اسوقت دنیا میں صرف ایک ہی شخص ہے۔ جو القائے شیطانی سے محفوظ اور ان صفات حسنیٰ سے موصوف ہے۔ جو ہم نے اوپر بیان کی ہیں اور وہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہیں۔ اور ساتھ ہی پکار کر کہتے ہیں۔ اور بیت اللہ میں قسم کھا کر کہہ سکتے ہیں کہ ان کے سوا جس قدر مدعیان الہام ہیں اگر وہ اس امام برحق کے آگے گردن تسلیم خم نہیں کرتے بلکہ اپنے الہامات پر نازاں ہیں۔ وہ ہرگز خدا کی طرف سے نہیں۔ اور بلاشک شیطان انکے منہ کو بوسہ دیتا اور بغل گیری کرتا ہے ٭

نصیحت

الا اے کمر بستہ بر افترا	مکش خویشتن را بترک حیا
بخاصان حق کینہ ات تا کجا	گہے شہرت آید زگیہان خدا
چو چیزے بود روشن اندر ہی	بر و ہر چہ بندی بود ابلہی
چو بر نیک گوہر گماں بد بری	بدانند مردم کہ بدگوہری
چو گوئی در پاک را پر غبار	غبار دو چشمت شود آشکار
سخنہائے پر خبث دہیغنہ و خام	بود بر خبیثاں نشانی تمام
ندانند گفتن سخن جز دروغ	برحق ندارد دروغے فروغ
نیا رید یاد از حق بیچگوں	پسند او فتاوست دنیائے دوں
زنال مکافات آید فراز	تو بر عیش دنیا بدیں ساں مناز
تو خود ناقصی دونی الصفات	منہ تہمت نقص بر پاک ذات

ساتواں باب

اس ثبوت میں کہ مسیح موعود کے شہادات قرآن شریف واحادیث نبویہ میں پائے جاتے ہیں کہ نہیں۔

پیشتر اسکے کہ ہم اس مضمون کو چھیڑیں اول مناسب سمجھتے ہیں کہ لفظ مسیح پر بحث کریں کہ اس سے کیا مراد ہے اور صرف ایک ہی نبی یعنے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو مسیح کیوں کہا گیا اس میں کیا سر ہے۔ سو واضح ہو کہ لفظ مسیح مساحت سے نکلا ہے جس کے معنے سیاحت کرنے اور قطع مساحت کے ہیں۔ گو لغت میں لفظ مسیح کے اور معنے بھی آئے ہیں لیکن چونکہ وہ صفات اور انبیا میں بھی ثابت ہوتی ہیں اس لئے وہ بھی اس خطاب کے مستحق ہو سکتے ہیں۔ مگر خدا تعالےٰ نے جب صرف انہی کو اس خطاب سے مخاطب فرمایا ہے تو ضرور اس میں کوئی خصوصیت ہے۔ اور ہمارے نزدیک صرف یہی خصوصیت ہے کہ مسیح علیہ السلام نے بڑے بڑے سفر کئے ہیں اور دیگر انبیا میں سے ایک نبی بھی ایسا ثابت نہیں ہوتا جس نے اس قدر قطع منازل کئے ہوں۔ اسی واسطے یہی صحیح ہے کہ وہ سفروں کی وجہ سے مسیح کہلائے ورنہ مسیح بمعنے مبارک کے آئے ہیں کیا کسی کا ایمان ہو سکتا ہے کہ صرف عیسےٰ علیہ السلام ہی مبارک تھے اور کوئی نبی مبارک نہ تھا حتے کہ فخر المرسلین سرتاج اولین والآخرین بھی مبارک نہیں تھے معاذاللہ من ذلک۔ یا مسیح بمعنے مسح کرنے والا یعنی چھونے والے کے ہیں۔ تو کیا کوئی اور نبی دوسرے کو نہیں چھوتا تھا۔ اور اگر افاضہ باطنی سے مراد ہے تو کوئی بھی ایسا نہیں ہوا کہ افاضہ باطنی سے ممتاز نہ ہو مسیح کے معنے صدیق کے بھی ہیں تو کیا اور نبی صدیق نہیں تھے۔ ہاں کسی نبی سے سفر ثابت نہیں ہوتا اس لئے وہ کسی صورت سے مسیح نہیں کہلا سکتے۔

علاوہ ازیں دجال کو بھی مسیح الدجال کہا گیا ہے۔ اور چونکہ دجال بھی اپنے دین کے لئے

تمام زمین پر سیاحت کرتا ہے اس لئے مسیح کے لقب سے ملقب ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ جس قدر پادریوں نے اپنے دین باطل کے لئے زمین کی مساحت کی ہے اسکی نظیر تاریخ عالم میں نہیں مل سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُسکو مسیح کہا جاتا ہے۔ ورنہ دجال کو سیاحت کی وجہ سے اور مسیح کو کسی اور وجہ سے مسیح کہنا بالکل غیر موزوں ہے۔

لفظ مسیح مصدر مساحت سے نکلا ہے اور مفعیل کے وزن پر ہے جو مبالغہ کے لئے ہوتا ہے۔ اسلئے اسکے معنے بہت مساحت کرنے والے کے ہیں۔ چنانچہ ہم ذیل میں اسکی تصدیق کے لئے بعض علماء کے اقوال نقل کرتے ہیں جس سے پوری تسلی ہو جائیگی۔

(۱) صاحب لوامع التنزیل زیر آیۃ اسمہ المسیح عیسےٰ ابن مریم لکھتے ہیں۔ مسیح ماخوذ از سیاحت بمعنے گردش باشد۔ چونکہ آنحضرت بسبب خوف یہود شب بجائے و روز بجائے بود و چندروز متوالی بجائے قرار نگرفت۔ دیکھو لوامع التنزیل جلد ۲ صفحہ ۳۶۴

(۲) در الجنان و تفسیر کبیر میں احمد بن یحییٰ سے نقل ہے کہ مسیح بروزن مفعیل از برائے مبالغہ ماخوذ از مساحۃ الارض بمعنے قطع و پیمائش زمین باشد چہ آنحضرت بخوف یہود قطع و پیمائش آن باقدام میکرد لہذا مسیح نامیدند۔ دیکھو لوامع التنزیل صفحہ متذکرہ بالا۔

(۳) تفسیر توضیح مجید میں ہے۔ مسیح اسواسطے کہلائے کہ وہ مساحت زمین کی کرتے تھے ساتھ سیاحی کے۔ دیکھو تفسیر مذکور جلد ۱ صفحہ ۴۳۶۔

(۴) تفسیر روح المعانی جلد ۱ صفحہ ۵۹۲ میں ہے۔ وکان عیسےٰ علیہ السلام لیس لہ قرار ولا موضع یعرف انما ہو سائح فی الارض یعنی عیسےٰ علیہ السلام کے لئے کوئی ٹھکانہ کی جگہ نہ تھی اور نہ کہیں قرار تھا۔ وہ ہمیشہ زمین میں سفر کرتے رہے۔

(۵) تفسیر فتح البیان جلد ۲ صفحہ ۴۲ مسیح۔ من المسح لانہ مسح الارض اے ذہب

مزید برآن خود احادیث سے ثابت ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام ملک شام سے نکلکر دور دراز ممالک میں سفر کرتے رہے۔ چنانچہ وہ احادیث جن سے اُن کا سفر کرنا ثابت ہوتا ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) اوحی اللہ تعالیٰ الےٰ عیسےٰ ان یا عیسےٰ انتقل من مکان الی مکان لئلا تعرف فتوذی الحدیث رواہ ابن عساکر عن ابی ہریرۃ ابن عساکر نے ابو ہریرہ سے روایت

کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام پر وحی نازل کی کہ اے عیسےٰ اپنے مکان کو چھوڑ کر دوسرے مکان پر چلا جا تاکہ یہود تجھ کو پہچان نہ لیں اور تجھے ایذا نہ پہونچائیں۔ دیکھو کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۳۴۔

(۲) کان عیسے ابن مریم یسیح فاذا مسی اکل بقل الصحراء وشرب الماء القراح وتوسد التراب ثم قال عیسے ابن مریم لیس له بیت یخرب ولا ولد یموت طعامه بقل الصحراء وشرابه الماء القراح ووساده التراب فلما اصبح سار فمر بواد فاذا فیه رجل اعمی مقعد مجذوم قد قطعه الجذام السماء من فوقه والوادی من تحته والثلج عن یمینه والبرد عن یساره وهو یقول الحمد لله رب العالمین ثلاثا فقال له عیسے ابن مریم یا عبد الله علی ما تحمد الله ذا انت اعمی مقعد مجذوم قد قطعک الجذام والسماء من فوقک والوادی من تحتک والثلج عن یمینک والبرد عن یسارک. قال یا عیسے احمد الله اذ لم اکن الساعة ممن یقول انا اله او ابن الله او ثالث ثلثة رواه الدیلمی وابن النجار عن جابر

دیلمی اور ابن النجار نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ عیسے علیہ السلام سفر کرتے تھے۔ جب شام پڑ جاتی تو جنگل کا ساگ پات کھا لیتے اور چشموں کا پانی پی لیتے اور مٹی کا تکیہ بناتے (یعنی زمین پر ہی بلا بستر) کے لیٹ رہتے۔ پھر کہتے کہ نہ تو میرا گھر ہے کہ خراب ہونے کا اندیشہ ہو اور نہ کوئی اولاد ہے کہ جنکے مرنے سے کوئی غم ہو۔ کھانے کیلئے جنگل کا ساگ پات پینے کیلئے چشموں کا پانی اور سونیکے لئے زمین بستر ہے جنکے گم ہو جانے کا کچھ فکر نہیں جب صبح ہوتی چل کھڑے ہوتے۔ یہاں تک کہ سفر کرتے کرتے ایک وادی میں پہنچے (مراد کشمیر ہے کیونکہ اسکو وادی ہی کہتے ہیں) جہاں ایک اندھا آدمی دیکھا جو چل نہیں سکتا تھا اور مجذومی تھا اور جذام نے اُسکے بدن کو پھاڑ دیا ہوا تھا۔ اُسکے لئے کوئی سایہ کی جگہ نہیں تھی اسکے اوپر آسمان ہی کا سایبان تھا وادی اس کے نیچے تھی۔ اور اُسکے دائیں بائیں برف اور شدید سردی تھی۔ مگر باوجود ان سب تکالیف کے وہ اپنے رب العالمین کا شکر ادا کرتا تھا۔ عیسے علیہ السلام نے اس سے پوچھا کہ اے خدا کے بندے تو کس چیز پر اللہ تعالے کا شکر کرتا ہے حالانکہ تو اندھا بھی ہے اپاہج بھی ہے جذامی بھی ہے اور جذام سے تیرا سارا بدن پارہ پارہ ہوگیا ہے اور تو آسمان کے نیچے کھلے اوٹ پڑا ہے۔ اور وادی تیرے نیچے ہے جس میں دائیں بائیں سردی اور برف

ہے۔ اس شخص نے جواب دیا کہ اے عیسٰے (علیہ السلام) میں اللہ تعالےٰ کی حمد اس لئے کرتا ہوں کہ میں اس زمانہ اور وقت میں نہیں ہوا جبکہ لوگ تیری نسبت کہینگے کہ تو خدا اور خدا کا بیٹا اور اقنوم ثالث ہے۔ دیکھو کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۷۱

اس کل بیان سے ثابت ہے کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام صلیب سے نجات پانے کے بعد یہود کے خوف سے اور اللہ تعالےٰ کی وحی سے ارض مقدسہ کو خیرباد کہکر ممالک مشرقی میں آئے اور چلتے چلتے ملک کشمیر میں وارد ہوئے جہاں بکثرت میوہ جات کے سبب سے جذامی لوگ بہت ہوتے ہیں اور جہاں سردی بھی خوب ہوتی ہے لہذا وہ اسی سیاحت کی وجہ سے مسیح کے نام سے موسوم ہوئے۔ کیونکہ یہ ہزارہا میل کا سفر تھا جوانکو دشوارگزار ممالک میں کرنا پڑا بنابریں سوائے ان معنوں کے کوئی اور معنے لینا بجز تحکم کے اور کچھ متصور نہیں ہوتا۔

اب ہم ذیل میں دکھانا چاہتے ہیں کہ مسیح کی آمد کے اشارات قرآن کریم میں پائے جاتے ہیں کیونکہ ممکن نہیں تھا کہ قرآن کریم کامل کتاب ہو کر کسی ایسے معاملہ کو جو آیندہ زمانہ میں ایک بھاری نزاع کا باعث ہوگا ترک کردیتا۔ لہذا ازبس ضروری ہے کہ آجکل جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت ایک طوفان بے تمیزی برپا ہے اور لوگ اُن کی تکذیب اور تکفیر پر تلے ہوئے ہیں خود خدا ہی اس امر کا فیصلہ کردے تا کہ سیاہ روئے شود ہر کہ در وغش باشد۔

سو واضح ہو کہ جہانتک قرآن شریف میں نہایت غوض اور تدبر سے کام لیا جاتا ہے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ قرآن شریف میں سیکڑوں پیشگوئیاں ہیں جو زمانہ آیندہ کی خبروں پر مشتمل ہیں اور یہ آپ کو چوتھے باب میں معلوم ہو چکا ہے کہ پیشگوئیوں میں بعض دفعہ ایسے الفاظ مجمل ہوتے ہیں کہ ہر ایک عقل کے انسان اُسکی کیفیت کو کماینبغی نہیں پا سکتے کیونکہ اُن میں کوئی صراحت نہیں ہوتی بلکہ استعارات کے رنگ میں ہوتی ہیں جن کو بجز علماء راسخین جنہیں ورثۃ الانبیا قرار دیا گیا ہے حل نہیں کرسکتے۔ اسی واسطے ضروری ہے کہ علماء راسخین کی کلام کا مطالعہ کیا جائے اور جو کچھ وہ کسی پیشگوئی کی حقیقت کو بیان کریں اُسکو تسلیم کرلیا جائے

اب ہم اُن آیات قرآنی کو پیش کرتے ہیں جن سے اشارۃً یا کنایۃً حضرت مسیح موعود کا پتہ چلتا ہے

(۱) ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ

سورۃ الصف رکوع ۲ - اللہ وہ ذات پاک ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور حق اور حقیقت سے بھرے ہوئے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اُسکے رو سے تمام ادیان پر غلبہ حاصل کرے گو یہ آیت بظاہر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت ہے لیکن اس میں مسیح کی نسبت بھی اشارہ پایا جاتا ہے کیونکہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کیوقت میں تمام ادیان باطلہ کو تبلیغ نہیں کی گئی کیونکہ ان ایام میں سفر کے ذرائع کہاں میسر تھے اور تمام دنیا کے لوگوں کو کہاں تبلیغ کا موقع مل سکتا تھا کیونکہ اُس وقت تک نہ تو امریکہ کا کچھ سراغ ملا تھا اور نہ دیگر جزائر کا پتہ ہی معلوم تھا لہذا صریح اشارہ نکلتا ہے کہ اسکا مسیح کے وقت میں ظہور ہوگا۔ کیونکہ سوائے مسیح کے اور کسی کے آمد کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر نہیں دی - اور اگر اُنسے کوئی عظیم الشان دینی کام ظہور پذیر نہیں ہونا تھا - تو پھر کیونکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بار بار اُن کا ذکر کرتے اور قسمیں کھا کھا تاکید فرماتے رہے اور دجال کا اُن کے ذکر کے ساتھ کیوں تذکرہ کرتے رہے جس سے پایا جاتا ہے کہ دنیا میں ایسا بڑا فتور برپا ہوگا کہ ایماندار آدمیوں کو سخت قلق اور بیقراری ہوگی اور دین کی حالت زار دیکھکر اُن کی حالت مایوسی تک پہنچ جائیگی اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان داروں کی تسلی کے لئے بار بار قسمیں کھا کر مسیح کی آمد کی خبر دی۔ لہذا اشد ضروری ہے کہ اسلام کی تبلیغ کل روے زمین پر مسیح کے ہاتھ سے ہو اور یہ قرین قیاس بھی معلوم ہوتا ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اب دنیا کا کوئی کونہ ایسا نہیں ہے کہ انسان کا وہاں تک گذر نہ ہو سکتا ہو - اب ہر جگہ انسان پہنچ سکتا ہے اور جس قدر آسان ذریعے اس وقت میسر ہیں ۵۰ برس پہلے کب میسر تھے ۱۳۰۰ برس کا تو ذکر ہی کیا ہے - لہذا نص قرآنی صرف مسیح کی آمد کو ظاہر کرتی ہے گو اس میں شک نہیں کہ جو کچھ مسیح کے ہاتھ سے ہوگا وہ سب حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ہی سمجھا جائیگا کیونکہ ہمیشہ تابعداروں کی کارروائی اُنکی اپنی سمجھی نہیں جاتی بلکہ متبوع کی سمجھی جاتی ہے جیسے خزائن قیصر و کسرے کی کنجیاں خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں نہیں آئیں اُن کے خلفاءؓ کے ہاتھ میں آئیں - لیکن تمام امت محمدیہ میں بالاتفاق اُسی خاتم المرسلین فخر الاولین والآخرین کے ہاتھ پر ہی مفتوح سمجھی گئیں - ایسا ہی ہم نظام دنیا میں دیکھتے ہیں کہ جب

کسی جنگ میں فتح ہوتی ہے تو ساری بہادری اور جانفشانی ادنےٰ ادنےٰ سپاہیوں کی ہوتی ہے افسران فوج کا بہت کم حصہ ہوتا ہے وہ تو دور رہتے ہیں لیکن فتح بالآخر افسروں کے نام پر سمجھی جاتی ہے - اسی واسطے اس آیت کا مصداق گو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں لیکن اشارہ مسیح کا پایا جاتا ہے - اس میں ہماری اپنی ہی رائے نہیں بلکہ اکثر مفسرین کا خیال بھی یہی ہے چنانچہ تفسیر حسینی قلمی کے صفحہ ۹۱۰ پر زیر آیۃ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ یوں لکھا ہے تا غالب گرداند این دین را بر ہمہ کیش وملتے بوقت نزول عیسےٰ علیہ السلام اسی طرح دیگر تفاسیر میں بھی لکھا ہے مگر بخوف طوالت اسی پر اکتفا کیجاتی ہے - غرض اس آیت سے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے آنے اور تمام مذاہب باطلہ پر حجت پوری کرنیکا اشارہ ثابت ہوتا ہے -

اس جگہ اس بات کا اظہار کردینا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے تو اپنی وفات کے بعد ایک ایسے رسول کے آنیکی خبر دی ہے جسکا نام احمد ہوگا جو آیۃ يَاْتِىْ مِنْۢ بَعْدِى اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ سے ظاہر ہے تو یہ حالت کیونکر تسلیم کرلیا جائے کہ نزول شان تو حضرت احمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ہو اور اب اس آیت کو کسی ایسے شخص پر لگا کر جو احمد مسیح ہونے کا دعوے کرتا ہو اسکا مصداق بنایا جاوے سو اس کا جواب یہ ہے کہ آیۃ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ سے صاف نکلتا ہے کہ آخری زمانہ میں بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائینگے تب ہی تو آخری زمانہ کے لوگ تعلیم نبوی حاصل کرکے صحابہ میں داخل ہونگے اور چونکہ آیت اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ کے رو سے وہ بذات خود تشریف نہیں لاسکتے اس لئے اُن کا آنا اسی طرح ہے جس طرح ایلیا کا آنا یا مسیح کا آنا - لہذا وہ آنا بروزی ہے - چونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دو نام تھے ایک محمد اور ایک احمد - محمد تو جلالی تجلیات کا مظہر ہے اور احمد جمالی تجلیات کا - محمد کا ظہور اُسی وقت ہوچکا جبکہ دین کے لئے تلوار اُٹھائی گئی اور اب ایک ایسا زمانہ ہے کہ جس میں دین کے لئے تلوار کی ضرورت نہیں - کیونکہ اب اسلام کا مقابلہ تلوار کے ساتھ نہیں ہوتا بلکہ زبان اور قلم کے ساتھ - اور چونکہ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ کے لئے ضروری تھا کہ رسول اکرم صلوٰۃ اللہ وسلامہ تشریف

لاتے اور نہ محمد بلکہ احمد کے ظل میں آتے کیونکہ محمدی مظہر تو اپنے کمال کے ساتھ ابتدا میں پورا ہو چکا تھا اور احمدی مظہر باقی تھا اور یہی وجہ ہے کہ مسیح نے بھی مظہر احمدی کی خبر دی تا کہ اس کی امت لوگوں کے ساتھ آخری زمانہ میں اسی مظہر احمدی کا مقابلہ ہو اور وہ مظہر حضرت مرزا غلام احمد کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اب جس قدر کارروائی دین اس بزرگ کے ہاتھ سے مقدر ہے وہ سب ظلی طور سے آن حضرت ہی کی کارروائی ہے۔

(۲) ایسا ہی اس آیۃ میں ہے
إِنَّ هٰذِهٖٓ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَّاحِدَةً وَّأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ۔ وَتَقَطَّعُوْٓا أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ كُلٌّ إِلَيْنَا رَاجِعُوْنَ ۔ حَتّٰٓى إِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوْجُ وَمَأْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ

اور خدا نے کہا یہ تمہاری امت ایک ہی امت ہے اور میں تمہارا پروردگار ہوں سو تم میری ہی عبادت کرو۔ لیکن انہوں نے باہم پھوٹ ڈال لی اور الگ ہو گئے اور پھر سب کے سب ہماری طرف رجوع کرینگے

اور یہ سب اسی حالت میں رہینگے یہانتک کہ یاجوج اور ماجوج کا زمانہ آجائے گا اور وہ کھول دئے جائینگے اور ہر پہلو سے نکل پڑیں گے پ۱۷ ع۶ اس آیت سے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ لوگوں کے الگ الگ فرقے ہو جائینگے اور ان کی حالت یاجوج ماجوج کے نکلنے تک ایسی ہی رہیگی پھر کوئی ایسی صورت واقع ہوگی جس سے وہ خدا تعالی کی طرف رجوع کرینگے۔ اس سے کسی مصلح کا آنا تو نکلتا ہے مگر اس میں مسیح کی صراحت نہیں پائی جاتی لیکن اگر اس کی ماقبل آیت کو لیا جائے تو پھر کچھ شک نہیں رہتا کہ مسیح علیہ السلام ہی آئینگے۔ چنانچہ ماقبل آیت یہ ہے وَالَّتِيْٓ أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ اس آیت کے سیاق کو لینے سے ثابت ہوتا ہے کہ آیات متذکرہ بالا کا اس آیت سے بڑا تعلق ہے ورنہ بے معنے بات ہوئی جاتی ہے اور پھر جب ہم مابعد کی آیت کو دیکھتے ہیں تو اس سے بھی صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یاجوج اور ماجوج کے ظاہر ہونے پر ایک وعدہ کے پورے ہونیکا وقت بتلایا گیا ہے چنانچہ وہ آیت یہ ہے وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ یعنی اس وقت جبکہ یاجوج ماجوج کا ظہور ہو سمجھ لو کہ وعدہ کا وقت قریب آن پہنچا۔ پس صاف ظاہر ہے کہ آیات بالا میں ایک وعدہ کا وجود پایا جاتا ہے اور اُس کا ظہور یاجوج ماجوج کے ظہور کے بعد وابستہ کر دیا گیا

ہے ۔ اب یاجوج ماجوج ظاہر ہوگئے اس لئے لازم تھا کہ وہ وعدہ بھی پورا ہو اور وہ پورا یوں ہوا کہ یاجوج ماجوج کے نمود کے بعد جو روس اور انگریز اور دیگر فرنگستان کے لوگوں سے مراد ہے جنکا ذکر ایک الگ باب میں مفصل طور سے بیان ہوگا۔ ایک شخص نے دعوے مسیحیت کیا اور وہ کامیاب بھی ہو نکلا پھر کیونکر شک ہو سکتا ہے۔ دیکھو قرآن شریف سورۃ الانبیاء رکوع ۷

پر دوسری جگہ سورہ کہف کے رکوع ۱۱ میں اللہ تعالٰے اُسی وعدہ کا یوں ارشاد فرماتا ہے فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّیْ جَعَلَهٗ دَکَّآءَ وَکَانَ وَعْدُ رَبِّیْ حَقًّا یعنی جب وعدہ اللہ کا آپہونچے گا اُسوقت ہم سد ذوالقرنین کو ٹکرے ٹکرے کر دینگے اور خدا تعالٰے کا وعدہ سچا ہے وہ کبھی نہیں ٹلیگا پھر آگے چلکر اللہ تعالٰے فرماتا ہے وَتَرَکْنَا بَعْضَهُمْ یَوْمَئِذٍ یَّمُوْجُ فِیْ بَعْضٍ وَّنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا یعنی ہم اُس دن یعنے بزمانہ یاجوج ماجوج مختلف مذاہب کے لوگوں کو مہلت دینگے کہ تا ایک دوسرے کے مذہب پر حملہ کریں یعنی ہر ایک مذہب کا آدمی اپنے مذہب کو دیگر مذاہب سے سچا اور قوی ہونا ثابت کریگا اور دوسرے مذاہب کے جھوٹے بنانے کی سعی اور کوشش میں ہوگا۔ جب یہ حالت دنیا پر طاری ہوگی تو اچانک اللہ تعالٰے صور پھونکیگا۔ یعنی کسی مجدد کو اپنی طرف سے الہام دیکر مامور کریگا اور اُن سب ادیان کا میلان ایک طرف کر دے گا۔

چنانچہ یہ سب باتیں وقوع میں آچکی ہیں ۔ جہانتک ممکن ہے ہر ایک مذہب کے لوگوں میں ایک بہت بڑا جوش پیدا ہوا ہے اور ایک دوسرے پر ایسے ایسے حملے کرتے ہیں کہ گویا وہ اپنے ذہن میں سمجھتے ہیں کہ اب باقی سب دینوں کو پاش پاش کر دینگے لیکن ایسی حالت میں اللہ تعالٰے نے آسمان سے نفخ صور کیا اور اپنے بندوں میں سے ایک کو الہام سے مشرف کر کے دنیا میں کھڑا کیا اور اُس نے انکو سب کو ایک جگہ جمع کیا یعنی جلسہ اعظم تحقیق مذاہب کا انعقاد لاہور جیسے صدر مقام میں ہوا اور وہاں سب لوگ خواہ وہ مشرک تھے خواہ عیسائی مردہ پرست خواہ برہمو خواہ سکھ خواہ دہریہ خواہ کسی عقیدے کے لوگ تھے سب نے اُس

موقع پر توحید کی طرف میلان ظاہر کیا اگر شک ہو تو رپورٹ جلسہ تحقیق مذاہب کھولکر دیکھو۔ سب نے توحید کا گیت گایا ہے۔ پس اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ اسکا مصداق ہو چکا

(۳) سورہ فاتحہ کی آیت غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ سے مسیح کی آمد کا اشارہ ہے یہ ظاہر ہے کہ یہود نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو جو خدا کے پاک نبی تھے محض شرارت سے لعنتی ٹھہرا کر خدا تعالےٰ کا غضب اپنے پر نازل کرا لیا اور مَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ ٹھہر گئے اور نصاریٰ نے بھی گو اُن کو پاک اور مقدس نبی مانتے ہیں اپنی نادانی اور اپنی جہالت سے ان کو لعنتی قرار دیدیا گو انہوں نے ایک طرف سے بچانا چاہا مگر لعنت کے مفہوم سے ناواقف ہونے کی وجہ سے عذر گناہ بدتر از گناہ کے مصداق ہو گئے کیونکہ لعنت کا مفہوم دل کی ناپاکی سے تعلق رکھتا ہے اور نبی ایسی ناپاکی سے معصوم ہوتے ہیں۔ اسلئے وہ بھی گمراہ قرار پائے۔ غرض اس پیشگوئی میں مسلمانوں کو ہر روز پانچ وقتہ نماز میں بار بار یاد دلایا گیا کہ اے مسلمانوں جس طرح مسیح ناصری کی تکفیر و تکذیب سے یہود مغضوب علیہم ہو گئے اسی طرح تم بھی آخری زمانہ کے مسیح موعود کی تکفیر و تکذیب سے مغضوب علیہم نہ ہو جانا۔ پس صاف ظاہر ہے کہ اس آیت میں مسیح کے آنے کی پیشگوئی ہے۔

(۴) آیت وَّاٰخَرِیۡنَ مِنۡہُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِہِمۡ ؕ وَہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ہے جس سے مسیح کے آنے کا اشارہ پایا جاتا ہے۔ کیونکہ اس آیت کا نزول شان یہی لکھا ہے کہ اس کی مصدق فارسی النسل ہونگے سو وہ مسیح جس نے دعوے مسیح ہونے کا کیا ہے وہ فارسی الاصل ہی ہے۔ اب ہم اسکی تائید میں چند ایک احادیث بھی درج کرتے ہیں جن میں مسیح کے آنیکا ذکر ہے

(۱) بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۹۰ میں یہ حدیث آئی ہے بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سعید بن

حَدَّثَنَا اسحاق انا یعقوب بن ابراہیم ثنا ابی عن صالح عن ابن شہاب ان سعید بن المسیب سمع اباھریرۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکمًا عدلًا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الحرب	مسیب نے حضرت ابوہریرہ کو یہ کہتے سنا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ ضرور بالضرور تم میں ابن مریم حکم اور عدل ہو کر نزول فرمائیگا اور وہ صلیب کو پاش پاش کریگا اور خنزیر کو قتل کریگا اور

وَيَفِيضُ المال حتی لا یقبل احد حتی تکون السجدة الواحدة خیر من الدنیا وما فیھا ثم یقول ابو ھریرة واقرءوا ان شئتم وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ ویوم القیمۃ یکون علیھم شھیدا

لڑائی اور جنگ کو اٹھائیگا اور مال اسقدر دےگا کہ کوئی بھی اسکو قبول نہ کر سکیگا اور اس وقت زمانہ کی حالت ایسی ہوگی کہ صدق دلی سے ایک سجدہ بھی کرنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا

پھر ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ کوئی بھی اہل کتاب نہیں کہ جو واقعہ قتل مسیح کو اپنی موت سے پہلے پہلے اپنی ایمان کی جزو خیال نہ کرتا رہیگا اور قیامت کے روز حضرت مسیح علیہ السلام اللہ تعالے کے دربار میں گواہی دینگے کہ ان لوگوں نے ناحق اس عقیدے کو گھڑ لیا تھا میرا اس میں کچھ تعلق نہیں ہے۔ اس حدیث سے حضرت مسیح کے نازل ہونے کا صریح ذکر ہے ابن مریم اور لفظ نزول وغیرہ پر الگ باب میں مفصل بیان کرینگے۔ یہاں بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(۲) ایسا ہی بخاری میں ایک اور حدیث ہے جس سے نزول ثابت ہوتا ہے۔ وھو ھذا

حدثنا ابن بکیر ثنا اللیث عن یونس عن ابن شہاب عن نافع مولے ابی قتادۃ الانصاری ان ابا ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم

ابن بکیر نے حدیث بیان کی کہ اس نے لیث سے اور لیث نے یونس سے اور یونس نے ابن شہاب سے اسنے نافع سے جو ابی قتادہ انصاری کا غلام تھا سنا کہ ابو ہریرہ نے فرمایا کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا کہ اُس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب ابن مریم تم میں نزول فرما ہوگا اور وہ تمہیں میں سے ایک امام ہوگا۔

اس حدیث سے بھی ظاہر ہے کہ ابن مریم ضرور آئینگے۔ دیکھو بخاری جلد ا صفحہ ۴۹۰۔

(۳) کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم فامکم رواہ مسلم عن ابی ھریرۃ:۔

مسلم نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ابن مریم تم میں نازل ہوگا تمہارا کیا حال ہوگا حالانکہ وہ تمہاری امامت کریگا۔ کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۰۲ مسیح کے آنیکی نسبت تمام حدیث کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ لہذا ہم ضرورت نہیں سمجھتے کہ اس بارہ میں زیادہ لکھیں۔

آٹھواں باب

اس ثبوت میں کہ آیا مسیح علیہ السلام زندہ ہیں یا مر گئے ہیں

یہ امر کہ مسیح موعود سے مراد حضرت عیسےٰ علیہ السلام اسرائیلی نبی سے ہے یا اس امت میں سے کوئی شخص ہوگا جو مسیح کے نام پر آئیگا۔ ایک مسئلہ جو نہایت ہی غور طلب ہے۔ اور جہانتک دیکھا جاتا ہے اس امر میں بڑے بڑے علماء متقدمین و متاخرین نے قلم اٹھائی ہے مگر کسی نے قطعی فیصلہ انشراح صدر سے نہیں کیا اور محض دیانت اور تقویٰ پر کام فرما کر یونہی اس معاملہ کو چھوڑ دیا اور کچھ فیصلہ نہیں کیا۔ اب یہ عاجز بتوفیق و مدد رب قدیر و علیم اس باب میں تحقیقات کرنے کے لئے قلم اٹھاتا ہے اور اللہ تعالےٰ سے دعا مانگتا ہے کہ وہ اس عاجز کو اس بارہ میں خاص نصرت عطا فرماوے اور اس پیچیدہ اور مشکل مسئلہ کو حل کرنے کی توفیق بخشے۔ کیونکہ اُس کی ذات نعم المولیٰ و نعم النصیر ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ اس وقت ایک بڑا بھاری تنازع مسلمانوں میں قائم ہو گیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ایک طرف حضرت مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیاں مسیح موعود ہونے کے مدعی ہیں اور کہتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام نبی ناصری مر چکے ہیں اور جس مسیح کے آنے کا وعدہ ہے وہ اسی امت میں ہونے والا تھا سو میں ہوں۔ دوسری طرف علماء زماں اس بات پر اڑے بیٹھے ہیں کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام نبی ناصری زندہ آسمان پر موجود ہیں وہی آخری زمانہ میں آئینگے۔ اس لئے کوئی دوسرا شخص مسیح نہیں ہو سکتا۔ یہ قضیہ ہے اب تنقیح طلب یہ امر ہے کہ کیا فی الواقع مسیح آسمان پہ زندہ موجود ہے۔ اگر یہی ثابت ہو گیا تو بلاشک کسی اور کا دعویدار ہونا حق بجانب نہیں ہوگا اور اگر ان کا زندہ آسمان پر موجود ہونا ثابت نہ ہوا بلکہ اُن کا فوت ہونا پایۂ ثبوت کو پہنچا تو پھر کسی مدعی مسیحیت کے دعوے کو خفت کی نگاہ سے دیکھنا بعید از انصاف ہوگا۔ ماننے میں تعجیل نہیں چاہیئے لیکن تحقیقات کرنی اور

دلائل بہم پہنچانے از بس ضروری ہیں جب حق اُسی کی جانب پایا جائے تو پھر قبول نکرنا بلکہ کینہ اور بغض کو دل میں جگہ دینا خالی از معصیت نہ ہوگا۔

لہذا ہم اول قرآن کریم میں غور کرتے ہیں کہ اُس میں حضرت عیسٰے علیہ السلام کی نسبت کیا ذکر ہے۔ سو واضح ہو کہ قرآن شریف میں حضرت مسیح کی نسبت الفاظ ذیل استعمال ہوئے ہیں یٰعیسٰے اِنّی متوفیك ورافعك الیّ یعنی اے عیسٰے میں تجھے مارونگا اور اپنی طرف اُٹھا لونگا۔ اس آیت میں دو لفظ ہیں ایک متوفی اور دوسرا رافع ان دونوں لفظوں پر بڑی بڑی بحثیں ہوئی ہیں اور بڑا بڑا اختلاف کیا گیا ہے۔ چنانچہ ہم ذیل میں جو جو معنے متوفیک کے لفظ کے کئے گئے ہیں ہم وہ سب یہاں درج کرتے ہیں جس سے واضح ہوگا کہ اگر اُن علماء کو یقینی طور پر اس امر کا علم تھا کہ مسیح علیہ السلام نہیں مرے تو پھر کیوں اتنا اس لفظ توفی کے معنوں میں اختلاف کرتے رہے اور وہ یہ ہیں۔

(۱) اجراء الاٰیۃ علی ظاھرھا من غیر تقدیم ولا تاخیر فیھا یعنی اس آیت کا اجرا ظاہر پر ہے اُن میں تقدیم و تاخیر کی ضرورت نہیں۔

(۲) فرض التقدیم والتاخیر فیھا یعنی تقدیم و تاخیر لازمی ہے۔

(۳) متوفی اجلک فمعناہ انی عاصمک من ان یقتلک الکفار و موخرک الی اجل کتبتہ لك یعنی میں تیری اجل کو پورا کرونگا یعنی میں تجھکو کافروں کے ہاتھ سے قتل کرنے سے بچاؤنگا اور اُس اجل تک جو مینے تیرے واسطے مقرر کر رکھی ہے ڈھیل دونگا۔ دیکھو تفسیر کشاف مطبوعہ کلکتہ جلد ا صفحہ ۲۰۶۔

(۴) ممیتك حتف انفك لا قتلا باید یھم یعنی میں تجھے طبعی موت سے مارونگا۔ اُن کے ہاتھ سے (کفار) تجھے قتل نہیں ہونے دونگا۔ ایضاً کشاف۔

(۵) توفی اللہ عیسٰے بن مریم ثلاث ساعات من النھار یعنی اللہ تعالےٰ نے عیسے بن مریم کو تین ساعت کے لئے مار دیا تھا (قول وہب) دیکھو تفسیر در المنثور مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۳۶۔

(۶) اماتہ اللہ ثلاثۃ ایام ثم بعثہ یعنی اللہ نے حضرت مسیح کو تین روز کے لئے فوت کر دیا تھا پھر زندہ کر دیا۔

(٧) ان الله توفی عیسی سبع ساعات ثم احیاہ اللہ نے حضرت عیسےٰ کو سات گھنٹے تک مار دیا پھر زندہ کیا۔ ایضاً تفسیر در المنثور

(٨) المراد بالتوفی حقیقۃ الموت یعنی توفی سے حقیقی موت مراد ہے دیکھو تفسیر خازن

(٩) متوفیک نائما یعنی میں تجھے نیند میں مارونگا۔ یعنی سلادونگا۔ دیکھو حاشیہ قنوی علے البیضاوی جلد ۳ صفحہ ٦٢۔

(١٠) ممیتک عن الشہوات العائقۃ عن العروج الے عالم الملکوت یعنی تجھے شہوات نفسانیہ کی طرف سے مارونگا جو عالم ملکوت کی طرف رجوع کرنے کو روکتی ہیں۔

(١١) انی متوفیک عن الصفات النفسانیۃ والاوصاف الحیوانیۃ یعنی میں تجھے نفسانی صفات اور حیوانی اوصاف سے مارڈالونگا۔ دیکھو تفسیر بحر الحقائق۔

(١٢) پورا پورا لینے والا ہوں دیکھو تفسیر فتح المنان صفحہ ١٥٠ جلد ٢ بحوالہ تفسیر کبیر ان التوفی اخذ الشیئ وافیا یعنی توفی کے سے کسی چیز کا پورا پورا لینا۔

(١٣) ان یقدر فیہ حذف المضاف والتقدیر متوفی عملک بمعنی مستوفی عملک یعنی یہاں مضاف محذوف ہے اصل میں یوں ہے کہ میں تیرے عمل کو پورا کرنیوالا ہوں۔

(١٤) قابضک یعنی تجھے قبض کرنے والا ہوں ان التوفی ھو القبض یعنی توفی کے معنی قبض کرنا ہے۔ تفسیر کبیر

(١٥) قابض لروحک یعنی میں تیرے روح کو قبض کرنے والا ہوں۔ دیکھو حاشیہ شیخ احمد صادی المالکی علے جلالین۔

(١٦) میں تجھے پھر لینے والا ہوں۔ قرآن مترجم شاہ رفیع الدین صاحب۔

(١٧) انی متوفیک ای جاعلک کالمتوفی تفسیر کبیر۔ یعنی میں تجھے مثل متوفی کرنے والا ہوں۔

الغرض اسقدر معنے قریباً تمام تفاسیر میں جو ہمارے دیکھنے میں آئی ہیں پائی جاتی ہیں ہاں بعض نے تھوڑے اور بعض نے زیادہ لیکن سب کو ملاکر اس قدر ہو جاتے ہیں۔ اب دیکھو کہ کس قدر اختلاف ہے۔ اگر ان کو یقین ہوتا تو کیونکر اتنے سرگردان ہوتے۔ اب میں پوچھتا ہوں کہ برائے خدا کوئی عقلمند جس کو اللہ تعالےٰ نے ذراسی بھی بیرکی

عطا کی ہو اس قدر اختلافات کے بعد کہ سکتا ہے کہ میں ایک مضبوط اور بلند چٹان پر کھڑا ہوں ہر گز کوئی عقلمند ایسی بات نہیں کہ سکتا۔ تو پھر کیوں اس قدر شور محشر برپا کر رکھا ہے اور کیوں ایک بات پر اکڑ بیٹھے ہیں حالانکہ بڑے بڑے علما اور فضلا اس بات کا تصفیہ نہیں کر سکے کہ ان میں سے کون سی بات پختہ ہے اور چونکہ اُن میں تقوے کا مادہ مرکوز تھا اس لئے اُنہوں نے اس بارہ میں اپنی راے کو دخل ندیا۔ جیسی جیسی مختلف راے کو سنا یا لکھا دیکھا اُسی طرح لکھ دیا سخت ہی احمق اور بیوقوف ہیں وہ لوگ جو اپنے متفرق آراے کی موجودگی میں تحکم کر کے حضرت عیسٰے کی زندگی پر زور دیتے ہیں۔ اور کہے جاتے ہیں کہ وہ ابتک بے آب و دانہ آسمان پر موجود ہیں۔

بہر حال چونکہ اسوقت یہ ایک امر فیصلہ طلب ہے اس لئے ہم اپنے امام یعنے قرآن کریم کی طرف رجوع کرینگے کہ وہ کیا فیصلہ دیتا ہے لہذا سب سے پہلے ہم یہ تحقیقات کرتے ہیں کہ سوائے ان الفاظ کے جو مسیح علیہ السلام کی نسبت استعمال کئے گئے اور کہاں کہاں لفظ توفی آیا ہے اور اُن کے کیا معنے کئے گئے ہیں جس سے الفاظ متنازعہ کے معنے حل ہو جائینگے۔

اول لفظ توفی کی نسبت قرآن شریف سے ثبوت

جب ہم قرآن کریم میں غور کرتے ہیں تو ثابت ہوتا ہے کہ توفی کا لفظ دو جگہ مسیح کے لئے آیا ہے یعنی ایک جگہ پر اِنّی مُتَوَفِّیکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ اور دوسری جگہ پر فلما توفیتنی کنت انتَ الرَّقِیبَ عَلَیهِم اور ماسوا اُن کے اور لوگوں کی نسبت لفظ متوفی مختلف صیغوں میں بتعداد ذیل آیا ہے۔

نمبر شمار	آیت قرآن کریم	ترجمہ	نام مترجم
۱	وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا ۔ سورۃ البقر رکوع ۳۰۔	اور تم میں سے جو لوگ مرجائیں اور بیبیاں چھوڑ مریں تو عورتوں کو چاہیئے کہ چار مہینے اور دس دن اپنے تئیں انتظار میں رکھیں اور جو لوگ مرجاویں تم میں اور چھوڑ جاویں عورتیں وے انتظار کراویں اپنے تئیں چار مہینے اور دس دن۔ اور جو لوگ کہ مرجاتے ہیں تم میں سے اور چھوڑ جاتے ہیں بیبیاں اپنی انتظار دیویں جانوں اپنی کو چار مہینے اور دس دن کا کسانیکہ بمیرند از شما و بگذارند زناں را باید کہ انتظار کنانند ایں زنانِ خویش را چہار ماہ و دہ روز۔ و آنانکہ بمیرند از شما و بگزارند زناں را انتظار برند بنفسہاے خود چہار ماہ و دہ روز۔	مولوی نذیر احمد دہلوی شاہ عبدالقادر شاہ رفیع الدین شاہ ولی اللہ شیخ سعدی
۲	وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا سیپارہ ۲۔ سورۃ البقر۔ رکوع ۳۱	اور جو لوگ تم میں سے مرجائیں اور بیبیاں چھوڑ مریں۔ اور جو لوگ تم میں مرجاویں اور چھوڑ جاویں عورتیں۔ اور جو لوگ مرجاتے ہیں تم میں سے اور چھوڑ جاتے ہیں بیبیاں۔ و آنانکہ قبض روح ایشاں کردہ شود از شما و بگزارند زناں را۔ و آنانکہ وفات کنند از شما و بگزارند زناں را۔	مولوی نذیر احمد شاہ عبدالقادر شاہ رفیع الدین شاہ ولی اللہ شیخ سعدی
۳	رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ۔ سورہ آل عمران رکوع ۲۰	پس اے پروردگار ہمکو ہمارے قصور معاف فرما اور ہم پر سے ہمارے گناہ دور کر اور نیک بندوں کے شمول میں ہمارا بھی خاتمہ بالخیر کیجو۔ اے رب ہمارے بخش ہمکو گناہ ہمارے اور اوتار ہماری برائیاں اور موت دے ہمکو نیکوں کے ساتھ۔ اے پروردگار ہمارے پس بخش ہمکو گناہ ہمارے اور دور کر ہم سے برائیاں ہماری اور مار ہمکو ساتھ نیک بختوں کے۔ اے پروردگار پس بیامرز گناہان مارا و دور کن از ما بدی ہاے مارا و بمیراں مارا با نیکو کاراں۔ اے پروردگا ما بیامرز مارا گناہان ما و درگزار از ما بدیہاے ما و بمیران مارا با نیکو کاراں۔	مولوی نذیر احمد شاہ عبدالقادر شاہ رفیع الدین شاہ ولی اللہ شیخ سعدی

نمبر شمار	آیت قرآن کریم	ترجمہ	نام مترجم
۴	فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ سورۃ النساء رکوع ٣-	پس اگر گواہ اُنکی بدکاری کی تصدیق کریں تو سزا کے طور پر اُن عورتوں کو گھروں میں بند رکھو۔ یہانتک کہ موت انکا کام تمام کردے پھر اگر وے گواہی دیویں تو اُن کو بند رکھو گھروں میں جب تک پالیوے انکو موت - پس اگر گواہی دیویں پس بند رکھو اُنکو بیچ گھروں کے یہانتک کہ اٹھالے اُنکو موت - پس اگر گواہی دادند محبوس کنید ایشانرا در خانہا تا آنکہ عمر ایشانرا اتمام کند مرگ - پس اگر گواہی دہند آنگاہ دارید این زناں اور خانہا تا وقتیکہ بمیرانند ایشانرا مرگ -	مولوی نذیر احمد شاہ عبد القادر شاہ رفیع الدین شاہ ولی اللہ شیخ سعدی
۵	اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ سورۃ النساء رکوع ١٤-	جو لوگ اپنے اوپر ظلم کر رہے ہیں فرشتے اُنکی جان قبض کیئے پیچھے اُن سے پوچھتے ہیں کہ تم دار الحرب میں پڑے کیا کرتے تھے جن لوگوں کی جان کھینچتے ہیں فرشتے اُس حال میں کہ وہ بُرا کر رہے ہیں اپنا کہتے ہیں تم کس بات میں تھے - تحقیق جو لوگ کہ قبض کرتے ہیں اُنکو فرشتے کہ وہ ظلم کرنے والے ہیں جانوں اپنی کو کہتے ہیں کس دین میں تھے تم - ہر آئینہ آنانکہ فرشتگاں قبض ارواح ایشاں کردند کہ ستمگار بودند بر خویشتن فرشتگاں با یشاں گفتند در چہ حال بودید شما - بدرستی آنانکہ جاں مے ستانند ازیشاں فرشتگاں - بودند ستمگار بر جان ہائے ایشاں - گفتند فرشتگاں در چہ بودید شما -	مولوی نذیر احمد شاہ عبد القادر شاہ رفیع الدین شاہ ولی اللہ شیخ سعدی
۶	وَهُوَ الَّذِیْ يَتَوَفّٰكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰٓى اَجَلٌ مُّسَمًّى * سورۃ الانعام رکوع ٧-	اور وہی ہے جو رات کے وقت نیند میں ایکطرح پر تمہاری روح قبض کر لیتا ہے اور جو کچھ تم نے دن میں کیا ہے اسکو بھی جانتا ہے پھر دن کے وقت تمکو اٹھا کھڑا کرتا ہے تاکہ * اور وہی ہے کہ تمکو بھر لیتا ہے رات کو اور جانتا ہے جو کما چکے ہو دن کو پھر تمکو اٹھاتا ہے اسمیں کہ پورا ہو وعدہ جو ٹھہرا دیا - اور وہی ہے جو قبض کرتا ہے تمکو بیچ رات کے اور جانتا ہے جو کماتے ہو بیچ دن کے پھر اُٹھاتا ہے تمکو بیچ اُسکے تو کہ پورا کیا جاوے وقت مقرر کیا ہوا واوست آنکہ قبض روح شما میکند بشب و میداند آنچہ کسب کردید بروز باز برمے انگیزد شمارا در روز تا بانجام رسانیدہ شود میعاد معین واوست آنکہ بخواب مے بردش را بشب و میداند آنچہ کسب کنید در روز - پس برانگیزد شمارا در روز تا برسد بوقتے معین -	مولوی نذیر احمد شاہ عبد القادر شاہ رفیع الدین شاہ ولی اللہ شیخ سعدی

* میعاد حیات جو اُنکے علم میں مقرر ہے ایکدن پورے ہو

نمبر شمار	نام آیت	ترجمہ	نام مترجم
۷	حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ	یہانتک کہ جب تم میں سے کسی کو واقعی موت آتی ہے تو ہمارے فرشتے انکی روح پورے طور پر قبض کر لیتے ہیں اور وہ تعمیل حکم میں کسی طرح کوتاہی نہیں کرتے	مولوی نذیر احمد
	سورۃ الانعام رکوع ۸	یہانتک کہ جب پہنچے تم میں کسیکو موت اُسکو بھر لیویں ہمارے بھیجے لوگ اور وہ قصور نہیں کرتے ۔	شاہ عبد القادر
		یہانتک کہ جب آتی ہے ایک کو تم میں سے موت قبض کرتے ہیں اسکو بھیجے ہوئے ہمارے اور وہ نہیں کمی کرتے ۔	شاہ رفیع الدین
		تا وقتیکہ بیاید یکے از شما را مرگ قبض روح او کنند فرستادگان ما و ایشاں تقصیر نے کنند ۔	شاہ ولی اللہ
		تا وقتیکہ بیاید یکے از شما را مرگ میرانند او را فرشتگان ما و ایشاں تقصیر نمے کنند ۔	شیخ سعدی
۸	حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ قَالُوْۤا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ	یہانتک کہ جب ہمارے فرشتے انکی روحیں قبض کرنے کے لئے انکے سامنے آموجود ہونگے تو انسے پوچھینگے کہ اب کہاں ہیں جنکو تم خدا کے سوا حاجت روائی کیلئے *	مولوی نذیر احمد
	سورۃ الاعراف رکوع ۴	یہانتک کہ جب پہنچے اُن پاس بھیجے ہوئے ہمارے جان لینے کو بولے کیا ہوئے جنکو تم پکارتے تھے سوا اللہ کے ۔	شاہ عبد القادر
		یہانتک کہ جب آوینگے اُنکے پاس بھیجے ہوئے ہمارے قبض کرتے ہوئے انکو کہینگے کہاں ہیں جنکو تھے تم پکارتے سوا اللہ کے	شاہ رفیع الدین
		تا وقتیکہ بیایند نزدیک ایشاں فرستادگان ما تا قبض ارواح ایشاں کنند گویند کجاست آنچہ شما پرستیدید بجز خدا ۔	شاہ ولی اللہ
		تا وقتیکہ آمدند بایشاں فرستادگان ما تا قبض کنند ارواح ایشاں را گویند کجا اند آن بتاں کہ بودید شما پرستندگان از غیر خدا ۔	شیخ سعدی
۹	رَبَّنَاۤ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ	کہ اے ہمارے پروردگار ہم پر صبر کی پکھالیں اُنڈیل دے اور اپنی فرمانبرداری کی حالت میں ہمکو دنیا سے اٹھائے ۔	مولوی نذیر احمد
	سورۃ الاعراف رکوع ۱۴	کہ اے رب ہمارے کھولدے ہم پر صبر کے اور ہمکو مار مسلمان ۔	شاہ عبد القادر
		اے رب ہمارے ڈال اوپر ہمارے صبر اور مار ہمکو مسلمان کر کر ۔	شاہ رفیع الدین
		اے پروردگار ما بریز بر ما شکیبائی و قبض ارواح ما کن در حالیکہ مسلمان باشیم ۔	شاہ ولی اللہ
		اے پروردگار ما بریز بر ما شکیبائی و بمیران ما را گردن نہادگان ۔	شیخ سعدی

* بلایا کرتے تھے ۔

نمبر شمار	نام آیت	ترجمہ	نام مترجم
۱۰	وَإِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ سورۂ یونس رکوع ۵	اے پیغمبر جیسے جیسے عذاب کیہم اُن لوگونسے وعدے کرتے ہیں چاہیں ہم تمکو اُن میں سے بعض وعدوں کا وقوع دکھائیں یا وقوع سے پہلے تمکو دنیا سے اٹھالیں۔ اور اگر ہم دکھادینگے تجھکو کوئی اُن وعدوں میں سے جو دیتے ہیں اُنکو یا پوری کردینگے تیری عمر۔ اور اگر دکھادیں ہم تجھکو بعض چیز کہ وعدہ دیتے ہیں ہم اُنکو یا قبض کرلیویں تجھکو پس طرف ہماری ہے پھر آنا اُنکا۔ واگر بنمائیم ترا بعض آنچہ وعدہ میکنیم بایشان یا بمیرانیم ترا بہرحال بسوے مارجوع ایشان ست۔ اگر بنمائیم ترا لختے آنچہ وعدہ دادہ ایم ایشانرا یا اگر بمیرانیم ترا پس بسوے ماست بازگشت ایشان۔	مولوی نذیر احمد شاہ عبد القادر شاہ رفیع الدین شاہ ولی اللہ شیخ سعدی
۱۱	فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ أَنتَ وَلِيِّي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصّٰلِحِينَ ۝ سورۂ یوسف رکوع ۱۱	ای آسمان و زمین کے پیدا کرنے والے دنیا اور آخرۃ میں تو ہی میرا کارساز ہے تو اب مجھکو اپنی فرمانبرداری کی حالت میں دنیا سے اٹھالے اور مجھکو اپنے نزدیک بندوں میں داخل کر۔ اے پیدا کرنے والے آسمان و زمین کے تو ہی میرا کارساز ہے دنیا اور آخرت میں موت دے مجھکو اسلام پر اور ملا مجھکو نیک بختوں میں۔ ای پیدا کرنے والے آسمانوں کے اور زمین کے تو ہی ہے دوست یعنی کارساز میرا بیچ دنیا اور آخرت کی قبض کر مجھکو مطیع اپنا اور ملادے مجھکو ساتھ صالحوں کے۔ اے پیدا کنندۂ آسمان ہا و زمین توئی کارساز من در دنیا و آخرت مسلمان بمیراں مارا و لاحق کن مرا بہ صالحاں۔ اے آفرینندۂ آسمان ہا و زمین توئی یار من در دنیا و آخرت و بمیراں مرا مسلمان و برساں مرا بشائستگان۔	مولوی نذیر احمد شاہ عبد القادر شاہ رفیع الدین شاہ ولی اللہ شیخ سعدی
۱۲	وَإِن مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ سورۂ رعد رکوع ۶	اور ای پیغمبر عذاب وغیرہ کے جیسے جیسے چاہیں بعض وعدے ہم تمہاری زندگی میں تم کو پورے کر دکھائیں اور اُن وعدوں کے وقوع سے پہلے تمکو دنیا سے اٹھالیں۔* اور یا کبھی دکھادیں ہم تجھکو کوئی وعدہ جو دیتے ہیں انکو یا تجھکو بھر لیویں سو تیرا ذمہ تو پہنچا نا ہے اور ہمارا ذمہ حساب لینا۔ اور اگر دکھلادیں ہم تجھکو بعض وہ چیز جو وعدہ دیتے ہیں ہم اُنکو یا قبض کر لیویں تجھکو پس سوائے اسکے نہیں کہ اوپر تیرے پیغام پہنچانا ہے اور اوپر ہمارے ہے حساب۔ اگر بنمائیم ترا بعض آنچہ وعدہ میکنیم بایشان یا قبض روح تو کنیم بہرحال جز این نیست کہ بر تو پیغام رسانیدن ست و بر ما حساب۔ اگر بنمائیم ترا بعضے از آنچہ وعدہ دادہ ایم ایشانرا یا میرانیم ترا پس جز این نیست کہ بر تست رسانیدن پیغام و بر ماست حساب۔	مولوی نذیر احمد شاہ عبد القادر شاہ رفیع الدین شاہ ولی اللہ شیخ سعدی

* یعنی بہرحال ہماری احکام کا پہنچا دینا تمہارا کام ہے اور اُن سے حساب لینا ہمارا۔

نمبر شمار	نام آیت	ترجمہ	نام مترجم
۱۳	قَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ إِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوٓءَ عَلَى الْكٰفِرِينَ ۝ الَّذِينَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِىٓ أَنْفُسِهِمْ سورۃ النحل رکوع ۴ -	* جن لوگوں کو دنیا میں حق بات کی سمجھ دیگئی تھی وہ بول اٹھینگے کہ آجکے دن فضیحت اور خرابی کافروں پر ہی کہ دنیا میں بھی جسوقت فرشتوں بولینگے جنکو خبر ملی تھی بے شک رسوائی آج کے دن اور برائی منکروں پر ہی جنکی جان لیتے ہیں فرشتے اور وہ برا کر رہے ہیں اپنے حق میں کہینگے وہ لوگ کہ دیئے گئے تھے علم تحقیق رسوائی آجکے دن اور برائی اوپر کافروں کے ہی جو قبض کرتے تھے انکو فرشتے اس حالت میں کہ محکم + گویند اہل علم ہر آئینہ رسوائی و سختی امروز بر کافران ست آنانکہ قبض ارواح ایشان میکردند فرشتگان حال آنکہ ستمگار بودند بر خویش گویند آنانکہ دادہ شدہ اند دانش ہر ستیکہ خواری دین روز و بدی بر کافران ست آنانکہ فرا گیرند روح اینہا فرشتگان در حالتیکہ ستمگار اند بر ذات خود	مولوی نذیر احمد شاہ عبد القادر شاہ رفیع الدین شاہ ولی اللہ شیخ سعدی
۱۴	كَذٰلِكَ يَجْزِى اللّٰهُ الْمُتَّقِينَ ۝ الَّذِينَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِينَ لا سورۃ النحل رکوع ۴ -	پرہیزگاروں کو اللہ ایسا ہی عوض دیتا ہے جنکی جانیں فرشتے ایسی حالت میں قبض کرتے ہیں کہ وہ شرک کی گندگی سے پاک و صاف ہوتے ہیں ایسا ہی بدلا دیگا اللہ پرہیزگاروں کو جن کی جان لیتے ہیں فرشتے اور وہ ستھرے ہیں - اسی طرح خبر دیتا ہے اللہ پرہیزگاروں کو جو لوگ قبض کرتے ہیں انکو فرشتے اس حالت میں کہ پاکیزہ ہیں - ہمچنیں جزا میدہد خدا متقیاں را آنانکہ فرشتگاں قبض ارواح ایشان میکنند حالانکہ شادماں باشند - مانند این جزا دہد متقیاں را آنانکہ بمیرانند اینہا را فرشتگا در حالتیکہ پاک باشند -	مولوی نذیر احمد شاہ عبد القادر شاہ رفیع الدین شاہ ولی اللہ شیخ سعدی
۱۵	وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ إِلٰٓى أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَىْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا ط سورۃ النحل رکوع ۹ -	اور لوگو خدا ہی نے تم کو پیدا کیا پھر وہی تمہاری روحیں قبض کرتا ہے اور تم میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو عمر کی بدترین حالت اور اللہ نے تمکو پیدا کیا پھر تمکو موت دیتا ہے اور کوئی تم میں پہنچتا ہے نکمی عمر کو کہ سمجھکے پیچھے کچھ نہ سمجھنے لگے - اور اللہ نے پیدا کیا تمکو پھر قبض کریگا تمکو اور بعض تم میں سے وہ شخص ہے کہ پھیرا جاتا ہے طرف ناکارہ عمر کی تو کہ جانے پیچھے جاننے کے کچھ خدا آفرید شمارا باز میراند شمارا و از شما کسے ہست کہ عاید گردہ میشود بخوار ترین عمر تا لسش آنکہ نداند بعد دانستن چیزے را - و خدا بیافرید شمارا پس بمیراند شمارا و شما را کسے ست کہ باز گردانیدہ شود بسوے خوار ترعمر تا آنکہ نداند بعد از دانستن چیزے	مولوی نذیر احمد شاہ عبد القادر شاہ رفیع الدین شاہ ولی اللہ شیخ سعدی

* نے انکی روحیں قبض کی تھیں یہ لوگ شریک خدا بنا کر اپنے اوپر ستم کر رہے تھے - + کرنیوالے تھے جانوں اپنی کو -
+ کی طرف لوٹائے جاتے ہیں تاکہ بہتیرا کچھ جانا بوجھے پیچھے ایسے نرے بہترے ہو جائیں کہ کچھ نہ جان سکیں -

نمبر شمار	آیت قرآن کریم	ترجمہ	نام مترجم
۱۶	وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ إِلٰى أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا ۱ سورۃ الحج رکوع ۱	تم میں سے کوئی کوئی تو عمر طبعی سے پہلے مرجاتا ہے اور کوئی کوئی سب سے زیادہ نکمی عمر یعنی بڑھاپے کی طرف لوٹا کر لایا جاتا ہے کہ سب کچھ* اور کوئی تم میں پورا بھر لیا اور کوئی تم میں پھر چلایا نکمی عمر تک تا سمجھ کے پیچھے کچھ نہ سمجھنے لگے۔ اور بعض تم میں سے وہ شخص ہے کہ قبض کیا جاتا ہے اور بعض تم میں سے وہ ہے کہ پھیرا جاتا ہے طرف ناکارہ عمر کے تو کہ نہ جانے پیچھے جاننے کے کچھ وازشما کسے بود کہ قبض ارواح او کردہ آید وازشما کسے بود کہ باز گردانیدہ شود بہ بدترین عمر تا نداند چیزے را بعد از آن کہ میدانست وازشما کسے بود کہ میرد وازشما کسے بود کہ گردانیدہ شود بسوئے فروترین زندگانی تا نداند از پس دانش چیزے را۔	مولوی نذیر احمد شاہ عبد القادر شاہ رفیع الدین شاہ ولی اللہ شیخ سعدی
۱۷	قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ إِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ۝ سورۃ السجدہ رکوع ۱	اے پیغمبر ان لوگوں سے کہو کہ ملک الموت جو تم پر تعینات ہے وہی تمہاری روحوں کو قبض کرتا ہے۔ تو کہ بھر لیتا ہے تمکو فرشتہ موت کا جو تم پر تعین ہے۔ پھر اپنے رب کی طرف پھر جاؤ گے۔ کہہ قبض کریگا تمکو فرشتہ موت کا وہ جو مقرر کیا گیا ہے ساتھ تمہارے پھر طرف رب اپنے کی پھیرے جاؤ گے۔ بگو قبض روح شما میکند ملک الموت کہ گماشتہ شدہ است بر شما باز بسوئے پروردگار خویش گردانیدہ شوید۔ بگو میراند شمارا فرشتہ مرگ آنکہ بر گماشتہ شدہ است بشما پس بسوئے خداوند باز گردیدہ شوید۔	مولوی نذیر احمد شاہ عبد القادر شاہ رفیع الدین شاہ ولی اللہ شیخ سعدی
۱۸	اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرٰى إِلٰى أَجَلٍ مُّسَمًّى ط سورۃ الزمر رکوع ۵	لوگوں کے مرتے تک اللہ انکی روحوں کو اپنے پاس بلا لیتا ہے اور جو لوگ مرے نہیں انکی روحیں بھی انکے سوتے وقت خدا کے قبضہ میں چلی جاتی ہیں۔ اللہ کھینچ لیتا ہے جانیں جب وقت ہو انکے مرنے کا اور جو نہیں مریں انکی نیند میں پھر رکھ چھوڑتا ہے جن پر مرنا ٹھہرایا۔ اور خدا قبض کر لیتا ہے جانوں کو نزدیک موت انکی کے اور جو نہیں موئے قبض کر لیتا ہے انکو بیچ نیند انکی کے۔ خداتعالیٰ قبض ارواح میکند نزدیک موت آن و آن روح کہ نمردہ است قبض آن میکند نزدیک خواب آن۔ خدا قبض میکند روحہارا ہنگام موت اینہا و آنرا کہ نمردہ است در خواب او۔	مولوی نذیر احمد شاہ عبد القادر شاہ رفیع الدین شاہ ولی اللہ شیخ سعدی

* [illegible]

نمبر شمار	آیت قرآن کریم	ترجمہ	نام مترجم
۱۹	وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝	اور تم میں سے کوئی کوئی ان وقتوں سے پہلے بھی مرجاتا ہے اور جنکو جوانی یا بڑھاپے تک زندہ رکھا جاتا ہے کہ تم لوگ موت کیوقت مقرر تک پہنچو۔	مولوی نذیر احمد
		اور کوئی تم میں کہ بھر لیا پہلے اس سے اور جب تک پہنچو لکھے وعدے کو اور شاید تم بوجھو۔	شاہ عبد القادر
		اور تم میں سے وہ ہے کہ مرجاتا ہے پہلے اس سے اور تو کہ پہنچو وقت مقرر کو اور تو کہ تم عقل پکڑو۔	شاہ رفیع الدین
		وبعض از شما کسے ہست کہ قبض روح او کردہ شود پیش ازین و باقی میگزارد تا برسید بمدتے معین و تا بود کہ بفہمید۔	شاہ ولی اللہ
	سورۃ المومن رکوع ۷	و از شما کسے باشد کہ میرانیدہ شود پیش ازین آنگاہ میدارد تا برسید بمدتے نام بردہ و باشد کہ شما بدانید۔	شیخ سعدی
۲۰	فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ج فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ	تو اے پیغمبر صبر کئے بیٹھے رہو بیشک خدا کا وعدہ برحق ہے تو خواہ جیسے جیسے وعدے ہم ان لوگوں سے کرتے ہیں ان میں سے کچھ تمکو دکھائیں یا تمکو اٹھالیں*	مولوی نذیر احمد
		تو ٹھہرا رہ بیشک وعدہ اللہ کا ٹھیک ہے پھر اگر کبھی ہم دکھا دیں تجھکو کوئی وعدہ جو انکو دیتے ہیں یا بھر لیں تجھکو۔	شاہ عبد القادر
		پس اگر دکھلاویں ہم تجھکو بعضے وہ چیز کہ وعدہ دیتے ہیں ہم انکو یا قبض کر لیویں تجھکو پس ہماری ہی طرف پھیرے جاوینگے۔	شاہ رفیع الدین
		پس اگر بنمائیم ترا بعض آنچہ وعدہ میدہیم ایشاں را بآں یا اگر قبض روح تو کنیم پس بسوئے ما باز گردانیدہ شوند کافراں۔	شاہ ولی اللہ
	سورۃ المومن رکوع ۸	پس اگر بنمائیم ترا برخے از آنچہ وعدہ دادیم ایشان را یا اگر بمیرانیم ترا پس بسوئے ما باز گردیدہ خواہید شد۔	شیخ سعدی
۲۱	فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ	پھر اس وقت انکی کیسی گت بنیگی جب فرشتے انکی روحیں قبض کرتے اور انکے مونہوں پر اور انکے پیٹھوں پر مارتے جاتے ہونگے	مولوی نذیر احمد
		پھر جب کیسا ہوگا کہ فرشتے جان نکالینگے انکی مارتے جاتے انکے منہ پر اور پیٹھ پر۔	شاہ عبد القادر
		پس کیونکر ہوگا حال انکا جسوقت قبض کرینگے فرشتے انکی جان مارتے ہونگے منہ انکے اور پیٹھیں انکی۔	شاہ رفیع الدین
		پس چگونہ باشد حال وقتیکہ قبض روح ایشان کنند فرشتگان میزنند روہائے ایشانرا و پشت ہائے ایشانرا۔	شاہ ولی اللہ
	سورۃ محمد رکوع ۳	پس چگونہ باشد حال ایشاں وقتیکہ قبض کنند جان ایشان را در حالیکہ میزنند گرزہا بر روہائے ایشاں و پشتہائے ایشاں۔	شیخ سعدی

*وعدے انکے واقع ہونے سے پہلے تمکو دنیا سے اٹھالیں۔

ان آیات متذکرہ بالا میں جو متفرق لوگوں کے باب میں ہیں جن میں خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہیں کل مقامات پر قبض روح اور موت کے معنے لئے گئے ہیں اور یہی تراجم ہیں جو آجکل مسلم و مستند ہیں اور جنکا ہندوستان میں عام رواج ہے - ایک ترجمہ تو مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی کا ہے جو حال میں شائع ہوا ہے لیکن جہانتک دیکھا گیا ہے پبلک نے اسکو بہت پسند کیا ہے اس لئے ہم نے اس کو بھی درج کر لیا ہے باقی دو اردو اور دو فارسی ترجمہ ہیں اردو تو شاہ رفیع الدین صاحب اور شاہ عبد القادر صاحب پسران شاہ ولی اللہ صاحب کے ہیں اور ایک ترجمہ فارسی شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کا ہے اور دوسرا شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا عام طور سے مشہور ہے والعلم عند اللہ - غرض یہ پانچ ترجمے ہیں جو ہندوستان میں عام طور مروج ہیں - سب میں لفظ توفی کے معنے قبض روح اور موت آیا ہے البتہ شاہ عبد القادر صاحب نے اکثر جگہ معنے بھر لینا کے کئے ہیں جن کا مطلب قبض روح سے ہے بعض جگہ لے لینا معنے کئے گئے ہیں جس کے معنے موت ہی کے ہیں کیونکہ یہ عام محاورہ ہے کہ جب کوئی مر جاتا ہے تو لوگ بھی بطور تادب بولتے ہیں کہ آج فلانے کو اللہ نے لے لیا یعنی مار دیا اس محاورہ کو شاہ رفیع الدین صاحب نے زیادہ تر برتا ہے -

جب ہم آیات زیر بحث یعنی اِنّی مُتَوَفِّیْكَ اور فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کے معانی پر جو ان مترجموں نے کئے ہیں غور کرتے ہیں تو پایا جاتا ہے کہ جو ترجمہ انہوں نے دیگر آیات کا کیا ہے جو ہم نقشہ بالا میں دکھا آئے ہیں وہی ترجمہ ان دونوں آیات کا بھی کیا گیا ہے - جو مفہوم دیگر آیات کے ترجمہ سے لیا جا سکتا ہے وہی ان آیات کے ترجمہ سے لینا چاہیئے - لہذا ہم ان آیات کا ترجمہ بھی انہی بزرگواراں سے بطور نقشہ پیش کرتے ہیں -

نمبر شمار	آیت قرآن کریم	ترجمہ	نام مترجم
	یٰعِیْسٰۤی اِنِّیْ	اے عیسٰے دنیا میں تمہاری رہنے کی مدت پوری کر کے ہم اپنی طرف اٹھا لینگے	مولوی نذیر احمد
	مُتَوَفِّیْكَ وَ	جس وقت کہا اللہ نے اے عیسٰے میں تجھکو بھر لونگا اور اٹھا لونگا اپنی طرف	شاہ عبد القادر
١	رَافِعُكَ اِلَیَّ	جس وقت کہا اللہ نے اے عیسٰے تحقیق میں لینے والا ہوں تجھکو اور اٹھانیوالا ہوں*	شاہ رفیع الدین
		آنگاہ کہ گفت اے عیسٰے ہر آئینہ من گیرندہ توام و بردارندہ توام بسوئے خود	شاہ ولی اللہ
	سورہ آل عمران ع ٦	چون گفت خدا کہ ای عیسٰے بدرستی من ترا گیرندہ توام و بردارندہ ترا بسوئے من -	شیخ سعدی

* تجھکو اپنی طرف

نمبر شمار	آیت قرآن کریم	ترجمہ	نام مترجم
۲	فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ سورۃ المائدہ ع ۱۶	پھر جب تو نے مجھکو دنیا سے اٹھا لیا تو تو ہی اُنکا نگہبان تھا۔	مولوی نذیر احمد
		پھر جب تو نے مجھے بھر لیا تو تو ہی خبر رکھتا اُنکی۔	شاہ عبدالقادر
		پس جب قبض کیا تو نے مجھکو تھا تو ہی نگہبان اوپر اُنکے۔	شاہ رفیع الدین
		پس وقتیکہ برگرفتی مرا تو بودی نگہبان برایشان۔	شاہ ولی اللہ
		پس آن ہنگام کہ مرا گرفتی مرا بودی تو نگہبان بہ اینہا	شیخ سعدی

ان آیات اور آیات ماسبق میں توفی کے معنے قبض کے بھی لئے گئے ہیں۔ اور شاہ عبدالقادر صاحب بھی قبض ہی کے معنے لیتے ہیں کیونکہ بھر لینا اُن کے محاورہ میں قبض ہی سے مراد ہے اور اس بنا پر بعض نادان کہدیا کرتے ہیں کہ قبض سے موت کہاں ثابت ہوتی ہے کیونکہ قبض کے معنے کل شَی کل قبضہ میں لے لینا۔ یہ بات اُنکی سراسر جہالت پر مبنی ہے۔ قبض کے معنے ہمیشہ قبض روح سے مراد ہوتی ہے۔ جبکہ وہ ذوالعقول کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔ جسکی تصدیق احادیث ذیل سے ہوتی ہے۔

(۱) ماقبض اللہ تعالیٰ نبیاً الافی الموضع الذی یحب ان یدفن فیہ رواہ الترمذی عن ابی بکر | ترمذی نے حضرت ابوبکر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب نبی کو اللہ تعالےٰ نے وفات دی اُس جگہ پر دی کہ جہاں وہ نبی دفن ہونا پسند کرتا تھا۔ دیکھو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۱۶۔

(۲) مامات نبی الا دفن حیث یقبض رواہ ابن ماجہ عن ابی بکر | ابن ماجہ حضرت ابوبکر سے روایت کرتے ہیں کہ جو نبی مرگیا تو اُسکو اُسی جگہ دفن کیا گیا جہاں اُسکی روح قبض ہوئی۔ دیکھو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۱۹۔

(۳) مامن نبی تقدرامتہ علے دفنہ الا دفنوہ فی الموضع الذی قبض فیہ رواہ الرافعی من طریق الزبیر بن بکار | امام رافعی زبیر بن بکار کے طریق پر روایت کرتا ہے کہ کوئی بھی نبی نہیں جس نے اپنی امت کو اپنے دفن کے لئے اختیار دیا ہو بلکہ امت کے لوگوں نے اسی جگہ اس کو دفن کیا ہے جہاں اُسکی جان قبض ہوئی۔ دیکھو کنز العمال

جلد ۶ صفحہ ۱۲۰-

ان حدیثوں سے ثابت ہے کہ قبض کے معنے بھی قبض روح تام ہے - پھر جن بزرگوں نے توفی کے معنے قبض کے لئے ہیں اُن سے اُن کی مراد موت ہی تھی - پس کسی کو حق نہیں کہ اب اُنکے معانی کی اپنی خیال کے موافق تاویل کرے -

جب ثابت ہوگیا کہ انکے معنے بھی وہی ہیں جو دیگر آیات میں کئے گئے ہیں تو اب زیر بحث آیات کے معنوں کا اور مفہوم لینا اور دیگر کل آیات کا مفہوم موت یا قبض روح لینا دانش اور عقلمندی کے خلاف ہے کیونکہ جب قرآن شریف کا محاورہ بھی یہی ہے تو ایسی حالت میں اختلاف کرنا خدا تعالیٰ کی کلام پاک کو جو سراسر حکمت اور نور سے بھری ہوئی ہے جائے اعتراض قرار دینا ہے - کیونکہ وہ حکیم وخبیر خوب جانتا تھا کہ لوگوں نے اس لفظ پر ٹھوکر کھائی ہے اور انہی الفاظ کو اپنی دلیل ٹھہرانا ہے تو کیونکر ایسے مشتبہ اور ذو معنے الفاظ استعمال کرنا پسند کرتا ورنہ یہی سمجھا جائیگا کہ معاذاللہ خود اللہ تعالےٰ نے لوگوں کو دھوکہ میں ڈالنا اور ہلاکت کے گڑھے میں پھینکنا چاہا تھا سبحان اللہ عما یصفون اُس قدوس خدا کی شان سے بالاتر ہے کہ ایسا کرے یہ سب اُن لوگوں کی غلطی ہے جو قرآن شریف کی اصطلاح کو ترک کرکے اپنے من گھڑت معنے لیتے ہیں حالانکہ عموماً دیکھتے ہیں کہ ایک لفظ کے لغت عرب میں کئی معنی ہوتے ہیں لیکن خاص کتاب میں جب کسی لفظ کو بار بار لایا جاتا ہے تو وہاں یہی سمجھا جاتا ہے کہ مصنف کی اس لفظ کے لانے سے یہ منشا ہے مثلاً قانون یا طب کی کتابوں میں خاص خاص اصطلاح ٹھہرالی جاتی ہے تو پھر ہر وقت جب اُن علوم کی کتابوں میں وہ لفظ آئیگا اسکے وہی معنے لئے جائینگے جو مصنف اصطلاح قرار دے چکے ہیں - مثلاً قانون کی کتابوں میں ایجنٹ ایک لفظ آتا ہے تو اسکے معنے فرقی کے لئے جاتے ہیں گو لغت میں اس لفظ کے معنے محبت - الفت لگاؤ وغیرہ کے ہیں - ایسا ہی علم طبابت میں جب لفظ موشن آئیگا تو اسکے معنے دست یا پاخانہ کے ہونگے لیکن جب لغت میں اسکے معنے دیکھے جائیں تو حرکت نقل مکان وغیرہ کے معنے ہونگے لہذا ضروری طور سے ماننا پڑتا ہے کہ جب انسانوں کی اصطلاح کو اس قدر وقعت دیجاتی ہے اور انکی مقررہ اصطلاح کو یقیناً اسی طرح ماننا پڑتا ہے جس کے لئے وہ لفظ وضع کیا گیا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اصطلاح کو جو قرآن شریف جیسی مقدس اور معتمد علیہ کتاب میں ہے

نہ مانا جائے۔ حالانکہ اس قرآن کریم میں اس قسم کی بہت سے اصطلاحی الفاظ ہیں۔ مثلاً صلوۃ۔ صوم۔ زکوۃ وغیرہ۔ کیا کسی نے یہ شبہ کیا کہ لغت میں صلواۃ کے معنے چوتڑ ہلانے کے ہیں اس لئے نماز کی کیا ضرورت ہے یا صوم کے معنے لغت میں شتر مرغ کی مینگنی کے ہیں تو کیا کوئی شخص یہ کہدے کہ لغت عرب میں اسکے معنے شتر مرغ کی مینگنی کے ہیں ہم روزے کیوں رکھیں اور ایسا ہی زکوۃ کے معنے تزکیہ کے ہیں۔ کوئی کہنے والا کہدے کہ میں زکوۃ متعارفہ کو نہیں مانتا لغت میں اس کے معنے تزکیہ نفس کے ہیں تو کیا ہم ان معانی کو تسلیم کر سکتے ہیں ہم مانتے ہیں کہ آیات متذکرہ بالا میں دو مقامات پر نیند کے معنے لئے گئے ہیں اور تم جانتے ہو کہ نیند کی حالت میں روح ناقص طور سے قبض کیجاتی ہے اور موت کی حالت میں قبض تام ہوتا ہے لیکن دونو صورتوں میں جسم بیکار اور معطل رہتا ہے اس لئے کہا جاتا ہے کہ النوم اخو الموت یعنے نیند بھی موت کی بہن ہے شاید کسی کو یہاں پر یہ گمان ہو کہ جب توفی کا استعمال نیند کے معنوں میں آگیا تو بہر حال لفظ توفی نوم اور موت دونو پر مشترک ہوا تو ایسی حالت میں اگر مسیح کو سویا ہوا مان لیں تو کیا حرج ہے۔ سو اسکا جواب یہ ہے کہ علم بلاغت کا قاعدہ ہے کہ جب کسی لفظ کو اسکے حقیقی معنے سے پھیر کر مجازی کی طرف لایا جائے تو وہاں قرینہ صارفہ کا ہونا لازمی اور لابدی ہوتا ہے۔ چنانچہ ھو الذی یتوفیکم بالیل اور آیت اللہ یتوفی الانفس حین موتہا والتی لم تمت فی منامہا کا قرینہ صارفہ موجود ہے۔ جس سے صاف پایا جاتا ہے کہ توفی کے اصلی اور حقیقی معنے موت کے ہی ہیں اگر نیند کے معنے بھی بالفرض مان لیں تو بھی اس میں قبض روح ہوتا ہے اس لئے ماننا پڑا کہ جب حضرت مسیح علیہ السلام کی روح قبض ہوئی تو اسی روح کا رفع ہوا۔ جسم کا تو کسی صورت میں رفع ثابت نہ ہوا کیونکہ نیند میں جسم بیکار رہتا ہے لہذا جو لوگ حضرت مسیح کی نیند کے قائل ہیں انکا ذمہ ہے کہ دکھائیں کہ حضرت مسیح کا جسم کہاں پڑا ہے اگر کسی مولوی نے اسکو کسی خاص کوٹھری یا قبر یا کسی غار میں بطور ودیعت چھپا رکھا ہے تو اول بذریعہ اشتہار شائع کر دیں تا کہ آخری زمانہ میں اسی جگہ سے لوگ انکو اٹھتے ہوئے دیکھ لیں ورنہ بلا اطلاع اٹھ کھڑے ہوئے تو ان کو کوئی تسلیم نہیں کریگا اور ان بیچاروں کو بہت مشکل کا سامنا ہو جائیگا۔

لیکن کہاں مسیح اور کہاں اسکا جسم وہ تو مر کے پاک روحوں میں جا کر مل گئے اور

بہشت بریں کی سیر کر رہے ہیں۔ بہرحال جو لوگ اس بات کے مدعی ہیں کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام مع الجسد آسمان پر چلے گئے یہ اُنکے ذمہ ثبوت ہے کہ دنیا کی کسی لغت سے دکھائیں کہ رفع کے معنے رفع الی السماء مع الجسد ہیں۔

یہ بات بھی یاد رہے کہ لفظ توفی باب تفعیل میں جب آتا ہے تو سوائے قبض روح کے اور کسی معنی پر نہیں آتا اور خاص کر جب اللہ تعالےٰ فاعل اور انسان مفعول ہو تو پھر بجز موت اور قبض روح کے اور کوئی معنے نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ اسکا بڑا بھاری ثبوت یہ بھی ہے کہ حضرت اقدس جناب میرزا صاحب نے اس قسم کا اشتہار بھی دیا تھا کہ اگر کوئی شخص لغت عرب میں سے یا زمانہ قدیم یا حال کے اشعار وغیرہ سے ثابت کرے کہ فلانے مقام پر خدا تعالےٰ فاعل اور انسان مفعول ہے اور پھر معنے موت اور قبض روح کے سوا اور معنے پائے جاتے ہیں تو اسکو ایک ہزار روپیہ انعام دیا جائیگا اور علامہ زمان حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب نے وعدہ کیا تھا کہ اگر کوئی ایسا ثابت کردے تو پانچ ہزار روپیہ وہ بھی بطور انعام دینگے مگر اس کو اتنا سال کامل ہو گئے آج تک کسی نے بھی ثبوت نہیں دیا۔ پھر کس منہ سے کوئی اعتراض کر سکتا ہے۔

بعض نادان قرآن شریف کی آیات وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ اور ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْهِمْ اور وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰٓى اور اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ پیش کر دیا کرتے ہیں۔ جس سے اُنکی قلت توجہ اور جہالت کا ثبوت ملتا ہے۔ وہ بھلے مانس نہیں جانتے کہ اول الذکر تین آیات میں جو لفظ وُفِّيَتْ وَتُوَفّٰى وَوَفّٰٓى آئے ہیں وہ تو باب تفعیل کے ہیں اور چوتھا لفظ يَسْتَوْفُوْنَ ہے وہ باب استفعال سے ہے اول الذکر الفاظ کے معنے ہیں پورا دینا اور آخر الذکر کے معنے ہیں پورا لینا انکو باب تفعیل سے کیا تعلق ہے۔ یہ مانا کہ ان سب کا ماخذ یعنے روٹ لفظ توفی یا وفات یا وفی ہے لیکن علم صرف کا عام قاعدہ ہے کہ سوائے چند الفاظ مثلاً نزول وغیرہ کے باقی سب الفاظ دیگر مختلف بابوں میں جا کر خاص معنے دیتے ہیں چونکہ صرف کی ادنےٰ سے ادنےٰ کتابوں میں اسکا ذکر ہے اسلئے مجھے زیادہ بحث کرنے کی ضرورت نہیں جس نے دیکھنا ہو وہاں دیکھ سکتا ہے۔

ہم گذشتہ بحث میں ثابت کر چکے ہیں کہ قرآن شریف کے دیگر مقامات پر جو الفاظ

توفی کے مختلف صیغوں میں آئے ہیں اُنکے بجز موت اور قبض روح کے اور کوئی معنے ثابت نہیں ہوتے الفاظ متنازعہ فیہا میں کیونکر غیر معنے لئے جا سکتے ہیں۔

آیات زیر بحث میں لفظ توفی کے معنے موت کا ثبوت حدیث سے

جب کلام الٰہی سے توفی کے معنے موت یا قبض روح ثابت ہو چکے ہیں تو عقلمندوں کے لئے تو بجز قبول کرنے کے کچھ چارہ نہیں رہا لیکن شاید کوئی یہ کہدے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انکے معنے اور طرح کئے ہیں اس لئے ہم نہیں مانتے کیونکہ قرآن کو وہی سمجھ سکتے تھے۔ اس لئے اپنے قیاس پر چلنا اور کچھ معنے سمجھ لینا انصاف ودانش کے خلاف ہے بنابر علیہ ضروری ہوا کہ ہم احادیث نبویہ پر توجہ کریں کہ آیا اُن میں کوئی معنے الفاظ زیر بحث کے پائے جاتے ہیں کہ نہیں اگر رسول صلے اللہ علیہ وسلم یا صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لفظ متنازعہ فیہا کے معنے موت ثابت ہو جائیں تو پھر کسی کو کلام کرنے کی کیا گنجائش ہو سکتی ہے کیونکہ قرآن کریم کے معنے جیسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضوان اللہ علیہم سمجھتے تھے اُن سے بڑھکر اور کون سمجھ سکتا ہے۔ بہر حال اُنکے معنے سے پر واجب التسلیم ہیں بنابریں جب ہم حدیثوں پر غور کرتے ہیں تو ثابت ہوتا ہے کہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ میں یعنی صحیح بخاری کے حصہ کتاب التفسیر میں یہ لکھا ہے وقال ابن عباس متوفیک ممیتک دیکھو بخاری جلد ۲ صفحہ ۶۶۵ مطبوعہ مطبع احمدی۔ اس میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صرف ابن عباس کا، قول درج فرمایا ہے اور سند کوئی نہیں دی۔ لیکن علامہ بدر الدین ابو محمد بن احمد عینی اپنی کتاب عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری المعروف بعینی میں زیر قولِ قال ابن عباس متوفیک ممیتک یوں لکھا ہے وقال الکرمانی ہٰذہِ الکلمۃُ ھٰھُنا وَ ان کانت من سورۃ آل عمران لمناسبۃ قولہ تعالیٰ فلمّا توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم وکلاھما من قصۃ عیسٰے تعلیق ابن عباس یعنی کرمانی نے کہا ہے کہ یہ کلمہ یعنی متوفیک سورہ آل عمران کا ہے اور یہاں صرف، خدا تعالےٰ کے قول فلمّا توفیتنی کُنت انت الرقیب علیہم کی خاص مناسبت کی وجہ سے لایا گیا ہے کیونکہ یہ دونو آیات حضرت عیسےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق ہیں۔

اس کے بعد حضرت ابن عباس کے قول کی یوں اسناد پہنچائی ہے ھذا رواہ ابن ابی حاتم عن ابیہ حدثنا ابو صالح حدثنا معاویۃ عن علی بن ابی طلحۃ عن ابن عباس یعنی اس قول کو ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے انہوں نے اپنے باپ سے اور انکے باپ نے ابو صالح سے اور ابو صالح نے حضرت معاویہ سے انہوں نے علی بن ابی طلحہ سے اور علی نے حضرت ابن عباس سے یہ روایت سنی تھی - دیکھو عمدۃ القاری ج ۹ ص ۵۹۴

اب جبکہ اس قول کی اسناد بھی صحیح طور سے حضرت ابن عباس تک ثابت ہوگئی تو پھر اس میں کیا شک و شبہ رہا - اول تو شک کی جگہ پہلے بھی نہیں ہو سکتی تھی جبکہ امام بخاری جیسے نقاد فن حدیث نے اپنی کتاب بخاری میں درج فرمایا تھا جس میں کوئی حدیث دوگانہ نماز اور دعا کے بغیر درج نہیں کیگئی مگر اب اسے اور بھی قوت ہوگئی اور یہ آپ کو معلوم ہے کہ حضرت ابن عباس کوئی معمولی انسان نہیں ہیں بلکہ وہ بزرگ ہیں جنکو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے سینہ مبارک سے لگاکر یہ دعا کی تھی اَللّٰھُمَّ فقہہ فی الدین وعلمہ التاویل یعنی اے اللہ ابن عباس کو دین کی سمجھ اور قرآن شریف کی حقیقی تفسیر سکھلاوے - جس شخص کے حق میں خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دعا کریں وہ کیونکر رد ہو سکتی ہے - لہذا حضرت ابن عباس کے معنے اور تمام لوگوں سے بڑھکر قابل سند ہیں -

ہم دیکھتے ہیں کہ بخاری جلد ۲ صفحہ ۶۶۵ - ۶۷۳ - ۶۹۰ میں یہ تبدیل الفاظ حدیث ذیل لکھی ہے حدثنا محمد بن یوسف نا سفین عن المغیرۃ بن النعمان عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تحشرون حفاۃ عُراۃ غرلا ثمّ قرء کما بدأنا اوّل خلق نعیدہ وعداً علینا انا کنا فاعلین فاول من یکسی ابراھیم ثم یوخذ برجال من اصحابی ذات الیمین و ذات الشمال فاقول اصحابی فیقال انہم لم یزالوا مرتدین علی اعقابھم منذ

محمد بن یوسف نے بیان کیا کہ مجھے سفیان نے مغیرۃ بن النعمان سے اُسنے سعید بن جبیر سے اور سعید بن جبیر نے ابن عباس سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ لوگ برہنہ بدن برہنہ پاؤں بلا ختنہ اٹھائے جائینگے اسکے بعد یہ آیت پڑھی ایسے ننگے ہونگے جیسے خدا فرماتا ہے کہ ہم نے ان کو ابتدا میں پیدا کیا تھا ویسے ہی آخرت کو کرینگے یہ وعدہ ہے جس کو ہم ضرور پورا کرینگے - اس

فارقتهم فاقول كما قال العبد الصالح
عيسى بن مريم وكنت عليهم شهيدا
ما دمت فيهم فلما توفيتني كنت انت
الرقيب عليهم وانت على كل شئ شهيد
ان تعذبهم فانهم عبادك وان
تغفر لهم فانك انت العزيز الحكيم

کے بعد فرمایا کہ سب سے پہلا شخص جس کو
لباس پہنایا جائے گا وہ حضرت ابراہیم
خلیل اللہ ہونگے پھر میرے اصحابوں میں سے
کچھ ذات الیمین اور کچھ ذات الشمال پکڑے
ہوئے لائے جائینگے۔ تو اُسوقت میں خدا تعالیٰ
کے دربار میں عرض کرونگا کہ اے اللہ یہ تو میرے
اصحاب ہیں تو یہ جواب ملیگا کہ یہ لوگ تو اُس وقت سے جب سے تو اُن سے جدا ہوا مرتد ہوکر
اپنی پہلی حالت پر آگئے تھے۔ تو میں بھی اُسی طرح کہونگا جس طرح ایک نیک بندہ یعنی عیسےٰ
بن مریم نے کہا تھا کہ میں جب تک اُن لوگوں میں رہا میں اُن کے حالات کو بچشم خود دیکھتا تھا
اور جب تو نے مجھے مار دیا تو پیچھے تو ہی اُن پر نگہبان تھا الی آخرہ۔ غور کرنے کی بات ہے
کہ یہاں اس حدیث میں جو صحیح بخاری کی حدیث ہے اور طرفہ یہ کہ حضرت ابن عباس ہی اسکے
راوی ہیں اس حدیث میں لفظ توفیتنی آیا ہے جو قرآن کریم میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام
کی نسبت تھی یعنی یہ کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی کلام کو بطور نقل اپنے
کلام پاک میں درج فرمایا ہے اور یہ اُس وقت کا موقع ہے جب کہ اُن سے پوچھا گیا تھا کہ
تو نے ان لوگوں کو کہا تھا کہ مجھکو اور میری ماں کو سوا خدا کے دو اور خدا مان لیں دیکھو
قرآن شریف پارہ ۶۔ سورۃ المائدہ رکوع ۱۶ جس میں یہ آیت آئی ہے وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى
ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ تو اس پر حضرت مسیح
نے اپنی بریت یوں کی تھی قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ
لِيْ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ
فَقَدْ عَلِمْتَهٗ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ
اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ
بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ
شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ
الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ

بجواب حضرت عیسےٰ نے کہا کہ تیری ذات پاک
اور ہر عیب سے منزہ ہے اور مجھ سے کیونکر
ہو سکتا تھا اور میں کیونکر ایسی بات کہہ سکتا
تھا جس کے کہنے کا مجھے کوئی حق نہیں تھا
اور اگر مینے اسکو کہا ہے تو تو اُسے جانتا ہے
کیونکہ تو اُس بات کو جو میرے نفس کے اندر
ہے جانتا ہے اور میں نہیں جانتا کہ تیرے

جی میں کیا ہے۔ تو ہی تو بڑا غیب دان ہے۔ امر واقعہ تو یہ ہے کہ مینے تو ان لوگوں کے آگے وہی بات بیان کی جسکے بیان کرنے کا تو نے مجھے حکم دیا تھا اور وہ بجز اسکے اور کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے اور میں اُن کو اس بات پر قائم دیکھتا رہا جب تک میں اُن میں رہا اور جب تو نے مجھے متوفی کر لیا پیچھے تو ہی نگہبان تھا۔ حدیث ماسبق اور قرآن کی ان آیات سے ظاہر ہے کہ دونو نبیوں کے ساتھ قریب قریب ایک ہی قسم کے واقعے پیش آئے ایک سے تو سوال ہوا اور دوسرے سے سوال نہیں ہوا مگر انکے سوال پر جواب ملاکہ دونوں کی امت کے لوگ اُسی تعلیم سے جو دونوں نے اپنے اپنے وقت میں دی تھی قائم نہیں رہے تھے اور اتنے دور جا پڑے تھے کہ جس سے خدا تعالےٰ اس قدر ناراض ہؤا کہ اس بارہ اُن کو ملزم کرنے کے لئے نبیوں سے تفتیش فرمائی اور دونو اولوالعزم نبیوں نے یکساں الفاظ میں اپنی بریت ظاہر کی کہ ہم جب تک ان میں تھے ہم تو انکو راہ راست پر اور تیری توحید پر قائم دیکھتے رہے جب تو نے ہمیں متوفی کر دیا تو پیچھے تو انکے حال کا نگران تھا ہم تو معذور ہیں۔ یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے آیت مذکورہ کو اپنی ذات مبارک پر لگا کر اُسکے معنے حل کر دیئے اب جو معنے رسول اللہؐ کے واسطے ہو سکتے ہیں وہی حضرت مسیح کے لئے کیونکہ اگر یہ آیت ذو معنے ہوتی تو خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کہ جن کو جوامع الکلم دیئے گئے تھے جس کی تصدیق حدیث ذیل سے ہوتی ہے

فضلت علی الانبیاء بستۃ اعطیت جوامع الکلم ونصرت بالرعب واحلت لی الغنائم وجعلت لی الارض طھوراً ومسجداً وارسلت الی الخلق کافۃ وختم بی النبیون۔ رواہ النسائی والترمذی

نسائی اور مسلم اور ترمذی نے حضرت ابوہریرہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے تمام انبیا پر چھ باتوں میں فضیلت دیگئی ہے۔ ایک تو یہ کہ مجھے جوامع الکلم عطا کئے گئے ہیں دوسری بات یہ ہے کہ رعب دیا گیا ہے تیسری بات یہ کہ میرے لئے غنیمتیں حلال کر دیگئی ہیں اور زمین میرے لئے پاک اور سجدہ گاہ بنائی گئی اور میں تمام مخلوقات کے لئے رسول بنا کر بھیجا گیا اور تمام نبیوں کا خاتمہ میرے پر ہی ہؤا۔ دیکھو کنزالعمال جلد ۶ صفحہ ۱۰۳۔ ایسا لفظ نہ بولتے کیونکہ انکو قیامت تک اپنی امت کے حالات سے اطلاع دیگئی تھی اور جانتے تھے بلکہ قسمیں کھا کھا کر فرما گئے کہ مسیح ابھی میرے

آئیگا۔ جب اُنکو یہ علم بخوبی تھا تو کیونکر اس لفظ کو اگر اسکے معنے کوئی اور تھے تو اپنی ذات کی نسبت استعمال کرتے ورنہ اس سے یہ سمجھا جائیگا کہ خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہی اس امت میں فساد ڈالنا چاہا ہے معاذ اللہ من ذالک آن ذات بابرکات ایسے اتہام سے پاک ہے۔ پس ماننا پڑا کہ جیسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فوت ہوکر زیر زمین مدفون ہیں ایسا ہی حضرت عیسےٰ بھی زیر زمین مدفون ہیں۔ رہی یہ بات کہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تو مزار شریف مدینہ منورہ میں موجود ہے تو حضرت عیسےٰ کی کہاں ہے سو اس کا ذکر دوسرے موقع پر آئے گا اور ہم بتا دینگے کہ اُن کی قبر بھی صفحہ دنیا پر موجود ہے اور لوگ اُنکی زیارت کے لئے جاتے اور دعائیں مانگتے ہیں۔

یہاں پر یہ بات بھی یاد رہے کہ اکثر مولوی یہ کہا کرتے ہیں کہ یہ واقع تو قیامت کے روز ہوگا جب مسیح دوبارہ آسمان سے اتر کر زمین پر آئینگے اور اپنی تبلیغ کے سر انجام دیتے کے بعد مر جائینگے تو پھر جب لوگ بگڑ جائینگے تو قیامت کے روز اللہ تعالےٰ یہ سوال کریگا۔ سو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ اُن لوگوں کی سراسر حماقت ہے کیونکہ جیسا حدیث بخاری سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فاقول کما قال العبد الصالح فرمایا ہے۔ یعنی اپنی نسبت صیغہ مضارع کا جسکے معنے آیندہ کے ہیں استعمال فرمایا ہے اور حضرت عیسےٰ کی نسبت لفظ ماضی کا تو اسکا مطلب سوائے ان دو صورتوں کے حل نہیں ہوسکتا یا تو یہ ماننا پڑیگا کہ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے حضرت عیسےٰ سے جواب طلب ہوگا اور جب وہ کہہ چکینگے تو بعد ازاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پیش ہونگے تب وہی لفظ استعمال کرینگے لیکن یہ بات بالبداہت غلط ہے کیونکہ نہ تو قرآن شریف کی کسی آیت سے اور نہ کسی حدیث سے اسکا ثبوت ملتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے قیامت کے روز اللہ کے حضور میں وہ کلام کرینگے۔ پس یہ بات تو قائم نہیں رہتی دوسری صورت یہ ہے کہ اس قیامت سے پہلے بھی سوال ہوا ہو سو یہ بات قرین قیاس بھی ہے کیونکہ عالم برزخ میں ثابت ہوتا ہے کہ سوالات ہوتے ہیں اور تعجب نہیں کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت عیسےٰ سے یہ سوال کیا ہو۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کو اس بات سے بڑا رنج اور غصہ ہوتا ہے کہ کوئی کہے کہ اللہ کا بیٹا ہے چنانچہ قرآن شریف سورۃ مریم کے اخیر رکوع میں یہ آیت تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ و

وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا نزدیک ہے کہ اس بات کے کہنے سے آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر گر پڑیں کہ رحمٰن کا بھی کوئی بیٹا ہے لہذا یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے برزخ میں یہہ سوال کیا تھا اور اگر بالفرض یہ بھی مان لیں کہ قیامت کے ہی روز یہ سوال ہوگا تب بھی بجز اسکے اور کیا ثابت ہوتا ہے کہ قوم اُنکی وفات کے بعد بگڑی اور ہم پیچھے حدیث سے ثابت کر آئے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو اپنی ذات پر چسپان کر کے مسیح کی وفات پر مہر کر دی ہے اور جیسے اپنی امت کا بگڑنا اپنی وفات کے بعد ظاہر کیا ہے ایسا ہی مسیح علیہ السلام نے بھی وفات کے بعد اپنی قوم کے بگڑنے کا اظہار کیا ہے۔ سوال اب یہ ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ جو ابتک زندگی کے قائل ہیں انکو اس امر کا ثبوت دینا چاہیئے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی امت نہیں بگڑی اور ابتک توحید پر قائم ہے۔ لیکن وہ کیا ثبوت دے سکتے ہیں کیونکہ بچہ بچہ اس بات سے واقف ہے کہ نصاریٰ نے تین خدا تسلیم کر لئے ہیں اور وہ اُسی کی ترویج کرتے پھرتے ہیں

رومن کیتھلک کے گرجوں میں جا کر دیکھئے کہ علاوہ اللہ تعالیٰ کے حضرت عیسےٰ اور مریم کو بھی اُنھوں نے خدا مان رکھا ہے جب مشاہدہ ظاہر کرتا ہے کہ حضرت مسیح کی قوم بگڑ گئی اور اُنہوں نے تین خدا مان لئے تو ساتھ ہی لازمی اور لابدی طور سے ماننا پڑتا ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام بھی دار فانی سے رحلت فرما گئے اور زیر زمین جا کر بسیرا کر لیا کیونکہ قوم کا بگڑنا حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی وفات کا لازمہ ہے جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں اپنی وفات کے بعد بگڑنا تسلیم کر چکے ہیں تو کون ہے کہ برخلاف اُنکے سچے اظہار کے کوئی اور بات بیان کرے اور دور از قیاس تاویل گھڑے ورنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قول کی صداقت اور پھر قرآن شریف کی صداقت میں حرف آتا ہے معاذ اللہ من ذلک۔

اگر اسطرح جیسے مینے بیان کیا ہے مانا جائے بلکہ یہ مان لیا جائے کہ حضرت عیسےٰ دوبارہ آکر فوت ہو جائینگے اور پھر جی اٹھنے کے بعد قیامت کے روز یہ عذر کرینگے اچھا اگر اس کو تسلیم بھی کیا جائے کہ یوں ہی ہوگا جیسے کہ آجکل کے کم بخت ملا کہتے ہیں تو پھر حضرت

پھر حضرت عیسےٰ علیہ السلام پر معاذ اللہ دروغ بیانی کا الزام عاید ہوتا ہے کیونکہ وہ بجواب سوال رب العرش فرماتے ہیں وَكُنْتُ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ یعنی جب تک میں اُنہیں رہا تو میں انکے حال کا نگران تھا۔ اب اگر یہ مان لیا جائے کہ حضرت عیسےٰ جب دوبارہ آئینگے اور پھر فوت ہو کر قیامت کے روز زندہ ہو کر خدا کے حضور میں حاضر ہونگے اور پھر عذر کرینگے تو پھر بڑی مشکل پڑتی ہے کیونکہ اب ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ تمام روئے زمین پر تثلیث کا زور ہے اور ساری دنیا پر اسی تثلیث کا اثر ہو رہا ہے اور اُنکا آنا بھی غالباً صلیب کے زور کے وقت مقدر ہے تو جب وہ آجائینگے تو آتے ہی کیا مشاہدہ کرینگے۔ یہی جو ہم کر رہے ہیں یعنی یہ کہ تین خدا پوجے جا رہے ہیں اور یہ تو کسی مسلمان کا اعتقاد نہیں اور نہ یہ قرین قیاس ہو سکتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے آسمان سے زمین تک پہنچنے سے پہلے یہ لوگ توحید کے قائل ہو جائینگے بلکہ یہی ہوگا کہ کچھ مدت تک زمین پر رہکر حضرت مسیح تبلیغ میں کوشش کرینگے اور ایک مدت کی جانفشانی اور عرقریزی کے بعد صلیب کے توڑنے پر کامیاب ہونگے تو اب اُس زمانہ کا جو نزول الی الارض اور کسر صلیب کے مابین اُنکو بسر کرنا پڑیگا علم تو اُن کو ضروری ہوگا اور انہوں نے ان میں رہکر خوب دیکھ لیا ہوگا کہ نصاریٰ لوگ تثلیث پرست تھے تو اب بعد فوت ہو جانے کے اللہ تعالےٰ کے سامنے بیان کرتے ہیں کہ وہ توحید پر قائل تھے کیونکہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں جب تک اُن میں رہا میں نے اُنکو اسی توحید پر ہی پایا۔ کیا یہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا بیان جھوٹا نہیں ہوگا تو کیا ہوگا کیونکہ وہ دوبارہ آنکر بچشم خود دیکھ چکے تھے اور اُس وقت میں وہ خود موجود تھے کیا وہ وقت جو نزول سے لیکر تین خداؤں کے پجاریوں کے تائب اور درست ہونے تک ہے مَا دُمْتُ میں داخل نہیں ہے ضرور داخل ہے کون انکار کر سکتا ہے جب اُس زمانہ میں تین خدا کے پوجنے والوں کو مسیح نے بچشم خود مشاہدہ کر لیا تو پھر اُن کا خدا تعالیٰ کے ساتھ سطح لاعلمی ظاہر کرنا کہ فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیهم یعنی جب تو نے مجھے مار دیا پیچھے تو نگہبان تھا۔ کیا دروغگوئی میں داخل نہیں۔ لیکن نبی تو دروغگوئی سے پاک ہوتے ہیں لہٰذا یہی ماننا پڑیگا کہ پہلے ہی فوت ہو چکے ہیں۔ دوبارہ آنے کی بات غلط ہے۔

لفظ توفی پر بیرونی شہادت

اب ہم چند ایک مثالیں لفظ توفی کی پیش کرتے ہیں جو یا تو خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلا یا صحابہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یا دیگر بزرگان دین کی زبان سے نکلا اور یہ بھی دکھانا چاہتے ہیں کہ عام بول چال میں اس کا کیونکر استعمال ہے۔

اول لفظ توفی کا استعمال خود رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے

واضح ہو کہ جب کبھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے لفظ توفی نکلا ہے تو وہاں پر بجز موت کے اور کسی معنوں میں استعمال نہیں ہوا۔ دیکھو حدیث ذیل۔

(۱) ما توفی اللہ عزوجل نبیاً قط الا دفن حیث یقبض روحہ رواہ ابن سعد

ابن سعد ابو ملیکہ سے بیان کرتے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جب کبھی کسی نبی کو وفات دی ہے تو اسکو بجز اسی جگہ کے جہاں اسکی روح قبض ہوئی کسی اور جگہ دفن نہیں کیا گیا۔ کنز العمال ج ۶ ص ۱۱۹

(۲) وقال مسلم حدثنا ابو معن زید بن یزید الرقاشی حدثنا خالد بن الحرث حدثنا عبد الحمید بن جعفر عن الاسود بن العلاء عن ابی سلمۃ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول لا یذھب اللیل والنھار حتے تعبد للات والعزی فقلت یا رسول اللہ ان کنت لاظن حین انزل اللہ عزوجل ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق الایۃ ان ذالک تام قال انہ سیکون من ذالک ماشاء اللہ عزوجل ثم یبعث اللہ ریحاً طیبۃ فیتوفی کل من کان فی قلبہ مثقال حبۃ خردل من ایمان فیبقی من لاخیر فیہ فیرجعون الی دین ابائہم

تفسیر ابن کثیر میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلعم کو یہ کہتے سنا ہے۔ کہ رات اور دن معدوم نہیں ہوگا تاوقتیکہ لات وعزی کی پرستش نہو میں نے کہا کہ یا رسول اللہ البتہ میں بھی ایسا گمان کرتی تھی لیکن جب یہ آیت نازل ہوئی کہ اللہ وہ ذات پاک ہے جسنے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا الی آخرہ تو وہ گمان جاتا رہا۔ گیا وہ پورا ہو گیا۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ انشاء اللہ ضرور دین غالب ہوگا پھر اسکے بعد اللہ تعالیٰ ایک پاک ہوا بھیجیگا جو ہر مومن کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہوگا مار جائیگا اور پھر ایسی بات نہیں ہوگی جب میں خیر ہو لوگ اپنے آبائی دین کی طرف رجوع کر جائینگے۔ دیکھو تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۳۸۸ و ۳۸۹-

دوم لفظ توفی کا استعمال ازواج مطہرات سے

ایسا ہی ازواج مطہرات میں بھی لفظ توفی موت کے لئے استعمال ہوتا تھا دیکھو حدیث ذیل۔

(۱) عن عائشۃ ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم بکے وبکے صحابہ حین توفی سعد بن معاذ

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ جب معاذ بن جبل کا انتقال ہوا تو رسول اللہ اور انکے اصحاب روے۔ کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۴۲

(۲) حدثنی حبان قال اخبرنا یونس عن ابن شہاب قال اخبرنی عروۃ ان عائشۃ رض اخبرتہ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کان اذا اشتکے نفث علی نفسہ بالمعوذات ومسح عنہ بیدہ فلما اشتکے وجعہ الذی توفی فیہ طفقت انفث علے نفسہ بالمعوذات الذی کان ینفث ومسح بید النبی صلے اللہ علیہ وسلم عنہ

امام بخاری حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو جب کبھی کوئی شکایت ہوتی تو معوذات کو پڑھکر ہاتھوں پر پھونکر بدن پر مسح کرتے تھے جب اس درد کی شکایت ہوئی جس سے آپکا انتقال ہوا تو معوذات کو پڑھکر اسی طرح دم کیا جیسے پہلے کیا کرتے تھے اور ہاتھوں پر پھونکر اُن ہاتھوں کو اپنے بدن پر پھیرا۔ دیکھو بخاری جلد ۲ صفحہ ۶۳۹ -

سوم لفظ توفی کا استعمال صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے

اب ہم یہاں پر یہ بھی دکھاتے ہیں کہ اصحاب رسول اللہ بھی لفظ توفی موت ہی کے معنوں میں استعمال کرتے تھے۔ دیکھو حدیث ذیل جو ابن سعد مصنف ابن ابی شیبہ مسند امام احمد بن حنبل مسند ابو یعلی۔ ضعفا عقیل۔ شعب الایمان حسین بن حسن الحلیمی وسنن سعید بن منصور میں ہے۔

(۱) عن عثمان ان رجلاً من اصحاب النبی صلے اللہ علیہ وسلم حین توفی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم حزنوا علیہ حتی کاد بعضہم یوسوس وکنت منہم فقلت لابی بکر توفی اللہ نبیہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم قبل ان اسألہ عن نجاۃ ہذا الامر قال ابو بکر قد سألتہ عن ذالک فقال من قبل منی الکلمۃ التی عرضتہا علی عمی

حضرت عثمان سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ کا انتقال ہوا تو بڑے بڑے صحابہ کو ملال دامنگیر ہوا یہانتک کہ بعض کو وسوسہ بھی پیدا ہونے لگا اور میں بھی اُنمیں سے ایک تھا میں نے ابو بکر رض کو کہا کہ اللہ تعالےٰ نے نبی کو وفات دیدی ہے اور مجھے ایک بات فلاں امر کے متعلق پوچھنی باقی تھی۔ تو ابو بکر نے جواب دیا کہ میں نے یہ بات تو پوچھ لی تھی اور فرمایا تھا کہ جس شخص نے میری اس بات کو قبول کرلیا جو میں نے اپنے چچا کے آگے پیش کی تھی اور اسنے

فردها علی فیہی لہ نجاتہ	مجھپر ہی رد کردی تھی پس وہ بات اُسکے لئے وسیلہ نجات ہے

دیکھو کنز العمال ج ۱ ص ۲۴ اس حدیث میں دو دفعہ لفظ توفی آیا ہے اور دونو دفعہ حضرت عثمان رض کے مُنہ سے نکلا ہے

(۲) حدثنی اسحٰق قال اخبرنا بشر بن شعیب بن ابی حمزۃ قال حدثنا ابی عن الزہری قال اخبرنی عبد اللہ بن کعب بن مالک الانصاری و کان کعب بن مالک احد الثلثۃ الذین تیب علیھم ان عبد اللہ بن عباس اخبرہ ان علی بن ابی طالب خرج من عند رسول اللہ ص فی وجعہ الذی توفی فیہ فقال الناس یا اباحسن کیف اصبح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقال اصبح بحمد اللہ بارئًا فاخذ بیدہ عباس بن عبد المطلب فقال لہ انت واللہ بعد ثلث عبد العصا وانی واللہ لاری رسول اللہ ص سوف یتوفی من وجعہ ہذا انی لاعرف وجوہ بنی عبد المطلب عند الموت اذھب بنا الی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فلنسئلہ فیمن ہذا الامر ان کان فینا علمنا ذالک وان کان فی غیرنا علمناہ فاوصی بنا فقال انا واللہ لئن سألناھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فمنعناھا لا یعطینا ھا الناس بعدہ وانی واللہ لا اسئلھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رواہ البخاری

اسحٰق نے میرے پاس حدیث بیان کی اور کہا بشر بن شعیب بن ابو حمزہ نے خبر دی کہ میرے باپ نے زہری سے روایت کی کہ اسکو عبد اللہ بن کعب بن مالک انصاری نے خبر دی اور کعب بن مالک اُن تین میں سے تھا جنکی توبہ قبول ہوئی تھی اُسنے کہا کہ عبد اللہ بن عباس نے اُسے خبر دی تھی کہ علی بن طالب رسول اللہ کے پاس سے آئے تھے جبکہ وہ اُس درد میں مبتلا تھے جس سے اُنکی وفات ہوئی اور لوگوں نے اُن سے پوچھا کہ اے حسن کے باپ بتاؤ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے آج کی رات کیسے بسر کی۔ انہوں نے کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ رات کو انہیں افاقہ رہا پھر عباس پسر عبد المطلب نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ تم تو نہیں جانتے اور اللہ کی قسم میں تو گمان کرتا ہوں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عنقریب اس درد سے فوت ہو جائینگے کیونکہ میں بنی عبد المطلب کے چہروں سے موت کا وقت پہچان لیتا ہوں

چہارم لفظ توفی کا استعمال مورخین اسلام سے

(۱) ابو جعفر محمد الطبری المتوفی سنہ ۳۱۰ھ
(۲) عبد الملک بن عبد العزیز الاموی المکی المتوفی } دیکھو کشف الظنون باب التفسیر

پنجم لفظ توفی کا استعمال کاغذات سرکاری میں

علاوہ انکے کاغذات سرکاری میں جب کسی مرے ہوئے کا ذکر ہوتا ہے یا اگر کوئی دوران مقدمہ میں مرجاتا ہے تو ہمیشہ لفظ متوفی اسکی بابت لکھا جاتا ہے اور نیز کاغذات پٹواری و واجب العرض میں مرے ہوئے کی نسبت بجز متوفی کے اور کوئی لفظ نہیں لکھا جاتا۔

الغرض کلام اللہ و حدیث رسول اللہ و آثار صحابہ و اقوال مورخین و اصطلاحات سرکاری و کاغذات پٹواری سے صاف ظاہر ہے کہ لفظ توفی موت کے لئے آتا ہے۔ اب ہم ان لوگوں سے پوچھتے ہیں جو توفی کے معنے موت کے نہیں لیتے۔ کہ کبھی ان لوگوں کی نسبت بھی یہ خیال کیا ہے کہ فلاں شخص بھی آسمان پر اُٹھایا گیا یا کبھی حکام سرکاری و ججان چیف کورٹ نے یہ بحث کی ہو کہ لفظ متوفی ذومعنے ہے ممکن ہے کہ وہ شخص جسکی نسبت متوفی استعمال کیا گیا ہے کہیں صفحہ زمین پر سو یا پڑا ہو یا آسمان پر چلا گیا ہو اور اسی خیال کی بنا پر اُسکی جائداد کی تقسیم کی ممانعت کر دی ہو تم ہرگز ایک مثال بھی پیش نہیں کر سکتے تو پھر کیوں اور کس وجہ سے حضرت مسیح کو زندہ سمجھتے ہو۔

ششم لفظ توفی کے معنے لغت عرب سے

(۱) منتہی الارب جلد ۴ صفحہ ۳۴۵۔ توفی۔ میرانیدن یقال توفی اللہ تعالیٰ ای قبض روح۔ یعنی توفی کے معنے مارنے کے ہیں جیسے توفی اللہ کے معنے ہیں اللہ تعالیٰ نے اسکی روح کو قبض کر لیا۔ و تمام گرفتن حق را۔ حق کا پورا پورا لے لینا اب مسیح کا پورا لینا اُسکا مارنا ہی مراد ہو سکتی ہے یا کچھ اور۔

(۲) اساس البلاغت جلد ۲ صفحہ ۱۴۳۔ توفی فلان و توفاہ اللہ وادرکتہ الوفاۃ۔ یعنی فلاں شخص مرگیا اللہ تعالیٰ نے اُسکو مار دیا۔ اُسکو موت نے آن دبایا۔

(۳) مجمع البحار جلد ۲ صفحہ ۴۵۴ متوفیک ورافعک علی التقدیم والتاخیر و قد یکون الوفاۃ قبضاً لیس بموت یعنی متوفیک ورافعک مقدم و موخر ہیں اور موت قبض کی موت ہو گی نہ حقیقی موت۔ بہر حال توفی کے معنے قبض روح یا موت لئے ہیں باقی مقدم و موخر کا بار ثبوت صاحب کتاب پر۔

(۴) اقرب الموارد جلد ۲ صفحہ ۱۴۷۲۔ توفی۔ المدۃ بلغہا و ستکملہا توفی اللہ زیداً۔ قبض روحہ توفی فلان مجہولاً قبضت روحہ و مات فاللہ المتوفی والعبد المتوفی توفی کے معنے مدت کا پورا ہونا اور کامل ہو جانا۔ اللہ تعالیٰ نے زید کو متوفی کر دیا یعنی اُسکی روح کو قبض کر لیا۔ فلاں شخص متوفی کیا گیا یعنے اسکی روح قبض کی گئی اور مر گیا جہاں خدا فاعل او ربندہ

مفعول ہو۔ تو وہاں بجز قبض روح اور موت کے اور کوئی معنے نہیں ہوتے۔

(۵) قاموس جلد ۴ صفحہ ۳۰۱۔ توفاہ اللہ۔ قبض روحہ یعنی اللہ تعالیٰ نے اُسکی روح کو قبض کر لیا

(۶) تاج العروس جلد ۱۰ صفحہ ۳۹۴۔ توفی فلان اذا مات یعنی توفی فلان کا اُسوقت استعمال ہوتا ہے جب آدمی مرجاتا ہے۔ جب اللہ تعالے نے اُسکے نفس کو یعنی جان کو قبض کر لیا وفی الصحاح اور صحاح میں ہے کہ اللہ تعالے نے اسکی روح کو قبض کر لیا۔ وقال غیرہ توفی المیت استیفاء مدتہ التی وفیت لہ وعدد ایامہ وشہورہ وعوامہ فی الدنیا ومنہ قولہ تعالیٰ اللہ یتوفی الانفس حین موتہا ای یستوفی من الاجال فی الدنیا اور دیگر لوگوں نے کہا ہے کہ میت کی توفی اسکی مدت کا پورا کرنا ہے یعنی اُسکے دنوں مہینوں اور سالونکی تعداد دنیا میں پوری کرنی اور اسی بنا پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے کہ اللہ تعالیٰ موتکے وقت لوگوں کی جانونکو لیتا ہے یعنی دنیا کی مدت زندگی کو پورا کرتا ہے۔

(۷) لسان العرب جلد ۲۰ صفحہ ۲۸۰ و توفی فلان و توفاہ اللہ اذا قبض نفسہ وفی الصحاح اذا قبض روحہ وہی الفاظ ہیں جو تاج العروس میں آچکے ہیں۔

(۸) صراح جلد ۲ صفحہ ۵۲۰۔ توفاہ اللہ۔ ای قبض روحہ

(۹) صحاح جوہری جلد ۲ صفحہ ۵۶۳ توفاہ بمعنی توفاہ اللہ۔ ای قبض روحہ یعنی توفاہ کے معنے اللہ نے اُسکو وفات دی یعنی اُسکے روح کو قبض کر لیا۔

(۱۰) مفردات امام راغب صفہانی جو قرآن کریم کے مفرد الفاظ کی لغت ہے اُسمیں یوں لکھا ہے۔ قد عبر عن النوم والموت بالتوفی وقال اللہ تعالیٰ توفتہ رسلنا۔ وتوفنا مع الابرار۔ یا عیسےٰ انی متوفیک ورافعک الی قال ابن عباس توفی موت لانہ اماتہ یعنی توفی کے معنے نیند اور موت کے ہیں جیسے اللہ تعالے نے کہا ہمارے فرشتے اس کو مارتے ہیں یا قبض روح کرتے ہیں۔ ہمیں نیکوں کے ساتھ مار۔ اے عیسےٰ میں تجھے مارنے والا ہوں اور اپنے قرب میں جگہ دینے والا ہوں اور ابن عباس نے بھی کہا ہے توفی کے معنے موت ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انکو مار دیا تھا۔ دیکھو کتاب مذکورہ بالا۔

ہفتم اس باب میں کہ تفاسیر میں بھی لفظ توفی کے معنے موت و قبض روح کے ہیں

فصل پہلی

بالآخر جب ہم تفاسیر قرآن شریف پر نگاہ کرتے ہیں تو بجز دو مقامات کے جو متنازعہ فیہا ہیں باقی سب مقامات پر قبض روح و موت کے معنے لئے گئے ہیں اور متنازعہ مقامات پر کسی کا اتفاق نہیں ہے بلکہ کوئی مفسر بھی ان دو میں مستقل رائے قائم نہیں کرسکا دوسروں کے اختلاف کا کیا ذکر۔ چنانچہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ صرف متوفیک کے معنے اکثر مفسرین نے ۱۶ یا ۱۷ اٹکل کئے ہیں۔ اگر انکو مسیحؑ کی حیات پر انشراح صدر ہوتا تو پھر کوئی وجہ نہیں ہے کہ وہ اسقدر اس میں اختلاف کرتے۔ یہ یاد رہے کہ لفظ متوفی کے مختلف معانی پر یہاں بحث نہ ہوگی بلکہ ہمارا صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ منجملہ دیگر معانی کے موت و قبض روح کے معنے بھی برابر لیتے چلے آئے ہیں اگر مسیحؑ کی وفات کا کوئی وجود نہیں تھا تو پھر ان مفسرین کو کیا مصیبت پڑی تھی کہ اپنی کتابوں میں ایک جماعت کا یہ اعتقاد بھی ظاہر کرتے آئے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں تقوےٰ تھا جسکی بناء پر وہ اس قول کو نقل کرتے چلے آئے اور ضرور ان کے دل میں یہ خلجان گذرتا رہا ہے کہ کچھ تعجب نہیں کہ مسیح علیہ السلام مرگئے ہوں کیونکہ سنت اللہ اسیطرح پر چلی آتی ہے۔ اب ہم ذیل میں تفاسیر کے صرف وہی اقوال نقل کرتے ہیں جن سے موت یا قبض روح ثابت ہوتا ہے۔

(۱) تفسیر فتح البیان جلد اصفحہ ۹۴ میں زیر آیۃ انی متوفیک و رافعک الیّ یہ معنے لکھے ہیں۔

وقیل الکلام علٰی حالہ من غیر ادعاء تقدیم وتاخیر فیہ والمعنے کما قال فی الکشاف مستوفی اجلک ومعناہ انی عاصمک من ان یقتلک الکفار و موخر اجلک الی اجل کتبتہ لک ومعیتک حتف انفک لا قتلا بایدیھم

کہتے ہیں کہ یہ کلام اپنے حال پر قائم ہے اسمیں کسی قسم کی تقدیم وتاخیر نہیں اور معنے یہی ہیں جیسے کہ کشاف میں ہیں کہ میں تیری عمر کو پورا کرنے والا ہوں اور معنے یہ ہوئے کہ میں تجھکو کفار کے قتل سے بچانیوالا ہوں اور اسی عمر تک تجھکو ڈھیل دینے والا ہوں جو میں نے تیرے واسطے لکھ رکھی ہے اور میں تجھے طبعی موت سے مارنے والا ہوں ان کافروں کے ہاتھ سے تو قتل نہیں ہونے پائے گا۔

اس سے ظاہر ہے کہ مفسر نے لفظ توفی کی حقیقی موت لی ہے۔ اور یہ بات بھی درست ہے کہ میں تیری عمر پوری کر تجھے ماروں گا کیونکہ باتفاق مفسرین اسلام و یہود و نصاریٰ و مؤرخین جب مسیحؑ کا معاملہ صلیب واقع ہوا ہے تو اسوقت جناب مسیح علیہ السلام کی عمر ۳۳½ برس کی تھی لیکن احادیث رسول اللہ سے جو اپنے موقع پر لکھی جائیں گی ثابت ہے کہ حضرت مسیحؑ کی عمر ۱۲۰ برس کی ہوئی تھی۔ بہرحال ۸۷ برس کی بقیہ زندگی دنیا میں پوری کرکے پھر دنیا سے اُٹھائے گئے۔

(۲) تفسیر کشاف جلد ۱ صفحہ ۲۰۶ میں بھی اس آیت کے متعلق وہی عبارت لکھی ہے جو تفسیر فتح البیان میں ہے

(۳) تفسیر الدر المنثور جلد ۲ صفحہ ۳۶ مطبوعہ مطبع مصر زیر آیۃ انی متوفیک و رافعک الی یوں لکھا ہے۔

(۱) اخرج ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم من طریق علی عن ابن عباس فی قولہ انی متوفیک یقول انی ممیتک۔

ابن جریر اور ابن المنذر و ابن ابی حاتم نے علی کے طریق پر ابن عباس سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول انی متوفیک کے معنے ہیں میں تجھے مارنے والا ہوں۔

(۲) اخرج ابن جریر و ابن ابی حاتم عن وھب قال توفی اللہ عیسےٰ ابن مریم ثلاث ساعات من النھار حتے رفع اللہ۔

ابن جریر و ابن ابی حاتم وہب سے بیان کرتے ہیں کہ اس نے کہا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے مریم کے بیٹے عیسیٰؑ کو دن کے تین گھنٹے تک مار دیا حتی کہ اُس کو اپنی طرف اُٹھا لیا۔

اس وہب کے قول سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ متوفی کے معنے ممیت کے لیتے ہیں اور کوئی معنے اُن کے نزدیک نہیں باقی اس امر کا ثبوت کہ تین ساعت تک وہ مرے رہے اور پھر اُٹھائے گئے یہ انکی گردن پر ہے۔

(۳) اخرج ابن عساکر عن وھب قال اماتہ اللہ ثلاثۃ ایام ثم رفعہ۔ یعنے ابن عساکر وہب سے روایت کرتے ہیں کہ وہب نے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو تین روز تک مار دیا تھا پھر کھڑا کیا اور اپنی طرف اٹھا لیا یہ خیال عیسائیوں سے لیا گیا ہے بہرحال لفظ توفی کے معنے موت کے لئے گئے ہیں باقی واقعہ کا ثبوت اُن کے ذمہ ہے۔

(۴) اخرج الحاکم عن وھب ان اللہ توفی عیسےٰ سبع ساعات ثم احیاہ۔ یعنے حاکم وہب سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو سات گھنٹہ کے لئے مار دیا پھر زندہ کر دیا۔ اس جگہ بھی توفی کے معنے موت ہی لئے گئے ہیں۔

(۵) تفسیر مدارک برحاشیہ تفسیر خازن جلد اول صفحہ ۲۸۴ یہ وہی عبارت ہے جو تفسیر فتح البیان اور

تفسیر کشاف میں ہے۔

(۵) تفسیر خازن جلد اول صفحہ ۲۸۰ زیر آیۃ انی متوفیک یوں لکھا ہے۔ المراد بالتوفی حقیقۃ الموت قال ابن عباس معناہ انی ممیتک۔ یعنے توفی سے مراد حقیقی موت ہے جیسا کہ ابن عباس نے کہا ہے کہ اسکے معنے مارنے والے کے ہیں۔

اسکے بعد مسیح کی موت کے وُہ لفظ جو وہب نے تین ساعت تک مرنے کے لکھے ہیں مندرج ہیں۔ غرض اس تفسیر سے بھی معلوم ہوا کہ علاوہ دیگر معانی کے توفی کے معنے حقیقی موت کے ہیں۔

(۶) حاشیہ ابن التمجید علے البیضاوی برحاشیہ قنوی جلد ۳ صفحہ ۶۲ زیر آیۃ انی متوفیک یوں لکھا ہے۔

قوله انی متوفیک یعنے انی ممیتک حتف انفک لا قتیلا هو کلام الکفرة الذی یحومون حول قتلک فلا تخف انی عاصمک منهم فهو کنایة تلویحیة عن العصمة لان التوفی حتف انفه لازم لتاخیره الی اجل المسمی وتاخیره الی اجله لازم العصمة

یعنے اس کا یہ قول کہ انی متوفیک کے معنے میں تجھے طبعی موت سے مارنے والا ہوں اُن کفار کے ہاتھ سے جو تیرے قتل کے درپے ہیں قتل نہیں ہونے دوں گا اور تجھے کچھ خوف کرنا نہیں چاہئیے میں تجھے اُن سے محفوظ رکھوں گا یہ عصمت کی نسبت ایک عجیب اشارہ ہے کیونکہ طبعی موت اس امر کے لئے لازمی پڑی ہے کہ اجل مقرر تک ان کو ڈھیل دیجائے اور تاخیر اجل مقرر تک کے لئے عصمت لازمی ہے۔

اس تمام تفسیر میں بھی لفظ توفی کے معنے موت حقیقی مراد لئے گئے ہیں کیونکہ وُہ صلیب سے بچکر دیگر ممالک میں بقیہ عمر امن کیساتھ بسر کرکے فوت ہوگئے۔

(۷) حاشیہ قنوی علے البیضاوی جلد ۳ صفحہ ۶۲ پر زیر آیۃ انی متوفیک ورافعک الی یہ عبارت لکھی ہے۔

قوله او متوفیک نائما ای ممیتک بالنوم فیکون استعارة تبعیة (اذ روی انه رفع نائما) او ممیتک عن الشهوات العائقة عن العروج الی عالم الملکوت فیکون مجازا مرسلا اذ هذا الانقطاع لازم للموت الحقیقی وجعله لازما للاماتة۔

یعنے اُن کا یہ قول کہ میں تجھے نیند میں مارنے والا ہوں یہ تو استعارہ تبعیہ ہوتا ہے (جبکہ یہ روایت کی گئی ہے کہ وُہ نیند کی حالت میں اُٹھائے گئے) یا یہ کہ تجھے شہوات نفسانیہ سے مارنیوالا ہوں جو عالم ملکوت کیطرف عروج کرنے سے صدِ راہ ہوتی ہیں (پس یہ تو مجاز مرسل ہوجاتا ہے جبکہ اس قسم کا انقطاع موت حقیقی کیلئے لازمی ہے اور اس قسم کی بے تعلقی اماتت کیلئے لازمی قرار پاچکی ہے۔

(۸) تفسیر بحر الحقائق قلمی میں۔ زیر آیۃ انی متوفیک یوں لکھا ہے۔ انی متوفیک عن الصفات النفسانیۃ والاوصاف الحیوانیۃ اس سے بھی ظاہر ہے کہ توفی کے معنے موت کے لئے ہیں۔ جب انسان کی صفات نفسانیہ اور اوصاف حیوانیہ مارے جائیں تو اسی کا نام موت ہوتا ہے۔

(۹) تفسیر غایۃ البرہان فی تاویل القرآن جلد ا صفحہ ۹۸ مطبوعہ مطبع سید المطابع امروہہ زیر آیۃ اذ قال اللہ یعیسٰی انی متوفیک یہ لکھا ہے۔ یاد کرو جبکہ اللہ نے فرمایا اے عیسٰے میں تجھکو وفات دینے والا ہوں ...... اور معالم میں طلحہ بن علی اور ابن عباس سے موت مسیح ثابت ہے اور آیۃ وما جعلنا لبشر من قبلک الخلد بھی دلیل مسیح کی موت پر ہے۔

الغرض اس تفسیر میں قطعی طور سے مصنف کی رائے یہی ہے کہ مسیح وفات پاچکے ہیں۔

(۱۰) تفسیر کمالین برحاشیہ جلالین زیر آیۃ انی متوفیک ورافعک الی۔ یوں لکھا ہے۔ قال شیخ الاسلام ابن حجر قد اختلف فی موت عیسٰے علیہ السلام قبل رفعہ فقیل علی ظاہر الایۃ انہ مات قبل رفع ثم یموت بعد النزول یعنے شیخ الاسلام ابن حجر نے فرمایا ہے کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام کی موت قبل رفع کے بارہ میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ آیۃ کے ظاہری معنے لینے چاہئیں اور وہ یہ ہیں کہ حضرت عیسٰے السلام رفع سے پہلے فوت ہو گئے اور پھر نزول کے بعد دوبارہ زندہ ہوں گے۔ اس سے بھی ہویدا ہے کہ بعض توفی کے معنے موت حقیقی کے لیتے ہیں۔ رہا اس امر کا ثبوت کہ مرے ہوئے دوبارہ زندہ ہوا کرتے ہیں۔ سو وہ انہیں کے ذمہ ہے

(۱۱) تفسیر معالم التنزیل صفحہ ۱۶۲ زیر آیہ انی متوفیک یہ عبارت ہے۔ وقال بعضھم المراد بالتوفی الموت۔ وروی علی بن طلحۃ عن ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما ان معناہ انی ممیتک یدل علیہ قولہ تعالیٰ قل یتوفیکم ملک الموت۔ یعنے بعض نے کہا ہے کہ توفی سے حقیقی موت مراد ہے اور علی بن طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ اسکے معنے یہ ہیں کہ میں تجھے مارنے والا ہوں اور اسپر اللہ تعالےٰ کا یہ قول کہ کہدے کہ ملک الموت تم کو مارے گا دلیل ہے۔

(۱۲) تفسیر جامع البیان صفحہ ۱۵ پر زیر آیۃ انی متوفیک یوں لکھا ہے۔ متوفیک المراد من الوفاۃ ھھنا النوم او فی الایۃ تقدیم وتاخیر او توفاہ اللہ ثلث ساعات حین رفعہ الیہ وسبع ساعات ثم احیاہ یعنے متوفیک سے مراد نیند کی موت ہے یا آیت میں تقدیم وتاخیر ہے یا اللہ تعالیٰ نے اُن کو اٹھانے سے پہلے تین یا سات ساعت تک مار دیا پھر اُن کو زندہ کیا۔ یہاں بھی متوفی کے معنے موت یا قبض روح کے لئے گئے ہیں۔ باقی تقدیم یا تاخیر یا دوبارہ زندہ ہونے کا ثبوت بذمہ مفسر۔

(۱۳) تفسیر مجمع البیان ملا ابو جعفر جلد ا زیر آیۃ انی متوفیک - متوفیک وفاۃ عن ابن عباس و وھب قالا اماتہ اللہ ثلث ساعات - یعنے توفی کے معنے وفات ہے ابن عباس اور وہب کہتے ہیں کہ اللہ تعالے نے تین ساعت کے لئے مار دیا - ابن عباس کی نسبت کہیں بھی ثابت نہیں کہ وہ تین ساعت کے مرنے کے قائل ہوں - بہر حال موت کے قائل ہیں -

(۱۴) تفسیر سید احمد خاں صاحب جلد ۲ میں زیر آیۃ اذ قال اللہ یعیسٰے انی متوفیک یوں لکھا ہے جب خدا نے کہا کہ اے عیسٰے بیشک میں تجھکو مارنے والا ہوں -

(۱۵) تفسیر مظہری صفحہ ۳۰۷ جلد اول - زیر آیۃ انی متوفیک یوں لکھا ہے - قال بعضھم المراد بالتوفی الموت روی علی بن ابی طلحۃ عن ابن عباس معناہ انی ممیتک - یعنے بعض نے کہا ہے کہ مراد توفی سے موت ہے علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ تحقیق میں تجھکو مارنے والا ہوں -

(۱۶) تفسیر غرائب القرآن مصنفہ حسن القمی مطبوعہ مطبع ایران جلد ا صفحہ ۳۲۰ زیر آیۃ اذ قال اللہ یا عیسیٰ انی متوفیک یوں لکھا ہے - چوں گفت خدا کہ اے عیسٰے بدرستی کہ میرانیم ترا و بالا بر ندہ ام ترا بسوئے خود نیز یہ بھی لکھا ہے متوفیک متمم عمرک و عاصمک من ان یقتلک الکفار - وقیل ممیتک کیلا یصل اعداءک من الیھود الی قتلک یعنے میں تیری عمر کو تمام کرنے والا ہوں اور کفار کے قتل سے تجھکو محفوظ رکھوں گا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ میں تجھکو ماروں گا تاکہ تیرے یہودی دشمن تیرے قتل کی جرأت نہ کریں - اس تفسیر میں بھی متوفی کے معنے مارنے والا مراد لئے گئے ہیں -

(۱۷) تفسیر صافی مصنفہ ملا محسن جلد ا سورۂ آل عمران - زیر آیۃ یا عیسیٰ انی متوفیک و رافعک الی - یہ عبارت تحریر ہے - مستوفی اجلک و موخرک الی اجلک المسمی عاصما ایاک من قتلھم او ممیتک عن الشھوات میں تیری عمر پوری کرنے والا ہوں اور مقررہ عمر تک تجھکو ڈھیل دینے والا ہوں اور ان کے قتل سے تجھکو بچانیوالا ہوں یا یہ کہ شہوات سے مارنیوالا ہوں - اس تفسیر سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ رفع سے پہلے موت ہوئی خواہ کسی قسم کی موت کو وہ تسلیم کریں -

(۱۸) تفسیر معالمات الاسرار فی مکاشفات الاخیار جلد اول صفحہ ۱۷۹ - زیر آیۃ اذ قال اللہ یعیسٰے انی متوفیک یوں لکھا ہے - یاد کن چوں فرمود حق تعالے بدرستیکہ من میرانندہ توام چنانکہ مذہب ابن عباس است - یعنے یاد کر جبکہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ اے عیسٰے تحقیق میں تجھکو مارنے والا ہوں جیسا کہ ابن عباس کا مذہب ہے -

اس تفسیر میں قطعی طور سے حضرت عیسٰے کے مرنے کی رائے ہے - سوائے موت کے اس لئے اور معنے نہیں لئے

(١٩) تفسیر فتح المنان جلد ۲ صفحہ ۱۴۹ زیر آیۃ - انی متوفیک یوں لکھا ہے توفی کے معنے لغت میں کسی چیز کا پورا پورا لینا اور چونکہ مُردہ اپنی حیات کا پورا حصہ پا لیتا ہے اسلئے اُسکو بھی متوفی کہتے ہیں۔

آگے چلکر صفحہ ۱۵۰ پر یوں لکھا ہے - وہب کہتے ہیں کہ تین ساعت وفات ہوئی - محمد بن اسحاق کہتے ہیں پانچ ساعت تک وفات رہی پھر خدا نے اُن کو زندہ کر کے آسمان کیطرف اُٹھا لیا - جیسا کہ عیسائی کہتے ہیں مگر یہ وفات یہود کے سولی دینے سے واقع نہیں ہوئی تھی جیسا کہ خدا تعالے فرماتا ہے وما قتلوہ وما صلبوہ بلکہ آثار جسمانیہ کے ہلکا کرنے کیلئے خدا نے وفات دی تھی - خلاصہ یہ کہ آیت وما قتلوہ میں جو نفی ہے تو یہود کے ہاتھوں قتل کرنیکی نفی ہے نہ مسیحؑ کی وفات کی نفی جو طبعی طور سے ہوئی -

بیشک مصنف کی یہ رائے نہایت پختہ ہے کہ مسیح کی وفات کا انکار قرآن سے ثابت نہیں بلکہ اُسی قسم کی موت سے قرآن شریف نے انکار کیا ہے جس قسم کی موت یہودی قرار دیتے ہیں یعنے لعنتی موت -

(۲۰) فوز الکبیر مطبوعہ مطبع محمدی صفحہ ۶ زیر آیۃ انی متوفیک لکھا ہے - متوفیک ممیتک یعنے میں تجھے حقیقی موت سے مارنے والا ہوں -

(۲۱) تفسیر عباسی سورہ آل عمران زیر آیۃ انی متوفیک ورافعک الی یوں لکھا ہے - مقدم و موخر -

ولقول انی رافعک الی ومطھرک ومنجیک من الذین کفروا بک وجاعل الذین اتبعوک - اتبعوا دینک فوق الذین کفروا بالحجۃ والنصرۃ - الی یوم القیامۃ ثم متوفیک -

یعنے مفسر صاحب کہتے ہیں جسکے معنے یہ ہیں کہ میں تجھکو اپنی طرف اٹھا لوں گا اور تجھکو پاک کروں گا - یعنے کافروں سے تجھکو نجات دوں گا اور جو لوگ تیرے دین کے تابعدار ہیں اُن کو قیامت کے دن تک حجت اور نصرت کیساتھ کافروں پر قیامت تک غالب رکھوں گا پھر میں تجھکو مار ڈالوں گا -

یہ تفسیر ایسی معلوم ہوتی ہے گویا کہ مفسر نے کسی ایسے وقت میں تفسیر لکھی ہے جبکہ اُسکے دماغ میں اختلال واقع تھا ورنہ کوئی صحیح و سلیم دماغ کا انسان ایسی لغو تفسیر نہیں کر سکتا - کیونکہ جب مسیحؑ آسمان پر اُٹھائے گئے اور وہاں پر جانے سے نجات بھی مل گئی کیونکہ باعتقاد مفسر زمین پر تو اللہ تعالے سے ممکن نہ تھا کہ مسیح کو کفار یہود سے نجات دلا سکتا اور شاید اسی خوف سے خدا نے اول آسمان پر بھی نہیں رکھا بلکہ دوسرے یا چوتھے آسمان پر جاکر رکھا - اور مسیحؑ کے تابعداروں کو قیامت کے دن تک حجت اور نصرت سے کفار پر غالب کریگا پھر جب وہ آسمان پر جا چکے تو وہاں پر ہی اُسکو مارے گا - کیونکہ یہ تو کہیں مفسر نے ثابت نہیں کیا کہ قرآن

انکا رجوع بھی نکلتا ہے۔ بہر حال وُہ متوفی کے معنے موت کے لیتے ہیں لیکن اُن کی موت زمینی نہیں لیتے بلکہ آسمان پر مرنا تسلیم کرتے ہیں۔ خواہ کسی طرح مانیں ہمارا مقصد تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ توفی کا معنے موت ہے باقی باتوں کا مفسر خود ذمہ وار ہے۔

(۲۲) تفسیر روح البیان جلد اول صفحہ ۴۳۱ زیر آیہ انی متوفیک یوں لکھا ہے۔ ای متوفی اجلک ومعناہ انی عاصمک من ان یقتلک الکفار ومؤخرک الی اجل کتبتہ لک ومحییک حتف انفک لا قتلا بایدیہم یہ وہی تفسیر ہے جو اکثر دوسری تفسیروں میں آچکی ہے۔ غرضکہ اس تفسیر میں توفی سے موت طبعی مراد لی گئی ہے۔

(۲۳) تفسیر الفتوحات الٰہیہ جلد ا صفحہ ۲۹۳۔ زیر آیہ انی متوفیک یوں لکھا ہے۔

فیہ وجہان اظہرہما ان الکلام علٰی حالہٖ من غیر ادعاء تقدیم وتاخیر فیہ بمعنٰی انی مستوفی اجلک ومؤخرک وعاصمک من ان یقتلک الکفار الی ان تموت حتف انفک من غیر ان تقتل بایدی الکفار۔

اس میں دو صورتیں ہیں۔ اُن دونوں میں سے غالب تر یہ صورت ہے کہ کلام کو بغیر تقدیم وتاخیر کے اپنی اصلی حالت پر رکھا جائے اور معنے یہ ہیں کہ میں تیری عمر کو پورا کروں گا اور تجھکو ڈھیل دوں گا اور کفار کے ہاتھوں قتل سے بچاؤں گا۔ یہاں تک کہ تو اپنی موت سے مرجائے۔ اس سے بھی ظاہر ہے کہ مفسر اپنی اس رائے کو ترجیح دیتا ہے کہ مسیح طبعی موت سے مرا۔

(۲۴) حاشیہ شیخ احمد صادی المالکی علٰی جلالین جلد اول صفحہ ۱۵۹۔ زیر آیہ انی متوفیک یوں لکھا ہے۔ اختلف فی التوفی۔ فقیل معناہ مبلغک الامل تبلغ عمرک بتمامہ ولا تموت بقتل احد بل من اللّٰہ وقیل معناہ بالنوم۔ یعنے توفی میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں اسکے معنے یہ ہیں میں تیری عمر کو مقررہ وقت تک پہنچاؤں گا۔ اور تو کسی شخص کے ہاتھ سے قتل کی موت نہ مرے گا بلکہ اللہ تعالےٰ کے ہاتھ سے تو وفات پائے گا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ موت سے مراد نیند ہے۔

الغرض اس مفسر کے نزدیک بھی توفی کے معنے طبعی موت اور قبض روح کے ہیں باقی کا وُہ خود ذمہ دار ہے۔

(۲۵) تفسیر سراج المنیر جلد اوّل صفحہ ۲۱۰ زیر آیہ لعیسے انی متوفیک میں وُہی عبارت ہے جو تفسیر کشاف وغیرہ میں ہے یعنے طبعی موت سے مرنا۔

(۲۶) تفسیر ترجمان القرآن جلد ۲ صفحہ ۳۶ ۲ پر زیر آیہ انی متوفیک یہ ہے۔ ابن کثیر نے کہا مفسرین کا اختلاف ہے کہ انی متوفیک ورافعک الی سے کیا مراد ہے۔ قتادہ نے کہا اس میں تقدیم وتاخیر ہے۔ اصل عبارت یوں ہے انی رافعک الی ومتوفیک یعنے پہلے رفع ہے پھر وفات ہے۔ ابن عباس نے کہا متوفی کا معنے ممیت ہے

وہب بن منبہ نے کہا کہ حضرت عیسٰیؑ کو تین ساعت اول روز میں وفات دی ابن اسحاق نے کہا کہ یہ عقیدہ نصارٰی کا ہے کہ سات ساعت مرے رہے پھر زندہ ہو گئے۔ دوسرا قول وہب کا یہ ہے کہ تین دن مرے رہے پھر زندہ ہو گئے۔ مطر وراق نے کہا مراد دنیا کی وفات ہے نہ وفات موت۔ اکثر اہل علم کا قول ہے کہ مراد وفات سے اس جگہ خواب ہے۔ پھر اسی تفسیر کے صفحہ ۳۸۴ پر ہے۔ ابو زید نے کہا متوفی کے معنے قابض کے ہیں۔

(۲۷) تفسیر توضیح مجید جلد اول صفحہ ۴۳۹ پر زیر آیۃ اذ قال اللہ یٰعیسٰی انی متوفیک یوں کہا ہے۔ وقتیکہ کہا خدا نے اے عیسٰیؑ بدرستیکہ میں تمام کرنیوالا ہوں عمر تیری کو اجل تک اور پھر وہی مفسر کہتا ہے جو بیضاوی وغیرہ میں ہے کہ طبعی موت سے موت ہوگی۔ الغرض اس تفسیر سے بھی ایک معنے موت کے ثابت ہوتے ہیں کیونکہ اس مفسر نے بھی اور مفسروں سے اتفاق کیا ہے۔

(۲۸) تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۶۸۹ پر زیر آیۃ انی متوفیک یہ لکھا ہے۔

(۱) انی متمم عمرک فحینئذ اتوفاک۔ یعنے میں تیری عمر کو پورا کرنیوالا ہوں اور جب پوری ہو جائے گی تو میں تجھے وفات دوں گا۔

(۲) ممیتک وھو مروی عن ابن عباس و محمد بن اسحاق۔ یعنے مارنے والا ہوں اور یہ ابن عباس اور محمد بن اسحاق سے مروی ہے۔

(۳) قال الربیع ابن انس انہ تعالی توفاہ حین رفعہ الی السماء۔ ربیع بن انس نے کہا کہ اللہ تعالٰے نے اسکو اٹھانے کے وقت نیند کی موت دیدی تھی۔

غرضیکہ اس تفسیر سے بھی حقیقی موت اور نیند کی موت یعنے قبض روح ثابت ہوتی ہے۔

(۲۹) تفسیر فتح البیان جلد ۲ صفحہ ۱۳۳۔ زیر آیۃ انی متوفیک۔ والتوفی یستعمل فی اخذ الشیء وافیاً کاملاً یعنے توفی مستعمل ہوتا ہے کہ اسوقت جبکہ کسی چیز کا پورا لینا مقصود ہو۔ الوفاۃ۔ بمعنے الموت ومنہ قولہ تعالٰے اللہ یتوفی الانفس حین موتہا۔ اور وفات موت کے معنے کے لئے بھی آتی ہے جیسے اللہ تعالٰے فرماتا ہے۔ اللہ لوگوں کو موت کے وقت مار دیتا ہے۔ بمعنے النوم ومنہ قولہ تعالٰے وھو الذی یتوفاکم باللیل اے ینیمکم۔ یعنے نیند کے معنے میں بھی آتا ہے بموجب قول اللہ تعالٰے کے۔ وہ وہ ذات ہے کہ تم کو رات کے وقت نیند کی رو سے مارتا ہے یعنے تمہیں سلا دیتا ہے۔

(۳۰) تفسیر ابن کثیر۔ اختلف المفسرون فی قولہ انی متوفیک ورافعک الی۔ فقال القتادۃ وغیرہ ھذا من المقدم والموخر۔ یعنے قتادہ وغیرہ کہتے ہیں کہ یہ آیت مقدم موخر ہے۔ بہر حال توفی کے معنے موت کے ہوئے

مقدم موخر کا ثبوت بذمہ قتادہ۔

وقال علی ابن ابی طلحۃ عن ابن عباس انی متوفیک ای ممیتک۔ اور علی ابن ابی طلحۃ ابن عباس سے نقل کرکے کہتا ہے کہ متوفیک کے معنے میں تجھے مارنے والا ہوں۔

قال محمد ابن اسحٰق عن وھب بن منبہ قال توفاہ اللہ ثلاث ساعات یعنے محمد بن اسحاق وہب بن منبہ سے نقل کرتا ہے کہ وہ کہتا تھا کہ اللہ نے تین ساعت تک حضرت کو مار دیا تھا۔

قال ابن اسحٰق والنصاریٰ یزعمون ان اللہ توفاہ سبع ساعات یعنے ابن اسحاق اور نصاریٰ گمان کرتے ہیں کہ وہ سات ساعت تک مر گئے تھے۔

قال اسحٰق بن بشر عن ادریس عن وھب اماتہ اللہ ثلاثۃ ایام۔ یعنے اسحٰق بن بشر ادریس سے اور وہ وہب سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ نے تین یوم تک مار دیا تھا۔

(۲۱) تفسیر فتح القدیر جلد اول قلمی میں زیر آیۃ انی متوفیک یوں لکھا ہے قال الفراء ان فی الکلام تقدیما وتاخیرا تقدیرہ انی رافعک ومطھرک من الذین کفروا ومتوفیک بعد انزالک یعنے تقدیم وتاخیر ہے اور تیرے انزال کے بعد تجھے ماروں گا۔

بہرحال معنے توفی کے موت کے ہوئے۔

وقال ابوزید متوفیک۔ قابضک۔ یعنے ابوزید نے کہا ہے کہ متوفیک کے معنے ہیں میں تجھ کو قبض کرونگا سو قبض ہمیشہ روح کو ہوا کرتی ہے۔

وقال فی الکشاف مستوفی اجلک ومعناہ انی عاصمک من ان یقتلک الکفار وموخر اجلک۔ ای اجل کتبۃ لک وممیتک حتف انفک لا قتلا بایدیھم۔ یعنے کشاف میں ہے کہ تیری عمر کو پورا کرونگا یعنے میں تجھکو کفار کے ہاتھوں قتل سے بچا ونگا اور تیری اجل کو ڈھیل دونگا یعنے اس عمر تک جو ہم نے تیرے لئے لکھدی ہے اور تجھے طبعی موت سے وفات دوں گا اور ان کفار کے ہاتھوں قتل نہیں ہونے دوں گا۔

(۲۲) تفسیر لطائف القرآن قلمی صفحہ ۳۰۲۔ زیر آیۃ مذکورہ۔ انی متوفیک من الصفات والاوصاف الحیوانیۃ یعنے تجھکو صفات اور اوصاف حیوانیہ سے مار دینے والا ہوں۔ اس سے بھی موت ثابت ہوئی۔ کیونکہ جب انسان صفات حیوانیہ سے الگ کر دیا گیا تو اسی کا نام موت ہوتا ہے۔

(۲۳) تفسیر فتح البیان جلد ۲ صفحہ ۴۹۔ متوفیک بعد انزالک بحالۃ تقدیمہ وتاخیرہ۔ یعنے بحالت تقدیم وتاخیر معنے ہیں کہ تیرے نزول کے بعد تجھے ماروں گا۔ وممیتک حتف انفک لا قتلا بایدیھم

یعنے طبعی موت سے ماروں گا اور ان کفار کے ہاتھوں سے قتل نہیں کراؤں گا۔

(۴۳) تفسیر بیضاوی میں زیر آیۃ انی متوفیک ورافعک الی۔ وہی قول لکھا ہے جو کشاف میں ہے۔

دوسری فصل

اس بیان میں کہ مفسّرین نے آیت فلما توفیتنی کے کیا معنے کئے ہیں

اب ہم یہاں پر آیۃ فلمّا توفیتنی کے معنے تفاسیر کلام اللہ سے دکھاتے ہیں۔

(۱) تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۷۰۰۔ زیر آیۃ فلما توفیتنی۔ والمراد منہ وفاۃ الرفع الی السماء۔ یعنے رفع کی موت مراد ہے۔

(۲) تفسیر غایت البرہان جلد ۱ صفحہ ۱۵۹ از زیر آیۃ۔ فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم۔ پس جب تو نے ارادہ میری وفات کا کیا تو تو ہی اُن پہ رقیب تھا۔

(۳) تفسیر مجمع البیان جلد ۱ صفحہ زیر آیۃ فلما توفیتنی۔ اے قبضتنی الیک وامتنی عن جبائی۔ یعنے امام جبائی کہتے ہیں کہ اس آیت کے یہ معنے ہیں جب تو نے مجھے مار دیا۔ چنانچہ تفصیل اسکی ذیل میں ہے۔

قال الجبائی وفی ھذہ الآیۃ دلالۃ علی انہ اماتَ عیسےٰ وتوفاہ ثم رفعہ الیہ لانہ بیّن انہ کان شہیدا علیھم مادام فیھم فلما توفاہ اللہ کان ھو الشہید علیھم لان التوفی لا یستفاد من اطلاقہ الا الموت الا تری الی قول اللہ یتوفی الانفس حین موتھا۔

یعنے جبائی نے کہا کہ یہہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے عیسےٰ علیہ السلام کو مار دیا اور مار کر اپنی طرف اُٹھا لیا کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ جب تک حضرت عیسیٰ اپنی قوم میں رہے ان کے افعال و اعمال دیکھتے رہے جب اللہ تعالےٰ نے ان کو مار دیا تو پھر اللہ تعالےٰ ہی ان کے حال پر نگران تھا۔ کیونکہ توفی بغیر موت کے اطلاق کے کچھ فائدہ نہیں دیتی۔ کیا تم اللہ تعالےٰ کے قول کو نہیں دیکھتے جہاں فرماتا ہے کہ موت کے وقت لوگوں کو متوفی کرتا ہے۔

(۴) تفسیر سید احمد خاں صاحب جلد ۳ صفحہ ۲۵۵ میں زیر آیۃ بالا یوں لکھا ہے۔ جب تو نے مجھے فوت کیا

تو تو ہی اُن پر نگہبان تھا۔

(۵) تفسیر حسینی قلمی۔ زیر آیۃ فلما توفیتنی۔ پس آں ہنگام کہ مرا فراگرفتی یعنے رفع کردی بآسمان یا بمیرانیدی یعنے اسوقت جب تو نے مجھے اٹھالیا یا ماردیا۔

(۶) تفسیر غرائب القرآن جلد ۲ صفحہ ۷۴ زیر آیۃ فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم۔ پس چوں مرا میرانیدی مرا بودی تو مواظب برآنہا۔ یعنے جب تو نے مجھے ماردیا تو تو اُنپر نگہبان تھا۔

(۷) تفسیر صافی جلد ۱۔ زیر آیۃ فلما توفیتنی۔ التوفی اخذ الشئ وافیا والموت نوع منہ۔ یعنے توفی کے معنے کسی شے کا پورا لینا اور موت بھی اُس کی ایک قسم ہے۔

(۸) تفسیر معادات الاسرار جلد ۱ صفحہ ۲۳۵ زیر آیۃ بالا۔ پس ہرگاہ کہ میرانیدی مرا و برآسمان برداشتی بودی تو نگہبان برایشاں۔ یعنے جب تو نے مجھکو ماردیا اور مار کر آسمان پر لے گیا تو تو ان پر نگران تھا۔

(۹) تفسیر فتح المنان جلد ۴ صفحہ ۴۶ زیر آیۃ بالا۔ پھر جب تو نے مجھے وفات دی تو ان پر تو ہی نگہبان تھا۔

(۱۰) تفسیر اکسیر اعظم جلد ۳ صفحہ ۱ زیر آیۃ بالا۔ پھر جب تو نے مجھے لے لیا تو تو اُن پر نگہبان تھا۔

(۱۱) حاشیہ شیخ احمد صادی مالکی علے جلالین جلد اول صفحہ ۳۱۵ زیر آیۃ۔ فلما توفیتنی۔ لیستعمل التوفی فی اخذ الشئ وافیا اے کاملا والموت نوع منہ۔ یعنے توفی کسی چیز کے پورا لینے کے وقت استعمال ہوتا ہے اور موت بھی اسکی ایک قسم ہے۔

(۱۲) تفسیر فتح القدیر قلمی میں زیر آیۃ۔ فلما توفیتنی لکھا ہے۔ قیل ھذا یدل علے ان اللہ سبحانہ توفاہ قبل ان یرفعہ۔ یعنے کہتے ہیں کہ یہ آیت اسی بات پر دال ہے کہ اللہ سبحانہ نے مسیح علیہ السلام کو اُس کے رفع سے پہلے ماردیا تھا۔

(۱۳) تفسیر جامع البیان صفحہ ۱۱۱۔ التوفی اخذ الشئ وافیا۔ یعنے توفی کے معنے کسی چیز کا پورا پورا لے لینا بھی ہے۔

(۱۴) تفسیر روح المعانی جلد اول صفحہ ۱۴۵ زیر آیۃ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِی۔ عن الجبائی ان المعنے امتنی وادعی ان رفعہ علیہ السلام الی السماء وکان بعد موتہ یعنے جبائی سے مروی ہے کہ اس کے معنے یہ ہیں کہ:- مجھے ماردیا۔ اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام کا رفع الی السماء موت کے بعد تھا۔

(۱۵) تفسیر توضیح مجید جلد ۲ صفحہ ۶۸۔ زیر آیۃ فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم پس ہرگاہ کہ وفات دی تو نے مجکو تھا تو نگہبان ان

(۱۶) تفسیر مواج جلد ۱ صفحہ ۲۵۷ زیر آیۃ بالا۔ پس آنگاہ کہ مرا متوفا گردانیدی وبجہان دیگر رسانیدی ہم تو نگہبان بودی کار وبار ایشان

یعنے جب تونے ماردیا اور دوسرے جہان میں لے گیا تو پھر تو اُن کے کاروبار کا نگران حال تھا۔

(۱۷) تفسیر فتح البیان جلد ۳ صفحہ ۱۳۳ - زیر آیۃ بالا فیل ھذا یدل علی ان اللہ سبحانہ توفاہ قبل ان یرفعہ۔ کہتے ہیں یہ آیت اس امر کی دال ہو کہ اللہ سبحانہ تعالےٰ نے ان کو رفع سے پہلے ماردیا تھا۔

(۱۸) تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۲۳ - زیر آیہ وکنت شہیدا ما دمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم - ای کنت اشھد علی اعمالھم حین کنت بین اظھرھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم وانت علی کل شئ شھید - قال ابوداؤد الطیالسی حدثنا شعبۃ قال انطلقت انا وسفیان الثوری الی المغیرۃ ابن النعمان فاملی علی سفیان وانا معہ فلما قام انتسخت من سفیان فحدثنا قال سمعت سعید بن جبیر یحدث عن ابن عباس قال قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بموعظۃ فقال یا ایھا الناس انکم محشورون الی اللہ عزوجل حفاۃ عراۃ غرلا کما بدأنا اول خلق نعیدہ وان اول الخلائق یکسی ابراھیم الا وانہ یجاء برجال من امتی یوم القیامۃ فیوخذ بھم ذات الشمال فاقول اصحابی فیقال انک لا تدری ما احدثوا بعدک فاقول کما قال العبد الصالح وکنت شھیدا ما دمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم۔۔۔ ورواہ البخاری عند ھذہ الایۃ عن ابی الولید وعن محمد بن کثیر یعنے میں جب تک اُنمیں تھا اُن کے اعمال کو دیکھتا تھا جب تونے مجھے ماردیا تو تُو اُنکا نگہبان تھا - اور تو ہر ایک چیز کو دیکھتا ہے - ابوداؤد الطیالسی کہتا ہے کہ مجھے شعبہ نے حدیث بیان کی اور کہا کہ میں اور سفیان ثوری مغیرہ ابن نعمان کے پاس گئے - اوس نے سفیان کو مخاطب کر کے تقریر کی اور میں بھی پاس تھا جب وہ کھڑا ہوا تو میں نے اوس کو سفیان سے نقل کر لیا اوس نے ہمارے پاس حدیث بیان کی اور کہا کہ میں نے سعید بن جبیر کو ابن عباس سے روایت کرتے ہوئے سُنا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ ہم میں کھڑے ہوئے اور وعظ فرمانے لگے اور ابتدا یہاں سے کیا کہ اے لوگو تم سب اللہ تعالےٰ کے حضور میں کھڑے کئے جاؤ گے - اور تمہاری حالت ویسی ہی ہوگی جیسے ابتدا میں پیدایش کے وقت ننگے پاؤں اور ننگے بدن - اور بلاختنہ ہوتی ہے - اور تمام مخلوقات میں سے جنکو سب سے پہلے لباس پہنایا جائے گا وہ ابراہیم علیہ السلام ہونگے - خبردار ہو کیونکہ قیامت کے دن میری امت کے لوگوں میں سے بعض آدمی لائے جائیں گے - اور جن کے بائیں ہاتھ میں اعمالنامے ہونگے - اُن کو ماخوذ کیا جاوے گا - تو میں اوس وقت کہوں گا کہ یہ تو میرے لوگ

ہیں۔ تو جواب یہ ملے گا کہ تو نہیں جانتا کہ تیری وفات کے بعد ان لوگوں نے کیا کیا بدعات نکالیں تو میں وہی کہونگا جو ایک نیک بندہ کہہ چکا ہے کہ جب تک میں اُن میں رہا اُن کو راہ راست پر پایا۔ جب تو نے مجھے وفات دی تو پیچھے تو نگہبان تھا۔

اِن تمام تفاسیر کی عبارات سے صاف واضح ہے کہ ایک جماعت اس امر کی ہمیشہ سے قائل چلی آئی ہے کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ قطعی طور سے کسی سے بھی کوئی فیصلہ نہو سکا۔ اور ہمیشہ شکی اور ظنی بناء پر قائم رہے ہیں۔ اکثروں نے نزول والی احادیث سے یہی سمجھا ہے کہ حضرت عیسٰے ہی زندہ آسمان پر گئے ہیں۔ اور وہی نازل ہونگے۔ اور اسی وجہ سے لفظ توفّی میں اسقدر اختلافات کئے ہیں جتنے کہ کئی کئی توجیہیں ان کو گھڑنی پڑیں۔ اگر وہ قرآن شریف کی دیگر آیات سے مدد لیتے اور خود قرآن شریف کے محاورہ کو مدنظر رکھتے تو اُن کو اس قدر تکلیف نہ اوٹھانی پڑتی۔ بعض سے جب کچھ بن نہ پڑا تو انہوں نے نیند کی موت تجویز کر لی۔ مگر ساتھ ہی اس بات کو نظر انداز کر دیا کہ نیند میں تو روح کا رفع ہوتا ہے نہ جسم کا۔ روزمرہ کا تجربہ ظاہر کرتا ہے کہ انسان جہاں سوتا ہے وہاں اوس کا جسم بیکار پڑا رہتا ہے۔ پھر کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ مسیح کا جسم اپنی جگہ سے آسمان پر چلا گیا۔ سو جو لوگ مسیح کی زندگی کے قائل ہیں اُن کو اس امر کا ثبوت دینا چاہیئے کہ حضرت مسیح کا جسم فلاں مکان پر پڑا ہے لیکن یہ تو ممکن ہی نہیں کہ وہ دکھلا سکیں۔ لہذا مجبوراً انکو اور جھوٹی تاویلیں کرنی پڑیں جو نہایت ہی دور از قیاس ہیں۔ حالانکہ کسی نے بھی روایت وفات پر جرح نہیں کی اور اگر اصول محدثین المثبت مقدم علی النافی کو بھی مدنظر رکھتے تو بھی وفات ہی کا پہلو بھاری رہتا۔ کیونکہ وفات مسیح کے متعلق ایک آدھ آدمی کا بیان بھی دینا کافی ہوتا ہے اور اگر بہت لوگ وفات کے قائل نہ بھی ہوتے تو بھی مثبت نافی پر مقدم ہے دیکھو الحصول المامول من علم الاصول صفحہ ۱۱۶

تیسری فصل

اس باب میں کہ آیا احادیث سے بھی وفات حضرت مسیح علیہ السلام ثابت ہے یا نہیں

یہاں پر ہم اوّل اُن احادیث کو پیش کرتے ہیں جن سے حضرت عیسٰے علیہ السلام کا صراحتاً یا کنایتاً فوت ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور ان احادیث سے یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ کن کن بزرگان دین نے ان احادیث کو اپنی اپنی کتابوں میں درج فرما کر انکی وقعت کو بڑھا دیا ہے۔

(۱) بخاری جلد۲ صفحہ ۶۶۵ - وقال ابن عباس متوفیک ممیتک یعنے ابن عباس کہتے ہیں کہ متوفیک کے معنے ہیں میں تجھے مارونگا -

(۲) ابو محمد محمود ... بن احمد عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری کے جلد ۶ صفحہ ۵۹۲ میں ابن عبّاس کے متذکرہ قول کی یوں اسناد بیان کرتے ہیں ھذا رواہ ابن ابی حاتم عن ابیہ حدثنا ابو صالح حدثنا معاویۃ عن علی بن ابی طلحۃ عن ابن عباس گویا اس مؤلف نے اس کی تائید کی۔

(۳) عینی میں بصفحہ ۵۹۲ - زیر قول وقال ابن عباس متوفیک ممیتک لکھا ہے - و قال الکرمانی ذکر ھذہ الکلمۃ منھما وان کانت من سورۃ ال عمران بمناسبۃ قولہ تعالی فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم وکلاھما من قصۃ عیسے علیہ الصلوۃ والسلام من تعلیق ابن عبّاس. کرمانی کہتا ہے کہ اس کلمہ متوفیک کو اس جگہ بیان کرنا حالانکہ سورہ آل عمران کا جملہ ہے - صرف اس وجہ سے ہے کہ اُس کو فلمّا توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم سے مناسبت ہے کیونکہ دونو عیسے علیہ الصلوۃ والسّلام کے متعلق ہیں -

(۴) بخاری میں بصفحہ ۴۹۰ و ۶۷۳ - یہ حدیث ہے - حدثنا محمد بن یوسف نا سفین عن المغیرۃ بن النعمان عن سعید بن جبیر عن ابن عبّاس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تحشرون حفاۃ عراۃ غرلا ثم قرأ کما بدأنا اوّل خلق نعیدہ وعدا علینا انّا کنّا فاعلین فاول من یکسے ابراھیم ثم یؤخذ برجال من اصحابی ذات الیمین وذات الشمال فاقول اصحابی فیقال انھم لم یزالو مرتدین علے اعقابھم منذ فارقتھم فاقول کما قال العبد الصالح عیسے ابن مریم وکنت علیھم شھیدا ما دمت فیھم فلمّا توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم وانت علے کل شئ شھید - ان تعذبھم فانھم عبادک وان تغفر لھم فانک انت العزیز الحکیم - یعنے ابن عباس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ لوگ ننگے اور ناو قیامت کے روز اٹھائے جائیں گے - پھر آپ نے کما بدأنا الخ آخر تک پڑھی - اوّل جس کو لباس پہنایا جاویگا وہ ابراھیم علیہ السلام ہونگے - پھر میرے اصحاب ذات الیمین وذات الشمال میں سے پکڑے جائیں گے تو میں کہونگا یہ تو میرے اصحاب ہیں - تو یہ جواب ملے گا کہ یہ لوگ مرتد ہوگئے جب تو ان سے جُدا ہوا تو میں وہی کہونگا جو نیک بندہ عیسے بن مریم نے کہا تھا میں اُن کے حال سے واقف تھا جب تک میں اُنیں

رہا جب تو نے مار دیا یا مجھے تو نگہبان تھا۔

اس کی تائید:۔ عمدۃ القاری جلد ۶ صفحہ ۳۸ ۳ میں یوں ہے۔ قولہ فاقول کما قال العبد الصالح وھو عیسےٰ ابن مریم صلوات اللہ علیہما۔ قولہ وکنت علیھم شھیدا الی اٰخرہ ومعنی قولہ وکنت علیہم شہیدا علیھم ای کنت اشھد علی اعمالھم حین کنت بین اظھرھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم ہوائے المحفیظ علیم پس اس حدیث سے حضرت مسیح کا فوت ہونا بخوبی ثابت ہے۔ کیونکہ خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انہی الفاظ کو جو حضرت عیسٰی نے استعمال کئے ہیں۔ اپنے اوپر چسپاں کر کے حل کر دیا ہے کہ جو حال میرا ہوا وہی مسیح کا ہوا۔ اور صاف ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو چکا ہے۔ لہٰذا مسیح کا بھی انتقال ہو گیا۔

(۵) امام حافظ ابو الفدا اسماعیل ابن عمر قرشی و دمشقی اپنی تفسیر بنام ابن کثیر کے جلد ۲ صفحہ ۲۴۶ میں یوں تحریر فرماتے ہیں:۔ وبعض الاحادیث لو کان موسےٰ وعیسےٰ حیتین لما وسعھما الا اتباعی فالرسول محمد خاتم الانبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہ دائما الی یوم الدین یعنے بعض حدیثوں میں آیا ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر موسےٰ اور عیسےٰ زندہ ہوتے تو ان کو بجز ہماری اطاعت کے اور کچھ چارہ نہ ہوتا۔ پس محمد رسول اللہ تمام نبیوں کا ختم کرنے والا ہے۔ جس پر ہمیشہ قیامت تک خدا کا درود اور سلام ہو۔ اس بزرگ محدث نے اس پر کوئی جرح نہیں کی۔

(۶) نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم بھوپالوی اپنی تفسیر ترجمان القرآن جلد ۲ صفحہ ۱۶۴ میں حدیث مندرجہ بالا یعنے لو کان موسےٰ وعیسےٰ حیتین لما وسعھما الا اتباعی کو درج فرمایا ہے اور کوئی جرح نہیں کی

(۷) خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب فصل الخطاب کے صفحہ ۴۷۴ میں اس حدیث کو ان الفاظ میں زیب رقم فرمایا ہے۔ وان عیسےٰ وموسےٰ علی نبینا وعلیھما الصلوٰۃ والسلام لو ادرکاہ لزمھما الدخول فی شریعتہ۔ یعنے اگر عیسےٰ اور موسےٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام ہمارا زمانہ پاتے تو لازمی طور سے ہماری شریعت کے پابند ہوتے۔

(۸) خواجہ صاحب اسی کتاب کے اسی صفحہ پر دوسری جگہ یوں لکھتے ہیں۔ وقال صلی اللہ علیہ وسلم لو ادرکنی موسےٰ وعیسےٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام فما وسعھما الا اتباعی دیکھو کتاب مذکورہ بالا۔ اس بزرگ نے بھی اس حدیث کو صحیح سمجھ کر اپنی کتاب میں لکھا ہے اور کوئی جرح نہیں کی۔

(۹) کتاب الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر مصنفہ عارف ربانی امام سید عبد الوہاب شعرانی

بصفحہ ۴۲۔ حدیث ذیل بدیں الفاظ لکھی ہے :۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا سید ولد آدم ولا فخر انما کان صلی اللہ علیہ وسلم سید ولد آدم لان جمیع الانبیاءِ علیہم الصلوٰۃ والسلام نواب لہ صلی اللہ علیہ وسلم من لدن آدم الی اخر الرسل وھو عیسٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام کما ابان عن ذلک حدیث لو کان موسٰے و عیسٰے حیین ما وسعھما الا اتباعی وصدق صلی اللہ علیہ وسلم فی ذلک فانہ لو کان موجودا بجسمہ من لدن آدم الی زمان وجودہ لکان جمیع بنی آدم تحت شریعتہ حسا۔ ولھذا لو یبعث نبی الی الناس عامۃ الا ھو خاصۃ فجمیع شرائع الانبیاءِ ھی بالحقیقۃ شرعہ صلے اللہ علیہ وسلم یعنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آدم کی اولاد کا سردار ہوں۔ اور یہ بات فخر کے رو سے نہیں۔ کیونکہ رسول اللہ علیہ وسلم سردار بنی آدم ہیں۔ اور وجہ یہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام انکے نائب ہیں۔ آدم سے لیکر آخری رسول یعنے حضرت عیسٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام تک جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے۔ اگر موسٰے اور عیسٰے زندہ ہوتے تو اُن کو بغیر میری اطاعت کے کوئی چارہ نہ ہوتا اور بلاشک رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے۔ کیونکہ اگر وہ اپنے جسم کے ساتھ زندہ ہوتے تو حضرت آدم سے لیکر اُن کے زمانہ وجود تک تمام بنی آدم اُنکی شریعت کے زیر سایہ ہوتے۔ اور یہی سبب ہے کوئی نبی بھی کافۃ الناس کے پاس نہیں بھیجا گیا۔ اور صرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہی ایک فرد ہیں جو سب کے لئے مبعوث ہوئے۔ لہذا تمام نبیوں کی شریعتیں فی الاصل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت ہیں۔

(۱۰) کتاب مدارج السالکین قلمی مصنفہ فخر المحدثین امام ابن قیم شامی کے صفحہ ۳۱۳ جلد ۲۔ پر یہ حدیث یوں درج ہے۔ لو کان موسٰے و عیسٰے علیہما السلام حیین لکانا من اتباعہ یعنے اگر موسٰے اور عیسٰے زندہ ہوتے تو ضرور اسکے اتباع میں داخل ہوتے۔

(۱۱) رسالہ بشارات احمدیہ مصنفہ مولوی سید علی حائری شیعی کے صفحہ ۴۲ پر یوں لکھا ہے :۔ و نیز خود آنحضرت فرمودہ است لو کان موسٰے و عیسٰے فی حیٰتھما ما وسعھما الا اتباعی یعنی اگر موسٰے و عیسٰے در دنیا مے بودند ممکن نے بود ایشاں را مگر آنکہ متابعت من میکردند۔

(۱۲) رسالہ براہین محمدیہ جو بشارات احمدیہ کے حاشیہ پر درج ہے۔ بصفحہ ۲۴ لکھا ہے۔ آنحضرت نے فرمایا ہے :۔ لو کان موسٰے و عیسٰے فی حیٰوتھما ما وسعھما الا اتباعی یعنے اگر

موسےٰ و عیسےٰ دنیا میں ہوتے تو اُن کے واسطے میری فرمانبرداری کے سوا - اور کچھ ممکن نہ تھا -

(۱۳) یہی حدیث معتبر ذریعہ سے سُنا ہے کہ طبرانی میں بھی جو حدیث کی ایک بڑی کتاب تین حصّوں میں ہے یعنے ایک طبرانی کبیر - ایک اوسط - اور ایک صغیر - طبرانی صغیر میرے مطالعہ میں آئی - مگر طبرانی کبیر وغیرہ مکمل میری نظر سے نہیں گذری - گو اُس کا انتخاب دیکھنے میں آیا -

(۱۴) ایسا ہی ایک کتاب میں مینے لکھا دیکھا ہے - کہ فتوحات مکی میں جو محی الدین ابن عربی کی ایک بہت ضخیم کتاب ہے یہ حدیث آئی ہے ؛

(۱۵) المواہب اللدنیہ مصنفہ علامہ قسطلانی کی جلد اوّل صفحہ ۴۲ پر یوں لکھا ہے :-

عن عائشة انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فی مرضہ الذی توفی فیہ لفاطمۃ ان جبرئیل کان یعارضنی القرآن فی کل عام مرۃ وانہ عارضنی بالقرآن العام مرتین واخبرنی انہ لم یکن نبی الا عاش نصف الذی قبلہ واخبرنی ان عیسے بن مریم عاش عشرین ومائۃ سنۃ ولا اری الا ذاہبا علی رأس الستین انتہے ملخصًا

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایام بیماری میں جس سے وہ بالآخر فوت ہوگئے فاطمہ کو فرمایا تھا کہ جبرئیل ہر سال ایک دفعہ قرآن شریف عارض کیا کرتا تھا - اور اس سال اوس نے دو دفعہ عارض کیا ہے اور یہ بھی مجھے خبر دی کہ کوئی بھی نبی نہیں کہ جس کی عمر اپنے ماقبل سے نصف نہ ہوئی ہو - اور یہ بھی مجھے خبر دی کہ عیسے بن مریم نے ۱۲۰ ایک سو بیس برس کی عمر پائی - لہذا میں امید کرتا ہوں کہ میں ۶۰ کے شروع میں اس دنیا سے کوچ کروں گا -

(۱۶) کتاب ماثبت بالسنۃ مصنفہ عبدالحق محدث دہلوی کے صفحہ ۴۶ پر لکھا ہے -

ما وقع فی مرضہ انہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر عند موتہ فیقول فی آخر مرضہ مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء الخ

جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مریض ہوگئے تو اللہ تعالے نے اُنکو موت کے وقت حیات دنیا و آخرت میں اختیار دیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسی آخری مرض میں کہا کہ اے اللہ مجھ کو

والصالحین وحسن اولٰئک رفیقا۔ ان لوگوں کے ساتھ گرد جن پر تو نے نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور صالحوں پر انعام کیا ہو اور وہی عمدہ رفیق ہیں۔ اس سے بھی مسیح علیہ السّلام کی وفات ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ اگر آسمان پر زندہ رہنا کوئی نعمت میں داخل تھا تو حضور حبیب اللہ تعالےٰ نے فخر بنی آدم کو اختیار دیا کہ جو تو پسند کرے تجھے دیا جائیگا اب اونہوں نے وہ انعام طلب کیا جو نبیوں پر ہوا۔ اگر مسیح زندہ آسمان پر تھا تو ضرور اُن کو بھی اس انعام سے متمتع کیا جاتا۔

(۱۷) بخاری مطبوعہ ہندوستان جلد اوّل صفحہ ۴۹۰:۔

حدثنا محمد بن مقاتل اخبرنا عبداللہ انا صالح بن حیی ان رجلا من اھل خراسان قال للشعبی فقال الشعبی اخبرنی ابو ھریرۃ عن ابی موسیٰ الاشعری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا ادب الرجل امتہ فاحسن تادیبہا وعلمہا فاحسن تعلمہا ثم اعتقہا فتزوجہا کان لہ اجران واذا امن بعیسیٰ ثم امن بی فلہ اجران والعبد اذا اتقی ربہ واطاع موالیہ فلہ اجران۔

بخاری نے ابو موسےٰ اشعری سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدمی اپنی لونڈی کو ادب سکھلائے تو اُس کی اچھی طرح تادیب کرے اور اوس کو عمدہ تعلیم دے پھر اوس کو آزاد کرکے اُس کا نکاح کردے تو اوس کے لئے دو اجر ہونگے۔ اور جب عیسےٰ علیہ السلام پر ایمان لایا۔ پھر مجھ پر ایمان لایا تو اُس کو دو اجر ملیں گے۔ الےٰ آخرہ

اس حدیث سے بھی وفات مسیح ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مسیح علیہ السّلام کا اپنے مبعوث ہونے سے پہلے ذکر فرمایا۔

(۱۸) شرح مواہب لدنیہ مصنفہ علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی جلد ۱ صفحہ ۴۲ میں یوں لکھا ہے:۔ والمصرح بہ فی الاحادیث النبویۃ انہ انما رفع وھو ابن مائۃ وعشرین سنۃ اخرج الطبرانی فی الکبیر بسند رجالہ ثقات عن عائشۃ انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فی مرضہ الذی توفی فیہ لفاطمۃ ان جبریل کان یعارضنی القراٰن فی کل عام مرۃ وانہ عارضنی بالقراٰن العام مرتین و

اخبرنی انہ لم یکن نبی الاعاش نصف الذی قبلہ واخبرنی ان عیسےٰ بن مریم عاش عشرین ومائۃ سنۃ ولا ارانی الا ذاہبا علی رأس الستین۔ انتہی ملخصا۔

(۱۹) تفسیر کمالین کے حاشیہ پر یوں لکھا ہے۔ ومن مرسل ابن المسیب انہ عاش ثمانین سنۃ۔ لکنہ من روایۃ علی بن زید منہ وھو ضعیف وفی المستدرک عن ابن عمران عیسےٰ عاش مائۃ وعشرین سنۃ کذا فی الاصابۃ۔ ابن مسیب کے مرسل میں تو یہ ہے کہ وہ ۸۰ برس تک زندہ رہے۔ لیکن اوس میں جو روایت علی ابن زید کی ہے وہ ضعیف ہے۔ اور مستدرک حاکم میں وہ اپنے چچا کے بیٹے سے روایت کرتا ہے کہ عیسےٰ ۱۲۰ برس تک زندہ رہا۔ ایسا ہی اصابہ میں بھی ہے۔

(۲۰) حجج الکرامہ فی آثار القیامہ کے صفحہ ۴۲۸ میں یوں لکھا ہے۔ حدیث طبرانی وحاکم ومستدرک عن عائشۃ رضی اللہ تعالی عنہا قالت قال فی مرضہ الذی توفی فیہ لفاطمۃ الی اخرہ۔ غرض وہی حدیث ہے جو مواہب لدنیہ میں ہے الا اتنا اور ازاد کیا ہے۔ ورجالہ ثقات ولہ طرق یعنے اُن کے راوی سب ثقہ اور معتبر ہیں۔ اور یہ حدیث کئی طریق پر آئی ہے۔

(۲۱) حلیہ ابو نعیم میں بروایت زید بن ارقم یہ حدیث آئی ہے۔ ما بعث اللہ نبیا الا عاش نصف ما عاش النبی الذی کان قبلہ دیکھو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۱۹۔ یعنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نبی کو اللہ تعالے نے دنیا میں مامور کیا وہ اُس نبی سے جو اوس سے اول ہوتا رہا نصف زندگی پاتا رہا۔

اس سے بھی وفات مسیح ثابت ہے۔ کیونکہ مسیح کی عمر ۱۲۰۔ یا ۱۲۵۔ برس کی ہے۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عمر اُن سے نصف ہے۔ یعنے ۶۳ برس۔

(۲۲) طبرانی میں فاطمۃ الزہراء سے یوں مروی ہے۔ انہ لم یکن نبی کان بعدہ نبی الا عاش نصف الذی کان قبلہ وان عیسےٰ بن مریم عاش عشرین ومائۃ سنۃ وانی لا ارانی الا ذاہبا علی راس الستین یعنے جو نبی بعد میں ہوتا رہا وہ اوس نبی سے جو اوس سے پہلے ہوتا رہا نصف عمر پاتا رہا۔ اور عیسےٰ بن مریم ۱۲۰۔ برس تک زندہ رہے۔ لہذا میں دیکھتا ہوں کہ میں ۶۰۔ برس کے سرے پر دنیا کو ترک کرونگا۔ دیکھو

کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۲۰۔

(۲۳) اعمار امتی ما بین الستین الی سبعین واقلھم من یجوز ذلک۔ رواہ الترمذی وابن ماجہ۔ میری امت کی عمریں ساٹھ اور ستر کے درمیان ہیں۔ اور بہت ہی تھوڑے ہیں جو اس عمر کو پہونچینگے۔

اس حدیث سے ثابت ہے کہ اگر مسیح کو اس امت میں سمجھا جائے جیسا کہ بعض علما زمان کا خیال ہے تو بھی بموجب اس حدیث کے وہ مر چکے ہیں۔ دیکھو مشکوٰۃ صفحہ ۱۹۔

(۲۴) مصنف ابن ابی شیبا میں باسناد جابر بن عبد اللہ یہ روایت بیان کی گئی ہے۔ عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما منکم من نفس منفوسۃ یاتی علیھا مائۃ سنۃ وھی حیۃ یومئذ۔ جابر فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی جاندار آج سے سو برس تک زمین پر زندہ نہیں رہے گا۔ اس حدیث سے بھی ثابت ہے کہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہیں۔

(۲۵) ابو بکر وعمر خیر الاوّلین وخیر الاٰخرین وخیر السمٰوات وخیر اھل الارضین الا النبیین والمرسلین۔ رواہ الحاکم فی الکنی وابو احمد عبد الرحمن بن محمد المعروف بابن عدی فی کتاب کامل ابن عدے حاکم اور ابن عدی نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ ابو بکر اور عمر اولین اور آخرین اور آسمان والوں اور زمین والوں سے بہتر ہیں۔ بجز انبیاء و رسل کے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر حضرت مسیح نبی ہیں تو بموجب حدیث لا نبی بعدے آ نہیں سکتے۔ اور اگر نبوت سے محروم کئے گئے ہیں تو حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر کا درجہ ان سے بہتر ہے۔ اس حالت میں حضرت مسیح علیہ السلام کی سخت ہتک و بے عزتی ہے کہ اس امت کے لوگوں کا نبی سے بھی بڑھ کر درجہ ہوا۔ دیکھو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۴۳۔

(۲۶) لو کان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب۔ رواہ احمد بن حنبل والترمذی والحاکم عن عقبۃ بن عامر والطبرانی عن عقبۃ بن مالک۔ احمد بن حنبل وحاکم و ترمذی عقبۃ بن عامر سے اور طبرانی عقبۃ بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتا۔ اس سے

صاف ظاہر ہے کہ مسیح علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ ورنہ کیوں مسیح کو مستثنےٰ نہیں کیا گیا کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۴۶۔

(۲۷) کان فیما خلا من اخوانی من الانبیاء ثمانیۃ الاف نبی ثم کان عیسےٰ بن مریم ثم کنت انا بعدہ۔ رواہ الحاکم والترمذی والبیھقی عن انس۔ یعنے نبیوں میں سے جس قدر میرے بھائی مر چکے ہیں وہ آٹھ ہزار نبی تھے۔ پھر اُن کے بعد مریم کا بیٹا عیسےٰ ہوا اوس کے بعد میں ہوا۔ اس کو حاکم و ترمذی و بیھقی نے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔ دیکھو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۲۱۔

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا کہ جب مسیح کا زمانہ نبوت ہو چکا تو میرا دور شروع ہوا۔ جس سے حضرت مسیح کی وفات ہی ثابت ہوتی ہے۔

(۲۸) بخاری میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

رایت عیسےٰ وموسےٰ وابراھیم فاما عیسےٰ فاحمر جعد عریض الصدر واما موسےٰ فادم جسیم سبط کانہ من رجال الزط واما ابراھیم فانظروا الی صاحبکم یعنے نفسہ

کہ میں نے عیسےٰ وموسےٰ وابراہیم کو دیکھا عیسےٰ تو سُرخ رنگ۔ بال گھونگر والے اور چوڑی چھاتی والے۔ لیکن موسےٰ گندمی رنگ جسیم بدن والا ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا قبیلہ زط کے لوگوں میں سے ہے۔ اور ابراہیم کی صورت شکل ایسی ہے جیسی تم میری دیکھتے ہو۔

اِس حدیث سے عیاں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسےٰ کو موتے میں دیکھا ہے۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ کوئی زندہ مُردوں میں جا کر نہیں رہ سکتا۔ لہذا حضرت عیسےٰ مر چکے ہیں اور اُن انبیاء کے ساتھ ہیں جو دنیا سے وفات پا چکے ہیں۔

(۲۹) اول الرسل آدم و آخرھم محمد و اول انبیاء بنی اسرائیل موسےٰ و آخرھم عیسےٰ و اول من خط بالقلم ادریس۔ رواہ الحکیم عن ابی ذر۔ حکیم حضرت ابوذر سے روایت کرتے ہیں کہ آدم سب سے پہلا رسول۔ اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم سب سے آخری رسول ہے۔ اور بنی اسرائیل کے نبیوں میں سے سب سے پہلا نبی موسےٰ ہے

اور سب سے آخری عیسٰے - اور جس نے سب سے پہلے قلم سے لکھا وہ ادریس علیہ السلام ہیں۔
اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ عیسٰے علیہ السلام کو بنی اسرائیل کے انبیاء کا خاتم لکھا ہے اور خود کو رسول اللہ نے تمام مرسلین کا خاتم - لہٰذا اس حدیث سے مسیح کا یقینی طور سے مرنا ثابت ہے۔

(۳۰) انا رسول من ادرکت حیا و من یولد بعدی - رواہ ابن سعد عن الحسن مرسلا - یعنے ابن سعد حسن سے مرسل طور سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ فرماتے ہیں کہ میں اوس کے لئے رسول ہوں جس کو میں زندگی میں ملا - اور نیز اوس کے لئے جو میرے بعد پیدا ہونگے۔

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ حضرت عیسٰے اگر زندہ ہوتے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرتے - اور پھر و من یولد بعدی میں مسیح علیہ السلام داخل نہین ہوسکتے - کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حصر کردیا کہ جو از سر نو پیدا ہونگے اُن کے لئے رسول ہوں۔ لہٰذا حضرت عیسٰے علیہ السلام کے لئے کیونکر رسول ہو سکتے ہیں - دیکھو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۰۱ -

(۳۱) کنت اوّل الناس فی الخلق و اٰخرھم فی البعث - رواہ ابن سعد عن قتادۃ مرسلا - یعنے ابن سعد قتادہ سے مرسل طور سے روایت کرتے ہیں - کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پیدائش میں میں سب سے پہلے پیدا کیا گیا - اور بعث میں سب سے آخر مقرر کیا گیا - دیکھو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۰۲ -

اِس حدیث سے عیاں ہے کہ خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ میری بعث سب انبیاء کے پیچھے کی گئی ہے - اب اگر مسیح پھر مبعوث ہوں تو پھر یہ قول صحیح نہیں ٹھہر سکتا -

(۳۲) اعطیت خمسًا لم یعطھن احد من الانبیاءِ قبلی نصرت بالرعب مسیرۃ شھر و جعلت لی الارض مسجدا وطھورا فای رجل من اُمتی ادرکتہ الصلٰوۃ فیصل و احلت لی الغنائم

بیہقی اور نسائی جابر سے اور احمد بن حنبل اور طبرانی ابن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ پانچ ایسی باتیں مجھے عطا کی گئی ہیں کہ مجھے پہلے انبیاء میں سے کسی کو نصیب نہیں ہوئین

ولم تحل لاحد قبلی واعطیت الشفاعة وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یبعث الی قومہ خاصۃ وبعثت الی الناس عامۃ - رواہ البیہقی والنسائی - عن جابر واحمد بن حنبل والطبرانی عن ابن مسعود -

ایک تو یہ کہ مجھے ایسا رعب دیا گیا ہے کہ لوگ ایک مہینے بھر کی مسافت سے کانپتے ہیں - دوسری یہ بات کہ میرے لئے زمین سجدہ گاہ اور پاک بنائی گئی ہے - میری اُمت کا ہر شخص جب اوس کو نماز کا وقت آجائے جہاں چاہے ادا کر سکتا ہے اور تیسری یہ بات کہ میرے لئے غنیمتیں حلال کردی گئیں - اور مجھ سے پہلے کسی کو حلال نہیں ہوئی تھیں - اور چوتھی یہ بات کہ مجھے شفاعت کا مرتبہ عطا کیا گیا - اور پانچویں یہ بات کہ جو نبی مبعوث ہوتا تھا وہ خاص اپنی قوم کے لئے مبعوث ہوتا تھا - اور میں کافۃ الناس کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں - دیکھو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۰۳ -

اِس حدیث سے واضح ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فخر کیا ہے کہ پانچ لیسے امور مجھے عطا کئے گئے ہیں جن کو اور کوئی نبی نہیں حاصل کر سکا - جب یہ فضیلت خاص رسول اللہ کے لئے ہے تو اسمیں حضرت مسیح کیونکر شامل ہو سکتے ہیں - اگر اُن کا آنا ضروری ہے پھر رسول اللہ کے لئے یہ فخر خالص نہیں رہ سکتا - کیونکہ جب مسیح بھی ان امور میں شامل ہو گیا تو پھر کیسا فخر -

(۳۳) انا اکثر الانبیاء تبعا یوم القیامۃ وانا اوّل من یقرع باب الجنۃ - رواہ مسلم عن انس - یعنے مسلم انس سے روایت کرتے ہیں کہ میرے تابعدار دوسرے انبیاء کے تابعداروں سے قیامت کے روز زیادہ ہونگے - اور میں سب سے پہلے باب الجنت کو کھٹکھٹاؤنگا - کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۰۱ -

اس حدیث سے واضح ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فخر ظاہر فرمایا ہے - کہ قیامت کے روز میری امت دوسرے انبیاء کی اُمتوں سے بہت ہی بڑھ کر ہوگی - لیکن اگر مسیح زندہ ہیں اور وہی واپس آئینگے - اور کل روئے زمین کے اہل کتاب کفار اون پر ایمان لائینگے تو پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا فخر کہ میری امت سب امتوں سے زیادہ ہوگی کیونکر قایم رہ سکتا ہے - کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کی مدت اوس حد تک محدود ہو گئی جب کہ مسیح نازل ہو گئے - اور مسیح کو مبعوث ہوئے ابتک ۱۹۰۰ - برس گذر چکے ہیں - تو

اوّل بعثت کے ایمان لانے والے اور بعد نزول کے ایمان لانے والوں کی کوئی حد شمار نہیں رہے گی۔ کیونکہ جب حال میں دیکھا جاتا ہے تو مسیح کی امت کے لوگوں کی تعداد بمقابلہ امت محمدی تھوڑی ثابت ہوتی ہے۔ جیسے کہ دنیا کی مردم شماری سے واضح ہے۔ اور پھر اگر نزول مسیح کے بعد کے زمانہ کو قیامت تک حساب میں لایا جائے تو پھر کس قدر تعداد میں زیادتی ہوتی ہے۔ بنابرایں کیونکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایسے فخر کے مستحق ہو سکتے ہیں لہذا یا تو حدیث کو غلط قرار دینا پڑے گا۔ یا مسیح ناصری کی دوبارہ تشریف لانے کو غلط متصور کرنا پڑے گا۔ ہمارے خیال میں حدیث صحیح ہے۔ اور ضرور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کثرت امت کا فخر حاصل ہے۔ اور بالضرور مسیح فوت ہو چکے ہیں۔ وہ کسی صورت سے اس فخر میں شریک نہیں ہو سکتے۔

(۳۴) ما بعث اللہ نبیًا الا شابا۔ رواہ ابن مردویہ والضیاء عن ابن عباس ابن مردویہ اور ضیاء نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کبھی اللہ تعالے نے کسی کو مبعوث کیا تو جوان ہی مبعوث کیا۔ دیکھو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۱۹۔

اس حدیث سے واضح ہے کہ مسیح فوت ہو چکا ہے۔ اگر بقول علماء وہ زندہ ہے۔ اور اوس کی عمر اب ۱۹۰۰ برس سے زائد ہو چکی ہے تو بلاشک وہ پیر فرتوت ہو چکے ہیں۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جو اصدق الصّادقین ہیں فرماتے ہیں۔ تمام انبیاء جوان بھیجے گئے۔ اور تواریخ بھی یہی گواہی دیتی ہے کہ رسول ہمیشہ جوان آتے رہے ہیں۔ تو پھر برخلاف شہادت افضل الرسل و مورخین کیونکر تسلیم کر لیا جائے۔ کہ حضرت عیسےٰ نہیں مرے بلکہ اتنی بڑی عمر پا کر امت محمدیہ کی اصلاح کے لئے آسمان سے آئینگے۔

(۳۵) مَا بعث اللہ تعالی نبیًا قط فی قوم ثم یقبض الاجل بعدہ فترة وملاء من تلك الفترة جھنم۔ رواہ الطبرانی عن ابن عباس۔ یعنے طبرانی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جب کبھی اللہ تعالے نے کسی نبی کو کسی قوم میں مبعوث کیا۔ اور پھر اوس کو وفات دی تو اوس کے بعد ایک ایسا زمانہ ہوتا ہے جو عدم موجودگی نبی فترة کہلاتا ہے۔ جس فترة کی وجہ سے جہنم بھرا جاتا ہے۔ دیکھو کنز العمال جلد ۶

صفحہ ۱۲۰۔

اس حدیث سے واضح ہے کہ جس نبی کو دنیا میں مامور کرکے کسی قوم پر بھیجا گیا تو اسکی روح کو قبض بھی کیا گیا اور پھر اوس کے مرنے کے بعد ایک فترۃ کا زمانہ قائم ہوتا رہا جس زمانہ میں لوگ سُست اور شریعت سے رفتہ رفتہ دست بردار ہو کر وارث جہنم ہو جاتے رہے اب دیکھنا ہے کہ مابین زمانہ حضرت عیسےٰ وحضرت ختم المرسلین فترۃ کا زمانہ تھا کہ نہیں اور نصاریٰ گمراہ ہو چکے تھے کہ نہیں۔ اور وہ مستحق جہنم ہو گئے تھے کہ نہیں۔ ضرور وہ گمراہ ہو گئے تھے جس کی خبر قرآن شریف بڑے زور سے دیتا ہے۔ اور تاریخ دُنیا کامل طور سے تصدیق کرتی ہے۔ پس واقعات بالا سے مسیح کا وفات پانا ہی ثابت ہوتا ہے۔

(۳۶) مامن نفس منفوسۃ الیوم یاتی علیہا مائۃ سنۃ وھی یومئذ حیۃ رواہ احمد ومسلم والترمذی عن جابر۔ یعنے احمد بن حنبل۔ اور مسلم اور ترمذی نے حضرت جابر سے روائت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج کے دن سے کوئی آدمی بھی سو سال گذرنے پر زندہ نہ رہے گا۔ دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۷۰۔

اس حدیث میں زمین کی تخصیص نہیں۔ اگر تسلیم بھی کر لیا جاوے کہ مسیح اسوقت تک زندہ تھا۔ تو حضرت کے ایک سو سال بعد بموجب ارشاد نبوی مر چکے۔ ورنہ کلام خداوندی اور حدیث نبوی کا بطلان لازم آتا ہے۔

(۳۷) ان لکل امۃ اجلا وان لامتی مائۃ سنۃ فاذا مرت علی امتی مائۃ سنۃ اتاھا ما وعدھا اللہ۔ رواہ الطبرانی عن المستورد بن شداد یعنے طبرانی نے مستورد بن شداد سے روایت کی ہے کہ ہر امت کے لیے ایک وقت مقرر ہے۔ اور میری امت کے لوگوں کی عمر سو برس ہے جب اون پر سو برس گذریگا تو اللہ تعالےٰ کا وعدہ جو اس امت کے لوگوں سے کیا ہے پورا ہوگا۔ دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۷۰۔

اس حدیث سے واضح ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ دیا ہے۔ کہ میری امت کے بعض لوگوں کی عمر سو برس کی ہوا کرے گی۔ اب اگر حضرت عیسےٰ اس امت

میں داخل ہیں تو اون پر بھی یہی قاعدہ الٰہی جاری ہے - پس اس صورت میں بھی وہ زندہ نہیں -

(۳۸) ان ربک تعالیٰ یجایبعثھا علیٰ رأس مائۃ سنۃ تقبض روح کل مؤمن - رواہ ابو یعلےٰ والرویانی وابن قانع والحاکم والضیاء عن بریدۃ

ابو یعلےٰ - اور رویانی - اور ابن قانع اور حاکم - اور حافظ ضیاء الدین نے بریدہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے ہاں ایک ہوا ہے جس کو صدی کے سر پر بھیجتا ہے جس سے ہر مومن کی روح قبض کی جاتی ہے -

اس حدیث سے بھی واضح ہے کہ اگر مسیح علیہ السلام جماعت مومنین میں داخل ہیں - تو بموجب حدیث نبوی مدت سے مر چکے ہیں - دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۷۰ -

ان تمام احادیث سے صاف عیاں ہے کہ خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرما گئے ہیں کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں - اور یہاں تک بتا گئے کہ انکی عمر ۱۲۰ برس تھی - اسواسطے ہماری عمر اب قریب ۶۰ سال کے ہوگی - اور پہلے تمام انبیاء کی نسبت عام قاعدہ مقرر فرمادیا تو اب جو لوگ قائل ہیں کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام اب تک زندہ ہیں - اور اب اُن کی عمر ۱۹۰۰ برس سے زائد ہو چکی ہے - تو اس حساب سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی نہیں مرے - کیونکہ بعد مرنے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے ہمارے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی فوت ہونگے - مگر یہ قاعدہ بھی درست نہیں رہ سکتا - کیونکہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو پیدا ہوئے ۱۳۲۷ برس ہوئے اگر آج بھی حضرت عیسےٰ فوت ہو جائیں تو بھی رسول اللہ علیہ وسلم کی نصف عمر نہیں قائم ہو سکتی - جب یہ صورت بھی نہ ہوئی تو معاذ اللہ ماننا پڑے گا کہ ابھی تک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہی نہیں ہوئے - اور یہ بالبداہت غلط ہے - اس لئے ضرور ماننا پڑتا ہے کہ حضرت عیسےٰ بموجب قول اصدق الصادقین وافضل المرسلین اس دنیا ناپائیدار میں ۱۲۰ برس عمر مستعار بسر کر کے دار فانی کو سدھار گئے - انا للہ وانا الیہ راجعون -

چوتھی فصل

اس باب میں کہ قرآن کریم کی کن کن آیات سے وفاتِ مسیح علیہ السلام ثابت ہوتی ہے

اب ہم اس فصل میں قرآن مجید و فرقان حمید کی اُن آیات کو لکھتے ہیں جن سے تمام بنی آدم کی موت عموماً اور حضرت عیسےٰ کی خصوصاً ثابت ہوتی ہے ۔

(۱) لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰہِ یعنے اللہ تعالےٰ کی پیدائش میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ۔ یعنے اصل مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے جو قانون اس دُنیا میں بنایا ہے وہ غیر متبدل ہے ۔ لہذا اون کو کوئی توڑ نہیں سکتا ۔ پس زمانہ کا اثر ہر ایک شخص پر ہوگا ۔ یہ نہیں کہ بعض پر ہو ۔ اور بعض پر نہ ہو ۔ اس لئے حضرت عیسےٰ علیہ السلام بھی اس قاعدہ سے باہر نہیں ہو سکتے ۔ دیکھو پارہ ۲۱ ۔ سورۃ الروم ۔ رکوع ۴ ۔

(۲) مَا الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ط قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ ۔ سورۃ المائدہ رکوع (۱۰) ۔ یعنے مریم کا بیٹا مسیح ایک رسول ہے ۔ اور تم جانتے ہو کہ تمام رسول اوس سے پہلے ہو چکے ۔ اس آئت کا نزول شان یہ ہے کہ عیسائی لوگ زمانہ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام میں دعوےٰ سے کہتے تھے کہ حضرت مسیح علیہ السلام خدا تھے تو اس پر اللہ تعالےٰ نے یہ آئت نازل فرمائی کہ وہ خدا کیونکر ہو سکتا ہے ۔ اے عیسائیو تم اگر اُس کو خدا مانتے ہو تو ثبوت دو ۔ ہم تو اپنی دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ وہ ایک رسول تھا ۔ اور رسولوں سے بڑھکر کوئی بات اُس میں زاید نہیں تھی ۔ اور جس قدر اس سے پہلے رسول ہوئے وہ اپنا کام تبلیغ سرانجام دیکر مر گئے ۔ مسیح علیہ السلام بھی ایک عورت کے پیٹ سے یعنے مریم جیسی ضعیفہ عورت کی پیشاب گاہ سے پیدا ہوا ۔ جیسے اور رسول پیدا ہوئے ۔ اور جو کام تمام گذشتہ رسول کرتے تھے وہ یہ بھی کرتا تھا ۔ اب بتاؤ تو سہی وہ کون سی وجہ تمہارے پاس ہے کہ

جس سے تم اس کو خدا قرار دیتے ہو۔ اس آئت سے صاف ظاہر ہے کہ پہلے رسولون سے بڑھ کر اس میں کوئی بات نہیں تھی تو کیونکر برخلاف قول خداوندی یہ تسلیم کیا جاوے کہ حضرت عیسے ابتک زندہ ہیں۔ جبکہ کل رسول اُن سے پہلے وفات پا چکے ہیں۔ لہذا وہ اس قاعدہ سے جو رسولوں کے متعلق ہے باہر نہیں رہ سکتے۔

(۳) وَ اُمُّہٗ صِدِّیْقَۃٌ ط (سورہ مائدہ۔ رکوع ۱۰) اوس کی ماں نورِ استباز تھی۔ اِس سے مراد یہ ہے کہ جو ماں کے پیٹ میں ۹ ماہ تک خون حیض پیکر پرورش پاتا رہا۔ اور پھر وہ دردزہ کے وقت ماں کی شرمگاہ سے ایک عاجز ناتوان کی طرح روتا اور چلاتا ہوا نکلا اور اس دنیا کی ہوا کھاتا رہا۔ وہ خدا کیونکر۔ اور خدائی کی صفات کیونکر اپنے اندر رکھ سکتا ہے۔ کوئی ایسی مثال پہلے بھی ہو چکی ہے کہ جو عورت کے پیٹ سے پیدا ہوا اور وہ زمانہ کے اثر سے خدا کی طرح محفوظ رہا ہو۔ اس کی کوئی نظیر نہیں۔ لہذا زمانہ کا اثر اون پر ہوا۔ اور وہ طبعی موت کے ہاتھ سے جانبر نہیں ہو سکا۔

(۴) کَانَا یَاْکُلٰنِ الطَّعَامَ ط (سورہ مائدہ۔ رکوع ۱۰) وہ تو کھانا کھایا کرتے تھے۔ اس میں عجیب اشارہ یہ ہے کہ جو کھانے کا محتاج ہو وہ ہر ایک چیز کا محتاج ہے۔ یعنے وہ ہگنے موتنے۔ سونے اُٹھنے کا بھی محتاج ہے۔ جب وہ سب انسانون کی ضروریات کا محتاج ہے تو پھر وہ خدائی کی صفات کیونکر رکھ سکتا ہے۔ اور زمانہ کے اثر سے کیونکر محفوظ رہ سکتا ہے۔ اور دوسری بات اس امر کی شہادت ہے کہ یہاں ماں اور بیٹے کو ایک ہی حالت میں بیان کیا گیا یعنے جو حال اُسکا تھا وہی اوس کی ماں کا تھا۔ جیسا اُس کی ماں محتاج تھی ویسا ہی حضرت عیسٰے علیہ السّلام محتاج تھے۔ اور جیسے اُسکی ماں پر زمانہ کا اثر ہوا۔ اور اس دار فانی کو الوداع کر گئیں۔ ایسا ہی مسیح علیہ السّلام پر اثر ہوا۔ اور اپنی ماں کی طرح دار فانی سے الوداع کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(۵) یٰعِیْسٰۤی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَ رَافِعُکَ اِلَیَّ۔ (سورہ۔ آل عمران۔ رکوع ۶) اس کا ذکر پہلے گذر چکا۔

(۶) وَ کُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ (سورہ مائدہ۔ رکوع ۱۶) اسکا ذکر بھی مفصل اوپر گذر چکا۔

(۷) وَاَوْصَانِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَا دُمْتُ حَیًّا وَّبَرًّا بِوَالِدَتِیْ (سورہ مریم۔ رکوع ۲۔) یعنے حضرت عیسےٰ علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے حکم دیا کہ جب تک زندہ رہوں نماز۔ اور زکوٰۃ ادا کرتا رہوں اور ماں کے ساتھ نیکی بجالاتا رہوں۔ یہ آیت اس امر کی صریح دلیل ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ کیونکہ انکو بموجب شہادت قرآن شریف انجیلی نماز اور زکوٰۃ کے ادا کرنے کا حکم ہوا تھا۔ کہ جب تک زندہ رہو اس حکم کی تعمیل کرتے رہو۔ اب اگر وہ زندہ مان لئے جاویں تو وہ زکوٰۃ کہاں اور کس کو دیتے ہوں گے۔ اور نماز کہاں ادا کرتے ہوں گے۔ اور نیز اگر وہ انہی ایام میں آسمان پر چلے گئے تھے تو ماں کو جدائی کا عذاب دیگئے۔ کہاں خدا کے حکم کی تعمیل کی۔ اور بالفرض اگر مان لیں کہ وہ زندہ ہیں اور وہی آجائیں گے تو وہ اوسی حکم کے بموجب جو خدا تعالےٰ سے اُن کو صادر ہو چکا ہے انجیلی نماز پڑھا کرینگے۔ کیونکہ تاحیات اُسی نماز کا حکم ہوا ہے اور قرآن شریف سے خدا تعالےٰ کے اس حکم کی تنسیخ یا ترمیم ثابت نہیں ہوتی۔ تو اب وہ اس شریعت میں کیونکر آسکتے ہیں۔ یا یہاں بھی وہ نماز اسلام سے مستثنےٰ رکھے گئے ہیں غور کرو۔ فکر کرو۔ لہذا ہماری رائے میں حضرت مسیح فوت ہو چکے ہیں۔ اور جو جو حکم اُن کو ہوئے تھے وہ سب ادا کر گئے۔

(۸) اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ط (سورہ آل عمران۔ رکوع ۱) یعنے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور وہی زندہ اور قائم ہے۔ تفسیر در المنثور میں اس کا نزول شان یہ لکھا ہے کہ نجران کا ایک وفد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اور کہا کہ حضرت عیسےٰ نے مردوں کو زندہ کیا۔ بیماروں کو اچھا کیا۔ اور آسمان پر زندہ موجود ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی الٓمّٓ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ط۔ ای لیس معہ غیرہ شریک فی امرہ والحی الذی لا یموت وقد مات عیسےٰ فی زعمھم۔ القیوم ای قائم علی سلطانہ لایزال وقد زال عیسےٰ یعنے اللہ وہ ذات ہے جس کا کوئی شریک نہیں وہ زندہ ہے جس کو موت نہیں۔ اور عیسےٰ تو بقول اُن کے مر چکا۔ اور اللہ اپنے غلبہ کے ساتھ قائم ہے اوس کو کبھی بھی زوال نہیں۔ اور عیسےٰ تو زائل ہو چکا۔ اور اوس کا جسم بوسیدہ ہو گیا۔ خدا کے سوا کون زندہ رہ سکتا ہے۔ اگر مسیح زندہ ہوتا تو خدا تعالےٰ کا استدلال ہیچ ہونا۔ اور

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا بھی اس آیت کو پیش کرنا غلط ہوتا ہے۔

(۹) اِنْ اَرَادَ اَنْ یُّھْلِکَ الْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ وَاُمَّہٗ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا (پارہ ۶ رکوع ۷۔) یعنے اللہ نے چاہا کہ مسیح اور اوس کی والدہ۔ اور جو اوس ملک میں رہتے ہیں ہلاک کردے اب دیکھنا چاہیئے کہ اگر مسیح نہیں مرا تو اُس کی ماں اور اوس مُلک کے رہنے والے بھی اب تک زندہ ہیں۔ یہاں اِنْ ظرفیہ ہے۔ جیسے یاایھا الذین اٰمنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم ان کنتم تؤمنون باللہ میں اِنْ ظرفیہ ہے۔ دیکھو تاج العروس جلد ۹ صفحہ ۱۲۹۔

(۱۰) اِنْ ھُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَیْہِ۔ دیکھو پارہ ۲۵۔ رکوع ۱۲۔ وہ ایک میرا بندہ تھا جس پر ہم نے انعام کیا تھا۔

یعنے بشریت کے تمام لوازم اُس میں تھے۔ صرف خلعت نبوت ایک امر زائد ہے۔

(۱۱) لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ دیکھو قرآن شریف پارہ اول رکوع ۱۶۔ یعنے ہم کسی نبی میں کسی قسم کا فرق نہیں کرتے۔

یعنے کوئی نبی بھی قانون قدرت سے باہر نہیں۔ اور کسی میں بھی سنۃ اللہ کے خلاف کوئی امر پایا نہیں جاتا۔ اور یہ ممکن نہیں کہ بعض میں تو سنت اللہ کے موافق کوئی بات پائی جائے اور بعض میں نہ پائی جائے۔ اور یاد رہے کہ اِس آیت کے معنے تفرقہ فی الدرجات ہرگز نہیں۔ کیونکہ آیت فضّلنا بعضھم علی بعض اس کی مصدق ہے۔

(۱۲) وَمَا قَتَلُوْہُ یَقِیْنًا بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ۔ سورہ نساء۔ رکوع۔ ۲۲۔ یعنے یہود نے مسیح کو قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ تعالے نے طبعی موت سے مار کر اپنے قرب کے مقام پر پہونچا دیا۔

یہاں رفعہ اللہ ایفائے وعدہ ہے۔ اللہ تعالے نے پیشتر ازیں حضرت علیسے سے آیت یٰعیسٰی انی متوفیک و رافعک الیّ میں طبعی موت سے مارنے۔ اور ذلت اور بے عزتی کی موت سے بچا کر اوٹھا لیجانے کا وعدہ کیا تھا۔ اس آیت میں اسی وعدہ کو پورا کیا۔ ہم اس رفع کی نسبت الگ فصل میں مفصل ذکر کرینگے۔

(۱۳) وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ۔ سورہ نساء رکوع ۶

یعنے کوئی بھی اہل کتاب ایسا نہیں ہوگا جو اپنی موت سے پہلے مسیح کے قتل پر ایمان نہ رکھے گا
اس آیت پر اکثر لوگوں نے غلطی کھائی ہے۔ اور اس کے معنے یہ قرار دیئے ہیں کہ ہر اہل کتاب
مسیح پر مسیح کی موت سے پہلے یا اپنی موت سے پہلے ایمان لائے گا۔ یا یہ کہ مسیح کے نزول کے
بعد جس قدر کفار ہوں گے وہ سب کے سب مسیح کے مرنے سے پہلے پہلے ایمان لائیں گے۔ اور
کوئی کافر نہیں رہے گا۔ مگر سب یہ باتیں فضول ہیں۔ ان میں سے اول دو باتوں کا کوئی
بھی ظہور نہیں ہوا۔ باقی رہی تیسری بات سو اگر مان لیں تو قرآن شریف میں مداخلت بے جا
ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ الفاظ قرآن شریف سے ایسا ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ آیات وَجَاعِلُ
الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ۔ وَاَغْرَیْنَا بَیْنَهُمُ
الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ کے خلاف ہے۔ اس کا مفصل ذکر دوسرے
مقام پر ہوگا۔

(۱۴) وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا وَّجَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ سورہ مریم۔ رکوع ۲۔ یعنے
مجھ کو اللہ تعالے نے نبی بنایا۔ اور ساتھ ہی قرار دیا کہ جہاں کہیں میں ہونگا میں برکت کا
باعث ہونگا۔

اس آیت سے بھی ایسا نکلتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب کی موت سے نہیں
مرینگے۔ بلکہ اوس کی وجہ سے اُن کو ہجرت کرنی پڑے گی۔ جیسے دیگر اولوالعزم انبیاء کو
کرنی پڑی۔ اور نبوت اور برکت کو لازم ملزوم ٹھرایا۔ یعنے جہاں ہوں گے نبی ہو کر رہینگے
کبھی بھی نبوت سے خالی نہیں رہیں گے۔ اور زمانہ نبوت پورا کرکے اس جہان کو ترک
کریں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور تمام تفاسیر ہیں خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے
مُبارکاً کے معنے نفّاعاً للخیر یعنے بھلائی میں بہت ہی نفع پہنچانے والا لکھا ہے۔ اگر آسمان
پر زندہ مان لیں تو اسپر نفّاعاً للخیر کہاں ثابت ہوتے ہیں۔

(۱۵) وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا۔ سورہ
مریم۔ رکوع ۲۔ یعنے میرے پیدا ہونے اور میرے فوت ہونے اور میرے قیامت
کے روز جی اُٹھنے کے دنوں پر سلامتی ہے۔

یہاں تین واقعہ بیان کئے جو سب مخلوقات کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ اس سے زیادہ

حضرت مسیح علیہ السلام نے بیان نہیں کیا۔ ورنہ صعود و نزول کے واقعہ کا اگر کوئی وجود ہوتا تو ضرور ذکر ہوتا۔ اور ان پر بھی سلامتی کی دعا ہوتی۔ اور اوس حالت میں یہ آیت یوں ہوتی وسلام علی یوم ولدت و یوم اصعد الی السماء و یوم انزل او ارجع الی الارض و یوم اموت و یوم ابعث حیا۔ مگر خدا تعالے نے ایسا بیان نہیں کیا۔ اس لئے صاف ظاہر ہے کہ لوگوں کے اس باب میں اپنے من گھڑت خیالات ہیں جو انہوں نے بنا لئے ہیں۔

(۱۶) اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡھِمۡ سورہ فاتحہ۔ یعنے ہم کو وہ راہ دکھلا جس کو صراط مستقیم کہتے ہیں۔ یعنے وہ راہ جس پر چل کر انبیاء مورد انعامات ہوئے ہیں۔

یہ دعا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ۲۳ برس تک سات وقت کی نماز میں برابر مانگتے رہے۔ اگر صدیوں تک آسمان پر رکھنا کسی انعام میں داخل تھا تو کم از کم چند روز تک تو افضل الرسل و خاتم النبیین کو آسمان پر اللہ تعالے رکھتا۔ کیونکہ نبی کی دعا تو کسی طرح رد نہیں ہو سکتی تھی۔ جب یہ نہیں ہوا تو پھر حضرت عیسٰے کا بھی آسمان پر جانا معلوم۔

(۱۷) کُنۡتُمۡ خَیۡرَ اُمَّۃٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ۔ سورہ آل عمران رکوع ۱۲۔ اس آیت میں ناس سے مراد دجال ہے جیسے آیت لخلق السمٰوات والارض اکبر من خلق الناس میں ہے۔ اس آیت سے بھی بطور اشارۃ النص ثابت ہوتا ہے کہ مسیح ناصری فوت ہو چکا ہے۔ اور اس امت کے مسیح کے آنے کا ایما پایا جاتا ہے جو دجال کا مقابلہ کرے گا۔ کیونکہ اس امت کو خیر امت کہا ہے۔

(۱۸) واللہ خلقکم ثم یتوفٰکم و منکم من یرد الی ارذل العمر لکی لا یعلم بعد علم شیئا۔ سورۃ النحل۔ رکوع ۹۔ یعنے اللہ وہ ذات پاک ہے جس نے تم کو پیدا کیا۔ پھر تمہیں مارتا ہے۔ اور بعض ایسے ہیں کہ بدترین حصہ زندگی کو پہونچتے ہیں تاکہ عالم ہونے کے بعد مجہول ہو جائیں۔ یہ آیت اللہ تعالے کا اس دنیا میں بنی نوع انسان کے لئے ایک محکم اور قوی قانون ظاہر کرتی ہے کہ جو پیدا ہوتا ہے وہ مرتا بھی ہے۔ اور بعض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ بچپن میں۔ اور بعض جوانی میں۔ بعض ادھیڑ عمر میں

اور بعض بڑہاپے میں مرجاتے ہیں - لیکن بعض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اتنی دراز عمر کو پہونچکر پہ نفس چھوٹے چھوٹے نادان اور کم شعور بچوں کی طرح ہو جاتے ہیں - اس سے صاف ظاہر ہے کہ جب اس قانون کے نیچے تمام بنی آدم ہیں - تو مسیح علیہ السلام اس قانون سے کیونکر باہر ہو سکتے ہیں - یا تو وہ مرچکے - اور اگر زندہ ہیں تو زمانہ کے اثر کے نیچے رہ کر وہ ایسے پیر فرتوت ہوگئے ہونگے کہ اب اُن کو اپنی جان دو بہر ہوگئی ہوگی -

(۱۹) وَمِنكُم مَّن يُتَوَفَّىٰ وَمِنكُم مَّن يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِن بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا - پارہ ۱۷ - سورۃ الحج - رکوع ۱ - اس آیت کا مضمون بالکل آیت ماسبق کے موافق ہے -

(۲۰) وَمَن نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ - سورہ یٰسین - رکوع ۵ - یعنے جس کو ہم عمر دیتے ہیں تو اوس کی پیدائش کو گھٹا بھی دیتے ہیں - یعنے انسان ابتدا کے بعد ایک حد تک جا کر ترقی سے بند ہو جاتا ہے - اور پھر اوس کے قوائے میں فتور آنا شروع ہوتا ہے - اور آخر کو ایک بے برگ درخت کی طرح سوکھ کر اور کھجور کی شاخ کی طرح ٹھہرا ہو کر رہ جاتا ہے جسمانی قوائے میں - بصارت میں - سماعت میں - غرض ہر قسم کے قوائے میں سخت خلل واقع ہوتا ہے - اور آخر یہانتک نوبت پہونچتی ہے کہ اوس کو بقیہ ایام زندگی دو بہر معلوم ہوتے ہیں - اب اگر مسیح علیہ السلام کو اِس جسم خاکی کے ساتھ زندہ مانا جائے تو ساتھ ہی ماننا پڑیگا کہ اوس کے تمام قوائے ظاہری و باطنی میں ضرور فرق آگیا ہوگا - لیکن خدا تعالےٰ کسی نبی کو ایسا کیوں ذلیل کرنے لگا - لہذا یقینی بات ہے کہ وہ مرچکے -

(۲۱) اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِن بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِن بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَشَيْبَةً - سورۃ الروم - رکوع ۶ - یعنے اللہ وہ ذات جامع کمالات ہے - جس نے تم کو ضعف سے پیدا کیا - پھر اوس کے بعد قوۃ بخشی - پھر قوت کے بعد کمزوری - اور پیرانہ سالی کا محکوم بنا دیا -

یہ آیت بھی اللہ تعالےٰ کا اٹل قانون قدرت ظاہر کرتی ہے - اور بتاتی ہے کہ تمام نوع انسان پر یکساں اسکا اثر ہے - کوئی بھی اِس قانون کے اثر سے باہر نہیں - پس مسیح علیہ السلام کیونکر باہر رہ سکتے ہیں -

(۲۲) ولکم فی الارض مستقر و متاع الی حین - سورۃ البقرۃ رکوع ۴ -
تمہارے لئے زمین میں ٹھرنا اور ایک میعاد تک اوس سے فائدہ اوٹھانا ہو گا -
یہ آیت کل بنی آدم کے لئے ایک اٹل اور ناخطا کرنے والا قانون ظاہر کرتی ہے جس سے کسی کو بھی مستثنے نہیں رکھا گیا - پھر ایسی حالت میں حضرت مسیح کیونکر زمین سے باہر رہ سکتے ہیں -

(۲۳) ولکم فی الارض مستقر و متاع الی حین - سورۃ الاعراف - رکوع ۲
یہ آیت آیت سبق کے عین مطابق ہے - اس لئے اس کی تفصیل کی الگ ضرورت نہیں -

(۲۴) قال فیھا تحیون و فیھا تموتون و منھا تخرجون - سورۃ الاعراف رکوع ۲ - یعنے اللہ تعالے فرماتا ہے کہ اے آدم اور اوس کی ذریت تمہارے لئے یہ قانون ناگزیر اور غیر متبدل قرار دیا گیا ہے - کہ اسی زمین میں تمہاری زندگی ہوگی - اور اسی میں تم مروگے - اور اسی سے قیامت کے روز نکالے جاؤگے -
یہ کیسی صریح آیت ہے کہ کوئی بنی نوع انسان زمین کے بغیر زندگی بسر نہیں کر سکتا - تو کیونکر مسیح علیہ السلام کسی اور جگہ زندہ رہ سکتے ہیں -

(۲۵) وَمَا جَعَلْنٰھُمْ جَسَدًا لَّا یَاْکُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا کَانُوْا خٰلِدِیْنَ سورۃ الانبیاء - رکوع ۱ - یعنے ہم نے کسی کا ایسا جسم نہیں بنایا کہ بغیر کھانے کے زندہ رہ سکے -
یہ آیت صریح اس بات کی دلیل ہے کہ کوئی جسم خاکی بغیر کھانا کھانے کے ہرگز زندہ نہیں رہ سکتا - پھر مسیح علیہ السلام کیونکر اب تک بغیر کھانا کھانے کے زندہ ہیں -

(۲۶) وما ارسلنا قبلک من المرسلین الا انھم لیاکلون الطعام و یمشون فی الاسواق - سورۃ الفرقان - رکوع ۲ - یعنے تجھ سے پہلے جس قدر رسول ہم نے بھیجے وہ سب کے سب کھانا بھی کھایا کرتے تھے اور بازاروں میں بھی چلا کرتے تھے -
اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالے تمام سابقہ رسولوں کو جو حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہوئے ہیں کھانے پینے - اور سودا سلف خریدنے کا محتاج قرار دیتا ہے - پس جب مسیح بھی من قبلہ الرسل میں داخل ہے تو وہ کیونکر کہیں رہ کر بلا کھانا کھانے کے زندہ موجود ہو سکتا ہے -

(۲۷) الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً سورہ مائدہ رکوع ۴۔

اس آیت سے بھی وفات مسیح ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ جب اکمال دین ہوگیا تو کسی نبی کے آنے کی ضرورت نہ رہی۔ دوسرا یہ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالےٰ اپنی نعمت پوری کرچکا تو اگر مسیح واقعی آسمان پر زندہ نعمتہاے ربانی سے مستفیض ہورہا تھا۔ تو پھر حضرت محمدؐ رسول اللہ سے یہ کہنا کہ نعمت تم پر پوری کردی گئی خلاف واقعہ ثابت ہوتا ہے۔ معاذ اللہ منہ پس بلاشک مسیح مرچکا۔ ورنہ ہمارے نبی علیہ السلام اون سے بھی زیادہ عمر پانے کے حقدار تھے۔

(۲۸) ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔ پارہ (۲۲) سورۃ الفاطر رکوع ۵۔ یعنے اے رسول تمہیں معلوم رہے۔ سنت اللہ میں ہرگز تبدیلی نہیں ہوسکتی۔

پس جو قانون اللہ تعالےٰ نے دیگر بنی آدم کے لئے مقرر فرمایا ہے وہی مسیح کے لئے بھی ہے کوئی وجہ معلوم نہیں ہوسکتی کہ جو سنت دیگر انبیاء ورسل وعامۃ الناس کے لئے جاری وساری ہے اس سے مسیح علیہ السلام کیونکر مستثنےٰ ہوسکتے ہیں۔

(۲۹) وما جعلنا لبشر من قبلک الخلد افان مت فھم الخالدون۔ سورۃ الانبیاء۔ رکوع ۳۔ ہم نے تجھ سے پہلے کسی بشر کو زندہ نہیں رکھا۔ اگر اے نبی تو مرجاوے تو کیا یہ لوگ جو تیری موت چاہتے ہیں زندہ رہ جائیں گے۔

اس آیت کا نزول شان یہ ہے کہ کفار مکہ چاہتے تھے کہ کسی طرح یہ رسول فوت ہوجائے تو ساتھ ہی انکا کل کارخانہ تتر بتر ہوجائے گا۔ اس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بتقاضاء بشریت کسی قدر تردد دامنگیر ہوگیا تھا۔ اسپر اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اطمینان کے لئے یہ آیت نازل فرمائی کہ اے رسول تو دیکھ میرا قانون قدرت تو یہ ہے کہ نہ ہم نے اگلوں کو جو تجھ سے قبل ہوچکے ہیں چھوڑا ہے۔ اور نہ تو رہے گا۔ اور نہ یہ لوگ رہیں گے۔ غرضیکہ تینوں زمانوں کا حال بتادیا۔ کہ گذشتہ کا تو مشاہدہ کرچکا کہ اس قدر مخلوقات جو تجھ سے پہلے تھی وہ کہاں ہے۔ اور حال میں اگر تو فوت ہوجائے تو تیرے دشمنوں کا مدعا بھی پورا نہیں ہوسکتا ہے۔ اُن کو کب چھوڑنے والے ہیں۔ جب اس آیت سے صریح معلوم ہوگیا کہ موت کی فکر

رسول اللہ متردد تھے۔ تو اس آیت سے اس طرح اطمینان دلایا گیا کہ سب تجھ سے پہلے مر گئے ہیں تو کیوں فکر کرتا ہے۔ تو کیا مسیح من قبلہ میں داخل نہیں ہیں؟ ضرور ہیں۔ اور وہ مر چکے ہیں ورنہ اللہ تعالےٰ کا استدلالی طور سے اس آیت کا نازل فرمانا بے سود اور بے معنے ہوتا ہے نعوذ باللہ من ذالک۔

(۳۰) تلک امۃ قد خلت لہا ما کسبت ولکم ما کسبتم ولا تسئلون عما کانوا یعملون۔ پارہ ۱۔ سورۃ البقرۃ رکوع ۱۷ یعنے تمام معلم الخیر لوگ یعنے انبیاء و رسل اس دنیا سے ہمیشہ کے لئے گذر گئے۔ یعنے مر گئے۔ اُن کے اعمال اُن کے ساتھ۔ اور تمہارے اعمال تمہارے ساتھ۔ اور اون کے اعمال سے تم نہیں پوچھے جاؤ گے۔

یہ آیت بھی مسیح کی موت پر دال ہے۔

(۳۱) تلک امۃ قد خلت لہا ما کسبت ولکم ما کسبتم ولا تسئلون عما کانوا یعملون۔ یہ آیت بھی اسی رکوع میں ہے جس میں ماسبق آیت ہے۔ اور مضمون دونوں کا ایک ہے۔

(۳۲) وکذلک جعلناکم امۃ وسطا لتکونوا شہداء علی الناس۔ سورۃ البقرۃ رکوع ۱۷۔ یعنے ہم نے تم کو عمدہ معلم الخیر بنایا تو کہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ معلم الخیر اب حضرت محمدؐ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی امت ہوگی۔ یہاں حضرت عیسےٰ کا کوئی ذکر نہیں۔ کیونکہ حضرت مسیح تو اس امت میں سے نہیں ہیں۔ اس سے بھی ظاہر ہوا کہ اُن کا انتقال ہو چکا ہے۔ یہ آیت اُن کے آنے کی تصدیق نہیں کرتی۔

(۳۳) وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم۔ سورہ آل عمران رکوع ۱۵۔ یعنے محمدؐ صلے اللہ علیہ وسلم ایک رسول ہیں۔ اور رسول سے بڑھ کر کوئی بات اُن میں نہیں ہے۔ اور یقیناً اون سے جس قدر پہلے رسول ہوئے ہیں وہ سب فوت ہو چکے ہیں۔ اب یہ نبی مر جائے یا قتل ہو جائے تو کیا تم مرتد ہو جاؤ گے۔

یہ آیت بھی حضرت مسیح علیہ السلام کی موت کی خوب ہی تشریح کرتی ہے - کیونکہ اس آیت کا نزول شان جنگ اُحد کے موقع پر ہے - اُس وقت عین اشتار جنگ میں کسی شیطان نے مشہور کر دیا تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں - یہ خبر سُنکر اکثر صحابہ متردد ہو گئے کہ اب کیا ہو گا - اس پر اللہ تعالےٰ نے استدلالاً یہ آیت نازل فرما کر بتا دیا کہ اگر یہ نبی مرجائے تو کیا حرج ہے - کیا تم نہیں دیکھتے کہ سابقہ رسولوں میں سے کون زندہ رہا ہے - یہ نبی بھی تو ایک رسول ہی ہے - اور رسولوں کے ساتھ بھی ہوتا رہا کہ یا تو وہ اپنی موت مرے یا لوگوں کے ہاتھوں سے قتل ہوئے - اب اگر یہ نبی بھی فوت ہو جائے یا قتل ہو جائے تو کیا ہوا دین جو تمہیں دیا گیا ہے - وہ تو تمہارے پاس موجود ہے - تم اوس پر قائم رہو - پس صاف ظاہر ہو گیا کہ اللہ تعالےٰ نے رسل سابقہ کی سنت بتا دی کہ یا تو وہ طبعی موت سے مرے - یا قتل ہوگئے اب مسیح کیونکر مستثنےٰ ہو سکتا ہے - اللہ تعالےٰ نے تو اُن کو مستثنےٰ نہیں فرمایا -

(۳۴) وَهُوَ الَّذِیٓ اَنْشَاَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّفْقَهُوْنَ - پارہ - ۷ - رکوع ۱۸ - یعنے خدا وہ ذات ہے جس نے تم کو ایک ہی نفس سے پیدا کیا - اور پھر تمہارے لئے ایک ہی مستقر اور ایک ہی مستودع بنایا تحقیق سمجھدار قوم کے لئے ہم نے آیات کھول کھول کر بیان کر دی ہیں -

اس سے صاف ظاہر ہے کہ زمین ہی سب کے لئے جائے قرار بنائی گئی - دیکھو تفسیر ابو سعود جلد ۴ صفحہ ۳۸۲ -

(۳۵) ثُمَّ اِنَّکُمْ بَعْدَ ذٰلِکَ لَمَیِّتُوْنَ - سورۃ المؤمنون - رکوع ۱ - یعنے پھر اسکے بعد مرجاؤ گے -

اس سے ماقبل آیات میں اللہ تعالےٰ نے اپنا قانون قدرت بتلایا ہے کہ کیونکر ہم انسان کی پیدائش کرتے - اور کیونکر اوس کی تکمیل کرتے ہیں - اور پھر آخر مار دیتے ہیں جب کل بنی نوع انسان کے لئے یکساں قانون ٹھہرا تو پھر مسیح علیہ السلام اس قانون کے اثر سے کیونکر باہر رہ سکتے ہیں -

(۳۶) اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ ثُمَّ رَزَقَکُمْ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ - سورۃ الروم - رکوع ۴ - یعنے اللہ وہ ذات پاک ہے جس نے تم کو پیدا کیا - پھر تمہیں رزق دیا

پھر تمہیں مارنا ہے۔ پھر تمہیں زندہ کریگا۔

اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے یہ قانون قدرت بتادیا کہ ہر انسان کے ساتھ چار حالتیں ہوتی ہیں۔ یعنے اول خلق پھر تربیت پھر موت پھر زندگی۔ جب مسیح بھی ایک انسان ہے تو وہ بھی انہی حالات کے تحت میں ہے۔ یہاں اُن کے لئے کوئی استثناء ثابت نہیں ہوتا۔ کہ صرف مسیح علیہ السلام اس قانون سے باہر ہیں۔

(۳۷) كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ط سورہ الرحمن۔ رکوع ۲۔ یعنے جو روئے زمین پر ہے وہ سب فانی ہے۔ اور خدائے ذوالجلال والاکرام کو بقا ہے۔

یہ آیت بھی ایک مستحکم قانون بتاتی ہے کہ سب کو ہر آن میں فنا طاری ہے۔ ہر چیز کا ذرہ جو روئے زمین پر ہے زوال پذیر ہے۔ خواہ وہ جاندار ہے یا غیر جاندار تو پھر کیونکر مسیح اس قانون سے باہر ہو سکتا ہے۔ اوس پر بھی اس قانون قدرت کا اثر ہونا چاہئے۔ اور ضرور اثر ہوا۔ کیونکہ فانی جسم رکھتا تھا۔ غرض کچھ شک نہیں کہ اس فانی جسم نے اِن کو زندہ نہیں رہنے دیا۔

(۳۸) اين ما تكونوا يدرككم الموت ولو كنتم فى بروج مشيدة ط پارہ ۵۔ سورۃ النساء۔ رکوع ۱۱۔ یعنے جہاں کہیں تم ہو موت تم کو پکڑے گی۔ خواہ تم کیسے ہی مضبوط قلعوں میں پناہ گزین ہو جاؤ۔

اِس آیت سے بھی یہی واضح ہے کہ موت کے لوازمات ہر جگہ اس جسم خاکی کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ خواہ انسان کہیں چلا جائے۔ اس سے بھی مسیح علیہ السلام مستثنےٰ نہیں ہیں۔

(۳۹) وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ۔ پارہ ۱۴۔ سورۃ النحل۔ رکوع ۲۔ یعنے جن لوگوں کی عبادت اللہ کے سوا کی جاتی ہے وہ تو کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے۔ اور خود مخلوق ہیں۔ مر چکے ہیں۔ زندہ بھی تو نہیں ہیں۔ اور یہ بھی نہیں جانتے کہ کب اُٹھائے جائیں گے۔ یہ آیت بھی حضرت مسیح کی موت پر دلالت صریحہ ہے۔ کیونکہ مسیح سی زیادہ آجکل کون ایسا ہے جس کی کل روئے زمین پر پرستش ہو رہی ہو۔

(۴۰) وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا
ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا مَكَانَكُمْ
أَنْتُمْ وَشُرَكَاؤُكُمْ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ
وَقَالَ شُرَكَاؤُهُمْ مَا كُنْتُمْ إِيَّانَا
تَعْبُدُونَ - فَكَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنَنَا
وَبَيْنَكُمْ إِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ
لَغَافِلِينَ - پاره - ۱۱ - سوره یونس -
رکوع ۳ -

یعنے ہم ان سب کو اوس دن اوٹھا کھڑا کرینگے
پھر ہم شرک کرنے والوں کو کہیں گے - کہ
تم اور تمہارے معبود اپنی اپنی جگہ پر کھڑے
ہو جائیں - اور پھر انکو الگ الگ کر دیا جاویگا
تو اوس وقت تمہارے معبود تمہاری
طرف منہ کر کے کہیں گے کہ تم تو ہماری
پرستش نہیں کرتے تھے - تمہارے اور
ہمارے درمیان اس امر کے لیئے خدا
تعالے ہی کافی گواہ ہے - کہ ہم تو تمہاری عبادت سے بالکل بے خبر تھے - یعنے ہم کو
ذرہ بھی علم نہیں -

اس آیت سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسے علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں - ورنہ اگر وہ زندہ تسلیم کرلئے جائیں تو ان کو اس شرک کا بخوبی علم ہے - اور اگر اب علم نہ ہو تو بھی - اگر مان لیا جائے کہ وہ زندہ ہیں اور وے نازل ہوں گے تو بعد نزول ان کو علم یقینی ہو جائے گا - کہ اون کی کس قدر پرستش ہوتی ہے - جب مر کر خدا کے حضور میں حاضر ہونگے تو خلاف واقعہ بیان کرینگے - اور جھوٹ بولیں گے کہ ہمیں تو کسی کی پرستش کی خبر نہیں - لیکن ایسا جھوٹ صریح نبیوں کی شان کے خلاف ہے - پس ضرور ماننا پڑتا ہے کہ حضرت عیسے فوت ہو چکے ہیں -

(۴۱) إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ
اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ أَنْتُمْ لَهَا وَارِدُونَ
لَوْ كَانَ هَؤُلَاءِ آلِهَةً مَا وَرَدُوهَا
وَكُلٌّ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ لَهُمْ فِيهَا
زَفِيرٌ وَهُمْ فِيهَا لَا يَسْمَعُونَ ۝
إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنَى
أُولَئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ پاره ۱۷ - رکوع

تم اور تمہارے معبود جہنم کے ایندھن
ہیں - اور تم بھی اوس میں پڑنے والے ہو -
اگر یہ تمہارے معبود اللہ ہوتے تو جہنم میں
نہ پڑتے - اور سب کے سب اوس میں
رہیں گے - وہ چلاتے رہیں گے - اور
ان کی چیخ کی کچھ شنوائی نہیں ہوگی - اور وہ
لوگ جہنم سے دور رہیں گے جنکی نیکیاں

پہلے ہی سے ہمارے پاس پہونچ چکی ہیں۔
اس آیت میں معبودوں کا ذکر ہے جن میں مسیح علیہ السلام بھی شامل ہیں۔ ان کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جنتی لوگوں میں دیکھا ہے۔ لہذا اُن کی موت میں کیا شک ہو سکتا ہے۔

(۲۴) اَوْ یَکُوْنَ لَکَ بَیْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰی فِی السَّمَآءِ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِیِّکَ حَتّٰی تُنَزِّلَ عَلَیْنَا کِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ کُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا۔ پارہ ۱۵ - سورہ بنی اسرائیل - رکوع ۱۰۔

یا تو تمہارا گھر زخرف کا ہو یا تو آسمان پر چڑھ جائے۔ اور ہم تیرے آسمان پر چڑھنے پر بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ جب تک ہمارے پاس کوئی کتاب نہ لائے جس کو ہم پڑھیں۔ تو اللہ تعالے نے رسول اللہ کو کہا ان لوگوں کو کہدے کہ میں تو بشر ہوں۔ جو رسول کر کے بھیجا گیا ہوں۔ یہ صفات تو اسکی ہیں جو تمام بشری لوازمات سے پاک اور منزہ ہے۔ اِس آیت سے ظاہر ہے کہ کفار نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے معجزہ مانگا کہ تو ہمارے سامنے آسمان پر چلا جا۔ اور کتاب لا۔ تو ہم ایمان لائیں گے۔ لیکن اُسے صاف جواب ملا کہ یہ تو عادت اللہ میں داخل نہیں کہ کسی خاکی جسم کو آسمان پر لیجائے۔ پس جب افضل الرسل جیسے رسول کو اللہ تعالے آسمان پر نہیں لے گیا تو پھر مسیح جو اُن سے ہزارہا درجہ مرتبہ میں کمتر ہے کیونکر آسمان پر جا سکتا تھا۔ پس ظاہر ہے کہ اُن کی روح بعد مرنے کے گئی۔

(۳۴) اِنَّمَا مَثَلُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا کَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا یَاْکُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ - پارہ ۱۱ - سورہ یونس رکوع ۳۔

اس دنیا کی زندگی کی مثال اوس پانی کی سی ہے جس کو ہم آسمان سے اتارتے ہیں۔ پھر زمین کی روئیدگی اوسمیں مل جاتی ہے۔ پھر وہ روئیدگی پھول پھل کر کاٹی جاتی ہے۔ اور وہ پھر انسانوں اور حیوانوں کی غذا بنتی ہے۔

اس سے بھی اللہ تعالے کا یہ قانون قدرت ثابت ہوتا ہے کہ جیسے دنیا کی دیگر اشیاء کو زوال لگا ہوا ہے ایسا ہی بنی آدم کو تو پھر مسیح علیہ السلام کیونکر اس سے باہر ہو سکتے ہیں جبکہ اُن کے لئے کوئی استثنار قائم نہیں کیا گیا۔

(۴۴) اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِي الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ - پارہ - ۲۳ - سورۃ الزمر - رکوع ۲ -

کیا تو نہیں دیکھتا کہ اللہ تعالےٰ نے آسمان سے پانی اوتارا - اور پھر اوس کو چشمے بنا کر زمین پر چلایا - پھر اوس سے مختلف قسم کے رنگوں کی کھیتیاں نکلتی ہیں - پھر وہ بڑھتی اور پھولتی ہیں - پھر پک کر زردسی ہو جاتی ہیں - پھر اُن کو کاٹ کر ریزہ ریزہ کر دیا جاتا ہے - اس میں عقلمندوں کے لئے عبرت ہے -

اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے بنی نوع انسان کو کھیتی کی مثال میں بیان کر کے یہ اشارہ کیا ہے کہ عقلمند سمجھ سکتے ہیں - کہ جب انسان بھی اسیطرح زمانہ کے اثر سے متاثر ہو کر ہمیشہ معرض زوال میں ہے تو پھر مسیح کیسے اس اثر سے بری ہے -

(۴۵) اِعْلَمُوْا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا - پارہ - ۲۷ - سورۃ الحدید - رکوع ۳ -

جان لو کہ لہو ولعب اور زینت اور تفاخر اور مال اور اولاد کی کثرت یہ سب چیزیں تمہارے لئے حیات دنیا ہے - اور اس کی مثال یہ ہے جیسے ایک برسنے والے بادل سے روئیدگی پیدا ہوتی ہے - اور وہ کفار کو بھلی معلوم ہوتی ہے - پھر بڑھتی ہے - پھر پک کر زرد ہو جاتی ہے - پھر آخر کو بھوسہ ہو جاتی ہے -

اس میں بھی انسانی زندگی کو عام قانون قدرت سے وابستہ کیا گیا ہے -

(۴۶) ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین - پارہ - ۲۲ - سورۃ الاحزاب - رکوع ۵ -

یعنے محمد صلے اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی آدمی کا باپ نہیں - لیکن وہ اللہ تعالیٰ کا رسول - اور نبیوں کا ختم کرنے والا ہے -

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ رسول اللہ پر نبوت ختم ہو چکی اگر عیسےٰ علیہ السلام زندہ ہیں تو نبیوں کا کہاں خاتمہ ہؤا۔ ختم تو تب ہو جب پہلے نبیوں میں سے سب مر چکے ہوں اور کوئی نبی اُنکے بعد آنیوالا نہو اگر مسیح ناصری آنیوالا ہے تو قرآن شریف کی یہ آیت غلط ٹھہرتی ہے۔

(۴۷) وما ارسلنا قبلک الا رجالاً نوحی الیھم فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ پارہ ۱۷ سورۃ الانبیاء ع ۱۔ اگر تم نہیں جانتے تو اہل کتاب سے پوچھ لو۔ اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس امر میں تم خود فیصلہ نہ کر سکو تو اُس بارہ میں یہود و نصارےٰ کی کتابوں سے یا اُن لوگوں سے مشورہ کر لو۔ لہذا ہم توریت و انجیل کے رو سے دکھائینگے کہ حضرت عیسےٰ فوت ہو گئے ہیں۔

(۴۸) یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔ پارہ ۳۰ سورہ فجر ع ۱۔

یعنے اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف راضی خوشی چل اور میرے خاص بندگان میں داخل ہو جا اور میرے بہشت میں رہو۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو بندہ اللہ تعالے کا پسندیدہ ہوتا ہے اور وہ خدا پر راضی اور خدا اُس سے راضی ہوتا ہے تو اس دنیا سے اُٹھا لیا جاتا ہے یعنے فوت کیا جاتا ہے اور اللہ تعالے کے خواص میں داخل ہو کر بہشتی زندگی کا وارث بنتا ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مسیح کو حضرت یحیےٰ کے ساتھ دیکھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مر کر داخل ہوئے ورنہ حسب آیت قرآن حمید وہ خواص موتے میں کیوں داخل ہوتا پس صاف ظاہر ہے کہ وہ فوت ہو گئے اور داخل جنت ہوئے۔

(۴۹) ان المتقین فی جنت ونھر فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر۔ پارہ ۲۷ سورۃ القمر ع ۳۔ یعنے متقی لوگ بعد فوت ہو جانے کے بہشت میں جاتے ہیں جہاں نہریں چلتی ہیں اور زبردست اور باعزت بادشاہ کے نزدیک صدق کے مقام پر رونق افروز ہوتے ہیں۔ اس آیت سے معلوم ہؤا کہ جو اللہ تعالے کے پاس جاتا ہے تو جنت میں داخل ہو جاتا ہے جیسے کہ رافعک الی میں اشارہ ہے۔

(۵۰) ان الذین سبقت لھم منا الحسنیٰ اولئک عنھا مبعدون لا یسمعون حسیسھا وھم فی ما اشتھت انفسھم خالدون۔

پارہ ۱۷ سورۃ الانبیاء ع ۷۔ یعنی جو لوگ جنتی ہیں اور ہماری طرف سے اُن کو جنتی قرار دیا جا چکا ہے۔ اُنکو دوزخ سے دور کیا گیا ہے۔

اور وہ اُسکی آواز کو بھی سُن نہیں سکتے بلکہ وہ ایسی حالت میں ہیں کہ جو اُنکا جی چاہتا ہے وہ سب جنت سے اُن کو میسر ہے۔ اِس آیت سے بھی معلوم ہؤا کہ جو جنت میں چلا جائے اُن کو اس جہان کی اشیاء کی حاجت نہیں رہتی۔ بلکہ جنت میں جو چاہتے ہیں کھاتے پیتے ہیں پس جب مسیح جنت میں داخل ہؤا تو وہ فوت بھی ہو چکا۔

(۵۱) وما ھم منھا بمخرجین۔ پارہ ۱۴ - سورۃ الحجر ع ۴ - یعنی جو جنت میں ایک دفعہ داخل ہو جائے وہ اُس سے نکالا نہیں جاتا۔ اس آیت سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام اب واپس بھی نہیں آسکتے۔

(۵۲) ما اٰتیکم الرّسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا۔ پارہ ۲۸ - سورۃ الحشر ع ۱ - یعنے جو کچھ رسول تمکو دے وہ لے لو اور جس سے روکے اُس سے باز آجاؤ۔ سو ہم پہلے دکھا چکے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسیح فوت ہو چکا ہے اب اُن کا کہنا نہ مانا جائے تو اللہ تعالےٰ کے اس حکم کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔

(۵۳) اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔ پارہ ۵ سورۃ النساء ع ۸ - اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی تابعداری کرو اور جو تم میں اولی الامر ہو اُسکا کہا بھی مانو۔ سو ہم دیکھتے ہیں اور اسکا ثبوت بھی دیکھ چکے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کی کلام پاک سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے حضرت مسیح کا فوت ہونا پایۂ ثبوت کو پہنچتا ہے۔ اب جو تم میں اولی الامر یعنے اس زمانہ کا مجدد کہتا ہے وہ بھی مان لینا چاہئے وہ کہتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السّلام فوت ہو چکے ہیں۔

(۵۴) الم نجعل الارض کفاتا احیاء و امواتا۔ پارہ ۲۹ - سورۃ المرسلت ع ۲ - یعنی کیا ہمنے زندوں اور مردوں کے لئے زمین کو کافی نہیں بنایا۔ یہ کیسی صحیح دلیل ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ زمین ہی زندوں کے رہنے کے لئے اور مردوں کو آرام دینے کیلئے بنائیگئی ہے اور کیا وہ کافی نہیں ہے

(۵۵) وانہ لعلم السّاعۃ۔ پارہ ۲۵ - سورۃ الزخرف - رکوع ۶ - یعنے وہ قیامت کا علم ہے اور پھر اس سورۃ کے اخیر میں یعنی رکوع ۷ میں ہے وعندہ علم الساعۃ یعنے قیامت کا علم خدا کے پاس ہے۔ پس ثابت ہؤا کہ مسیح فوت ہو چکے ہیں اور وہ بموجب آیۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ کے خدا کے پاس ہیں۔

(۵۶) یوم ندعوا کل اناس بامامھم۔ قرآن شریف - سورۃ بنی اسرائیل ع ۸ - یعنی ہم اُس

روز تمام لوگوں کو اپنے اپنے اماموں کے نام پر طلب کرینگے - اگر مسیح علیہ السلام فوت شدہ نہ مانے جائیں تو پھر ضروری ہے کہ وہی تشریف لائیں اور انکا تشریف لانا دو صورتوں پر ہوسکتا ہے یا تو مستقل طور سے نبی ہوکر یا امتی ہوکر - اور دونوں صورتوں میں اُنکا آنا مخل بر فساد ہے - کیونکہ اگر وہ مستقل نبی ہوکر آئیں گے تو قرآن شریف کی آیۃ خاتم النبیین منسوخ قرار پاتی ہے لیکن ہمارے نزدیک قرآن شریف کی ایک آیۃ بھی منسوخ نہیں لہذا اُنکا نبی ہوکر آنا بے اصل بات ہے - رہی دوسری صورت سو وہ بھی قائم نہیں رہ سکتی کیونکہ قیامت کے روز جب مسیح علیہ السلام کو اُن اماموں میں طلب کیا گیا جو اُمت محمدیہ میں داخل ہیں تو پھر اُن کی سابقہ اُمت کسی امام کے نام سے پکاری جائیگی اور پھر خدا تعالی کا یہ سوال کرنا انت قلت للناس اتخذونی وامی الھین من دون اللہ کس امت کے لئے ہوگا اگر سابقہ اُمت کے لئے سوال ہوگا تو پھر اس اُمت میں کیونکر داخل سمجھے جائینگے اور وہ اُس جھنڈے کے نیچے کیونکر ہونگے جو اُمت محمدیہ کے لئے نصب کیا جائیگا - اور اگر اُمت محمدیہ کی نسبت سوال ہوگا تو پھر خدا تعالی کا سوال بے جا ثابت ہوتا ہے کیونکہ اُمت محمدیہ کی حالت میں تو کل روئے زمین کے کفار اہل کتاب اُنپر اُن کی موت سے پہلے ایمان لائینگے اور کوئی کافر نہیں رہیگا

(۵۷) ولکل درجات مما عملوا - سورۃ الانعام ع ۱۶ - یعنے ہر ایک شخص کو عمل سے درجے ملتے ہیں - یہ آیت بھی مسیح کی وفات پر دال ہے کیونکہ اگر وہ زندہ ہوتے تو ضرور انکو بموجب نص قرآنی کوئی خدمت مقرر ہوتی اور اسطرح بیکار رہکر بجا آوری خدمات سے محروم نہ رہتے -

(۵۸) وما اوتی موسی وعیسے ...... تلک اُمۃ قد خلت - سیپارہ اول رکوع ۱۶ - اس آیت سے بھی حضرت مسیح کی وفات ثابت ہوتی ہے کیونکہ حضرت موسے اور حضرت عیسے وغیرہ کو ملا کر کہدیا ہے کہ وہ اس دنیا سے گذر چکے -

(۵۹) والذین امنوا باللہ ورسلہ ولم یفرقوا بین احد منھم اولئک سوف یؤتیھم اجورھم پارہ ۶ ع ۱ - یعنے جو لوگ اللہ اور اُسکے رسولوں پر ایمان لائے اور اُن میں سے کسی ایک کو دوسرے رسولوں سے ترجیح نہ دی تو اجر کے مستحق ہونگے یہاں بھی تفرقہ درجات مراد نہیں ہے بلکہ یہ مراد ہے کہ انسانی صفات میں سب یکساں ہیں - اگر مسیح کی وفات تسلیم نہ کیجائے بلکہ اُن میں اور رسولوں سے بڑھ کر اُن میں صفات مافی جائیں تو کوئی مسلمان اجر نہیں پا سکتا -

(۶۰) واخرین منھم لما یلحقوا بھم - سورۃ الجمعہ ع ۱ - اب یہ آیت بھی مسیح کی موت پر دال ہے

کیونکہ آخری زمانہ کے لوگوں کی جو اس اُمت میں سے ہیں فضیلت بیان کیگئی ہے۔ اگر مسیح زندہ ہوتے تو اُنکا کچھ ذکر ہوتا۔

پانچویں فصل

اس باب میں کہ مفسّرین نے آیات ذیل پر کیا آرائی ظاہر کی ہیں

اس فصل میں ہم آیات متذکرہ بالا میں بعض آیات کی نسبت ہم مفسرین کی آرائی ظاہر کرتے ہیں اور ہم مناسب نہیں سمجھتے کہ سب کی سب آیات پر جو شمار میں ۶۰ ہیں فرداً فرداً تفسیر بیان کیجائے کیونکہ اس سے کتاب بہت طویل ہو جاتی ہے۔ عقلمند کو صرف چند آیات ہی کافی ہو سکتی ہیں لہذا ہم نمبروار ہر ایک آیت پر الگ الگ مفسرین کی آرائی ظاہر کریں گے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اُن لوگوں کے خیال میں کل رسولوں کی موت کی نسبت کیا خیال تھا۔

(الف) وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم

(۱) تفسیر ابو السعود جلد ۳ صفحہ ۸۵-۸۶ پر یوں لکھا ہے

(۱) کانه قیل قد خلت من قبله امثاله فسیخلو کما خلوا - افان مات - انکار لارتدادهم وانقلابهم عن الدین بخلوه بموت - او قتل بعد علمهم بخلو الرسل قبله وبقاء دینهم متمسکا به -

گویا کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم جنس یعنی انبیاء اُن سے پہلے فوت ہو چکے ہیں یہ رسول بھی پہلے رسولوں کیطرح اس دنیا کو خالی کر دیگا۔ اگر یہ نبی مرگیا تو اسکا جواب یہ ہے کہ کیا یہ لوگ دین سے مرتد یا پھر سکتے ہیں جبکہ اُن کو اس بات کا علم ہو چکا ہے کہ اس رسول سے پہلے جس قدر رسول ہوئے ہیں وہ سب یا تو موت کے ذریعہ یا قتل کے ذریعہ دنیا کو چھوڑ گئے ہیں اور اُنکا دین قائم رہا ہے۔

(۲) تفسیر کشاف جلد ۱ صفحہ ۲۳۹ پر اسطرح لکھا ہے۔ فسیخلو کما خلوا وکما ان اتباعهم بقوا متمسکین بدینهم بعد خلوهم۔ یعنے جیسے اور سب رسول جو اس رسول سے پہلے دنیا میں تھے دنیا کو خالی کر گئے اسیطرح یہ بھی خالی کریگا اور اُنکے اتباع اُن کے مرنے کے بعد اُس کے دین

پر قائم رہے۔

(۳) تفسیر مدارک جلد ۱ صفحہ ۱۴۱-۳ - فسیخلو کما خلوا و کما ان اتباعہم بقوا متمسکین بدینہم بعد خلوہم۔ یعنے اوپر گذر چکے۔

(۴) تفسیر خازن جلد ۱ صفحہ ۳۴۳-۳ - وہی عبارت ہے جو تفسیر مدارک میں ہے۔

(۵) حاشیۃ للقنوی علی البیضاوی جلد ۳ صفحہ ۱۲۴- قولہ فسیخلو کما خلوا بالموت او القتل ھذا ناظر بالرسل المتقدمین۔ یعنے جیسے دوسرے رسول اپنی موت یا قتل سے دنیا کو خالی کر گئے یہ بات سابق رسولوں کی نسبت ہے۔

(۶) تفسیر تبصیر الرحمن و تیسیر المنان جلد ۱ صفحہ ۱۲۷- والرسل منھم من مات و منھم من قتل فلا منافاۃ بین الرسالۃ والقتل والموت۔ یعنی جس قدر رسول اس رسول سے پہلے ہوئے ہیں اُن کی یہ حالت ہے کہ بعض اپنی موت سے مرے اور بعض قتل ہوئے۔ پس یہ بات منافی رسالت نہیں ہے۔

(۷) تفسیر ابن عرفہ۔ وقال ناس من المنافقین لو کان نبیا ما قتل فاخبر اللہ تعالی بان الرسل من قبلہ قد ماتوا و ثبت اممھم علی دینھم ولم یرتدوا عنھم بوجہ

یعنے منافقوں نے کہا کہ اگر یہ نبی ہوتا تو مارا نہ جاتا۔ تو اللہ تعالے نے خبر دے دی کہ اس سے پہلے تمام رسول یقیناً مر چکے اور اُن کی اُمتیں اُن کے دین پر قائم رہیں اور مرتد نہیں ہوئیں۔

(۸) تفسیر سواطع الالہام۔ صفحہ ۱۰۳- وھو راحل کما رحلوا ما لہ دوام العمر۔ یعنے یہ بھی اُن رسولوں کی طرح جو اس سے پہلے تھے یہ بھی ہمیشہ کے لئے کوچ کرنے والا ہے۔

(۹) تفسیر کمالین صفحہ ۵۹- اس میں وہی مضمون ہے جو کشاف میں ہے۔

(۱۰) تفسیر جامع البیان صفحہ ۶۱- قد خلت من قبلہ الرسل بالموت او القتل فیخلو محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایضا۔ یعنے اس رسول سے پہلے سب رسول فوت ہوئے یا قتل ہوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوگا۔

(۱۱) تفسیر مظہری جلد ۱ صفحہ ۵۸۴- قد خلت مضت ماتت من قبلہ الرسل فسیموت ھو ایضا۔ افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم۔ ای رجعتم الی دینکم الاولی

یعنے اس رسول سے پہلے سب رسول مر گئے ایسا ہی یہ رسول بھی فوت ہو جائیگا۔ کیا تم اپنی پہلے دین یعنے کفر پر عود کرو گے اور جب تم کو علم ہے کہ اُس سے پہلے سب رسول مر چکے تو کیا تم اس

من الكفر انكارا على ارتدادهم بموته صلى الله عليه وسلم بعد علمهم بموت من سبقه من الانبياء و بقاء دينهم

رسول کے فوت ہونے پر مرتد ہو جاؤ گے۔

(۱۲) تفسیر غرائب القرآن جلد ۱ صفحہ ۳۴۸ فيخلا كما خلوا وكما ان اتباعهم بقوا متمسكين بدينهم بعد خلوهم .... وسبب الانكار ما تقدم من الدليلين احدهما ان الحاجة الى الرسول هي التبليغ وثانيهما القياس على موت سائر الانبياء وقتلهم۔

یعنے یہ رسول بھی اُسی طرح گذر جائیگا جیسے پہلے رسول اور اُن کے متبعین اُنکے مرنے کے بعد اُن کے دین پر قائم رہے۔ اور اس انکار کا سبب جو اگلی آیت میں ہے ان دو وجوہات سے ہے ایک تو یہ کہ رسول کا کام تبلیغ کرنا ہے اور دوسری دلیل اس بات کی ہے کہ اس رسول سے پہلے تمام انبیاء فوت ہو گئے ہیں۔

(۱۳) تفسیر صافی جلد ۱۔ سورہ آل عمران۔ فسيخلو كما خلوا بالموت او القتل۔ یعنے جیسے اور رسول موت یا قتل سے مرے ایسا ہی اس رسول کے ساتھ ہوگا۔

(۱۴) درالاسرار۔ جلد ۵ صفحہ ۶۸۔ کسواہ۔ یعنے جیسے دوسرے انبیاء کا حال ہوا ویسا ہی ان کا ہوگا

(۱۵) تفسیر مع البیان۔ جلد ۱ صفحہ ۳۷۳۔ وہی مضمون ہے جو تفسیر کشاف میں ہے۔

(۱۶) تفسیر فتوحات الهيه۔ جلد ۱ صفحہ ۳۳۶۔
فانهم لما انقلبوا كانهم اعتقدوا انه ليس لسائر الرسل في انه يموت كما ماتوا و يجب التمسك بدينه بعده كما يجب التمسك باديانهم بعدهم۔

پس جس وقت وہ پھر گئے گویا کہ اُنہوں نے یہ اعتقاد کر لیا کہ دوسرے تمام رسولوں کے برخلاف کہ جیسے وہ مر گئے یہ رسول نہیں مریگا اور یہ نہ سمجھا کہ جیسے اور رسولوں کے پیرو اپنے رسولوں کے مرنے کے بعد اپنے دین پر قائم رہے ایسا ہی ہمیں رہنا ہوگا۔ وقوله افان مات۔ اى فلا ينبغي الرجوع عن دينه بعد موته لانه كسائر الانبياء والرسل وامهم لم يرجعوا عن اديانهم بموتهم وقتلهم۔ یعنے اِس رسول کی موت کے بعد دین سے پھر جانا مناسب نہیں کیونکہ سارے نبی اور رسول فوت ہو گئے اور اُن کی اُمتیں اُنکی موت اور قتل پر اپنے دینوں سے نہیں پھریں۔

(۱۷) حاشیۃ شیخ احمد صادی مالکی بر جلالین۔ جلد ۱۔ صفحہ ۱۸۳۔ اس میں وہ حدیث بیان کیگئی ہے

جو حضرت ابو بکر صدیق نے بوقت وفات حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم پڑھی تھی جس سے وفات کل ابنیاء ثابت ہوتی ہے۔

(۱۸) حاشیۃ الشہاب المساۃ بعنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی علی البیضاوی۔ جلد ۳ صفحہ ۶۸۔ انہ لیس مبرءًا عن الھلاک کسائر الرسل فی انہ یخلو کما خلوا۔ یعنے یہ رسول اور تمام رسولوں کی طرح موت سے بری نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ بھی اُسیطرح جائیگا جیسے سب رسول گئے۔

(۱۹) تفسیر سراج المنیر جلد ۱ صفحہ ۲۳۹۔ فسیخلو کما خلوا بالموت والقتل۔ معنے اوپر بیان ہو چکے۔

(۲۰) ترجمان القرآن جلد ۲ صفحہ ۵۱۳ (ف) حاصل یہ ٹھہرا کہ حضرت کا فرایا مارا جانا موجب ضعف کا دین میں سبب رجوع کا اسلام سے نہیں ہوسکتا اسلیئے کہ سارے ابنیاء جو حضرت سے پہلے تھے مر چکے ہیں مگر اُن کے اتباع بعد اُنکی موت کے دین ابنیاء سے نہیں پھرے۔

(۲۱) تفسیر بحر مواج جلد ۱ صفحہ ۴۳۱۔ یعنے بدرستی پیش او پیغامبران گذشتہ اند وہمہ از جہان رفتہ اند یعنے سب پیغمبر اس جہان سے گذر چکے۔

(۲۲) تفسیر عمدۃ البیان۔ جلد ۱ صفحہ ۱۹۳۔ اور نہیں ہے محمدؐ مگر پیغمبر کہ آدمی ہے تحقیق کہ گذرے ہیں پہلے اُس سے پیغمبر کہ مر گئے ہیں یا قتل ہو گئے ہیں اور یہ بھی ایک روز مریگا۔

(۲۳) تفسیر کبیر۔ جلد ۳۔ صفحہ ۸۶-۸۷۔ فسیخلو کما خلوا۔ یعنے یہ رسول بھی باقی سب رسولوں کیطرح فوت ہو جائیگا وحاصل الکلام انہ تعالی بیّن ان قتلہ لا یوجب ضعفا فی دینہ بدلیلین۔ الاول بالقیاس علی موت سائر الانبیاء وقتلھم۔ یعنے حاصل کلام یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے کھولکر بتادیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قتل ہو جانا دین اسلام میں دو وجوہات سے ضعف کا باعث نہیں ہو سکتا۔ ایک تو یہ کہ سب نبیوں کو یا موت سے پالا پڑا یا قتل سے۔

(۲۴) تفسیر ابن کثیر۔ جلد ۲ صفحہ ۲۹۰۔ وقال الزھری وحدثنی ابو سلمۃ عن ابن عباس ان ابا بکر خرج وعمر یکلم الناس وقال اجلس یا عمر قال ابو بکر اما بعد من کان یعبد محمداً فان محمداً قد مات ومن یعبد اللہ فان اللہ حی لا یموت قال اللہ تعالی وما محمد الا رسول قد خلت

یعنے امام زہری کہتے ہیں کہ ابو سلمہ نے ابن عباسؓ سے حدیث بیان کی کہ ابو بکر باہر آئے اور دیکھا کہ عمر لوگوں سے کلام کر رہا ہے۔ ابو بکر نے فرمایا کہ اے عمر بیٹھ جا۔ اسکے بعد کہا کہ جو شخص محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا ہے اُسکو معلوم ہو کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم تو فوت ہو گئے اور جو شخص اللہ

من قبله الرسل الی قوله وسیجزی الله الشاکرین -

کی عبادت کرتا تھا سو اللہ تو زندہ ہے اور نہیں مریگا۔ اور پھر دلیل میں یہ آیت پڑی کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ایک رسول ہیں اور جس قدر رسول اُن سے پہلے ہوئے وہ سب مرچکے -

(۲۵) تفسیر فتح البیان - جلد ۲ صفحہ ۱۱۶ - ۱۱۷ - هذه الآية ان النبي صلى الله عليه وسلم لما اصيب يوم احد صاح الشيطان قائلا قد قتل محمد صلى الله عليه وآله وسلم ففشل بعض المسلمين حتى قال قائل قد اصيب محمد فاعطوا بايديكم فانما هم اخوانكم وقال آخر لو كان رسولا ما قتل - فرد الله عليهم ذلك واخبرهم بانه رسول (قد خلت من قبله الرسل) وسيخلو كما خلوا -

زیر آیۃ وما محمد الا رسول - سبب نزول یعنے اس آیت کا نزول شان یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب جنگ احد میں تکلیف پہنچی تو شیطان چلایا اور کہا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم تو قتل ہو گئے - اسپر بعض مسلمانوں کا پائوں پھسل گیا - یہانتک کہ کسی کہنے والے نے کہا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو جو مصیبت پہنچی وہ پہنچ چکی اب تم اپنے بھائیوں کی مدد کرو - ایک دوسرے نے کہا کہ اگر وہ رسول ہوتے تو قتل نہ ہوتے اسپر اللہ تعالےٰ نے اِسکا جواب دیا اور مطلع کیا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم تو ایک رسول ہے اور اُس سے پہلے رسول گذر چکے ہیں - یہ بھی اُسی طرح اِس دُنیا سے جائیگا جسطرح وہ چلے گئے - آگے فرماتا ہے - ای کیف ترتدون وتنکفرون دينه اذا مات او قتل مع علمكم ان الرسل تخلو ويتمسك اتباعهم بدينهم و ان فقدوا بموت او قتل - یعنے تم کس طرح اُس کے دین سے مرتد ہوتے اور اُسکا انکار کرتے ہو یہ سُنکر کہ رسول تو مرگیا یا قتل کیا گیا باوجودیکہ تم کو علم ہے کہ کل رسول مرچکے یا قتل کئے گئے اور اُنکے تابعدار اُن کے دین پر قائم ہیں -

(۲۶) تاج التفاسیر میں یوں لکھا ہے :- وما محمد الا رسول - بشر ارسله الله - قد خلت صفت من قبله الرسل - فمنهم من مات ومنهم من قتل - نزلت هذه حين قال المنافقون لو كان نبيا ما قتل

یعنے نہیں ہے محمد مگر ایک بشر جسکو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے - اُس سے پہلے کل رسول گذر چکے جنمیں سے کچھ تو اپنی موت مرے اور بعض قتل کیے گئے - اور یہ آیت اُس وقت نازل ہوئی جبکہ منافقوں نے کہا کہ اگر وہ نبی

ارجعوا الی اخوانکم و دینکم وقال بعض الصحابة یا قوم ان کان قتل محمدؐ فان رب محمد حی لا یموت

ہوتے تو قتل نہ ہوتے۔ تم اپنے بھائیوں اور اپنے آبائی دین میں عود کرو۔ اسپر بعض صحابہ نے کہا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم قتل ہو گئے تو کیا ہؤا محمدؐ کا رب تو زندہ ہے جو نہیں مرے گا۔ دیکھو صفحہ ۴۷۔

(۲۷) تفسیر فتح القدیر جلد اول - زیر آیۃ مذکور یوں لکھا ہے وسیخلو کما خلوا۔ یعنے یہ رسول بھی اُسیطرح دنیا سے گذر جائیگا جس طرح کل رسول گذر گئے آگے چلکر یوں لکھا ہے:۔

ای کیف ترتدون وتترکون دینه اذا مات او قتل مع علمکم ان الرسل تخلوا ویتمسك اتباعهم بدینهم وان فقدوا بموت او بقتل

یعنے تم کیوں مرتد ہوتے اور دین کو چھوڑتے ہو اس وجہ پر کہ وہ مرگیا یا قتل ہو گیا حالانکہ تم کو معلوم ہے کہ کل رسول گذر گئے اور انکے اتباع اُن کے دین پر قائم ہیں خواہ وہ رسول اپنی موت سے مرے یا قتل ہو جائے۔

(۲۸) تفسیر جامع البیان صفحہ ۶۱ - زیر آیۃ بالا - قد خلت من قبله الرسل بالموۃ او القتل فیخلو محمدؐ صلی اللہ علیه وسلم ایضاً - ترجمہ اوپر گذر چکا۔

(۲۹) تفسیر محمدی جلد اصفحہ زیر آیۃ بالا۔

جو پیغمبر ہوئے سارے زندہ رہیا نہ کوئی

اِن تمام تفاسیر سے صاف واضح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جتنے نبی اور رسول ہوئے ہیں وہ سب کے سب فوت ہو چکے ہیں ایک بھی باقی نہیں ہے لیکن تعجب کی بات ہے کہ مفسرین تفسیر کرتے ہوئے کیوں مسیح کی موت کے وقت بیچ بچائے حالانکہ یہی ایک ہی آیت مسیح کی وفات کے لئے کافی تھی۔ پھر نا معلوم کیوں حضرت مسیح کی نسبت دوسرے مقامات پر فیصلہ قطعی نہیں کر سکے بلکہ اُن کی وفات کی نسبت اِسقدر اختلافات اُنسے وقوع میں آئے جو ہم پہلے ظاہر کر چکے ہیں۔ اگر وہ بزرگوار قرآن شریف کی تفسیر کرتے وقت اِس آیۃ کا خیال رکھ لیتے۔ ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیه اختلافا کثیرا یعنی اگر قرآن شریف خدا کے سوا کسی اور کا کلام ہوتا تو تم اُسمیں بڑا اختلاف پاتے۔ تو پھر اسقدر کیوں اس میں اختلاف کرتے بلکہ مسیح علیہ السلام کو بھی دیگر انبیاء کی طرح مرا ہؤا یقین

کرتے۔ کیونکہ اس آیت نے صریح تمام رسولوں کی موت کا فیصلہ کر دیا ہے اسمیں کسی طرح کی تاویل کی گنجائش نہیں ہے۔ ہاں بعض نادان مولوی لفظ خلت پر بحث کر لیا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کے معنے مرنے کے نہیں۔ لیکن ہم نے متذکرہ بالا تفاسیر سے دکھلا دیا ہے کہ خلت کے معنے موت کے لئے گئے ہیں۔

اور لغت عرب پر ہی اگر چلتے تو بھی انکو چنداں مصیبت نہ پڑتی۔ تاج العروس جلد ۱۰ صفحہ ۱۱۹ میں لکھا ہے خلا فلاں مات۔ جب لغت میں بھی خلا کے معنے مات کے ہیں تو پھر کیونکر انکار پر جرأت کیجاتی ہے اور مستدرک حاکم و ترمذی و ابویعلی و بیہقی میں حضرت انس سے روایت ہے

کان فیما خلا من اخوانی من الانبیاء ثمانیۃ الاف نبی ثم کان عیسی بن مریم ثم کنت انا بعدہ۔

یعنے جسقدر میرے بھائی نبیوں میں سے جو مر چکے ہیں آٹھ ہزار تھے پھر اُن کے بعد عیسے بن مریم ہوئے پھر اُسکے بعد میں ہؤا۔ دیکھو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۲۱۔ اس حدیث میں لفظ خلا آیا ہے جس کے معنے اگر موت کے نہ لئے جائیں تو پھر سب کو زندہ ماننا پڑیگا۔

اگر علماء اس کے معنے موت کے بھی نہ لیتے تو بھی کچھ حرج نہیں تھا کیونکہ اس آیت میں جملہ افان مات او قتل خلت کی تفسیر واقع ہے اور ظاہر کرتا ہے کہ موت یا قتل صرف محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات تک محدود نہیں بلکہ اُس سے پہلے جسقدر رسول گذرے ہیں اُنکا بھی یہی حال ہوا ہے ورنہ اللہ تعالے کا حضرت رسول خدا کی قتل کی نسبت اس آیت کو استدلالاً نازل کرنا بے معنی ہوتا۔ کیونکہ جنگ احد میں کفار نے مشہور کر دیا تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے اور اصحاب رسول اللہ اس خبر کو سُنکر سخت پریشان اور متردد ہوئے کہ اب کیا ہوگا تو بطور عتاب یہ آیت وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل نازل ہوئی اگر خلت کے معنے موت یا قتل کے نہیں تھے تو پھر اسکو کیوں ایسے موقع پر نازل کیا۔ لیکن ہم اس لفظ خلت کے حل کرنے کے لئے قرآن شریف میں جس قدر مختلف صیغوں میں یہ لفظ آیا ہے بیان کرتے ہیں اور دکھاتے ہیں کہ اسکے معنے ایسے گذرنے کے ہیں کہ پھر کبھی نہ آئے اور ہمیشہ کے لئے رخصت ہو جائے جس کی دوسری صورت بجز موت اور کوئی تعبیر نہیں ہو سکتی کیونکہ جو چیز ہمیشہ کے لئے گذر جائے اور اُسکے واپس آنیکی کوئی اُمید نہ ہو اسی

کو موت کہتے ہیں۔

لفظ خلت کا استعمال قرآن کریم میں

(۱) تلك امة قد خلت ۔ پارہ اول رکوع ۱۶ ۔ یہ ایک اُمت ہے جو گذر گئی۔ کیا اس کے یہ معنے ہو سکتے ہیں کہ وہ ہمیشہ کے لئے نہیں گئی بلکہ اُس کے واپس آنے کی امید ہے۔ یا کیا یہ خیال ہو سکتا ہے کہ وہ ابتک زندہ ہے۔

(۲) قد خلت من قبلکم سنن ۔ پارہ چہارم سورۃ آل عمران ع ۱۴ تحقیق تم سے پہلے قومیں گذر گئیں۔ کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ جو قومیں کہ پہلے گذر چکی ہیں وہ واپس آئیں گی۔

(۳) ماالمسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبله الرسل پارہ ۶ ع ۱۶ مسیح ابن مریم ایک رسول ہے اُس سے پہلے رسول گذر چکے کیا مسیح سے پہلے بھی جو رسول گذر چکے ہیں اُن میں سے کسی کے واپس آنے کی امید ہے۔ اس آیت سے قطعی فیصلہ ہو جاتا ہے کیونکہ جو الفاظ مسیح کی آیت میں آئے ہیں وہی الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والی آیت میں آئے ہیں جو معنے مسیح سے پہلے رسولوں کے ہو سکتے ہیں وہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے رسولوں کے متعلق ہو سکتے ہیں جب کوئی تسلیم نہیں کرتا کہ جسقدر انبیاء حضرت مسیح علیہ السلام سے پہلے گذر چکے ہیں۔ اُن میں سے ایک بھی زندہ ہو اور کوئی واپس آئیگا تو پھر کیا وجہ ہے کہ سب جگہ موت یا ایسے گذر جانے کے معنے لئے جاتے ہیں کہ ہمیشہ کے لئے جگہ خالی کر دیجائے لیکن آیۃ زیر بحث میں اور معنے لینا انصاف اور عقل کے خلاف ہے۔

(۴) وان من امۃ الا خلا فیھا نذیر ۔ سورۃ فاطر رکوع ۳ ۔ یعنے کوئی ایسی اُمت نہیں جسمیں کوئی نذیر نہ گذرا ہو۔ کیا یہاں بھی تسلیم کر لیا جائے کہ جس قدر اُمتیں ابتدائے آفرینش سے اسوقت تک ہوئی ہیں اور اُنمیں نذیر آتے رہے ہیں وہ سب کے سب زندہ موجود ہیں

(۵) قد خلت سنت الاولین ۔ سیپارہ ۱۴ سورۃ الحجر ع ۱ تحقیق اولین کی سنت گذر چکی۔ کیا کوئی مانتا ہے کہ جو قدیم الایام میں لوگ ہوئے ہیں اُن کے طریق بھی اُن قوموں کے ساتھ ختم ہو گئے ہیں۔ کیا وہ پھر زندہ ہو جائیں گے۔

(۶) قد خلت من قبلها امم ۔ پارہ ۱۳ ۔ سورۃ رعد ع ۳ ۔ یعنی اُن سے پہلے بہت اُمتیں

گذر چکیں۔ کیا کوئی نشان دے سکتا ہے کہ وہ اُنتیس اب تک زندہ ہیں۔

(۷) وقد خلت القرون۔ پارہ ۲۶۔ سورۃ الحج ع ۱۔ زمانہ گذر گئے۔ کیا کوئی قبول کر سکتا ہے کہ جو زمانہ گذر چکے ہیں وہ واپس آئینگے۔ فتدبروا یا اولی الابصار۔

انہی امثلہ پر اکتفا کر کے اب ہم دوسری آیت کی تفاسیر ظاہر کرتے ہیں۔

(ب) وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ اَفَاۡئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخَالِدُوْنَ

یعنے ہم نے تجھ سے پہلے کسی بشر کو زندہ نہیں رکھا۔ اگر اے نبی تو مر جائے تو کیا یہ لوگ چھوڑ دئے جائیں گے۔

(۱) تفسیر ابو سعود جلد ۶ صفحہ ۱۵۰-۱۵۱۔ ای فی الدنیا لکونہ مخالفا للحکمۃ التکوینیۃ والتشریعیۃ۔ یعنے ہمنے کسی بشر کو اس دنیا میں زندہ نہیں رکھا وجہ یہ ہے کہ یہ بات پیدائش اور شریعت کی حکمت کے مخالف ہے۔

(۲) تفسیر کشاف جلد ۱ صفحہ ۸۸۲۔ ای قضی اللہ ان لا یخلد فی الدنیا بشرا فلا انت ولا ھم الا عرضۃ للموت فاذا کان الامر کذلک فان مت ابقی ھؤلاء۔ یعنے اللہ تعالےٰ نے یہ حکم نافذ کر دیا کہ دنیا میں کوئی بشر زندہ نہ رہے۔ پس تو بھی اور وہ بھی سب کے سب موت کے لقمہ بننے والے ہیں۔

(۳) تفسیر الدر المنثور جلد ۴ صفحہ ۳۱۸ (۱) اخرج ابن المنذر عن ابن جریج قال لما نعی جبریل للنبی صلی اللہ علیہ وسلم نفسہ قال یا رب فمن لامتی فنزلت وما جعلنا لبشر من قبلک الخلد

یعنے ابن المنذر ابن جریج سے بیان کرتا ہے کہ اُس نے ذکر کیا جس وقت جبریل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور موت کی خبر سنائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے میرے رب میری اُمت کا کیا حال اور کون نگران ہوگا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

(۲) اخرج ابن ابی شیبۃ عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال لما قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان ابو بکر رضی اللہ

یعنے ابن ابی شیبہ عمر کے بیٹے حضرت عبداللہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ اُنہوں نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک پرواز کر گئی

عنه فی ناحیة المدینة فجاء فدخل علی رسول
الله صلی الله علیه وسلم وهو مسجی فوضع
فاه علی جبین رسول الله صلی الله علیه
وسلم وجعل یقبله ویبکی ویقول بابی و
امی طبت حیا وطبت میتا فلما خرج مر
بعمر بن الخطاب رضی الله عنه وهو یقول
ما مات رسول الله صلی الله علیه وسلم
ولا یموت حتی یقتل الله المنافقین وحتی
یخزی الله المنافقین قال وکانوا قد استبشروا
بموت النبی صلی الله علیه وسلم فرفعوا رؤسهم
فقال ایها الرجل اربع علی نفسك فان رسول
الله صلی الله علیه وسلم قد مات الم تسمع الله
یقول انك میت وانهم میتون وقال ما جعلنا
لبشر من قبلك الخلد افان مت فهم الخالدون
قال ثم اتی المنبر فصعده فحمد الله و
اثنی علیه ثم قال یا ایها الناس ان کان محمد صلی
الله علیه وسلم الهکم الذی تعبدون فان
محمدا قد مات وان کان الهکم الذی فی
السماء فان الهکم لم یمت ثم تلا وما محمد الا
رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات
او قتل انقلبتم علی اعقابکم حتی ختم الآیة
ثم نزل وقد استبشر المسلمین بذلك واشتد فرحهم
واخذ المنافقین الکابته قال عبد الله بن عمر فوالذی
نفسی بیده لکانما عن وجوهنا اغطیة فکشفت

تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مدینہ کی نواح میں گئے ہوئے
تھے پھر جب آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
پاس گئے اور انکو دیکھا کہ آرام میں لیٹے ہوئے ہیں
بے اختیار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جبین ماہ
جبین پر اپنا منہہ رکھا اور اسکو بوسہ دیتے اور زار زار
روتے اور زبان مبارک سے کہتے تھے آپ پر میرا
ماں باپ قربان ہو زندگی میں آپ خوبصورت تھے
اور بعد وفات بھی خوبصورت ہیں جب وہاں سے
باہر تشریف لائے تو انکا گذر حضرت عمر بن خطاب رضی
اللہ عنہ کے پاس سے ہوا تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت عمر
پکار پکار کر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نہ تو ابھی فوت ہوئے اور نہ ہونگے جب تک اللہ تعالے
منافقوں کو قتل اور رسوا اور ذلیل نہ کرلے کیونکہ
منافق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت سے خوش
ہوتے اور اپنی گردنیں مارے خوشی کے بلند کرتے تھے
اسپر حضرت ابوبکر صدیق نے کہا اے عمر سنو تم اپنے کو
سمبھالو اور جان لو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور
فوت ہوگئے کیا تم نے نہیں سنا کہ اللہ تعالے نے
فرمایا تھا تو بھی مرجائیگا اور یہ لوگ بھی مرجائیں گے
اور نیز اللہ تعالے نے یہ بھی فرمایا ہے ہمنے تجھ سے پہلے
کسی بشر کو زندہ نہیں رکھا اگر اے نبی تو مرجائے
تو کیا ہم تیرے دشمنوں کو چھوڑ دیں گے. اسکے بعد
حضرت ابوبکر صدیق منبر پر رونق افروز ہوئے اور
اللہ تعالی کی حمد وثنا کرنے کے بعد تمام حاضرین کو

مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے لوگو اگر محمدؐ صلے اللہ علیہ وسلم تمہارا خدا تھا جسکی تم عبادت کرتے تھے تو جان لو کہ وہ فوت ہو گئے اور اگر تمہارا خدا وہ خدا ہے جو آسمانوں میں ہے تو وہ نہیں مرا۔ پھر اس کے بعد یہ آیت پڑھی جسکے معنے یہ ہیں محمد صلے اللہ علیہ وسلم ایک رسول ہیں اور رسول اُنسے پہلے بھی ہو چکے ہیں اور کل رسول یا تو اپنی موت سے مرے یا قتل ہوئے اگر یہ بھی اپنی موت سے مر جائے یا قتل کیا جائے تو کیا تم اپنے دین سے مرتد ہو جاؤ گے اور اسطرح ساری آیت کو ختم کیا پھر منبر پر سے اُتر آئے تمام حاضرین اس وعظ سے بڑے خوش ہوئے حتے کہ اُنکی خوشی کی حد ہی نہ رہی تھی اور منافقین کو اُن کی تقریر دلپذیر سے رنج اور درد ہُوا۔ حضرت عبداللہ ابن عمر کہتے ہیں کہ مجھے اُس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ہماری حالت ایسی ہو گئی تھی کہ ہمارے چہرہ بشاش اور کشادہ ہو گئے

(۳) اخرج ابن ابی حاتم وابن مردویۃ والبیہقی فی الدلائل عن عائشۃ قالت دخل ابوبکر علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم وقد مات فقبلہ وقال وانبیاہ واخلیلاہ واصفیاہ ثم تلا وما جعلنا لبشر من قبلک الخلد الآیۃ وقولہ انک میت وانہم میتون

ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ اور بیہقی اپنی کتاب الدلائل میں حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ اُنہوں نے فرمایا۔ حضرت ابوبکر صدیق اُسوقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو چکے تھے آتے ہی بوسہ دیا اور کہا کہ اے پیارے نبی۔ اے خلیل اے صفی۔ پھر یہ آیت پڑھی جسکے معنے یہ ہیں ہمنے تجھ سے پہلے کسی بشر کو زندہ نہیں رکھا۔ آخیر آیت تک پڑھکر پھر یہ آیت پڑھی تو بھی مر جائیگا اور یہ لوگ بھی مر جائیں گے۔

(۴) تفسیر تنویر المقباس جلد ۳ صفحہ ۲۹۰۔

ما خلقنا بشرا من الانبیاء من قبلک الخلد فی الدنیا افان مت فی الدنیا یا محمدؐ فہم الخالدون فی الدنیا۔ نزلت ہذہ الآیۃ فی قولہم ننتظر محمدا علیہ السلام حتی یموت۔

ہم نے تجھ سے پہلے کسی نبی کو اس دنیا میں زندہ نہیں رکھا اگر تو بھی اس دنیا میں مر جائے تو کیا یہ لوگ چھوڑ دئے جائینگے۔ یہ آیت کفار کے اس قول پر نازل ہوئی کہ ہم محمد علیہ السلام کی موت کی انتظاری کریں۔

(۵) تفسیر خازن جلد ۱ صفحہ ۳۴۳۔ حاصل الکلام ان اللہ تعالی بیّن ان موت محمد

کوتاہ کلام یہ کہ اللہ تعالے نے کھول کھول کر بیان کر دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت یا قتل

صلی اللہ علیہ وسلم او قتلہ لا یوجب ضعفا فی دینہ ولا الرجوع عنہ بدلیل موت سائر الانبیاء قبلہ وان اتباعہم ثبتوا علیٰ دین انبیاءہم بعد موتہم۔	سے دین میں ضعف یا اُس سے مرتد ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ اس رسول سے پہلے کل انبیاء فوت ہو گئے اور اُن کے اتباع اپنے انبیاء کے دین پر اُن کی موت کے بعد بھی ثابت قدم رہے۔

(۶) تفسیر سواطع الالہام صفحہ ۴۰۰۔ وما جعلنا لبشر ما من قبلک محمد الخلد دوام العمر دار الاعمال عمر واسمہ ہدا۔ ہمنے تجھ سے پہلے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس دار الاعمال میں ہمیشہ نہیں رکھا اور نہ ہمیشہ کی عمر دی۔

(۷) تفسیر غایۃ البرہان جلد ۲ صفحہ ۴۹۔ اور نہ کی ہمنے کسی بشر کے لئے تجھ سے پہلے ہمیشگی یہانتک کہ مسیح بھی مرکر زندہ ہوکر چالیس روز حواریوں پر ظاہر ہوکر اُٹھائے گئے اور ادریس و الیاس و خضر بھی موت کا مزہ چکھکر زندگی دوسری بار پا چکے...... اور طبیعہ سب کو لازم ہیں۔

(۸) تفسیر جلالین صفحہ ۲۷۰۔ ای البقاء فی الدّنیا۔ دنیا میں کسی کو تجھ سے پہلے باقی نہیں رکھا۔

(۹) تفسیر معالم التنزیل صفحہ ۵۰۷۔ الدوام والبقاء فی الدّنیا۔ اس دنیا میں نہ کسی کو ہمیشہ کے لئے رکھا اور کسی کو بقا ہے۔

(۱۰) تفسیر حسینی صفحہ ۲۴۵۔ وماندادیم مرآدمی را من قبلک الخلد از پیش تو پائیندگی در دنیا یعنی ہمنے کسی آدمی کو تجھ سے پہلے دنیا میں قائم نہیں رکھا۔

(۱۱) تفسیر معالمات الاسرار جلد ۲ صفحہ ۴۲۔ ونہ گردانیدیم برائے بشرے از قبل تو ہمیشگی کہ خود مسیح مرد یعنے ہمنے تجھ سے پہلے کسی بشر کو ہمیشہ نہیں رکھا حتے کہ مسیح علیہ السّلام بھی فوت ہو گئے۔

(۱۲) تبصرۃ المتذکر و تذکرۃ المتبصر جلد ۳ قلمی۔ ای البقاء الدوام الدنیا۔ یعنے دنیا کے بقا کا دوام نہیں ہے

(۱۳) تفسیر عباسی۔ وما جعلنا لبشر من قبلک الخلد فی الدّنیا۔ ہم نے کسی کو دنیا میں تجھ سے پہلے زندہ نہیں رکھا۔

(۱۴) تفسیر روح البیان جلد ۲ صفحہ ۶۳۴۔ والمعنی وما جعلنا لفرد من افراد الانسان من قبلک یا محمد دوام البقاء فی الدنیا۔ ای لیس من سنتنا ان نخلد آدمیا فی الدنیا وان کنا قادرین	ہمنے اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم تجھ سے پہلے کسی فرد بشر کو دنیا میں ہمیشہ نہیں رکھا۔ یعنے یہ ہماری سنت میں داخل نہیں ہے کہ اس دنیا میں کسی کو ہمیشہ کے لئے رکھیں اگرچہ ہم ہمیشہ رکھنے پر قادر ہیں۔

على تخليده خلافا احدالا وهو عرضة للموت واستدل بالآية من قال بأن الخضر مات وليس بحيى فى الدنيا

پس ایک بھی ایسا نہیں جو موت کا لقمہ نہ ہوا ہو۔ اور اس آیت سے کسی نے یہ استدلال لیا ہے کہ خضر بھی مر چکا ہے اور وہ زندہ نہیں ہے۔

(۱۵) تفسیر جمل جلد ۳ صفحہ ۱۳۴۔ ای لکونه مخالفا للحکمة التکوینیة والتشریعیة۔ یہ تو اللہ تعالے کی حکمت آفرینش اور شریعت کے خلاف ہے کہ کسی کو ہمیشہ کے لئے زندہ رکھے۔

(۱۶) تفسیر سراج المنیر جلد ۲ صفحہ ۱۸۴۔ ای البقاء فی الدنیا۔ دنیا میں کسی کو باقی نہیں رکھا۔

(۱۷) العنایة القاضی حاشیہ علی البیضاوی جلد ۵ صفحہ ۲۵۴۔ لانه یلزمه من عدم تخلید احد من البشر انکار بقائهم یعنے بشر کی عدم تخلید سے اُنکے بقاء کا انکار لازم ہے۔

(۱۸) تفسیر توضیح مجید جلد ۴ صفحہ ۱۶۶۔ اور نہیں گردانا ہمنے واسطے آدمیوں کے پہلے تیرے سے ہمیشہ رہنے کو بیچ زمین کے۔

(۱۹) تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۱۵۰۔ یحتمل انه لما ظهر انه علیه السلام خاتم الانبیاء جاز ان یقدر مقدر انه لا یموت اذ لو مات لتغیر شرعه فنبه الله تعالى على ان حاله کحال غیره من الانبیاء علیهم السلام فی الموت

احتمال ہے کہ جب یہ امر ظاہر ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں تو جائز ہے کہ اللہ تعالے اُنکی نسبت مقدر کردے کہ وہ نہ مریں۔ کیونکہ اگر یہ نبی مرجائے تو اسکی شریعت میں تغیر آجائیگا تو اسپر اللہ تعالےٰ نے یہ خبر دی کہ اس رسول کا حال دوسرے رسولوں کی طرح ہے۔ جیسے وہ مرگئے یہ بھی مرجائیں گے۔

(۲۰) تفسیر ابن کثیر جلد ۶ صفحہ ۲۷۷ و ۲۷۸۔ زیر آیۃ مذکورہ بالا۔

یقول تعالى وما جعلنا لبشر من قبلك ای یا محمد الخلد فی الدنیا بل کل من علیها فان ویبقى وجه ربك ذو الجلال والاکرام وقد استدل بهذه الآیة الکریمة من ذهب من العلماء الى ان الخضر علیه السلام مات ولیس بحی الآن لانه بشر سواء کان ولیا او نبیا او رسولا۔

اللہ تعالی کہتا ہے کہ اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہمنے تجھ سے پہلے دنیا میں کسی کو زندہ نہیں رکھا بلکہ سب کے سب فانی ہیں اور صرف اللہ تعالی کی ذات بابرکات رہیگی۔ اور علماء نے اس آیۃ کریمہ سے یہ استدلال کیا ہے کہ خضر بھی مرگیا ہے کیونکہ اور لوگوں کی طرح وہ بھی ایک بشر تھا۔ خواہ وہ ولی ہو

یا نبی ہو یا رسول ہو۔

(۲) تفسیر جامع البیان صفحہ ۲۸۴ - زیر آیۃ بالا - نزلت حین قالوا نتربص بمحمد ریب المنون استدل بہ بعضھم علی عدم بقاء الخضر - یہ اُسوقت نازل ہوئی کہ جب کفار نے کہا کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تباہی کی امید کرتے ہیں - اور اس آیت سے بعض نے استدلال کیا ہے کہ خضر بھی زندہ نہیں تو عیسے کیونکر زندہ ہو سکتے ہیں۔

اس آیت کی تفسیر جو مفسرین نے کی ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ کل انبیاء جسمیں حضرت مسیح بھی شامل ہیں فوت ہو چکے ہیں اور بعض نے صاف مسیح اور خضر اور الیاس اور ادریس کا نام بھی لیا ہے کہ سب فوت ہو چکے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت ماسبق کی طرح یہ آیت بھی مسیح کی موت کے لئے کافی ہے دیگر آیات کی تفسیر کی ضرورت ہی نہیں لیکن ہم اس امر کو زیادہ واضح کرنے کیلئے چند دیگر آیات پر بھی تفاسیر کی آرائی دکھاتے ہیں - لیکن مفسرین کی سمجھ پر حیرت آتی ہے کہ باوجودیکہ سب کے سب یہی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کل نبی اور رسول فوت ہو چکے ہیں تو پھر ابنی متوفیک کے موقع پر کیوں اسقدر پیچیدگی میں پڑے اور کیوں قرآن شریف کی آیات کو یکجائی طور پر مدنظر نہ رکھا اور کیوں آیت ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا - کو نظر انداز کر دیا - جب اس آیت سے صاف پایا جاتا ہے کہ سارے رسول فوت ہو گئے تو وہ کونسی وجہ اُنکے پاس ہے جس سے اُنہوں نے مسیح کو مستثنےٰ سمجھا۔

علاوہ اس کے لغت عرب میں بھی خلود کے معنے جیسے علماء سمجھ رہے ہیں وہ نہیں ہیں دیکھو لسان العرب جلد ۴ صفحہ ۱۴۳ - زیر آیۃ و قولہ تعالے ایحسب ان مالہ اخلدہ کے نیچے یہ معنے لکھے ہیں ای یعمل عمل لا یظن مع یسارہ انہ یموت - یعنے انسان ایسا عمل کرتا ہے کہ وہ گمان نہیں کرتا کہ میں مر جاؤنگا دیکھو نفی خلود کی موت سے تعبیر کیگئی ہے - پھر مسیح کی نسبت کیوں اور تعبیر کیجاتی ہے۔

اقرب الموارد میں یوں ہے - خلد الرجل - ای مات الرجل یعنے آدمی مرگیا - دیکھو اقرب الموارد جلد ۱ صفحہ ۲۹۹۔

ج، وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوا خَالِدِينَ

(۱) تفسیر ابو سعود جلد ۶ صفحہ ۱۳۴ - بیان لکون | یہ بیان اس بات میں ہے کہ تمام رسول علیہم

الرسل علیھم السلام اُسوۃ لسائر افراد الجنس
فی احکام الطبیعۃ البشریۃ - اثر بیان کونھم
اسوۃ لھم فی نفس البشریۃ - لا یاکلون
الطعام صفۃ لہ - ای وما جعلناھم جسداً
مستغنیا عن الاکل والشرب بل محتاجا
الی ذلک لتحصیل بدل ما یتحلل فیہ وما
کانوا خالدین - لان مآل التحلل ھو الفناء
لا محالۃ -

السلام کل افراد بنی نوع انسان کا نمونہ ہیں اور
جو اثر زمانہ اُنپر ہوتا ہے وہی کل بنی آدم پر یعنے
سب ایک ہی طرح متاثر ہوتے ہیں کیونکہ نفس
بشری ابنیاء کا وہی ہے جو کل بنی آدم کا ہے اور
لا یاکلون الطعام اُسکی صفت واقع ہے یعنے
اللہ تعالے فرماتا ہے ہم نے رسولوں کا جسم کھانے
اور پینے سے مستغنی نہیں بنایا بلکہ وہ کھانے
اور پینے کے محتاج ہیں کیونکہ اُس سے ہی بدل
ماتحلل ہوتا ہے اور وہ ایسے نہیں ہوتے کہ ہمیشہ کے لئے قائم رہیں کیونکہ تحلل کا انجام بہر حال فنا ہے

(۲) تفسیر الدر المنثور جلد ۴ صفحہ ۳۱۴ -

(۱) اخرج ابن ابی حاتم عن ابن عباس فی
قولہ وما جعلناھم جسداً لا یاکلون
الطعام یقول لم یجعلھم جسداً لیس یاکلون
الطعام انما جعلناھم جسداً یاکلون الطعام

ابن ابی حاتم ابن عباس سے آیت متذکرہ کی
تفسیر کی نسبت روایت کرتا ہے کہ حضرت ابن عباس
کہتے ہیں کہ اللہ تعالے نے رسولوں کا جسم ایسا
نہیں بنایا تھا کہ کھانا نہ کھاتے ہوں بلکہ انکا
جسم ایسا بنایا تھا کہ کھانا کھانے کے محتاج تھے -

(۲) اخرج ابن المنذر وابن ابی حاتم عن
قتادۃ فی قولہ وما کانوا خالدین
قال لا بد لھم من الموت ان یموتوا -

ابن منذر اور ابن ابی حاتم قتادہ سے بیان
کرتے ہیں کہ وما کانوا خالدین کے معنے وہ
یہ کرتے تھے کہ اُن کو موت سے چارہ نہیں
وہ ضرور مرتے ہیں -

(۳) تفسیر تنویر المقباس جلد ۳ صفحہ ۲۵۲ -

ان اللہ لم یرسل الرسول الا من البشر
وما جعلناھم جسداً الانبیاء لا یاکلون
الطعام ولا یشربون الشراب وما کانوا خالدین
فی الدنیا ولکن کانوا یاکلون الطعام و

اللہ تعالے نے جو رسول بھیجا وہ آدمی ہی ہوتا تھا
اور ہمنے نبیوں کے جسم ایسے نہیں بنائے کہ نہ کھاتے
ہوں اور نہ پیتے ہوں اور وہ زندہ رہنے ہوں
بلکہ وہ کھانا کھاتے اور پانی پیتے اور مرتے

یشربون الشراب ویموتون۔ | تھے۔

(۴) حاشیہ ابن تمجید علے البیضاوی۔ جلد ۵ صفحہ ۲۰۵۔ قولہ وما کانوا خالدین۔ فان التعیش بالطعام من توابع التحلیل المودی الی الفناء۔ یعنے طعام کے ساتھ زندگی بسر کرنا تحلیل کے تابع ہوتا ہے جو فنا کی طرف لیجاتی ہے۔

(۵) تفسیر بحر الحقائق قلمی۔ لیشیر الی ان الانبیاء والاولیاء خلقوا محتاجین الی الطعام بخلاف الملئکۃ والروح وذلک لایقدح فی النبوۃ والولایۃ بل ھو من لوازم احوالھم و توابع کمالھم

اسطرح اشارہ ہے کہ ابنیاء اور اولیاء کھانے کے محتاج بنائے گئے ہیں اور فرشتہ اور روح کھانے کے محتاج پیدا نہیں کیئے گئے سو اُنکا کھانے کے لئے محتاج ہونا اُن کی نبوت اور ولایت کے منافی نہیں ہے بلکہ وہ تو اُن کے احوال کے لوازمات اور اُن کے کمال کی ضروریات میں سے ہے۔

(۶) تفسیر سواطع الالہام صفحہ ۲۹۰۔ وما جعلناھم الرسل جسدا وحدہ لمحاللصمع اولحا اصلہ المصدر لایاکلون الطعام کما ھو ارادھم اکل الطعام کمحمد صلعم وما کان الرسل خالدین دار الاعمال کما ھو وھمھم

ہمنے کسی رسول کا ایسا جسم نہیں بنایا کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح کھانا کھاتے تھے اور اس دنیا میں جیسا وہ گمان کرتے ہیں زندہ نہیں رہے۔

(۷) تفسیر غایۃ البرہان جلد ۲ صفحہ ۷۴۔ اور نہ کیا ہم نے ابنیاء کو جسد کہ نہ کھایا کریں اور ہمیشہ رہیں

(۸) تفسیر جلالین صفحہ ۲۶۸۔ وما جعلناھم ای الرسل۔ جسدا بمعنی اجساد لایاکلون الطعام بل یاکلونہ وما کانوا خالدین فی الدنیا۔ ہمنے رسولوں کا جسم ایسا نہیں بنایا کہ کھانا نہ کھاتے ہوں بلکہ کھاتے تھے اور دنیا میں زندہ نہیں رہتے تھے۔

(۹) تفسیر معالم التنزیل صفحہ ۵۸۵۔ وما جعلناھم الرسل جسدا ولم یقل اجسادا لانہ اسم الجنس لایاکلون الطعام۔ ھذا رد لقولھم مال ھذا الرسول یاکل الطعام۔ یقول لم نجعل الرسل ملئکۃ بل جعلناھم بشرا

ہمنے رسولوں کا جسم ایسا نہیں بنایا کہ کھانا نہ کھائیں (یہاں پر اجساد کا لفظ اسواسطے نہیں لایا گیا کہ جسد اسم جنس ہے) یہ اُنکے اس قول کا رد ہے کہ اس رسول کو کیا ہو گیا کہ کھانا کھاتا ہے اللہ تعالے فرماتا ہے کہ ہمنے

یاکلون الطعام وما کانوا خالدین فی الدنیا۔	رسولوں کو فرشتے تو نہیں بنایا بلکہ وہ آدمی ہیں جو کھانا کھاتے اور مرجاتے ہیں۔

(۱۰) تفسیر مجمع البیان جلد ۲ صفحہ ا۔

ای باقین لا یموتون۔ ھذا رد لقولھم مالھذا الرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق ومعناہ وما جعلنا الانبیاء قبلک اجسادا لا یاکلون الطعام ولا یموتون حتی یکون اکل الطعام وشربک وموتک فی ترک الایمان بک فانا لم نخرجھم عن حد البشریۃ بالوحی۔	وہ باقی رہنے ہوں مرتے نہ ہوں۔ یہ اُس بات کا رد ہے جو کہتے تھے یہ رسول کیسا ہے کھاتا کھاتا اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔ اور معنے یہ ہے کہ ہمنے نبیوں کا جو تجھ سے پہلے ہوئے ہیں ایسا جسم نہیں بنایا تھا کہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ مرتے ہوں یہانتک کہ اگر تیرے کھانا کھانے اور تیرے پانی پینے اور

تیرے فوت ہونے پر ایمان نہ لائیں تو بے ایمان ہوکر مرینگے۔ لہٰذا ہم نے نبیوں کو وحی سے مشرف کرکے بشری حد سے تو نکال نہیں دیا۔

(۱۱) تفسیر حسینی قلمی صفحہ ۵۴۰۔ وما نساختیم پیغمبران را خداوجسدے کہ باآن نخورند خوردنی و نبودند باقی در دنیا کہ نمیرند۔ ہمنے پیغمبروں کو خدا تو نہیں بنایا اور نہ ایسا جسم بنایا ہے کہ کھانا نہ کھائیں اور دنیا میں رہکر نہ مریں۔

(۱۲) تفسیر صافی جلد ۲ صفحہ ۲۶۔ نفی لما اعتقدوہ ان الرسالۃ من خواص الملک۔ اُنکے اس اعتقاد کی نفی ہے کہ رسالت فرشتہ کے خواص میں سے ہے۔

(۱۳) تفسیر معالمات الاسرار جلد ۲ صفحہ ۲۴۔ ونگردانیدیم انبیاء را جسدے کہ نخورند طعام و باندند تا آنکہ عیسے ہم مرد۔ یعنے ہمنے نبیوں کا جسم ایسا نہیں بنایا کہ کھانا تو نہ کھائیں اور ہمیشہ رہیں حتے کہ عیسے بھی فوت ہوگیا۔

(۱۴) تفسیر در الاسرار صفحہ ۲۶۶۔ الھاء فی وما جعلناھم للرسل کلھم۔ جعلناھم میں جو ھم ضمیر ہے وہ کل رسولوں کی طرف ہے۔

(۱۵) تفسیر کواشی جلد ۳ قلمی۔ المراد بالجسد ھنا الجنس۔ قال مجاھد ما جعلنا الانبیاء جسدا لیس فیھم روح۔ والمعنے ما جعلنا الانبیاء قبلہ الا اجساما وما جعلناھم لا یاکلون الطعام وما کانوا

باقین فی الدنیا۔ جسد سے مراد جنس ہے یعنے ہر ایک جسد۔ تفسیر مجاہد یہ ہے۔ ہمنے نبیوں کا جسم ایسا نہیں بنایا کہ اُن میں روح نہ ہو اور معنے یہ ہیں کہ ہمنے تجھ سے پہلے نبیوں کے جسم ایسے نہیں بنائے کہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور وہ دنیا میں باقی رہے ہوں۔

(۱۶) تفسیر عباسی۔ جسدا جسد الانبیاء لایاکلون الطعام ولایشربون الشراب وماکانوا خالدین فی الدنیا ولکن کانوا یاکلون الطعام ویشربون الشراب ویموتون۔

جسد سے مراد نبیوں کے جسم ہیں جو ایسے نہیں بنائے گئے کہ نہ تو کھانا کھاتے ہوں اور نہ پانی پیتے ہوں اور دنیا میں نہ رہتے ہوں بلکہ کھانا کھاتے تھے اور پانی پیتے تھے اور مرجاتے تھے۔

(۱۷) تفسیر مدارک جلد ۳ صفحہ ۱۰۳۔ وحد الجسد لارادۃ الجنس لایاکلون الطعام صفۃ الجسد یعنی وما جعلنا الانبیاء قبلہ ذوی جسد غیر طاعمین۔ جسد صرف جنس کے ارادہ سے ہے۔ کھانا نہ کھاتے تھے یہ جسم کی صفت واقع ہے۔ معنے یہ ہیں ہمنے اس رسول سے پہلے نبیوں کا جسم ایسا نہیں بنایا کہ نہ کھانے والا جسم ہو۔

(۱۸) تفسیر کشاف جلد ۲ صفحہ ۸۷۶۔ المعنی وما جعلنا الانبیاء قبلہ ذوی جسد غیر طاعمین اور معنے یہ ہیں کہ نبیوں کا جسم جو اس رسول سے پہلے گذرے ہیں ایسا نہیں بنایا تھا کہ کھاتے نہ تھے۔

(۱۹) تفسیر خازن جلد ۳ صفحہ ۱۰۳۔ وما جعلناھم۔ ای الرسل۔ جسدا لایاکلون الطعام ھذا رد لقولھم مالھذا الرسول یاکل الطعام والمعنی لم نجعلھم ملائکۃ بل جعلناھم بشرا یاکلون الطعام وما کانوا خالدین ای فی الدنیا بل یموتون کغیرھم

ہمنے کسی رسول کا ایسا جسم نہیں بنایا جو کھانا نہ کھاتا ہو۔ یہ بات کفار کے اُس قول کا رد ہے کہ کیا ہو گیا کہ یہ رسول کھانا کھاتا ہے اور معنے یہ ہے کہ ہمنے اُن رسولوں کو فرشتہ نہیں بنایا بلکہ ہمنے اُن کو آدمی بنایا اور جو کھانا کھائیں اور مرجائیں۔ یعنے دنیا میں اور لوگوں کی طرح فوت ہو جائیں۔

(۲۰) تفسیر روح البیان جلد ۲ صفحہ ۶۲۱۔ ای وما جعلناھم جسدا مستغنیا عن الاکل والشراب بل محتاجا الی ذلک لتحصیل

ہمنے اُن کا جسم کھانے اور پینے سے مستغنی نہیں بنایا بلکہ وہ کھانے اور پینے کے محتاج بنائے گئے ہیں تاکہ جو کچھ بدن سے تحلیل ہو

بدل ما يتحلل منه - وما كانوا خالدين - لان
مآل التحلل هو الفناء لا محالة - والخلود تبرى
الشئ من اعتراض الفساد وبقاؤه على الحالة
التى هو عليها - والمراد اما المكث المديد كما هو
شان الملئكة او الابدى وهم معتقدون
انهم لا يموتون - والمعنى جعلناهم اجسادا
متغذية صائرة الى الموت بالآخر على حسب
اجالهم لا ملائكة ولا اجسادا مستغنيا
عن الاغذية مصونة عن التحلل كالملئكة
قال فى التاويلات النجمية يشير الى ان
الانبياء والاولياء خلقوا محتاجين الى الطعام
بخلاف الملئكة -

اُسکا بدل اُنکو حاصل ہوتا رہے اور ما کانوا
خالدین کے معنے یہ ہیں کہ دیر تک نہیں رہتے تھے
وجہ یہ کہ کسی چیز کا تحلیل ہونا خود ہی فنا کی علامت
ہے اور خلود کے معنے کسی چیز کا فساد کے اعتراض
سے بری ہونا اور اُسی حالت پر باقی رہنا جسپر وہ
ابتدا سے ہے - لیکن مراد اس سے ایک زمانہ
دراز تک ٹھیرنا جیسا کہ ملائکہ کی شان ہے یعنے
یہ کہ وہ ابد تک رہیں گے اور اُنکا اعتقاد ہے کہ
وہ نہیں مرینگے - اور معنے یہ ہیں کہ ہمنے غذا
کے محتاج اُنکے جسم بنائے ہیں جو موت کی طرف
کھچے ہوئے جارہے ہیں اور اپنی اپنی عمریں پوری
کرتے ہیں نہ وہ فرشتے ہیں اور نہ فرشتوں کی
طرح اُنکے جسم ہیں کہ کھانے سے مستغنی ہوں اور زوال سے محفوظ ہوں اور کتاب تاویلات النجمیہ
میں لکھا ہے کہ اس آیت میں اسطرف اشارہ ہے کہ انبیاء اور اولیاء برخلاف فرشتوں کے کھانے
پینے کے محتاج پیدا کئے گئے ہیں -

(۲۱) تفسیر جمل جلد ۳ صفحہ ۱۲۷ - والمعنى جعلناهم اجسادا تتغذى وتصير الى الموت بالآخر لا اجسادا
مستغنية عن الاغذية یعنے ہمنے اُنکے جسم بنائے ہیں کہ کھانا کھائیں اور موت کا لقمہ ہوں ایسے
جسم نہیں بنائے کہ کھانے پینے سے لاپرواہ ہوں -

(۲۲) حاشیہ شیخ احمد صاوی المالکی علی جلالین جلد ۲ صفحہ ۶۷ - ولقولهم مال هذا الرسول ياكل
الطعام والمعنى لم نجعلهم ملائكة بل جعلناهم بشرا ياكلون الطعام - یہ بات کفار کی اس بات
کی رد ہے کہ اس رسول کو کیا ہے کہ کھانا کھاتا ہے - مطلب یہ کہ ہمنے رسولوں کو فرشتہ نہیں بنایا بلکہ
ہمنے اُنکو آدمی بنایا کہ کھانا کھاتے ہیں - وقوله وما كانوا خالدين - اى ماكثين على سبيل الخلود
فى الدنيا بل يموتون كغيرهم - یعنے دنیا میں خلود کے طور پر رہتے ہیں بلکہ مثل دیگر بنی نوع انسان
کے مرجاتے ہیں -

(۲۳) تفسیر سراج المنیر جلد ۲ صفحہ ۴۸۴، ۴۸۵۔

ای الذین اخترنا بعثتهم الی الناس لیامرهم باوامرنا۔ جسدا۔ ای ذوی جسد ولحم ودم۔ لا یاکلون الطعام۔ بل جعلناهم اجساداً یاکلون ویشربون ولیس ذلک بمانع من ارسالهم۔ وما کانوا خالدین۔ ای باجسادهم بل ماتوا کما مات الناس قبلهم وبعدهم۔

وہ لوگ جنکو ہمنے لوگوں کو حکم پہنچانے کے لئے مقرر کیا۔ جسدا کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ جسم والے گوشت والے اور خون والے ہوتے ہیں۔ لا یاکلون الطعام کا یہ مطلب ہے کہ وہ ایسے نہیں بنائے گئے بلکہ اُنکے جسم ایسے پیدا کئے گئے ہیں کہ کھانا کھاتے اور پانی پیتے تھے یہ اُمور اُنکی رسالت کے حارج نہیں ہو سکتے تھے۔ وما کانوا خالدین کا مطلب یہ ہے کہ اپنے جسموں سمیت زندہ نہیں رہتے تھے بلکہ وہ اُن لوگوں کی طرح جو اُنسے پہلے ہوئے یا پیچھے فوت ہو جاتے تھے۔

(۲۴) تفسیر توضیح مجید۔ جلد ۴۔ صفحہ ۱۵۹۔ اور نہیں کیا ہمنے اُنکو صاحبان جسد ایسے کہ نہیں کھاتے ہیں وہ کھانے کو اور نہ تھے وہ پیغمبر بیچ اس دنیا کے ہمیشہ۔

(۲۵) تفسیر ابن کثیر جلد ۶ صفحہ ۲۷۲۔ زیر آیت بالا۔

ای بل کانوا اجسادا یاکلون الطعام کما قال تعالی وما ارسلنا قبلک من المرسلین الا انهم لیاکلون الطعام ویمشون فی الاسواق ای قد کانوا بشرا من البشر یاکلون ویشربون مثل الناس ویدخلون الاسواق للتکسب والتجارة ولیس ذلک بضار لهم ولا ناقص منهم شیئا کما توهمه المشرکون...... بل کانوا یبعثون ثم یمیتون۔

بلکہ وہ ایسے جسم تھے کہ کھانا کھایا کرتے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے کہا ہے کہ ہمنے تجھ سے پہلے کسی رسول کو نہیں بھیجا مگر اُسی حالت میں کہ وہ کھانا کھاتے اور بازاروں میں چلتے پھرتے۔ یعنی وہ رسول بشروں میں سے بشر ہی ہوتے تھے جو دوسرے آدمیوں کیطرح کھاتے بھی تھے اور پیتے بھی تھے اور بازاروں میں بھی کاروبار کرتے اور تجارت کے لئے جاتے تھے اور اس سے انکو کوئی ضرر نہیں پہنچتا تھا اور نہ نقص جیسے مشرکوں کا خیال ہے۔ بلکہ زندگی بسر کرکے فوت ہو جاتے تھے۔

(۲۶) تفسیر مظہری جلد ۳ قلمی۔ زیر آیۃ بالا۔ وما جعلناهم۔ ای اولین من الرسل جسدا لا یاکلون الطعام وما کانوا خالدین۔ فان التعیش بالطعام من لوازم التحلیل

پہلے رسولوں کا ایسا جسم نہیں بنایا کہ کھانا نہ کھائے اور پھر وہ زندہ رہے کیونکہ کھانے کیساتھ زندگی بسر کرنا تحلیل کے لوازمات سے ہے جو فنا

المودی الی الفناء۔ کی طرف لیجاتے ہیں۔

ان تمام تفاسیر سے آیت متذکرہ بالا کی تفسیر بجز اس کے اور نہیں ثابت ہوتی کہ تمام انبیاء کا جسم کھانے اور پینے کا محتاج بنایا گیا اور جسقدر عوارضات جسمانی ہونے چاہئیں اُنمیں موجود تھے تو پھر قرآن شریف کی ایسی آیت کی موجودگی میں کیونکر مان لیا جاوے کہ حضرت مسیح بغیر کھانے اور پینے کے زندہ موجود ہیں۔ لہذا ایسا خیال کرنا گویا قرآن شریف کو جھٹلانا ہے۔

(د) وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ

(۱) تفسیر ابو سعود جلد ۶ صفحہ ۲۳۴۔ ما ارسلنا احدا قبلك من المرسلین الا آکلین وماشین
تجھ سے پہلے ایک بھی رسول ایسا نہیں تھا جو کھاتا پیتا اور چلتا پھرتا نہ ہو۔

(۲) تفسیر کشاف۔ جلد ۲ صفحہ ۷۰۹۔ وما ارسلنا قبلك احدا من المرسلین الا آکلین وماشین۔ معنے اوپر گذر چکے۔

(۳) تفسیر در المنثور جلد ۵ صفحہ ۶۵۔ اخرج عبد بن حمید وابن المنذر وابن ابی حاتم عن قتادۃ وما ارسلنا قبلك من المرسلین الا انهم لیاکلون الطعام ویمشون فی الاسواق۔ یقول ان الرسل قبل محمد کانوا بهذہ المنزلة یاکلون الطعام ویمشون فی الاسواق۔ الی اخرہٖ۔

عبد بن حمید اور ابن المنذر و ابن ابی حاتم نے قتادہ سے روایت بیان کی ہے کہ وہ اس آیۃ کی نسبت یوں کہتا تھا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے جسقدر رسول پہلے گذرے ہیں وہ سب کے سب ایسے تھے کہ کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔

(۴) تفسیر تنویر المقباس جلد ۴۔ صفحہ ۵۳
وما ارسلنا قبلك یا محمد من المرسلین الا انهم لیاکلون الطعام کما تاکل۔ جوابا لقولهم مالهذا الرسول یاکل الطعام ویمشون فی الاسواق فی الطرق کما تمشی

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمنے تجھ سے پہلے کوئی بھی رسول ایسے نہیں بھیجے جو تمہاری طرح کھاتے پیتے نہوں۔ یہ جواب اُنکی اس بات کا کہ اس رسول کو کیا ہو گیا کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں

یجیسے وہ چلتے پھرتے تھے اُسیطرح تو بھی چلتا ہے۔

(۵) حاشیہ ابن تجید علی البیضاوی تکملہ جلد ۵ صفحہ ۱۵۵۔ ان الانبیاء المتقدمین اکلوا ومشوا فی الاسواق مع کونهم نبیئین۔ تمام سابقہ نبی باوجود نبی ہونے کے کھاتے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔

(۶) تفسیر بحر الحقائق قلمی۔ الا انهم لیاکلون الطعام کما تاکل ویمشون فی الاسواق کما تمشی۔ وہ اسطرح کھانا کھاتے تھے جیسے تم کھاتے ہو اور ایسا ہی بازاروں میں چلا کرتے تھے جیسے تم چلتے ہو۔

(۷) تفسیر عرائس البیان جلد ۲ صفحہ ۹۲۔ هذا سنة الله فی الخلق والانبیاء والاولیاء شارکوهم فی البشریة۔ آفرینش کے متعلق یہ اللہ تعالے کا قانون ہے اور نبی اور ولی سب کے سب بشریت میں مساوی ہیں۔

(۸) تفسیر سواطع الالهام صفحہ ۴۴۳۔ وما ارسلنا قبلک محمد احدا من الملاء المرسلین المکمل لاعلام صلاح العالم وهدایهم الا انهم مکسود لورود اللام لیاکلون الطعام والحاصل الا اکال للطعام ویمشون و رددا فی الاسواق مواسوا العوام۔

اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم تجھ سے پہلے ہمنے گروہ رسولوں میں سے کسی کو اصلاح عالم اور عام لوگوں کی ہدایت کے لئے نہیں بھیجا مگر کہ وہ کھانا کھاتے تھے۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ وہ کھانا کھاتے اور بازوں میں عوام کی طرح چلتے پھرتے تھے۔

(۹) تفسیر غایۃ البرهان جلد ۲ صفحہ ۸۶۔ اور نہیں بھیجا ہمنے تجھ سے پہلے کوئی رسول مگر بدرستی کہ وہ کھانا کھاتے تھے اور چلتے تھے بازاروں میں۔

(۱۰) تفسیر معالم التنزیل صفحہ ۶۳۱۔ ما انا الا رسول وما کنت بدعا من الرسل وهم کانوا بشرا یاکلون الطعام ویمشون فی الاسواق وقیل معناه وما ارسلنا قبلک من المرسلین الا قیل لهم مثل هذا انهم یاکلون الطعام ویمشون فی الاسواق۔

میں تو ایک رسول ہوں اور میں کوئی پہلا رسول نہیں ہوں حالانکہ جسقدر رسول تھے وہ سب بشر تھے کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے اور اس کے معنے یہ بیان کئے جاتے ہیں ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول ایسا نہیں بھیجا جو اس رسول کی طرح باتیں نہ کرتے ہوں یعنے یہ کہ وہ تو کھانا کھاتے اور بازاروں میں چلتے تھے۔

(۱۱) تفسیر حسینی قلمی صفحہ ۶۰۶۔ وما ارسلنا قبلک و نفرستادیم پیش از تو کسے را من المرسلین از

پیغمبران الا انھم- مگر پیغمبرانیکہ ایشاں لیا کلون الطعام ہر آئینہ بخوروند خوردنی ویمشون فی الاسواق وبروند در بازارہا بجہت کفایت مہمات خود-

(۱۲) تفسیر غرائب القرآن- جلد ۳- انہ لا وجہ لقولھم مالھذا الرسول یاکل الطعام لانہ ھذہ عادۃ مستمرۃ من اللہ فی کل رسلہ والمعنی وما ارسلنا قبلک احدا من المرسلین الا اٰکلین وماشین-

اُن کے اِس قول کی کوئی وجہ نہیں کہ اس رسول کو کیا ہو گیا کہ کھانا کھاتا ہے کیونکہ یہ تو تمام رسولوں کی نسبت اللہ تعالیٰ کی عادت استمراری ہے اور معنے یہ ہیں کہ ہمنے تجھ سے پہلے کوئی بھی ایسا رسول نہیں بھیجا کہ جو کھانا نہ کھاتا ہو اور چلتا پھرتا نہو-

(۱۳) تفسیر صافی جلد ۲ صفحہ ۶۰- جواب لقولھم مالھذا الرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق معنے اوپر گذر چکے-

(۱۴) تفسیر معالمات الاسرار- جلد ۲ صفحہ ۷۲- ورنہ فرستادیم از قبل تو رسولان مگر آناں بدرستی میخوردند طعام ومے رفتند در بازارہا-

(۱۵) تفسیر در الاسرار جلد ۲- صفحہ ۳۰۰- مطبع عشام- وحکمک وحکمھم واحد علی اکل الطعام دسواہ- یعنے تیری اور اُنکے کھانے وغیرہ امور میں یکساں حالت ہے-

(۱۶) تفسیر عباسی- جوابا لقولھم مالھذا الرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق کما تاکل ویمشون فی الاسواق فی الطرق کما تمشی- یہ آیت جواب ہے اِس آیت کا کہ اس رسول کو کیا ہے کہ کھانا کھاتا اور بازاروں میں چلتا ہے- جیسے تو کھاتا ہے اور اُنکی طرح رستوں پر چلتا ہے-

(۱۷) تفسیر خازن- جلد ۱ صفحہ ۱۰۴۱- والمعنی ان ھذہ عادۃ مستمرۃ من اللہ تعالیٰ علی رسلہ فلا وجہ لھذا الطعن وما انا الا رسول وما کنت بدعا من الرسل وھم کانوا بشرا مثلی یاکلون الطعام ویمشون فی الاسواق-

اور معنے یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی تمام رسولوں کی نسبت یہی ہمیشہ کی عادت ہے اور طعن کی کوئی وجہ نہیں- میں بھی رسول کے سوا اور کچھ نہیں ہوں اور نہیں کوئی پہلا ہی رسول نہیں ہوں کیونکہ پہلے سارے رسول بھی آدمی ہی تھے اور میری طرح کھانا کھاتے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے-

(۱۸) تفسیر مدارک جلد ۳ صفحہ ۱۴۱- والمعنی وما ارسلنا قبلک احدا من المرسلین الا اٰکلین وماشین- معنے اوپر گذر چکے-

(۱۹) حاشیہ شیخ احمد صادی علی جلالین - جلد ۳ صفحہ ۱۴۲ -

والمعنے ما ارسلنا قبلك من المرسلین فی حال من احوال الا فی حالة اکلھم الطعام و مشیھم فی الاسواق - ای فھذہ عادتھم ودابھم فان ھجوك بذلك فقد ھجو جمیع الانبیاء فلا تحزن -

اور معنے یہ ہیں کہ ہمنے کوئی رسول بھی تجھ سے پہلے کسی اور حالت میں بجز اس کے کہ کھانا کھاتے اور بازاروں میں چلتے ہوں نہیں بھیجا - یعنے اُنکی عادت اور طریق یہی ہے پس اگر یہ لوگ اس امر سے تیری ہجو کرتے ہیں تو کیا مضائقہ ہے اسمیں کوئی رنج کی بات نہیں کیونکہ یہ تمام انبیاء کی بھی اسیطرح ہجو کرتے رہے ہیں -

(۲۰) تفسیر سراج منیر - جلد ۲ صفحہ ۶۲۵ -

ای اشرف الخلق احدا من المرسلین الا وحالھم انھم لیا کلون الطعام کما تاکل ویاکل غیرك من الآدمیین ویمشون فی الاسواق کما تفعل فھذہ عادة مستمرة من اللہ تعالی فی کل رسله -

پیدائش میں تمام رسول افضل ہیں اور اُنکا حال یہ ہو کہ وہ کھانا ویسا ہی کھاتے ہیں جیسے تم کھاتے ہو اور دیگر عام آدمی کھاتے ہیں اور بازاروں میں اُسیطرح چلتے ہیں جیسے تم چلتے ہو اور اللہ تعالی کی یہ عادت ہمیشہ سے کل رسولوں کے ساتھ ہے -

(۲۱) عنایۃ القاضی حاشیہ علے البیضاوی جلد ۶ صفحہ ۴۰ - والمعنے ما ارسلنا قبلك احدا من المرسلین الا آکلین وماشین - اور معنے یہ ہیں کہ ہم نے تجھ سے پہلے کسی رسول کو نہیں بھیجا مگر اس حالت میں کہ وہ کھاتے اور چلتے پھرتے تھے -

(۲۲) تفسیر توضیح مجید جلد ۴ صفحہ ۲۸۱ - اور نہیں بھیجا ہم نے پہلے تیرے کسی رسول سے مگر وہ ہر آئینہ کھاتے تھے کھانا اور چلتے تھے وہ بیچ بازاروں کے -

(۲۳) تفسیر ابن کثیر جلد ۷ صفحہ ۱۳۰ - یقول تعالی مخبرا عن جمیع من بعثہ من الرسل المتقدمین انھم کانوا یاکلون الطعام ویحتاجون الی التغذی به ویمشون فی الاسواق للتکسب والتجارة ولیس ذلك بمناف لحالھم ومنصبھم - یعنے اللہ تعالے تمام اُن لوگوں کی نسبت خبر دیتا ہے جنکو زمانہ سابق میں اپنے رسول کرکے بھیجتا رہا ہے کہ وہ کھانا کھاتے تھے اور غذا کے محتاج تھے اور بازاروں میں کمانے اور تجارت کے لئے آتے جاتے تھے اور یہ اُمور اُن کے

حال اور مرتبہ کے منافی نہیں تھے۔

(۲۴) تفسیر فتح البیان جلد ۶ ۔ صفحہ ۳۶۲ ۔

والمعنی فارسلنا قبلك احدا منهم الا آكلین وماشین فانت مثلهم فی ذلك ۔ قال قتادة یقول ان الرسل قبل محمد صلی الله علیه وسلم كانوا بهذه المنزلة یاكلون ویمشون

ہم نے اُن میں سے جسکو تجھ سے پہلے رسول کرکے بھیجا ہے وہ سب کھانا کھاتے اور گشت کرتے تھے اور ان باتوں میں تو بھی اُنکی طرح ہے ۔ قتادہ کہتا ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے جس قدر رسول ہوئے ہیں وہ اسیطرح کھاتے پیتے اور چلتے پھرتے تھے ۔

(۲۵) تفسیر کبیر جلد ۶ ۔ صفحہ ۴۶۱ ۔ هذا جواب عن قولهم مال هذا الرسول یاكل الطعام ویمشی فی الاسواق بین الله ان هذا عادة مستمرة من الله فی كل رسله فلا وجه لهذا الطعن ۔

یہ کفار کے اس قول کا جواب ہے کہ اس رسول میں بھلا کوئی عجیب بات ہے حالانکہ یہ کھاتا پیتا اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے ۔ اللہ تعالے نے اسکو صاف بیان فرمادیا کہ یہ تو اللہ تعالی کی تمام رسولوں کی نسبت دائمی عادت ہے

اس میں طعن کی کیا وجہ ہے ۔

(۲۶) تفسیر محمدی مطبوعہ محمدی جلد ۴ ۔ صفحہ ۳۲۳ ۔ ونفرستادیم پیش از تو پیغمبران مگر بایں صفت کہ ایشاں مے خوردند طعام ومیرفتند در بازارہا ۔

(۲۷) تفسیر مظہری جلد ۴ قلمی ۔ زیر آیۃ بالا ۔ وما ارسلنا قبلك من المرسلین الا رسلا آكلین الطعام والماشین فی الاسواق ۔ ہم نے تجھ سے پہلے کسی رسول کو نہیں بھیجا مگر رسول کرکے جو کھانے بھی کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے تھے ۔

(۲۸) تاج التفاسیر ۔ صفحہ ۶۴ ۔ زیر آیۃ بالا ۔ یوں لکھا ہے ۔

وما ارسلنا قبلك ایها النبی الكریم من المرسلین من آدم الی عهدك من الرسل الا انهم لیاكلون الطعام لحاجته البشر الیه ویمشون فی الاسواق لقضاء حوائجهم وحوائج الناس ۔

ہمنے تجھ سے پہلے اے نبی آدم سے تیرے زمانہ تک کوئی رسول ایسا نہیں بھیجا جو بشری حاجت کھانا کھانے کی نہ رکھتا ہو ۔ اور اپنی حوائج اور لوگوں کی حوائج کے لئے بازاروں میں نہ جاتا ہو ۔

اس آیت کی تفسیر میں جو کچھ مفسرین نے بیان کیا ہے اُس سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام میں کسی قسم کی خصوصیت بہ نسبت دیگر انبیاء کے نہ تھی بلکہ وہ کھانے پینے اور ضروریات نفسانی کا ویسا ہی محتاج تھا جیسے اور سب تھے تو پھر کیونکر برخلاف نص قرآنی کے مانا جاتا ہے کہ حضرت عیسے بغیر غذا وغیرہ کے زندہ موجود ہے۔ اس سے قرآن شریف کی تکذیب لازم آتی ہے کیونکہ اسمیں تو صاف لکھا ہے کہ وہ ضروریات کا محتاج تھا مگر اُسکو خدا کی طرح غیر محتاج تسلیم کر لیا گیا۔ اسکا نام تحریف نہیں تو اور کیا ہے۔ اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ وہ مر چکے۔

(۵) وَلَكُمْ فِى الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ إِلَى حِينٍ

(۱) تفسیر ابو سعود۔ جلد ۴۔ صفحہ ۲۰۶۔ مستقر۔ ای استقرار او موضع استقرار۔ ومتاع ای تمتع وانتفاع۔ الی حین ہو حین انقضائے اٰجالکم۔ یعنے تمہارے لئے زمین میں ایک مدت تک ٹھہرنا اور اُس سے فائدہ اُٹھانا ہے۔

(۲) تفسیر تنویر المقباس جلد ا صفحہ ۱۹۰۔ ولکم فی الارض مستقر ای منزل ومتاع ای منفعة ومعاش الی حین۔ الی حین الموت۔ اور اسی کتاب کی جلد ۲ صفحہ ۹ پر ہے۔ ولکم فی الارض مستقر۔ ماوی ومنزل ومتاع ومعاش الی حین حین الموت۔ یعنے تمہارے لئے موت تک زمین ہی تمہارا ماوی اور ملجا ہے اور اسی پر تمہاری وجہ معاش ہے۔

(۳) تفسیر خازن جلد ۲ صفحہ ۴۸۔ وھو الذی انشاء کم من نفس واحدة فمستقر ومستودع قال مجاھد المستقر علی ظھر الارض فی الدنیا لقوله ولکم فی الارض مستقر ومتاع الی حین۔ والمستودع عند اللہ فی الاخرة۔ و قال الحسن المستقر فی القبر والمستودع فی الدنیا

اللہ وہ ذات ہے جسنے تمکو ایک ہی شخص سے پیدا کیا اور تمہارے لئے اس دنیا میں رہنے کی جگہ اور دوسری دنیا میں مقام کی جگہ مقرر کی ہے۔ مجاہد کہتے ہیں مستقر زمین پر اس دنیا میں ہے بموجب قول اللہ تعالےٰ کے تمہارے لئے زمین میں ہی ٹھہرنا اور موت تک اُس سے فائدہ اُٹھانا مقرر ہو چکا ہے اور حسن کہتے ہیں کہ مستقر قبر میں ہے اور مستودع دنیا میں ہے۔

(۴) تفسیر مدارک جلد ۲ صفحہ ۵۴۔ مستقر فوق الارض مستودع تحتها۔ زندگی میں زمین پر

جائے قرار ہے اور موت کے بعد زمین کے نیچے بچھونا ہے

تفسیر مدارک جلد ۲ صفحہ ۹۴-۹۵- ولکم فی الارض مستقر- استقرار او موضع استقرار ومتاع انتفاع العیش الی حین- الی انقضاء آجالکم- تمہارے لئے زمین پر جائے قرار ہے اور تمہاری عمر کے پورے ہونے تک زمین پر ہی تمہاری وجہ معاش ہے-

(۵) حاشیہ قنوی- جلد ۳ صفحہ ۱۶۴-۱۶۵- ان کان الخطاب لآدم ولحوا وذریتهما فالعداوة ببغی بعضهم بعضا- مستقر اسم مکان و بمعنے کونہ موضع استقرار ومتاع وتمتع ای انه مصدر- قوله تنقضی آجالکم- ای الموت- فالخطاب للکل الافرادی فالخطاب المجموعی- ولعله اکتفی باول هنا للتنبیه علی ان تمتعکم واستقرارکم فیها غیر دائم بل متعقب للفناء-

اگر یہ خطاب آدم اور حوا اور اُن کی ذریات کو ہے تو عداوت ایک دوسرے سے سرکشی کی ہے مستقر مکان کا نام ہے یا موضع استقرار کو بھی کہتے ہیں اور وجہ معاش عمروں کے اختتام تک یعنے موت تک ہے- پس خطاب ہر فرد یا کل مجموعہ بنی نوع سے ہے اور اسکی یہ وجہ ہے کہ یہ بات بطور تنبیہ کام دے کہ تمہارا زمین سے فائدہ اُٹھانا اور رہنا سہنا ناپائیدار ہے بلکہ فنا اُسکے پیچھے لگی ہوئی ہے-

(۶) تفسیر سواطع الالہام صفحہ ۲۰۳- قال اهبطوا قال الله اهبطوا والمراد آدم وحوا وولده لالحاء الاولاد ولکم فی سطح الارض الحاسر مستقر حلول وركود او محل ومركد ومتاع ومصالح الی حین کمال اعمارکم-

اللہ تعالے آدم اور حوا اور اسکی اولاد کو مخاطب کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تمہارا ٹھکانہ سطح زمین پر ہے- اور عمروں کے پورے ہونے تک اُسی سے فائدہ اُٹھانا ہوگا-

(۷) تفسیر جلالین صفحہ ۶- ای انتما بما اشتملتما علیه من ذریتکما- بعضکم بعض الذریة ولکم فی الارض مستقر- موضع قرار ومتاع ای تمتعون به من نباتها الی حین وقت انقضاء آجالکم-

آدم اور حوا اور اُن کی اولاد کو خطاب ہے بعض ذریت بعض کے ساتھ عداوت وغیرہ کریگی- اور تمہارے لئے زمین پر ہی قیام ہے اور موت تک تم اُس کی سبزی وغیرہ سے فائدہ اُٹھاؤ گے-

اور صفحہ ۱۲۹ پر یہ لکھا ہے- ای آدم وحواء

اے آدم اور حوا بمعہ اپنی اولاد- اور بعض

بما اشتملتما عليه من ذريتكما بعضكم بعض الذرية لبعض عدو من ظلم بعضهم بعضا ولكم في الارض مستقر و متاع تمتع الى حين تنقضي فيه آجالكم۔

ذریت بعض کیساتھ بوجہ ایک دوسرے کے ظلم کے دشمن ہو گی اور تمہارے رہنے کا مکان اور عمر کے پورا کرنے کا سامان زمین پر ہی ہے۔

(۸) جامع البیان۔ صفحہ ۹۔ انزلوا الی الارض جمع الضمیر لانهما اصلا الانس فکانهما الجنس ولکم فی الارض مستقر۔ موضع قرار و متاع تمتع الی حین الموت۔

تم اُس زمین خاص کی طرف جاؤ۔ ضمیر جمع اسلئے آئی ہے کہ آدم اور حوا کل نوع انسان کے اصل ہیں گویا وہ دونوں قائم مقام جنس کے ہیں۔ اور یہ کہا گیا کہ تمہارے لیئے زمین ہی ٹھہرنے اور تا موت فائدہ اُٹھانے کی جگہ ہے۔

(۹) تفسیر مجمع البیان۔ جلد ۱۔ انه اراد آدم و حوا و ذریتهما۔ اسمیں آدم اور حوا اور اُنکی اولاد سے مراد ہے

وقوله ولكم في الارض مستقر۔ اى مقر و مقام و ثبوت بان جعل الارض قرارا لكم و متاع اى استمتاع الى حين۔ الى وقت الموت و قيل الى يوم القيامة وقيل الى فناء الآجال۔ اى كل امرء مستقر الى فناء اجله۔ وقال ابو السراج لو قال ولكم في الارض مستقر و متاع يظن انه غير منقطع فقال الى حين۔ اى حين انقطاعه۔ فاما يأتينكم مني هدى اى بيان ودلالة۔ وقيل انبياء و رسل وعلى هذا القول الاخير يكون الخطاب في قوله اهبطوا لآدم وحوا و ذريتهما۔

تمہارے لیئے زمین میں ٹھکانہ اور مقام اور یہ اسبات کی دلیل ہے کہ زمین ہی تمہارے رہنے کے لئے اور تمہاری موت تک فائدہ دینے کے لئے بنائی گئی ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ وقتوں کے فنا ہونے تک مراد ہے۔ یعنے ہر ایک آدمی اپنی عمر کے پورے ہونے تک اُسپر ٹھہر سکتا ہے اور ابو السراج فرماتے ہیں کہ ولکم فی الارض مستقر و متاع جو کہا گیا ہے تو اسلئے کہا گیا ہے کہ منقطع ہونیوالی نہیں ہے اور الی حین سے اُسکے منقطع ہونیکے وقت تک مراد ہے اور فاما یاتینکم منی ھدی میں جو ہدی آیا ہے اُس سے مراد بیان اور دلیل ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اُس سے مراد نبی اور رسول ہیں اور آخری بات پر اللہ تعالے کے قول اھبطوا میں خطاب حضرت آدم اور حوا اور اُنکی اولاد سے ہے۔

(۱۰) تفسیر درالاسرار۔ صفحہ ۸۔ الامر لآدم و حواء و کل ولد حواء و آدم ولکم فی الارض مستقر

ومتاع - اموال ومطاع - الی حین - مرور الاعمار ورود الحمام او المعاد - یہاں اس آیت میں آدم و
حوا اور انکی کل اولاد کو حکم ہے اور تمہارے لئے زمین قیامگاہ اور مال متاع تا عمر یا دخول قبر یا آخرت تک ہے -

(۱۱) تفسیر وجیز - وگفتیم ما آدم و حوا و ذریات ایشان را کہ در نسل ایشان مقدر بودند و شما راست و در زمین استقرار
و بہرہ مندیست بچیزہائے زمین تا وقت معین کہ وقت مرگ است در حق ہر ہر فرد و وقت قیامت است
در حق تمام نوع - ہمنے آدم اور حوا اور انکی اولاد کو جو اُن کی نسل میں مقدر تھی کہا اور تمہارے لئے زمین
پر ٹھہرنا اور زمینی چیزوں سے وقت مقرر یعنے موت تک ہر ہر جی کے لئے فائدہ اُٹھانا مقصود رکھا گیا
ہے اور تمام نوع انسان کے لئے وقت قیامت مقرر ہے -

(۱۲) تفسیر فتح العزیز صفحہ ۱۶۲ - وگفتیم ما آدم و حوا و ذریات ایشان را کہ در نسل ایشان مقدر بودند
معنے اوپر گذر چکے -

(۱۳) تفسیر بحر مواج زیر آیت فقلنا اھبطوا - لکھا ہے - این خطاب بصیغہ جمع است و مخاطب بدین آدم
و حوا است و بعضے خطاب مر آدم و حوا با ذریاتے کہ در پشت آدم بودہ اند وارند - یعنے یہ خطاب جمع کے
صیغہ میں بیان ہوا ہے اور اس آیت میں آدم و حوا اور بعضے کہتے ہیں کہ آدم و حوا مع اولاد کے جو
اُن کی پشت میں تھی مخاطب ہیں -

(۱۴) تفسیر روح البیان جلد ۱ صفحہ ۹۰ - خطاب لآدم و حواء و ذریتہما - آدم و حوا اور اُن کی اولاد
سے خطاب ہے - مستقر قرارگاہ ہے و آرام جائے - متاع - ای تمتع انتفاع الی حین ھو حین
انقضاء آجالکم - زمین تمہاری قرارگاہ اور آرام کی جگہ ہے اور عمروں کے اختتام تک اُس سے
استفادہ حاصل کرنا ہے -

(۱۵) تفسیر فتوحات الٰہیہ - جلد اول صفحہ ۴۰ - ای انما تصحیح بضمیر الجمع مع ان المخاطب آدم و حوا - جب
مخاطب آدم و حوا ہیں تو ضمیر جمع کی کیوں صحیح سمجھی گئی ہے وقولہ بما اشتملتما ای مع اشتملتما علیہ جو کچھ
تم دونوں کے ساتھ شامل ہے وقولہ من ذریتکما ای التی فی الاصلاب فکانت فی ظہر آدم
ذریت سے مراد وہ ذریت ہے جو پشت میں ہو اور وہ آدم کی پیٹھ میں تھی -

ایضاً صفحہ ۱۳۶ - قولہ مکان استقرار ھو المکان الذی یعیش فیہ الانسان و القبر الذی یدفن فیہ
مکان استقرار سے مراد وہ مکان ہے جس پر انسان اپنی زندگی بسر کرتا ہے اور قبر جس میں دفن ہوتا ہے -

(۱۶) حاشیہ شیخ احمد صاوی جلد ۱ صفحہ ۲۶ - وفی اھبطوا اتی بالجمع باعتبار ما اشتملا علیہ من الذریۃ

جمع اس اعتبار سے آئی ہے کہ اُنمیں اُنکی ذریت بھی شامل ہے۔ باقی عبارت وہی ہے جو فتوحات الہیہ کی ہے
(۱۷) تفسیر سراج المنیر جلد ا صفحہ ۴۸۔ خطاب لآدم وحوا لقولہ تعالیٰ اھبطا منھا جمیعا۔ وجمع الضمیر لانھما اصل الانس فکانھما الانس کلھم۔ خطاب آدم اور حوا کو ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ تم سب یہاں سے اُتر جاؤ۔ اور جمع کی ضمیر اسلئے آئی ہے کہ آدم اور حوا کل انسان کی جڑ ہیں گویا کہ وہ کل انسان ہی ہیں ولکم فی الارض مستقر۔ ای موضع قرار ومتاع ما تمتعون بہ من نباتھا الی حین ای وقت انقضاء آجالکم۔ تمہارا ٹھکانہ زمین ہے اور اُس سے تم ایک وقت تک یعنی اپنی عمروں کے اختتام تک فائدہ سبزی وغیرہ کا اُٹھا سکتے ہو۔

(۱۸) تفسیر روح المعانی جلد ا صفحہ ۱۹۷۔ والحکم باعتبار الذریۃ۔ والمستقر بمعنی ما استقر ما سکتم علیہ وتصرفکم فیہ۔ والمتاع المراد ھنا الی وقت الموت وھو القیامۃ الصغریٰ وقیل الی یوم القیامۃ الکبریٰ یہاں حکم باعتبار اولاد کے ہے۔ اور مستقر وہ ہے جسپر قبضہ وتصرف تمہارا ہو اور متاع سے مراد یہاں موت کے وقت تک جو چھوٹی قیامت ہے اور قیامت کبریٰ کے دن تک بھی مراد ہے۔

(۱۹) تفسیر صافی صفحہ ۳۰۔ آدم وحوا وولدھما علی واللحیۃ وابلیس۔ آدم اور حوا اور انکی اولاد سانپ اور ابلیس کی دشمن ہیں۔

(۲۰) تفسیر توضیح مجید جلد ۲ صفحہ ۱۴۴۔ واسطے تمہارے بیچ زمین کے قرار ہے اور فائدہ مند ہونا ہے تا وقت حیات

(۲۱) تفسیر جوامع التنزیل جلد ا صفحہ ۲۰۹۔ نیز بعضے خطاب با آدم وحوا بذریات ایشان است چہ والدین دلیل بر ذریت واصل انس ست ومویدآں آیۃ بعضکم لبعض الایۃ۔ بعض کے نزدیک خطاب آدم وحوا معہ اُنکی ذریت کے ہے کیونکہ والدین اولاد کی دلیل اور انسان جنس کی اصل ہے۔

" صفحہ ۲۰۵۔ زیر آیۃ ولکم فی الارض مستقر ومتاع الی حین۔ مرشما وذریت را در زمین بعد از ایجاد شما جائے قرار وآرامگاہ وجائے نشوونما وتمتع وانتفاع تا دم موت وآجال شما یا تا قیام باشد چہ زمین اصل اور مشفق واشرف است زیرا کہ از ہمیں بنی آدم بر آمدند وبر ہمیں قرار واکرام وآرام دارند وتربیت می یابند واز ہمیں میخورند وبعد مردن بہمیں سپردہ میشوند الے یوم القیامۃ۔ تمہاری پیدائش کے بعد تمہاری اور تمہاری اولاد کیلئے زمین رہنے اور آرام کرنے اور بڑھنے پھولنے اور موت تک اور عمر کے ایام پورے کرنے تک یا قیامت تک فائدہ اُٹھانے کی جگہ ہے کیونکہ زمین اصلی ماں اور بڑی شفیق اور بزرگ ہے کیونکہ اس سے ہی بنی آدم پیدا ہوئے اور اسپر قرار اور آرام پکڑتے اور تربیت پاتے اور اسی سے کھاتے اور پھر اسیمیں قیامت تک دفن ہوتے ہیں۔

(۲۲) تفسیر تاج التفاسیر صفحہ ۱۵۴ - زیر آیتہ بالا - ای موضع استقرار و متاع (یتمتعون فی الدنیا) الی حین (الی انقضائی آجالکم -

(۲۳) جامع البیان صفحہ ۱۳۳ - زیر آیتہ بالا - ولکم فی الارض مستقر موضع قرار و متاع الی حین ای تمتع الی آجال معلومۃ

اس آیت سے بھی بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالے نے ایک قانون جو نہایت پختہ اور غیر متزلزل ہے سب بنی آدم کے لئے یکساں بنایا ہے اور بتایا ہے کہ کل انسان اسی زمین پر بود و باش کر سکتے ہیں یہی زمین اُنکے رہنے سہنے اور آرام کرنے اور اُس سے فائدہ اُٹھا کر زندگی بسر کرنے اور تا قیامت اُسیمیں مر کر دفن ہونیکے لئے بنائی ہے۔ اس سے ایک انسان بھی مستثنےٰ نہیں معلوم ہوتا - پھر حضرت عیسیٰ کیونکر وہ برخلاف قانون قدرت زمین کو چھوڑ کر کسی اور جگہ رہ سکتے ہیں اور اگر مان لیا جائے کہ وہ آسمان پر چلے گئے تو یہ وعدہ خلافی ہے جو آدم اور اُسکی ذریت کے لئے اللہ تعالے نے کیا تھا حالانکہ یہ اُسکی شان کے خلاف ہے کیونکہ وہ خود کلام اللہ میں فرماتا ہے انّ اللہ لا یخلف المیعاد - پس ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ کسی صورت میں زمین سے باہر نہیں رہ سکتے - لہذا یہ خیال لوگوں کا سراسر غلط ہے کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر ہیں -

(ذ) قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ

یہ دوسری آیت ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان کسی صورت میں کسی اور جگہ نہ جا سکتا ہے اور نہ زندہ رہ سکتا ہے بلکہ اسمیں اُسکو مرنا ہوتا ہے -

(۱) تفسیر تنویر المقیاس جلد ۲ صفحہ ۸۶ - قال فیہا فی الارض - تحیون تعیشون و فیہا فی الارض تموتون و منہا من الارض تخرجون یوم القیامۃ - زمین ہی پر تمہاری زندگی ہے اور زمین ہی پر تمہاری مرگ ہے اور زمین ہی سے تم قیامت کے دن اُٹھو گے -

(۲) تفسیر مدارک جلد ۲ صفحہ ۹۵ - قال فیہا تحیون فی الارض و فیہا تموتون و منہا تخرجون للثواب والعقاب تخرجون - زمین میں ہی تمہاری زندگی اور اُسی میں تمہارا مرنا اور اُسی سے تم ثواب یا عذاب کیلئے نکالے جاؤ گے

(۳) تفسیر خازن جلد ۲ صفحہ ۹۵ - قال اللہ عز وجل لآدم و ذریتہ و ابلیس و اولادہ فیہا تحیون یعنی فی الارض تعیشون ایام حیاتکم و فیہا تموتون یعنے و فی الارض تکون وفاتکم و موضع قبورکم و منہا تخرجون یعنے و من الارض یخرجکم و یحشرکم للحساب یوم القیامۃ

اللہ تعالی عز و جل نے آدم اور اُسکی اولاد اور ابلیس اور اُسکی اولاد کو کہا کہ تم اپنی زندگی کے دن زمین پر بسر کرو گے اور زمین میں تمہاری وفات اور تمہاری قبر ہوگی اور زمین

سے ہی تمہارا رب تمکو قیامت کے دن حساب کیلئے اُٹھا کھڑا کریگا۔

(۴) تفسیر روح البیان جلد ۳ صفحہ ۲۷۲۔ قال فیھا تحیون ای فی الارض تعیشون وفیھا تموتون تقبرون ومنھا تخرجون للجزاء۔ کہا اسی زمین میں تمہاری زندگی ہے اور اسی میں تمہاری موت اور قبر ہے اور اسی سے جزا کیلئے تم نکالے جاؤ گے

(۵) تفسیر سراج المنیر جلد ا صفحہ ۴۴۹۔ قال اللہ تعالیٰ فیھا ای الارض تحیون ای تعیشون ایام حیاتکم وفیھا تموتون ای دفنا فانکم وموضع قبورکم ومنھا تخرجون ای یوم القیامۃ تخرجون للحشر والجزاء۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم زمین پر زندہ رہو گے یعنی زندگی بسر کرو گے اور دنیا کی حیاتی کے دن پورے کرو گے اور پھر تم اُسی میں مر کر قبر میں رکھے جاؤ گے اور پھر اُس سے قیامت کے دن جزاء و سزاء کیلئے اُٹھائے جاؤ گے۔

(۶) تفسیر توضیح مجید۔ جلد ۲ صفحہ ۱۴۴۔ کہا خدا نے بیچ زمین کے جلائے جاؤ گے تم اور بیچ زمین کے مرو گے تم اور بیچ اس زمین کے پھر جلائے جاؤ گے تم۔

(۷) تاج التفاسیر صفحہ ۱۵۴۔ قال فیھا۔ ای فی الارض۔ تحیون۔ بمعاشکم والسعی لمعادکم۔ وفیھا تموتون۔ تدفنون۔

(۸) جامع البیان صفحہ ۱۴۳۔ زیر آیۃ بالا۔ فیھا تحیون وفیھا تموتون ومنھا تخرجون۔ وھذا حال جمیع الاباء والاولاد۔ یہ حال تمام آباء و اولاد کا ہے۔

اس آیت کے بارہ میں ہم اسیقدر تفاسیر پر اکتفا کرتے ہیں کیونکہ یہ آیت بدیہیہ ہے اسمیں کسی قسم کی گنجلک نہیں یہ صاف اللہ تعالیٰ کا مستمرہ قاعدہ اور دائمی قانون قدرت بتلاتی ہے کہ کل بنی آدم کی زندگی اور موت اسی زمین پر ہے زمین ہاں ہے کوئی اس سے جدا نہیں ہو سکتا۔ لہذا اُن لوگوں کا خیال بالکل فاسد خیال ہے جو کہتے ہیں کہ حضرت عیسےٰ آسمان پر زندگی بسر کرتے ہیں۔

بعض مفسرین نے اس آیت اور اس سے ماسبق آیت میں یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ یہ خطاب آدم اور حوا اور سانپ اور ابلیس کو ہے۔ مگر یہ بات اُنکی قلت تدبر کی وجہ سے ہے ورنہ اگر وہ مابعد کی آیت فاما یاتینکم منی ھدی فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون کو مدنظر رکھتے تو کبھی بھی غلطی نہ کھاتے۔ اگر آدم اور اُسکی ذریت کو یہ خطاب نہیں تو پھر ہدایت اور رسول کسکے پاس آئینگے آیا کوئی شخص ثابت کر سکتا ہے کہ سانپوں کیپاس بھی کوئی کتاب یا رسول آتا ہے یا ابلیس کے پاس بھی کوئی رسول جدا جاتا ہے حالانکہ اُسنے اول ہی روز یہ اجازت مانگ لی ہے کہ فانظرنی الیٰ یوم یبعثون۔ تو پھر کیونکر یہ مان لیا جاوے کہ اس خطاب میں سانپ اور ابلیس شامل ہیں لہذا یہی ماننا پڑیگا کہ یہ کل خطاب آدم اور اُسکی اولاد کو ہے جنکے پاس متواتر حسب وعدہ قیل خداوندی ہدایت نامہ اور رسول آئے اور جو لوگ اُنکے تابع ہوئے وہ وارث جنت ہوئے اور جو اُنسے روگرداں ہیں وہ مستحق عذاب دوزخ ہوئے۔

چھٹی فصل

اِس باب میں کہ آیت بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ کے کیا معنی ہیں

گذشتہ فصلوں میں ہم بخوبی ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام میں کوئی وصف ایسا زائد نہیں تھا جو نوع انسان یا کم از کم رسولوں اور نبیوں میں نہ پایا جاتا ہو۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام ایک رسول ہیں مَا الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ اس کا شاہد ناطق ہے اور یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ وہ کھانے اور پینے کے ایسا ہی محتاج تھے جیسے دوسری مخلوقات خواہ وہ انبیا ہوں یا اولیا ہوں غوث ہوں یا قطب ہوں نجبا ہوں یا نقبا ہوں سب کے سب عوارضات جسمانی وضروریات نفسانی کے ماتحت ہیں اور حضرت مسیح کے بارہ میں تو اللہ تعالیٰ نے کھول کھول بیان کیا ہے چنانچہ وہ فرماتا ہے۔ وَاُمُّهٗ صِدِّیْقَةٌ یعنی وہ ایک راستباز عورت کے پیٹ سے پیدا ہوا اور مثل اور لوگوں کے اپنی ماں کے رحم میں عاجز اور ناتوان جنین کی صورت میں ۹ ماہ رہ کر پھر اُسی پیشابگاہ کے رستہ سے پیدا ہوا جس سے دیگر تمام انسان خواہ وہ نبی ہوں یا رسول ہوں یا بادشاہ یا وزیر ہوں یا گدا گر اور فقیر ہوں پیدا ہوتے ہیں۔ پھر وہ اپنی ماں کی گود میں مدت معین تک رہ کر اُسی طرح بڑھے۔ جس طرح عام انسان پھولتے پھلتے ہیں۔ اور کھانے پینے میں وہ ویسا ہی محتاج تھے۔ جیسے اُن کی ماں جس کی تصدیق خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کَانَا یَاْکُلَانِ الطَّعَامَ یعنے وہ دونوں ماں بیٹا کھانا کھایا کرتے تھے۔ جس میں یہ اشارہ ہے کہ وہ ہگتے اور موتتے بھی تھے۔ غرض وہ ہر طرح انسانی احتیاج کے مقید وپابند تھے۔ اور گذشتہ فصلات میں روز روشن کی طرح ظاہر کیا گیا ہے کہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہیں تو پھر کیونکر تسلیم کر لیا جاوے کہ وہ مرے نہیں۔ بلکہ

آسمان پر جسم عنصری کے ساتھ چلے گئے حالانکہ اللہ تعالے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیّن اور صاف الفاظ میں اُن کے مرجانے کی تصدیق کرتے ہیں ۔

ہاں یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ دو تین آیات قرآنی سے اُن کو دھوکہ لگا ہے اور وہ دھوکہ محض قلت تدبر و عدم توجہ کی وجہ سے انکو ہؤا ہے ۔ ہم یہاں پر اُنہی آیات کو اول تفصیل وار بیان کرتے ہیں پھر اُسی ترتیب سے کھول کر بتائینگے کہ کس قدر اُن لوگوں نے مغالطہ کھایا ہے ۔

سب سے پہلی آیت جس سے اُن کو مغالطہ واقع ہؤا ہے وہ بل رفعه اللہ الیہ ہے اور اس مغالطہ کی بھاری وجہ یہ ہے کہ اس آیت سے تھوڑا سا پہلے آیت وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ ہے ۔ جس سے اُنہوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ جب مسیح علیہ السلام کو کفار یہود نے نہ تو قتل کیا اور نہ صلیب پر لٹکایا بلکہ اللہ تعالے نے اپنی طرف اُٹھا لیا ہے ۔ تو واضح ہوگیا کہ وہ آسمان پر زندہ چلے گئے ۔ ہماری رائے میں یہ خیال قرآن شریف سے کامل آگاہی نہ ہونے اور نیز قوت متفکرہ سے کام نہ لینے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے ۔ ورنہ اگر تھوڑی دیر کیلئے بھی غور کرتے اور سوچتے کہ کیا انسان کی موت صرف قتل اور صلیب سے ہؤا کرتی ہے اور کوئی ذریعہ دنیا میں انسان کی موت کا نہیں ۔ کیا یہ نہیں دیکھتے کہ انسان ہزاروں بیماریوں سے گھروں کی چھتوں پر سے گر جانے سے ۔ پانی میں غرق ہونے سے ۔ آگ میں جل جانے سے مکانوں کے نیچے دب جانے سے ۔ زہر کھانے سے ۔ سانپ کے کاٹنے سے ۔ درندوں کے دانتوں سے کچلے جانے سے ۔ خودکشی کرنے سے ۔ بھوک سے ۔ پیاس سے غرض ہزارہا طریق ہیں جن سے انسان مرتا ہے ۔ تو یہ کیونکہ بلا سوچے سمجھے تسلیم کر لیا گیا کہ جب مسیح قتل یا صلیب کی موت سے نہیں مرا تو ضرور آسمان پر ہی زندہ چلا گیا ہے ۔ ہاں اگر سنت اللہ یوں ہی ہوتی ۔ یا ہمیں بعض آدمیوں کی نسبت تجربہ ہوتا کہ آگے بھی فلاں فلاں بزرگ آسمان پر چلے گئے تھے تو پھر تسلیم کر لینے کے لئے کافی گنجائش ہوتی مگر یہاں تو کوئی بھی صورت نہیں تھی ۔ پھر تعجب کہ کیونکر اُن کی عقل نے مان لیا ۔ اور اگر عقل سے کام لینا مقصود نہیں تھا ۔ تو

نقل ہی پر چلتے اور تلاش کرتے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے یا اُس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے کہیں فرمایا ہے کہ حضرت عیسے علیہ السلام نہیں مرینگے اور وہ ملاء العلم آسمان پر اس جسم خاکی کے ساتھ بود و باش کرینگے۔ لیکن جہاں تک ہم نے قرآن اور احادیث کو پڑھا اور تاریخ دنیا کی ورق گردانی کی اور کتاب فطرت کا مطالعہ کیا۔ مگر ہمیں تو کہیں بھی بجز وفات کے اور کچھ ثابت نہ ہوا۔ اگر بل رفعہ اللہ الیہ ہی نے آپ کو اُن کے زندہ ہونیکی طرف راہنمائی کی تھی تو ساتھ ہی انی متوفیک ورافعک کو بھی تو مدنظر رکھ لیا ہوتا۔ کیا اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح سے وعدہ نہیں کیا تھا کہ میں تجھے مار کر اپنی طرف اٹھالونگا۔ تو پھر بل رفعہُ اللہ الیہ کو ایفائے وعدہ نہ سمجھنا کیسی نادانی ہے۔ جب پہلی آیت میں وعدہ تھا کہ میں تجھے طبعی موت سے مارونگا اور تیرے روح کو عزت کے ساتھ اٹھالونگا۔ اور دوسری آیت میں ظاہر کر دیا کہ ہم نے حضرت مسیح سے جو وعدہ کیا تھا اُس کا ہمنے ایفا بھی کر دیا کہ کفار ناہنجار کے ہاتھوں سے قتل نہیں ہونے دیا بلکہ ہمنے ہی اپنے ہاتھ سے مارا اور اپنی پاس یعنی قرب کے مقام پر پہنچا دیا۔

ہاں یہ سوال ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے کب اور کیوں حضرت مسیح سے ایسا وعدہ کیا تھا اور مسیح علیہ السلام کو کیا ضرورت پیش آئی تھی۔ جسکی وجہ سے اللہ تعالےٰ کو اُن سے وعدہ کرنا پڑا۔ سو واضح ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے تو وہ لوگ اُن کے دشمن جانی بن گئے اور یہ الزام لگائے۔ کہ وہ توریت کی آیات کو تغیر و تبدل دیتا اور اُن کے معنوں میں تحریف کرتا ہے۔ اسی وجہ سے وہ اُس کے دشمن جان ہو گئے۔ لیکن چونکہ اُس وقت کی سلطنت رومی سلطنت تھی جس کو مذہب یہود سے کچھ تعلق نہ تھا مگر قانون مروجہ گورنمنٹ کی سخت پابند تھی اس لئے وہ علانیہ یا خفیہ قتل کی کوئی تجویز نہیں کر سکتے تھے۔ گو علماء یہود نے قتل کے فتوے تو ضرور دیدئے تھے۔ لیکن جب کوئی بس نہ چلا تو بالآخر سوچ سمجھ کر یہ بات پیدا کر لی کہ یہ شخص گورنمنٹ کا دشمن ہے اور خود بادشاہ ہونیکا دعوے کرتا ہے۔ واقعی یہ بات اُنہوں نے خوب سوچی کیونکہ بغاوت کی سزا بجز موت

اور کچھ نہیں ہوتی۔ اس فریب سے شہادتیں پہنچا کر اُس کو ملزم ٹھرا کر حکام وقت کے ہاں ماخوذ کرادیا تاکہ یہ صلیب پر مارا جائے اور اُن کے ہاں توریت میں لکھا تھا کہ جو صلیب پر مارا جائے وہ لعنتی ہوتا ہے اور جو جھوٹا ہوتا ہے وہ قتل کیا جاتا ہے۔ جب ان لوگوں نے ایسی ایسی سازشیں کرکے اُن کو ماخوذ کرادیا اور مسیح کو ظن غالب ہوگیا کہ یہ سب لوگ میرے برخلاف شہادت دینگے اور ان لوگوں میں بڑے بڑے کاہن اور راہب بھی ہونگے جنکی گواہی سچی اور باوثوق سمجھی جائیگی۔ اور میں مجرم قرار پاکر دار پر کھینچا جاؤنگا۔ جس سے میں بموجب ارشاد توریت شریف ملعون قرار پاؤں گا۔ تو اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں بحالت اضطراری دعائیں شروع کیں اور ساری رات دعا مانگتے رہے اور پھر جب صلیب پر کھینچے گئے۔ تو ایلی ایلی لما سبقتنی پکارتے رہے۔ یعنی اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ جس پر اللہ تعالےٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کو تسلی کیلئے یہ وحی کی۔ یعنی انی متوفیک ورافعک الیّ یعنی اے عیسیٰ تم فکر نہ کرو میں تجھے طبعی موت سے مارونگا۔ اور اپنے قرب میں تجھے جگہ دونگا۔ اور یہ ہرگز نہیں ہوگا کہ تجھے لعنتی موت سے ہلاک کیا جائے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالےٰ یہود کے قول کو اپنی کلام پاک میں نقل فرماتا ہے ؛

وقولهم انا قتلنا المسيح عيسے ابن مريم رسول الله وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم۔ ورنہ اللہ تعالےٰ کو قرآن شریف میں اس قول کے نقل کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی تھی۔ کیا قتل کی موت کوئی بُری ہوتی ہے۔ حالانکہ فخر المرسلین وخاتم النبین قتل کی موت کی خواہش کرتے رہے اور بہت سے نبی قتل بھی ہوئے تھے۔ اگر موت قتل فی الحقیقت کوئی بُری چیز تھی تو کیوں دوسرے انبیاء کو اُس سے نہ بچایا اور کیوں اُن کو آسمان پر نہ اُٹھا لیا اور پھر اُن بزرگان دین کا کیا حال ہوگا جو قتل کیے گئے۔ کیا حضرت عمر۔ حضرت عثمان۔ حضرت علی۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ اعنہم قتل نہیں ہوئے۔ پس صاف ظاہر ہے کہ قتل کی موت تو ایک بڑی نعمت ہے جس کی

خواہش بڑے بڑے مقدس لوگ کرتے گئے تو پھر مسیح کی موت قتل میں کیا عیب ہے عیب تو کوئی نہیں ۔ مگر اس میں ایک راز ہے اور وہ یہ ہے کہ توریت میں لکھا تھا کہ جو صلیب پر مارا جائے ۔ وہ ملعون ہوتا ہے ۔ غرض یہ ایک تنازعہ تھا جو مابین نصاریٰ و یہودیوں کی چلا آتا تھا یہود کہتے تھے کہ جس شخص کو ہم نے صلیب پر مار دیا وہ تو حسب تعلیم توریت شریف ملعون ہے ۔ اور لعنت کا مفہوم یہ ہے کہ خدا تعالیٰ اُس سے بیزار اور وہ خدا تعالیٰ سے بیزار خدا اُس کا دشمن اور وہ خدا کا دشمن ہو جائے ۔ اور ایسا ناپاک اور نجس ہو جائے کہ جس کی وجہ سے وہ ابدالآباد تک دوزخ میں رہے ۔ تو ایسی حالت میں یسوع ایک منٹ کے لئے ایک معمولی بھلا مانس آدمی بھی قرار نہیں پاسکتا چہ جائیکہ وہ نبی یا رسول ہو ۔ ادھر نصاریٰ کہتے تھے کہ اس میں تو شک نہیں کہ وہ صلیب پر مارا گیا اور شریعت کے رو سے وہ ملعون بھی ہوا ۔ مگر وہ لعنت جو اُسنے اُٹھائی اُسنے ہمارے گناہوں کے لئے اٹھائی تھی اور ہماری ہی خاطر صلیب پر جان دیدی ۔ لیکن ان نادانوں کو اتنا معلوم نہ ہوا کہ لعنت کا مفہوم کیسا سخت ہے آیا ایسا مقدس نبی اُس کے مفہوم کے اندر آسکتا بھی ہے کہ نہیں اگر حقیقی طور سے وہ لعنت کے اندر آگیا تھا تو کوئی وجہ نہیں کہ عیسائیوں کو نجات نصیب ہو کیونکہ وہ خود اللہ تعالےٰ سے بیزار اور اللہ تعالےٰ اُس سے بیزار ہے پھر کونسا وقت مسیح علیہ السلام کو میسر آیا کہ وہ پھر اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار اور راستباز ہو گیا ہو ۔ اُس کو تو اپنی جان چھوڑانی مشکل ہو گئی ہوگی ۔ چہ جائے کہ اوروں کے لئے قربان ہوتا کیونکہ شریعت کا حکم تو کسی صورت میں ٹل نہیں سکتا جو لعنت کے حاصل کرنیکا مرتکب ہوگا خواہ وہ کیسا ہی بزرگ اور پاکباز ہی کیوں نہ ہو وہ تو لعنت کی سزا پوری پائیگا ۔ کوئی رعایت نہیں ہوسکتی ۔ دوسری اگر حقیقی لعنت کے مفہوم کے اندر نہیں آئی تھی تو پھر کفارہ ثابت نہیں ہوتا ۔ جب یہود نصاریٰ میں اس قسم کا تنازعہ ہو رہا تھا اور ایک معصوم اور راستباز انسان کی اسقدر توہین کیجاتی تھی تو اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی زبانی شہادت دلائی ۔ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ یعنی نہ تو انہوں نے قتل کیا اور نہ صلیب پر

مارا۔ لیکن کالمصلوب اور کالمقتول ہؤا +

یہاں پر اللہ تعالےٰ کو وما قتلوہ وما صلبوہ کے الفاظ کی کیا ضرورت پڑی خواہ کسی صورت میں انسان مارا جائے قتل کا ہی لفظ کافی ہو سکتا تھا کیوں قتل کے بعد لفظ صلیب کو بالتخصیص بیان کیا اور جب صلبوہ آگیا تھا۔ تو پھر قتلوہ کے تذکرہ کی کیا حاجت تھی سو واضح ہو کہ اس میں ایک بڑا راز مخفی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے برخلاف عادت کے حضرت مسیح کی موت کی نسبت خصوصاً ذکر کیا ورنہ کسی نبی کی قتل یا موت کی نسبت اس طرح ذکر کرنا اللہ تعالےٰ کی عادت میں داخل نہیں۔ اور نہ محض قتل کسی نبی کی ہتک کا باعث ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ توریت میں لکھا تھا۔ کہ جو صلیب پر مارا جائے۔ وہ لعنتی ہوتا ہے یعنی اُسکی موت لعنت کی ہوتی ہے۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ لعنت کی موت مرنے سے انسان خدا کے قرب سے ہمیشہ کے لئے بے نصیب ہو جاتا ہے۔ اور چونکہ مسیح علیہ السلام بظاہر صلیب پر چڑھائے گئے مگر یہودی اصل حقیقت سے ناواقف رہے کہ خدا تعالےٰ نے کیونکر اُن کی نجات اور مخلصی کی سبیل نکالی اور کیونکر صلیب پر سے بچا لیا۔ اس کی مفصل کیفیت ہم الگ باب میں بیان کرینگے یہاں پر صرف اتنا ہی کہ دینا کافی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام فی الحقیقت صلیب پر نہیں مرے ہاں کالمصلوب ہوئے۔ جسکی وجہ سے یہودیوں اور نصاریٰ کو ظن ہو گیا تھا۔ کہ وہ صلیب پر مر گئے تھے۔ اور یہی وجہ ہے کہ عیسائی بھی جو توریت کی شریعت کے جوئے کے نیچے ہیں مسیح کی لعنتی موت سے انکار نہ کر سکے بلکہ تسلیم کر کے یہ توجیہہ نکال لی کہ وہ لعنت اُن کی اپنی ذات کے لئے نہیں تھی بلکہ ہمارے گناہوں کے عوض میں صلیب پر جان دیکر لعنتی ہوگئے کیونکہ اُن کا یہ خیال ہے کہ اللہ تعالےٰ عادل ہے وہ کسی بنی نوع انسان کو دوزخ سے نجات نہیں دے سکتا تھا۔ اور چونکہ کوئی بھی انسان ایسا نہیں جو گناہوں سے پاک ہو اس لئے تمام انسان مستحق دوزخ تھے۔ اس لئے خدا نے اپنے عدل کے قائم رکھنے کے لئے اپنے بیٹے مسیح کو دنیا میں بھیجا اور پھر اُسکو صلیب پر کھینچا اور اسطرح خدا نے مسیح کے معتقدین کو

نجات دیدی - لیکن بقول حب الشئی یعمی یہ نادان اتنا بھی خیال نہ کرسکے کہ اگر خدا تعالے عادل ہے تو ساتھ ہی رحیم بھی ہے - اگر وہ کسی صورت میں عدل کئے بغیر رُک نہیں سکتا تھا تو اسی طرح وہ رحم کرنے سے بھی رُک نہیں سکتا تھا - اگر ہم تسلیم بھی کرلیں کہ اُس نے بوجہ عدل مسیح کو سب گنہگاروں کے لئے قربان کردیا تو ساتھ ہی یہ بھی ماننا پڑا - کہ وہ صفت رحم سے بالکل عاری تھا - لہذا باپ رحیم نہ ہُوا اور بیٹا عادل نہ ہُوا - دونو باپ اور بیٹا عیب دار ہی ثابت ہوئے - پھر اُنہی کے مسلمات کے رو سے وہ خدا ہونے کے مستحق نہیں ہو سکتے - کیونکہ جب وہ خود ہی پاک و صاف نہ ہوئے تو دوسروں پر کیا عیب لگا سکتے ہیں - سو یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالے نے ایسی ناپاک اور لعنتی موت کا انکار کردیا اور لفظ وَمَا قَتَلُوْہُ کو اس واسطے استعمال کیا کہ اُسی توریت میں لکھا تھا کہ جھوٹا نبی قتل کیا جاوے گا - اور جب صلیب کا واقعہ پیش آیا - تو بظاہر اُن لوگوں کی نظروں میں وہ مقتول ہوگیا تھا اور اسی بنا پر یہودی انا قتلنا المسیح عیسےٰ بن مریم کہتے تھے اور بار بار اعتراض کرتے تھے کہ جب مسیح قتل ہوگیا تو وہ کیونکر سچا نبی ثابت ہُوا - اور یہی وجہ ہے کہ اب تک وہ مسیح علیہ السلام اور حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے تسلیم کرنے سے بےنصیب اور بے بہرہ ہیں - لیکن اللہ تعالے نے اپنے پاک بندے کی سچائی ظاہر کرنے اور اُس کو اس ناپاک الزام سے بری کرنیکے لئے وما قتلوہ کا ذکر فرمایا - ورنہ ان الفاظ کے استعمال کی کچھ ضرورت نہیں تھی +

بیان متذکرہ بالا سے صاف واضح ہے کہ حضرت مسیح صلیبی موت سے نہیں مرے بلکہ آیت بل رفعہ اللہ الیہ ظاہر کرتی ہے کہ اللہ تعالے نے مسیح علیہ السلام سے جو وعدہ صلیب کیوقت اسکی اضطراری دعا پر آیت اِنّی متوفیك ورافعك الیّ میں کیا تھا پورا کیا - اُسکو کسی اور وقت میں طبعی موت سے مار کر اپنے پاس بلا لیا جیسے اپنے کل مقبولوں اور مومنوں کو ان پیارے الفاظ ارجعی الی ربك راضیة مرضیة کے ذریعہ سے بلایا کرتا ہے - اور یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ یہود اور نصاریٰ میں رفع جسمانی کا کوئی جھگڑا نہیں تھا

اور نہ یہود کا یہ اعتقاد تھا کہ جس کا رفع جسمانی نہ ہو وہ مومن نہیں ہوتا - اور ملعون ہوتا ہے اور خدا کی طرف نہیں جاتا - بلکہ شیطان کی طرف جاتا ہے - خود یہود قائل ہیں کہ حضرت موسےٰ کا رفع جسمانی نہیں ہؤا - حالانکہ وہ حضرت موسےٰ کو تمام اسرائیلی نبیون سے افضل اور صاحب الشریعت سمجھتے ہیں - ابتک یہود زندہ موجود ہیں کراچی اور بمبئی اور کلکتہ وغیرہ بنادر میں بنی اسرائیل اور یہودی لوگ بہ کثرت پائے جاتے ہیں اُن سے دریافت کرلو کہ انھوں نے حضرت مسیح کے مصلوب سے کیا نتیجہ نکالا تھا - ہم نے جہاں تک دریافت کیا ہے وہ اس بات کے قائل ہیں کہ یسوع خدا کی طرف نہیں گیا بلکہ شیطان کی طرف گیا ہے - جب حقیقت حال یہ ہے - تو پھر خدا تعالےٰ کا قرآن کریم میں بل رفعه الله کہ دینا بے فائدہ نہیں ہے چونکہ یہود مسیح کو ملعون کہتے یعنی عدم رفع روحانی کے قائل تھے - اسیواسطے اللہ تعالےٰ نے سرے سے صلیب کی نفی کرکے بنائے لعنت کو اُٹھا کر ساتھ ہی اُن کی عزت اور مرتبت کا بھی اظہار کر دیا - جو بل رفعه الله سے ہویدا ہے +

اگر کسی کو یہ خیال ہو کہ قرآن شریف یا حدیث شریف میں کسی اور کی نسبت لفظ رفع نہیں آیا صرف حضرت مسیح علیہ السلام کے لئے آیا ہے - تو ایسا خیال محض ناواقفی کی وجہ سے ہوگا - ورنہ کلام اللہ اور احادیث نبویہ میں بہت لوگوں کی نسبت بلکہ کل مومنوں کے لئے لفظ رفع بکثرت آیا ہے +

کیونکہ یہ لفظ رفع ہمیشہ ترقی درجات کے لئے آتا ہے - گو لغت عرب میں اسکے کچھ ہی معنی ہوں - لیکن کلام اللہ اور احادیث نبی اللہ میں مومنوں کے لئے جہاں اس اس لفظ کا استعمال ہؤا ہے - وہاں بجز ترقی مدارج اور علو مرتبت اور قرب الے اللہ کے اور کوئی معنے ثابت نہیں ہوئے - چنانچہ ہم ذیل میں اوّل قرآن شریف سے بعد ازاں احادیث اور پھر لغت عرب سے دکھائینگے - کہ اسکے کیا معنے ہیں +

قرآن شریف اور لفظ رفع

(۱) نرفع درجات من نشاء - یعنی ہم جن لوگوں کے لئے مدارج چاہتے ہیں - تو

اُن کے لئے مدارج بلند کرتے ہیں۔ دیکھو سورۃ یوسف رکوع ۹۔ اِس آیت میں لفظ رفع کے ساتھ لفظ درجات کھُلے کھُلے طور پر آیا ہے۔ اس لئے زیادہ تشریح کی ضرورت نہیں ہے ✤

(۲) یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات۔ | یعنی اللہ تعالےٰ اُن لوگوں کے درجے بلند کرتا ہے۔ جو تم میں سے ایمان لائے۔ اور جن کو آسمانی کتاب کا علم دیا گیا۔ دیکھو سورہ مجادلہ رکوع ۲ پارہ ۲۸۔ اس آیت میں بھی لفظ رفع کے ساتھ لفظ درجات آیا ہے اور صاف پایا جاتا ہے۔ کہ ایمان لانے اور آسمانی کتاب پر عمل کرنے سے انسان کے مدارج روحانی میں ترقی ہوتی ہے ✤

(۳) الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ۔ | اللہ ہی کی طرف طیب کلمیں چڑھتے ہیں اور نیک عمل ہی انسان کو بلند کرتا ہے دیکھو سورہ فاطر رکوع ۲۔ پارہ ۲۲۔ اس آیت میں لفظ رفع کے ساتھ کوئی دوسرا لفظ یعنے درجات وغیرہ نہیں آیا۔ لیکن پھر بھی صاف معلوم ہوتا ہے رفع روحانی ہی مراد ہے۔ ورنہ ماننا پڑے گا کہ ہر صالح آدمی کا رفع مع الجسد العنصری ہوتا ہے۔ پھر مسیح کی کیا تخصیص ہے۔ پس جو لوگ قائل ہیں کہ بل رفعہ اللہ الیہ کے معنی یہی ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت مسیح کو اس جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر اُٹھا لیا۔ تو آیت متذکرہ ظاہر کرتی ہے کہ ہر نیک عمل کرنیوالے کا رفع ہوتا ہے۔ تو پھر بلا شک کروڑوں مسلمان آسمان پر زندہ اس جسم کے ساتھ موجود ہونگے۔ لیکن مشاہدہ ظاہر کرتا ہے کہ ہر صالح آدمی خواہ وہ ولی ہو یا غوث ابدال ہو یا قطب۔ رسول ہو یا نبی زمین میں دفن کئے جاتے ہیں۔ حتےٰ کہ ختم المرسلین خاتم النبیین۔ فخر الاولین والآخرین بھی باوجود علوشان زمین ہی میں دبائے گئے۔ تو پھر کیونکر مان لیا جائے کہ لفظ رفع کی وجہ سے حضرت عیسےٰ جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر اُڑ گئے۔ اس آیت میں لفظ صعود بھی آیا ہے۔ جو ظاہر کرتا ہے۔ کہ کلمات آسمان پر جاتے ہیں اور اُن کی وجہ سے انسان کے مدارج روحانی کو ترقی ملتی ہے۔ نہ یہ کہ اُسکا

جسم آسمان پر جاتا ہے +

(۴) وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ | یعنی اللہ تعالےٰ فرماتا ہے - اگر ہماری مشیت ہوتی - تو اُن نشانات کی وجہ سے جو بلعم باعور نے دیکھے تھے - ترقی مدارج عطا کرتے - لیکن وہ تو پستی کی طرف جھکتا گیا - اور اپنی نفسانی خواہشات کے پیچھے لگا - پارہ ۹ - سورۃ الاعراف رکوع ۲۲ - اس آیت سے بخوبی روشن ہے کہ بلعم کو اللہ تعالےٰ نے روحانی رفع دینا چاہا تھا - مگر وہ پست اور نفسانی خواہشوں کے زنجیروں میں جکڑا گیا - اور آسمان کی طرف نہ جا سکا بلکہ زمین کی طرف جھکتا گیا + اس آیت میں اس امر کے خیال کرنے کی کافی دلیل تھی - کہ یہاں رفع کے معنے رفع جسمانی مراد ہو - کیونکہ لفظ الى الارض اسکی پوری تائید کرتا تھا - لیکن کسی مفسر یا عالم کا یہ ایمان نہیں کہ بلعم کو اللہ تعالےٰ نے جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر لیجانا چاہا تھا - بلکہ سب یہی کہتے ہیں کہ روحانی ترقیوں سے مراد تھی - تو پھر جہاں نہ تو آسمان کا لفظ آوے اور نہ کوئی دوسرا قرینہ موجود ہو - وہاں کیونکر رفع جسمانی تسلیم کر لیا گیا +

(۵) وَاذْكُرْ فِى الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا + | یعنی توریت شریف میں ادریس علیہ السلام کو یاد کرو کہ وہ ایک سچا نبی تھا - اور ہم نے اُسکو بلند مکان میں جگہ دی تھی - دیکھو سورۃ مریم ع ۴ - یہاں بھی لفظ رفع کے معنے ترقی درجات ہے - ورنہ ثابت کرنا ہوگا کہ حضرت ادریس بھی کسی زمانہ میں زمین پر نازل ہونگے - اور یہ امر بالاتفاق مسلم ہے کہ حضرت ادریس کے دوبارہ آنیکا کہیں بھی ذکر نہیں - بلکہ اکثر مفسرین اور علماء محققین نے صاف صاف لکھا ہے کہ وہ فوت ہو چکے ہیں - چنانچہ سید ذوالفقار احمد اپنی کتاب طے الفراسخ الے منازل البرازخ میں لکھتے ہیں کہ ملک الموت نے کہا کہ مینے تیری حاجت جان لی تو ادریس کے باب میں مجھ سے کلام کرے گا - حالانکہ اُس کا نام محو ہو چکا - اور اس کی اجل سے کچھ باقی نہیں رہا - مگر نصف طرفۃ العین میں ادریس علیہ السلام کا انتقال فرشتے کے دونو بازوؤں کے درمیان ہوا +

(۶) فی بیوت اذن اللّٰہ ان ترفع - قرآن شریف پارہ ۱۸ سورۃ النور رکوع ۵ - یعنی اُن گھروں میں جن کی اللّٰہ تعالےٰ نے اجازت دی ہے - کہ بلند کئے جائیں - کیا اس سے یہ مراد ہے - کہ وہ مکان یا گھر آسمان پر اُٹھائے گئے ہیں +

(۷) فی صحف مکرمۃ مرفوعۃ مطھرۃ قرآن شریف - سورۃ العبس یعنے - عزت والے اور بلند پائے اور پاک صحیفوں میں موجود ہے - کیا اس سے یہ مراد ہے کہ آسمان پر وہ صحیفہ موجود ہیں +

(۸) خافضۃ رافعۃ سورۃ الواقعہ یعنی اتارتی اور چڑہاتی ہے - کیا قیامت انسان کو آسمان

(۹) وفرش مرفوعۃ - پارہ ۲۷ سورۃ الواقعہ رکوع ۱ - عزت والے فرش کیا اس سے یہ مراد ہے کہ وہ کسی آسمان پر فرش ہیں +

ہم قرآن شریف کی اسیقدر مثالوں پر کفایت کرتے اور اب ہم احادیث کے رفع کی مثالین پیش کرکے ناظرین کو دکھلاتے ہیں - کہ نبیوں کا تو ذکر ہی چھوڑ دیا جائے کل صالحین کو اللّٰہ تعالےٰ نے رفع کیا ہے +

احادیث اور لفظ رفع

(۱) اِن من ورائکم ایاما ینزل فیھا الجھل ویرفع فیھا العلم ویکثر فیھا الھرج - قالوا یا رسول اللّٰہ ما الھرج قال القتل - رواہ الترمذی وابن ماجہ عن ابی موسےٰ - تمہارے بعد ایسے دن آنیوالے ہیں - کہ اُن میں جہالت نازل ہوگی - اور علم اٹھایا جائیگا اور ہرج کثرت سے ہوگا - پوچھا گیا - کہ یا رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم ہرج کیا ہے - فرمایا کہ قتل - اسکو ترمذی اور ابن ماجہ نے ابو موسے سے روایت کیا ہے - دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۹

اس حدیث میں رفع علم آیا ہے - اب میں پوچھتا ہوں کہ کیا علم کوئی جسمانی چیز ہے جس کا رفع ہو جائیگا - بلکہ ایک روحانی کیفیت ہے جس کا رفع ہونا ذکر کیا گیا ہے کیا کوئی یہ گمان کرسکتا ہے - کہ کتابیں سب کی سب آسمان پر چلی جائینگی - اور کوئی

پر مع جسد عنصری کے چڑھ گئی ہیں -

کتاب زمین پر باقی نہ رہیگی - کوئی آدمی ایسا خیال نہیں کرسکتا - تو پھر کیونکر رفع کے معنی حضرت مسیح کی نسبت رفع جسمانی لیتے ہیں +

(۲) الازد اسد اللہ فی الارض یرید الناس ان یضعوھم ویابی اللہ الا ان یرفعھم ولیاتین علی الناس زمان یقول الرجل یالیت ابی کان ازدیا ویالیت امی کانت ازدیۃ - رواہ الترمذی عن انس - کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲۰۶

یعنے زمین پر اللہ تعالے کا ازد شیر ہے - جسکو لوگ ذلیل کرنا چاہینگے - مگر اللہ تعالیٰ اُس کو ذلیل نہیں ہونے دیگا - بلکہ اُن کو رفع دیگا - اور لوگوں پر ایک زمانہ آنیوالا ہے جبکہ آدمی کہے گا - کاش میرا باپ ازدی ہوتا اور میری ماں ازدیہ ہوتی - ترمذی نے حضرت انس سے اس روایت کو بیان کیا ہے - یہاں پر بھی لفظ رفع کے روحانی معنے کے سوا اور کوئی معنے نہیں ورنہ ہر ازد کا اللہ تعالے رفع کرتا ہے تو کیا یہی سمجھ لیا جائے کہ کل ازد آسمان پر اس جسم عنصری کے ساتھ موجود ہیں +

(۳) یا ایھا الناس خذوا من العلم قبل ان یقبض العلم وقبل ان یرفع العلم قیل یا رسول اللہ کیف یرفع العلم و ھذا القرآن بین اظھرنا فقال ای ثکلتک امک وھذہ الیھود والنصارے بین اظھرھم المصاحف لم یصبحوا یتعلقون بالحرف مما جاءت بہ انبیاءھم الا وان ذھاب العلم ان یذھب حملتہ ثلاث مرات - رواہ احمد والدارمی والطبرانی وابو الشیخ فی تفسیرہ و ابن مردویہ عن ابی امامۃ -

احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں اور دارمی اور طبرانی نے اپنی اپنی کتابوں میں اور ابو الشیخ نے اپنی تفسیر میں اور ابن مردویہ نے اپنی کتاب میں ابو امامہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو علم حاصل کر لو پیشتر اسکے کہ وہ اٹھایا جائے - عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم علم کیونکر چلا جائیگا حالانکہ یہ قرآن شریف ہمارے پاس موجود ہے - کہا - کہ تیری ماں تجھکو پیٹے دیکھتا نہیں کہ یہود اور نصارے کے پاس آسمانی کتابیں موجود تھیں - مگر ان کو انبیا کی پیش کردہ کتاب کے ایک حرف سے بھی تعلق نہیں رہا لہذا یاد رکھو کہ علم کے چلے جانے سے مراد یہ ہے کہ اس کی پیروی چھوٹ جائیگی - یہ بات

تین دفعہ دُھرائی - دیکھو کنز العمال جلد۷ صفحہ ۲۰۷ - اس حدیث نے رفع علم کے معنے قبض العلم یا ذہب العلم کے خود کر دئیے ہیں اور دوسرے خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رفع کے معنے کو حل کر کے دکھلا دیا کہ رفع علم سے مراد یہ ہے - کہ لوگ نبیوں کی تعلیموں کو پس پشت ڈالینگے - حالانکہ اُن کی کتابیں دنیا میں موجود رہینگی - پس رفع کے معنے روحانی رفع ہؤا - اور علم کوئی خود جسم نہیں رکھتا - جس سے سمجھا جائے کہ وہ آسمان پر پرواز کرتا ہؤا چلا گیا +

(۴) ابن عساکر میں حدیث ذیل آئی ہے +

عن ابن عباس قال جاء رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الی العباس یعودہ فدخل علیہ والعباس علے سریر لہ فاخذ بید النبی صلے اللہ علیہ وسلم فاقعدہ فی مکانہ فقال لہ النبی صلے اللہ علیہ وسلم رفعک اللہ یا عمّ -	ابن عباس روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عباس کی عیادت کے لئے گئے اور جب اُن کے پاس پہنچے تو کیا دیکھا کہ حضرت عباس اپنے چارپائی پر لیٹے ہوئے ہیں - حضرت عباس نے جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو اُن کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جگہ پر بٹھایا - پھر رسول اللہ

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے میرے چچے خدا آپ کو رفع دے - دیکھو کنز العمال جلد۷ صفحہ ۶۸ - اس حدیث سے واضح ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس کے واسطے رفع روحانی کی دعا کی ہے نہ کہ یہ سمجھا جائے کہ رفع جسمانی کی دعا کی تھی - اگر رفع روحانی نہ تسلیم کریں - بلکہ رفع جسمانی مان لیں تو پھر خدانخواستہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا فضول ثابت ہو گی کیونکہ حضرت عباس تو اپنی زندگی کے دن زمین پر بسر کر کے فوت ہوئے - اور پھر اسی زمین میں دفن کئے گئے - لہذا ضروری ماننا پڑیگا - کہ ہر مومن اور صالح آدمی کیلئے رسول بھی رفع کی دعا کرتے ہیں +

(۵) ابو سعید السمان اور امام رافعی حضرت انس سے روایت ذیل بیان کرتے ہیں

ان ملکا موکلاً بالقران فمن	قرآن پر ایک فرشتہ مقرر ہے - جو

قرء منه شيئاً لم يقومه قومه الملك ورفعه - كنز العمال جلد ۷ صفحه ۱۳۳

شخص قرآن شریف میں سے کچھ پڑھتا ہے - وہ اُس کے منہ سے نکلنے نہیں پاتا کہ فرشتہ اُس کو اُٹھا کر لیجاتا ہے - اب دیکھنا چاہیئے کہ صرف قرآن شریف کے الفاظ جو انسان کی زبان سے نکلتے ہیں اُٹھائے جاتے ہیں حالانکہ اُن کا کوئی جسم نہیں ہوتا +

(۶) ابن حبان اپنی کتاب سنن ابن حبان میں حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں -

ان الله تعالیٰ لیرفع بهذا القرآن اقواما ویضع به آخرین - کنز ج ۷ ص ۱۳۰

یعنے اللہ تعالیٰ اس قرآن شریف کی برکت سے ایک قوم کو ضرور بلند کرے گا - اور اُن کے بالمقابل دوسروں کو ذلیل کرے گا - اب اس حدیث میں کیا رفع کے معنی یہی لئے جائیں کہ اُن کو آسمان پر اُٹھا لیگا - اور جو لوگ اس امر کے قائل ہیں اُن کو ثبوت دینا چاہیئے کہ کوئی قوم اس جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چلی گئی ہے +

(۷) التواضع لا یزید السعید الا رفعة فتواضعوا یرفعکم الله والعفو لا یزید العبد الا عزا فاعفوا یعزکم الله والصدقة لا تزید المال الا کثرة فتصدقوا یرحمکم الله عز وجل -

ابن ابی الدنیا نے اپنی کتاب الغضب میں بروایت محمد بن عمیر العبدی یہ حدیث لکھی ہے - کہ تواضع سعید آدمی کیلئے ایزادی رفعت کا موجب ہوتی ہے - اسی واسطے تم لوگ تواضع کیا کرو - تاکہ خدا تم کو بلند کرے - اور عفو میں انسان کی عزت میں ترقی ہوتی ہے - اس واسطے تم عفو کی عادت ڈالو - تاکہ خدا تم کو عزت دے - اور صدقہ سے مال بڑھتا ہے - اس واسطے صدقہ دیا کرو - خدا تعالیٰ عزوجل تم پر رحم کرے گا - اس حدیث سے بھی پایا جاتا ہے - تواضع سے بلندی یعنے رفع ملتا ہے - کیا اس سے یہی سمجھ لیا جائے کہ جسد عنصری کے ساتھ انسان آسمان پر چلا جاتا ہے - دیکھو کنز العمال جلد ۲ - صفحہ ۲۵ -

(۸) خرائطی اپنی کتاب مکارم الاخلاق میں ابن عباس سے روایت کرتا ہے +

اذا تواضع العبد رفعه اللّٰہ الی السماء السابعة۔	یعنے جب بندہ تواضع کرتا ہے تو اللّٰہ تعالےٰ اُس کو ساتویں آسمان پر اُٹھا کر لیجاتا

ہے اب اس میں کیسی صراحت ہے ایک تو لفظ رفع اور پھر صلہ بھی الیٰ واقعہ ہے اور پھر ساتواں آسمان بھی ہے۔ اور دوسری طرف حضرت مسیح کے ساتھ آسمان کا کوئی لفظ نہیں ہے۔ یہاں صرف متواضع آدمی کو اللّٰہ تعالےٰ ساتویں آسمان پر لیجاتا ہے اور مسیح علیہ السلام تو صرف دوسرے ہی آسمان بیان کئے جاتے ہیں۔ اب بتانا چاہیئے کہ حضرت مسیح کی کیا تخصیص رہی۔ ایک متواضع آدمی ساتویں آسمان پر اس جسم کے ساتھ جاتا ہے کیونکہ روح کا ذکر نہیں جیسا کہ مسیح کے قصہ میں بیان کیا جاتا ہے۔ پس نتیجہ یہ ہؤا۔ کہ کروڑوں انسان صرف تواضع کی وجہ سے ساتویں آسمان پر زندہ تسلیم کرنے پڑینگے۔ ورنہ جو رفع ان لوگوں کو کے لئے مانوگے۔ وہی مسیح علیہ السلام کی نسبت ماننا پڑے گا کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۲۵

(۹) حلیہ ابو نعیم میں حضرت ابو ہریرہ سے یہ روایت آئی ہے +

من تواضع للّٰہ رفعه اللّٰہ۔ کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۲۵	جو شخص اللّٰہ کے لئے تواضع کرتا ہے اللّٰہ اُس کو بلند کرتا ہے +

(۱۰) ابن مندہ اور ابو نعیم اوس بن خولی سے حدیث بیان کرتے ہیں +

من تواضع للّٰہ رفعه اللّٰہ و من تکبر وضعه اللّٰہ۔ کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۲۶	جو شخص اللّٰہ کے لئے تواضع کرتا ہے اللّٰہ اس کو بلند کرتا ہے اور جو تکبر کرتا ہے اللّٰہ تعالیٰ اُس کو ذلیل کرتا ہے +

(۱۱) ابن النجار حضرت ابو ہریرہ سے یہ حدیث بیان کرتا ہے +

من تواضع للّٰہ رفعه اللّٰہ و من اقتصد اغناہ اللّٰہ و من ذکر اللّٰہ احبه اللّٰہ۔ کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۲۶	جو اللّٰہ کے لئے تواضع کرتا ہے۔ اللّٰہ اُس کو اٹھا لیتا ہے اور جو میانہ روی کرتا ہے اللّٰہ اُس کو غنی کرتا ہے اور جو اللّٰہ کا

ذکر کرتا ہے۔ اُس کو اللّٰہ دوست رکھتا ہے +

(۱۲) ابو نعیم حضرت ابن عمر سے حدیث ذیل بیان کرتے ہیں +

من تواضع اللّٰہ رفعہ اللہ فھو فی نفسہ ضعیف وفی اعین الناس عظیم ومن تکبر وضعہ اللہ فھو فی اعین الناس صغیر وفی نفسہ کبیر حتے لھوا ھون علیھم من کلب او خنزیر۔	جو شخص اللہ کے لئے تواضع کرتا ہے اللہ اُس کا رفع کرتا ہے۔ حالانکہ وہ فی الحقیقت ضعیف ہوتا ہے مگر لوگوں کی نظروں میں بڑا ہوتا ہے اور جو تکبر کرتا ہے اللہ اُس کو ذلیل کر دیتا ہے اور وہ لوگوں کی نظروں میں چھوٹا ہوتا

ہے اور اپنی ذات میں وہ بڑا ہوتا ہے۔ اور اُس کی یہاں تک نوبت پہنچتی ہے کہ لوگ اُس کو کتے اور خنزیر سے بھی بدتر سمجھتے ہیں۔ دیکھو کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۲۶ +

(۱۳) ابو الشیخ اپنی کتاب العظیمۃ میں بروایت حضرت معاذ بن جبل بیان کرتا ہے +

من تواضع للہ تخشعًا للہ رفعہ اللہ ومن تطاول تعظمًا وضعہ اللہ والناس تحت کنف اللہ یعلمون اعمالھم فاذا اراد اللہ فضیحۃ عبد اخرجہ من تحت کنفہ فبدت ذنوبہ	جو شخص اللہ کیلئے اللہ کے خوف سے تواضع کرتا ہے اُس کو اللہ رفع دیتا ہے اور جو بزرگی کی وجہ سے زیادتی کرتا ہے اللہ اُس کو زمین پر بٹھا دیتا ہے۔ اور لوگ جو اللہ تعالےٰ کی پناہ کے نیچے ہوتے

ہیں اپنے اعمال کو جان لیتے ہیں اور جب اللہ تعالےٰ کسی بندہ کی فضیحت کا ارادہ کرتا ہے۔ تو اُس کو اپنے پناہ کے نیچے سے نکال دیتا ہے۔ پھر اُس سے گناہ ظاہر ہوتے ہیں۔ دیکھو کنز العمال + جلد ۲ صفحہ ۲۶۔

(۱۴) امام احمد بن حنبل اپنی مسند میں اور ابو یعلی اپنی مسند میں اور شاشی اپنی کتاب میں اور طبرانی اپنی کتاب المعجم الاوسط میں اور حافظ سعید بن منصور اپنی سنن میں بروایت حضرت عمر حدیث ذیل بیان کرتے ہیں +

یقول اللہ عزوجل من تواضع لی ھکذا رفعتہ ھکذا۔	یعنے جو اللہ عزوجل کی اس طرح تواضع کرتا ہے اللہ بھی اسی طرح اسکی بلندی

کرتا ہے۔ دیکھو کنز العمال صفحہ بالا +

(۱۵) ابو نصر دیلمی اپنی کتاب مسند الفردوس میں حضرت انس سے روایت کرتے ہیں +

التواضع لا یزید العبد الا رفعة فتواضعوا یرفعکم اللہ -	بندہ کی رفعت اور بلندی درجات تواضع ہی سے ہوتی ہے - لہذا تم لوگ

تواضع کیا کرو تاکہ اللہ تعالےٰ تمہیں رفع کرے - کنز العمال صفحہ بالا -

(۱۶) ابو نعیم اپنی کتاب میں حضرت ابو ہریرہ سے یہ حدیث بیان کرتے ہیں +

قال اللہ عز وجل من لان لحقی وتواضع لی ولم یتکبر فی ارض رفعتہ حتی اجعلہ فی علیین ۔ کنز العمال صفحہ بالا +	یعنے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جو شخص میرے حق کی خاطر نرمی کرتا اور میرے لئے متواضع ہو جاتا اور زمین میں تکبر نہیں کرتا تو میں اُس کو یہانتک رفع دیتا ہوں کہ علیین میں

پہنچا دیتا ہوں +

(۱۷) ما من آدمی الا وفی رأسہ حکمۃ بید ملك فاذا تواضع رفعہ اللہ بھا وقال ارتفع رفعك اللہ واذا رفع رأسہ جذبہ اِلی الارض وقال اخفض خفضك اللہ :-	ابو نعیم اور ابو نصر دیلمی حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ کوئی بھی ایسا آدمی نہیں جس کے سر میں دُوڈھ۔ نہ ہو - اور وہ فرشتہ کے ہاتھ میں ہوتی ہے جس وقت وہ تواضع کرتا ہے اللہ تعالےٰ اُسکو اُس کے

ذریعہ اٹھالیتا ہے - اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بلندی طلب کر تاکہ اللہ تعالےٰ تمہیں رفع دے - اور جب انسان تکبر کرتا ہے تو اُس کو زمین کی طرف کھینچ لیتا ہے - اور کہتا ہے نیچے چلا جا اللہ تجھ کو ذلیل کرے - دیکھو کنز العمال صفحہ بالا +

(۱۸) ما من عبد الا وفی رأسہ حکمۃ بید ملك فاذا تواضع رفع بھا وقال ارتفع رفعك اللہ واذا رفع رأسہ جذبہ الی الارض وقال اخفض خفضك اللہ ؛	ابن صصری اپنی کتاب امالی میں حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کوئی بھی بندہ نہیں جس کے سر میں خودتمہ نہ ہو اور وہ فرشتہ کے ہاتھ میں ہوتی ہے جس وقت

انسان تواضع کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اُس کو اُٹھا لیتا ہے اور کہتا ہے بلندی طلب کر خدا تجھکو رفع دے۔ اور جب سر بلند کرتا ہے یعنے تکبر کرتا ہے تو اُس کو زمین کی طرف کھینچ لیتا ہے اور کہتا ہے نیچے جا خدا تجھ کو ذلیل اور خوار کرے +

(۱۹) مامن آدمی الاوفی رأسہ سلسلتان سلسلۃ فی السماء السابعۃ وسلسلۃ فی الارض السابعۃ فاذا تواضع رفعہ اللہ بالسلسلۃ الی السماء السابعۃ واذا تجبر وضعہ اللہ بالسلسلۃ الی الارض السابعۃ۔

شیخ ابوبکر محمد خرائطی اپنی کتاب کے باب مساوی الاخلاق میں اور حسن بن سفین اور ابن لال اور ابونصر دیلمی حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ کوئی بھی آدمی نہیں کہ جس کے سر میں دو سلسلے نہ ہوں۔ ایک سلسلہ تو ساتویں آسمان پر ہوتا ہے اور ایک سلسلہ ساتویں زمین پر۔ جس وقت تواضع کرتا ہے اللہ تعالےٰ اُس کو اُسی سلسلہ کیساتھ ساتویں آسمان پر اُٹھا لیتا ہے اور جب جبر کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ اُس کو دوسرے سلسلہ کے ساتھ ساتویں زمین پر دے مارتا ہے۔ دیکھو کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۲۶ +

(۲۰) بخاری جلد ۳ صفحہ ۲۲۔ رفع الی السماء رفعہ ضد وضعہ ومنہ الدعاء اللّٰھمّ ارفعنی ولا تضعنی واللہ یرفع من یشاءُ ویخفض ٥

یعنے رفع وضع کی ضد ہے اور اسلیئے یہ دعا ہے کہ اے اللہ مجھے بلند کر اور مجھے ضائع نہ کر۔ اللہ جس کو چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے بلند کرتا ہے +

(۲۱) علاوہ ان احادیث کے ہم روزمرہ پانچ وقت کی نماز میں بین السجدتین یہ دعا مانگا کرتے ہیں +

اللّٰھمّ ارحمنی واھدنی وارزقنی وارفعنی واجبرنی :-

یعنے اے اللہ مجھ پر رحم کر اور تمام مشکلات میں میری رہنمائی فرما اور روحانی اور جسمانی رزق سے مشرف فرما اور مجھے ذلت اور خذلان اور لعنت کی موت سے ہلاک نکیجیو بلکہ رفع دیجیو جو پاک اور مقدس بندوں کے لئے مخصوص ہے اور مجھے زمینی نہ بنائیو

بلکہ آسمانی بنائیو- اور جس قدر قصور اور خطائیں مجھ سے سرزد ہوں اُن کی تلافی کی توفیق عطا کیجئو- اس حدیث سے ظاہر ہے کہ ہمارے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کیسی عمدہ دعا سکھلائی ہے اور ہر ایک کو رفع کی خواہش دلائی ہے- جب اللہ تعالےٰ ہر مومن کو رفع کرتا ہے- تو پھر مسیح کی کیا خصوصیت ہے- دیکھو کشف الغمہ ج ۱ ص ۱۰۹-

سینکڑوں حدیثیں کتب احادیث میں ہیں جنمیں لفظ رفع آیا ہے لیکن بخوف طوالت انہیں پر اکتفا کرتے ہیں- ان تمام احادیث سے جو بہت سے محدثین کے ذریعہ سے بیان کی گئی ہیں روز روشن کی طرح واضح ہے کہ متواضع آدمی کو اللہ رفع دیا کرتا ہے- اگر رفع کے معنے زندہ آسمان پر لیجانا مقصود ہے تو پھر لاکھوں بلکہ کروڑوں آدمی زندہ جسم عنصری کیساتھ آسمان پر موجود ہونگے- کیونکہ ان تمام احادیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں ہر آدمی کو جو صفت تواضع سے متصف ہو آسمان پر لیجانے کا وعدہ فرمایا گیا ہے- پہلے دوسرے آسمان پر نہیں بلکہ ساتویں آسمان پر لیجانے کا وعدہ ہے اور حضرت مسیح کا دوسرے آسمان پر جانا ذکر کیا جاتا ہے افسوس کہ مخالف علماء نے اپنے علم سے کام نہیں لیا- اور صرف لفظ پرستی اور بے بنیاد افسانوں پر شیدا ہو گئے- اور وسیع معلومات بڑھانے اور کتب احادیث کے مطالعہ کرنیسے گریز کرتے ! اور چند رسمی غیر معتبر کتابیں پڑھکر فضیلت کی پگڑی باندھکر منبروں کے اوپر چڑھ بیٹھتے ہیں- اور بغیر وسیع معلومات کے فتوے لکھ مارتے ہیں- اگر اُن کو معلوم ہوتا- کہ لفظ رفع کلام عرب میں خاص کر اللہ تعالیٰ کی کلام اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے محاورہ میں کن کن معنوں میں آتا ہے- تو پھر اس قدر جرأت نہ کرتے اور کسی مامور من اللہ و محدث اللہ سے اس طرح بے ادبی اور گستاخی سے پیش نہ آتے +

لفظ رفع و لغت عرب

اے نادانو! اگر تمہیں کلام الٰہی اور کتب احادیث میں پوری معلومات نہیں تھی تو تم لغت عرب ہی کھولکر دیکھ لیتے- کہ لفظ رفع کے کیا معنی ہیں- لہذا میں چند

کتب لغت سے اس کے معانی ظاہر کرتا ہوں۔ دیکھو اور غور کرو۔

(۱) لسان العرب جلد ۹ صفحہ ۴۸۸ - ۴۸۹ - ۴۹۰ - لفظ رفع کے یہ معنے لکھے ہیں۔

الرفع ضد الوضع۔

یعنے رفع وضع کی ضد ہے۔

وفی اسماء اللّٰہ الرافع ھو الّذی یرفع المومن بالاسعاد و اولیاءہ بالتقرب۔

یعنے رافع اللہ تعالےٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور وہ مومن کو سعادت اور اپنے اولیاء کو تقرب کیساتھ بلند کرنیوالا ہے

قال الزجاج المعنے انہا تخفیض اھل المعاصی وترفع اھل الطاعۃ

زجاج جو ایک مشہور لغوی ہے کہتا ہے کہ وضع کے معنے یہ ہیں کہ گنہگاروں کو پست اور ذلیل کیا جاتا ہے اور رفع کے معنے یہ کہ فرمانبرداروں کو رفع ہوتا ہے +

والرفع تقریبک الشئ بالشئ وفی التنزیل وفرش مرفوعۃ ای مقربۃ لھم ومن ذالک رفعتہ اِلی السلطان ویقال نساء مرفوعات ای مکرمات۔

(۲) تاج العروس جلد ۵ - صفحہ ۳۵۷ +

رفع ضد وضع ومنہ حدیث الدعا اللھم ارفعنی ولا تضعنی۔

یعنی رفع ضد وضع ہے اور یہی معنی دعا والی حدیث میں ہیں کہ اے اللہ مجھے بلند کر اور مجھے ذلیل نہ کر۔ پھر صفحہ ۳۵۸ پر لکھا ہے +

رفعتہ الی السلطان رفعانا۔

یعنے اُس کو سلطان کے قرب میں کر دیا +

رفعہ الی الحاکم رفعا۔ ای قربہ

میں نے اُس کو حاکم کے قریب کر دیا +

وقولہ تعالی رفعتہ۔ قال الزجاج ترفع اھل الطاعۃ۔

یعنے بموجب قول خداوندی زجاج کہتا ہے کہ اہل الطاعت مقرب کئے جاتے ہیں۔

وقولہ تعالی فی بیوت اذن اللّٰہ ان ترفع قال زجاج۔ قال الحسن تاویلہ ان تعظم ومنہ فرش مرفوعۃ۔ ای شریفۃ۔ وکذا فی صحف مکرمۃ مرفوعۃ

یعنے جن گھروں کے بلند کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے اذن دیا ہے۔ زجاج اس آیت کے متعلق کہتا ہے کہ حسن نے کہا کہ اسکے معنے یہ ہیں کہ عظمت والے بنادیئے جائیں

اور یہی معنے فرش مرفوعہ میں لکھے ہیں یعنے مشرف فرش اور ایسا ہی صحف مکرمۃ مرفوعۃ میں مرفوعۃ کے معنے معظم و مشرف ہیں +

(۳) صراح جلد ۲- رفع- نزدیک گردانیدن کسے را بکسے صلۃ بالی یعنے جب صلہ الی رفع کے بعد واقع ہو تو ایک شئے کا دوسری شئے کے نزدیک کردینے کے معنے ہوتے ہیں ومن ذالک قولھم رفعتہ الی السلطان - اور اسیوجہ سے ہے یعنے اُس کو سلطان کا مقرب کردیا +

(۴) قاموس - رجل رفیع - رجل شریف - والرافع من اسماء اللہ تعالیٰ ھو الذی یرفع المومنین بالاسعاد واولیاءہ بالتقرب - یعنے بلند پایہ کا آدمی شریف آدمی - اور رافع اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے - یعنے خدا وہ ذات ہے - جو مومنوں کو سعادت اور اولیاء کو تقرب سے بلند کرتا ہے +

(۵) اقرب الموارد جلد ا صفحہ ۴۱۸ - رفعہ الی السلطان قربہ - یعنے اُس نے سلطان کے قریب کر دیا:

(۶) منتہی الارب جلد ۲- صفحہ ۱۷۷ - رفعتہ الی السلطان رفعانا ای قربتہ یعنی یعنے اُس کو سلطان کا مقرب کردیا - رافع قریب گرداننده - رافع کے معنے قریب کرنے والا +

(۷) اساس البلاغت - میں لکھا ہے - رفع فارتفع ورفعہ ورفنع فھو رفیع وفیہ رفعۃ - یعنی جب رفع کہا جائے - تو معنی یہ ہوتے ہیں کہ وہ رفع جس میں رفعت ہو یعنے بلندی درجات ہو +

(۸) صحاح جوھری - جلد ا صفحہ ۵۹۴ - الرفع تقریبک الشئ وقولہ تعالیٰ وفرش مرفوعۃ قالوا مقربۃ لھم ومن ذالک رفعتہ الی السلطان یعنے رفع کے معنے تجھ کو کسی چیز سے قریب کرنا - جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فرش اُن کے لئے قریب ہونگے اور اس بناء پر رفعتہ الی السلطان کے معنے یعنے اُس کو بادشاہ کے قریب میں جگہ دی

ان تمام لغت کی کتابوں سے ظاہر ہے کہ رفع میں بلندی مراتب مراد ہوتی ہے اور خاص کر جب لفظ رفع کے بعد الی کا صلہ آئے تو بجز تقرب کے اور کوئی معنے نہیں آتے جیسے نظائر بالا سے ظاہر ہے۔ جب ہر موقعوں پر قرآن شریف میں حضرت مسیح کی نسبت ورافعك الی اور بل رفعه الله الیه آیا ہے یعنی رفع کے بعد صلہ الی ہی استعمال کیا گیا ہے تو پھر یہاں لغت کے معانی سے باہر قدم رکھنا اور اپنی مے گھڑت معنے لینا کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے۔ لغت نے تو قاعدہ باندھ دیا۔ کہ جب رفع الیٰ کے صلہ کے ساتھ آئے وہاں تقرب ہی کے معنی ہونگے۔ ایسی حالت میں علماء کی عقل اور فہم پر افسوس آتا ہے کہ کیونکر وہ یہاں سے آسمان کے معنے لیتے ہیں کیا اللہ تعالیٰ دوسرے یا چوتھے آسمان پر بیٹھا ہے جیسے کہ مسیح علیہ السلام کا بعض روایات کے رو سے دوسرے آسمان پر اور بعض روایات کے رو سے چوتھے آسمان پر مسکن گزین ہونا مذکور ہے۔ اللہ تعالےٰ تو صاحب مکان نہیں ہے تو پھر علماء کا ایسا خیال کرنا بجز نادانی اور کیا ہو سکتا ہے ورنہ آیات مذکورہ کے بجز تقرب الی اللہ اور کوئی معنی ثابت نہیں ہوتے +

اگر ہم بفرض محال مان بھی لیں کہ مسیح آسمان پر چلا گیا تو اس پر جس قدر اعتراضات وارد ہوتے ہیں اُن کا کوئی جواب نہیں ہو سکتا +

(۱) الدنیا مزرعة الاخرة کے خلاف ہے کیونکہ جب یہ دنیا ہی آخرت کیلئے بمنزلہ مزرعہ قرار دیگئی ہے۔ تو مسیح علیہ السلام کا کس قدر نقصان ہے۔ کہ وہ بیکار اور معطل چھوڑ دیئے گئے ہیں اور قیامت میں بمقابلہ دیگر انبیاء وہ کیا رتبہ پا سکتے ہیں +

(۲) انبیاء کا کام صرف تبلیغ احکام ہوتا ہے اور جب وہ تکمیل تبلیغ کر چکتے ہیں۔ تو زمین سے اُٹھائے جاتے ہیں۔ لیکن مسیح نے اپنے وقت میں تکمیل تبلیغ نہیں کی اور ابتک اس خدمت کے سرانجام دینے سے پہلوتہی کر رہے ہیں تو کیونکر عدم تعمیل تبلیغ کے الزام سے بچ سکتے ہیں +

(۳) اگر اُن یہودیوں کے خوف سے بچ کر چلے گئے ہیں جو اُن کے خون کے پیاسے تھے لیکن اب تو ۱۹۰۰ برس سے زائد ہو گئے اور اُن یہودیوں کا نام و نشان نہیں رہا اور جو اُن کی

ذریت سے باقی ہیں وہ ضربت علیھم الذلة والمسکنة کے مصداق ہیں پھر کیا وجہ ہے کہ نہیں آتے +

(۴) مسیح علیہ السلام کا کہنا وجعلنی مبارکاً اینما کنت بھی غلط ثابت ہوا جاتا ہے کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مبارکاً کے معنے نفاع کے کئے ہیں اور مسیح کا آسمان پر نفع پہنچانا مفقود +

(۵) جیسا اُن کے آسمان پر جانے میں نقصان ہے ویسا ہی بلکہ اُس سے بڑھ کر دوبارہ آنے میں نقصان ہے۔ کیونکہ اب وہ اُن زبانوں سے واقف نہیں۔ جو اس وقت دنیا میں رائج ہیں اور جب وہ گئے تھے تو اُن کی زبانِ مادری عبرانی۔ تھی اور اب عبرانی مردہ زبانوں میں داخل ہے۔ کیونکہ روئے زمین پر یہ زبان اب نہیں بولی جاتی +

(۶) جب تک کوئی آدمی اپنی قوم میں رہ کر اُن کے عادات اُن کے اخلاق اور اُن کے جمیع حالات سے آگاہ نہو تب تک وہ اُن کی کسی قسم کی اصلاح نہیں کر سکتا۔ اب مسیح کو ۱۹۰۰ برس سے زائد ہو گئے دنیا نے اس عرصہ میں اس قدر پلٹا کھایا ہے کہ گویا کایا ہی پلٹ ہو گئی ہے تو کیونکر اُن سے اس خدمت کا سرانجام ہو سکتا ہے +

(۷) جس انسان کی بزدلی اظہر من الشمس ہو جائے وہ کبھی بھی دنیا میں عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جا سکتا۔ جب مسیح اپنے زمانہ تبلیغ میں ایسے بزدل ثابت ہوئے کہ زمین پر نہیں بلکہ دوسرے یا چوتھے آسمان پر جا براجے اور اب تک ادھر رخ بھی نہیں کر سکتے تو اب آئندہ اُن سے کیا توقع ہو سکتی ہے +

(۸) آسمان پر جانے سے اُن کو کیا عزت ملی۔ نبوت بھی ہاتھ سے گئی کیونکہ اب بقول بعض علماء زمان امتی بنکر آئیگا۔ اور وجہ اس قصور کی نامعلوم۔ ورنہ اتنی بڑی نعمت سے جو الوہیت سے دوسرے درجہ پر ہے۔ کیوں محروم کیا جاتا +

(۹) جب کوئی خدا کی طرف سے نبی ہو کر آتا ہے تو خدا کا خوف لوگوں کے دلوں میں مستولے ہوتا ہے کیونکہ خدا کے نبی کے ساتھ مقابلہ کرنا خطرناک امر ہوتا ہے۔ لیکن مسیح سے اپنے زمانہ نبوت میں بھی لوگ نہیں ڈرے تو اب جبکہ

وہ معمول امتی بنکر آئے گا۔ تو اب اُس کی کون مانیگا +

(۱۰) آسمان پر جانا کوئی فضیلت کی بات تھی تو کیوں سب نبیوں نے خواہش نہیں کی کیونکہ تمام انبیاء دکھ دیئے گئے اور حضرت مسیح سے بھی زیادہ بُری طرح ستائے گئے +

(۱۱) اگر مرتبہ نبوت سے امت محمدیہ کا ہونا افضل تھا تو پھر کل انبیاء سابقین کا کیا قصور ہے کہ اُن کو امت محمدیہ میں داخل کرنیکے لئے دوبارہ نہیں لایا گیا۔ مسیح کو کیوں خصوصیت دیجاتی ہے۔ فتدبروا یا اولی الابصار +

(۱۲) کیا امت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی اصلاح بجز حضرت مسیح علیہ السلام کے نہیں ہوسکتی تھی +

لفظ رفع اور تفاسیر

رفع کے لفظ پر مفسرین نے بھی اتفاق نہیں کیا۔ اگر اُن کے پاس حضرت مسیح کے زندہ آسمان پر جانے کی کوئی پختہ اور یقینی دلیل ہوتی تو پھر وہ اَور معنے کیوں کرتے چنانچہ ہم ذیل میں چند مفسرین کی آرا ئے بل رفعہ اللہ الیہ پر دکھاتے ہیں +

(۱) تفسیر بحر الحقایق میں شیخ نجم الدین رازی آیت مذکورہ بالا کے معنے انعم علیہ بالافاضۃ مما لدیہ یعنے اپنے پاس سے اللہ تعالےٰ نے اُس پر فیض روحانی کا انعام کیا۔ اور زیر آیت رافعک الی کے لکھا ہے جذبات العنایۃ۔ یعنے جذبات عنایت کی طرف لیجاوینگے +

(۲) تفسیر جامع البیان کے صفحہ ۵۲ پر زیر آیۃ رافعک الی سید معین صاحب لکھتے ہیں۔ رافعک الی محل کرامتی یعنے میں اپنے بزرگی کے مقام پر تجھے اُٹھانے والا ہوں +

(۳) تفسیر کشاف جلد اصفحہ ۲۰۶ زیر آیت و رافعک الی صاحب کشاف لکھتے ہیں و رافعک الی سمائی و مقر ملائکتی یعنے اپنے سما اور اپنے فرشتوں کی مقام پر تجھے لیجانے والا ہوں۔ اور یہ بعد طبعی موت کے ہوگا +

(۴) تفسیر مدارک میں بھی یہی الفاظ ہیں۔ یعنے طبعی موت کے بعد اللہ تعالےٰ

کے قرب میں فرشتوں کے مقام پر اٹھانے کا وعدہ ہے +

(۵) تفسیر مجمع البیان میں ابو جعفر محمد بن حسن طوسی زیر آیۃ ورافعك اِلیّ لکھتے ہیں۔ معناہُ رافعك اِلی کرامتی کما قال حکایۃ عن ابراھیمؑ اِنّی ذاھب اِلی ربّی سیھدین۔ یعنے میں تجھے اپنے عزت اور بزرگی کے مقام پر اُٹھاؤنگا جیسے حکایتاً حضرت ابراہیمؑ کہتے ہیں میں اپنے رب کی طرف جاتا ہوں وہ میری راہنمائی کرے گا +

(۶) سید احمد خاں صاحب اپنی تفسیر کے جلد ۲ میں بر صفحہ ۴۸ زیر آیۃ بل رفعہ اللّٰہ الیہ یوں لکھتے ہیں رفع کا لفظ یہاں آیا ہے جس سے حضرت عیسےٰ کی قدر ومنزلت کا اظہار مقصود ہے۔ نہ یہ کہ اُن کے جسم کو اُٹھایا گیا +

(۷) تفسیر روح البیان جلد ا صفحہ ۳۳۱ میں شیخ اسمٰعیل زیر آیت ورافعك اِلیّ لکھتے ہیں ورافعك الان اِلی محل کرامتی ومقر ملائکتی وجعل ذالك رفعا الیہ للتعظیم یعنے میں اب تجھے بعد موت اپنی عزت کے مقام اور قرارگاہ فرشتگان اُٹھاؤں گا اور اپنی طرف بطور تعظیم اور عظمت کے لئے ہے +

(۸) شیخ احمد صادی مالکی جلالین کے حاشیہ میں زیر آیۃ رافعك اِلی کہتے ہیں۔ ای الی کرامتی واھل قربی یعنے اپنے اہل قرب اور بزرگی کے مقام پر تجھ کو اُٹھانے والا ہوں +

اور پھر وہی بزرگ زیر آیۃ بل رفعہ اللّٰہ الیہ لکھتے ہیں۔ ای محل رضاہ وانفراد حکمہ یعنے اپنے رضا اور حکم کے منفرد مقام پر اُٹھالیا +

(۹) تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۶۸۹۔ زیر آیۃ بالا یوں لکھا ہے +

قال ابو بکر الواسطی ورافعك اِلی وذالك لان من لم یصر فانیا عما سوی اللّٰہ لا یکون لہ وصول اِلی مقام معرفۃ اللّٰہ:-

ابو بکر واسطی کہتے ہیں کہ اسواسطے رافعک الی کہا کہ جب تک انسان ماسوی اللّٰہ سے فانی نہ ہو جائے تو اُس کو معرفت اللّٰہ کے مقام تک پہنچنے کی توفیق نہیں ملسکتی +

(۱۰) پھر تفسیر کبیر صفحہ ۶۹۰ میں ہے +

ورافعك الی - ای ورافع عملك الیّ وھو کقولہ - الیہ یصعد الکلم الطیّب والمراد من ھذہ الآیۃ انہ تعالیٰ بشرہ بقبول طاعۃ و اعمالہ وعرفہ ان مایصل الیہ من للتاعب والمشاق فی تمشیۃ دینہ واظھار شریعۃ من الاعداء فھو لایضیع اجرہ ولایھدم ثوابًا	میں تیرے عملوں کو اُٹھالوں گا جیسے اللہ تعالےٰ کے قول سے ثابت ہے اللہ ہی کی طرف پاک کلمات بلند ہوتے ہیں - اور اس آیۃ کی مراد یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت عیسےٰ کو اُس کی عبادت اور اعمال کی قبولیت اور اس امر کی اطلاع دی کہ جو کچھ دین کے پہنچانے اور شریعت کے اظہار میں اُس کو تکلیفیں اور مشقتیں

دشمنان دین کی طرف سے پہنچی ہیں - اللہ تعالےٰ اُن کا اجر ضائع نہیں کرے گا اور نہ ثواب کو کالعدم کرے گا۔

(۱۱) تفسیر کبیر صفحہ ۶۹۱ - واعلم ان ھذہ الآیۃ تدلّ علیٰ ان رفعہ فی

قولہ ورافعك الی ھو الرفعۃ بالدرجۃ والمنقبۃ لابالمکان والجھتہ ۔	اور معلوم رہے کہ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا رفع جو رافعک الی میں ہے اُس سے مراد

رفع درجات اور منقبۃ ہے - مکان اور جہت کا رفع مراد نہیں ہے۔

(۱۲) تفسیر ابوسعود میں بہ صفحہ ۶۹۱ زیر آیت بالا لکھا ہے -

رافعك الیٰ محل کرامتی ومقرملائکتی	یعنی میں تجھے عزت کے مقام اور فرشتوں

کے جائے قرار پر لیجاؤنگا۔

(۱۳) تفسیر لطائف القرآن قلمی میں یوں لکھا ہے۔

بل رفع عیسی علیہ السلام ایصال روحہ عند المفارقۃ عن العالم السفلی بالعالم العلوی وکونہ فی السماء الرابعۃ اشارۃ الی انّ مصدر فیضان روحہ روحانیۃ فلك الشمس الذی	بلکہ عیسےٰ علیہ السلام کے رفع سے مراد عالم سفلی سے عالم علوی کیطرف اُس کے روح کا مفارقت کرکے جانا ہے - اور اُس کا چوتھے آسمان پر ہونا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اُس کی روح کے فیضان

هو بمثابة قلب العالم ومرجعه اليه وتلك الروحانية نور يحرک ذالک الفلک بمعشوقيته واشراق اشعه علے نفسه المباشرة لتحريکه ولما کان مرجعه الی مقره الاصلی ولم يصل الی الکمال الحقيقی وجب نزوله فی آخر الزمان متعلقة ببدن آخر

کا مقام فلک الشمس کی روحانیت ہے جو عالم کے قلب کی بازگشت اور مرجع ہے اور وہ روحانیت ایک نور ہے جو اپنی معشوقیت سے اُس فلک کو تحریک دیتا ہے اور اُسکے شعاعوں کی چمک اُس کے نفس مباشر پر اُس کی تحریک کے لئے ہے اور جبکہ اُس کا مرجع اپنے اصلی جائے قرار کی طرف ہے اور وہ کمال حقیقی تک نہیں پہنچا۔ اِس لئے آخری زمانہ میں اس کا نزول دوسرے بدن کے ساتھ ہونا واجب ہے +

(۱۴۷) ایسا ہی تفسیر ابن عربی میں لکھا ہے۔ جو دوسرے مقام پر درج ہو چکا ہے۔ چونکہ رفع پر پہلے بہت بحث ہو چکی ہے لہٰذا ہم زیادہ تفاسیر کے حوالے موجب طوالت سمجھتے ہیں۔ اور ہم اسی پر اکتفا کرکے اتنا کہنا ضروری خیال کرتے ہیں۔ کہ باوجود اسقدر اختلافات کے جو تفاسیر قرآن شریف میں ہیں ہم ان تمام امور سے نظر انداز کرکے ناظرین کو توجہ دلاتے ہیں۔ کہ جب اللہ تعالیٰ کی نسبت تمام اقوام کا بھی عقیدہ ہے کہ اُس کا نہ کوئی مکان ہے اور نہ جہت ہے۔ تو پھر معمولی سمجھ کا انسان بھی ذرہ سا فکر کرنے سے سمجھ سکتا ہے کہ رافعک الی اور بل رفعہ اللہ الیہ میں کیوں آسمان جو ایک مکان ہے اور نیز بلندی جو ایک جہت ہے خدا تعالےٰ کیلئے تجویز کئے جاتے ہیں۔ یہاں اللہ تعالےٰ نے الی السما نہیں کہا اِلیّ کہا ہے تو خدا تعالےٰ کو آسمان پر بیٹھا ہوا تسلیم کرنا کیا معنے رکھتا ہے۔ اے علماء وقت ذرہ خدا کا خوف کرو اور تھوڑی دیر کے لئے عقل کو تھام کر سوچو کہ اللہ تعالےٰ نے تو حضرت مسیح کی نسبت رافعک الی کہا ہے یعنے اپنی طرف اُٹھانیوالا ہوں اور رافعک الی السماء نہیں کہا۔ اب اس امر کا ثبوت آپ کے ذمہ ہے کہ اللہ تعالےٰ آسمان پر اور بالخصوص دوسرے آسمان پر نشستگاہ رکھتا ہے۔ کیونکہ اکثر مسلمانوں کا عقیدہ یہی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام دوسرے آسمان پر ہیں اور معراج کی حدیث بھی ایسا ہی تصدیق

کرتی ہے۔ لہذا ضروری ماننا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ بھی دوسرے آسمان پر رہتا ہے۔ سبحان اللہ عما یصفون۔ اللہ تعالیٰ تو مکان اور جہت سے پاک ہے۔ یہ آپ لوگوں کا عقیدہ ہی سراسر غلط اور دوراز قیاس ہے جو محض قلت تدبر کی وجہ سے گھڑ لیا گیا ہے۔ ورنہ یہ پیار کے الفاظ تو صریح قرب الی اللہ کی خوشبو دے رہے ہیں کیونکہ یہ الفاظ لعنت کی نفی کر رہے ہیں۔ اے عزیزو سوچو اور غور کرو۔ یہ تو ایک محاورہ ہے جو تکریم اور تعظیم کے موقع پر بولا جاتا ہے کیا تم اسی قسم کے محاورات قرآن شریف اور احادیث اور کلام فصحاء عرب میں نہیں دیکھتے۔ چنانچہ قرآن شریف شاہد ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تعالیٰ انی ذاھب الی ربی یعنے میں اپنے رب کی طرف جانیوالا ہوں تو کیا اس سے یہ مراد ہے کہ حضرت ابراہیم عین اسی جگہ پر جہاں اللہ رہتا ہے چلے گئے تھے۔ کیا تم کوئی مکان جانتے ہو جہاں اللہ تعالے رہتا ہے اور جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی پہنچ گئے تھے۔ حالانکہ حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ کہ حضرت ابراہیم عراق سے شام تک گئے تو کیا اس سے یہی سمجھ لوگے کہ اللہ تعالے اُس وقت شام میں مقیم تھا فتدبروا یا اولی الابصار۔ ایسا ہی کلام عرب میں آتا ہے وقد یقول السلطان ارفعوا ھذا الامر الی القاضی یعنے بادشاہ کہا کرتا ہے کہ اس امر کو قاضی کے ہاں پیش کرو۔ کیا اس رفع سے یہی سمجھ لوگے کہ قاضی کسی آسمان پر ہے وہاں اُس کے پاس اس امر کو اٹھا کر لیجاؤ کیا تم نہیں دیکھتے۔ حاجیوں کی نسبت یوں مشہور ہے الحجاج زوار اللہ۔ یعنے حاجی لوگ اللہ تعالیٰ کی زیارت کرنیوالے ہیں۔ اس سے تم یہی سمجھا کرتے ہو کہ انہوں نے اللہ تعالے کو اُن آنکھوں سے دیکھ لیا ہے اور جیسے دوست دوسرے دوست سے بوقت ملاقات بغل گیر ہوتے ہیں ایسے حاجی بھی اللہ تعالے سے بغل گیر ہوتے ہیں۔ ایسا ہی عام مشہور ہے المجاورون جیران اللہ یعنے مجاور اللہ تعالے کے ہمسایہ ہیں۔ کیا اس سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالے کسی مکان میں رہتا ہے اور اُس کے پڑوس میں اور لوگ رہتے ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالے کے ہمسایہ کہلاتے ہیں۔ حاشا و کلا۔ ایسا ہرگز نہیں اور نہ تم ایسا مانتے ہو تو پھر یہاں رافعک الی اور بل رفع اللہ الیہ میں کیوں عقل سے کام نہیں لیتے

مانا کہ تمہیں حضرت مسیح سے خاص اُنس ہے۔ مگر ذرہ خدا کے لئے تدبر تو کرو۔ ایسی بات سے تو اللہ تعالےٰ کے کلام کی تکذیب خود اللہ تعالےٰ کی توہین۔ خاتم النبین کی اہانت خود حضرتِ مسیح کی بے حرمتی ہوئی جاتی ہے۔ اس عقیدہ میں تم میں اور عیسائیوں میں کیا فرق ہے۔ اے عزیز! یہ عقیدہ تو کیا ہے۔ ایک بڑا تبر ہے جو اسلام کے درخت کی جڑ کاٹنا چاہتا ہے۔ اس سے باز آؤ تا تم نجات اُخروی پاؤ۔ ورنہ بجز دستِ تاسف ملنے اور دانت پیسنے کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا +

لفظ رفع اور انجیل

اب ہم ذیل میں انجیل کا محاورہ دکھاتے ہیں۔ کہ اُس میں لفظ رفع کا کیونکر استعمال ہُوا ہے +

انجیل یوحنا۔ باب ۳۔ آیت ۱۳ میں یوں ہے۔ اور کوئی آسمان پر نہیں گیا سوا اُس شخص کے جو آسمان سے اُترا۔ یہ آیت ظاہر کرتی ہے کہ جو لوگ آسمانی ہوتے ہیں۔ یعنے جن کو غذا روحانی آسمان سے ملتی اور خدا تعالےٰ کا ہر وقت اُن پر فضل اور رحمت کا نزول رہتا ہے۔ اور اس وجہ سے اُن کو اعمال صالحہ کی توفیق ملتی رہتی ہے اور جب وہ دنیا کو الوداع کہتے ہیں۔ تو آسمان پر ہی اٹھائے جاتے ہیں۔ اور قرب کے مقام پر اُن کو رفع ہوتا ہے +

پھر یوحنا باب ۳ آیت ۱۴ و ۱۵ میں ہے۔ اور جس طرح موسےٰ نے سانپ کو بیابان میں بلندی پر رکھا۔ اُسی طرح سے ضرور ہے۔ کہ ابن آدم بھی اُٹھایا جائے تاکہ جو کوئی اُس پر ایمان لائے ہلاک نہووے بلکہ ہمیشہ کی زندگی پاوے۔ اس سے بھی صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عیسےٰ نے کھول کر بتایا کہ میرا رفع آسمانی ہوگا اور کسی صورت میں لعنت کی موت نہیں مرونگا اور جو کوئی میری رفعت کی موت پر ایمان لائیگا وہ ہلاک نہیں ہوگا۔ اور جنت میں جائے گا۔ اور جو اُس کے برخلاف لعنت کی موت یعنے ذلت کی موت کو مانیگا وہ جہنم میں جائے گا۔ اور اس کی تصدیق اس

مثال سے ہوتی ہے جو اس آیت میں ہے کہ حضرت موسی نے ایک سانپ کو بیابان میں کھڑا کیا تھا۔ جسکا قصہ یوں ہے کہ بنی اسرائیل کی شرارتوں سے یہ عذاب نازل ہوا کہ انکو سانپ کاٹ جاتے تھے اور اس طرح ہزارہا آدمی لقمہ موت ہو گئے تھے آخر بنی اسرائیل نے حضرت موسی سے التجا کی کہ خدا تعالے سے دعا کرو کہ عذاب سے نجات ہو تب حضرت موسے نے بوحی الہی ایک سانپ بنا کر پہاڑی پر نصب کیا جس کو سانپ کاٹ جاتا وہ اس مصنوعی سانپ کی طرف دیکھتا اور بچ جاتا۔ اس طرح اللہ تعالے نے بھی مسیح کو رفع کر کے بے ایمان یہودیوں اور کم عقل عیسائیوں کی قرارداد موت یعنے صلیبی موت سے نجات دیکر اپنے قرب کے مقام پر رکھا تاکہ جو لوگ اسکی اس رفع والی موت پر ایمان لائے گا وہ ہلاکت سے بچ جائیگا +

پھر یوحنا باب ۱۲- آیت ۳۲ میں ہے - اور میں جو ہوں اگر زمین پر سے اوپر اٹھایا جاؤں تو سب کو اپنی طرف کھینچوں گا- اس آیت میں حضرت مسیح اسطرف اشارہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالی نے میرا روحانی رفع کیا تو میں قرب کے مقام پر پہنچ جاؤں گا- اور جو میری اس بات پر ایمان لائے گا وہ میری طرف یعنے مقرب الے اللہ ہو جائے گا- ورنہ وہ جہنم کا ایندھن ہو گا +

ساتویں فصل

اس باب میں کہ آیت

اِنّی متوفیک ورافعک الیَّ ومطہرک من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامہ میں رافعک مقدم ہے اور متوفیک مؤخر ہے یا کیا صورت ہے

بعض مفسرین اور بعض علماء زمان جب اُن کو لفظ توفی کے معنوں میں بجز موت اور کچھ ثابت نہیں ہوتا تو پھر مجبور ہو کر کہہ دیتے ہیں کہ اصل میں رافعک اول ہے + اور

متوفیک مابعد ہے۔ لیکن ایسی جرأت کرنے سے اُن کو یہ خوف نہ ہوا کہ اس میں اللہ تعالےٰ کی کلام پاک میں تحریف ہے۔ یہودیوں پر جب خدا کی مار پڑی تو انہی وجوہات سے کیونکہ وہ بھی توریت شریف کی آیات کو اسی طرح اپنے نفسانی خواہشوں کے تابع کرنے میں مصروف ہوگئے تھے یہ سمجھا کہ اُس عزیز و حکیم کی عبارت کسی حکمت عظمیٰ پر مبنی ہوگی۔ اُس میں ہم اپنی طرف سے کیوں کوئی ایسی بات داخل کریں جس سے اللہ تعالےٰ کی شان عالیشان میں کسی قسم کی اہانت ہو۔ کیا وہ علیم و خبیر خدا نہیں جانتا تھا کہ آخری زمانہ میں ان الفاظ پر فتور پڑے گا۔ تو اگر اُس کے علم میں فی الحقیقت یہی مقصود تھا کہ لفظ رافعک پہلے ہے تو کیوں اُسنے متوفیک کو پیچھے نہ رکھا۔ کیا اسکو ایسے کرنے میں کوئی تکلیف تھی۔ اے نادانو جس نے یہ الفاظ نازل فرمائے تھے۔ کیا وہ اُس نے خود فساد ڈالنے کے لئے ایسا کیا۔ ہرگز نہیں اُس نے جو کچھ کیا وہ سب ٹھیک ہے جس ترتیب پر اُتارا وہ حرفاً حرفاً درست اور بانظام ہے اور اس میں کسی طرح کی تقدیم و تاخیر و تبدیل نہیں ہوسکتی۔ اگر ایسا کیا جائے تو اُس کی پر حکمت ترتیب میں بڑا فتور برپا ہوگا۔ اور ہر انسان جو چاہے گا اپنی مرضی سے ایسی محکم ترکیب کو توڑ کر الگ الگ کردے گا اور جس طرح چاہے گا اپنے طبع زاد منصوبوں کے مطابق قرآن شریف کی آیات کو ڈھال لے گا۔ اے عقل کے دشمنو اگر اس ترتیب خداوندی میں ایک بال کے برابر بھی فرق آگیا تو پھر حفاظت قرآن شریف کہاں رہی اور پھر وہ دشمنان دین کے دست برد سے کیونکر مامون و مصئون ہوسکتا ہے۔ کیا تم بلاغت کی کتابوں میں واؤ ترتیب نہیں پڑھتے۔ بالفرض اگر علم بلاغت میں واؤ ترتیبی نہ بھی ہوتی تو بھی حرج نہیں تھا خود نفس مضمون اور مشاہدات اِس کے شاہد ہیں۔ اس ترتیب قرانی میں کون سا نقص واقع ہے۔ دیکھو اللہ تعالےٰ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو جب کہ اُنہیں یقین کامل ہوگیا کہ اب یہ دشمن یعنے یہودی مجھے قتل کئے بغیر نہیں رہ سکتے اور ساری رات دعا مانگتے کاٹی اور پھر دوسرے روز اُن کے لٹکانے کے لئے صلیب بھی تیار ہوگئی اور صلیب پر چڑھائے بھی گئے پھر ایلی ایلی لما سبقتنی پکارتے رہے تو کیا وہ ارحم الراحمین خدا اپنے ایسے مقبول بندے اور پیارے نبی کی آواز کو سن کر کیونکر خاموش

رہ سکتا تھا۔ کیا اُن کی اضطراری دعائیں کچھ بھی اللہ تعالےٰ کے رحم کو جوش میں نہیں لا سکتی تھیں کیا خدا تعالےٰ اپنا وعدہ اپنے بندہ کیلئے فراموش کر چکا تھا۔ ہرگز نہیں۔ اُس نے اُن کی آوازوں کو سنا۔ اُس کی دعاؤں کو قبول کیا۔ اور اُس کی تسلی کے لئے کیسے پیارے الفاظ بولے اور کیسی دلکش اور دلآویز زبان سے فرمایا۔

یٰعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی ومطہرک من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیمۃ

اے عیسےٰ تم غم اور فکر نہ کرو اس تھوڑی سی تکلیف کے بعد میں تمہیں ظالموں کے ہاتھ سے بچا لونگا بلکہ میں ہی تجھے طبعی موت سے مارونگا اور تجھے لعنت کی موت سے جو خدا تعالےٰ کے حضور سے دوری و مہجوری کا باعث ہوتی ہے بچا کر تجھے عزت اور قرب کے مقام پر پہنچاؤنگا۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں تیری تطہیر کرونگا اور کفار کو روز روشن کی طرح ایسا دکھلادوں گا کہ کس قدر غلطی میں ہیں۔ اور لعنت کے اتہام سے بری کرونگا۔ اور تیرے اللہ یا ابن اللہ یا ثالث ثلثہ کہنے والوں کو ان جسمانی آنکھوں سے دکھا دونگا۔ کہ وہ جس کو خدا یا خدا بیٹا کہتے تھے ایک عاجز ناتواں انسانوں کی سی موت کا مزہ چکھ کر کشمیر جنت نظیر میں خواب استراحت کرتا ہے اور تیرے تابعین کو تیرے منکروں پر تا قیامت غالب رکھوں گا۔ ان آیات میں کیسی بے نظیر ترتیب ہے شروع سے لیکر قیامت تک کا فیصلہ کر دیا گیا ہے۔ اور روزمرّہ کا مشاہدہ بھی شہادت دیتا ہے۔ کہ مسیح علیہ السلام پر جو اتہامات لگائے جاتے تھے۔ اُس کی کیسی بیخ کنی ہوئی ہے۔ دوسرا ہم دیکھتے ہیں مسیح کے تابعین دنیا میں دو قسم کے ہیں ایک بالواسطہ اور دوسرے بلاواسطہ سوہم دیکھتے ہیں کہ دونو گروہ مسیح کے منکروں پر جو وہ بھی بالواسطہ اور بلاواسطہ ہیں ہر طرح غالب ہیں۔ اور منکرین خواہ وہ بالواسطہ ہیں یا بلاواسطہ۔

ضُربت علیھم الذلۃ والمسکنۃ وبآؤ بغضب من اللہ

کے مصداق ہیں۔ پھر کیوں کر تسلیم کر لیا جاوے کہ یہ ترتیب ٹھیک نہیں

بعض نادان یہ بھی کہتے ہیں کہ اس آیت میں واؤ ترتیبی نہیں بلکہ جمع

کی واؤ ہے۔ اگر بالفرض یہ بھی مان لیں تو بھی حضرت مسیح کی موت ہی ثابت ہوتی ہے۔ فرض کرو اگر رافعک پہلے کرلیا جاوے اور متوفیک بعد تو بھی آسمان پر مرنا ثابت ہؤا۔ کیونکہ تطہیر بھی ہوچکی اور تابعین بھی ابتک دشمنان مسیح پر غالب ہیں۔ اس میں ہمارا کچھ ہرج نہیں اگر زمین پر نہیں مرا تو آسمان پر تو مرا بہر حال مرہی گیا۔ اور متوفیک اگر دوسرے جگہ نہیں تیسرے یا چوتھے جگہ لگائیں۔ تو پھر قیامت کے بعد اُس کا مرنا تسلیم کیا جاوے گا۔ پھر بہر حال اُن کا دوبارہ دنیا میں آنا ثابت نہؤا۔ اِس میں ہمارا کیا ہرج ہے کیونکہ قیامت کو تو ہم سب اُن کو جاکر ملینگے۔ جب وہ قیامت سے پہلے ہمارے پاس نہ آئے تو اُن کا مرنا اور جینا برابر ہؤا۔ اس صورت میں بھی وہ وفات شدوں میں داخل ہوئے ہ

یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ عطف میں جبتک جہت جامعہ نہ ہو تو وہ عطف لغو اور بیہودہ سمجھا جاتا ہے ہ دیکھو مطول علے التلخیص امام تفتازانی مطبوعہ قسطنطنیہ صفحہ ۲۴۷

فاذا اتت جملۃ بعد جملۃ فالاولے اما ان یکون لھا محل من الاعراب اولا و علے الاول ان قصد تشریک الثانیۃ لھا فی حکمہ عطف علیھا کالمفرد فشرط کونہ مقبولا بالواو و نحوہ ان یکون بینھما جہۃ جامعۃ نحو زید یکتب ویشعر او یعطی ویمنع

پس ضرور ہوا کہ اگر واؤ ترتیب نہ بھی تسلیم کریں تو بھی واؤ جمع میں جہت جامعہ کا ہونا ضروری ہے ورنہ خدا تعالےٰ حکیم وعلیم کے اس حکمت بھرے فصیح وبلیغ کلام میں نقص واقع ہوتا ہے اور پھر اُس کا وہ دعویٰ جو آیت وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فأتوا بصورۃ من مثلہ میں ہے غلط ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ قرآن شریف لے کوئی خاص مثل نہیں بیان کی تمام باتوں میں جو ذہن میں آسکتی ہے دعوی کیا ہے پھر اگر جہت جامعہ کا نقص رہا۔ تو بھی قرآن کامل معجزہ نہ ہؤا۔ لہذا ان آیات میں اذ قال اللہ یعیسے انی متوفیک و رافعک الی و مطھرک من الذین کفروا و جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیامۃ میں جس قدر واؤ عطف آئی ہے ان سب میں جہت جامعہ کا ہونا لازمی ہے اور

یہ تو معلوم ہے کہ ان آیات میں واؤ تین دفعہ آئی ہے اور چار الگ الگ مضامین کو ملاتی ہے - اب ثابت کرنا ہے کہ ان میں جہت جامع کیا ہے سو واضح ہو کہ اول لفظ اِنّی متوفیک ہے - اس میں اِنّ کا حرف ہے جو تردد کے مقام پر مستعمل ہوتا ہے - اور اللہ نے یائی کو لگا کر اُس فعل کو اپنی طرف منسوب کر لیا ہے - جس سے رفع تردد مقصود ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ حضرت مسیح کو کون سا تردد تھا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو اُن کی تسلی اور طمانینت کا وعدہ دینا پڑا - لہذا جب ہم اُس زمانہ کے یہودیوں پر نگاہ کرتے ہیں اور اناجیل مروجہ کو نظر غور سے دیکھتے ہیں تو ثابت ہوتا ہے کہ لوگوں نے اُن پر کفر کا فتوے لگایا تھا جیسے انجیل متی باب ۲۶ - آیت ۶۵ و ۶۶ سے ظاہر ہے اور اُن کے قتل کے فکر میں لگے اور کوئی ذریعہ تلاش کرتے تھے کہ جس طرح ہو سکے اس کو مارا جائے - بظاہر تو اس کو مار نہیں سکتے تھے کیونکہ غیر قوم یعنے رومیوں کی سلطنت تھی - اس واسطے در پردہ انکے مار ڈالنے کی کوشش میں مصروف رہے - چنانچہ متی باب ۲۶ آیت ۵۹ میں لکھا ہے تب سردار کاہن اور بزرگ اور ساری مجلس یسوع پر جھوٹی گواہی ڈھونڈنے لگی تاکہ اُسے مار ڈالیں اور آخر بغاوت سلطنت کا الزام لگا کر صلیب کی موت کا مجرم ٹھرایا - جب قوم یہود اس بات پر کامیاب ہوتی نظر آئی تو حضرت مسیح علیہ السلام کو چار فکر دامنگیر ہوئے ایک تو یہ کہ اگر یہود نے مجھے مار ڈالا تو میں بموجب توریت استثناء باب ۱۳ - آیت ۵ - و استثناء باب ۱۸ - آیت ۲۰ - و یرمیاہ باب ۱۴ - آیت ۱۵ - و ذکریا باب ۱۳ - آیت ۷ - کے جھوٹا نبی شمار ہونگا - اس لئے وہ صلیب کی رات سے پہلے دعا میں مصروف ہوا چنانچہ انجیل متی باب ۲۶ آیت ۳۶ سے ۳۹ میں ہے اور کچھ آگے بڑھکے منہ کے بل گرا اور دعا مانگتے ہوئے کہا کہ اے میرے باپ اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے گذر جائے - اس پر اللہ تعالیٰ نے جو ہر شخص کی دعا خواہ وہ کسی مذہب کا ہو عین اضطرار کی حالت میں اگر کیجائے تو کبھی رد نہیں کرتا بلکہ بموجب آیت قرآنی ومن یجیب المضطر اذا دعاہ صاف واضح ہے کہ وہ اضطراری دعا کو ضرور قبول فرماتا ہے حضرت عیسےٰ علیہ السلام جیسے اولعزم نبی کی اضطرارانہ دعا جو خالص دین کے لئے تھی کیونکر رد کر سکتا تھا - لہذا اس ارحم الراحمین خدا نے بجوش رحمت حضرت

مسیح کی اس بیکسانہ اور مظلومانہ حالت کی دعا کو قبول فرما کر اُن کی تسلی اور طمانیت کے لیئے یہ وعدہ فرمایا یعیسی انی متوفیک یعنے اے عیسے تم غم نہ کرو میں ہی تمہیں وفات دونگا (تو طبعی موت سے مرے گا) اور میں اُن بے ایمانوں کی مجوزہ موت سے نجات دونگا۔ یعنی تو لعنتی موت سے نہیں مرے گا۔

دوسرا جملہ رافعک الیّ ہے۔ اس کے لانے کی اللہ تعالےٰ کو یہ ضرورت پیش آئی کہ حضرت مسیح کو دوسرا تردد یہ دامنگیر ہوا تھا کہ معاندین نے اُن کو صلیبی موت سے مارنا چاہا ہے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ صلیب پر مرنے والا خدا کا مقرب اور دوست نہیں ہوا کرتا بلکہ ملعون ہوتا ہے چنانچہ توریت کتاب استثناء باب ۲۱ آیت ۲۳ میں ہے وہ جو پھانسی دیا جاتا ہے خدا کا ملعون ہوتا ہے لہذا حضرت مسیح علیہ السلام کو سخت فکر لگا کہ اگر صلیب پر میں مارا گیا تو مجھے ملعون قرار دیا جائیگا جس کا مفہوم بجز اس کے نہیں کہ خدا کی رحمت سے دوری و مہجوری ہو اور خدا اس سے بیزار اور وہ خدا سے بیزار ہو۔ لہذا عین صلیب پر چلا چلا کر کہتا رہا ایلی ایلی لما سبقتنی یعنے اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا دیکھو انجیل متی باب ۲۷ آیات ۴۷۔ جب اللہ تعالےٰ ادنے سے ادنے حتی کہ کافر کی عاجزانہ دعا کو قبول فرما کر اُس کو غم سے نجات دیتا ہے تو اپنے مقرب اپنے عظیم بالشان نبی کو ایسی مایوس بھرے الفاظ کی دعا کو جو نہایت درد دل سے مانگی گئی کیوں قبول نہیں فرما سکتا تھا۔ اسی واسطے محبت بھرے الفاظ میں اپنے جان نثار غلام کو وحی کی۔ اے عیسے تم فکر مت کرو۔ میں خود محافظ دین ہوں یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ میرے پیارے اور میرے بھیجے ہوئے ایسی موت سے مارے جائیں۔ جس کا نتیجہ لعنت اور خدا کی دوری ہو۔ یاد رکھو کہ تم میری درگاہ میں مقرب اور محبوب ہو اور فرمایا انی رافعک یعنے میں تجھے ایسی موت سے مارونگا۔ جس کا انجام قرب الے اللہ ہو۔ یہ تیرے دشمن اپنے مجوزہ منصوبہ میں ہرگز کامیاب نہیں ہونگے۔

تیسرا جملہ ومطھرک من الذین کفروا ہے یہ اس واسطے فرمایا کہ مسیح علیہ السلام کو تیسرا تردد دامنگیر ہوا تھا کہ پہلے ہی مجھے ولادت کے بارہ میں مشکوک ٹھراتے ہیں یعنے

جسمانی طور سے پلید قرار دیتے ہیں اور اگر اب صلیب واقع ہو گئی تو بموجب توریت تیرے روحانی طور سے بھی ملعون قرار دیا جاؤنگا۔ ایسی حالت میں میرا تمام مشن اکارت جائیگا۔ اور میری ساری محنت رائیگان جائیگی۔ اور کوئی شخص بھی میرے بعد ایماندار نہیں ہو سکیگا۔ اس پر اللہ تعالے نے جواب دیا کہ اے عیسے تم اس امر کا بھی فکر اور تردد مت کرو۔ کیونکہ میں اپنے مرسلوں کی ایسی توہین اور بے عزتی کو گوارا نہیں کر سکتا۔ تم یاد رکھو کہ میں کفار کی ان تمام باتوں کا اثر ہی اُٹھا دونگا اور نبی آخر الزمان کے ذریعہ تیری ایسی تطہیر کرائی جائیگی کہ جس کی نظیر زمانہ سابقہ میں نہیں پائی جائیگی اور بالآخر آخری زمانہ میں مسیح موعود کے وقت میں اُن تمام اتہامات اور بہتانات کا قلع و قمع ہو گا۔ جو تیری ذات کی نسبت اور تیرے صلیب پر مرنے کی نسبت دنیا میں قایم ہونگے۔ اور پھر تو ایسا پاک وصاف ہو جائیگا کہ لوگ تجھکو اصلی ہیئت میں دیکھنے لگینگے۔ لہذا فرمایا ومطھرك من الذین کفروا۔ یعنے کفار کیطرف سے تیرا دامن بالکل پاک کر دیا جائیگا۔ اور تیرا سچا اور راستباز اور خدا کا پیارا ہونا دنیا پر روز روشن کی طرح کھل جائیگا۔

چوتھا جملہ ہے وجاعل الذین اتبعوك فوق الذین کفروا الی یوم القیامتہ۔ اس کی ضرورت اس واسطے پڑی کہ حضرت مسیح کو چوتھا تردد جو اُن کی جان کو پگلا دینے والا تھا کہ اگر میں صلیب پر اسطرح مارا گیا تو پھر میرے تابعدار جو ابھی بالکل کچے اور بیخبر ہیں اور نہ انہوں نے میرے صحبت سے کما ینبغی استفادہ حاصل کیا ہے اور نہ وہ دین کی راہ میں پورے تجربہ کار ہیں لہذا میری موت کے ساتھ ہی میری تبلیغ کا خاتمہ ہو جائیگا۔ اور پھر صرف اسکا اثر میری ذات تک ہی محدود نہیں بلکہ جہان کے سردار حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کوئی تسلیم نہیں کرے گا کیونکہ اُن سے پہلے میرا مسلم ہونا ضروری ہے۔ جیسے میرے آنیسے پہلے ایلیا کا آنا ضروری تھا۔ لہذا لوگ قیامت تک ہدایت سے محروم رہینگے۔ اس جانکاہ اور دلگذار غم نے مسیح کو کھالیا تھا کہ قریب تھا کہ جان نکل جائے اسپر اللہ تعالے نے اپنے مقدس رسول کے اطمینان کے لئے یہ خبر دی جو آیت مذکورہ بالا میں ہے کہ اے عیسے تو کچھ اندیشہ نہ کر کہ میں

تیری اس کمزور جماعت کو ایسا بڑھاؤنگا۔ اور اتنی قدرت اور طاقت دونگا کہ وہ
اِن بے ایمان یہودیوں پر کامل طور سے مسلط ہوجائینگے۔ اور وہ قیامت تک کیا دین
کے روئے سے اور کیا دنیا کے رو سے اُن پر غالب رہینگے*

اب اگر متوفی کے معنے ممیت کے نہ لیں بلکہ کوئی اور معنے لیں تو پھر توفی اور
رفع میں جہت جامعہ نہیں رہتی۔ کیونکہ ہم ثابت کرچکے ہیں کہ رفع کے ساتھ جب الی
کا صلہ آتا ہے تو وہاں تقرب الی اللہ مراد ہوتی ہے اور روحانی درجات کے معنے لئے جاتے
ہیں اور کوئی معنے نہیں ہوسکتے تو پھر اگر توفی کے معنے موت کے نہ لئے جائیں تو کسی
صورت میں مابین ہر دو الفاظ مذکورہ جہت جامعہ قائم نہیں رہ سکتی اس واسطے
خدائے حکیم وعلیم کی کلام میں نقص وارد ہوتا ہے جو تمام نقصوں سے مبرا و منزہ
ہے! اور دوسرا تردد اس کو اپنی موت اور اپنے عدم رفع روح کا تھا جیسے ہم توریت شریف
دانا جبیل کے حوالہ سے ثابت کرچکے ہیں۔ پھر اگر خدا تعالےٰ اس کے تردد کے منشاء کے
خلاف کچھ اور جواب دے تو پھر وہ خدا کیسا وہ تو ایک مجنون سے بڑھکر متصور نہیں
ہوسکتا کیونکہ مسیح تو تڑپ تڑپ کر اور دل کی گداز سے موت مجوزہ سے نجات کی
دعا مانگے اور خدا اسکو جواب دے کہ میں تجھے سلادونگا یا بھر لونگا یا اٹھا لونگا۔
یا شہوات نفسانی سے تجھے محروم کردونگا۔ اور پھر تجھے آسمان پر لیجاؤنگا۔ یہ کیسے
غیر موزون الفاظ ہیں نہ تو لفظی مناسبت قائم رہ سکتی ہے۔ کیونکہ سونے کو اٹھانے
کے ساتھ یا بھرنے کو اٹھانے کے ساتھ یا شہوت نفسانی کے الگ کرنیکو رفع کے ساتھ
یا اٹھانے کو اٹھانے کے ساتھ کیا نسبت ہے کوئی جہت جامعہ ثابت نہیں ہوتی
اس سے اللہ تعالیٰ کی کلام معجز نظام میں حرف آتا ہے اور اسکا بیمثل اور بے نظیر
ہونا خاک میں مل جاتا ہے نعوذباللہ من ذالک*

لہذا توفی کے معنے بجز موت اور رفع کے معنے بجز روحانی رفع یعنے تقرب الی اللہ
کے اور نہیں ہیں اور انہی معنوں میں تناسب بھی ہے اور عمدہ جہت جامعہ بھی ثابت
ہوتی ہے کیونکہ موت کے بعد روح ہی کا رفع ہوا کرتا ہے*

اگر توفی کے معنے طبعی موت اور رفع کے معنی رفع روحانی نہ لیا جائے۔ تو

سطہر کی کا لانا بھی فضول ثابت ہوتا ہے۔ کیونکر جب عیسے علیہ السلام فوت ہو کر آسمان پر مثل دیگر انبیاء نہ جائیں تو پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دنیا میں ظہور نہیں فرماسکتے کیونکہ خود مسیح علیہ السلام نے انجیل میں فرمایا ہے۔ لیکن میں تجھے سچ کہتا ہوں کہ تمہارے لئے میرا جانا ہی فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو تسلّی دینے والا تم پاس نہ آویگا پس اگر میں جاؤں تو میں اُسے تم پاس بھیج دونگا اور وہ آنکر دنیا کو گناہ سے اور راستی سے اور عدالت سے تقصیروار ٹھہرائے گا۔ گناہ سے اس لئے کہ وے مجھ پر ایمان نہیں لائے۔ راستی سے اس لئے کہ میں اپنے باپ کے پاس جاتا ہوں اور تم مجھے پھر نہ دیکھو گے۔ دیکھو انجیل یوحنا باب ۱۶۔ آیات ۷ لغایت ۱۰۔ اور اُس کی تصدیق اللہ تعالےٰ اپنی کلام پاک میں یوں فرماتا ہے +

واذ قال عیسی ابن مریم یٰبنی اسرآئیل انی رسول اللہ الیکم مصدقًا لما بین یدی من التورات ومبشرًا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد	جبکہ مریم کے بیٹے عیسے علیہ السلام نے کہا کہ اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف خدا کی طرف سے رسول ہو کر آیا ہوں اور جو تمہارے پاس توریت ہے میں اُس کا مصدق ہوں

اور میں ایک رسول کے آنیکی بشارت دیتا ہوں جس کا نام احمد ہوگا۔ یا جس کا نشان یہ ہے کہ وہ بڑا حکومت کرنے والا اور آخری فیصلہ کرنیوالا ہوگا۔ اب ان آیات بیّنات سے صاف ظاہر ہے کہ مسیح علیہ السلام نے اپنے بعد ایک رسول کے آنے کی خبر دی ہے اور لفظ بعد یہاں زمانہ کیلئے آیا ہے۔ یعنے میرے زمانہ تبلیغ کے بعد اُن کا زمانہ تبلیغ ہوگا۔ اور انجیل کے الفاظ سے صاف صاف عیاں ہے کہ عیسےٰ ؑ کہتے ہیں کہ میں پھر نہیں آؤنگا کیونکہ مذکورہ بالا آیات میں اپنے حواریوں کو مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ پھر تم مجھ کو نہیں دیکھو گے۔ لہذا بجز موت اور کچھ متصور نہیں ہو سکتا۔ اور پھر تطہیر کیونکر ہو سکتی ہے جب تک کہ دوسرا رسول دنیا میں ظہور فرمانہ ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی یہی سنت اللہ ہے کہ کسی آدمی کو مقرر فرما کر دنیا میں حق بات کو ظاہر کیا کرتا ہے جب اللہ تعالےٰ نے مسیح سے وعدہ کیا کہ میں تیری تطہیر کرونگا تو پھر اور کون سی صورت تھی کہ جس سے اُن کی تطہیر ہوتی بجز اسکے کہ

محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آئیں۔ اور مسیح علیہ السلام پر جو ناپاک اور گندے
الزام لگائے گئے تھے وہ سب آنکر اٹھا دیں۔ اسکی تصدیق خود مسیح ع بھی فرماتے ہیں۔ جب وہ
روح حق آویگی تو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتاویگی اسلئے کہ وہ اپنی نہ کہیگی لیکن جو کچھ وہ
سنیگی سو کہیگی اور تمہیں آیندہ کی خبریں دیگی وہ میری بزرگی کریگی۔ دیکھو انجیل یوحنا باب ۱۶
آیات ۱۳ و ۱۴۔ جس سے عیاں ہے کہ حضرت نبی آخر الزمان ہی اُنکی بزرگی یعنے تطہیر کرینگے
اب صاف ظاہر ہے کہ لفظ رافعک و مطہرک میں جہت جامعہ تقرب الی اللہ تھی اگر رفع کو
روحانی معنی نہ لئے جائیں تو پھر ان دو نو الفاظ میں کوئی مناسبت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ
تطہیر تو روح ہی کو ہے۔ جسم کی تطہیر تو ثابت نہیں ہوتی اگر رافعک میں جسمانی رفع لیا جائے
اور مطہرک میں روحانی تو ان میں ایک بیہودہ و لغو تعلق ہوگا اور اللہ تعالی کا کلام ایسے
لغویات سے پاک ہے۔ لہذا ضروری ماننا پڑتا ہے کہ مسیح فوت ہو کر مثل دیگر انبیا کے رفع کئے
گئے اور اُن کی تطہیر اُن کی وفات کے بعد حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کی +
پھر چوتھی آیت یعنے وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ
کا تعلق پہلی تین آیات سے کچھ بھی نہ ہوگا اور کوئی جہت جامع قائم نہ ہوگی جبتک مسیح کی موت
اور رفع روحانی و تطہیر روحانی نہ مانی جائے کیونکہ اس آخری آیت میں قیامت تک کا
فیصلہ اللہ تعالے نے کر دیا ہے۔ اگر مسیح ع واقعی زندہ ہوتے تو کیوں انکے تابعین کا نام
لیا گیا اور خود مسیح کا نام کیوں نہ لیا گیا۔ جب کہ اُسنے دوبارہ دنیا میں آنا تھا تو اسکو بشارت
دینی چاہئے تھی کہ اے عیسےٰ میں تجھے دوبارہ دنیا میں بھیجونگا اور تو جاکر اُن اپنے دشمنوں کو
ہلاک کریگا اور سارے اہل کتاب تجھ پر ایمان لائینگے اور قیامت تک تیرا ہی دور دورہ ہو
گا۔ لیکن اللہ تعالی نے ایسا نہیں کہا جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ مر چکے اور اسیواسطے
اس آیت کا لانا از بس ضروری تھا۔ کیونکہ مسیح کو جیسے اپنی موت کا تردد اور اپنے عدم رفع
روحانی کا تردد اور اپنے ناپاک الزامات کا تردد تھا۔ ویسا ہی اسکو اپنے حواریوں کی کمزوری
اور مشن کی ناکامی کا اندیشہ تھا جب اور سب باتوں کا جواب اللہ تعالی نے بطور تسلی حضرت مسیح
کو دیدیا تو کیا ضروری نہیں تھا کہ چوتھے تردد کے دور کرنیکے لئے اسکا جواب بھی تسلی بخش
ہوتا اور چونکہ حضرت مسیح ع کو قیامت تک تکذیب رسل کا اندیشہ تھا۔ اس لئے اس حکیم و علیم نے

نے قیامت تک کی خوشخبری سنا کر اپنے پیارے غمزدہ دوست کے غم کو دور فرمادیا +
بعض کم عقل مولوی یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ بل رفعہ اللہ وما قتلوہ یقیناً کے بعد آیا ہے۔ اور بل کا حرف جب نفی یا نہی کے بعد آجائے خواہ نفی لفظی ہو خواہ معنوی ہو تو وہ ابطال کیلئے آتا ہے۔ لہذا یہاں بھی بل نفی قتل کے بعد آیا ہے لہذا اُسی قتل کا ابطال کرتا ہے اور ظاہر کرتا ہے کہ حضرت مسیح زندہ آسمان پر چلے گئے۔ سو واضح ہو کہ ایسا خیال قلت تدبر کی وجہ سے ہے۔ اس میں شک نہیں کہ حرف بل ابطال ماقبل کے لئے آتا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہودیوں کا کیا زعم تھا جس کا ابطال اللہ تعالےٰ کرنا چاہتا ہے۔ سو واضح ہو کہ یہودیوں کا زعم یہ تھا کہ مسیح مصلوب و مقتول ہو کر ملعون ہو گیا۔ اور حسب منشاء توریت ملعونیت کیلئے عدم رفع لازم تھا یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کو اُنکے اس زعم کے ابطال کی ضرورت پیش آئی اور فرمایا کہ وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ۔ اور یاد رہے کہ بل اضرابیہ اور ابطالیہ کا ماقبل اور مابعد باہم متضاد ہوتے ہیں۔ قتل بالصلیب اور رفع جسمی کوئی متضاد نہیں برخلاف اس کے مصلوبیت جس کا مفہوم لعنت ہے اور رفع روحانی باہم متضاد ہیں۔ جیسے قرآن کریم کی آیات ذیل سے بھی تصدیق ہوتی ہے۔ وقالوا اتخذ الرحمٰن ولداً سبحانہ بل عباد مکرمون۔ اس آیت میں بل کے ماقبل ولد ہے اور مابعد عباد۔ اور ظاہر ہے کہ ولدیت اور عبودیت باہم منافی ہیں ایسا ہی آیت ام یقولون بہ جنۃ بل جاءھم بالحق میں بل کے ماقبل جنۃ اور مابعد ایتان بالحق ہے جو باہم متضاد ہیں۔ پس ظاہر ہے کہ آیت زیر بحث میں کلمہ بل کے تقاضا کے بموجب مقتولیت بالصلیب کو یہودیوں کے اعتقاد کے رو سے ملعونیت لازم ہے جسکی متضاد مرفوعیت روحانی ہے لیکن مرفوعیت جسمانی اور ملعونیت جو قتل بالصلیب کا لازمہ ہے۔ باہم متضاد نہیں۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ کفار اور مشرکین کے مکان مسلمانوں کے مکان سے بلند ہوتے ہیں یا بہت سے کفار قدو قامت میں بعض مسلمانوں سے بلند ہوتے ہیں یا بلند مکانات پر چلے جاتے ہیں جیسے پہاڑوں کی چوٹیوں پر جانا۔ یا بیلونوں میں بیٹھکر کئی کئی میلوں تک اوپر چلے جاتے ہیں۔ جس سے وہ مرفوع الجسم تو ہوتے ہیں لیکن مرفوع الدرجات نہیں ہوتے۔ بلکہ عند اللہ ملعون ہوتے ہیں۔ اور

ہم پیشتر ازیں بخوبی ظاہر کر چکے ہیں کہ یہودیوں اور نصاریٰ کو مسیح کی رفع جسمانی کا کوئی انکار نہیں تھا۔ بلکہ وہ عدم رفع روحانی کے قائل تھے۔ اور اب بھی قائل ہیں تو ایسی حالت میں برخلاف منشاء کلام الٰہی رفع جسمانی کا جھگڑا کرنا کیسی نادانی ہے +

ظاہر اور باطن کے جاننے والے تمام صفات حمیدہ سے موصوف اور تمام نقصانات سے منزہ ذات نے قرآن کو اُتارا ہے۔ اگر اُس نے اپنے کلام پاک میں بعض واقعات کو مقدم و مؤخر رکھا ہے۔ تو ضرور اُن میں کوئی بڑی حکمت ہوگی۔ کیونکہ ہم اللہ تعالےٰ کے اس نیچر یعنے فطرت اللہ میں بھی ایک انتظام اور ترتیب دیکھتے ہیں اور اس کا فعل بدنظمی پر محمول نہیں دیکھا جاتا تو پھر قول خداوندی میں کیونکر بے ترتیبی ہو سکتی ہے۔ ہاں اگر ایسا ہو تو اللہ تعالےٰ کے کلام میں اور مجنون کی بڑ میں کیا فرق رہ جاتا ہے۔ سبحان اللہ عما یصفون۔ اگر عمیق در عمیق اسرار و نکات کی تہ تک تمہاری عقل رسائی نہیں کر سکتی تھی تو بھی اتنا تو خیال کر لیتے کہ قرآن شریف میں آیات کی بے ترتیبی ہی سہی لیکن جن واقعات کو خود اللہ تعالےٰ نے مقدم و مؤخر کر دیا ہے اُن میں انسان بے بنیان کا کیا مقدور ہے کہ اپنی رائے کو دخل دے اور خدا کی ترتیب کو جو سلک درر کی طرح با نظام ہے بگاڑ کر تقدیم و تاخیر روا رکھے۔ جہاں خدا تعالےٰ نے خود واقعات کو اپنی حکمت کاملہ سے مقدم و مؤخر دکھلا دئے ہیں۔ تو پھر کون ہے کہ اپنی طرف سے دیگر آیات میں تقدیم و تاخیر کرے۔ ایسا کرنا بجز تحریف اور کیا ہے۔ اگر ان نادانوں کو معلوم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کی کلام میں بڑی بڑی حکمتیں ہیں۔ تو پھر کبھی بھی خود دخل نہ دیتے۔ اب ہم چند مواقعات بطور نظیر پیش کرتے ہیں کہ وہاں پر تقدیم و تاخیر میں کیا کیا حکمت رکھی ہے +

سو واضح ہو کہ قرآن شریف کے بعض واقعات جو آیات قرآنی میں مقدم و مؤخر معلوم ہوتے ہیں علماء متقدمین نے اُن کو چند قسم پر بیان کیا ہے۔ ہم اُن کو نمبروار معہ مثال بیان کرتے ہیں +

(۱) تبرک کیلئے جیسے آیت ذیل میں ہے شھد اللہ انہ لا الٰہ الا ھو والملائکۃ واولوا العلم قائماً بالقسط۔ دیکھو قرآن شریف سورۃ آل عمران رکوع ۲۔ اس آیت

میں اللہ تعالیٰ کا نام مقدم آیا ہے۔ جو بطور تبرک کے ہے۔
(ب) واعلموا انما غنمتم من شیئٍ فان اللہ خمسہ وللرسول الآیۃ اس میں تقدیم اسم اللہ ہے۔ دیکھو قرآن شریف سورہ انفال رکوع ۵

(۲) تعظیم کیلئے جیسے (الف) ومن یطع اللہ والرسول * (ب) ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی* (ج) واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ* ان آیات میں فقط اللہ کی تقدیم محض اللہ کی عظمت کیلئے ہے

(۳) شرف کی وجہ سے تقدیم ہوتی ہے (الف) ان المسلمین والمسلمات والمومنین والمومنات میں ذکور کو مونث پر مقدم کیا گیا ہے (ب) والحر بالحر والعبد بالعبد والانثیٰ بالانثیٰ میں حر کو عبد پر ترجیح دیگئی ہے (ج) یخرج الحی من المیت میں زندہ کو مردہ پر مقدم رکھا گیا ہے آل عمران ع ۳+ (د) والخیل والبغال والحمیر لترکبوھا میں خیل کو بغال اور حمیر پر مقدم رکھا گیا۔ دیکھو سورۃ النحل ع ۱ (ہ) وعلی سمعھم وعلی ابصارھم میں سمع کو ابصار سے پہلے بیان کیا گیا اور یہی وجہ ہے اللہ تعالیٰ کی شان میں سمیع بصیر آتا ہے یہ کہیں نہیں آیا کہ بصیر سمیع جس سے معلوم ہوا کہ سمع کو بصر پر شرف حاصل ہے دیکھو سورۃ البقرہ ع ۱ (ز) واذ اخذنا من النبیین میثاقھم ومنک ومن نوح سورہ احزاب ع ۱

یہاں اس آیت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نوح سے مقدم رکھا گیا حالانکہ نوح علیہ السلام حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہوئے ہیں لیکن چونکہ رسول اللہ تمام انبیاء پر مشرف تھے اس لئے اُن کو نوح سے مقدم رکھا۔ نہ زمانہ کے لحاظ سے بلکہ مرتبہ کے لحاظ سے (ح) والسابقون الاولون من المھاجرین والانصار میں مہاجرین کو انصار سے پہلے رکھا گیا ہے۔ وجہ یہی ہے کہ مہاجرین کو انصار پر مشرف ہے کیونکہ انہوں نے دین کے لئے وطن۔ مال۔ رشتہ داروں وغیرہ سب کو چھوڑا۔ دیکھو سورۃ التوبہ ع ۱۳

(۴) فاصلہ کی رعایت کیلئے بھی تقدیم ہوتی ہے جیسے آیت ذیل میں ہے (الف) قالوا آمنا برب ھارون وموسیٰ اس سے صاف ظاہر ہے کہ فاصلہ کی غرض سے ہارون کو پہلے رکھا گیا ہے۔ سورہ طٰہٰ ع ۳ (ب) وجعل القمر فیھن نوراً وجعل الشمس سراجاً میں قمر کو صرف فاصلہ کی وجہ سے شمس پر مقدم کیا گیا ہے۔ (ج) یعلم السر واخفیٰ میں سر کو اخفیٰ سے فاصلہ کیلئے مقدم رکھا ہے ورنہ ظاہر ہے اخفیٰ کا علم سر سے

* سورۃ النساء ع ۹ * سورہ احزاب ع ۷ * سورہ احزاب ع ۶ * سورۃ التوبہ
+ سورہ البقرہ ع ۲۲
* سورہ نوح ع ۱

افضل ہوتا ہے + (ب) سورہ طٰہٰ ع ۱ +

(۵) سیاق کلام کی وجہ سے بھی تقدیم ہوتی ہے جیسے (۱) وجعلناھا وابنھا آیۃ للعالمین ابن مریم کو مقدم رکھا اسواسطے کہ اول الذکر ہی حضرت مریم کا تھا چنانچہ آیۃ والتی احصنت فرجھا سے آیۃ شروع تھی ورنہ اُس کو ابن پر فضیلت نہیں ہوسکتی تھی۔ اسی واسطے اللہ تعالےٰ نے دوسری جگہ ابن کو مریم پر مقدم رکھا ہے جیسے آیت وجعلنا ابن مریم امہ میں ابن پہلے ہے سورۃ المومنون ع ۳ + (۲) آیت وکلاً آتینا حکماً وعلما۔ اس میں حکم کو علم پر مقدم اسواسطے رکھا ہے کہ سیاق کلام میں تھا اذ یحکمان فی الحرث یعنی حکم ہی کا ذکر تھا سورۃ انبیا پ الایۃ

(۶) مناسبت لفظی کی وجہ سے بھی تقدیم ہوتی ہے جیسے (۱) آیۃ الاول والآخر۔ والظاہر والباطن میں ہے (۲) ولقد علمنا المستقدمین منکم ولقد علمنا المستاخرین (۳) لمن شاء منکم ان یتقدم او یتاخر (۴) ثلثۃ من الاولین وثلثۃ من الآخرین

(۷) ترغیب اور تاکید کیلئے بھی تقدیم ہوتی ہے۔ جیسے (۱) آیت من بعد وصیۃ یوصی بھا او دین۔ وصیت کو دین پر مقدم رکھا گیا حالانکہ دین شرعاً مقدم ہے + سورۃ النساء ع ۲

(۸) ایجاد یا خلق کے لحاظ سے بھی تقدیم ہوتی ہے جیسے آیات ذیل میں ہے (۱) وھوالذی جعل اللیل والنھار خلفۃ لمن اراد ان یذکر اوارادشکورا میں لیل مقدم کیونکہ رات دن سے پہلے بنائی گئی ہے سورۃ الفرقان ع ۶۔ (۲) ان ابراھیم واسمعیل واسحٰق ویعقوب والاسباط میں ابراہیم مقدم ہے اسمعیل سے اور اسیطرح اسمعیل اسحاق سے (۳) وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ میں موسے عیسے سے مقدم ہے۔ سورۃ البقرہ ع ۱۶۔ (۴) من الملائکۃ رسلاً ومن الناس میں ملائکہ آدمیوں پر مقدم ہیں کیونکہ فرشتے اول پیدا کئے گئے ہیں + دیکھو سورۃ

(۹) باعتبار انزال کے بھی تقدیم ہوتی ہے (۱) صحف ابراھیم وموسیٰ میں صحیفہ ابراہیم پہلے ہے کیونکہ وہ پہلے نازل ہوا۔ سورۃ التبیح ع ۲ (۲) وانزل التوراۃ والانجیل من قبل ھدی للناس وانزل الفرقان میں توریت انجیل پر مقدم ہے سورۃ

(۱۰) باعتبار وجوب کے بھی تقدیم آتی ہے جیسے (۱) فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق میں وجوہکم کو ایدیکم پر بوجہ واجب ہونیکے مقدم رکھا گیا ہے (۲) ان الصفا والمروۃ

من شعائر اللہ - اول صفا ہی سے ہو کر مروہ میں جانا پڑتا ہے + سورۃ البقر ع ۱۹

(۱۱) باعتبار ذات کے بھی تقدیم ہوتی ہے - (۱) مثنیٰ وثلاث ورباع سورۃ النساء ع ۱ (۲) ما یکون
من نجوی ثلاثۃ الا ھو رابعھم ولا خمسۃ الا ھو سادسھم سورۃ المجادلہ ع ۲۱ انمیں تقدیم بوجہ ذات کے ہی

(۱۲) باعتبار سبب کے تقدیم ہوتی ہے (۱) وھو العزیز حکیم میں عزیز اول ہے بعد ازاں حکیم کیونکہ
حکم بوجہ عزت کے ہے سورۃ الحشر ع ۱ (۲) واللہ علیم حکیم میں علیم اسواسطے مقدم ہے کہ حکم
علم ہی کی وجہ سے ہوتے ہے سورۃ الممتحنہ ع ۲ (۳) ایاک نعبد وایاک نستعین میں نعبد
اس واسطے اول آیا ہے کہ عبادت ہی استعانت کا سبب ہوتی ہے - سورہ فاتحہ (۴) یحب التوابین
ویحب المتطھرین میں توابین اسواسطے مقدم آیا ہے کہ توبہ ہی سبب طہارت ہوتی ہے سورۃ البقر ع ۲۸ (۵)
ولکل افاک اثیم - افاک اس واسطے مقدم ہے کہ افک ہی اثم کا باعث ہوتا ہے + سورۃ الشعراء ع ۱۱

(۱۳) باعتبار کثرت کے تقدیم ہوتی ہے (۱) فمنکم کافر ومنکم مومن میں کافر اس واسطے مقدم ہے کہ وہ
کافر مومنوں سے زیادہ ہوتے ہیں + سورۃ التغابن ع ۱

(۱۴) باعتبار ترقی کے تقدیم ہوتی ہے جیسے آیت الھم ارجل یمشون بھا ام لھم
اید یبطشون بھا میں ارجل اید سے اسواسطے مقدم ہے کہ ادنے سے اعلے کیطرف ترقی ہوتی ہے

(۱۵) اعلے سے ادنے کیطرف پھیرنے کے اعتبار سے بھی تقدیم ہوتی ہے جیسے ولا تاخذہ سنۃ
ولا نوم* (۲) لا یغادر صغیرۃ ولا کبیرۃ میں ہے + سورہ کہف ع ۶

(۱۶) باعتبار اظہار نعمت کے بھی تقدیم روا رکھی جاتی ہے + جیسے الحمد للہ رب العالمین میں ہے +

ان تمام حالات بالا سے ظاہر ہے کہ جہاں اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف میں تقدیم وتاخیر فرمائی ہے وہاں ضرور کوئی نہ کوئی حکمت رکھی ہے - اور پھر تو خود اللہ تعالےٰ نے ہی اپنے علم قدیم سے انہیں تقدیم وتاخیر کو روا رکھا ہے لیکن اب کون عالم یا ملا یا صوفی ہے کہ اس حکیم مطلق کی نظم کو اپنی محدود عقل سے تغیر وتبدیل دیکے اللہ کی افصح وابلغ کلام میں ایسی بیجا مداخلت کرنا یہودیوں کی تحریف سے کم نہیں +

بعض واسجدی وارکعی مع الراکعین کو پیش کیا کرتے ہیں کہ سجدہ اول ہے حالانکہ رکوع پہلے ہوا کرتا ہے اگر ان معترضین کو علم ہوتا کہ شریعت موسوی میں جو نماز مقرر ہے اس میں سجدہ نہیں ہوتا تو کبھی بھی اعتراض نکرتے - انکے ہاں سجدہ الگ عبادت ہے جسکو ان کی نماز سے تعلق ہی نہیں اسلئے اللہ تعالی نے حضرت مریم کو دو باتوں کا حکم دیا ہے کہ تم سجدہ بھی کرو - اور نمازیوں کیساتھ نماز بھی پڑھ لیا کرو +

سورۃ الاعراف ع ۲۱

* سورۃ البقرۃ ع ۳۴

نویں فصل

اس باب میں کہ وَاِن مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ کے کیا معنی ہیں

آیتِ بالا کی نسبت جہاں تک تفسیروں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ علمار کو اس آیت کی اصل حقیقت ہرگز منکشف نہیں ہوئی۔ اور اسیواسطے انہوں نے بڑے ہاتھ پاؤں مارے ہیں۔ اور جہاں تک اُن لوگوں نے اس کو صاف کرنا چاہا ہے۔ وتنا ہی اختلاف بڑھتا گیا ہے۔ اوّل ہم ذیل میں اُن کے معانی کا خلاصہ اپنی زبان میں بیان کر دیتے ہیں۔ اور پھر ہم دکھائینگے کہ اس کے حقیقی معنے کیا ہیں ؛

واضح ہو کہ جسقدر علمار نے اس آیت پر طبع آزمائی کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور اپنی قلم کے گھوڑے کو اس کے معانی کے میدان میں دوڑایا ہے۔ انکی انتہائی دور کی حد یہاں تک پہنچی ہے جو ذیل میں دکھلائی جاتی ہے ؛

(۱) ایک گروہ یہ معنے کرتا ہے کہ ہر ایک اہلِ کتاب اپنی موت سے پہلے حضرت مسیح علیہ السلام پر ایمان لاتا ہے ؛

(۲) ایک دوسرا گروہ ہے جو یہ معنے کرتا ہے کہ ہر اہلِ کتاب مسیح کی موت سے پہلے ایمان لا کر مرتا ہے ؛

(۳) تیسرا گروہ یوں کہتا ہے۔ کہ جب حضرت مسیح آخری زمانہ میں نازل ہونگے۔ اور اُس وقت جس قدر اہلِ کتاب روئے زمین پر ہوں گے۔ وہ سب مسیح کی وفات سے پہلے ایمان لائینگے۔

(۴) بعض یہ معنے کرتے ہیں کہ ہر اہلِ کتاب اپنی موت سے پہلے اللہ تعالےٰ پر ایمان لاتا ہے۔

(۵) بعض یہ معنی کرتے ہیں کہ ہر اہلِ کتاب اپنی موت سے پہلے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتا ہے

(۶) اور بعض وہ لوگ ہیں جو یہ معنے بھی کرتے ہیں کہ جب کسی انسان کو اچانک درندہ پھاڑ کر کھا جاتا ہے۔ یا چھت پر سے گر کر مر جاتا ہے۔ یا آگ میں جلکر مر جاتا ہے۔ تو اُس کی روح نہیں نکلتی جب تک وہ مسیح پر ایمان نہ لائے۔

یہ چھ قسم کے معانی علمار متقدمین و متاخرین نے کئے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر علمار و مفسرین کو یقینی معنے معلوم ہوتے۔ تو وہ کیونکر اس قدر ٹکر کھاتے اور کیوں دور از قیاس آرائی ظاہر کرتے

جب ہم غور سے ان معانی پر نظر کرتے ہیں تو سیاق کلام اور نیز مشاہدہ کے خلاف پاتے ہیں۔ چنانچہ جو لوگ کہ کہتے ہیں کہ ہر اہلِ کتاب اپنی موت سے پہلے مسیح پر ایمان لاتا ہے۔ یہ مشاہدہ کے رو سے سراسر غلط ہے۔ کیونکہ کوئی یہودی اپنی موت سے پہلے یا موت کے وقت مسیح علیہ السلام پر ایمان نہیں لاتا۔ میں نے خود یہودیوں سے بمقام کراچی دریافت کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ بات بالکل بے بنیاد ہے۔ پھر ہم تفسیر کبیر میں بصفحہ ۵۰۴ دیکھتے ہیں کہ علامہ فخر الدین رازی فرماتے ہیں۔ اِنَّا نَرَی اَکْثَر الیھود یموتون ولا یومنون بعیسیٰ علیہ السلام یعنے ہم اکثر یہودیوں کو مرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ لیکن وہ مسیح علیہ السلام پر ایمان نہیں لاتے۔ پھر آگے چل کر وہ حجاج کا قول نقل کرتے ہیں۔ جس میں لکھا ہے۔ روی عن شہر بن حوشب قال قال الحجاج انی ما قراتھا الا و فی نفسی منھا شیٔ یعنی ھذہ الایۃ فانی اضرب عنق الیھودی ولا اسمع منہ ذلک۔ یعنے شہر بن حوشب روایت بیان کرتا ہے۔ کہ حجاج نے کہا تھا کہ جب کبھی میں نے اس آیت کو پڑھا تو ہمیشہ میرے دل میں ایک خلجان سا رہتا۔ کیونکہ جب میں یہودی کی گردن مارتا ہوں تو میں اُس سے کوئی اسکی تصدیق نہیں پاتا۔ علاوہ انکے مجھے آجتک ایسا کوئی مولوی یا کوئی اور آدمی نہیں ملا جس نے چشم دید گواہی دی ہو کہ اُس نے کسی یہودی کو مسیح علیہ السلام پر ایمان لاتے دیکھا یا سُنا ہے۔ اور میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ دنیا میں ایک بھی آدمی نہیں جو اس امر کی تصدیق کرے۔ پس صاف ظاہر ہے کہ روزمرہ کا مشاہدہ تفسیر بالا کی سخت تکذیب کرتا ہے۔ ایسی حالت میں یہ معنے کیونکر قبول ہو سکتے ہیں۔ ورنہ قرآن شریف کی تکذیب لازم آئیگی۔ رہے دوسرے معنے کہ ہر اہلِ کتاب مسیح علیہ السلام کی موت سے پہلے مسیح پر ایمان لاتا ہے۔ سو اسکی نسبت واضح ہو کہ یہ معنے بھی سراسر لغو اور بیہودہ ہیں۔ کیونکہ جو لوگ اس بات کے قایل ہیں کہ عیسے علیہ السلام تاحال زندہ ہیں۔ تو ان کو ثابت کرنا چاہئے کہ آج سے لیکر ۱۹ سو برس اوپر تک یعنے اُس تاریخ تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے۔ کل یہودی اپنی موت سے پہلے ان پر ایمان لاتے رہے ہوں۔ اور ایک یہودی بھی ان پر ایمان لانے سے باہر نہ رہا ہو۔ ہرگز کوئی اس کا ثبوت نہیں دے سکتا۔ تو پھر ایسے معنے کرنا سوائے قرآن کریم کے جھٹلانے کے اور کیا متصور ہو سکتا ہے۔ رہے یہ معنے کہ ہر اہلِ کتاب اللہ تعالےٰ پر ایمان لا کر مرتا ہے۔ تو اسمیں ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ لائے اور ضرور لائے لیکن ایسا ایمان بھی ان کو کیا فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ جب وہ وقت کے نبی پر ایمان نہیں لائے۔ اور یہ معنے بھی سیاق کلام کے خلاف ہیں۔ ایسا ہی یہ معنی

کہ ہر اہل کتاب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتا ہے۔ ثبوت طلب ہے۔ یہ معنی بھی ایسے ہی دور از قیاس ہیں۔ جیسے پہلے نمبر میں دکھلائے گئے ہیں۔ کیونکہ کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ کہ ہر یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر موت سے پہلے ایمان لاکر مرتا ہے۔ رہے یہ معنے کہ نزول کے بعد جس قدر اہل کتاب ہونگے۔ وہ سب کے سب مسیح پر ایمان لائینگے۔ سو یہ آیات ذیل کے خلاف ہے۔

(۱) وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۔ یعنے تیرے تابعین کو کفار پر قیامت کے دن تک غالب رکھوں گا۔ آل عمران ۶۶۔

(۲) فَأَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ یعنے ہم نے عیسائیوں اور یہودیوں میں قیامت تک عداوت اور بغض ڈالدیا ہے۔ سورۃ المائدہ ۳۶+

(۳) وَأَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔ ہم نے ان میں قیامت تک دشمنی اور کینہ قایم کردیا ہے۔ سورۃ المائدہ ۹۶+

اب ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں میں تاقیامت عداوت رہیگی سب کے سب کیونکر ایمان لاسکتے ہیں۔ اگر وہ لوگ سب کے سب ایمان لائیں تو یہ آیات غلط ثابت ہوتی ہیں۔ لھذا وہ معنے جو علما کرتے ہیں غلط ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالے کی کلام میں بطلان کو جگہ نہیں۔ بہرحال علما کی غلطی ہے۔ کہ وہ دور از قیاس معنے کرتے ہیں+

جس قدر اس آیات کی تاویلیں کی گئی ہیں۔ اصلی معنوں پر واقفیت نہ ہونے کی وجہ سے کی گئی ہیں۔ لیکن یہ سب باتیں عقل اور فطرت اللہ کے خلاف ہیں۔ کیونکہ اس قسم کے خیالات عام جہلا میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ ہندوؤں اور عام کفار کی نسبت ان کا یہ خیال ہے کہ جب کوئی ہندو مرنے لگتا ہے تو فرشتے اُس کو آنکر دکھ دیتے اور طرح طرح کی ایذائیں پہنچاتے ہیں۔ اور جب تک لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ زبان پر نہیں لاتا تو فرشتے برابر اس کو مارتے رہتے ہیں۔ اور جب وہ کلمہ طیبہ پڑھتا ہے تو پھر اسکی روح پرواز کرتی ہے۔ لیکن آجتک کوئی مسلمان مجھے ایسا نہیں ملا جس نے کسی ہندو کو مرتے ہوئے کلمہ طیبہ پڑھتے دیکھا ہو۔ خود ہندو ہمارے ہمسایہ میں رہتے ہیں۔ اور کئی ایک ہندوؤں کو میں نے بچشم خود مرتے ہوئے بھی دیکھا ہے۔ لیکن کبھی بھی ایک ہندو ایسا ثابت نہیں ہوا جسنے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اظہار اپنی زبان سے کیا ہو۔ یا یہ کہ مرتے ہوئے

کسی مسلمان کو اپنے پاس طلب کیا ہو۔ یا کسی ہندو نے اپنے کسی بزرگ کو کلمہ پڑہتے ہوئے سنکر آیندہ مسلمانوں کے پاس جاکر ایمان کا اقرار کیا ہو کہ چونکہ ہمارے فلاں بزرگ نے مرتے ہوئے اس پاک کلمہ کو جو مسلمان پڑہا کرتے ہیں۔ پڑہا تھا۔ جس کی وجہ سے نزع کے کرب اور قلق سے اسکو نجات ہوگئی تھی۔ یا یہ کہ اُس نے اس کو وصیت کی ہو کہ مسلمان نہ ہونے کی وجہ سے مجھ پر ایسے ایسے دکھ وارد ہوئے ہیں۔ تم اسلام پر ایمان لائیو۔ ورنہ تم بھی سخت عذاب میں گرفتار ہوگے۔ لیکن ہمنے کبھی بھی ایسا کوئی مشاہدہ نہیں کیا۔ یہ سب باتیں لغو اور بیہودہ ہیں۔ جن کا کوئی ثبوت نہیں +

اب ہم متذکرہ بالا معنوں کی تائید میں چند تفاسیر کے حوالہ ذیل میں دیتے ہیں۔ تاکہ خود ناظرین ان اختلافات کو دیکھ کر نتیجہ نکال سکیں۔ اگر علماء کو اس آیت کے کسی ایک معنے پر وثوق تھا تو پھر کیوں اسقدر اختلاف کیا۔ دیکھو تفاسیر ذیل +

(۱) تفسیر کشاف جلد ۱ صفحہ ۳۳۵۔ زیر آیت وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ یوں لکھا ہے۔

(۱) ویدل علیه قراءة ابی الا لیؤمنن به قبل موتهم بضم النون علے معنے وان منهم احد الا لیؤمنون به قبل موتهم اور اس پر ابی بن کعب کی قراءۃ دلالت کرتی ہے۔ اور وہ یوں پڑہا کرتے تھے۔ الا لیؤمنن به قبل موتهم اور معنے یہ ہیں۔ اور اُنمیں سے ایک بھی ایسا نہیں جو اُس پر اپنی موت سے پہلے اس پر ایمان نہ لائے گا +

(۲) پھر صفحہ ۳۳۶ پر ہے۔ وقیل الضمیر فی به یرجع الے الله تعالے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ضمیر بہ اللہ تعالی کی طرف راجع ہے +

(۳) وقیل الے محمد صلی الله علیه واله وسلم۔ یعنے یہ بھی کہتے ہیں کہ ضمیر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھرتی ہے +

(۲) تفسیر معالم التنزیل میں لکھا ہے۔

(۱) وروی عن عکرمة ان الهاء فی قوله لیؤمنن به کنایة عن محمد صلعم یقول لا یموت کتابی حتے یؤمن بمحمد صلعم یعنے حضرت عکرمہ سے روایت بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالے کے قول لیؤمنن به میں ضمیر لمّے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد ہے۔ بدیں قول کہ اہل کتاب

جب تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لائے نہیں مرتا۔

(۲) وقیل راجعة الی اللہ عزّ وجل یقول وان من اھل الکتاب الّا لیؤمنن باللہ عزّ و جل قبل موتہ عند المعاینة حین لا ینفعہ ایمانہ یعنے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ضمیر مذکور اللہ عزّ و جل کی طرف راجع ہے۔ بدیں معنے کو کوئی بھی اہل کتاب نہیں مگر وہ اللہ عزّ وجل پر اپنی موت سے پہلے خدا تعالےٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے بعد ایمان لائیگا۔ لیکن اُسوقت اُس کا ایمان اُس کو کچھ مفید نہ ہوگا۔ کیونکہ فرعون نے بھی اظہار ایمان کیا تھا۔ اُسکو کیا فائدہ ہوا۔

(۳) تفسیر روح المعانی جلد ا۔ صفحہ ۲۱۳۔ زیر آیت مذکورہ بالا یوں لکھا ہے۔ قیل الضمیر الاول للہ تعالی ایضاً انہ لمحمد صلے اللہ تعالے علیہ وسلم۔ یعنے پہلی ضمیر اللہ تعالی کی طرف ہے اور نیز محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے۔

(۴) تفسیر ابو سعود جلد ۲۔ صفحہ ۱۹۱ میں یوں لکھا ہے۔ (وان من اھل الکتاب) اے من الیھود والنصاری (الّا لیؤمننّ بہ قبل موتہ) جملة قسمیة وقعت صفتہ موصوف محذوف الیہ یرجع الضمیر الثانی والاول لعیسے علیہ السلام اے وما من اھل الکتاب احد الّا لیؤمنن بعیسے علیہ السلام قبل ان تزھق روحہ بانہ عبد اللہ ورسولہ وانہ قرئ لیؤمنن بہ قبل موتھم بضم النون لان احدا فی معنے الجمع وعن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنھما انہ فسرہ کذلک۔ وعن شھر بن حوشب قال لی الحجاج آیة ماقرأتھا الّا تخالجنی نفسی بشیئ منھا یعنے ھذہ الآئة وقال انی اوتی بالاسیر من الیھود والنصارے فاضرب عنقہ فلا اسمع منہ ذلک فقلت ان الیھود اذا حضرہ الموت ضربت الملائکة دبرہ ووجھہ وقالوا یا عدو اللہ اتاک عیسے علیہ السلام نبیا فکذبت بہ فیقول اٰمنت انہ عبد نبی وتقول للنصرانی اتاک عیسے علیہ السلام نبیا فزعمت انہ اللہ او ابن اللہ فیؤمن انہ عبد اللہ ورسولہ حیث لا ینفعہ ایمانہ۔ وقیل کلا الضمیرین لعیسے والمعنے وما من اھل الکتاب الموجودین عند نزول عیسے علیہ السلام احد الّا لیؤمنن بہ قبل موتہ۔ یہود اور نصاری اپنی موت سے پہلے اس پر ایمان لائینگے۔ یہاں ضمیر دوسری یعنے قبل موتہ کی ضمیر اہل کتاب کی طرف ہے۔ اور پہلی ضمیر یعنے بہ کی ضمیر عیسے علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔ اور کہتے ہیں کہ جب اہل کتاب کی روح نکلتی ہے اس سے پہلے وہ ایمان لاتا ہے۔ اور قبل موتہم بھی قراءت

آئی ہے۔ اور ابن عباس بھی اسیطرح جمع کی ضمیر بیان کرتے ہیں۔ اور شہر بن حوشب سے روایت ہے کہ مجھے حجاج نے کہا کہ جب میں نے اس آیت کو پڑھا۔ تو مجھے ہمیشہ اس کے بارہ میں خلجان رہا۔ کیونکہ جب میرے پاس یہود اور نصاری کے قیدی لائے جاتے ہیں۔ اور میں ان کی گردن مارتا ہوں۔ تو میں ان سے ایسا کہتے ہوئے نہیں سنا۔ تو میں نے کہا کہ جب یہودی کو موت حاضر ہوتی ہے۔ تو فرشتہ اسکی پیٹھ اور موںھ پر مارتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ خدا کے دشمن تیرے پاس عیسی علیہ السلام نبی ہوکر آیا۔ اور تونے اس کی تکذیب کی۔ تو اسوقت وہ کہتا ہے۔ کہ میں ایمان لایا۔ کہ وہ بندہ اور نبی ہے۔ اور نصرانی کو کہتا ہے۔ کہ تیرے پاس عیسی علیہ السلام نبی ہوکر آیا۔ لیکن تونے گمان کیا کہ وہ اللہ یا اللہ کا بیٹا ہے۔ اس پر وہ کہتا ہے کہ میں ایمان لایا کہ وہ اللہ کا بندہ اور رسول ہے۔ مگر اس وقت اس کا ایمان کیا فایدہ دیسکتا ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے۔ کہ دونو ضمیریں عیسی علیہ السلام کی طرف راجع ہیں۔ اور معنے یہ ہیں۔ جسقدر اہل کتاب اسکے نزول کے وقت موجود ہونگے۔ تو وہ سب اسکے مرنے سے پہلے ایمان لائینگے۔ یہ عبارت ہے جو ابو سعود میں لکھی ہے۔ اسکے قریب قریب تفسیر کبیر اور دیگر اکثر تفاسیر میں ہے۔ لھذا ہم اسی پر اکتفا کر کے دیگر تفاسیر کا حوالہ دینا مناسب نہیں سمجھتے۔ اس تمام بیان سے صاف ظاہر ہے کہ مفسرین ضمیروں کو تحقیق سے نہیں کہہ سکتے کہ کدہر راجع ہیں۔ جو لوگ اس امر کے قایل ہیں کہ ہر ایک اہل کتاب کو مسیح پر ایمان لانا ضروری ہے۔ تو جو یہود ۱۹سو برس سے برابر مرتے چلے آئے ہیں۔ وہ کیونکر ایمان لائینگے۔ کیونکہ آیت میں کوئی تحدید نہیں کہ فلاں زمانہ کے لوگ ایمان دار ہونگے۔ اس آیت میں گذشتہ اور حال اور آیندہ زمانہ کے اہل کتاب شامل ہیں۔ پھر وہ کونسی وجہ قوی ہے۔ جس سے سمجھا جائے کہ صرف ایک ہی زمانہ کے لوگ ایمان لائینگے۔ جہاں تک دیکھا جاتا ہے ان علمار نے بلا تحقیق اس آیت میں قدم رکھا ہے۔ اور جیسے اندھا کسی چیز کو تلاش کرتا ہے۔ تو وہ جابجا ٹٹولتا پھرتا ہے۔ ایسا ہی ان علما کا حال ہے۔ بعض نے صرف آیندہ کے زمانہ تک اس کے معنے محدود کئے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ علم بلاغت وغیرہ میں آیا ہے کہ جہاں نون ثقیلہ آئے وہاں فعل مستقبل کے معنے آتے ہیں چونکہ لیؤمننّ میں لام تاکید و نون ثقیلہ آئے ہیں اس لئے اسکے یہی معنے ہوئے کہ آخری زمانہ میں لوگ ضرور مسیح پر ایمان لائینگے۔ لیکن جب قرآن شریف پر غور کرتے ہیں تو یہ امر بالکل ثابت نہیں ہوتا بلکہ تینوں زمانے یعنے ماضی اور حال اور مستقبل کے لئے بھی وہ آتے ہیں۔ چنانچہ ہم بطور نمونہ چند آیات پیش کرتے ہیں۔ جن سے ہمارے

قول کی تصدیق ہوتی ہے۔ لیکن پیشتر اسکے کہ وہ آیات بیان کی جائیں ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ علم نحو وغیرہ کے رو سے اس پر کچھ بحث کی جائے۔ سو واضح ہو کہ نحویوں نے یہ قرار دیا ہے کہ جس صیغہ کے ساتھ لام تاکید آئے۔ وہاں فعل مضارع حال کے معنے دیتا ہے۔ اور نون ثقیلہ صرف استقبال کے لئے آتا ہے۔ لیکن جہاں لام تاکید اور نون ثقیلہ دونو آئیں تو وہاں یہ لازمی نہیں کہ فعل مستقبل کے معنے دے۔ چنانچہ حضرت مولینا مولوی سید محمد احسن صاحب فاضل امروہی الحق جلد ا نمبر ۸ کے صفحہ ۱۲۳ میں فرماتے ہیں کہ قسم کے جواب کے واسطے صرف استقبال کا ہونا کچھ واجب اور لازم نہیں ہے۔ بلکہ جواب قسم کبھی ماضی ہوتا ہے کبھی حال کبھی استقبال۔ کبھی استمرار اور دوام تجددی۔ اور اگر قسم کا جواب صیغہ مستقبل موکد بلام تاکید و نون تاکید ہو تو علم نحو وغیرہ میں دوام تجددی یا حال یا استقبال دونو ہوتے ہیں کوئی امتناع نہیں ہے۔ بلکہ بعض جگہ اشتراکی طور سے ماضی کے معنے بھی ایک سلسلہ متصلہ ممتدہ کی طرح مراد لئے جاتے ہیں۔ چنانچہ ہم ذیل میں نمبروار چند آیات بطور نظیر پیش کرتے ہیں +

الف۔ اول مثال فعل حال فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ پارہ ۲- رکوع ۱- جس کا ترجمہ یہ ہے۔ ہم تیرا منہ اس قبلہ کی طرف پھیرتے ہیں۔ جو تیرا پسندیدہ ہے۔ لهذا مسجد حرام کی طرف رخ کر لے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ بمجرد نازل ہونے آیت ہذا کے عین نماز میں منہ پھیر لیا گیا۔ اور کوئی توقف درمیان میں نہیں ہونے پایا +

مثال دوم۔ وَانْظُرْ اِلٰى اِلٰهِكَ الَّذِيْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا لَنُحَرِّقَنَّهٗ پارہ ۱۶۔ رکوع ۱۴۔ یعنے اپنے معبود کی طرف دیکھ جس پر تو معتکف تھا کہ اب اس کو جلاتے ہیں۔ اس جگہ بھی استقبال مراد نہیں کیونکہ استقبال اور حال میں کسی قدر زمانہ کا بعد ہونا ضروری ہے۔ مثلاً اگر ایک آدمی کسی کو کہے کہ لے میں تجھے دس روپیہ دیتا ہوں۔ اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ اس کا وعدہ زمانہ مستقبل کے لئے ہے بلکہ حال ہی کے زمانہ میں وعدہ اور ایفائے وعدہ ہوا +

ب۔ مثال اول ماضی حال و استقبال۔ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا یعنے جو لوگ ہماری راہ میں مجاہدہ کیا کرتے ہیں۔ ہم اُن کو اپنی راہ دکھلاتے ہیں۔ دیکھو پارہ ۲۱ع ۲-۳ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اگر اس جگہ مجرد استقبال مراد لیا جاوے۔ تو اس کے معنے فاسد ہو جاتے ہیں۔ اور یہ کہنا پڑے گا کہ یہ وعدہ صرف آئندہ کے لئے ہے۔ اور زمانہ گذشتہ اور زمانہ حال میں جو مجاہدہ کرتے رہے ہیں۔ وہ خدا تعالیٰ

کی راہوں سے بے نصیب ہیں۔ لھذا ضرور ماننا پڑے گا کہ اس میں تینوں زمانوں کا ذکر ہے +

مثال دوم۔ کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی یعنے خدا تعالی مقرر کر چکا ہے کہ میں اور میرے رسول ہمیشہ غالب ہوتے رہا کرینگے۔ یہ آیت بھی آیت ماسبق کی طرح ازمنہ ثلاثہ پر مشتمل ہے۔ کیونکہ اللہ تعالی اور اس کے رسول ہمیشہ غالب ہوتے ہیں اور ہوتے رہینگے +

مثال سوم۔ من عمل صالحا من ذکر او انثی وھو مومن فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ ولنجزینھم اجرھم باحسن ما کانوا یعملون یعنے جو شخص عمل صالح بجا لایا کرتا ہے۔ خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہو مگر مومن ہو ہم اس کو پاک زندگی کے ساتھ زندہ رکھا کرتے ہیں۔ اور اس کے عمل سے بہتر جزا دیا کرتے ہیں۔ دیکھو قرآن شریف پارہ ۱۴ سورۃ النحل ع ۱۳ اس آیت میں بھی تینوں زمانہ پائے جاتے ہیں۔ ورنہ لازم آئے گا کہ زمانہ گذشتہ اور زمانہ حال میں جو عمل صالح بجا لاتے تھے۔ ان کو اللہ تعالے کبھی بھی اجر نہیں عطا کرتا تھا۔ صرف زمانہ آیندہ میں جو لوگ عمل کرینگے۔ اُن کو اجر ملا کرے گا +

مثال چہارم۔ ولینصرن اللہ من ینصرہ ان اللہ لقوی عزیز۔ یعنے وہ جو خدا تعالی کی مدد کیا کرتا ہے۔ خدا تعالے اُس کی مدد کیا کرتا ہے۔ قرآن شریف پارہ ۱۷ ع ۱۳۔ اس میں بھی آیات ماسبق کیطرح لام تاکید اور نون تاکید آئے ہیں۔ کیا اس میں بھی زمانہ آیندہ ہی کے معنے لئے جائیں۔ اور زمانہ گذشتہ او زمانہ حال کو شامل نکریں۔ کیا کوئی مسلمان مان سکتا ہے۔ کہ اللہ تعالے کے دین کی مدد کرنے والے صرف زمانہ مستقبل میں پیدا ہونگے۔ زمانہ ماضی اور حال میں کوئی ناصر لدین اللہ نہیں ہے۔ ایسی حالت میں تو تمام انبیا اور بالخصوص حضرت خاتم النبیین (صلوۃ اللہ تعالے علیہ وآلہ اجمعین) کی تمام دینی کوشش اکارت سمجھی جائے گی۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ لھذا لازمی طور سے ماننا پڑتا ہے کہ اس آیت میں بھی تینوں زمانہ مشتمل ہیں +

پانچویں مثال۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصّٰلِحِيْنَ ۔ یعنے جو لوگ ایمان لاتے اور عمل صالح کرتے ہیں۔ ہم اُن کو صالحین میں داخل کر لیا کرتے ہیں۔ دیکھو قرآن شریف پارہ ۲۰ رکوع ۱۔ اس آیت میں بھی تینوں زمانے ہیں۔ ورنہ بڑے بڑے مفاسد لازم آئینگے +

ج امثلہ فعل حال و استقبال۔

(۱) وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ۔ یعنے ہم تم کو کچھ تو خوف سے اور کچھ بھوک سے اور کچھ مالوں اور ثمرات میں نقصان وارد کرنے سے آزماتے ہیں

یا آزماویں گے۔ اس میں دونوں زمانہ پائے جاتے ہیں۔ بلکہ تینوں زمانہ بھی آسکتے ہیں۔ کیونکہ ہر زمانہ کے مومنوں کی اس قسم کے واقعات سے آزمایش ہوتی رہی ہے +

مثال دوم۔ لَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰی حَیٰوةٍ یعنے تو ان کو اس امر پر نہایت ہی حریص پاتا ہے کہ لمبی زندگی ہو۔ اس میں بھی دونو زمانہ حال و استقبال شامل ہیں۔ کیونکہ یہ تو لازم نہیں آتا کہ اب تو تو انکو حیاتی کے لئے احرص پائے۔ اور آیندہ نہیں پائیگا +

ہم اسیقدر امثلہ پر اکتفا کر کے عرض کرتے ہیں۔ کہ آیات بالا سے بخوبی ہویدا ہے کہ یہ امر لازمی نہیں ہے کہ جہاں لام تاکید اور نون ثقیلہ آئے۔ بجز استقبال اور کوئی معنے متصور نہیں ہونگے۔ کیونکہ ہم نے ابھی بیان کیا ہے کہ لام تاکید اور نون تاکید تینوں زمانہ کے لئے بھی آتا ہے۔ تو پھر کوئی وجہ نہیں ہے۔ کہ کوئی شخص اس آیت وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ اس وجہ سے زور دے کہ اس میں لام تاکید اور نون ثقیلہ آئے ہیں اسواسطے اس کا وقوعہ زمانہ آیندہ کے لئے ہے۔ اور اسی بنا پر کہیں کہ ضرور حضرت عیسےٰ علیہ السلام پر آئیندہ زمانہ میں لوگ ایمان لائینگے۔ کیونکہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ صرف استقبال کے لئے نہیں۔ بلکہ زمانہ ماضی و حال کے لئے بھی لام تاکید اور نون تاکید آتے ہیں۔ لھذا ایسی بات پر جو محتمل بہ چند زمانہ ہو یک طرفہ رائے قایم کرلینا خلاف دانشمندی ہے۔

اور بالفرض اگر ہم اس آیت میں یہ بھی مان لیں کہ ضرور یہاں پر فعل مستقبل کے معنے لگتے ہیں تو بھی کچھ حرج نہیں۔ کیونکہ اس آیت کے معنے اس صورت میں بھی بجز اس کے اور کیا ہو سکتے ہیں کہ ہر اہل کتاب مسیح پر اپنی موت سے پہلے ایمان لائے گا۔ اور ضمیر ثانی اسواسطے اہل کتاب ہی کی طرف راجع ہے کہ اس آیت میں قرآن شریف کی دوسری قرات آئی ہے۔ یعنے قَبْلَ مَوْتِهِمْ کیونکہ پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ بہت سی تفاسیر میں یہ عبارت آئی ہے ما من الیھود والنصاری احد الا لیؤمنن بان عیسے عبد اللہ ورسولہ قبل ان یموت ویؤید ذلک ان قُرِئَ الا لیؤمنن به قبل موتھم یعنے یہود اور نصاری میں سے ایسا کوئی نہیں جو اپنی موت سے پہلے عیسے پر ایمان لائے اور قبل موتھم کی قرأت انہیں معنوں کی مؤید ہے۔ الغرض بیان مذکورہ بالا کی تایید میں حضرت ابن عباس اور حضرت عکرمہ اور علی بن طلحہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم متفق ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ آیت مذکورہ بالا میں ضمیر اول حضرت محمد رسول اللہ اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی طرف ہے۔ اور ضمیر ثانی اہلِ کتاب کی طرف۔ اور قرآن شریف کی قرارت قبل موتھم بھی اسی کی مصدق

ہے۔ اور بہت سے مفسرین مُحدثین نے بھی اسکی تصدیق کی ہے۔ تو پھر کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ ضمیر ثانی مسیح ہی پر تھوپی جاوے۔ انصاف کو کام میں لانا چاہئے ٭

اگر بالفرض محال ان امور بالا کو نظر انداز کرکے وہی معانی لیلئے جائیں جو بعض علمار کرنا چاہتے ہیں تو بھی مسیح کی حیات تو کسی صورت میں ثابت نہیں ہوتی۔ جیسے کہ ہم اوپر ظاہر کر آئے ہیں بلکہ بوجوہات چند درچند ثابت کرچکے ہیں۔ کہ وہ سب تاویلیں اُن علمار کی فاسد اور دور از قیاس ہیں اب یہاں پر یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے۔ کہ جب تفاسیر کی متعدد توجیہات کو مردود ٹھیرایا جاتا ہے۔ تو پھر اس کے اصلی اور حقیقی معنے کیا ہوسکتے ہیں۔ سو واضح ہو کہ اس کے اصلی معنی تب کھل سکتے ہیں جب آیت متذکرہ بالا کے ساتھ اس کے ماقبل کی آیات کو ملالیا جائے تاکہ سیاق کلام سے مفہوم کلّی بوضاحت تام منکشف ہو جائے۔ لہذا ہم اول ان آیات کو جہاں سے اس آیت کا تعلق ثابت ہوتا ہے لکھتے ہیں۔ وھو ہذا:۔

وقولہم اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ رَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ وَلٰکِنْ شُبِّہَ لَہُمْ وَاِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِیْہِ لَفِیْ شَکٍّ مِّنْہُ مَا لَھُمْ بِہٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوْہُ یَقِیْنًا بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ وَکَانَ اللّٰہُ عَزِیْزًا حَکِیْمًا ۝ وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتَابِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ وَیَوْمَ الْقِیَامَۃِ یَکُوْنُ عَلَیْہِمْ شَہِیْدًا ۝ قرآن شریف پارہ ۶۔ سورۃ النسار رکوع ۲۲۔

اس آیت کے تین معنے ہمارے نزدیک ہوسکتے ہیں۔ اور ان تینوں سے حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات طبعی ثابت ہوتی ہے۔ نہ کوئی اور موت۔ اوّل معنے اور یہود کی اس بات کو دیکھو کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ مسیح کو قتل کرڈالا جو اللہ کا رسول کہلاتا تھا۔ حالانکہ نہ انہوں نے اسکو قتل کیا اور نہ صلیبی موت سے مارا۔ لیکن یہ بات اُنکے دلوں میں شبہ کے طور پر ہے۔ یقینی نہیں اور جو لوگ اس باب میں اختلاف کرتے ہیں یعنے کہتے ہیں کہ شائد ہی مصلوب ہوگیا ہو وہ شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ اُن کے پاس کوئی یقینی بات نہیں صرف ظن کی پیروی کررہے ہیں۔ اور وہ خوب یقین رکھتے ہیں کہ مسیح قتل نہیں ہوا بلکہ اپنی موت سے مرا۔ اور اللہ تعالےٰ نے راستباز بندوں کی طرح اس کو اٹھا لیا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ عزیز ہے۔ وہ ان لوگوں کو جو اسکی طرف سے ہوتے ہیں ذلیل نہیں کیا کرتا۔ اور اُس کا فعل حکمت پر مبنی ہے۔ کیونکہ وہ حکیم ہے۔ ایک معنے تو یہ ہیں۔ اور اس کی تائید انجیل سے یوں ہوتی ہے کہ چونکہ حضرت مسیح علیہ السلام نے کہا تھا کہ تیسرے روز مردوں سے جی اُٹھوں گا۔

دیکھو انجیل متی باب ۲۰- ورس ۱۹- جس پر یہودیوں کو گمان ہو گیا کہ کہیں اس کے حواریوں نے سازش کر کے کوئی ایسی کارروائی کی ہو کہ وہ تیسرے روز کھڑا ہو جائے- اور جب وہ قبر میں نہ ملے تو اس وقت رشوت دینے پر آمادہ ہو گئے- چنانچہ انجیل متی باب ۲۸- آیت ۱۲ و ۱۳ میں ہے تب انہوں نے بزرگوں کے ساتھ اکٹھے ہو کر صلاح کی- اور اُن پہرے والوں کو بہت روپے دیئے اور کہا کہ تم کہو کہ رات کو جب ہم سوتے تھے- اس کے شاگرد آ کے اُسے چرا لے گئے- اس تمام واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ یہودیوں کے دلوں میں مسیح کے مفقود ہو جانے سے کیا کیا خیال پیدا ہوئے ہوں گے- اور ضرور یہی خیال پیدا ہوا کہ مسیح زندہ کہیں چلا گیا- اور تیسرے روز پھر وہ ظاہر ہو جائیگا اور کہیگا کہ اب دوبارہ زندہ ہو گیا ہوں- اور اسطرح وہ اس کو اپنا معجزہ قرار دیکر لوگوں کو قایل کریگا- پس اس سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ یہودیوں میں شکوک پیدا ہو گئے تھے- اور آیت میں جو اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ کا لفظ یہودیوں کی زبان سے نقل کیا ہے- اس سے مراد یہ نہیں کہ یہود حضرت مسیح علیہ السلام کو رسول اللہ سمجھتے تھے- کیونکہ اگر وہ فی الواقع رسول اللہ سمجھتے تو مخالفت ہی کیوں کرتے- یہ بات عیسائیوں کے بالمقابل ان کو چڑھانے اور ان کو منہ بنانے کے لئے کہا کرتے تھے کہ وہ رسول اللہ تھا جس کو ہمنے سولی پر دیدیا- وہ تو توریت کے رو سے اس کو لعنتی قرار دیتے تھے لہذا وہ بطور تمسخر ایسا کہا کرتے تھے+

دوسرے معنے اور یہودیوں کی بات پر غور کرو وہ کہتے ہیں کہ ہمنے یقیناً مریم کے بیٹے عیسیٰ مسیح کو قتل کر ڈالا جو اللہ کا رسول کہلاتا تھا- حال یہ ہے کہ نہ انہوں نے اس کو قتل کیا اور نہ اس کو صلیب پر مارا مگر یہ بات ضرور ہے کہ وہ کالمقتول اور کالمصلوب ہوا- اور جو لوگ قتل مسیح علیہ السلام پر اختلاف کرتے ہیں- وہ اس بارہ میں شک میں ہیں- اُن کو اس قتل کا یقینی علم نہیں ہے- کہ وہ صرف ظن کی پیروی کرتے ہیں- یقیناً یقیناً یہودیوں نے اس کو قتل نہیں کیا- بلکہ اللہ تعالےٰ نے طبعی موت سے مار کر اپنی طرف اٹھا لیا- کیونکہ اللہ تعالےٰ عزیز اور حکیم ہے- اور کوئی بھی اہل کتاب نہیں جو مسیح کے قتل پر اپنی موت سے پہلے پہلے ایمان نہ رکھتا ہوگا- اور قیامت کے روز مسیح ان پر گواہ ہوگا- اس طرح معنے کرنے سے یہ مقصود ہے کہ ناظرین کو معلوم ہو جائے گا- کہ اللہ تعالےٰ نے اہل کتاب کا قول نقل کیا ہے- اور وہ قول اُن کا انا قتلنا المسیح عیسے ابن مریم ہے- وہ یقیناً مسیح کی قتل کا اقرار کرتے ہیں- لیکن اللہ تعالےٰ اُن کی قتل اور صلیب والی موت کی نفی کرتا ہے-

اب آگے قابل غور بات ہے کہ اللہ تعالےٰ نے قتل اور صلیب کی نفی تو کی۔ لیکن واقعہ کی نفی نہیں کی۔ بلکہ کہا کہ ان کو دھوکہ لگا ہے۔ کیونکہ کچھ بات قریب قریب ایسی ہوئی ہے۔ اب آگے اللہ تعالےٰ اضمار کا استعمال کرتا ہے۔ اور یہ ضروری امر ہے کہ ضمیروں کا مرجع خواہ ضمیر ظاہر ہو یا مستتر عبارت میں ہونا ضروری ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ وَاِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِیْهِ میں جو ضمیر لفظ فیہ میں آئی ہے وہ کس طرف راجع ہے اور اسکا مرجع کون ہے۔ سیاق کلام سے ظاہر ہے کہ قتل کے لفظ سے شروع کیا گیا ہے۔ اور قتل ہی کی نفی کی گئی ہے۔ آگے ضمیر مذکورہ کا مرجع بجز واقعہ قتل کے اور کہاں جا سکتا ہے۔ اسی طرح لَفِیْ شَکٍّ منہ میں بھی ضمیر غائب اسی طرف جاتی ہے۔ اور پھر مالھم بہ میں بھی اسی قتل کی طرف راجع ہے۔ اتنے اضمار بولکر اللہ تعالےٰ پھر لفظ یعنے قتل کو دوہراتا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتا ہے۔ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا جس سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالےٰ قتل کے معاملہ کو برابر ذکر کرتا چلا آتا ہے۔ پھر بعد کی آیت میں ضمیروں کو استعمال کیا ہے۔ اور فرمایا ہے۔ وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ جس میں دو ضمیریں آئی ہیں۔ ایک بہ اور دوسری قبل موتہ میں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ پیچھے برابر قتل کے واقعہ کا ذکر ہوتا چلا آتا ہے۔ تو یہاں ضمیر اول بھی واقعہ قتل کی طرف ہے۔ یعنے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ باوجود اس کے کہ ہم نے برملا شہادت دیدی کہ نہ تو اہل کتاب نے اس کو قتل کیا۔ اور نہ صلیبی موت سے مارا۔ مگر پھر بھی ہر نفس ایسے لوگ ہیں کہ وہ اسی بات پر ایمان رکھتے چلے جائینگے کہ مسیح مقتول ہوا اور یہ بات صرف موت سے پہلے پہلے تک ہے۔ جب مر جائیں گے تو پھر پتہ لگے گا کہ اصل واقع کیا تھا۔ کیونکہ یہ تو تمام مذاہب میں مسلّم امر ہے کہ بعد مرنے کے ان کو اپنی گذشتہ عمر کے اعمال کا نتیجہ ملنا شروع ہو جاتا ہے۔ نیک اعمال کا نیک نتیجہ اور بد اعمال کا بد۔ ان معنوں میں کوئی دقت اور تکلیف نہیں صاف اور سیدھے معنے ہیں۔ البتہ اس میں وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ قابل تشریح ہے۔ اور چونکہ یہ قرآن شریف سے پہلے کا واقعہ ہے۔ اس لئے اس کی شہادت سابقہ کتب سے لینی ضروری ہے لھذا ہم الگ فصل میں اس کے متعلق مستقل اور مبسوط بیان کرینگے۔ جس سے معلوم ہو جائے گا کہ اصل واقعہ کیا ہے۔

تیسرے معنے اور اہل کتاب کی یہ بات قابل توجہ ہے کہ ہم نے عیسےٰ مسیح ابن مریم کو جو مدعی رسالت تھا قتل کر ڈالا۔ حالانکہ اصل بات یہ ہے کہ نہ تو انہوں نے اس کو قتل کیا اور نہ صلیب پر مارا۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ وہ مشبہ بالمقتول والمصلوب ہوا۔ اور اختلاف کرنے والے لوگوں کو کچھ شک پیدا ہو گیا

کہ شاید نہ مرا ہو۔ لیکن یہ بات بھی صرف ظن کی وجہ سے ہے۔ وہ یقینی علم سے نہیں کہتے تھے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ ہرگز ان کے ہاتھ سے مقتول نہیں ہوا بلکہ اللہ تعالےٰ نے اس کو لعنت کی موت سے بچا کر تقرب الےٰ اللہ بخشا۔ کیوں نہ ہو جبکہ اللہ تعالےٰ عزیز اور حکیم ہے۔ اور ضرور ایک وقت آتا ہے کہ ہر اہل کتاب خواہ وہ یہودی ہو یا عیسائی خواہ مجوسی ہو یا مسلمان سب کے سب خدا کے اس فیصلہ پر ایمان لائینگے۔ کہ مسیح علیہ السلام نہ قتل ہوا اور نہ مصلوب ہوا۔ بلکہ وہ طبعی موت سے مر کر خدا تعالےٰ کے دیگر انبیا کے ساتھ جا ملا۔ اور عزت کے مقام پر پہنچ گیا۔ یہ کب ہوگا جب آخری زمانہ میں مسیح علیہ السلام بروزی طور سے نزول فرما ہونگے۔ اور چونکہ بروزی نزول یوں ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کسی اور بزرگ کو اس کی خو اور خصلت پر بھیج کر اُسی کی منشاء کے مطابق اس کے قائم مقام ہو کر کارروائی کراتا ہے اور پہلی کی وفات سے پہلے اہل کتاب مان لیں گے۔ کہ واقعی مسیح علیہ السلام صلیب پر نہیں مرے تھے۔

الفاظ آیات کے رو سے تین ہی معنے ہو سکتے تھے۔ جو ہمنے کر دیئے۔ کیونکہ الفاظ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ تین ہی صورتیں پیش کرتے ہیں۔ ایک تو واقعہ قتل دوسرے مسیح ابن مریم کا نام۔ تیسرے نفس صلیب و قتل۔ سو ان تمام ضمیروں کا مرجع یہ ہو سکتا تھا۔ انہی کے رو سے معنے کئے گئے۔ اور سب معانی کا آل ایک ہی ثابت ہوتا ہے۔ کسی صورت میں ایکدوسرے کے مخالف نہیں پڑتے اور طرفہ یہ کہ نہ الفاظ قرآن اور نہ سیاق و سباق کلام اللہ کے خلاف ہیں۔ اور نہ فطرت اللہ اور مشاہدہ کے خلاف۔ پھر کیونکر ان کو تسلیم نہ کیا جاوے۔ اس کے سوا جس قدر معانی کئے جاتے ہیں وہ سب نص قرآنی کے برخلاف ہیں۔

دسویں فصل

اس باب میں کہ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ کا نقلی و عقلی ثبوت کیا ہے

یہ امر قابل غور ہے کہ کسی امر کا دعویٰ کر دینا اور اُس کا کوئی کھلا کھلا ثبوت اور بیّن دلیل پیش نہ کرنا انصاف کے خلاف ہے۔ کیونکہ اس سے تو انسان جو مدمقابل ہو کیوں کر تسلی پا سکتا ہے۔ اور کیونکر وہ حق کو قبول کر سکتا ہے۔ جب تک اس قسم کے واقعات اُس کے سامنے نہ رکھ دیں جن سے اس کو کوئی چون و چرا کی گنجائش نہ رہے۔ سو واضح ہو کہ آیت مذکورہ بالا میں قتل اور صلیب کی نفی کی گئی ہے۔ اور جہاں تک ہم غور کرتے ہیں قتل محض کوئی بُری بات نہیں۔ اور نہ اس سے نبی کی شان میں

کچھ فرق آسکتا ہے۔ کیا وہ احادیث نہیں پڑھتے۔ جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دعا مانگنا ثابت ہوتا ہے کہ میں اس بات کو دوست رکھتا ہوں کہ خدا کی راہ میں قتل کیا جاؤں۔ اور پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر قتل کیا جاؤں۔ پھر کیونکر ہم سمجھ لیں کہ حضرت مسیح کے لئے قتل کے الفاظ بولنا ہتک ہے کیا قرآن میں یَقْتُلُوْنَ الْاَنْبِیَاءَ بِغَیْرِ حَقٍّ نہیں پڑھتے۔ کیا یحیی حضرت مسیح کے زمانہ میں قتل نہیں کیا گیا۔ اگر قتل کوئی عیب کی بات ہے تو کیوں حضرت یحیی کو آسمان پر زندہ نہ اوٹھا لیا گیا۔ کیا مسیح کے لئے خدا تعالے کو غیرت آئی۔ اور حضرت یحیی کے لئے نہ آئی۔ فتدبروا یا اولی الابصار۔

نفی قتل و صلیب کے بعد وَلٰکِنْ شُبِّہَ لَہُمْ کا جملہ آیا ہے۔ جس نے مخالفین کو ایک وہم اور تردد میں ضرور ڈالدیا ہے۔ کیونکہ حرف لکن استدراک کے لئے آتا ہے۔ جو ماسبق مضمون کی تصدیق کرتا ہے یعنے یہ سچ ہے کہ وہ قتل ہوا اور صلیب پر مرا لیکن اسکی مثل کوئی واقعہ ہوا۔ جس میں ایک طرح نفی بھی ہے اور ساتھ ہی اثبات بھی ہے۔ سو اس گتھلک کے کھولنے کے لئے اس امر کی طرف توجہ دلانا ضروری ہے۔ کہ یہ واقعہ اہل کتاب یعنے یہود اور نصاری میں پیش آیا۔ اور چونکہ مدت سے یہودیوں اور عیسائیوں میں باہم اس بات کا تنازع چلا آتا تھا۔ جس کی حقیقت یہ ہے کہ یہودی محض شرارت اور ضد سے کہتے تھے کہ ہمنے مسیح کو جو رسالت کا مدعی تھا صلیب پر چڑھا کر قتل کر ڈالا اور وہ اس قتل صلیب سے ایک بھاری فائدہ اٹھانا چاہتے تھے۔ اور وہ کیا کہ بموجب توریت کتاب استثنا باب ۲۱۔ ورس ۲۳۔ وہ ملعون ہے وہ نبی تو نبی ایک معمولی مومن بھی نہیں ہوسکتا۔ لیکن جو لوگ مسیح پر ایمان لا چکے تھے۔ ان کو یہ بات شاق گذرتی تھی۔ ان کو مدتوں تک یہ مصیبت برداشت کرنی پڑی۔ اور وہ خود تو اس امر کا کچھ فیصلہ نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ جب واقعہ صلیب پیش آیا اُسوقت تمام معتقدین حتی کہ حواری بھی مسیح علیہ السلام سے کنارہ کش ہو چکے تھے۔ اور سب کو اپنی اپنی جان کی پڑ گئی تھی۔ چنانچہ یہودا اسقریوطی نے ذلیل سی رقم یعنے تیس روپیہ رشوت لیکر مسیح علیہ السلام کو پکڑوا دیا۔ دیکھو انجیل متی باب ۲۶۔ آیت ۱۴ لغایت ۱۶ میں ہے۔ تب ان بارہ میں سے ایک نے جس نام یہودا اسقریوطی تھا سردار کاہنوں کے پاس جا کر کہا کہ میں اسے تمہیں پکڑوا دوں تو مجھے کیا دوگے۔ تب انہوں نے اسے تیس روپے کا اقرار کیا اور وہ اس وقت سے اس کے پکڑوانے کے لئے قابو ڈھونڈتا تھا۔ پھر آیت ۴۷ لغایت ۵۰ میں ہے وہ یہ کہہ رہا تھا کہ دیکھو یہودا جو اُن بارہوں میں سے ایک تھا۔ آیا اور اس کے ساتھ ایک بڑی بھیڑ تلواریں اور لاٹھیاں لئے سردار کاہنوں اور قوم کے بزرگوں کی طرف سے آپہنچی۔ اس کے پکڑوانے

والے نے انہیں یہ کہکے پتا دیا تھا کہ جسے میں چوموں وہی ہے۔ اسے پکڑ لینا۔ اُسنے وہیں یسوع پاس آکر کہا اے ربی سلام اور چوم لیا۔ یسوع نے اسے کہا اے میاں تو کاہے کو آیا۔ تب انہوں نے پاس آکر یسوع پر ہاتھ ڈالے اور اُسے پکڑ لیا۔ اور دوسرے حواری کا حال سنئے وہ اُس سے بھی بدتر ثابت ہوا اور اس نے اپنی جان کے خوف سے مسیح سے اپنی بے تعلقی ظاہر کر کے لعنت بھی اس پر کر دی دیکھو انجیل متی باب ۲۶ آیات ۶۹ لغایت ۷۵۔ جس میں لکھا ہے۔ جب پطرس باہر دالان میں بیٹھا تھا ایک لونڈے نے اُس کے پاس آکے کہا تو بھی یسوع جلیلی کے ساتھ تھا۔ پر اس نے سب کے سامنے انکار کر کے کہا میں نہیں جانتا کہ تو کیا کہتی ہے۔ پھر جب وہ اُسارے کی طرف باہر چلا ایک دوسرے نے اسے دیکھ کر اُن سے جو وہاں تھے کہا کہ یہ بھی یسوع ناصری کے ساتھ تھا۔ تب اُس نے قسم کھا کر پھر انکار کیا کہ میں اس شخص کو نہیں جانتا۔ تھوڑی دیر بعد انہوں نے جو وہاں کھڑے تھے پطرس کے پاس آکے کہا بے شک تو بھی اُنمیں سے ہے کہ تیری بولی تجھے ظاہر کرتی ہے۔ تب اُس نے لعنت بھیجکر اور قسم کھا کر کہا میں اس شخص کو نہیں جانتا۔ ایسا ہی باقی معتقدین کا حال تھا کہ سب نے کنارہ کیا۔ اور کسی نے اپنے رسول کا ساتھ نہ دیا۔ جب یہ حالت تھی تو ان بیچاروں کو اصل حقیقت کیونکر معلوم ہو سکتی تھی۔ لھذا جو کچھ یہود نے مشہور کر دیا اس کو انہوں نے بھی اپنی سادگی سے تسلیم کر لیا اور یہودیوں کے اس اعتراض سے بچنے کے لئے کہ وہ بموجب شریعت موسوی کاذب و ملعون ہے یہ تجویز نکالی کہ ہمارے گناہوں کا بوجھ اپنے ذمہ لے لیا۔ اور اپنی جان بہادروں کی طرح دیدی تاکہ خدا کی عدالت پوری ہو۔ حالانکہ ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں کہ وہ رو رو کر دعائیں مانگتے رہے کہ کسی طرح یہ پیالہ ٹل جائے اور صلیب پر آخری وقت میں ایلی ایلی لما سبقتنی چلا چلا کر کہتے رہے اگر وہ خوشی سے اُن عیسائیوں کے گناہوں کا بوجھ اُٹھاتے اور ان کے عوض اپنی جان عزیز کو قربان کرنے آئے تھے تو پھر رونا اور دعائیں مانگنا کیسا یہ تو عذر گناہ بدتر از گناہ ثابت ہوتا ہے۔ اب ہم دکھاتے ہیں کہ حضرت مسیح فی الحقیقت صلیب پر نہیں مرے۔ بلکہ بچکر گلیل میں پہنچے۔ اور پھر وہاں سے دیگر بلاد میں گئے جس کا ذکر بعد میں آئے گا۔

اناجیل مروجہ سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسے علیہ السلام کو جب یہوداہ اسقریوطی نے پکڑوا دیا اور باقی سب معتقدین اپنی اپنی جان بچا کر بھاگ گئے۔ اور کسی نے اس کا ساتھ نہ دیا۔ تب یہودی اس کو پکڑ کر پلاطوس کے پاس لے گئے۔ پلاطوس نے مسیح علیہ السلام سے کچھ سوال و جواب کے طور پر

پوچھا اور اس کو اطمینان ہو گیا کہ یہ شخص بالکل بے قصور ہے۔ چنانچہ اس نے خود یہودیوں کے پاس اس خیال کا اظہار بھی کر دیا۔ جیسے انجیل یوحنا باب ۱۹۔ ورس ۳۸ میں ہے اور پلاطوس نے اُسے کہا کہ حق کیا ہے؟ یہ کہکے پھر یہودیوں کے پاس باہر گیا اور انہیں کہا میں اُس کا کچھ قصور نہیں پاتا اور انجیل متی باب ۲۷۔ ورس ۱۸ میں ہے۔ کیونکہ وہ (یعنے پلاطوس) سمجھ گیا کہ انہوں نے (یعنے یہودیوں نے) اسے (یسوع کو) ڈاہ سے حوالہ کیا ہے۔ اور انجیل لوقا باب ۲۳۔ ورس ۴ میں ہے۔ تب پلاطوس نے سردار کاہنوں اور لوگوں سے کہا کہ میں اس شخص کا کچھ قصور نہیں پاتا۔ اس سے بڑھکر انجیل لوقا باب ۲۳۔ آیت ۱۳۔ لغایت ۱۶ میں یوں آیا ہے۔ اور پلاطوس نے سردار کاہنوں اور سرداروں اور لوگوں کو پاس بُلا کے اُن سے کہا کہ تم اس شخص کو میرے پاس یہ کہتے لائے کہ یہ لوگوں کو بہکاتا ہے۔ دیکھیے تمہارے آگے تحقیق کرنے پر ان قصوروں میں سے جن کو تم اس پر ٹھہراتے ہو میں نے اس شخص میں کچھ نہ پایا۔ اور نہ ہیرودیس نے کیونکہ مینے تمہیں اُس کے پاس بھیجا اور دیکھو اس کا کوئی ایسا کام نہ ٹھہرا جو قتل کے لایق ہے اس لئے اس کو تنبیہ کرکے چھوڑ دوں گا۔ ان حوالجات سے عیاں ہے کہ پلاطوس کو مسیح کی بے قصوری کا کامل یقین ہو چکا تھا۔ مگر وہ رومی گورنر تھا۔ اور ملک تمام یہود کا تھا۔ عام رائے کا علانیہ خلاف ورزی کرنا اصول ملکی کے خلاف تھا اسلئے ظن غالب ہے کہ اس نے درپردہ کیا کیا کارروائی اس کے بچانے کی کی ہوگی۔ اور اس ظن کے لئے بہت سی وجوہات اور بھی ہیں۔ جن کی وجہ سے وہ ضرور مسیح کا حامی ہو گیا تھا۔ ہم نمبروار ان وجوہ کو پیش کرکے راز نہانی کا افشا کرتے ہیں +

وجہ اول پلاطوس کا خود مسیح کے بے قصور ہونے کا اقرار کرنا جیسے کہ ہم ابھی ظاہر کر آئے ہیں اور غالبًا یہی وجہ موجب ہے کہ اس نے یہودیوں کے آگے رائے پیش کی کہ کیا تم چاہتے ہو کہ میں یسوع کو چھوڑ دوں؟ چنانچہ انجیل متی باب ۲۷۔ آیت ۱۵۔ لغایت ۱۸ میں لکھا ہے۔ حاکم کا دستور تھا کہ ہر عید کو لوگوں کی خاطر ایک بندھوا جسے وے چاہتے چھوڑ دیتا تھا۔ اسوقت ان کا براباس نامی ایک مشہور بندھوا تھا۔ سو جب وے اکٹھے ہوئے پلاطوس نے اُنسے کہا تم کسے چاہتے ہو کہ میں تمہارے لئے چھوڑ دوں۔ براباس یا یسوع کو جو مسیح کہلاتا ہے؟ کیونکہ وہ سمجھ گیا کہ انہوں نے اسے زبردستی حوالہ کیا۔ اس سے زیادہ صفائی انجیل مرقس باب ۱۵۔ ورس ۹ و ۱۰ میں ہے۔ پلاطوس نے انہیں جواب دیا اور کہا کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمہارے لئے یہودیوں کے بادشاہ کو چھوڑ دوں کیونکہ وہ جانتا تھا کہ سردار کاہنوں نے حسد سے اس کو حوالہ کیا تھا۔

وجہ دوم۔ دوسرا پلاطوس کی جورو کو خواب آنا جس کا مضمون حسب ذیل ہے۔ اور جب وہ (یعنے پلاطوس) مسند پر بیٹھا۔ اس کی جورو نے اسے کہلا بھیجا کہ تو اس راست باز سے کچھ کام نہ رکھ کیونکہ میں نے آج خواب میں اس کے سبب بہت تصدیع پائی۔ دیکھو انجیل متی باب ۲۷ ورس ۱۹

وجہ سوم - اس کو بہ حیثیت حاکم اپنی بات کی پچ بھی تھی جیسے انجیل متی باب ۲۷ ورس ۲۳ - میں ہے۔ حاکم نے کہا کہ اس نے کیا بدی کی ہے کہ میں اس کو صلیب دوں - اور انجیل مرقس باب ۱۵ ورس ۱۳ و ۱۴ میں لکھا ہے - وے پھر چلائے کہ اُسے صلیب دے - پلاطس نے پھر ان سے کہا کیوں اُس نے کیا بُرائی کی ہے - اور انجیل یوحنا باب ۱۹ ورس ۵ و ۶ میں ہے اور پلاطوس نے ان سے کہا دیکھو اس شخص کو - سو جب سردار کاہن اور پیادوں نے اُسے دیکھا تو چلا کے کہا کہ صلیب دے صلیب دے - پلاطوس نے انہیں کہا تمہیں اسے لو اور صلیب دو - کیونکہ میں اس میں کچھ قصور نہیں پاتا - اور انجیل لوقا باب ۲۳ ورس ۲۰ - لغایت ۲۲ میں ہے - پلاطوس نے بدیں خیال کہ یسوع کو چھوڑ دے - پھر انہیں سمجھایا پر انہوں نے چلائے کہا کہ اُس کو صلیب دے صلیب دے - تیسری بار اُس نے ان سے کہا کیوں اُس نے کیا بدی کی ہے - میں نے اُس میں قتل کے لائق کوئی قصور نہ پایا اس لئے میں اسے تنبیہ کرکے چھوڑ دوں گا +

وجہ چہارم - یہود کا گستاخی سے پیش آنا اور دھمکی دینا - چنانچہ یوحنا باب ۱۹ - ورس ۱۲ میں ہے اس وقت پلاطوس نے چاہا کہ اسے چھوڑ دے - پھر یہودیوں نے چلا کے کہا کہ اگر تو اس مرد کو چھوڑ دیتا ہے تو تو قیصر کا خیر خواہ نہیں +

وجہ پنجم یہ کہ از روئے اعتقاد مذہبی پلاطوس دل میں ڈر گیا تھا - چنانچہ متی باب ۲۷ - آیت ۲۴ - میں ہے - جب پلاطوس نے دیکھا کہ کچھ بن نہیں پڑتا - بلکہ اور بھی بلوہ ہوتا ہے - تو پانی لیکے بھیڑ کے آگے اپنے ہاتھ دھوئے - اور کہا میں اس راستباز کے خون سے پاک ہوں تم جانو +

اور پانی سے ہاتھ دھونا ایک قسم کی قسم بھی ہے - جس سے مفہوم ہوتا ہے کہ حاکم نے جتلا دیا کہ میں ہرگز اس کے خون سے اپنے ہاتھ آلودہ نہیں کروں گا - یعنے مسیح مارا نہیں جائے گا - چنانچہ توریت کتاب استثنا باب ۲۱ - ورس ۶ و ۷ سے اس قسم کی قسم کا ثبوت ملتا ہے - جس میں لکھا ہے - اپنے ہاتھ دھوئیں اور جواب دیکے کہیں کہ ہمارے ہاتھوں نے یہ خون نہیں کیا - نہ ہمارے آنکھوں نے دیکھا -

وجہ ششم یہ کہ مسیح کی راستبازی نے حاکم کے دل میں رعب ڈالدیا تھا - چنانچہ انجیل یوحنا باب ۱۹ - آیت ۱۰ و ۱۱ میں ہے - تب پلاطوس نے اسے کہا کہ تو مجھ سے نہیں بولتا - کیا تو نہیں جانتا کہ مجھے اختیار ہے چاہوں تو تجھے صلیب دوں - اور چاہوں تو تجھے چھوڑ دوں - یسوع نے جواب دیا کہ اگر یہ تجھے اُدھر سے دیا نہ جاتا تو مجھ پر تیرا کچھ اختیار نہ ہوتا +

یہ وجوہات ہیں جن سے بخوبی پتہ چلتا ہے کہ حاکم وقت مسیح کا حامی اور مددگار ہو گیا تھا۔ اور چونکہ یہودیوں کا جوش دریا کی موج کی طرح امنڈا ہوا تھا اس لئے حاکم وقت نے مصلحت ملکی کا لحاظ کر کے عام جوش کے فرو کرنے کے لئے برملا مقابلہ کرنا نہ چاہا۔ بلکہ در پردہ ان سے خوب تدبیریں مسیح کے بچاؤ کی کر لیں۔ جس کی تصدیق اللہ تعالےٰ قرآن شریف میں بھی کرتا ہے۔ اور فرماتا ہے۔ وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ یہ تو ظاہر ہے کہ اللہ تعالےٰ خود تو دنیا میں آکر ایسی کارروائی نہیں کیا کرتا بلکہ اس کی عادت میں داخل ہے کہ جس کام کو وہ کرنا چاہتا ہے وہ اپنی مخلوقات میں سے کسی کو منتخب کر لیتا ہے۔ اور اس کے ذریعہ سے اس کام کا سرانجام کراتا ہے۔ چنانچہ اُس وقت اُس نے حاکم وقت کے دل میں مسیح کی ہمدردی ڈالدی۔ اور پھر اس کی بیوی کو بھی فرشتہ کے ذریعہ سے آگاہ کر دیا کہ خبردار اس کو کوئی دکھ نہ پہنچے ورنہ تم پر تباہی آئے گی +

منجملہ اُن کی تدابیر کے ایک تدبیر یہ ہے کہ اُس نے صلیب کے لئے وہ دن قرار دیا جو یہودیوں کی عید فسح کا روز تھا۔ کیونکہ ان کو اس روز بہت کچھ رسومات مذہبی ادا کرنی ہوتی ہیں۔ اور ان کو سخت مصروفیت رہتی ہے۔ چنانچہ انجیل یوحنا باب ۱۹۔ ورس ۱۳۔ و ۱۴۔ میں لکھا ہے۔ پلاطوس یہ باتیں سنکر یسوع کو باہر لایا۔ اور اُس مقام میں جو چبوترہ اور عبرانی میں گبّاتا کہلاتا ہے۔ مسند پر بیٹھا۔ اور فسح کی تیاری کا دن تھا۔ ایسا ہی انجیل متی باب ۲۷ سے تصدیق ہوتی ہے +

دوسری تدبیر یہ تھی کہ وہ جمعہ کا روز تھا اور شام سے سبت شروع ہوتی تھی۔ جیسے ہمارے ہاں جمعرات سرشام شروع ہوتی ہے۔ جس میں وہ کوئی اس قسم کا کام بموجب شریعت موسوی نہیں کر سکتے تھے دیکھو انجیل مرقس باب ۱۵۔ ورس ۴۲۔ جس میں مندرج ہے۔ اور جبکہ شام ہوئی۔ اس لئے کہ طیاری کا دن تھا جو سبت سے پہلے ہوتا ہے +

تیسری تدبیر جو حاکم نے کی یہ تھی کہ اس روز مسیح کے ساتھ دو اور چوروں کے مصلوب کرنے کا حکم دیا تاکہ کارکناں صلیب کو اس طرف بہت سا وقت صرف کرنا پڑے۔ اور مسیح کو بہت دیر صلیب پر نہ رہنا پڑے +

چوتھی تدبیر حاکم نے یہ کی کہ بظاہر مسیح کو لاٹھی ماری تاکہ یہودیوں کو گمان پیدا نہ ہو کہ وہ اس کی طرفداری میں ہے۔ اور اس ترکیب سے ان کو غافل کر دیا۔ دیکھو انجیل متی باب ۲۷۔ آئیت ۲۶۔ اور یسوع کو کوڑے مار کر حوالہ کیا کہ صلیب پر کھینچا جائے +

پانچویں تدبیر جو حاکم وقت کی طرف سے وقوع میں آئی یہ تھی کہ جو افسر یعنے صوبہ دار مقرر کیا وہ درپردہ مسیح کا معتقد تھا۔ جیسے کہ اس کی کارروائی سے ثابت ہوتا ہے۔ یا حاکم کی طرف سے اُس کو ایسی ہی ہدایت تھی۔ جس کو ہم بعد میں دکھا دینگے +

چھٹی تدبیر یہ تھی کہ اُس نے مسیح کی ہڈیں نہیں تڑوائیں۔ حالانکہ چوروں کی ہڈیاں توڑی گئیں۔ چنانچہ انجیل یوحنا باب ۱۹۔ ورس ۳۲ و ۳۳۔ میں ہے۔ تب سپاہیوں نے آکے پہلے اور دوسرے کی ٹانگیں جو اس کے ساتھ صلیب پر کھینچے گئے تھے توڑیں۔ لیکن جب انہوں نے یسوع کی طرف آکے دیکھا کہ وہ مر چکا ہے تو اس کی ٹانگیں نہ توڑیں +

ساتویں تدبیر یہ تھی کہ جب مسیح کے مرنے کی رپورٹ ہوئی تو حاکم نے خود یا کسی معتبر آدمی کے ذریعہ موقع پر جاکر تحقیقات نہیں کی کہ آیا فی الحقیقت مر گیا ہے کہ نہیں۔ حالانکہ اس کو رپورٹ پہنچنے پر بڑا تعجب بھی ہوا کہ اتنی جلدی فوت ہوگیا۔ دیکھو انجیل مرقس باب ۱۶۔ آیت ۴۴۔ جس میں لکھا ہے اور پلاطوس نے متعجب ہوکر شبہ کیا کہ وہ ایسا جلد مر گیا +

آٹھویں تدبیر یہ تھی کہ ایک دولتمند شخص یوسف نامی آرمیناکا رہنے والا جو مسیح پر ایمان لاچکا تھا اور جو پہلے ہی سے آیا ہوا تھا اس کو لاش حوالہ کردی گئی۔ چنانچہ انجیل متی باب ۲۷ ورس ۵۷ و ۵۸ میں لکھا ہے۔ جب شام ہوئی تو یوسف نامی آرمیتا کا ایک دولتمند جو یسوع کا بھی شاگرد تھا آیا اس نے پلاطوس کے پاس جاکے یسوع کی لاش مانگی۔ تب پلاطوس نے حکم دیا کہ لاش اسے دے دیں اور انجیل یوحنا باب ۱۹۔ ورس ۳۸ میں اس سے بھی اور وضاحت ہے۔ جس سے حاکم کی سازش بخوبی معلوم ہوتی ہے۔ جہاں لکھا ہے۔ اور بعد اُس کے یوسف آرمیتا نے جو یسوع کا شاگرد تھا یہودیوں کے ڈر سے پوشیدہ جاکر پلاطوس سے اجازت چاہی کہ یسوع کی لاش اسے دلائی جائے۔ اور پلاطوس نے اجازت دیدی۔ کیا تعجب ہے کہ یوسف نے کچھ رشوت بھی دیدی ہو کیونکہ وہ بڑا دولتمند آدمی تھا

نویں تدبیر یہ کہ جہاں قبر تجویز کی گئی۔ وہاں باغ تھا جہاں کوئی شخص بھی مسیح کے نکل جانے کو دیکھ نہیں سکتا تھا۔ چنانچہ انجیل یوحنا باب ۱۹۔ ورس ۴۱ میں ہے۔ اور وہاں جس جگہ کہ صلیب دیئے گئے تھے۔ ایک باغ تھا اور اس باغ میں ایک نئی قبر تھی۔ جس میں کبھی کوئی نہیں دھرا گیا تھا۔

دسویں وجہ یہ کہ مسیح کی کوئی تجہیز و تکفین نہیں کی گئی۔ بلکہ سرسری طور سے ایک باریک کپڑا لپیٹا گیا دیکھو انجیل متی باب ۲۷۔ ورس ۵۹۔ جس میں لکھا ہے۔ یوسف نے لاش لیکر سوتی صاف چادر میں لپیٹی اور

انجیل لوقا باب ۲۳- ورس ۵۳ میں ہے- اور اس کو اُتار کے کھال میں لپیٹا- اور ایسا ہی مرقس باب ۱۵ ورس ۴۶ میں ہے-

گیارہویں تدبیر یہ کہ قبر پر صرف پتھر رکھا گیا- اور اس کو حسب معمول مضبوط طور سے بند نہیں کیا گیا چنانچہ انجیل متی باب ۲۷- ورس ۶۰ میں ہے- اور اپنی نئی قبر میں جو چٹان میں کھودی ہوئی تھی- رکھی- اور ایک بھاری پتھر قبر کے منہ پر ڈھلکا کے چلا گیا- ایسا ہی انجیل مرقس باب ۱۵- ورس ۴۶ میں ہے +

بارہویں تدبیر یہ تھی کہ قبر پر کوئی اچھی نگرانی نہیں کی گئی- چنانچہ انجیل مرقس باب ۱۶ آیت ۴ میں ہے- جب انہوں نے نگاہ کی تو اس پتھر کو ڈھلکایا ہوا پایا- ایسا ہی انجیل لوقا باب ۲۴- ورس ۲- اور متی باب ۲۸- ورس ۲- اور یوحنا باب ۲۰- ورس ا میں مضمون واحد ہے +

تیرہویں تدبیر یہ تھی کہ جب یہودیوں کو اس امر کی خبر ہوئی- اور انہوں نے شور مچایا کہ کوئی شاگرد اُس کو نکال کرلے گیا تو اس امر میں کوئی تحقیقات نہ کی گئی- اور نہ کوئی آدمی تلاش کرنے کے لئے متعین کئے گئے-

چودہویں تدبیر یہ کہ خود اللہ تعالےٰ نے اپنے پیارے رسول کے بچانے کے لئے ایک ایسی تقریب کردی کہ عظیم الشان طوفان باد برپا کر دیا جس سے تاریکی ہوگئی- ایک طرف یہ اندھیرا اور دوسری طرف باغ کے درختوں کی گنجانی جس سے دہواں دھار اور گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا گیا- دیکھو انجیل متی باب ۲۷ آیت ۴۵ جس میں لکھا ہے- تب چھٹویں گھنٹے سے لیکے نویں گھنٹے تک ساری سرزمین پر اندھیرا چھا گیا- اور انجیل مرقس باب ۱۵ ورس ۳۳ میں ہے- اور جب چھٹا گھنٹا ہوا اس ساری سرزمین پر اندھیرا چھا گیا- اور نویں گھنٹہ تک رہا- اور انجیل لوقا باب ۲۳- آیت ۴۴ میں ہے- اور چھٹویں گھنٹے کے قریب تھا کہ ساری زمین پر اندھیرا چھا گیا- اور نویں گھنٹہ تک رہا- اور سورج تاریک ہوگیا اور ہیکل کا پردہ بیچ سے پھٹ گیا +

پندرہویں وجہ یہ جو خود اللہ تعالےٰ نے مسیح کے بچاؤ کے لئے کی کہ اس کے صلیب پر کھینچے جانے کے بعد سخت زلزلہ برپا کیا- جس سے پہرہ والوں کے دل ہل گئے- اور وہ نہائت ہی خوف زدہ ہوئے دیکھو انجیل متی باب ۲۷- آیت ۵۱ جس میں صاف لکھا ہے- اور دیکھو ہیکل کا پردہ اوپر سے نیچے تک پھٹ گیا- اور زمین کانپی اور پتھر سرک گئے- اور قبریں کھل گئیں +

سولویں وجہ یہ ہے کہ صوبیدار اور دیگر پہرہ دار سب کے سب واقعات بالا کو دیکھ کر خوف زدہ ہوگئے اور ان کو مارے خوف کے اپنی فکر پڑگئی - دیکھو انجیل متی باب ۲۷ - آیت ۵۴ - جہاں لکھا ہے - جب صوبیدار اور جو اس کے ساتھ والوں نے جو یسوع کی نگہبانی کرتے تھے بھونچال اور سارا ماجرا دیکھا تو نہایت ڈر گئے ۔

یہ واقعات ہیں جن کو ایک عقلمند مدنظر رکھ کر اس نتیجہ تک پہنچسکتا ہے - کہ حضرت مسیح علیہ السلام اُس جانگاہ مصیبت سے بچگیا - یہ تدابیر کوئی سرسری اور معمولی تدابیر نہیں - بلکہ باور کرنے کے لئے قوی اور یقینی دلائل ہیں کہ مسیح صلیبی موت سے بچا لیا گیا - حاکم کی تدابیر الگ - خدا کی تدابیر الگ اور پھر اخیر کو صوبیدار اور پہرے والوں کا خوفناک واقعات کو دیکھ کر ایمان لانا - اور اسی بنا پر مسیح کی وفات کی رپورٹ کرنا - اور لاش کو بلا تحقیق و بلا معاینہ کسی ڈاکٹر کے مرید کے سپرد کر دینا - یہ ایسے راز ہیں جن پر معمولی سمجھ کا انسان بھی غور کرنے سے اس نتیجہ تک پہنچ جاتا ہے - کہ یہ ضرور اُس کے بچاؤ کے لئے عمدہ تدبیریں تھیں ۔

گیارہویں فصل

اس باب میں کہ واقعی مسیح علیہ السلام صلیب کی موت سے بچگئے تھے

اب ہم اس فصل میں دکھاتے ہیں کہ اس کے واقعی بچ جانے کیا ثبوت ہیں ۔

(۱) وہ مرا ہی نہیں تھا - بلکہ غشی آگئی تھی - جس کی تصدیق انجیل یوحنا باب ۱۹ - ورس ۳۴ سے ہوتی ہے - جس میں لکھا ہے - پھر سپاہیوں میں سے ایک نے بھالے سے اس کی پسلی چھیدی اور فی الفور اس سے لہو اور پانی نکلا - اب دیکھنا ہے کہ کبھی مردوں سے بھی خون اور پانی نکلتا ہے حالانکہ اُن کے کہنے کے بموجب اس کو مرے ہوئے بہت دیر ہو چکی تھی - کیونکہ اول دونوں چوروں کی ٹانگیں یکے بعد دیگرے توڑی گئیں - اور کس قدر وقت خرچ ہوا - اور پھر جب مسیح کو دیکھا تو مرا ہوا دکھلائی دیا اس وقت بھالا اس کی پسلی میں مارا گیا - تو خون اور پانی نکلا - جس سے صریح معلوم ہوتا ہے - کہ اس پر غشی طاری تھی - مرے ہوئے نہیں تھے ۔

اور یہ بات دور از قیاس بھی نہیں ہے - بلکہ قرین قیاس ہے - کیونکہ میخوں کا ہاتھ پاؤں میں لگنا اور ایک دو گھنٹہ تک صلیب پر لٹکا رہنا موت کا باعث نہیں ہو سکتا - ہم تاریخوں سے ثابت کرتے

ہیں کہ بہت لوگ صلیب پر چڑھائے ہوئے مرے نہیں۔ بلکہ بچ گئے۔ چنانچہ ہیروڈوٹس ایک رومی مورخ لکھتا ہے کہ ایک شخص سندوکیسی نامی بادشاہ دارا کے حکم سے صلیب پر چڑھایا گیا۔ اور پھر کسی وجہ سے اس کے بے قصور ثابت ہوئے یا گناہ معاف کرنے کی وجہ سے دوبارہ اسی کے حکم سے صلیب پر سے اتارا گیا۔ اور وہ زندہ تھا۔ اسیوقت رہا کر دیا گیا +

یوس بیس مورخ اپنی سوانح عمری میں لکھتا ہے۔ کہ ایک دفعہ طیطوس بادشاہ کے حکم سے بہت سے قیدی صلیب پر چڑھائے گئے۔ ان میں سے تین آدمی اس کے ملاقاتی تھے۔ اُس نے بادشاہ سے اُن کی سفارش کی۔ اور وُہ صلیب پر سے اتارے گئے۔ وہ زندہ تھے۔ پھر اُن کا ایک عرصہ تک علاج معالجہ کیا گیا۔ مگر بالآخر چند روز کے بعد دو آدمی مر گئے۔ اور ایک زندہ رہا اور وہ رہا کر دیا گیا بروئے حالات بالا پھر مسیح کی نسبت کیونکر گمان ہو سکتا ہے۔ کہ وہ اتنی جلدی مر گیا۔ حالانکہ ان کا زیادہ سے زیادہ تین گھنٹہ تک صلیب پر رہنا ثابت ہوتا ہے۔ اور بعض انجیل کے روسے صرف ایک یا دو گھنٹہ تک اور یہی وجہ ہے کہ پلاطوس جب اُس کو مسیح کے مرنے کی رپورٹ کی گئی۔ تو متعجب ہوا۔ دیکھو انجیل مرقس باب ۱۵۔ ورس ۴۴ جسمیں لکھا ہے اور پلاطوس نے متعجب ہو کر شبہ کیا کہ وہ ایسا جلد مر گیا +

۲۔ انجیل متی باب ۱۶۔ آیت ۲۸۔ میں ہے۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ ان میں سے جو یہاں کھڑے ہیں۔ بعضے ہیں کہ جب تک ابن آدم کو اپنی بادشاہت میں آتے نہ دیکھ لیں موت کا مزہ نہ چھکیں گے +

۳۔ انجیل مرقس باب ۹۔ آیت ۱ میں ہے۔ اُس نے انہیں کہا میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ کہ ان میں سے جو یہاں کھڑے ہیں بعضے ہیں کہ جب تک خدا کی بادشاہت قدرت سے آتی نہ دیکھیں موت کا مزہ نہ چکھینگے +

۴۔ انجیل لوقا باب ۹ ورس ۲۷ میں ہے۔ پھر میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ بعضے اُنمیں سے یہاں کھڑے ہیں۔ جو نہ مرینگے۔ جب تک خدا کی بادشاہت نہ دیکھیں +

ان آیات میں خدا کی بادشاہت سے مراد اللہ تعالیٰ کی حکومت ہے۔ یعنے میری نسبت اللہ تعالےٰ کا ارادہ یہ ہے کہ میں دکھ اُٹھاؤں جیسے انجیل متی باب ۱۶۔ آیت ۲۱ سے ظاہر ہے۔ جس میں لکھا ہے اُس وقت سے یسوع اپنے شاگردوں کو خبر دینے لگا۔ کہ ضرور ہے کہ میں یروشلم کو جاؤں۔ اور بزرگوں

اور سردار کاہنوں اور فقیہوں سے بہت دکھ اُٹھاؤں۔ اور مارا جاؤں۔ اور تیسرے دن جی اُٹھوں۔
آیاتِ متذکرہ بالا میں حضرت یسوع مسیح اپنے شاگردوں کو بتاتے ہیں کہ تم کو یقین رہے کہ یہ دکھ ضرور مجھکو اُٹھانا پڑیگا۔ لیکن خداتعالےٰ مجھے اپنے ہی زور حکومت اور قدرت سے بچالے گا۔ زمینی سلطنت بھی میرے لئے صلیب کا حکم دیدیگی۔ اور یہودی بھی اپنے زعم میں مجھے قتل کرڈالیں گے۔ گویا جہاں تک انسانی دخل ممکن ہو سکتا ہے۔ میرے مارے جانے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جائے گا۔ لیکن تمکو بطور پیشگوئی اطلاع کرتا ہوں کہ تم یہ نشان قدرت الہٰی ضرور دیکھوگے۔ اور تم اُس وقت زندہ رہوگے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اگر اس سے مرجانے کے بعد آنا مراد ہے تو یہ بات تو سراسر غلط ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ مسیح اب تک نہیں آیا اور یروشلم بھی تباہ و برباد ہو چکا۔ اور کوئی حواری بھی زندہ نہیں رہا۔ اس میں تو ایک نبی کی خلاف بیانی ماننی پڑے گی۔ لھٰذا اس سے مراد صرف یہی ہے کہ میں ضرور دکھ اُٹھانے کے بعد زندہ ہی تم سے ملوں گا۔ اور تم سب موجود ہوگے +

۵ انجیل متی باب ۲۷۔ آیت ۵۲ میں جو یہ عبارت ہے۔ اور قبریں کھل گئیں۔ اور بہت لاشیں پاک لوگوں کی جو آرام میں تھیں اُٹھیں اور اس کے اُٹھنے کے بعد قبروں سے نکل کر اور مقدس شہر میں جاکر بہتوں کو نظر آئیں۔ یہ ایک کشف ہے۔ ورنہ اس کا ثبوت کرنا عیسائیوں کو مشکل ہے۔ کیونکہ کوئی یہودی اس امر کی شہادت نہیں دیتا اور نہ کوئی یہودی اپنے بزرگوں کو جو قبروں سے نکل کر ان کے پاس آئے تھے پوچھکر ایمان لائے۔ اور نہ اُن کے دل نرم ہوئے کہ وہ انجیل کی پیروی کرنے لگے ہوں۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک کشف تھا۔ جو بعض لوگوں کو ہوا۔ اور چونکہ کشفی زبان کے لئے علم ادب کی لغت کام نہیں دے سکتی۔ بلکہ اس کے لئے ایک اور لغت ہے جو تاویل الاحادیث کے نام سے موسوم ہے۔ جس کی حقیقت مقدس لوگ کھول سکتے ہیں۔ جو اس زبان سے واقف ہوتے ہیں۔ لھٰذا ہم جب اس کے بغیر اُس فن کی لغت سے دیکھتے ہیں۔ تو اس کا مقصد حسب ذیل معلوم ہوتا ہے۔ من رای ان الموتیٰ وثبوا من قبورھم ورجعوا الی دورھم فانہ یطلق من فی السجن۔ دیکھو کتاب تعطیر الانام مصنفہ قطب الزمان شیخ عبد الغنی صاحب نابلسی صفحہ ۲۸۹۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ جو شخص دیکھے کہ مردے قبروں سے نکل آئے ہیں۔ اور اپنے گھروں کی طرف چلے گئے ہیں۔ تو اس کی تاویل یہ ہے۔ کہ کوئی قیدی اپنی قید سے رہائی پائیگا۔ پس اس کشف سے جو انجیل مذکورہ بالا میں ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ مسیح یہودیوں کے ہاتھ سے نجات پائے گا۔ اور صلیب پر مارا نہیں جائے گا

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۲۔ دوسرا راتوں رات قبر سے نکل جانا اور لاش کا قبر کے اندر نہ رہنا اس بات کی کافی دلیل ہے کہ وہ مرا نہیں تھا۔ دیکھو انجیل لوقا باب ۲۴ آیت الغایت ۳۔ جس میں لکھا ہے۔ اور وے اتوار کے دن بڑے تڑکے اُن خوشبوؤں کو جو طیار کی تھیں لیکے قبر پر آئیں۔ اور اُن کے ساتھ کئی اور بھی تھیں۔ اور انہوں نے پتھر کو قبر پر سے ڈھلکا یا ہوا پایا۔ اور اندر جا کے خداوند یسوع کی لاش نہ پائی۔ ایسا ہی باقی سب انجیلوں سے تصدیق ملتی ہے*

۳۔ تیسرا خود انجیل لوقا سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مرا ہی نہیں تھا۔ دیکھو انجیل لوقا باب ۲۴ آیت ۵۔ جس میں صریح لکھا ہے۔ جب وے ڈرتی اور اپنے سر زمین پر جھکاتی تھیں۔ انہوں نے ان سے کہا تم کیوں زندہ کو مردوں میں ڈھونڈتی ہو وہ یہاں نہیں۔ بلکہ اٹھا ہے۔ اس آیت سے صاف صاف معلوم ہو گیا کہ اس پر مردہ کا اطلاق ہی نہیں کیا گیا۔ اور بتایا گیا کہ وہ زندہ ہے۔ مردوں میں اس کو کیوں تلاش کیا جاتا ہے۔ اور یہ بھی بتایا گیا کہ وہ یہاں سے چلا گیا ہے۔

۴۔ چوتھا خود مسیح کا قول تھا کہ میری حالت یونس نبی کی طرح ہوگی۔ جس طرح وہ تین روز زندہ مچھلی کے پیٹ کے اندر رہا ایسا ہی میں بھی تین روز تک سخت مصیبت میں گرفتار رہوں گا۔ جس کی تصدیق انجیل متی باب ۱۲۔ آیت ۳۸۔ لغایت ۴۰ سے ہوتی ہے۔ جس میں لکھا ہے۔ تب بعضے فقیہوں اور فریسیوں نے جواب میں کہا کہ اے اُستاد ہم تجھ سے ایک نشان دیکھا چاہتے ہیں۔ اُس نے انہیں جواب دیا اور کہا کہ اس زمانہ کے بد اور حرامکار لوگ نشان ڈھونڈھتے ہیں پر یونس نبی کے نشان کے سوا کوئی نشان انہیں دکھایا نہ جائے گا۔ کیونکہ جیسا یونس تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہا۔ ویسا ہی ابن آدم تین رات دن زمین کے اندر رہے گا۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ حضرت یونس علیہ السلام زندہ ہی مچھلی کے پیٹ میں گئے تھے۔ اور زندہ ہی باہر آئے۔ پھر کیونکر یہ مانا جاتا ہے کہ مسیح تین روز مر کر قبر میں رہے۔ اور پھر زندہ ہو گئے۔ اور مزید براں مسیح نے اپنی نبوت اور صداقت کا ایک ہی نشان ٹھہرایا تھا۔ اور وہ یہ کہ وہ بھی تین روز کی مصیبت جھیل کر پھر بچ جائیگا۔ اگر اُس سے مرنا تھا تو وہ نشان ہی کیا ہوا۔ بلکہ یہ مسیح کے لئے عذاب ہوا۔ اور اُس سے اسکی نبوت کی تکذیب ثابت ہوتی ہے۔ جب نبی ہی نہ رہا تو نشان کیسا فائدہ دے سکتا ہے۔ یہ عجب بات ہے کہ نبی اپنی صداقت میں نشان دکھانے کا وعدہ کرے اور نشان دکھاتے دکھاتے مر جاوے۔ کچھ فیاس

میں نہیں آسکتا - پس اصل بات یہ ہے کہ وہ زندہ ہی صلیب سے اُتارا گیا - اور زندہ ہی قبر میں رکھا گیا - اور زندہ ہی نکالا گیا +

۵- انجیل متی باب ۲۳ - آیت ۳۵-۳۶ میں حضرت مسیح فرماتے ہیں - تاکہ سب راستباز ولی کا خون جو زمین پر بہایا گیا تم پر آوے - ہابل راستباز کے خون سے برخیاہ کے بیٹے ذکریاہ کے خون تک جسے تمنے ہیکل اور قربانگاہ کے درمیان قتل کیا - میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ یہ سب کچھ اس زمانہ کے لوگوں پر آوے گا +

ان آیات سے واضح ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے صاف تحدید کردی ہے کہ یہودیوں نے جس قدر نبیوں کے خون کئے ان کا سلسلہ ذکریا نبی تک ختم ہوتا ہے - اور اس کے بعد یہودی کسی نبی کے قتل کی طاقت وقدرت نہیں پائینگے اس سے صفائی کے ساتھ نکلا کہ مسیح صلیب پر ہرگز قتل نہیں ہوگا +

۶- چھٹا ثبوت اس کے زندہ رہنے کا یہ ہے کہ خدا کے فرشتہ نے خبردی کہ وہ جلیل کی طرف جاتا ہے - وہاں جاکر ملو - دیکھو انجیل متی باب ۲۸ - ورس ۷ - جس میں لکھا ہے - اور جلد جاکے اس کے شاگردوں سے کہو کہ وہ مردوں میں سے جی اُٹھا ہے - اور دیکھو وہ تمہارے آگے جلیل کو جاتا ہے - وہاں تم اُسے دیکھو گے - اس آیت سے صریح ثابت ہوا کہ وہ آسمان پر نہیں گیا - بلکہ وہ اپنے اس جسم کے ساتھ جلیل کو جاتا ہے - تاکہ دشمن پھر پکڑ نہ لیں - اور انجیل مرقس باب ۱۶ - ورس ۷ سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے +

۷- ساتواں ثبوت اس کی زندگی کا یہ ہے کہ وہ مریم مگدلینی اور دوسری عورتوں کو اسی پتہ پر جو فرشتہ نے بتایا تھا مسیح مل گیا - چنانچہ دیکھو انجیل متی باب ۲۸ - آیت ۹ - جہاں لکھا ہے جب وے اُس کے شاگردوں کو خبر دینے جاتی تھیں - دیکھو یسوع انہیں ملا اور کہا سلام +

۸- آٹھویں وجہ اس کی حیات کی یہ ہے کہ برسر موقع قبر دو شخصوں نے اس کو قبر سے نکلتے ہوئے اور جلیل کی طرف جاتے ہوئے دیکھا - دیکھو انجیل لوقا باب ۲۴ - ورس ۴ - جس میں لکھا ہے اور ایسا ہی ہوا - کہ جب وہ حیران تھیں دیکھو دو شخص چھماتی پوشاک پہنے ہوئے ان کے پاس کھڑے تھے - جب وے ڈرتی اور اپنے سر زمین پر جھکاتی تھیں - انہوں نے ان سے کہا تم کیوں زندہ کو مردوں میں ڈھونڈتی ہو - وہ یہاں نہیں ہے - بلکہ اٹھا ہے +

۹- یہ کہ خود مسیح نے اس جسم عنصری کے ساتھ مریم مگدلینی وغیرہ سے کلام کی اور کلام بھی انسانی زبان میں جیسے انجیل متی باب ۲۸- ورس ۱۰- میں ہے۔ تب یسوع نے انہیں کہا مت ڈرو۔ پر جاکے میرے بھائیوں سے کہو کہ جلیل کو جاویں وہاں مجھے دیکھیں گے۔ اور انجیل مرقس باب ۱۶- ورس ۹ اور انجیل یوحنا باب ۲۱- ورس ۱۶ سے بھی اس بیان بالا کی تصدیق ہوتی ہے +

۱۰- یہ کہ پہرہ والوں نے بھی گواہی دی کہ مسیح قبر سے چلا گیا۔ دیکھو انجیل متی باب ۲۸- ورس ۱۱ جس میں ہے۔ جب وے چلی جاتی تھیں۔ دیکھو پہرے والوں میں سے کتنوں نے شہر میں آکر سب کچھ جو ہوا تھا سردار کاہنوں سے بیان کیا +

۱۱- یہ کہ مریم مگدلینی نے حواریوں کے پاس ذکر کیا کہ مسیح زندہ ہے مرا نہیں۔ چنانچہ انجیل مرقس باب ۱۶- ورس ۱۱ میں لکھا ہے۔ وے یہ سُنکے کہ وہ جیتا ہے۔ اور اُسے دکھائی دیا یقین نہ لائے

۱۲- یہ کہ انجیل لوقا سے ظاہر ہے کہ اسی روز جب مسیح قبر سے نکل کر جلیل کی طرف بھاگا۔ تو دو راہگیروں سے اس کی ملاقات ہوئی۔ چنانچہ انجیل لوقا باب ۲۴- ورس ۱۳ و ۱۴ میں ہے۔ اور دیکھو اسی دن اُن میں سے دو آدمی اُس بستی کی طرف جس کا نام اماؤس اور یروشلم سے پونے چار کوس کے فاصلہ پر ہے جاتے تھے۔ اور اُن سب باتوں کی بابت جو واضح ہوئی تھیں آپس میں بات چیت کرتے تھے۔ اور ایسا ہوا کہ جب وے بات چیت اور پوچھ پاچھ کر رہے تھے۔ یسوع آپ ہی نزدیک آکے اُن کے ساتھ ہو لیا +

۱۳- یہ کہ اس دن اتوار کے روز شام کے وقت اپنے سارے شاگردوں سے ملا۔ دیکھو انجیل یوحنا باب ۲۰- ورس ۱۹ جس میں لکھا ہے۔ پھر اُسی دن جو ہفتہ کا پہلا دن تھا شام کے وقت جب اُس جگہ کے دروازہ جہاں سب شاگرد جمع ہوئے تھے۔ یہودیوں کے ڈر سے بند تھے۔ یسوع آیا اور بیچ میں کھڑا ہوا۔ اور انہیں کہا تم پر سلام +

۱۴- یہ کہ قلیوپس نامی نے عورتوں کی زبانی بیان کیا کہ مسیح زندہ ہے۔ چنانچہ انجیل لوقا باب ۲۴- ورس ۲۲ و ۲۳ میں یوں لکھا ہے۔ اور ہم میں سے کئی عورتوں نے بھی ہم کو گھبرا رکھا ہے کہ تڑکے اُس کی قبر پر گئیں۔ اور اس کی لاش کو نہ پاکر آئیں۔ اور بولیں کہ ہم نے فرشتوں کی رویت دیکھی۔ جنہوں نے کہا کہ وہ زندہ ہے +

۱۵- یہ کہ یسوع نے روٹی کھائی۔ اگر وہ مع الجسد عنصری نہیں تھا۔ بلکہ صرف روح تھی تو روٹی

کھانا کیا معنے - دیکھو انجیل لوقا باب ۲۴ - ورس ۳۰ جسمیں لکھا ہے - اور ایسا ہوا کہ جب وہ ان کے ساتھ کھانے بیٹھا تھا - روٹی لیکر اسے تبرک کیا +

۱۶ - یہ کہ مسیح نے خود اپنے سارے حواریوں کے ساتھ اقرار کیا کہ میں روح نہیں بلکہ میں تمہارا استاد ہی ہوں - اور اپنے زخم اور جسم دکھا کر کہا کہ دیکھو کبھی روح میں ہڈی اور جسم بھی ہوتا ہے - دیکھو انجیل لوقا باب ۲۴ - ورس ۳۶ لغایت ۴۰ جسمیں لکھا ہے - اور وے یہ باتیں کہہ رہے تھے کہ یسوع آپ ان کے بیچ میں کھڑا ہوا - اور ان سے کہا تمہیں سلام - پھر انہوں نے گھبرا کے اور ڈر کے خیال کیا کہ کسی روح کو دیکھتے ہیں - مگر اُس نے اُن سے کہا کہ تم کیوں گھبراہٹ میں ہو - اور کاہے کو تمہارے دلوں میں اندیشہ پیدا ہوتا ہے - میرے ہاتھ پاؤں کو دیکھو کہ میں ہی ہوں اور مجھے چھوؤ اور دیکھو - کیونکہ روح کو جسم اور ہڈی نہیں جیسے مجھ میں دیکھتے ہو - اور یہ کہہ کے انہیں اپنے ہاتھ پاؤں دکھلائے - اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح ہرگز صلیب پر نہیں مرے تھے - ہاں صلیب پر چڑھائے گئے اور زخم کھائے - جو اُس نے شاگردوں کو دکھلائے اور ولکن شبہ لھم کی پوری تصدیق ہوگئی - کیونکہ وہ شبیہ بالمقتول و مصلوب ہوئے تھے -

۱۷ - یہ کہ ان کے اور شکوک رفع کرنے کے لئے خود مسیح نے کھانے کی چیز اُن سے طلب کی اور انہوں نے مچھلی بھونکر دی - جو مسیح نے اُنکے سامنے کھائی - دیکھو انجیل لوقا باب ۲۴ - ورس ۴۱ لغایت ۴۳ - جن میں لکھا ہے - اور جب وے مارے خوشی کے اعتبار نہیں کرتے تھے - اور متعجب تھے اُس نے ان سے کہا کہ کیا یہاں تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے - تب انہوں نے بھونی ہوئی مچھلی کا ایک ٹکڑا اور شہد کا ایک چھتا اُس کو دیا - اُس نے لیکے اُن کے سامنے کھایا - اور انجیل یوحنا باب ۲۱ - ورس ۱۳ سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے +

۱۸ - یہ کہ تھوما جو ایک حواری تھا - وہ دوسرے حواریوں کی شہادت پر کہ مسیح زندہ ہے یقین نہیں لاتا تھا - اور کہتا تھا کہ جب تک میں آنکھوں سے کیلوں کے نشان دیکھ نہ لوں میں کبھی بھی تسلیم نہیں کروں گا - چنانچہ انجیل یوحنا باب ۲۰ - ورس ۲۶ - لغایت ۲۷ میں لکھا ہے - آٹھ روز کے بعد جب اُس کے شاگرد پھر مکان کے اندر تھے - اور تھوما اُن کے ساتھ تھا تو دروازہ بند ہوتے ہوئے یسوع آیا - اور بیچ میں کھڑا ہو کے بولا تم پر سلام - پھر اُس نے تھوما کو کہا کہ اپنی انگلی پاس لا اور میرے ہاتھوں کو دیکھ - اور اپنا ہاتھ پاس لا - اور اُسے میرے پہلو میں ڈال اور بے ایمان مت ہو - اس آیت

سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح نے تھوما کو اس بات پر کہ وہ مسیح کو مقتول بالصلیب سمجھتا تھا
کہا کہ دیکھ میں تو نہیں مرا پھر تو کیوں بے ایمان ہوتا ہے۔ اور مجھے مقتول بالصلیب مانتا ہے۔

۱۹ - یہ کہ پھر اس کے بعد یسوع کو اس کے شاگردوں نے دریائے تبریاس کے کنارے پر دیکھا جبکہ وہ مچھلیاں پکڑ رہے تھے۔ دیکھو۔ انجیل یوحنا باب ۲۱۔ ورس ۴ و ۵ جنمیں لکھا ہے۔ اور جب صبح ہوئی تو یسوع کنارے پر کھڑا تھا۔ لیکن شاگردوں نے نہ جانا کہ وہ یسوع ہے۔ تب یسوع نے انہیں کہا کہ اے لڑکو کیا تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے +

۲۰ - یہ کہ توریت میں پیشگوئی کی گئی تھی کہ یسوع صلیب پر نہیں مرے گا۔ جس کی تصدیق باب ۵۳ سے یوں ہوتی ہے۔ اور اس کی بقائے عمر کی جو بات ہے۔ سو کون سفر کرے جائے گا۔ کیونکہ وہ قبائل کی سرزمین (یعنے ارض مقدسہ) سے علیحدہ کیا گیا ہے +

پھر دوسری جگہ ہے۔ جبکہ تو گناہ کے بدلے میں اسکی جان کو دے گا (تو وہ بچ جائیگا) اور حسب اولاد ہوگا۔ اس کی عمر لمبی کی جائے گا۔ وہ اپنی جان کی نہائت سخت تکلیف دیکھے گا۔ (یعنے صلیب پر بیہوشی اس کو ہوگی) پر وہ پوری عمر پائے گا +

علاوہ ثبوت انجیل احادیث سے بھی ثابت ہے۔ کہ مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے چنانچہ احادیث ذیل سے واضح ہے +

(۱) ما توفی اللہ عزوجل نبیا قط حیث یقبض روحہ الا دفن حیث یقبض روحہ۔ رواہ ابن سعد عن ابی ملیکۃ مرسلا

ابن سعد نے ابی ملیکہ سے مرسلا روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے جب کسی نبی کو وفات دی تو وہ اس جگہ دفن کیا گیا جہاں اسکی روح قبض کی گئی۔ دیکھو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۱۹۔

(۲) ما قبض اللہ تعالےٰ نبیا الا فی موضع الذی یحب ان یدفن فیہ رواہ الترمذی عن ابی بکرہ

ترمذی نے حضرت ابوبکر سے روائت کی ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے کسی نبی کو قبض نہیں کیا۔ مگر اسی جگہ میں جہاں وہ دفن ہونا پسند کرتا ہے۔ دیکھو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۱۹۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ مسیح تو ایلی ایلی لما سبقتنی پکارتا ہے۔ تو وہ موت کو پسند نہیں کرتا۔ چہ جائے کہ وہ کسی قبر کی خواہش کرتا +

(۳) لم یقبر نبیا الا حیث یموت رواہ احمد عن ابی بکر یعنے احمد بن حنبل حضرت ابوبکر سے روائت

بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ کسی نبی کی قبر بجز اُس جگہ کے جہاں وہ فوت ہوا اور کہیں نہیں بنائی گئی۔ دیکھو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۱۹۔

ان تمام احادیث سے واضح ہے کہ ہر نبی کی قبر اسی جگہ بنائی گئی جہاں وہ فوت ہوا۔ لیکن ظاہر ہے کہ حضرت مسیح اگر صلیب پر مر گئے تھے۔ تو انکی قبر اسی صلیب کی جگہ بنائی جاتی لیکن انجیل و تواریخ کے واقعوں سے ظاہر ہے کہ اُسی جگہ اُن کی قبر نہیں بنائی گئی۔ بلکہ ایک اور جگہ پہلے ہی سے قبر موجود تھی۔ جہاں وہ رکھے گئے تھے۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح صلیب پر مرے نہیں تھے۔ بلکہ زندہ اتارے گئے۔ اور زندہ ہی قبر میں رکھے گئے جہاں وہ بچکر دوسرے ممالک میں چلے گئے۔

علامہ ابو العباس احمد بن یوسف دمشقی اپنی تاریخ اخبار الدول میں لکھتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنی والدہ کی تجہیز و تکفین خود کی تھی۔ چنانچہ وہ عبارت حسب ذیل ہے۔

وذکر ابو اللیث سمرقندی فی تنبیہ الغافلین ان مریم ماتت قبل ان یرفع عیسیٰ علیہ السلام وان عیسیٰ تولی دفنہا بنفسہ یعنے ابو اللیث سمرقندی نے تنبیہ الغافلین نام کتاب میں ذکر کیا ہے۔ کہ مریم حضرت عیسیٰ السلام کے رفع سے پہلے فوت ہوئیں۔ اور خود عیسیٰ السلام نے ان کو دفن کیا۔ اب ظاہر ہے کہ اس امر پر یہود و نصاریٰ و اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ واقعہ صلیب کے بعد حضرت مریم مدت تک زندہ رہیں۔ یعنے کامل سات سال تک۔ اور جب خود مسیح علیہ السلام نے ان کی تجہیز و تکفین کی تو وقت صلیب نہ صلیب پر مرے اور نہ آسمان پر گئے۔ دیکھو تاریخ مذکور جلد اول صفحہ ۱۶۰۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مریم واقعہ صلیب کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ممالک مشرقیہ آئیں۔ کیونکہ ان کی قبر بھی ارض مقدسہ میں نہیں بلکہ اس خیال سے بعض فرقہ عیسائیاں کہتے ہیں کہ مریم بھی آسمان پر زندہ چلی گئیں۔ سچ ہے کہ جو شخص ان کی نظروں سے غائب ہوا تو انہوں نے سب کھٹکوں سے بچنے کے لئے آسمان پر جانا تسلیم کر لیا۔

اگر یہاں پر کوئی یہ اعتراض کرے کہ وہ قبر یوسف ارمیتا نے مسیح کی لاش کے لئے تجویز کی تھی وہ اصل میں مسیح کی لاش نہ تھی۔ بلکہ ایک دوسرے شخص کی لاش تھی۔ جو مسیح کی صورت میں بدل گیا تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر وہ مسیح نہیں تھا۔ بلکہ کوئی دوسرا شخص تھا تو پھر ایک امیر یوسف آرمیتا جو ایک دور و دراز مقام سے آیا تھا۔ اور ایک بڑا مالدار آدمی تھا۔ کیوں اتنی تکلیف گوارا کرتا۔ اور پھر مریم مگدلینی وغیرہ عورات جو مسیح کی وفات کی خبر سنکر اُن کی لاش کو دیکھنے کے لئے آئی تھیں کیوں روتی تھیں۔

اور پھر اگر وہ مسیح نہیں تھا تو کیوں اپنے شاگردوں کو میخوں کے زخم دکھلائے۔ اور پھر اگر وہ مسیح نہیں تھا۔ بلکہ دوسرا شخص تھا تو کیوں حاضرین کے سامنے صلیب پر چڑھنے والے شخص نے اصل حقیقت کا انکشاف نہ کیا۔ کیونکہ اگر وہ مسیح کا خیر خواہ اور حواری تھا۔ تو اس کو اب کیا غم تھا۔ جبکہ وہ دیکھ چکا تھا کہ مسیح تو آسمان پر اس کی آنکھوں کے سامنے اُڑ گیا۔ اور اگر وہ دشمن تھا۔ تو بھی اپنی بریت کے لئے اس کو لازمی تھا کہ وہ چیختا اور چلاتا اور دوہائی دیتا۔ کہ میں یسوع نہیں وہ تو دیکھو جھٹ پھاڑ کر آسمان پر چلا گیا۔ میں تو فلاں شخص ہوں۔ مگر اس نے ہرگز اس بات کا اظہار تک نہیں کیا۔ اور پھر سب سے بڑھ کر یہ بات قابل غور ہے کہ جب وہ صلیب پر کھینچا گیا تو کیوں یہودیوں نے کہا کہ اگر تو یہودیوں کا بادشاہ ہے۔ تو تو ہمارے سامنے اُتر کر آجائے۔ اور اس طرح ہم کو معجزہ دکھلا۔ اور اگر یہ خیال ہو کہ یہودیوں کو دھوکہ لگا۔ وہ دوسرا شخص تھا۔ مسیح نہیں تھا۔ تو پھر اسوقت اس شخص کو کیا عذر تھا کہ نہ کہا کہ بھائیو میں تو مسیح نہیں ہوں کیونکہ مسیح نے تو معجزہ دکھلا دیا کہ وہ تو آسمان پر چلا گیا۔ اور تم ایک ایسے شخص کو جو بالکل بے قصور ہے صلیب دے رہے ہو۔

۱۔ کتاب سوپر نیچرل ریلیجن کے صفحہ ۵۲۲ میں جو انگریزی میں ہے ہم اس کا ترجمہ لکھتے ہیں۔ جو حسب ذیل ہے

پہلی تفسیر جو بعض لائق محققین نے کی ہے وہ یہ ہے کہ یسوع دراصل صلیب پر نہیں مرا۔ بلکہ صلیب سے زندہ اُتار گیا اور اس کو اپنے دوستوں کے حوالہ کیا گیا۔ اور وہ آخر بچ نکلا۔ اسی عقیدہ کی تائید میں یہ دلایل ہیں کہ اناجیل کے بیان کے مطابق یسوع تین یا چھ گھنٹہ رہکر فوت ہو گیا تھا لیکن صلیب پر ایسی جلدی کی موت کبھی پہلے واقع نہیں ہوئی تھی۔ یہ بھی تسلیم کیا جاتا ہے۔ کہ صرف انکے ہاتھوں پر میخیں ماری گئیں تھیں۔ اور پاؤں پر میخیں نہیں لگائی گئی تھیں۔ پس ظاہرا موت جو واقع ہوئی وہ ایک سخت بیہوشی تھی۔ جو کہ چھ گھنٹہ کے جسمانی اور دماغی صدموں کے بعد اس کے جسم پر پڑی کیونکہ گذشتہ شب بھی متواتر تکلیف اور تھکاوٹ میں گذری تھی۔ جب اسے کافی صحت پھر حاصل ہو گئی۔ تو اپنے حواریوں کو پھر یقین دلانے کے واسطے کئی دفعہ ملا۔ لیکن یہودیوں کے سبب نہایت احتیاط کی جاتی تھی۔ حواریوں نے اس وقت یہ سمجھا کہ یہ مر کر زندہ ہوا ہے۔ اور چونکہ موت کیسی بیہوشی تک پہنچکر وہ پھر بحال ہوا۔ اس واسطے ممکن ہے کہ اُس نے آپ بھی دراصل یہی سمجھا ہو کہ میں مر کر پھر زندہ ہوا ہوں اب جب اُستاد نے دیکھا کہ اس موت نے میرے کام کی تکمیل کر دی ہے تو وہ پھر کسی ناقابل حصول

اور نامعلوم تنہائی کی جگہ میں چلا گیا۔ اور مفقود الخبر ہو گیا +

۲۔ اُسی کتاب میں ایک اور شخص گفرور کا بیان ہے۔ جو حسب ذیل ہے +

گفرور جس نے سینٹ وڈ کے اس مسئلہ کی نہایت قابلیت کے ساتھ تائید کی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ یہود کے حکام کے درمیان یسوع کے مرید تھے۔ جو اُس کو علانیہ مخالفت سے تو بچا نہیں سکتے تھے تاہم ان کو اُمید تھی کہ ہم اس کو مرنے سے بچالیں گے۔ یوسف ایک دولتمند آدمی تھا اور اُسے مسیح کے بچانے کے وسایل بھی مل گئے تھے۔ نئی قبر بھی اس مقام صلیب کے قریب ہی اُس نے طیار کرائی تھی۔ اور مسیح کے جسم کو بھی پلاطوس سے مانگ لیا تھا +

۳۔ کتاب ماڈرن ووٹ اینڈ کرسچن بیلیف صفحہ ۴۵۵-۴۵۷ پر انگریزی میں یوں لکھا ہے۔ جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے +

شلیخر میخر اور نیز قدیم محققین کا یہ مذہب تھا کہ یسوع صلیب پر نہیں مرا۔ بلکہ ایک ظاہرا موت کی سی حالت ہو گئی تھی۔ اور قبر سے نکلنے کے بعد کچھ مدت تک اپنے حواریوں کے ساتھ پھرتا رہا۔ اور پھر دوسری یعنے اصلی موت کے واسطے کسی علیحدگی کے مقام کی طرف روانہ ہو گیا +

۴۔ ڈی ایف سٹراس صاحب کی نیو لایف آف جیزز جلد ا صفحہ ۴۱۰ میں یوں لکھا ہے۔ جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:۔

اگرچہ صلیب کے وقت ہاتھ اور پاؤں دونوں پر میخیں ماری جائیں۔ پھر بھی بہت تھوڑا خون انسان کے بدن سے نکلتا ہے۔ اسواسطے صلیب پر لوگ رفتہ رفتہ اعضاء پر زور پڑنے کے سبب تشنج میں گرفتار ہو کر یا بھوک سے تنگ آکر مرجاتے ہیں۔ پس اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ قریب ۶ گھنٹہ صلیب پر رہنے کے بعد یسوع جب اُتارا گیا تو وہ مرا ہوا تھا۔ تب بھی نہایت ہی اغلب بات یہ ہے کہ وہ صرف ایک موت کی سی بیہوشی تھی۔ اور جب شفا دینے والی مرہمیں اور نہایت ہی خوشبودار دوائیاں مل کر اسے غار کی ٹھنڈی جگہ میں رکھا گیا تو اسکی بیہوشی دور ہوئی +

ان تمام واقعات سے ثابت ہے کہ مسیح صلیب پر تو چڑھایا گیا۔ لیکن وہ وہاں مرا نہیں۔ بلکہ اللہ تعالے نے اس کے بچاؤ کے بہت سے سامان مہیا کر دیے تھے۔ جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ اور پھر وہ اس وقوعہ کے بعد زندہ رہے۔ اور اپنے شاگردوں سے ملتے اور ان کے ساتھ کھانا کھاتے رہے۔ یہ تو وہ شہادتیں ہیں جو خود عیسائیوں کی مقدس اور معتمد علیہ کتابوں سے دیگئی ہیں جس

سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔

بارہویں فصل

اس باب میں کہ ولکن شبہ لہم کا مصداق کون ہے آیا مسیح علیہ السلام یا کوئی اور

واضح ہو کہ اکثر تفاسیر میں لکھا ہے کہ ایک شخص یہودا نامی حضرت مسیح کو پکڑوانے کے لئے یہودیوں کو ہمراہ لیکر اس مکان میں جس میں حضرت مسیح علیہ السلام تھے گیا۔ اور خود جب اندر داخل ہوا تو مسیح علیہ السلام تو چھت کے راستہ سے جو اُنکے لئے پھٹ گئی تھی۔ باہر نکلکر آسمان پر اُڑ گئے اور یہودا کی صورت بگڑ کر حضرت مسیح علیہ السلام کی صورت بن گئی ۔جب لوگ پکڑنے کے لئے داخل ہوئے تو اس کو مسیح سمجھ کر پکڑ لیا۔ اور جا کر صلیب دیدی۔ یہ قصہ ہے جو اکثر تفاسیر میں پایا جاتا ہے۔ لیکن اس قصہ کی کوئی اصل ثابت نہیں ہوتی۔ جہاں تک تحقیقات کی گئی۔ کہیں بھی ثبوت نہیں ملا۔ کہ اس قصہ کی بنیاد کیا ہے۔ نہ تو کسی حدیث صحیح سے اسکا پتہ چلتا ہے۔ اور نہ کسی صحابی یا تابعین کی مستند روایت سے یہ ایک بالکل لغو اور بیہودہ قصہ ہے۔ جس کی تصدیق نہ عقل سلیم کر سکتی ہے۔ اور نہ نقل قدیم۔ یہود اور نصاریٰ جو باہم ایکدوسرے سے ایسے مخالف ہیں کہ جنکی دشمنی اور کینہ وری کی کوئی حد مقرر نہیں ہو سکتی۔ وہ دونو اس بات پر متفق ہیں۔ کہ مسیح ناصری کو پکڑا گیا۔ اور اس کو صلیب پر چڑھایا گیا۔ اور اسی کو زخم لگے اور وہی مجروح اپنے حواریوں سے ملتا رہا۔ اور تبلیغ کی سخت تاکیدیں کرتا رہا اب ان دو باہم مخالف قوموں کے تواتر کو کون توڑ سکتا ہے۔ اور تواریخی ثبوت کا کون انکار کر سکتا ہے۔ اسطرح تو دنیا بھر کے کل علوم سے دست برداری کرنی پڑے گی اور پھر ان مسلمانوں کو سخت مشکل پیش آئے گی۔ اگر قومی تواتر کوئی چیز نہیں تو پھر اسلام کی ایک بات بھی قابل اعتماد نہیں رہ سکتی۔ یہی قومی تواتر ہی تو ہے۔ جس سے قرآن شریف اور احادیث اور اقوال آئمہ مجتہدین مانے اور واجب العمل قرار دیئے جاتے ہیں۔ اگر اس قومی تواتر کو نہ مانا جائے تو پھر ایک چیز بھی ہمارے ہاتھ اس قابل نہیں جس کو محفوظ اور مصئون تسلیم کر سکیں۔ لھذا قومی تواتر ایک ایسا امر ہے جس کے ماننے میں کسی کو چارہ نہیں۔ اور ہم پچھلے فصلوں میں بخوبی ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام ہی پکڑے گئے اور وہی مصلوب ہوئے۔ مگر صلیب کی پوری شرائط ان پر نافذ نہیں ہوئیں۔ کیونکہ وہ تین روز تک ہی صلیب پر لٹکے نہیں رہے۔ بلکہ تین گھنٹے سے

زیادہ ثبوت نہیں ملتا کہ وہ اُس پر رہے ہوں - اور نہ انکی ہڈیاں توڑی گئیں - اور نہ اُنکی ٹانگوں پر میخیں لگائی گئیں - چونکہ اکثر مسلمان خاصکر بعض مولوی نہیں جانتے کہ صلیب کیا چیز ہوتی ہے لہذا ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ بتا دیں کہ صلیب کی کیا صورت ہوتی ہے - سو واضح ہو کہ دو لکڑیوں سے بنتی ہے - ایک لکڑی تو آدم قد رہتی ہے - اور دوسری لکڑی ہاتھوں کے پھیلاؤ کے برابر ہوتی ہے - جو چھاتی کے متوازی اس پہلی لکڑی پر چسپاں کیجاتی ہے - اور اس لکڑی پر دو لوہا بذریعہ میخ آہنی گاڑ دیئے جاتے - اور اول الذکر لکڑی پر انسان کا قامت لٹکا دیا جاتا ہے - اور پاؤں میں میخیں لگا کر انسان کو اس پر چسپاں کر دیا جاتا اور اس طرح تین روز تک بھوکا پیاسہ رکھا جاتا - اُس کے بعد ہڈیاں توڑی جاتیں - اور پھر اُتار کر دفن کر دیا جاتا ہے - صلیب کی شکل یوں ہوتی ہے

اس کارروائی سے صاف عیاں ہے کہ مسیح کے ساتھ اس قسم کا برتاؤ نہیں کیا گیا - صلیب پر لٹکائے بھی گئے - اور میخیں صرف ہاتھوں کو لگائی گئیں - پاؤں کو نہیں - اور ایک دو گھنٹہ سے زیادہ وہاں نہیں رکھا گیا - اور نہ ہی ہڈیاں توڑی گئیں - جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کالمصلوب ہوا مگر اصلی معنوں میں مصلوب نہیں ہوا - اور قرآن شریف سے بھی ایسا ظاہر ہے - جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم یعنے صلیبی قتل واقعہ نہیں ہوئی - ہاں وہ مشابہ بالمصلوب ہوا - بعض مفسر اپنی قلت تدبر سے اس جملہ سے یعنے ولکن شبہ لھم سے نکالتے ہیں کہ ایک اور آدمی مسیح علیہ السلام کی شبیہ بن گیا - حالانکہ یہ امر بالبداہت غلط ہے - کیونکہ شبہ لھم میں مفعول مالم یسم فاعلہ ضمیر واحد غائب مستتر ہے - جو مسیح کی طرف راجع ہے - جو آیت انا قتلنا المسیح عیسے ابن مریم میں ہے - لیکن نحو کے کسی قاعدہ میں ایسا ثابت نہیں ہوتا کہ جس انسان کا نہ فاعل نہ مفعول اور نہ کسی اور صورت میں عبارت میں مذکور ہو - اس کا ضمیر خود بخود پیدا ہو جائے - اگر یہ بات تسلیم کیجائے تو پھر اسطرح تو تمام قرآن شریف غیر محفوظ ہو سکتا ہے - کیونکہ ہر شخص مجاز ہوگا کہ جس طرح چاہے اپنی طرف سے ضمیریں ذہن میں رکھ کر اصل مقصد قرآن شریف سے منحرف کر دے - پس یہ خیال بالکل غلط ہے - دیکھنا تو یہ ہے کہ شبہ کے معنے کیا بنتے ہیں - سو ہمارے نزدیک شبہ کے معنے یوں حل ہو سکتے ہیں کہ سوال کیا جاوے کہ کون شبیہ کیا گیا - تو اس کا جواب بجز اس کے اور کیا ہے کہ وہی شبیہ کیا گیا - جس کا ذکر اوپر آیت میں ہے - اور ظاہر ہے کہ اوپر کی آیت میں مسیح کا ذکر ہوتا چلا آتا ہے - دیکھو آیت وقولھم انا قتلنا المسیح عیسے ابن مریم رسول اللہ وما قتلوہ

وما صلبوہ ولکن شبہ لہم پس ظاہر ہے کہ مسیح اور اسکی قتل کا ذکر ہے۔ اللہ تعالےٰ یہود کے جواب میں کہتا ہے کہ انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا۔ اور نہ صلیب پر مارا۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ وہ شبیہ بالمصلوب ہوا۔ تم دیکھتے ہو جملہ متذکرہ بالا میں لفظ عیسےٰ مسیح موجود ہے۔ اور وہ اسم ذات ہے۔ اور پھر قتل اور صلیب کا بھی لفظ ہے جو بالکل قریب ہے۔ لھذا شبیہ ہونیوالا مسیح ہے نہ کوئی اور شخص جس کا اس آیت میں کسی طرح پر بھی ذکر نہیں اور دوسری بات کہ وہ کس چیز سے شبیہ ہوا ہو واضح ہے کہ وہ قتل اور صلیب سے شبیہ ہوا۔ یعنے مقتول اور مصلوب تو اپنے حقیقی معنوں میں نہیں ہوا۔ ہاں کالمقتول اور کالمصلوب تو ضرور ہوا۔ لکن کا حرف استدراک کے لئے آتا ہے۔ جس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ جو وہم یا تردد کلام سابق میں ناظرین کو پیدا ہو جائے تو اس کے دفع کے لئے آتا ہے۔ چنانچہ قاموس میں لکھا ہے لکن ساکنۃ النون۔ فھی حرف ابتدائیہ لافادۃ الاستدراک ولیست عاطفۃ یعنے حرف لکن جسکا نون ساکن ہوتا ہے۔ وہ ایک حرف ہے جو استدراک کا فایدہ دینے کے لئے ہی آتا ہے۔ جب ہم کلام سابق میں غور کرتے ہیں۔ تو بجز اس کے اور کوئی وہم اور تردد ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت مسیح ضرور صلیب پر قتل کئے گئے۔ اور دونو یہود اور نصاریٰ کا اسی پر اتفاق ہے۔ لھذا اس وہم کے دفعیہ کے لئے وما قتلوہ وما صلبوہ کا جملہ نازل ہوا۔ جس سے ایک وہم اور پیدا ہوا کہ جب قتل اور صلیب واقع نہیں ہوئی تو پھر کیا ہوا۔ اس پر ولکن شبہ لھم میں جو لکن آیا ہے اسنے اس وہم کا یوں دفعیہ کر دیا کہ وہ شبیہ یا مشابہ قتل بالصلیب ہوا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ بعض مفسرین نے وما صلبوہ سے غلطی کھائی ہے۔ انہوں نے صلیب کے معنے صرف یہ سمجھ لئے کہ صلیب پر لٹکایا جانا ہی مراد ہوتی ہے۔ اگر قرآن شریف کے دیگر مقامات پر غور کرتے تو ان کو اس کے معنے حل ہو جاتے۔ اور کبھی ایسی غلطی کے مرتکب نہ ہوتے۔ اب ہم قرآن شریف سے چند مثالیں بیان کرتے ہیں۔ جس سے واضح ہو جائے گا کہ صلیب پر چڑھا کر میخوں کا لگانا۔ اور پھر ہڈی توڑ کر یا پیٹ چاک کرنا ان سے مراد ہوتی ہے فرعون کہتا ہے لاصلبنکم اجمعین۔ دیکھو قرآن شریف پارہ ۹ سورۃ الاعراف ۱۲۶ یعنے میں تم سب کو صلیب دوں گا۔ اور یہی وجہ ہے کہ فرعون کو ذی الاوتاد کہا گیا ہے۔ کیونکہ وہ چار میخ کیا کرتا تھا۔ دیکھو تفسیر ابو سعود جلد ۸ صفحہ ۵۹۴۔ و تفسیر کبیر جلد ۷ صفحہ ۱۷۲ و تفسیر در المنثور جلد ۶ صفحہ ۳۴۸ جنمیں لکھا ہے کہ فرعون اوتاد یعنے میخوں کے ذریعہ عذاب دیا کرتا تھا۔ دوسری جگہ ہے اما الآخر فیصلب فتاکل الطیر من راسہ سورۃ یوسف ۵۶ یعنے دوسرا صلیب دیا جائے گا۔

اور پرندے اُس کے سر میں سے کھائینگے - پھانسی والا تو اتنی دیر تک نہیں رکھا جاتا کیونکہ معلوم
بہت دنوں تک یعنے جب تک مر نہ جائے - صلیب پر لٹکا رہتا تھا - اور بڑے دکھوں کے بعد
بھوک پیاس سے مر جاتا - جس کی وجہ سے پرندے اس کی کھوپری کو کھاتے - کیا مسیح کے ساتھ ایسا
وقوعہ ہوا ؟ پھر قرآن شریف کے اور موقع پر یہ آیت ہے - لاصلبنکم فی جذوع النخل ولتعلمن
اینا اشد عذابا وابقے یعنے تم کو کھجور کے تنہ پر صلیب دوں گا - اور تم جانو گے کونسا عذاب سخت
تر اور دیرپا ہے - اگر صرف پھانسی دینا مراد ہوتی ہے - تو اشد وابقی کیونکر صادق آتا ہے - دیکھو
قرآن سورہ طہ - رکوع ۳ -

پھر ایک اور جگہ اللہ تعالے قرآن کریم میں اللہ اور رسول کے مخالفوں کی نسبت کہتا ہے -
انما جزؤ الذین یحاربون اللہ ورسولہ ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا یعنے
جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں - اور ملک میں فساد برپا کرتے ہیں - اُن کا حال
یہ ہوگا کہ یا تو قتل کئے جائیں گے - یا صلیب پر مارے جائینگے دیکھو قرآن شریف سورۃ المائدہ رکوع ۵ -
کنز وغیرہ میں ہے کہ اگر کوئی شخص راہ زنی اور قتل دونوں جرموں کا مرتکب ہو - تو اس کو تین روز
تک زندہ صلیب پر لٹکا کر اس کا پیٹ نیزہ سے چاک کیا جاوے تاکہ مر جاوے - اور یہاں ظاہر ہے
کہ مسیح کو قتل بھی نہیں کیا گیا - اور نہ صلیب پر حسب رواج چند روز تک بھوکا رکھا گیا - تاکہ بھوک
پیاس کی شدت سے مر جائے - اور نہ ہڈی توڑی گئی - تاکہ صلیب کی جو اصل منشاء اور غرض تھی
پوری ہوتی +

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ صلیب سے ہڈی توڑنا کہاں نکلتا ہے - تو اس کو معلوم ہو کہ صلب
کے معنے استخوان پشت ہیں - اور نیز دھوپ میں سوکھانا اور آگ میں جلانا بھی اس کے معنے ہیں - دیکھو
تاج العروس -

اور پھر جب تواریخ سے اور تواتر قومی سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ یہود اور عیسائی صلیبی موت
کو لعنتی موت کہتے ہیں اور اسکا مفہوم بجز لعنت اور کچھ نہیں سمجھتے چنانچہ یہودی شریعت میں بموجب توریت کتاب احبار باب
۲۴ - ورس ۱۴ - و کتاب استثنا باب ۱۳ - ورس ۶ - لغایت ۹ ملحد و مرتد و کافر کی سزا قتل اور سنگسار
ہوتی ہے - اس لئے علماء یہود نے جو مسیح کو ملحد اور کافر سمجھتے تھے - مستقل ارادہ کر لیا تھا کہ اسے قتل کیا جائے
چنانچہ اس کی تصدیق انجیل یوحنا باب ۲۶ ورس ۶۵ سے ہوتی ہے - لیکن چونکہ اس وقت سلطنت

رومیوں کی تھی - اور وہ یہودی شریعت سے مرتد ہونے کے جرم میں کسی کو سنگسار نہیں کرتے تھے اس لئے یہودیوں نے مسیح پر بادشاہ وقت سے باغی ہونے کی تہمت لگائی - اور پلاطوس سے کہا کہ وہ اپنے تئیں یہودیوں کا بادشاہ کہتا ہے - اور قیصر کے خراج دینے سے لوگوں کو منع کرتا ہے - اور یہ اس لئے تجویز کی کہ جرم بغاوت کی سزا صلیب پر چڑھا کر مار ڈالنا ہے - اس لئے یہودیوں نے پلاطوس حاکم کو درخواست کی کہ وہ اسے صلیب پر چڑھائے - اس بات کو خوب مدنظر رکھا جائے کہ صلیب پر چڑھانے سے انسان مر نہیں سکتا - بلکہ ہاتھ پاؤں کے چھیدوں اور بہت دنوں تک صلیب پر رہنے اور بھوک پیاس اور دھوپ کے صدمہ سے انسان مصلوب مرجاتا یا بالآخر ہڈی توڑ کر مارا جاتا اسکی تصدیق طیطوس کی شہادت سے جو کتاب سطری کا ن کے صفحہ ۱۱۱ میں مندرج ہے اور خیر کی شہادت سے تفسیر انجیل متی مطبوعہ گوسیگا رجن صفحہ ۶۲ میں ہے - اور از سطر ینان کی کتاب کے صفحہ ۲۹۰ سے جو حضرت مسیح کے حالات میں لکھی گئی ہے - اور یوسی بیس کی تاریخ کلیسیا کے صفحہ ۲۹۱ سے بخوبی ہوتی ہے - ہم ابھی دکھا چکے ہیں - کہ وہ لکڑی پر لٹکا کر ہاتھوں میں میخیں لگاتے - اور کئی روز تک بھوکہ پیاسا چھوڑتے - اور اگر اس طرح مرجاتا تو بہا و الا وہ ہڈی توڑ کر مار ڈالتے - چنانچہ تم نے پچھلی فصل میں دیکھ لیا کہ دو چوروں کی ہڈیاں توڑی گئیں - مگر مسیح کو خدا تعالےٰ نے ان باتوں سے بچا لیا - وَمَا صَلَبُوْهُ سے صرف صلیب پر چڑھانے کی نفی نہیں - ایسا سمجھنا قلت تدبر و عدم واقفیت پر مبنے ہے - ورنہ ہر گز کوئی اہل علم جس کو قومی رواج قومی رسومات کی خبر ہو وہ ہر گز ایسا زبان پر نہیں لا سکتا - صلیب کی نفی تب ہی ہو سکتی ہے - جب صلیبی کارروائی اپنے تمام پہلوؤں کے ساتھ عمل میں آئی ہو - جب مسیح صلیب کے مکمل مفہوم و منشا کے نیچے نہیں آئے - تو پھر کیونکر سمجھا جا سکتا کہ وہ صلیب دیئے گئے - اور خود قرآن شریف اس کی تصدیق کرتا ہے - چنانچہ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ میں قتل اور صلیبی موت کی نفی فرماتا ہے - اور پھر آخیر میں جا کر فرماتا ہے - وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا یعنے کسی صورت کی قتل واقع نہیں اور اللہ تعالےٰ کا صرف وما قتلوہ بولنا اور وما صلبوہ کا ذکر نہ کرنا اس امر پر دال ہے - کہ صلیب پر تو چڑھائے گئے مگر صلیبی قتل واقع نہیں ہوئی - اور پھر اور واضح کرنے کے لئے بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ فرما دیا تاکہ ناظرین کو تسلی ہو جائے کہ وہ لعنتی موت سے نہیں مرا - بلکہ اُس موت سے مرا جس سے مومن اور اللہ کے پیارے مرنے کے بعد قرب کے مقام پر پہنچتے ہیں - جیسے قرآن شریف کی اس آیت سے واضح ہے - يَا اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِيْ فِيْ عِبَادِيْ وَادْخُلِيْ

جنتی۔ یعنے اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف آجا۔ اور تو اس سے اور وہ تجھ سے راضی ہے اور میرے بندوں میں داخل ہو کر بہشتی زندگی بسر کر۔ اس آیت سے ظاہر ہے کہ ہر مومن کو اللہ تعالی کیطرف جانے کا حکم ہے۔ اب مسیح بھی ایک اعلے درجہ کا مومن ہے کیا وہ آیت سے باہر رہ سکتا ہے ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ اولوالعزم پیغمبر ہے۔ وہ تو بدرجہ اولے اس کا مصداق ہو سکتا ہے۔ اور تم پیچھے لغت عرب سے معلوم کر چکے ہو کہ جہاں لفظ رفع آتا ہے۔ اور اس کے ساتھ الے کا صلہ ہوتا ہے تو معنے قرب کے ہوتے ہیں۔ پس صاف ظاہر ہے کہ صلیب پر چڑھانے کی نفی نہیں۔ بلکہ صلیب کے مفہوم کی نفی ہے

کیا ولکن شبہ لھم میں مسیح کے سوا کسی اور شخص کا مشابہ بالمسیح ہونا ثابت ہے

اور یہ جو بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ ایک اور شخص مسیح کی صورت میں مشابہ ہو گیا تھا۔ وہی صلیب دیا گیا۔ تو یہ بات بدلائل ذیل غلط اور دور از قیاس ہے +

(۱) تواتر قومی تو اس کے مخالف ہے۔ یعنے یہود اور نصاری کی دو زبردست قومیں اس بات پر متفق ہیں کہ خود مسیح بن مریم ہی کو صلیب پر لٹکایا گیا۔

(۲) مرہم عیسی اس کی تکذیب کرتی ہے۔ اگر مسیح کو زخم نہیں آئے تھے تو پھر اس مرہم کا وجود کہاں سے آگیا حالانکہ طب کی کوئی کتاب اس سے خالی نہیں حتی کہ یہودیوں مجوسیوں انگریزوں یونانیوں اور عربوں اور فارسیوں اور ہندیوں کی کتابوں میں موجود ہے +

(۳) وہ شخص جو صلیب پر لٹکایا گیا۔ مدت تک زندہ رہا۔ جیسے ہم پچھلے فصل میں دکھا چکے ہیں

(۴) اگر وہ مسیح نہیں تھا تو پھر وہ اپنے حواریوں کو انجیل کی تبلیغ کی کیوں تاکید کرتا رہا دیکھو انجیل متی باب ۲۸ - ورس ۱۹ - جس میں لکھا ہے۔ اس لئے تم جا کر سب قوموں کو شاگرد کرو۔ اور انجیل مرقس باب ۱۶ ورس ۱۵ میں ہے۔ اور اس نے انہیں کہا کہ تم تمام دنیا میں جا کے ہر ایک مخلوق کے سامنے انجیل کی منادی کرو۔ اور انجیل یوحنا باب ۲۱ - ورس ۱۵ میں ہے۔ اور جب وے کھانا کھا چکے تو یسوع نے شمعون پطرس کو کہا اے شمعون یونس کے بیٹے کیا تو مجھے ان سے زیادہ پیار کرتا ہے۔ اس نے اسے کہا کہ میرے برے چرا۔ یعنے میری امت کو تبلیغ احکام الہی کر۔ اگر وہ مسیح نہیں تھا تو وہ اس قدر تاکید کیوں کرتا تھا۔

(۵) اگر وہ مسیح نہیں تھا تو پھر کس طرح کہتا تھا کہ ضرور ہے کہ سب کچھ جو موسیٰ کی توریت اور نبیوں کی نوشتوں اور زبوروں میں میری بابت لکھا ہے پورا ہو۔ دیکھو انجیل لوقا باب ۲۴۔ ورس ۴۴۔ اور اس پیشگوئی کی تصدیق انجیل متی باب ۱۶۔ ورس ۲۱۔ اور باب ۱۷۔ ورس ۲۳۔ اور باب ۲۰ ورس ۱۸ اور انجیل مرقس باب ۸ ورس ۳۱۔ اور انجیل لوقا باب ۹۔ ورس ۲۲۔ اور باب ۱۸۔ ورس ۳۱ سے ہوتی ہے۔ جنمیں لکھا ہے کہ ابن آدم بہت سا دکھ اٹھاوے۔ اور وہ بزرگوں اور سردار کاہنوں اور فقیہوں سے رد کیا جاوے۔ اور مارا جاوے۔ اور تین روز کے بعد جی اُٹھے۔

کوئی یہ شبہ پیش کرے کہ انجیلوں میں مارا جائے یا قتل کیا جائے لکھا ہے۔ اور ساتھ ہی جی اُٹھنا بھی مذکور ہے۔ اس لئے وہ مارا گیا اور قتل کیا گیا۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ جس انسان پر اقدام قتل کیا جاوے تو اس کو بھی کہا جاتا ہے۔ کہ انہوں نے اپنی طرف سے تو قتل کر دیا تھا۔ یہ عام محاورہ ہے جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ عام بول چال میں ہے کہ کوئی سخت بیماری میں مبتلا ہو کر قریب المرگ ہو جائے۔ اور اسکی زندگی سے لوگوں کو مایوسی ہو جائے اور وہ بالآخر بفضل خدا اچھا بھی ہو جائے۔ تو سوال کے جواب پر وہ یہی کہے گا کہ مر کر پھر زندہ ہوا ہوں۔ ایسا مسیح نے کہا اور یہ بات صحیح بھی ہے کیونکہ یہودیوں نے تو اپنی دانست میں اس کے مارنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا تھا۔ وہ تو مار ہی چکے تھے۔ اگر خدا کا پوشیدہ ہاتھ مسیح کے بچاؤ کے لئے کام نہ کرتا۔ تو وہ ضرور ہی مر چکا تھا۔ اور تم اس کے بچاؤ کی صورتیں پچھلے فصل میں بخوبی پڑھ چکے ہو۔ یہاں پر اعادہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ اگر کوئی اس بات پر اعتراض کرے کہ اناجیل تو محرف ہیں۔ ان کی تحریر کا کیا اعتبار ہے۔ تو ہم اسلامی تحریریں پیش کرتے ہیں۔ سنو اور خوب غور سے سنو۔

(۶) تفسیر جمل جلد اول صفحہ ۵۲۲۔ میں لکھا ہے۔ قال ابی حبان لم نعلم کیفیۃ القتل ولا من القی علیہ الشبہ ولم یصح بذلک من حدیث یعنی ابوحبان نے کہا کہ ہمیں قتل کی کیفیت اور نہ اس بات کا علم ہے کہ کوئی شخص مسیح کی صورت ہو گیا تھا۔ یہ بات کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں

(۷) امام فخرالدین رازی اپنی تفسیر کبیر کے جلد ۲۔ صفحہ ۶۹۲ میں لکھتے ہیں۔ ان النصاریٰ علی کثرتھم فی مشارق الارض ومغاربھا وشدۃ محبتھم للمسیح علیہ السلام وغلوھم فی امرہ اخبروا انھم شاھدوہ مقتولا مصلوبا فلوا نکرنا ذلک کان طعنا فیما ثبت بالتواتر۔ والطعن فی التواتر یوجب الطعن فی نبوۃ محمد صلے اللہ علیہ وسلّم ونبوۃ عیسے بل وجودھما ووجود سائر الانبیاء

علیہم الصلاۃ والسلام۔ یعنے نصاری اس کثرت سے ہیں کہ تمام مشرق اور مغرب میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اور ان کو مسیح سے اشد درجہ محبت اور غلو ہے۔ وہ خبر دیتے ہیں کہ انہوں نے اس کو مقتول ومصلوب دیکھا۔ اور اگر ہم اس کا انکار کریں تو تواتر کا انکار ہے جو پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے۔ اور تواتر میں طعن کرنے سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسے علیہ السلام کی نبوت میں طعن لازم آتا ہے۔ بلکہ ان دونوں اور کل انبیا علیہ السلام کے وجود باجود پر طعن واجب ہوتا ہے۔

(۸) پھر امام موصوف اسی صفحہ پر فرماتے ہیں۔ انہ ثبت بالتواتر ان المصلوب بقے حیاً زماناً طویلاً فلو لم یکن ذلک عیسے بل کان غیرہ لاظہر الجزع ولقال انی لست بعیسے بل انما انا غیرہ۔ یعنے تحقیق یہ تواتر سے ثابت ہو چکی ہے کہ مصلوب ایک دراز زمانہ تک زندہ رہا۔ اگر وہ عیسے علیہ السلام نہیں تھے۔ بلکہ کوئی اور تھا۔ تو ضرور وہ جزع فزع کرتا۔ اور کہتا کہ میں عیسے نہیں ہوں بلکہ فلاں ہوں۔

(۹) پھر اس کتاب کے صفحہ ۶۹۱ میں لکھتے ہیں۔ لو جوزنا القاء شبہ انسان علے انسان اخر لزم السفسطۃ فانی اذا رائیت ولدی ثم رائیتہ ثانیاً فحینئذ اجوز ان یکون ھذا الذی رائیتہ ثانیاً لیس بولدی بل ھو انسان القی شبہہ علیہ وحینئذ یرتفع الامان عن المحسوسات وایضاً فالصحابۃ الذی راؤا محمد صلی اللہ علیہ وسلم یامرھم وینھاھم وجب ان لا یعرفوا انہ محمد لاحتمال انہ القے شبہہ علے غیرہ وذلک یفضی الے سقوط الشرائع۔ یعنے اگر ہم ایک انسان کا دوسرے انسان کے ساتھ تبادلہ صورت کا جواز اختیار کر لیں تو پھر سفسطہ لازم آتا ہے۔ کیونکہ اگر میں ایک دفعہ اپنے بیٹے کو دیکھوں۔ اور پھر دوسری دفعہ بھی دیکھوں۔ اور اسوقت میں اس بات کے یقین کرنے کو گوارا کر لوں کہ جس کو میں نے دوسری دفعہ دیکھا ہے۔ وہ میرا بیٹا نہیں بلکہ کوئی اور انسان ہے۔ جو میرے بیٹے سے متشکل ہو گیا۔ اگر میں ایسا کروں تو پھر محسوسات سے امان اٹھ جائیگا۔ ایسا ہی اگر صحابہ جنہوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ وہ انکو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتے ہیں یہ سمجھ لیتے اور کہتے کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہے۔ کیونکہ احتمال ہے۔ کہ کوئی اور شخص ہے۔ جو انکی شکل سے متشکل ہو گیا ہے۔ اور اس طرح تمام شریعتیں مفقود ہو جائیں۔

(۱۰) وہی امام آگے فرماتے ہیں۔ ان اللہ تعالے کان قد امر جبریل علیہ السلام بان یکون معہ فی اکثر الاحوال ھکذا قال المفسرون فی تفسیر قولہ اذ ایدتک بروح القدس ثم ان طرف جناح واحد من اجنحۃ جبرائیل علیہ السلام کان یکفی العالم من البشر فکیف لم یکف فی منع اولئک الیہود عنہ

یعنے اللہ تعالےٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو حکم دے رکھا تھا کہ وہ مسیح علیہ السلام کے ساتھ اکثر حالات میں ساتھ رہے۔ اور مفسرین نے اذایدن تک بروح القدس کی تفسیر میں ایسا ہی لکھا ہے۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ حضرت جبرئیل کا ایک بازو تمام عالم کے لئے مکتفی ہو سکتا ہے۔ تو پھر کس طرح مسیح علیہ السلام کو یہودیوں کے دست برد سے نہ بچا

(۱۱) وہ فرماتے ہیں انہ علیہ السلام لما کان قادرا علے احیاء الموتے وابراء الاکمہ والابرص فکیف لم یقدر علے اماتۃ اولئک الیھود الذین قصدوہ بالسوء وعلے اسقامھم۔ والقاء الزمانۃ والفلج علیھم حتے یصیروا عاجزین عن التعرض لہ۔ یعنے جب عیسیٰ علیہ السلام مردوں کے زندہ کرنے اور اور اندھوں اور مبروصوں کے اچھے کرنے پر قادر تھے۔ تو کیوں ان یہودیوں کے مارنے پر قادر نہ ہوئے۔ جنہوں اُس سے بدی کرنے کا قصد کر لیا تھا۔ اور کیوں اُن پر بیماریاں اور فالج نہ گرادیا۔ تاکہ وہ عاجز ہو کر اُس سے درگذر کرتے +

(۱۲) انہ تعالےٰ کان قادرا علے تخلیصہ من اولئک الاعداء بان یرفعہ الے السمٰا فما الفائدۃ فی القاء شبہہ علے غیرہ وھل فیہ الا القاء مکین فی القتل من غیر فائدۃ الیہ یعنے اللہ تعالےٰ اُن دشمنوں سے بچانے کے لئے اس بات پر قادر تھا کہ اس کو آسمان پر اُٹھا لیتا۔ لیکن ایکدوسرے شخص کو اُس کی صورت میں متشکل کرکے قتل کرانا اس کو کیا فایدہ دیتا تھا +

(۱۳) انہ اذا القے شبہہ علے غیرہ انہ رفع بعد ذلک الے السمٰا فالقوم اعتقدوا فیہ انہ ھو عیسے مع انہ ما کان عیسے فھذا کان القاء لھم فی الجھل والتلبیس وھذا لا یلیق بحکمۃ اللہ تعالےٰ یعنے جب ایک غیر آدمی کو مسیح کی صورت میں متشکل کیا گیا۔ اور پھر مسیح اُس کے بعد آسمان پر اوٹھایا گیا۔ تو اُس قوم نے یہ اعتقاد کر لیا کہ وہی شخص عیسے ہے۔ حالانکہ وہ عیسے نہیں تھا۔ اور اس القا کے حقیقی علم سے وہ جاہل اور بے خبر رہے۔ ایسی بات اللہ تعالیٰ کی کامل حکمت کے منافی ہے

(۱۴) جب اتنا بڑا معاملہ ہوا تو ضرور چاہیے تھا کہ اس شخص کا نام تمام تواریخوں میں درج ہوتا کہ یہ کیسا عجیب معاملہ ہوا کہ ایک شخص کی صورت بالکل مسیح کی صورت ہو گئی تھی۔ مگر دنیا بھر کی تاریخیں ساکت ہیں۔

(۱۵) اب تک کسی مولوی نے نہیں بتایا کہ وہ شخص فلاں خاندان اور فلاں عمر اور فلاں شہر کا رہنے والا تھا۔

(۱۶) اگر وہ مسیح کے حواریوں میں سے تھا۔ تو اس کے رشتہ دار تو ضرور حاکم وقت کے پاس جاکر فریاد کرتے کہ اس کو کیوں بے قصور سولی پر دیا جاتا ہے +

(۱۷) اگر وہ مسیح نہیں تھا تو حضرت مریم صلیب کے نیچے کیوں آنکر روتی تھی - چنانچہ لکھا ہے ان مریم جلست تحت ذلک المصلوب دبکت یعنے حضرت مریم اس مصلوب کے نیچے بیٹھ کر روتی رہی - دیکھو شمس بازغہ +

(۱۸) اگر وہ حواری ایسا فدائی تھا کہ اپنی خوشی سے سولی قبول کرتا تھا - اور شاید لاوارث بھی ہوگا - لیکن جب حکام نے اس مکان کی چھت کو پھٹا ہوا دیکھا ہوگا - تو ان کو گمان نہ ہوا کہ مسیح تو آسمان پر چلا گیا +

(۱۹) بقول بعض مفسرین اگر پکڑوانے والا مشابہ بالمسیح ہو گیا تھا - تو ان لوگوں کو خیال نہ پیدا ہوا کہ یہ شخص تو بطور خیر خواہی ہمارا حامی ہے - ہم اس کو کیوں سولی دیتے ہیں یہ تو ہمارے ساتھ ہی داخل مکان ہوا تھا -

(۲۰) تعجب کہ اس قدر حواری موجود تھے - کسی نے بھی اس واقعہ کو کہ اگر فی الاصل کوئی اور شخص مشابہ بالمسیح ہو گیا تھا - بیان نہیں کیا +

(۲۱) جب حضرت مریم روتی تھیں - تو کسی حواری نے بھی ان کو تسلی نہ دی - کہ آپ کا بیٹا تو آسمان پر چلا گیا ہے - یہ تو فلاں شخص ہے - آپ کیوں روتی ہیں +

غرض اگر مصلوب کو مسیح تسلیم نکیا جائے تو قرآن کریم اور احادیث نبویہ اور توریت اور انجیل جھوٹی ثابت ہوتی ہیں - خدا پر ظلم اور بزدلی کا الزام عائد ہوتا ہے - معاذ اللہ من ذلک - اور پھر عقل کے رو سے بڑے بڑے اعتراض واقع ہوتے ہیں - لھذا ضروری ماننا پڑتا ہے - کہ وہ خود مسیح علیہ السلام ہی تھے - جن کو اللہ تعالےٰ نے اپنی کامل قدرت سے بچا لیا +

تیرھویں فصل

اس باب میں کہ تُکَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَ كَهْلًا کے کیا معنی ہیں

اکثر علماء زمان اور بعض مفسرین اس بات کے قائل ہیں کہ آیت مذکورہ بالا سے

مسیح کا زندہ ہونا ثابت ہے - کیونکہ جب وہ آسمان پر اٹھائے گئے - اُس وقت اُن کی عمر صرف ۳۳ - برس کی تھی - اور زمانہ کہولت اُن پر صادر نہیں ہوا تھا - اور زمانہ کہولت ان کی رائے میں ۴۰ برس کے بعد ہوتا ہے - لھذا وہ بالیقین مانتے ہیں کہ وہ کہولت کی حالت میں آن کر گفتگو کریں گے - اور یہ بھی ان کا ایک معجزہ ہوگا - کیونکہ جیسے بچپن میں انہوں نے گفتگو کی تھی - ایسا ہی بعد نزول کہولت میں گفتگو کرینگے - ورنہ کہولت کا ذکر کرنا کوئی جدت نہیں اور نہ کوئی عجب بات ہے - لھذا وہ زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر ہیں - اور وہی تشریف لائینگے - یہ ان کا دعوی معہ دلایل ہے - لیکن اگر اُن کو وسعت علم ہوتی یا علم لغت میں کچھ مہارت رکھتے - تو ان کو اس قدر تکلیف گوارا کرنے کی ضرورت نہ ہوتی اور ایسی لایعنی بات منھ پر نہ لاتے - معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ مسیح کی ہر بات کو خارق عادت ہی دیکھنا پسند کرتے ہیں - اور جب تک انسانی عقل وفکر سے بڑھکر کوئی بات نہ ہو - تو اُن کی فطرت گوارا ہی نہیں کر سکتی - یہ ان کی سراسر کم عقلی ہے - لھذا ہم ان لوگوں کی بصیرت کے لئے پوری تحقیقات سے اس کے اصلی اور حقیقی معنے دکھاتے ہیں -

(۱) تاج العروس جو لغت عرب میں ایک بہت بڑی اور مشہور کتاب لغت ہے اِس کی جلد ۸ صفحہ ۱۰۵ میں لکھا ہے - الکھل من الرجال من وخطہ الشیب اے خالطہ او رأیت لہ بجالۃ او من جاوز الثلاثین آدمیوں میں سے وہ شخص کھل کہلائے گا - جس کو بڑھاپا دامنگیر ہو جاوے یا جو تیس سال - سے متجاوز ہو جاوے - وقال ابن الاثیر الکھل من الرجال من زاد الی ثلاثین سنۃ الی الاربعین - ابن اثیر کہتا ہے - کہل اُس وقت کہلاتا ہے - جب تیس سے گذر کر چالیس تک نوبت پہنچے - وقیل ھو من ثلاث وثلثین الی تمام الخمسین - اور یہ بھی کہا جاتا ہے - کہ کہل ۳۳ - برس کا ہوتا ہے - اور اُس کا خاتمہ پچاس تک ہوتا ہے - وفی المحکم اذ بعا وثلاثین الی احدی وخمسین - اور محکم میں ہے ۳۴ سال سے ۵۱ سال تک +

(۲) صحاح جوہری جلد ۲ صفحہ ۲۲۷ - الکھل من الرجال الذی جاوز الثلاثین - یعنے کہل آدمیوں میں سے وہ ہے جو تیس سال سے متجاوز ہو - وقال ابن الاعرابی یقال للغلام مراھق - ثم محتلم - ثم یقال تخرج وجھہ ثم اتصلت لحیتہ ثم مجتمع ثم کھل

وھوابن ثلاث وثلاثین۔ یعنے ابن اعرابی کہتا ہے۔ کہ غلام کو مراہق اور اُس کے بعد وہ محتلم کہلاتا ہے۔ پھر اُس کا منہ بھرتا ہے۔ پھر اُس کی ڈاڑہی نکلتی ہے۔ پھر اس کے بعد اس کو مجتمع کہتے ہیں۔ اس کے بعد وہ کہل کی حالت پر پہنچتا ہے۔ اس وقت وہ ۳۳۔ برس کا ہوتا ہے۔ گو اس میں بہت کچھ لکھا ہے۔ مگر اسی پر اکتفا کرکے تفاسیر سے بھی دکھاتے ہیں کہ صرف لغت والوں ہی نے اس کے معنے نہیں کئے۔ بلکہ دیگر علماء کبار نے بھی کہولت ۳۳ سال تک قرار دی ہے+

(۳) تفسیر تنویر المقیاس جلد اول صفحہ ۱۴۷ میں زیر آیت ویکلم الناس فی المھد وکہلا میں لکھا ہے۔ کہلا۔ بعد ثلاثین سنۃ بالنبوۃ یعنے تیس سال کی عمر کے بعد جب وہ نبی ہوئے تھے۔ تو اُس وقت وہ کہل تھے+

(۴) حاشیہ للقنوی علے البیضاوی جلد ۳ صفحہ ۵۷۔ زیر آیت تکلم الناس فی المھد وکہلا۔ اول سن الکھولت ثلثون سنۃ او اثنان وثلثون او ثلث وثلثون۔ یعنے کہولت کا پہلا سال تیسواں سال یا بتیسواں یا تینتیسواں سال کہلاتا ہے۔

(۵) تفسیر غایۃ البرہان جلد اول زیر آیت بالا لکھا ہے۔ تو کلام کرنے لگا مہد مادر میں قوم مجوس سے اور حالت کہولت میں جو تیس سال سے مابعد سن کی حالت کہتے ہیں۔ کہ جب تیس سال کے ہوئے۔ اور اس کی تائید میں ہے۔ وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ+

(۶) تفسیر کمالین بر حاشیہ جلالین صفحہ ۱۰۸۔ زیر آیت بالا لکھا ہے۔ کہلاً۔ اے ثلث وثلثین یعنے ۳۳۔ سال+

(۷) تفسیر معالم التنزیل صفحہ ۱۵۹۔ زیر آیت بالا۔ قیل وکہلا نبیا بشرھا نبوۃ عیسے علیہ السلام وکلام فی المھد معجزۃ۔ وفی الکھولۃ دعوۃ وقال مجاھد وکہلا اے حلیما کہتے ہیں کہلا کے معنے یہ ہیں کہ اللہ تعالے نے اس وقت عیسے علیہ السلام کو نبوت کی خوشخبری دی۔ اور ان کی کلام مہد میں بطور معجزہ تھی۔ اور کہولت میں دعوت بنی اسرائیل۔ اور مجاہد کہتا ہے کہ کہل کے معنے بالغ کے ہیں+

(۸) تفسیر جامع البیان صفحہ ۹ میں زیر آیت وکہلا بالنبوۃ یعنے کہولت میں بات کرنا

نبوت کے زمانہ سے مراد ہے +

(۹) تفسیر غرائب القرآن جلد ا صفحہ ۳۲۲۔ زیر آیت یکلم الناس فی المھد وکھلا الکھل فی اللغۃ الذی اجتمع قوتہ وکمل شبابہ۔ روی ان عمرہٗ بلغ ثلثا وثلثین۔ ولا ریب ان اکمل احوال الانسان مابین الثلثین والاربعین فیکون عیسے قد بلغ سن الکھولۃ وقیل المراد انہ یکلم الناس مرۃ واحدۃ فی المھد لاظہار طھارۃ امہ ثم عند الکھولۃ یتکلم بالوحی وبالنبوۃ۔ یعنے کہل لغت میں اس شخص پر بولا جاتا ہے۔ جس کی قوت مجتمع اور جس کی جوانی کمال کو پہنچ جائے۔ روائیت کی گئی ہے۔ کہ حضرت مسیح کی عمر ۳۳ برس کو پہنچ گئی تھی۔ اور کچھ شک نہیں کہ انسان کی کمالیت تیس اور چالیس کے درمیان ہوتی ہے۔ پس ہوسکتا ہے۔ کہ حضرت عیسے علیہ السلام ضرور سن کہولت کو پہنچ گئے تھے۔ اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے۔ کہ اس سے یہ مراد ہے کہ انہوں نے ایک دفعہ مہد میں ماں کی بریت کے لئے کلام کی تھی اور پھر وحی اور نبوت کے ساتھ زمانہ کہولت میں تبلیغ احکام کی تھی +

(۱۰) تفسیر الوجیز صفحہ ۵۲۶ زیر آیت بالا۔ مرویست کہ چوں حضرت عیسے علیہ السلام بعمر سی سال رسید مامور شد برسالت بہ بنی اسرائیل۔ تا سہ سال دعوت خلق مے فرمود یا وحی رسید بایشاں بعمر سی سالہ ودعوت نمود تا سہ سال وچند ماہ۔ وزمانہ کہولت از سی سال تا چہل سال است۔ یعنے روائیت ہے کہ جب حضرت عیسی علیہ السلام تیس سال کی عمر کے ہوئے۔ تو وہ بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے۔ اور تین سال تک خلق خدا کو دعوت کرتے رہے۔ یا یہ کہ تیس سال کی عمر میں اُن کو خدا کی طرف سے وحی نازل ہوئی۔ اور تین سال اور کچھ مہینے لوگوں کو دعوت کرتے رہے۔ اور زمانہ کہولت ۳۰ سے ۴۰ سال تک ہے۔

(۱۱) تفسیر عباسی۔ زیر آیت یکلم الناس فی المھد وکھلا۔ وکھلا بعد ثلاثین سنۃ بالنبوۃ۔ یعنے کہولت تیس سال کے بعد یعنے زمانہ نبوت میں۔

(۱۲) تفسیر روح البیان جلد اول صفحہ ۶۰۷۔ زیر آیت بالا یکلم کھلا بالوحی والنبوۃ۔ اور وحی اور نبوت کے ساتھ جب دعوت کرتا تھا۔ اس حالت کو کہولت کہتے ہیں۔ والکھل من الرجال الذی الثلاثین یعنے آدمیوں میں سے وہ شخص کہل کہلاتا ہے۔ جو تیس سال سے متجاوز ہو +

(۱۳) حاشیہ شیخ احمد صاوی مالکی علی جلالین۔ جلد ا صفحہ ۱۵۶۔ کھلا۔ ای بین الثلاثین

والاربعین یعنے کہل اس کو کہتے ہیں جب وہ تیس اور چالیس سال کے مابین ہو۔

(۱۴) تفسیر سراج المنیر۔ جلد اول صفحہ ۲۱۰۔ زیر آیت۔ فاوحی اللہ تعالیٰ الیہ علی راس ثلاثین سنۃ وکانت نبوتہ ثلث سنین یعنی کہل کیحالت میں اللہ تعالیٰ نے مسیح کیطرف وحی کی اور اس وقت تیس سال کے تھے۔ اور انکی نبوت کا زمانہ تین سال تھا

(۱۵) تفسیر بحر مواج جلد ۱ صفحہ ۳۵۲ و ۳۵۴۔ زیر آیت بالا۔ بعد سی سالگی عیسیٰ را وحی تبلیغ شرائع شدہ و معنے آیت این است۔ سخن خواہد گفت در زمان طفولیت۔ و سخن گوید با مردمان در ہنگام کہولت یعنے درحالت کہ کہل شود و در تبلیغ "رسالت سخن گوید۔ یعنے تیس سال کے بعد عیسی علیہ السلام کو شریعت کے قایم کرنے کے لیئے وحی آئی۔ اور آیت کے معنے یہ ہیں کہ زمانہ بچپن میں وہ گفتگو کریگا اور کہولت کی حالت میں جبکہ تبلیغ شریعت کریگا۔ آدمیوں سے کلام کریگا۔

(۱۶) تفسیر اکسیر اعظم جلد ۷ صفحہ ۱۴۶ زیر آیت بالا مہد میں باتیں کرنا حضرت عیسیٰ کا معجزہ تھا۔ اور چونکہ حضرت عیسیٰ کا کام اسوقت بھی ہدایت حق تھا ما تو ہمیشہ کیلیئے ان کا کلام ہدایت رہا۔ پس بچپن سے بڑھاپے تک باتیں کرتا رہا معنے یہ ہیں کہ ہم نے تجھکو ایسا ہادی بنایا کہ بچپن سے بڑھاپے تک تونے ایک ہی ہدایت کی۔ پھر آگے چلکر صاحب تفسیر لکھتے ہیں۔ بعض مفسرین نے لفظ (وکہلا) میں تشبیہ کے معنے سمجھے ہیں۔ اور اسکو معنے کالکہل کہتے ہیں۔ یعنی باتیں کرنا مہد میں۔ اور باتیں کرنے میں تو مثل بوڑہوں کے تھا۔ یعنے بچپن میں تو بچوں کی سی باتیں نہیں کرتا تھا۔ بلکہ ایسی حکمت اور دانائی کی باتیں کرتا تھا جیسے بوڑھے کرتے ہیں۔

ہم اسی قدر تفاسیر پر اکتفا کرکے کہتے ہیں۔ کہ لغت عرب و تفاسیر سے صاف صاف عیاں ہے کہ کہولت ۳۰ سال سے شروع ہوتی ہے۔ بلکہ جب انسان بالغ ہو جاوے۔ اُس وقت اس کو کہل کہہ سکتے ہیں۔ تو مسیح جب نبی ہوئے تو وہ تیس سال کے ہی تھے۔ اکثر مفسرین اس پر متفق ہیں کہ جب مسیح علیہ السلام تیس سال کے ہوئے تھے۔ اُس وقت اُن کو نبوت عطا ہوئی تھی۔ پس کوئی وجہ نہیں کہ یہ کہیں کہ چونکہ وہ کہل نہیں ہوئے تھے۔ اس واسطے ان کا دوبارہ آنا ضروری ہے۔ حالانکہ ان کا ایسی حالت میں آنا بھی اگر مان لیں تو بدلایل ذیل قایم نہیں رہ سکتا۔

(اول) جب اُن کا فوت ہونا قرآن سے اور احادیث سے اور دیگر ذرائع ثابت ہوگیا۔ تو پھر آنا کیسا۔

(دوم) اگر بالفرض مان لیں کہ وہ نہیں مرے۔ اور بغیر کہولت آسمان پر اُٹھائے گئے۔ تو پھر زمانہ کے اثر سے وہ اُس عمر کو پہنچ چکے ہونگے جو ارذل العمر سے بھی بدتر ہوگی۔ پھر کہولت کہاں +

(سوم) اگر زمانہ کا اثر ان پر نہیں ہوا۔ تو جب وہ تینتیس سال میں جو بزعم علماء ابھی زمانہ کہولت اُن پر نہیں آیا تھا۔ بلکہ زمانہ کہولت چالیس سال سے شروع ہوتا ہے۔ تو پھر وہ ۳۳ ہی سال کے ہونگے اور جب وہ آسمان سے نازل ہوں گے۔ تو اُس وقت بھی کہل نہ ہوئے کیونکہ ۳۳ سال کی عمر کے ہیں تو گویا وہ سات سال تک شیعوں کے مہدی کی طرح کسی غار میں جاکر چھپ رہیں گے۔ تاکہ زمانہ کہولت آجائے۔ کیونکہ بموجب شہادت قرآنی وہ آدمیوں سے کلام نہیں کر سکتے۔ جب تک وہ کہل نہ ہولیں۔ پس اُن کا آسمان سے آنا ہی لاحاصل ہوا +

(چہارم) تمام احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ وہ نازل ہوتے ہی تبلیغ شروع کریں گے پھر وہ جب کہل نہیں تو کیونکر تبلیغ کر سکتے ہیں۔ لھذا ماننا پڑے گا۔ کہ یا تو تمام احادیث غلط ہیں۔ یا خود اُن علما کا خیال فاسد ہے +

(پنجم) قرآن سے ثابت ہے کہ دو وقت وہ لوگوں سے کلام کرینگے۔ ایک مہد میں اور دوسرے کہولت میں۔ اور علماء کی رائے میں مسیح علیہ السلام عمر کہولت تک نہیں پہنچے۔ تو ضرور انہوں نے زمانہ نبوت میں لوگوں سے کوئی گفتگو نہیں کی ہوگی۔ ورنہ قرآن شریف کی شہادت غلط ٹھہرے گی

(ششم) تاریخ اور اناجیل مروجہ اور خود قرآن شریف سے ثابت ہے۔ کہ انہوں نے لوگوں سے کلام کی۔ تو ساتھ ہی ماننا پڑے گا۔ کہ کہولت کا وہی زمانہ تھا +

(ہفتم) جب یہ ثابت ہوگیا کہ زمانہ کہولت زمانہ نبوت تھا۔ تو پھر ان علماء کا خیال پوچ اور لغو ثابت ہوا۔ جو اب تک قائل ہیں کہ کہل نہیں ہوئے تھے۔ لھذا ثابت ہوا کہ مسیح مر چکا اور انکا زمانہ کہولت بھی گذر چکا۔ اب انتظار کرنا بے فایدہ ہے +

(ہشتم) سب سے بڑھ کر جب لغت عرب سے ثابت ہے کہ ۳۰ سال سے کہولت شروع ہوتی ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہے۔ کہ جب مسیح علیہ السلام مامور ہوئے تھے۔ تو اس وقت وہ ۳۰ ہی سال کے تھے۔ تو بھی کہولت ہی کے زمانہ میں انہوں نے کلام کی۔ پھر کیوں لابعنی حیلے تراشے جاتے ہیں +

باوجود ان تمام وجوہات کے اگر پھر بھی کوئی عالم اپنی بات پر جما رہے۔ تو بجز کورمغزی اور حماقت کے کچھ تصور نہیں ہوگا +

چودھویں فصل

اس باب میں کہ آئیت انہ لعلم للساعۃ سے کیا مراد ہے

بعض علما و بعض مفسرین یہ بھی کہتے ہیں کہ آئیت وانہ لعلم الساعۃ مسیح کے حق میں ہے۔ اور وہ اس کا مفہوم یہ بتلاتے ہیں کہ مسیح قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشان ہے۔ بنابریں وہ مانتے ہیں کہ انکا نزول قیامت کے قریب ہوگا۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ بات بالکل قابل تسلیم نہیں۔ کیونکہ اول تو علم کے معنے نشان کے نہیں۔ اور قرآن شریف میں لفظ علم آیا ہے۔ جسکا فا کلمہ کسرہ ہے۔ اس کے معنے جاننے کے ہیں نہ نشان کے۔ اور ضمیر انہ کی جب مسیح کی طرف پھیری جاوے۔ تو مسیح قیامت کا علم قرار پاتا ہے۔ اور آئیۃ وعندہ علم الساعۃ الیہ جبکہ ظاہر کرتی ہے کہ قیامت کا علم خدا کے ہاں ہے تو پھر مسیح خدا کے پاس ہوئے اور خدا کے پاس وہی ہوتا ہے۔ جو دنیا سے بالکل قطع تعلق کرکے اس بشری لوازمات سے پاک ہوتا ہے جس کا نام موت ہے۔ اور خدا کے پاس صرف مسیح ہی نہیں بلکہ تمام انبیا اور اولیا اور صالحین اور کل مومنین بھی ہیں دیکھو آئیت ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی پس اس آئیت سے وہ مسیح کی حیات مع الجسم عنصری کا کیونکر استدلال لے سکتے ہیں۔

پھر ہم جب سورہ زخرف میں نظر عمیق سے دیکھتے ہیں تو ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے شروع سورۃ سے قرآن شریف کا منجانب اللہ ہونا ذکر فرمایا ہے۔ اور پھر درمیان میں اور اور نظائر اور قصص بیان کرکے ضمائر کو استعمال کیا ہے۔ اور پھر قرآن شریف کا ذکر از سرِ نو کر دیا ہے۔ پس جب اور جگہ ضمیریں قرآن کریم کی طرف پھیری جاتی ہیں تو یہاں انہ لعلم الساعۃ میں قرآن مجید کیطرف کیوں نہ پھیری جائے۔ ہمارے پاس اس امر کا ثبوت کہ انہ کی ضمیر کا مرجع قرآن کریم ہے۔ بوجوہات ذیل ہے:۔

سورہ زخرف کے شروع میں اللہ تعالیٰ یوں فرماتا ہے۔ حم و الکتب المبین انا جعلنہ قرآنا عربیا لعلکم تعقلون۔ پھر آگے چلکر فرماتا ہے۔ وانہ فی ام الکتاب لدینا لعلی حکیم۔ صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ قرآن شریف کا ذکر شروع کرکے اس کی صداقت اور اسکے منجانب اللہ ہونے کیلئے بہت سے انبیا اور انکی کتابوں کے جھٹلانیوالوں کی نظریں پیش کرتا ہے۔ اور کبھی قرآن شریف کو بارش سے نسبت دیکر لوگوں پر ظاہر کرتا ہے۔ کہ جیسے جسمانی بارش سے بڑے بڑے فایدے ہوتے ہیں۔ اسیطرح اب یہ روحانی بارش جسے قرآن شریف بھی اپنا اثر دنیا پر ظاہر کرنے کے لئے اترا ہے۔ یہ بھی فایدہ دے

بغیر نہیں رہے گا۔ اب اس امر کی طرف غور کرنا چاہیے۔ کہ اوّل قرآن شریف کا صریح لفظ بولکر دوسری آیت میں ضمیر انہ کی جو آیت وانہ فی ام الکتاب لدینا میں ہے استعمال کی ہے پھر آگے دلایل ونظایر پیش کئے ہیں۔ پھر آیت ام اٰتینٰھم کتابًا من قبلہ پیش کرکے کفار کو ملزم ٹھہرایا ہے۔ پھر عام منذرین کا ذکر کرکے اُن کے انجام اور اُنکے مخالفوں کے انجام کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اور پھر حضرت ابراہیم کا بالخصوص ذکر فرمایا ہے۔ پھر لیکچر دیتے دیتے اصل بات کی طرف رجوع ہوکر فرمایا ہے۔ وقالوا لولا نُزّل ھٰذا القرآن علی رجل من القریتین عظیم جس سے صاف صاف نکلتا ہے۔ کہ جطرح ابتداء ہی سے بنا مضمون قرآن شریف پر اٹھائی ہے۔ آیت متذکرہ تک اسی سلسلہ کو نبھاتا چلا آیا ہے۔ اور جیسے کوئی فصیح بلیغ لکچرار مضمون کو شروع کرکے اپنی بلاغت تامہ ومعلومات وسیعہ کی بنا پر بہت دور دور تک چلا جاتا۔ اور پھر اپنے اصلی مقصد کی طرف آجاتا ہے۔ اسی طرح قرآن شریف میں اللہ تعالے نے سلسلہ جاری رکھا ہے۔ جیسے کہ نفس سورۃ ظاہر کرتی ہے۔ اسکے بعد پھر چلتے چلتے فرماتا ہے۔ ومن یعش عن ذکر الرحمٰن نقیض لہ شیطنًا فھو لہ قرین۔ پھر درمیان میں اور وعظ شروع کرکے چلتے چلتے فرماتا ہے۔ فاستمسک بالذی اوحی الیک انک علی صراط مستقیم۔ پھر فرماتا ہے۔ وانہ لذکر لک ولقومک یعنے قرآن کریم تجھکو اور تیری قوم کو عظیم الشان بنانے والا ہے۔ پھر اور رسولوں کا ذکر کرکے حضرت موسی علیہ السلام کو خاص کرلیا ہے۔ اور پھر جناب موسی علیہ السلام کی کامیابی اور انکے دشمن فرعون کی ناکامی کا ذکر کرکے پھر حضرت عیسی علیہ السلام کے ذکر کو چھیڑ دیا ہے۔ اور پھر وجعلنٰہ مثلاً لبنی اسرائیل کہکر انکے ذکر کو بند کردیا ہے۔ پھر شروع کیا ہے۔ ولو نشاء لجعلنا منکم ملٰئکۃ فی الارض یخلفون۔ اور یہاں پر قاصد دیگر فرماتا ہے۔ وانہ لعلم للساعۃ فلا تمترن بھا واتبعون ھٰذا صراط مستقیم۔ یہاں صاف ظاہر ہے کہ انہ کی ضمیر قرآن شریف کی طرف ہے۔ مسیح کا یہاں کوئی ذکر نہیں۔ کیونکہ اس کے ذکر اور اس آیت میں فاصلہ ہے۔ اور کوئی تعلق نہیں۔ اور پیچھے ہم دکھاتے آئے ہیں۔ کہ اللہ تعالے نے اس سورۃ شریف میں یہ روش اختیار کی ہے۔ کہ قرآن کی صداقت اور اُس کی عظمت ثابت کرنے کے لئے قرآن ہی کے لفظ سے شروع کیا ہے۔ اور پھر دیگر انبیا اور انکی قوموں کے نتائج کو پیش کرکے قرآن حمید کے منوانے کی کوشش کی ہے۔ اور پھر صراط مستقیم ایک ایسا قرینہ ہے۔ جس سے ضمیر انہ کی قرآن ہی کی طرف راجع ہوتی ہے۔ کیونکہ آیت فاستمسک بالذی اوحی الیک انک علی صراط مستقیم میں صراط مستقیم بیان کیا ہے۔ اور اس آیت زیر بحث میں بھی لفظ صراط مستقیم آیا ہے۔

جس سے بخوبی یہ امر ذہن نشین ہو سکتا ہے کہ جب پہلی آیت میں یہ لفظ قرآن شریف کی طرف ہے۔ تو یہاں بھی اس کا تعلق قرآن شریف ہی سے ہوگا۔ پھر مسیح علیہ السلام سے اس کا کیا تعلق ہو سکتا ہے۔

دوسرے معنے اس کے یہ ہو سکتے ہیں کہ ضمیر انہ کی حضرت عیسیٰ ہی کی طرف پھیری جائے تو بھی اس سے مسیح کی حیات ثابت نہیں ہوتی۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ یہودیوں کے بارہ قبیلے تھے۔ ایک کا نام صدوقی تھا۔ وہ حشر کا قایل نہیں تھا۔ دیکھو انجیل مرقس باب ۱۲ ورس ۱۸۔ جب مسیح علیہ السلام آئے تو اللہ تعالےٰ نے انکو بطور حجت پیش کیا کہ اے کم بختو تم تو قیامت کے منکر ہو۔ حالانکہ تم میں ایک قیامت کا نشان موجود ہے۔ وہ کیا وہی عیسیٰ علیہ السلام جو برخلاف عام سنت اللہ کے خارق عادت طور پر بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں۔ جس سے صاف مترشح ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے قیامت کے منوانے کی ایک دلیل قوم یہود کو پیش کی ہے کہ جب ہم نے بلا باپ مسیح کو تم میں پیدا کیا ہے۔ تو پھر کیا ہم حشر اجساد نہیں کر سکتے۔ ورنہ یہ خیال کرنا کہ اللہ تعالےٰ نے انکو کہا تھا کہ وہ قیامت کے نزدیک پھر آئیگا۔ اس لئے یہ قیامت کا نشان ہے کیسی فضول اور لغو دلیل ہو سکتی ہے۔ جب وہ لوگ اسوقت موجود ہی نہیں ہونگے۔ تو ان کو مسیح کا قیامت کے قریب ظاہر ہونا کیا فایدہ پہنچا سکتا ہے۔ یہ تو ایک ایسی مثال ہے جیسے کہ ایک شخص ایک شخص سے لڑ پڑے۔ اور وہ اپنی کمزوری کی وجہ سے اُس کے روبرو نہ ہو سکے تو پھر یہ دھمکی دے کہ اچھا دو سو برس کے بعد میرا ایک پر پوتا ہوگا۔ وہ تمہاری خوب ہی خبر لیگا۔ اس بات کو سنکر کیا اس کا حریف ہنسی نہیں اُڑائے گا۔ ضرور اُڑائے گا۔ بلکہ اس کو پاگل اور مخبوط الحواس قرار دیگا۔ ایسا ہی خدائے تعالےٰ کی اس بات پر اگر اس کے واقعی ایسے ہی معنی سمجھے جائیں جیسے علماء زمان وبعض مفسرین کرتے ہیں۔ تو ضرور اس زمانہ کے یہود ہنسی اُڑاتے ہونگے کیونکہ وہ مرکر خاک ہو چکے ہوئے ہونگے۔ جب مسیح دوبارہ ظاہر ہوگا۔ تو انکی ذات کو اس سے کیا فایدہ وہ تو ویسے کے ویسے منکر رہے۔ پس اصل بات یہ ہے کہ یہودیوں کو قیامت کے قایل کرانے کے لئے مسیح کی پیدائش خارق عادت کو پیش کیا گیا۔

تیسرے معنے اس کے یہ ہیں کہ حضرت مسیح کو دقیق در دقیق علم دیکر یہودیوں کے پاس بھیجا۔ اور انہوں نے بڑے بڑے عمدہ پیرایے میں قیامت کے ثبوت دیئے۔ اور اسی واسطے وہ گویا علم قیامت ہو گئے۔

اب ہم تفاسیر سے مفسروں کے مختلف آرائیں ظاہر کرتے ہیں۔ اور دکھاتے ہیں۔ کہ وہ خود

شک میں ہیں۔ اور نہیں جانتے کہ اس کا ٹھیک مطلب کیا ہے +

(۱) حاشیہ قنوی علی البیضاوی تکملہ جلد ۴ صفحہ ۱۳۵ - زیر آیت وَ اِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ - کیونکہ اس

قولہ لان حدوثہ اونزولہ من اشراط الساعۃ حدوثہ ای خلقہ علی وجہ بدیع وھو الظاھر

کی پیدائش یا اس کا نزول قیامت کی شراط سے ہے اس سے ہویدا ہے۔ کہ مفسر کو یقین نہیں ہے کہ آیا اسکی پیدائش ہی قیامت کا نشان ہے۔ یا اس کا نزول۔ اور

میں پیشتر ازیں ظاہر کر چکا ہوں کہ نزول ان لوگوں کے لئے جو اس کے دشمن تھے کیونکر مفید ہو سکتا تھا۔ خود دلیل ہی جب سخت کمزور ہے۔ تو وہ اس سے کیونکر فایدہ اٹھا سکتے تھے۔ البتہ صدوقیوں کے لئے جو قیامت کے منکر تھے۔ اسکی پیدائش کا واقعہ مفید ہو سکتا تھا۔ گو ہمارے نزدیک یہ بات بھی کمزور ہے۔ کیونکہ وہ تو اس کی پیدائش کی نسبت بھی حرف رکھتے تھے +

(۲) تفسیر معالم التنزیل صفحہ ۸۰۱ - یعنے حسن اور ایک بڑی جماعت کہتی ہے۔ کہ انہ کی ضمیر

وقال الحسن وجماعۃ - وانہ یعنے وان القرآن لعلم للساعۃ یعلمکم قیامہا ویخبرکم باحوالہا و اھوالہا۔

قرآن شریف کی طرف راجع ہے یعنے قرآن شریف قیامت کا علم ہے۔ کیونکہ وہ تمکو اس کے آنے اور اس کے حالات اور خطرات کی نسبت جو واقع ہونے والے ہیں۔ پوری خبر دیتا ہے۔ یہ دلیل واقعی قوی ہے +

(۳) تفسیر جامع البیان صفحہ ۴۲۲ - زیر آیت بالا - وقیل الضمیر للقرآن فانّ فیہ لدلالتہ علیہا - یعنے وہ کہتے ہیں۔ کہ ضمیر قرآن شریف کی طرف راجع ہے۔ کیونکہ اس میں قیامت کے دلایل ہیں +

(۴) تفسیر غرایب القرآن جلد ۳ زیر آیت وانہ لعلم للساعۃ - قیل الضمیر فی وانہ للقرآن لعلم منہ وفیہ ثبوت الساعہ - کہتے ہیں - ضمیر وانہ لعلم للساعۃ میں قرآن کے لئے ہے جس میں قیامت کا علم اور ثبوت ہے +

(۵) تفسیر بیضاوی جلد ۵ صفحہ ۴۴۹ - یعنے عیسیٰ علیہ السلام علم ساعۃ ہیں - کیونکہ ان کا پیدا

(۱) (وانہ) وان عیسیٰ علیہ السلام (لعلم للساعۃ) لان حدوثہ او نزولہ من اشراط الساعۃ

ہونا یا نازل ہونا قیامت کے اشراط سے ہے +

(۲) وقیل الضمیر للقرآن فان فیہ الاعلام

اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے۔ کہ ضمیر قرآن شریف

بالساعة والدلالة علیها | کے لئے ہے۔ کیونکہ اس میں قیامت کے نشانات اور اس کے واقعہ ہونے کے دلائل ہیں ÷

(۶) عنایت القاضی حاشیہ علی البیضاوی جلد ۷ صفحہ ۴۴۹ - حدوثہ کے معنے اس کا پیدا

وقوله لان حدوثه ای خلقه او ظهوره ارساله واشراط الساعة بمعنی العلامة فیکون علماً للساعة مجازا عما تعلم به۔ والتعبیر به کاطلاق الذکر علیه وعلی القرآن المعلوم به قربها	ہونا یا اسکا رسول ہوکر آنا - اور اشراط الساعة کے معنے علامات قیامت ہے۔ تاکہ وہ قیامت کا علم ہو یعنے مجازاً اس سے قیامت کی واقفیت ہو۔ اور تعبیر اسکی یہ ہے کہ گویا قیامت

کے ذکر کا اطلاق اس پر اور قرآن شریف پر ہے کہ اس سے قیامت کے قریب ہونے کا علم حاصل ہوتا ہے ÷

(۷) تفسیر روح المعانی جلد ۸ صفحہ ۲۶ - زیر آیت بالا - یعنے عیسی علیہ السلام قیامت کا علم

ای عیسی علیه السلام لعلم للساعة - ای انه بنزوله شرط من اشراطها او لحدوثه بغیر اب وعن الحسن وقتادة وابن جبیر ان ضمیر انه للقرآن لما ان فیه الاعلام بالساعة	ہے۔ یعنے ان کا نازل ہونا قیامت کی شرطوں میں سے ایک شرط ہے۔ یا اس کا پیدا ہونا بغیر باپ کے قیامت کی علامت ہے۔ اور حسن اور قتادہ اور ابن جبیر کے نزدیک انہ

کی ضمیر قرآن شریف کی طرف ہے۔ کیونکہ اس میں قیامت کے نشانات ہیں ÷

(۸) تفسیر مجمع البیان جلد ۲ زیر آیت وانه لعلم للساعة - حسن سے روائیت ہے کہ اللہ

قیل ان الهاء فی قوله وانه یعود الی القرآن ومعناه ان القرآن لدلالة علی قیام الساعة والبعث یعلم به ذلک عن الحسن۔ وقیل معناه ان القرآن لدلیل للساعة لانه آخر الکتب انزل علی آخر الانبیاء عن ابی مسلم	تعالے کی آئیت انہ میں جو ہاء ہے۔ وہ قرآن شریف کی طرف پھرتی ہے۔ اور معنے یہ ہیں کہ قرآن شریف قیامت کے قیام اور بعثت کی دلیل ہے۔ کیونکہ قرآن ہی سے اس کا علم حاصل ہوتا ہے۔ اور ابو مسلم کہتے ہیں کہ اس کے

معنے یہ ہیں کہ قرآن شریف قیامت کی دلیل ہے۔ کیونکہ وہ آخری کتاب ہے۔ جو نبی آخر الزمان پر نازل ہوئی ہے ÷

ان تمام تفاسیر وغیرہ سے واضح ہے۔ کہ انہ کی ضمیر زیادہ تر قرآن شریف کی طرف پھیری

گئی ہے۔ اور حسن اور قتادہ اور ابومسلم جیسے بزرگ اسی بات کے قائل ہیں۔ اور یہ بات قرآن شریف کے سیاق و سباق سے بھی ثابت ہے۔ اور یہی بات زیادہ تر قابل وثوق ہے۔ جیسے ہم پیشتر ازیں ظاہر کر چکے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ بعض نے اپنے خیال سے مسیح کے نزول کو بھی قیامت کی شرط قرار دیا ہے۔ لیکن جب بوجوہات کثیر ثابت کیا گیا ہے۔ کہ مسیح فوت ہو چکا ہے۔ اور اُن کا آسمان پر بجسدہ العنصری کسی حدیث صحیح سے ثابت نہیں ہوتا۔ تو نزول کیسے ہو سکتا ہے۔ اور ہم نزول کی بحث عنقریب شروع کر کے دکھائینگے۔ کہ لوگوں نے جسطرح نزول مانا ہے۔ وہ سراسر غلط ہے۔ واقعی اس کے یہی معنے ہو سکتے ہیں۔ کہ انہ کی ضمیر قرآن شریف کی طرف ہے۔ یا اگر مسیح کی طرف ہو۔ تو اسکی تین صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ وہ فوت ہو گئے ہیں۔ و عندہ علم الساعۃ سے ہویدا ہے۔ جو خدا کے پاس چلا جائے۔ وہ مرے بغیر نہیں جا سکتا۔ دوسرے یہ کہ چونکہ مسیح علیہ السلام نے قیامت اور حشر کی وجوہات کثیر بیان کی ہیں۔ اور مختلف مثالوں اور پیراؤں میں اسکی تفصیل و تشریح کی ہے۔ اس لیے اس کو علم للساعۃ کہا گیا۔ تیسرے یہ معنے کہ صدوقی فرقہ چونکہ حشر و نشر کا قائل نہیں تھا۔ اسکے قائل کرنے کے لئے یہ دلیل پیش کی گئی۔ کہ مسیح خود حشر اجساد کی ایک مثال تم میں موجود ہے۔ جبکہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوا ہے۔ یہ آخری بات بھی تفاسیر کے مفسروں اور آجکل علما کے مذاق کے موافق ہے۔ ورنہ میرے نزدیک یہ دلیل بھی ضعیف سی ہے۔

چوتھی دلیل ہم بیان کرتے ہیں۔ جو بہت قوی اور صحیح بھی ہے۔ اور اس سے تسلی بھی پوری ہو سکتی ہے کہ الساعۃ سے مراد صرف قیامت کبریٰ ہی نہیں ہوا کرتی۔ بلکہ کسی امر عظیم الشان کے وقوعہ کو بھی الساعۃ کہتے ہیں۔ جیسے قرآن کی آیات ذیل اس پر شاہد ہیں (اول) اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَ انْشَقَّ الْقَمَرُ۔ یعنے وہ عظیم الشان گھڑی آگئی جس میں انشقاق قمر کا وعدہ تھا۔ سو وہ وعدہ پورا ہو گیا اور اسی کے موافق چاند پھٹ گیا۔ سورۃ القمر ع۱ دوسری آیت میں ہے اَمْ يَقُولُونَ نَحْنُ جَمِيعٌ مُّنْتَصِرٌ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہماری بڑی قوی جماعت ہے۔ سو کوئی دن آتا ہے کہ یہ گروہ شکست کھائے گا۔ اور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائے گا۔ بلکہ ایک وقت عظیم الشان آتا ہے۔ جبکہ وہ ہلاک ہوں گے۔ سورۃ القمر ع ۳۔ یہاں ساعت سے مراد جنگ بدر ہے۔

ایسے ہی قرآن کے بہت سے مقامات پر ساعت سے مراد کوئی عظیم الشان واقعہ ہوتا ہے۔

لہذا آیت وانہ لعلم للساعۃ سے یہ مراد ہے۔ کہ اب بنی اسرائیل کا خاتمہ ہے۔ گویا ان پر اب قیامت آگئی ہے۔ کیونکہ مسیح علیہ السلام ان کے قدیم نوشتوں کے مطابق خاتم خاندان بنی اسرائیل تھے۔ اور اب بنی اسمٰعیل کے گھرانہ کے لئے نئی دنیا پیدا ہونے والی تھی۔ گویا اب حشر اجساد از سر نو ہونا تھا۔ اور اول الذکر خاندان یعنے بنی اسرائیل کے لئے مقولہ من مات فقد قامت قیامتہ۔ صادق آتا تھا۔ اور ظاہر ہے کہ ہر موت کے بعد ایک زندگی بھی ملتی ہے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں بھی ایک قیامت ہوں۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔ کہ میں وہ قیامت ہوں کہ میرے

انا الحاشر الذی یحشر الناس علے قدمی	قدموں پر لوگ اٹھائے جائینگے۔ پس جیسے حضرت عیسی علیہ السلام خاندان بنی اسرائیل کے خاتمہ کی قیامت کا نشان تھے۔ ایسا

ہی فخر بنی آدم حضرت محمد رسول اللہ ایک نئی اور جدید حیات دلانیوالی قیامت کے نشان تھے اور یہ بات قرین قیاس بھی ہے جو فی الحقیقت واقعہ بھی ہوچکی۔ پس کوئی اور معنے لینا سراسر غلطی ہے

پندرہویں فصل

اس بارہ میں کہ مسیح کا آسمان پر جانا ناممکن ہے

جہاں تک اس مسئلہ میں ہم غور اور فکر کرتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ علما کا یہ خیال کہ حضرت عیسے علیہ السلام آسمان پر زندہ چلے گئے سراسر دور از قیاس ہے۔ اور یہی سمجھا جاتا ہے۔ کہ ان لوگوں نے محض اپنی سادگی اور قلت تدبر کی وجہ سے ایسا مان لیا ہے۔ ورنہ اگر وہ معمولی عقل سے بھی کام لیتے۔ تو کبھی انکو اس قدر دقت نہ اٹھانی پڑتی۔ اور خلاف عقل اور خلاف فطرت اللہ بات کو اپنے دل میں جگہ دیتے۔ ہمنے کتب سابقہ یعنے توریت اور اناجیل کو بھی نظر تدبر سے پڑھا۔ اور قرآن شریف بھی نہایت غور سے دیکھا۔ اور احادیث رسول اللہ کا بھی بکثرت مطالعہ کیا۔ مگر ہمیں کہیں بھی پتہ نہ چلا کہ کوئی بشر زندہ بجسم عنصری آسمان پر چلا گیا ہو۔ اور ہم بوجوہات ذیل آسمان پر جانا غلط بلکہ ناممکن سمجھتے ہیں +

۱۔ قرآن شریف سے کہیں بھی ثابت نہیں ہوتا۔ کہ اللہ تعالی کی عادت میں یہ بات داخل ہو کہ وہ کسی آدمی کو آسمان پر اس جسم عنصری کے ساتھ لیجاتا ہو +

۲۔ خود مسیح کی نسبت کوئی آیت قرآن شریف میں صراحتاً یا کنایتاً ایسی نہیں ملتی جس سے

حضرت عیسٰے علیہ السلام کا بجسد العنصری جانا ثابت ہوتا ہو +

۳- کھلی کھلی آیات سے ثابت ہے۔ کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام اور انبیا کی طرح اپنا زمانہ نبوت پورا کر کے دار فانی کو الوداع کہ گئے +

۴- خود قرآن شریف سے آسمان پر جانا انسان کے لئے ناممکن قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ آیت ذیل اس کے شاہد ناطق ہے۔ کیونکہ خاتم النبیّن و فخر المرسلین صلواۃ اللہ وسلامہ علیہ جیسے

اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ۔ پارہ ۱۵-۶-۱۰-

آسمان پر جانے سے یہ اقرار کریں کہ میں تو ایک بشر ہوں یہ صفت اللہ تعالی کی ذات خاص سے ہے۔ میں تو آسمان پر نہیں جا سکتا۔ حالانکہ ایک عظیم الشان گروہ صرف اسی وجہ سے اسلام قبول کرنے پر آمادہ تھا۔ کہ ہمارے سامنے آپ آسمان پر تشریف لیجائیں۔ اور وہاں سے ایک کتاب لیکر آجائیں۔ تو ہم سب کے سب مسلمان ہو جائینگے۔ اور یہ بات کس سے پوشیدہ ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم اور دیگر اقوام کے مسلمان کرنے کے لئے کیسے حریص تھے۔ بلکہ وہ اس فکر میں شب و روز گھلتے جاتے تھے کہ کہیں یہ لوگ حق پر آجائیں۔ چنانچہ اُن کے اس غم و حزن کی شہادت خود اللہ تعالے دیتا ہے۔ دیکھو آیت لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۔ پارہ ۱۹- سورۃ الشعرا رکوع اوّل۔ جب افضل الرسل آسمان پر جانے سے اپنی عاجزی اور ناتوانی کا اقرار کرتے ہیں۔ تو پھر حضرت مسیح علیہ السلام بمقابلہ ہمارے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے کیا حقیقت رکھتے ہیں جب معجزہ طلب کرنے پر حضرت فخر المرسلین آسمان پر جانے سے قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا کہیں۔ تو بلا کسی کے معجزہ طلب کرنے کے مسیح کیونکر آسمان پر جا سکتے ہیں +

(دوم) احادیث سے بھی ثابت ہے کہ حضرت عیسٰے تو ہوا پر نہیں جا سکتے تھے۔ چہ جائیکہ وہ آسمان پر چلیں جائیں۔ وہ احادیث حسب ذیل ہیں +

۱- ان عیسٰے ابن مریم کان یمشی علے الماء ولو زاد یقیناً یمشی فی الھواء ۔ رواہ الحکیم عن زافر ابن سلیم۔

حکیم نے زافر ابن سلیم سے روایت کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ عیسے مریم کا بیٹا پانی پر چلسکتا تھا۔ اور اگر وہ یقین میں زیادہ ترقی کرتا۔ تو ہوا میں بھی چل سکتا +

۲- لوات اخی عیسٰے کان احسن یقینا مماکان یمشی فی الھواء وصلے علے المار رواہ الدیلمی عن معاذ	یعنے دیلمی اپنی کتاب میں بروایت معاذ بن جبل یہ حدیث بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میرے بھائی عیسٰی کو اس سے زیادہ یقین ہوتا

جس قدر ان کو حاصل تھا تو ہوا پر چلتے۔ اور پانی پر نماز پڑھتے۔ کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۹۰۔

ان ہر دو حدیثوں سے صاف ظاہر ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت دی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام میں ہوا پر اڑنے کی طاقت نہیں تھی۔ اور جب ہوا پر نہیں جا سکتے تھے تو پھر آسمان پر کیونکر جا سکتے تھے۔ کیونکہ زمین سے آسمان تک تمام ہوا ہی ہوا ہے۔ اور کچھ نہیں ہوا کے اوپر ایک طبقہ ایسا ہے جہاں پر ایتھر جو ایک نہایت رقیق سیالی مادہ ہے ہوتا ہے۔ اور وہ بھی ایک قسم کی ہوا کے مشابہ ہے۔ جب ہوا پر اڑنا ثابت نہیں تو آسمان پر جانا کیونکر ممکن ہو سکتا ہے +

(سوم) بزرگان دین کی کلام سے بھی ظاہر ہے۔ کہ وہ بھی بلا موت آسمان پر جانا تسلیم نہیں کرتے۔ چنانچہ امام الحافظ ابن قیم اپنی کتاب زاد المعاد جلد اوّل صفحہ ۳۰۱ و ۳۰۲ میں لکھتے ہیں کہ کوئی انسان خواہ نبی ہی کیوں نہ ہو۔ جسم کثیف اور خاکی کے ساتھ بجز مرگ آسمان پر نہیں جا سکتا

(چہارم) جب ہم قانون قدرت میں غور کرتے ہیں۔ تو بھی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ کہ انسان ضعیف البنیان کیونکر آسمان پر جا سکتا ہے۔ حالانکہ ایک دو میل تک اوپر جانے سے دم گھٹنے لگتا ہے۔ جیسے کہ غبارہ بازوں کی شہادت سے ظاہر ہے۔ بلکہ جو لوگ کسی اونچے پہاڑ پر چڑھنا چاہتے ہیں۔ تو وہاں بھی انسان کا دم گھٹنے لگتا ہے۔ چہ جائے کہ کوئی آسمان پر جا سکتا ہو۔ کیونکہ زمین پر ہوا ثقیل ہے۔ اور جوں جوں اوپر جائیں ہوا ہلکی ہوتی ہے۔ وہ انسانی مزاج کے ہرگز مناسب حال نہیں ہوتی۔ بلکہ انسان کی حالت ایک ہوکنی کیسی ہو جاتی ہے۔ اور اخیر کو اسکے تمام احشا وغیرہ پھولکر پھٹنے لگتے ہیں۔ اور تین میل تک اوپر جانا انسان کے لئے بجز موت ہے، حاصل نہیں۔ اگر اسی امر کو تسلیم بھی کر لیں کہ مسیح آسمان پر چلے گئے۔ تو بھی پھر ماننا پڑیگا کہ حضرت مسیح فوت ہو گئے ہیں۔ کیونکہ انکا جسم آسمانی آب و ہوا کے مناسب حال پیدا نہیں کیا گیا تھا +

(پنجم) اگر مسیح کو صرف یہودیوں کے خوف سے آسمان پر لیجانا تسلیم کر لیں۔ تو اس میں اللہ تعالےٰ کی شان پر حرف آتا ہے۔ کہ وہ بغیر آسمان پر لیجانے کے ان کی جان کو نہیں بچا سکتا تھا +

(شانزدہم) مسیح کا آسمان پر چلا جانا تسلیم کر لینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت ہے۔ کیونکہ جب کفار نے ان کو قتل کرنا چاہا۔ تو انکی خدا نے کوئی حمایت نہ کی۔ اور آسمان پر نہ اٹھا لیا۔ بلکہ ان کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا۔ اور وہ ماری ماری پہاڑوں کی غاروں میں چھپتے پھرے حالانکہ وارفعنی کی دعا بھی مانگتے رہے۔ اے مسلمانوں افضل الرسل فخر بنی آدم کی ایسی ذلت گوارا کرنا اور مسیح کو وہ عزت دینا کہ قریب قریب خدا بنا دینا۔ تلک اذاقسمۃ ضیزی فتدبروا یا اولے الابصار۔

سولہویں فصل

مسیح کی وفات پر دیگر اشخاص کی شہادت

ہم گذشتہ فصلوں میں بوضاحت بیان کر چکے ہیں۔ کہ نقل و عقل سے بخوبی ثابت ہے۔ کہ مسیح علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ اب ہم یکجائی طور سے دیگر اشخاص کی شہادتیں پیش کرتے ہیں جنہوں نے مسیح علیہ السلام کی وفات کی نسبت اپنے آراء یا اقوال ظاہر کئے ہیں۔

(۱) امام بخاری رحمۃ اللہ کی شہادت بوجوہات ذیل۔

(الف) انہوں نے صحیح بخاری میں مُتَوَفِّیکَ کے معنے ممیتک لکھے ہیں۔ جیسے ہم فصل ۹ میں بیان کر چکے ہیں۔

(ب) فلما توفیتنی کے وہی معنے ظاہر کئے ہیں۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات پر لگائے ہیں۔ دیکھو فصل ۹۔

(ج) حلیے الگ الگ بیان کئے ہیں۔ یعنے حضرت مسیح ناصری کا حلیہ الگ اور حضرت مسیح موعود کا حلیہ الگ۔ جیسے کہ ذیل کی احادیث سے ظاہر ہے۔

(اول) وہ حدیث جو انبیاء کے ذیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حلیہ کے متعلق ہے۔ یعنے

حدثنا محمد بن کثیر ثنا اسرائیل انا عثمان بن المغیرۃ عن مجاھد عن ابن عمر قال قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم رائیت عیسی و موسی و ابراھیم فاما عیسے فاحمر جعد عریض الصدر	محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی۔ اُس نے اسرائیل سے اُس نے عثمان بن مغیرہ سے۔ اُس نے مجاہد سے۔ اُسنے ابن عمر کو کہتے ہوئے سنا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میں نے عیسیٰ اور موسیٰ اور ابراہیم کو دیکھا۔ عیسیٰ تو سُرخ رنگ۔ گھونگر والے بال اور فراخ چھاتی لئے ہوئے

و اما موسیٰ فآدم جسیم سبط کانہ من رجال الزط	تھا اور موسیٰ گندمی رنگ بھاری جسم والا۔ گویا کہ زط کے قبیلے میں سے ہے۔ دیکھو بخاری جلد ا مطبوعہ مطبع احمدی

صفحہ ۴۸۱ +

(دوم) وہ حدیث جو مسیح الدجال کے ساتھ بیان کی ہے۔ یعنے امام بخاری نے روائیت بیان کی

حدثنا احمد بن محمد المکی قال سمعت ابراھیم بن سعد ثنی الزھری عن ابیہ قال لا واللہ ما قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم لعیسےٰ احمر ولکن قال بینما انا نائم اطوف بالکعبۃ۔ فاذا رجل آدم سبط الشعر یھادی بین رجلین ینطف راسہ ماءً او یھراق راسہ ماءً فقلت من ھذا قالوا ابن مریم فذھبت التفت فاذا رجل احمر جسیم جعد راسہ اعور عینہ الیمنی کان عنبۃ طافیۃ فقلت من ھذا قالوا ھذا الدجال واقرب الناس بہ شبھا ابن قطن قال الزھری رجل من خزاعۃ ھلک فی الجاھلیۃ۔ رواہ البخاری۔	ہے کہ سالم نے اپنے باپ سے سنا ہے کہ اللہ کی قسم ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ہرگز نہیں کہا کہ عیسےٰ سرخ رنگ ہے۔ لیکن فرمایا کہ میں سویا ہوا تھا۔ اور میں خواب میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ میں خانہ کعبہ کا طواف کر رہا ہوں اسوقت ایک گندم گون آدمی پر نظر پڑی۔ جس کے بال گندھوں تک لٹکے ہوئے تھے۔ اور دو آدمیوں کے درمیان چلتا تھا۔ اس کے سر سے پانی ٹپکتا تھا۔ یا اس کے سر پر سے پانی کے قطرات گرتے تھے۔ مینے پوچھا کہ یہ کون ہے تو جواب ملا کہ ابن مریم ہے۔ پھر میں آگے چلا گیا۔ تو پھر میری نظر ایک سرخ رنگ بھاری جسم والے پر پڑی۔ جس کے بال گھونگر والے ہیں۔ اس کی دائیں آنکھ کانی ہے۔ گویا منقہ نکلا ہوا ہے۔ میں نے پوچھا کہ وہ کون ہے تو جواب ملا کہ یہ دجال ہے۔ اور اس کی شکل ابن قطن سے بہت ملتی جلتی تھی الی آخرہ۔ دیکھو بخاری جلد ا

صفحہ ۴۸۱ +

علاوہ ان کے اور بھی حدیثیں ہیں۔ لیکن ہمنے بوجہ خوف طوالت دو ہی پر اکتفا کیا ہے۔ جن سے ظاہر ہے کہ جب انبیا سابقین کی ذیل میں مسیح علیہ السلام کا ذکر کیا گیا ہے۔ تو ان کا حلیہ یوں ذکر کیا ہے۔ کہ وہ سُرخ رنگ گھونگر والے بال اور فراخ صدر ہیں۔ اور جب کبھی مسیح کو دجال کے ساتھ بیان کیا ہے۔ تو اس کا حلیہ الگ ہے۔ یعنے وہ گندم گون ہے۔ بال سیدھے لٹکے ہوئے اور میانہ قد ہیں۔ جس سے صاف عیاں ہے کہ بخاری کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال میں دو الگ

شخصوں سے مراد ہے۔ جو ایک ہی نام سے موسوم کئے گئے ہیں۔ اور ایک نام کا آنا کوئی مستبعد امر نہیں۔ ہزارہا نام ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔ تو جب دو عظیم الشان آدمیوں کے نام مل جائیں تو کونسی آفت آجاتی ہے +

(د) نزول کے متعلق صرف وہ حدیث لکھی ہے۔ جس سے مسیح موعود کا اسی امت میں سے ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور جس قدر رطب و یابس احادیث دیگر کتب احادیث میں پائی جاتی ہیں۔ ان میں سے ایک بھی امام بخاری نے اپنی صحیح میں درج نہیں کی۔ جس سے انکی توجہ کا رجحان اسی طرف ثابت ہوتا ہے کہ وہ مسیح نبی ناصری کی وفات پر پختہ اعتماد رکھتے تھے۔ چنانچہ وہ حدیث یہ ہے۔ یعنی ابن بکیر نے لیث

حدثنا ابن بکیر ثنا اللیث عن یونس عن ابن شہاب عن نافع مولے ابی قتادۃ الانصاری ان اباھریرۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم

سے اس نے یونس سے اس نے ابن شہاب سے اس نے نافع ابو قتادہ انصاری کے غلام سے سنا کہ ابو ہریرہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب ابن مریم تم میں نازل ہوں گے۔ تو تمہارا کیا ہی حال ہوگا۔ اور تم جانتے ہو کہ وہ کون ہے۔ وہ تم ہی میں سے ایک امام ہے۔

دیکھو بخاری جلد اوّل صفحہ ۴۷۳۔

(۲) شہادت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالے کما جاء فی الاحادیث۔ لما قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان ابو بکر فی ناحیۃ المدینۃ فجاء فلما خرج مر بعمر و ھو یقول مامات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ولا یموت حتّٰی یقتل اللہ المنافقین فقال ایھا الرجل اربع علے نفسک فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد مات الم تسمع انک میت و انھم میتون۔ وقال وما جعلنا لبشر من قبلک الخلد افان مت فھم الخالدون ۔ ثم تلاء وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علے اعقابکم دیکھو در منثور جلد ۴ صفحہ ۱۱۸ و ۱۱۹۔

(۳) کسی صحابی کا حضرت ابو بکر کی مخالفت نکرنا۔ اور سب کا انکے ساتھ اتفاق ہو جانا صاف ظاہر کرتا ہے کہ سب صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہی مذہب ہے کہ سب انبیا جس میں مسیح بھی شامل ہیں فوت ہو چکے ہیں۔ ورنہ حضرت عمر جیسے غیور اور غلیظ القلب کیونکر خاموش رہ سکتے تھے اگر مسیح علیہ السلام ان کے نزدیک زندہ تھے تو پھر اسوقت انھوں نے کیوں نہ کہا۔ جب مسیح علیہ السلام زندہ آسمان پر ہیں تو ہمارا

رسول کیوں زندہ نہیں۔ وہ بھی آسمان پر چلے گئے ہیں لیکن انہوں نے حضرت ابوبکر کے استدلال کو تسلیم کرلیا اور گردن جھکا دی۔ پس صاف ظاہر ہے کہ کل صحابہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مسیح مرچکا ہے۔ اور آجتک کہیں بھی ثابت نہیں کہ کسی صحابی نے اُسوقت یا بعد میں اس کو جھٹلایا ہو۔ کہ حضرت ابوبکر کا یہ استدلال غلط تھا۔ بلکہ ہم نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت مسیح کا زندہ بجسم العنصری آسمان پر جانا سُنا ہے +

(۴) امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کی شہادت کہ وہ کہتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں چنانچہ مجمع البحار جلد ۱ صفحہ ۸۶ میں امام محمد طاہر گجراتی لکھتے ہیں۔ یعنے اکثر کا خیال ہے۔ کہ عیسیٰ علیہ

والاکثران عیسےٰ علیہ السلام لم یمت وقال مالک مات۔	السلام نہیں مرے۔ لیکن مالک کہتے ہیں کہ وہ فوت ہوگئے ہیں +

(۵) امام ابو حنیفہ کی شہادت کہ مسیح علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں۔ اس کا ثبوت یوں ہے کہ حضرت ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ و حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ ہمعصر ہیں۔ صرف دس برس عمر میں فرق ہے۔ حضرت امام اعظم ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور حضرت امام مالک ۹۰ھ ہجری میں۔ اور جہاں تک دیکھا جاتا ہے۔ اکثر مسایل میں ان ہر دو بزرگ کا بڑا اختلاف ہے۔ حتیٰ کہ حرام و حلال تک نوبت پہنچی ہوئی ہے۔ مگر اس مسئلہ میں امام مالک برملا مسیح کی موت کے قایل ہیں۔ اور حضرت ابو حنیفہ وغیرہ خاموش ہیں۔ اور یہ بات تمام اہلِ اسلام میں مسلم ہے۔ کہ جس امر پر کوئی پیشوا مجتہد سکوت اختیار کرے گویا اُس کے نزدیک مسلم ہوتا ہے۔ ورنہ مہمات دین میں سکوت کرنا معصیت میں داخل ہے پس ظاہر ہے کہ حضرت ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کا جو تقویٰ میں سب سے بڑے ہوئے تھے۔ سکوت کرنا اس بات پر مہر لگانا ہے کہ مسیح علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں +

(۶) امام محمدؒ کی شہادت مسیح کی وفات پر۔ جس کا ذکر یوں ہے۔ کہ یہ بزرگ امام حضرت ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ و حضرت مالک رحمتہ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔ انکے مجتہدات سے ظاہر ہے۔ کہ بعض مسایل میں انہوں نے اپنے ہر دو استادوں سے اختلاف کیا ہے۔ مگر اس مسئلہ میں وہ بھی سکوت کرتے ہیں۔ لہذا یہ مسئلہ بھی انکے نزدیک مسلم ہے +

(۷) امام ابو یوسف کا بھی حسب بیان بالا امام محمدؒ کی طرح سکوت ہے۔ یہ دونو شاگرد صاحبین کے نام سے مشہور ہیں۔ جنکا فتویٰ بعض مسایل میں برخلاف حضرت ابو حنیفہ رحمتہ اللہ چلتا ہے۔ لیکن

اس مسئلہ میں وہ بھی ساکت ہیں +

(۸) امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ بھی مثل ابو حنیفہ وغیرہ ائمہ کے اس مسئلہ میں ساکت ہیں۔ حالانکہ یہ امام محمدؒ امام مالکؒ کے شاگرد ہیں۔ اور انہوں نے امام ابو حنیفہؒ۔ امام مالکؒ۔ امام محمدؒ۔ امام ابو یوسف کے مجتہدات کے برخلاف بہت سے مسایل لکھے ہیں۔ اور بڑا ہی اختلاف کیا ہے۔ لیکن اس مسئلہ میں انہوں نے امام مالک رحمتہ اللہ کی مخالفت نہیں کی جس سے انکا اتفاق ثابت ہوتا ہے +

(۹) امام احمد بن حنبل جو ان سب کے بعد ہوئے ہیں۔ اور جو امام شافعی کے شاگرد بھی ہیں۔ انہوں نے سب متذکرہ بالا اماموں کے اجتہادات میں بڑا ہی اختلاف کیا ہے۔ لیکن اس مسئلہ میں وہ بھی سکوت کرتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ بھی اس مسئلہ میں امام مالک کے متفق ہیں +

(۱۰) حافظ ابن قیم رئیس المحدثین اپنی کتاب زاد المعاد کے صفحہ ۱۹ مطبوعہ مطبع نظامی میں لکھتے ہیں
واما مایذکر عن المسیح انہ رفع الی السماء ولہ ثلثۃ وثلثون سنۃ فھذا لایعرف لہ اثر متصل یجب المصیر الیہ۔ یعنے مسیح کی نسبت جو یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ وہ آسمان میں تینتیس برس کی عمر میں اٹھائے گئے۔ اس باب میں کوئی نشان پایا نہیں جاتا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ امام ابن قیم اس بات کے قایل ہیں کہ حضرت عیسےٰ آسمان پر نہیں گئے۔ اور نہ اس کا ثبوت کہیں ملتا ہے۔ پس وہ زمین پر ہی رہے۔ اور فوت ہوئے +

(۱۱) شہادت کرمانی رحمتہ اللہ علیہ جنہوں نے ابن عباس کے قول ممیتک کو تحریر فرماکر اپنی رائے رقم فرمائی ہے۔ دیکھو عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد ۸ صفحہ ۵۹۳ +

(۱۲) شہادت ابن قیم۔ وہ لکھتے ہیں۔ لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ پر تھے تو کشف

لکن لما کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی مقامہ خرق العوائد حتی شق بطنہ وھو حی لایتألم بذلک عرج بذات روحہ المقدسۃ حقیقۃ من غیر اماتۃ ومن سواہ لاینال بذات روحہ الصعود الی السماء الا بعد الموت والمفارقۃ فالانبیاء انما استقرت ارواحھم ھناک بعد مفارقۃ الابدان

میں دیکھا کہ خلاف عادت لٹا ہوں۔ یہاں تک کہ انکا شکم بھی شق کیا گیا۔ اور وہ زندہ ہی رہے۔ اور کوئی درد بھی محسوس نہیں ہوا۔ روح پاک کے ساتھ فی الحقیقت معراج میں گئے۔ اور زندہ ہی تھے۔ اور انکے سوائے کسی شخص کی روح آسمان پر موت سے پہلے نہیں جاسکتی۔ اور تمام انبیاء کی روحیں بھی آسمان پر بعد موت ومفارقت بدن رہتی ہیں۔ دیکھو زاد المعاد

جلد اول صفحہ ۳۰۱ و ۳۰۲ -

(۱۳) شہادت ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ جو حاشیہ جلالین معہ کمالین صفحہ ۱۰۹ - مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ہے - وتمسک ابن حزم بظاہر الآیۃ وقال بموتہ - یعنے ابن حزم نے ظاہر آیت کے تمسک پکڑا ہے یعنے مسیح کی موت پر - پس صاف معلوم ہوا کہ حضرت ابن حزم صاحب بھی مسیح کی موت کے قایل ہیں +

(۱۴) شہادت عبد الحق محدث دہلوی - یہ بزرگ اپنی کتاب ما ثبت بالسنۃ فی ایام السنۃ کے صفحہ ۹۴ میں لکھتے ہیں - وعاش عیسی علیہ السلام خمس وعشرین سنۃ ومائۃ - یعنے حضرت عیسی علیہ السلام ۱۲۵ - برس تک زندہ رہے +

(۱۵) شہادت نواب صدیق حسن خاں صاحب بھوپالوی - سارے انبیا جو حضرت سے پہلے تھے مرچکے ہیں - دیکھو ترجمان القرآن جلد ۲ صفحہ ۱۳۵ +

(۱۶) شہادت حافظ محمد لکھوکے والے - تفسیر محمدی جلد اول میں زیر آیت وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل لکھتے ہیں - جویں پیغمبر گذرے سارے زندہ رہیا نکوئی +

(۱۷) شہادت جبائی جو اہل تشیع میں ایک مشہور علامہ گذرے ہیں - چنانچہ وہ فلما توفیتنی کے متعلق کہتے ہیں - یعنے اس آیت میں یہ بات نکلتی ہے - کہ اللہ تعالے نے ان کو وفات دی - اور روح کو اپنی طرف بلا لیا - دیکھو تفسیر مجمع البیان جلد اول زیر آیہ فلما توفیتنی +

وفی ہذہ الآیۃ دلالۃ علی انہ امات عیسی وتوفاہ ثم رفعہ الیہ

(۱۸) شہادت محی الدین ابن عربی کہ وہ کہتے ہیں کہ مسیح فوت ہوگئے - اور ان کا نزول بروزی طور سے ہوگا - چنانچہ وہ فرماتے ہیں - عیسی علیہ السلام کا رفع ہوا - جبکہ عالم سفلی سے مفارقت کرکے عالم علوی کی طرف چلا گیا - اور ان کا چوتھے آسمان پر ہونا اس بات کی طرف اشارہ ہے - کہ اس کے روح کے فیضان کا جائے صدور فلک الشمس کی روحانیت ہے جو جہان کے قلب کے مشابہ ہے

رفع عیسی علیہ السلام اتصال روحہ عند المفارقۃ عن العالم السفلی بالعالم العلوی وکونہ فی سماء الرابعۃ اشارۃ الی ان مصدر فیضان روحہ روحانیۃ فلک الشمس الذی ہو بمثابۃ قلب العالم ومرجعہ الیہ وتلک الروحانیۃ تحرک ذلک الفلک بعشق فیہ واشراق اشعتہ علی نفسہ ایماشوقا للتحریکہ ولما کان مرجعہ الی مقرہ الاصلی ولم یصل الی الکمال الحقیقی وجب نزولہ فی آخر الزمان بتعلقہ

ببدن آخر ۔ | اور اس کا مرجع بھی اسی کیطرف ہے۔ اور وہ رو حانیت

ایک نور ہے۔ جو اس فلک کو اپنے عشق سے منور کرتا ہے۔ اور اس کے نفس پر شعاعوں کا چمکنا اوسی کی تحریک سے ہے۔ اور جب اس کا مرجع اسکی اصلی جائے قرار کی طرف ہے۔ اور اپنے کمال حقیقی کو نہیں پہنچ سکتا تو اس لئے وہ آخری زمانہ میں دوسرے بدن کے ساتھ تعلق پیدا کر کے نزول کرے گا دیکھو تفسیر مذکور جلد ۱ صفحہ ۲۶۲ ۔

(۱۹) شہادت صاحب اقتباس الانوار بصفحہ ۵۲۔ جسمیں لکھا ہے۔ اکثر صوفیا کا مذہب ہے کہ مسیح موعود کا بروزی طور سے نزول ہوگا۔ پس صاف ظاہر ہے کہ وہ خود وفات پا چکے ہیں ۔

(۲۰) شہادت نواب صدیق حسن خان بحوالہ طبرانی و حاکم جنہوں نے اس حدیث کو بیان کر کے کوئی جرح نہیں کی۔ اور حدیث یوں ہے۔ کہ ہر نبی اپنے ماسبق نبی سے نصف عمر پاتا رہا ہے۔ اور حضرت عیسیٰ بن مریم ایک سو بیس برس تک زندہ رہے۔ دیکھو حجج الکرامۃ صفحہ ۴۲۸۔

(۲۱) شہادت حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ المعروف بداتا گنج بخش صاحب لاہوری۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب کشف المحجوب صفحہ ۱۵۹۔ مطبوعہ مطبع پنجابی لاہور میں لکھتے ہیں۔ پیغمبر گفت اندر شب معراج آدم صفی و یوسف صدیق و موسیٰ کلیم اللہ و ہارون حلیم و عیسےٰ روح اللہ و ابراہیم خلیل اللہ صلوات اللہ علی نبینا و علیہم اندر آسمانہا دیدم۔ لامحالہ آں ارواح ایشاں بود و اگر روح عرضی بودے بخود قایم نہ بودے۔ اور کشف المحجوب مترجم کے صفحہ ۲۸۱ میں یوں لکھا ہے۔ اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا میں نے معراج کی رات میں آدم صفی کو اور یوسف صدیق کو اور موسیٰ کلیم اللہ اور ہارون حلیم اور عیسیٰ روح اللہ اور ابراہیم خلیل اللہ کو آسمانوں میں دیکھا۔ ضرور وہ انکی روح تھی۔ اور اگر روح عرض ہوتی تو اپنے آپ قایم نہ رہتی ۔

(۲۲) شہادت امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ۔ وہ اپنی کتاب طبقات جلد ثانی بصفحہ ۴۳ لکھتے ہیں۔

وکان یقول ان علی بن ابی طالب رفع کما رفع عیسی علیہ السلام و سینزل کما ینزل عیسےٰ علیہ السلام | وہ کہتے تھے کہ علی بن ابی طالب بھی اسیطرح اُٹھائے گئے جس طرح عیسےٰ علیہ السلام اٹھائے گئے اس سے ظاہر ہے کہ جیسے حضرت علی کرم اللہ وجہ

اس دنیا سے وفات پا کر اٹھائے گئے ہیں اسیطرح حضرت عیسیٰ بھی لعنت کی موت سے بچکر طبعی موت کے بعد آسمان پر گئے ۔

(۲۳) شہادت صاحب لطائف القرآن قلمی ہے۔ جو لکھتا ہے کہ جب نزولہ فی

آخر الزمان متعلقة ببدن آخر۔ یعنی آخری زمانہ میں انکی روح دوسرے بدن کے ساتھ نزول کریگی۔

(۲۴) شہادت علامہ قسطلانی۔ جنہوں نے مواہب لدنیہ جلد اول کے صفحہ ۴۲ میں لکھا ہے

عن عایشة انه صلی اللہ علیه وسلم قال فی مرضه الذی توفی فیه لفاطمة ان جبرائیل کان یعارضنی القران فی کل عام مرة وانه عارضنی بالقران العام مرتین واخبرنی انه لم یکن نبی الا عاش نصف الذی قبله واخبرنی ان عیسے بن مریم عاش عشرین ومائة سنة ولا ارانی الا ذاهبا علی راس الستین انتہے ملخصا وروی ابو یعلی عن فاطمة مرفوعا ان عیسے بن مریم مکث فی بنی اسرائیل اربعین سنة فهذا احمایوئید ذاک لاید علیه قوله تعالے فی حق عیسے وجعلنی نبیا لان معناه جعلنی مبارکا نفاعا للخیر۔

یعنے عایشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرض میں جسمیں وہ بالاخر فوت ہوئے۔ فاطمہ کو فرمایا کہ جبرائیل ہر سال قرآن شریف کا ایک دفعہ میرے ساتھ مقابلہ کرتا تھا۔ اور اس سال دو دفعہ کیا ہے۔ اور جبرائیل نے مجھے خبر دی ہے۔ کہ جسقدر پہلے نبی ہوئے ہیں۔ ہر ایک اپنے ماقبل سے نصف عمر پاتا رہا۔ اور یہ بھی مجھے خبر دی کہ عیسےٰ بن مریم ایک سو بیس برس زندہ رہے۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ ساٹھ سال کے سر پر میں بھی جانیوالا ہوں۔ اور ابو یعلے نے فاطمہ سے مرفوعاً روایت کی ہے۔ کہ عیسیٰ بن مریم بنی اسرائیل میں چالیس سال رہے۔ اور یہ بات اس بات کی تائید ہے اور جو اللہ تعالے کے قول کے جو حضرت عیسے کے حق میں ہے مطابق ہے وہ قول کیا ہے۔ وجعلنی مبارکا اینما کنت جس کے معنے یہ ہیں کہ جہاں کہیں میں ہونگا لوگوں کو نفع پہنچایا کروں گا +

(۲۵) شہادت مستدرک بہ حاشیہ جلالین معہ کمالین مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی صفحہ ۵۰۔ جس میں لکھا ہے۔ عن ابن عمر ان عیسے عاش مائة وعشرین سنه کذا فی الاصابه یعنے ابن عمر سے روایت ہے۔ کہ عیسیٰ ایک سو بیس برس تک زندہ رہے +

(۲۶) شہادت حضرت عایشہ صدیقہ جنہوں نے گواہی دی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو فرمایا کہ حضرت عیسے کی ایک سو بیس برس عمر تھی جیسے نمبر ۲۴ سے واضح ہے

(۲۷) شہادت امام شعرانی جنہوں نے حدیث لوکان موسی وعیسے حیین الخ بیان کی ہے

(۲۸) شہادت ابن کثیر جنہوں نے حدیث مذکور کو اپنی تفسیر میں لکھا ہے۔

(۲۹) شہادت شیخ احمد صاوی مالکی۔ جنہوں نے کہا ہے۔ النوم اخذ السی او افیلک کاملا

والموت نوع منه

(۳۰) صاحب تفسیر توضیح مجید جنہوں نے شہادت دی ہے کہ توفی کے معنے موت کے ہیں

(۳۱) شہادت خواجہ محمد پارسا جنہوں نے حدیث لو کان عیسے وموسی حیین لما وسعہما الا اتباعی کی تصدیق اپنی کتاب میں کی ہے۔

(۳۲) شہادت سید علی حایری متعلق حدیث بالا +

(۳۳) شہادت ابو نعیم جنہوں نے کہا ہے کہ ہر نبی کی عمر اپنے ماقبل نبی سے نصف ہے +

(۳۴) شہادت حضرت فاطمہ جنہوں نے مسیح کی حیات ۱۲۰ سالہ بیان کی ہے۔ دیکھو طبرانی

(۳۵) شہادت طبرانی جنہوں نے متذکرہ بالا حدیث سے حضرت فاطمۃ الزہرا کی تصدیق کی ہے +

(۳۶) شہادت خاقانی جنہوں نے تمام انبیا کی موت کا ذکر کرتے کرتے فرمایا۔

کجا شد عیسے مریم کہ مردہ زندہ مے کردے + سلیماں خود کجا رفتہ کجا تخت سلیمانی +

چو ختم الانبیا ہم رفت گو آخر کہ میماند + بجز ذات مقدس قادر قیوم صمدانی

(۳۷) شہادت علامہ زرقانی مالکی جنہوں نے شرح مواہب لدنیہ میں لکھا ہے۔ کہ حضرت عیسے علیہ السلام کی عمر ۱۲۰ برس ہوئی۔ دیکھو جلد ا صفحہ ۴۲۔

(۳۸) شہادت میبندی۔ میبندی در شرح دیوان آوردہ کہ روح عیسی علیہ السلام در مہدی موعود علیہ السلام بروز کند و نزول عیسے ازیں بروز ہست۔ دیکھو غائیت المقصود صفحہ ۲۱۔

(۳۹) شہادت علامہ احمد مقری مغربی مالکی۔ چنانچہ علامہ مذکور اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ یعنے رسول

فی قولہ علیہ السلام یوشک ان ینزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم۔ انما کان الامام منا لئلا یتدنس بغبار الشبہۃ وجہ لا نبی بعدی	اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول پر کہ یقیناً ابن مریم تم میں نزول کریگا۔ اور وہ تم ہی میں سے ایک امام ہوگا۔ یہ اسواسطے فرمایا کہ امام ہم

میں ہوگا۔ کہ مبادا لا نبی بعدی کے چہرہ پر کسی قسم کے شبہ کا غبار نہ پڑے۔ اور خوب روشن ہو جائے کہ میرے بعد کسی نبی نے نہیں آنا۔ دیکھو تفسیر نفح الطیب جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔

(۴۰) علامہ ابو العباس احمد بن یوسف بن احمد دمشقی کی شہادت چنانچہ وہ اپنی تاریخ مسمی باخبار الدول میں لکھتے ہیں۔ توفی اللہ تعالے عیسے ثلاث ساعات ثم رفعہ الی السماء وھو قولہ

تعالے یاعیسی انی متوفیک و رافعک الی الایة یعنے اللہ تعالے نے عیسی کو تین ساعت مار دیا اور پھر اسکو آسمان پر اٹھا لیا۔ حسب قول خداوندی کہ اے عیسے میں تجھے ماروں گا۔ اور پھر اُٹھا لونگا۔ دیکھو اخبار الدول بحاشیہ تاریخ کامل ابن اثیر جلد اول صفحہ ۱۵۹+

(۴۱) شہادت فقیہ ابو اللیث سمرقندی۔ دیکھو بستان ابو اللیث صفحہ ۸ ۲۴ جسمیں حضرت مسیح کی عمر ۲۳۳ برس لکھی ہے۔ (۴۲) شہادت صاحب پکّی کلاں جو پنجابی میں ہے حضرت عیسے کی عمر ۱۲۰ برس کی لکھی ہے (۴۳) شہادت سید مظور حسین سہارنپوری کہ رسول اللہ صلعم نے معراج میں ارواح انبیا سے ملاقات کی۔ تہذیب المتین جلد ا صفحہ ۴۱۔ (۴۴) شہادت علمی۔ جس کا شعر ہے۔ آدم کہاں حوا کہاں مریم کہاں عیسی کہاں ہاروں اور موسی کہاں اس بات کا ہے سب کو غم + (۴۵) شہادت عبد الرزاق کاشی جو کہتے ہیں کہ مسیح کا بروزی نزول ہوگا + (۴۶) شہادت صاحب لطائف القرآن۔ جو بروز کے قائل ہیں۔

سترہویں فصل

اس بارہ میں کہ جو مر جاتا ہے وہ دنیا میں پھر نہیں آتا

بعض علما اپنی نادانی اور بیوقوفی سے کہدیا کرتے ہیں۔ کہ اگر ہم مان بھی لیں کہ حضرت عیسی علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ تو کیا خدا کو قدرت نہیں ہے۔ کہ ان کو دوبارہ زندہ کرکے دنیا میں بھیج دے۔ اگر ان لوگوں کو یہ معلوم ہوتا کہ مردوں کو دوبارہ زندہ کرکے دنیا میں بھیجنا اللہ تعالی کی عادت میں داخل نہیں۔ یہ ہم مانتے ہیں بلکہ جو اللہ تعالی کی وسیع قدرتوں اور طاقتوں پر ایمان رکھتے ہیں وہ سب قبول کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالے کے نزدیک تو کوئی چیز ان ہونی اور غیر ممکن نہیں ہے انسان بے بنیاد اپنی کمزور اور محدود عقل سے جس چیز کو ناممکن یقین کرتا ہے۔ وہ خدا کے ہاں سب ممکنات میں داخل ہیں۔ ہمارا تو یہ ایمان ہے کہ اگر ساری دنیا کو یک لخت غرق کردے۔ یا سوئی کی ناکہ سے نکال دے تو اس کے نزدیک کوئی ان ہونی بات نہیں۔ لیکن اللہ تعالےٰ جو عہد ایکدفعہ کرلیتا ہے۔ اسکی خلاف ورزی کرنا اسکی عادت میں نہیں ہے۔ چنانچہ خود اللہ تعالے اپنی کلام پاک میں اسکی تصدیق یوں کرتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ۔ یعنے اللہ اپنے وعدہ کا خلاف نہیں کیا کرتا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا موت کے بارہ میں اللہ تعالی کا کیا قانون ہے۔ سو واضح ہو کہ جہاں تک قرآن شریف میں غور کی جاتی ہے۔ یہی ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالے مرے ہوئے لوگوں

دوبارہ دنیا میں نہیں بھیجا کرتا۔ چنانچہ آیات ذیل ہمارے اس بیان کی مصدق ہیں +

الف (۱) وَحَرَامٌ عَلٰی قَرْیَۃٍ اَھْلَکْنٰھَا اَنَّھُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ ۰ پارہ ۱۷۔ رکوع ۷ یعنے جس قریہ کے لوگوں کو ہم ہلاک کردیتے ہیں پھر انکا لوٹانا ہم نے اپنے اوپر حرام کرلیا ہے۔ پس صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالےٰ کا وعدہ موکد بقسم ہے۔ جس سے ہویدا ہے کہ دوبارہ زندہ نہیں کیا کرتا۔ پس کیسے مسیح زندہ ہوکر دوبارہ آسکتا ہے۔

(۲) اَلَمْ یَرَوْا کَمْ اَھْلَکْنَا قَبْلَھُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّھُمْ اِلَیْھِمْ لَا یَرْجِعُوْنَ ۰ پارہ ۲۳۔ رکوع اول۔ ترجمہ۔ کیا ان لوگوں نے نہیں دیکھا کہ اُنسے پہلے بہت سے زمانہ کے لوگوں کو مار ڈالا ہے۔ اور پھر وہ دنیا میں ان لوگوں کے ہاں واپس نہیں آئے +

(۳) فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ تَوْصِیَۃً وَّلَآ اِلٰٓی اَھْلِھِمْ یَرْجِعُوْنَ ۰ پارہ ۲۳ ع ۲۔ یہ لوگ جن کو ہم ہلاک کرتے ہیں وصیت کی توفیق بھی نہیں پاسکتے۔ اور نہ مرنے کے بعد اپنے اہل کے پاس واپس آسکتے ہیں +

(۴) حَتّٰٓی اِذَا جَآءَ اَحَدَھُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّیْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَکْتُ کَلَّا اِنَّھَا کَلِمَۃٌ ھُوَ قَآئِلُھَا وَمِنْ وَّرَآئِھِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ۰ پارہ ۱۸۔ رکوع ۶۔ ترجمہ یہانتک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آگئی تو کہتا ہے کہ اے رب مجھے واپس کردو تاکہ میں جو کچھ چھوڑ آیا ہوں اس کے متعلق اب نیک عمل اور عمدہ کاروائی جاکر کروں۔ یہ بات تو ہرگز نہیں ہوسکتی یہ تو کہنے کی بات ہے۔ اب تو ان لوگوں کے لئے برزخ ہے۔ جہاں سے قیامت تک نہیں اُٹھ سکتے +

(۵) ثُمَّ اِنَّکُمْ بَعْدَ ذٰلِکَ لَمَیِّتُوْنَ ۰ ثُمَّ اِنَّکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ تُبْعَثُوْنَ ۰ پارہ ۱۸۔ ۱۶۔ پھر تم اس کے بعد مرجاؤگے۔ پھر تم قیامت کے دن کو زندہ کئے جاؤگے +

(۶) وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْہِ اُفٍّ لَّکُمَآ اَتَعِدَانِنِیْٓ اَنْ اُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِیْ پارہ ۲۶۔ رکوع ۲۔ وہ شخص جس نے اپنے والدین کو کہا کہ تمہارے اُف ہے کہ تم مجھے کہتے ہو کہ میں دوبارہ زندہ کیا جاؤنگا۔ حالانکہ مجھ سے پہلے بہت قرن گذر چکے۔ اس آیت میں اس وجہ سے قیامت کا انکار کیا گیا ہے کہ دنیا میں مردہ زندہ نہیں ہوتے۔ اور اللہ تعالےٰ نے قیامت کا جواب دیکر مردوں کے زندہ کرنے کے بارہ میں سکوت فرمایا +

(۷) وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا ۰ پارہ ۱۶۔ ۵۶۔ ترجمہ۔

میرے پیدا ہونے اور مرنے اور میرے جی اُٹھنے کے دن پر سلام ہے - اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح نے اپنی اُنہیں تین حالتوں کا بیان کیا ہے - جو کل نوع انسان کے لئے مقرر ہیں - اسمیں اُنہیں آسمان پر جانے اور وہاں سے نزول فرمانے اور پھر دنیا میں رہنے اور اپنی نبوت سے محروم ہونے کا کوئی ذکر نہیں فرمایا - بلکہ جیسی تین حالتیں حضرت یحیٰ کی بیان کی گئی ہیں - وہی تین حالتیں مسیح کی بیان ہوئی ہیں - چنانچہ حضرت یحیٰ کی نسبت قرآن شریف میں یوں آیا ہے - وَسَلَامٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ۔ صرف فرق ہے تو صیغوں کا ہے - یہ غایب میں ہیں اور وہ متکلم میں ہیں - لیکن الفاظ برابر ہیں - پس کوئی خصوصیت مسیح نے نہیں فرمائی - جس سے سمجھا جائے کہ وہ دوبارہ زندہ ہو کر آسکے گا +

(۸) بموجب آیۃ اِرْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ۝ وَادْخُلِي جَنَّتِي ۝ جب مر کر دوسرے عالم میں چلے گئے اور اللہ تعالےٰ کے نبیوں میں ملگئے - اور جنت میں داخل ہوگئے تو کیونکر باہر آسکتے ہیں - پارہ ۳۰ - رکوع ۱ سورہ الفجر -

(۹) جو شخص جنت میں چلا گیا اللہ تعالےٰ اسکی نسبت فرماتا ہے - لَا يَمَسُّهُمْ فِيهَا نَصَبٌ وَمَا هُم مِّنْهَا بِمُخْرَجِينَ یعنے جو جنت میں داخل ہوتے ہیں ان کو نہ وہاں کوئی تکلیف پہنچتی ہے اور نہ وہ اس سے نکالے جاتے ہیں - پھر لوگوں کا یہ خیال کہ مسیح علیہ السلام اگر مر چکے ہیں تو دوبارہ آسکتے ہیں سراسر غلط ٹھیرا - دیکھو سورۃ الحجر - ۴۸ -

(۱۰) إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ پارہ ۱۳ - ۸۶ - اللہ تعالےٰ کسی قوم کی حالت کو متغیر نہیں کرتا جب تک وہ اپنی حالت کو تغیر نہ دے - اب مسیح نے جنت میں کونسا قصور کیا کہ اس کو دوبارہ دار الابتلا میں لایا جاتا ہے +

(۱۱) وَمَا أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ پارہ ۲۵ - ۶ - ۵ - جو دکھ تمکو پہنچتا ہے وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کی کرتوتوں سے پہنچتا ہے - پس دنیا میں حضرت مسیح کو نبوت سے معطل قرار دیکر دنیا میں دوبارہ لانا کس گناہ کے باعث ہے + جس کی سزا میں وہ دوبارہ اس دار الابتلا میں موت کی تلخی آنکر چکھینگے +

(۱۲) مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَذَابِكُمْ إِن شَكَرْتُمْ وَآمَنتُمْ ۔ پارہ ۵ رکوع ۱۸ - یعنے اگر تم خدا تعالی کی دی ہوئی نعمتوں کا شکر کرو - اور اس پر اور اُس کے رسولوں پر اور اسکی کتابوں اور فرشتوں

اور حشر و نشر پر ایمان لاؤ۔ تو پھر اللہ تعالےٰ کو تمہارے عذاب دینے سے کیا فائدہ ہے۔ اس آیت سے صریح مترشح ہوتا ہے کہ شاکرین و ایمان لانیوالوں پر اللہ عذاب نہیں لایا کرتا۔ اب یہ اظہر من الشمس ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک اولوالعزم پیغمبر اور نبی تھے۔ وہ خدا تعالےٰ کی نعمتوں کے بڑے شکر کرنے والے اور خدا تعالےٰ کی منشا کے مطابق بصیرت سے ایمان رکھتے تھے۔ تو ایسی حالت میں دنیا کے ابتلا اور نزع کی خطرناک گھڑی کے دکھ اٹھانے کے لئے اللہ تعالےٰ ان کو کیوں دوبارہ بھیجنے لگا۔

(۱۳) فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرَىٰ ۔ پارہ ۲۴ - رکوع ۲ - یعنی جس پر موت کا حکم صادر ہوتا ہے۔ اس کی روح کو روک دیا جاتا ہے۔ اور جس پر موت کا حکم صادر نہیں ہوتا۔ اسکی روح کو واپس کیا جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حقیقی موتے دنیا میں نہیں آسکتے۔ پھر مسیح جو حقیقی موت سے مرچکا ہے۔ وہ کیونکر آسکتا ہے۔

(۱۴) وَقَالَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا لَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّأَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوا مِنَّا كَذَٰلِكَ يُرِيهِمُ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ عَلَيْهِمْ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنَ النَّارِ ۔ یعنے دوزخی لوگ درخواست کرینگے۔ کہ ایکدفعہ ہم دنیا میں جائیں۔ تاکہ ہم اپنے باطل معبودوں سے ایسے بیزار ہو جائیں جیسے وہ ہم سے بیزار ہیں۔ لیکن وہ اپنے اعمال کا نتیجہ بھگتتے رہینگے۔ اور ان کو دوزخ سے نہیں نکالا جائیگا۔ پارہ ۲ ع ۴

(۱۵) وَمَا هُمْ مِنْهَا بِمُخْرَجِينَ ۔ وہ لوگ دوزخ سے نہیں نکلیں گے۔ پارہ ۱۴ ع ۴

(۱۶) يُرِيدُونَ أَنْ يَخْرُجُوا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنْهَا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُقِيمٌ ۔ پارہ ۶ رکوع ۶ ۔ وہ ارادہ کرینگے کہ آگ سے نکلیں لیکن وہ اس سے نہیں نکلینگے۔ بلکہ وہ ایک دائمی عذاب میں رہینگے۔

(۱۷) أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۔ پارہ ۱ - ع ۹ یہ لوگ تو جنتی ہیں۔ اور وہ جنت میں ہمیشہ رہینگے۔

(۱۸) إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ۔ خَالِدِينَ فِيهَا لَا يَبْغُونَ عَنْهَا حِوَلًا ۔ سورۃ الکھف ۱۲۶ - جو لوگ ایمان لائے اور پھر نیک عمل کرتے رہے ان کو فردوس بریں بطور ضیافت کے ہیں۔ جن میں اپنا بسیرا کرتے رہینگے۔ اور اس سے نکلنا نہیں چاہینگے۔ اس آیت سے بھی ظاہر ہے۔ کہ جو جنت میں داخل ہوگیا وہ اس سے ہرگز نکلنا

پسند نہیں کرتا۔ پس کوئی وجہ نہیں کہ مسیح علیہ السلام کو برخلاف نص قرآنی دوبارہ الانے کی تجویز کی جائے۔

ب۔ اب ہم وہ احادیث لکھتے ہیں جن سے منع رجوع الی الدنیا ثابت ہے۔

(۱) امام احمد بن حنبل اور عبد بن حمید اور ابو یعلیٰ اور شاشی اور طبرانی اپنی اپنی کتابوں میں جو اُن کے نام سے موسوم ہیں۔ اور حافظ سعید بن منصور سنن سعید بن منصور میں حدیث ذیل جابر بن عبد اللہ سے لائے ہیں۔ دیکھو کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۲۸۱۔ یعنے جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے جابر کیا تجھکو علم نہیں کہ اللہ تعالےٰ نے تیرے باپ کو زندہ کیا۔ اور اس کو کہا کہ اے عبد اللہ جو خواہش نہیں محبوب ترین ہے۔ اس کو میرے سامنے پیش کر۔ تو اس نے کہا کہ اے مولا مجھے دنیا کی طرف واپس کر۔ تاکہ میں پھر ایک دفعہ قتل کیا جاؤں۔ تب اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ یہ تو میرا قطعی حکم ہو چکا ہے کہ موتے دوبارہ دنیا میں نہیں بھیجے جاتے۔

یا جابر اما علمت ان اللہ تعالےٰ احیا اباک فقال لہ تمن علی اللہ ما احببت فقال اردالے الدنیا فاقتل مرۃ اُخریٰ فقال انی قضیت انھم لا یرجعون

(۲) ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی اپنے معجم طبرانی میں یہ حدیث لائے ہیں جسکے راوی جابر ہی ہیں۔ کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۲۸۱۔ یعنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جابر کیا میں تمہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ایک بشارت نہ سناؤں۔ اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے تیرے باپ اور تیرے چچا کو زندہ کرکے کہا کہ تم مجھ سے کچھ مانگو۔ انہوں نے اپنے رب سے یہ مانگا۔ کہ ہم کو دنیا میں واپس بھیجدے۔ اس پر اللہ تعالےٰ نے کہا کہ میں قرآن شریف میں قطعی حکم صادر کر چکا ہوں کہ مردے پھر نہیں لوٹائے جائینگے۔

یا جابر الا ابشرک ببشارۃ من اللہ ورسولہ ان اللہ تعالےٰ احیا اباک وعمک فعرض علیھما وسالاہ ان یردھما الے الدنیا فقال انی قضیت فی الکتاب انھم الیھا لا یرجعون۔

(۳) حاکم اپنی کتاب مستدرک میں حضرت جابر سے یہ حدیث یوں بیان کرتے ہیں۔ کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۲۸۱۔ رسول اللہ نے جابر سے کہا کہ اے جابر اللہ تعالےٰ نے تیرے باپ کو زندہ کرکے اس سے کلام کی۔ اور کہا کوئی خواہش ظاہر کر۔

یا جابر ان اللہ تعالیٰ احیا اباک کلمہ فقال لہ تمن فقال اتمنی ان ترد روحی وتنشی خلقی کما کان وترجعنی الے نبیک فاقاتل فی سبیلک مرۃ

اُخری فقال انی قضیت انہم لا یرجعون ۔ اس نے کہا میں یہ خواہش کرتا ہوں کہ میرے روح کو واپس کر اور مجھے ویسا بنا دے جیسے میں پہلے تھا۔ اور مجھے اپنے نبی کے پاس واپس کر دے تاکہ میں تیری راہ میں دوبارہ جہاد کروں۔ تو اللہ نے کہا کہ یہ تو عہد ہو چکا ہے کہ تم دوبارہ نہیں جا سکتے ۔

(۴) ابو نعیم صبہانی اپنی کتاب حلیہ ابو نعیم میں حضرت عائشہ سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں۔ کنز العمال جلد ثانی صفحہ ۲۸۱۔ ترجمہ۔ اے جابر میں تمہیں عمدہ خبر سناتا ہوں۔ کہ اللہ تعالے نے

یا جابر البشر یخبر ان اللہ تعالے احیا اباک فاقعدہ بین یدیہ فقال تمنی علی عبدی ما شئت اعطک قال یا رب ما عبدتک حق عبادتک اتمنی علیک ان تردنی الی الدنیا فاقاتل مع نبیک فاقتل فیک مرۃ قال انہ قد سلف منی انک الیہا لا ترجع

تیرے باپ کو زندہ کر کے میرے سامنے بٹھا کر کہا کہ اے میرے بندے جو چاہے مجھ سے مانگ میں تجھے دونگا۔ اُس نے کہا اے میرے رب میں نے تیری عبادت کا حق جیسے چاہیے تھا ادا نہیں کیا اس لئے میں تیرے حضور میں یہ خواہش کرتا ہوں کہ مجھے دنیا میں پھر بھیج تاکہ میں تیرے نبی کے ساتھ ہو کر جہاد کروں۔ اور تیرے ہی لئے ایک دفعہ پھر مارا جاؤں اِس پر اللہ نے کہا یہ بات تو نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یہ مجھ سے پہلے فیصلہ ہو چکا ہے کہ تو دنیا میں واپس نہیں جا سکتا ۔

(۵) شرح مواہب لدنیہ زرقانی جلد ۲ صفحہ ۶۳۔ روی ابو بکر بن مردویہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یا جابر الا اخبرک ما کلم اللہ تعالی احدا قط الا من وراء حجاب وانہ کلم اباک فقال سلنی اعطک قال اسئلک ان تردنی الی الدنیا فاقتل فیک ثانیۃ فقال الرب عز وجل انہ سبق منی انہم لا یرجعون الی الدنیا قال یا رب فابلغ من ورائی ۔

(۶) امام محمد علی ترمذی اپنی کتاب صحیح ترمذی میں یہ حدیث بیان کرتے ہیں۔ دیکھو کتاب سنن ترمذی

عن جابر قال لقینی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا جابر مالی اراک منکسرا قلت استشہد ابی وترک عیالا ودینا قال افلا ابشرک بما لقی اللہ بہ اباک قلت بلی یا رسول اللہ قال ما کلم اللہ احدا قط الا من وراء حجاب واحیی اباک فکلمہ کفاحا

حضرت جابر سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملے اور فرمایا کہ اے جابر کیا وجہ ہے کہ میں تجھکو منکسر دیکھتا ہوں۔ میں نے کہا کہ میرا باپ شہید ہو گیا اور کنبہ اور قرض چھوڑ گیا ہے۔ رسول اللہ نے فرمایا کیا میں تجھے خوشخبری

قال یا عبدی تمنی علی اعطک قال تحیینی فاقتل فیک ثانیة قال الرب تبارک وتعالے انه قد سبق منی انهم لایرجعون ٥

نہ سناؤں کہ کسطرح اللہ تعالے نے تیرے باپ سے سلوک کیا۔ میں نے کہا کہ ہاں یا رسول اللہ مجھے سنائے تو فرمایا کہ اللہ تعالے نے کبھی کسی سے بغیر حجاب کے گفتگو نہیں کی۔ لیکن اللہ تعالے نے تیرے باپ کو زندہ کر کے آمنے سامنے کلام کی۔ اور فرمایا کہ اے میرے بندے کوئی خواہش میرے آگے بیان کر میں پوری کرونگا۔ اس نے کہا کہ مجھے دنیا کی زندگی عطا کر تا کہ میں دوبارہ تیری راہ میں شہید ہوں۔ رب تبارک تعالے نے کہا کہ یہ تو نہیں ہوسکتا کیونکہ میں پہلے حکم دے چکا ہوں۔ کہ مرے ہوئے واپس نہیں کئے جاتے۔ اس حدیث کو مشکوۃ میں بھی درج کیا گیا ہے۔ دیکھو مشکوۃ صفحہ

(۷) بخاری مصری جلد۲ صفحہ ۱۰۱۔

عن انس بن مالک رضی اللہ عنه عن النبی صلے اللہ علیه وسلم ما احد یدخل الجنة یحب ان یرجع الے الدنیا وله علے الارض من شیئی الا الشهید یتمنی ان یرجع الے الدنیا فیقتل عشر مرات لما یری من الکرامة

انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔ کہ کوئی آدمی ایسا نہیں کہ جو جنت میں داخل ہو جائے۔ پھر وہ اس بات کو پسند کرے کہ دنیا میں واپس لوٹایا جاوے۔ اور نہ زمین اُس کے لئے کوئی ایسی چیز ہے جس کو وہ پسند کرتا ہو۔ مگر شہید ہی ایک ہے جو دنیا میں واپس ہونیکی خواہش کرتا ہے۔ تاکہ دس مرتبہ قتل کیا جائے۔ اور یہ اسواسطے کہ وہ شہادت کی بزرگی کو چشم سے دیکھ چکتا ہے ٭

(۸) امام سیوطی رحمتہ اللہ علیہ اپنی تفسیر دُرِّ المنثور میں حدیث بیان کرتے ہیں۔

واخرج ابن ابی حاتم عن سعید بن جبیر فی قوله ویستبشرون بالذین لم یلحقوا بهم قال لما دخلوا الجنة ورأوا ما فیها من الکرامة للشهداء قالوا یا لیت اخواننا الذین فی الدنیا یعلمون ما عرفنا فیه من الکرامة فاذا شهدوا القتال باشروها بانفسهم حتے یستشهدون فیصیبون ما اصبنا من الخیر الے اخرہ ٥

ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر سے آئت ویستبشرون بالذین لم یلحقوا بھم کی نسبت روائت بیان کی ہے کہ اُس نے کہا کہ جس وقت شہید جنت میں داخل ہوئے۔ اور جو عزت واکرام ان کو ہوا تو دیکھ کر کہنے لگے۔ ہائے افسوس ہمارے بھائی بھی جو دنیا میں ہیں اس کو جانتے کہ ہمیں کس قدر عزت اور درجہ ملا ہے۔ اور جب لڑائی میں جاتے تو خوشی خوشی اپنی جانوں کو لڑاتے۔ یہاں تک کہ شہید ہو جاتے۔ اور جو چیز ہم کو عطا ہوئی ہے۔ ان کو بھی نصیب ہوتی۔ دیکھو

در المنثور جلد ۲ صفحہ ۹۶ و ۹۷۔

(۹) اخرج الحاکم وصححہ عن جابر قال فقد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حمزۃ حین فاء الناس من القتال فقال رجل رأیتہ عند تلک الشجرات وھو یقول انا اسد اللہ واسد رسولہ اللھم ابرأ الیک مما جاء بہ ھؤلاء ابی سفیان واصحابہ واعتذر الیک مما صنع ھؤلاء بانھزامھم فجاء رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نحوہ فلما رای جبہتہ بکی ولما رای مامثل بہ شھق ثم قال الا کفن فقام رجل من الانصار فرمی بثوب علیہ ثم قام آخر فرمی بثوب علیہ ثم قال یا جابر ھذا الثوب لابیک و ھذا لعمی ثم جیٔ بحمزۃ فصلی علیہ ثم یجاء بالشھداء فتوضع الی جانب حمزۃ فیصلی علیھم ثم یرفع ویترک حمزۃ حتی صلے الشھداء کلھم قال فرجعت وانا مثقل قد ترک ابی علی دینا وعیالا فلما کان عند اللیل ارسل الی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقال یا جابر ان اللہ احیا اباک وکلمہ قلت وکلمہ کلاما قال قال لہ تمنی فقال اتمنی ان ترد روحی وتنشئ خلقی کما کان وترجعنی الی نبیک فاقاتل فی سبیلک فاقتل مرۃ اخری قال انی قضیت انھم لا یرجعون۔ وقال قال صلے اللہ علیہ وسلم سید الشھداء عند اللہ یوم القیامۃ حمزۃ ۰ چونکہ آخری حصے کے جو جابر کے متعلق ہیں معنے بار بار ہو چکے ہیں۔ اسلئے ترجمہ کی ضرورت نہیں۔ دیکھو تفسیر الدر المنثور جلد ۲۔ صفحہ ۹۷+

(۱۰) الدر المنثور جلد ۲ صفحہ ۹۷۔ احمد اور مسلم اور نسائی اور حاکم نے حضرت انس سے روایت

اخرج احمد ومسلم والنسائی والحاکم عن انس قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یؤتی بالرجل من اھل الجنۃ فیقول اللہ لہ یا ابن آدم کیف وجدت منزلک فیقول ای رب خیر منزل فیقول سل وتمنہ فیقول ما اسالک واتمنی الا ان تردنی الی الدنیا فاقتل فی سبیلک عشر مرات لما رای من فضل الشھادۃ قال ویؤتی بالرجل من اھل النار فیقول اللہ یا

بیان کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک آدمی اہل جنت میں سے اللہ تعالے کے سامنے لایا جائیگا۔ اُس سے اللہ کہے گا اے آدم زاد تو نے اپنے مقام کو کیسا پایا۔ وہ شخص کہے گا اے رب میں نے اپنے مقام کو بہت اچھا پایا۔ پھر اللہ کہیگا کہ کچھ مانگ اور خواہش ظاہر کر وہ آدمی کہے گا میں بجز اسکے اور کوئی خواہش نہیں رکھتا۔ اور نہ کچھ اور مانگتا ہوں۔ کہ تو مجھکو دنیا میں واپس کرے تاکہ میں تیری راہ میں دس دفعہ مارا جاؤں۔ یہ خواہش اسواسطے ہے کہ شہادت کی

ابن آدم كيف وجدت منزلك فيقول
اى رب شر منزل فيقول فتفتدى منه
بطلاع الارض ذهبا فيقول نعم فيقول
كذبت قد سألتك دون ذلك فلم تفعل

فضیلت کو بچشم خود ملاحظہ کر لیا - پھر رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر ایک دوزخی حاضر
کیا جائیگا - اور اللہ اس سے کہیگا اے بنی آدم کہو
تونے اپنی جگہ کو کیسا پایا - وہ کہے گا اے میرے رب
نہائیت بری جگہ ملی ہے - پھر اللہ کہے گا کیا اس کے عوض زمین کے برابر سونا فدیہ دیگا - اس نے کہا
ہاں - اللہ تعالے کہے گا تو جھوٹ کہتا ہے - میں نے اس سے بھی کم تمہیں کہا تھا اور تونے نہ کیا

(۱۱) در المنثور جلد ۲ - صفحہ ۹۸ - احمد اور نسائی نے عبادہ بن صامت سے روایت

واخرج احمد والنسائی عن عبادة بن الصامت
ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال ما علی
الارض من نفس تموت ولها عند اللہ خیر
تحب ان ترجع الیکم الا القتیل فی سبیل اللہ
فانه يحب ان یرجع فیقتل مرة اخری اھ

بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ جو لوگ صفحہ دنیا پر ہیں - جب وہ مر جاتے ہیں
اور خدا کے ہاں انکو اچھی جگہ ملتی ہے - تو وہ ہمارے
پاس واپس آنا پسند نہیں کرتے - مگر شہید جو اللہ کے
راستہ میں مارا جائے - وہ واپس آنے کو اسواسطے
دوست رکھتا ہے کہ ایک دفعہ پھر شہید ہو +

(۱۲) احمد اور عبد بن حمید اور بخاری اور مسلم اور ترمذی اور بیہقی شعب میں انس سے

واخرج احمد وعبد بن حمید والبخاری ومسلم
والترمذی والبیہقی فی الشعب عن انس عن
النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال ما من اهل الجنة
احد یسرہ ان یرجع الی الدنیا وله عشر امثالها الا
الشهيد فانه ود انه لو رد الی الدنیا عشر مرات
فاستشهد لما یری من فضل الشهادة

روائت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ کوئی بھی جنتی ایسا نہیں کہ
جو دنیا میں واپس آنے کو پسند کرتا ہو - حالانکہ
اس کو اسی قسم کے دس جنت ملسکتے ہیں - مگر شہید
پسند کرتا ہے کہ اگر دس مرتبہ دنیا میں واپس جاؤں
تو شہید ہی ہوں - کیونکہ اس نے شہادت کی
فضیلت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے - دیکھو در المنثور صفحہ ۹۸ +

(۱۳) احمد اور نسائی نے ابن ابی عمیرہ سے روائت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

واخرج احمد والنسائی عن ابن ابی عمیرة
ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال ما من

نے کہا کوئی مسلمان ایسا نہیں کہ جسکی روح قبض
کی گئی ہو اس بات کو پسند کرے کہ وہ تمہارے پاس

نفس مسلمۃ یقبضھا ربھا تحب ان ترجع الیکم وان لھا الدنیا وما فیھا غیر الشھید وقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لان اقتل فی سبیل اللہ احب الی من ان یکون لی اھل الوبر والمدر

لوٹ کر آوے۔ حالانکہ دنیا اور ما فیہا سب اُس کے لئے ہے۔ مگر شہید پسند کرتا ہے۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے راستہ میں مارے جانے کو زیادہ پسند کرتا ہوں۔ بجائے اس کے دنیا میں مکان وخیمے بنا کر رہوں دیکھو درالمنثور جلد ۲ صفحہ ۹۱

(۱۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اُس ذات کی جسکے ہاتھ میں میری جان

والذی نفسی بیدہ لوددت انی اقتل فی سبیل اللہ ثم احیا ثم اقتل ثم احیا ثم اقتل ثم احیا ثم اقتل

ہے۔ میں اللہ تعالے کے رستہ میں قتل ہونے پھر زندہ ہونے پھر قتل ہونے پھر زندہ ہونے پھر قتل ہونے پھر زندہ ہونے پھر قتل ہونے کو دوست رکھتا ہوں دیکھو بخاری جلد ا صفحہ ۹۹ +

ان تمام احادیث سے واضح ہے کہ موتے دنیا میں نہیں بھیجے جاتے۔ بلکہ جو جنت میں داخل ہو کر ایک راحت کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ وہ کب اس دارالابتلا میں آنا پسند کرتے ہیں۔ اور جو دوزخ میں ہیں وہ اس واسطے نہیں بھیجے جاسکتے کہ اُنکے لئے یہ دنیا جنت ہے۔ جو مجرم ہوگیا وہ کب جانکاہ عذاب سے نجات پاسکتا ہے۔ اور یہ بھی واضح ہے کہ اللہ تعالےٰ جو وعدہ کسی سے کرے اس کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔ آپ نے احادیث متعددہ میں دیکھا کہ اللہ تعالےٰ نے بلا تحدید عبد اللہ سے جو جابر کے باپ ہیں بڑے رحم اور فضل سے کہا کہ تو جو کچھ چاہتا ہے مانگ میں تمہیں دونگا۔ اور جب اُس نے مانگا تو فرمایا کہ یہ منظور نہیں ہوسکتا۔ آپ خیال کرتے ہیں اللہ تعالےٰ نے یہ نہیں کہا تھا کہ سوائے اس بات کے اور جو تو مانگے تجھے دونگا۔ اُس نے کوئی حد مقرر نہیں کی تھی۔ پھر اسکے دینے سے انکار کر دیا۔ حالانکہ وہ خود فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ۔ اللہ اپنے وعدہ کا خلاف نہیں کیا کرتا۔ کیا یہاں تخلف وعدہ نہیں ہوتا ظاہر بین انسان کہہ سکتا ہے کہ اللہ نے عبد اللہ سے تخلف وعدہ کیا۔ لیکن جب انسان غور کرے تو اُس کو ایک سکنڈ کے لئے بھی تخلف وعدہ کا گمان پیدا نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ اپنے سابقہ وعدہ کو یاد دلاتا ہے۔ کہ میں پہلے ہی عہد کرچکا ہوں کہ مرے ہوئے لوگوں کو دنیا میں کبھی بھیجا نہیں جائے گا۔ اور عبد اللہ بھی اس قانون کے اندر تھے۔ اور وہ جانتے تھے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی کلام پاک میں فرمادیا ہے۔ حَرَامٌ عَلٰی قَرْیَۃٍ اَھْلَکْنٰھَا اَنَّھُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ۔ پھر کیونکر اللہ تعالےٰ انکی درخواست کو منظور کرسکتا تھا۔ یہ سوال

ہی قابل پذیرائی نہیں تھا۔ اس سے واضح ہوا کہ جسے اللہ محبت اور رحمت کی حالت میں بھی کسی دوبارہ دنیا میں نہیں بھیجتا تو مسیح کی نسبت خدا کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ اس کو دوبارہ بھیجے *

یہاں سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ قرآن شریف میں جن احیار موتے کا ذکر ہے۔ اُس کے معنے حقیقی احیار نہیں ہے۔ ورنہ یہ سب آیات اور احادیث غلط ٹھہرینگی۔ معاذ اللہ من ذلک۔ لھذا ضروری ہے کہ وہاں احیار موتے کے کچھ اور معنے ہوں۔ یا تو مجازی معنے لئے جائینگے۔ یا اس قسم کی حیات تسلیم کیجائے گی۔ جو انبیار کے سلسلہ میں ہوتی ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالے حضرت محمد رسول اللہ کی نسبت فرماتا ہے۔ اذا دعاکم لما یحییکم پارہ ۹۔ رکوع ۶ یعنے یہ رسول تمکو بلاتا ہے۔ تاکہ تمہیں زندہ کرے۔ اس آیت سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالے مردہ دلوں کو مردہ کہتا ہے۔ اور اُنکے ایمان لانے کی حالت میں انکو زندہ کہتا ہے۔ اور دوسری جگہ کفار کو مردہ ہی کہا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتا ہے اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى یعنے یہ قرآن شریف تو مردوں کو سُنا نہیں سکتا یعنے یہ کفار مردہ ہیں یہ اس قرآن شریف کو سُنکر مستفید نہیں ہوسکتے۔ پس اللہ تعالی کی کلام پاک سے ثابت ہے کہ انبیار جن مردوں کو زندہ کرتے تھے وہ کافر ہوتے تھے۔ اور اُنکا زندہ ہونا اُن کا ایمان لانا تھا۔ ایسا ہی مسیح کے بارہ میں جو ہے کہ وہ مردوں کو زندہ کرتا تھا۔ وہ مردے اسی قسم کے تھے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ کرتے تھے۔ اور قرآن و حدیث صحیح سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مسیح کا احیار اموات کا حیار اللہ تھا۔ مسیح ایک نبی تھا سو جہاں تک نبوّت کا مردے سے تعلق ہے اُسی قدر حیات سے تعلق ہونا چاہئے نہ یہ کہ خدا کیسی زندگی عطا کرنیوالا سمجھا جائے۔ اس میں تو شرک لازم آتا ہے۔ اور خدا کہتا ہے کہ میں ہی خالق کل شیئی ہوں۔ پھر کیونکر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ خدا تعالے نے حضرت مسیح کو برخلاف دیگر انبیار حتی کہ خاتم النبیین و افضل المرسلین کے برخلاف اپنی خدائی سے کچھ حصہ دیدیا تھا۔ اور سب نبیوں کو اُس سے محروم رکھا۔ یہ خیال علمار کا سراسر باطل ہے۔ حقیقی موتے کو کوئی حقیقی زندگی بجز اللہ تعالے کے عطا نہیں کرسکتا *

اٹھارویں فصل

اس بارہ میں کہ کہیں بھی ثبوت نہیں کہ مردہ دوبارہ آجایا کرتے ہیں

جب ہم قرآن شریف پر نظر عمیق سے دیکھتے ہیں تو ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالے نے جس قدر

اہم امور جو انسانی ضروریات کے لئے اشد ضروری تھے سب کے سب اپنی کلام پاک میں مفصل و مشرح بیان کر دیے ہیں۔ حتی کہ انسان کے مرنے کے وقت کی وصیت اور اُس کے مرنے کے بعد اس کے ترکہ کی تقسیم کی پوری ہدائیت کر دی ہے کہ کیونکر تقسیم ہو۔ اور نیز یہ بتا دیا کہ اُس کی جورو کب تک اُسکے بعد عدت میں رہے۔ الغرض موتے کے متعلق جسقدر تمدنی زندگی میں انسان کے لئے حاجت تھی اور جن میں بصورت نہ ہونے ایسی ہدایات کے فساد کا احتمال تھا بہت کچھ بیان کر دیا لیکن اگر سنت اللہ میں مردوں کا کسی پیغمبر یا ولی کی دعا سے بطور معجزہ یا کرامت زندہ ہونا مسلم و متعین تھا تو جہاں متوفی کی وراثت کی تقسیم اور اُس کی بیوہ کے نکاح کا ذکر کیا ہے۔ وہاں یہ بھی قاعدہ بیان فرماتا کہ اگر کوئی مرا ہوا کسی بزرگ کی دعا سے زندہ ہو جائے تو پھر اُس کا تقسیم شدہ مال یوں واپس کیا جائے۔ اور اس کی جورو جو عدت مقررہ کے بعد کسی اور شخص سے نکاح کر چکی ہو تو اس کو کسطرح واپس ہونا چاہئے۔ یہ مسئلہ تو ایک مشکل اور پیچیدہ تھا۔ اللہ تعالےٰ اُس کو کیونکر بغیر تصفیہ چھوڑ سکتا تھا۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ خدا تعالےٰ اسکے بیان کرنے سے بھول گیا مَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا خدا تو ہرگز بھولا نہیں کرتا۔ یوں لوگوں کی اپنی نافہمی اور بے عقلی ہے۔ کہ انہوں خلاف قانون قدرت اپنے وہم سے یہ بات پیدا کرلی ہے۔ ورنہ جب مردے زندہ ہو کر آجایا کرتے تھے تو خدا تعالےٰ کو اس ضروری تھا کہ اس مسئلہ کو قرآن شریف میں بیان فرماتا۔ جب اُس نے اس کا ذرہ بھی ذکر نہیں کیا تو پھر یہی ماننا پڑا کہ کوئی مردہ زندہ ہو کر نہیں آتا +

(۲) بفرض محال اس مسئلہ کو بوجہ نادر ہونے کے عام قاعدہ میں اللہ تعالےٰ نے بیان نہیں کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرض تھا کہ اس مسئلہ کو کھول کر بیان فرماتے۔ لیکن جہاں تک احادیث صحیحہ نبویہ علیہ الف الف سلام کا مطالعہ کیا گیا تو کہیں بھی اس امر کا اشارہ تک نہیں ملا۔ تو پھر کیونکر مان لیں کہ مردہ زندہ ہوا کرتا ہے۔ چونکہ وہ تو افضل الرسل تھے۔ اور تمام انبیا کے صفات مختلفہ کے جامع تھے تو چاہیے تھا کہ جیسے اور انبیا کی نسبت مردہ زندہ کرنے کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ انسے بھی کوئی مردہ زندہ ہوتا۔ اور جب وہ بذات خود اس امر کے دیکھنے والے ہوتے تو ضرور یہ قاعدہ بھی مقرر کرتے کہ جب کوئی آدمی مر جائے اور وہ مال اور جورئیں چھوڑ جائے تو اس کا تقسیم شدہ ورثہ اور اسکی دوسرے شخص کے نکاح میں آئی ہوئی عورتیں کیونکر واپس ہوں۔ لیکن دنیا بھر کی کتب احادیث سے ایک حدیث بھی ایسی نہیں ملتی کہ جس میں اس قاعدہ کو بیان فرمایا گیا ہو۔ لهذا ماننا پڑیگا کہ کوئی مردہ زندہ ہو کر نہیں آتا۔ یہ لوگوں نے

جھوٹے قصے اور افسانے بنا رکھے ہیں۔ جو یہودیوں اور عیسائیوں وغیرہ سے لئے گئے ہیں +

(۳) آثار صحابہ سے بھی کوئی تصدیق اس امر کی نہیں ہوتی۔ حالانکہ بہت سے خوارق اُن سے ظہور میں آئے۔ اور نہ خلفاء اربعہ کو اس قسم کا کوئی مقدمہ پیش آیا کہ فلاں شخص مر گیا تھا۔ اور اُس کے مرنے کے بعد اُس کے ورثا میں اُسکا متروکہ مال تقسیم ہو چکا۔ اور اُسکی جورو عدت کے بعد فلاں شخص سے نکاح کر چکی ہے۔ مگر اب وہ دوبارہ زندہ ہو کر آگیا ہے۔ اسکے مال اور اُسکی جورو کے متعلق کیا کارروائی ہونی چاہیے۔ جب ثبوت نہیں تو ضرور ہے علمار وقت اس بات کو تسلیم کرلو کہ مردوں کا زندہ ہونا ایک بے بنیاد بات ہے۔ ورنہ حضرت عمرؓ جیسے بزرگ مقنن و منتظم ایسے اہم امر سے کیونکر فروگذاشت کرنیوالے تھے۔ جبکہ انہوں نے بیسیوں ایسے انتظام کئے جو زمانہ سابق میں نہیں تھے۔ تو پھر ماننا پڑیگا کہ مردے زندہ نہیں ہوا کرتے +

(۴) علمائے حنفیہ نے جنہوں نے ہزارہا کتب فقہ بڑی بڑی ضخیم مجلدات میں لکھی ہیں اور جنہوں نے کوئی خفیف سے خفیف امر بھی نہیں چھوڑا حتیٰ کہ پیشاب اور پاخانہ اور انکے ایک ایک قطرہ تک پر بحث کی ہے۔ تو کیا وجہ ہے کہ انہوں نے اپنی کتابوں میں مردوں کے زندہ ہو جانیکے بعد اُسکی وراثت و ازدواج کے متعلق کوئی باب نہیں باندھا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن بزرگان دین کے نزدیک کوئی مردہ زندہ نہیں ہوتا۔ اگر اسکا کوئی وقوعہ بھی ہوتا تو کبھی بھی یہ بزرگ ایک لحہ کے لئے نہ چوکتے۔ اور ضرور ایک باب باندھتے۔ خواہ یہ بات نادر ہی کیوں نہ ہوتی۔ لیکن جب انہوں نے ایسا نہیں کیا تو ثابت ہوا کہ کوئی مردہ زندہ ہو کر اپنے گھر نہیں آیا کرتا +

(۵) اگر علما حنفیہ کو اس بارہ میں چوک ہو گئی تھی یا اپنے یا اُنکے اعتقاد میں مردہ زندہ ہو کر نہ آتے ہوں جس وجہ سے انہوں نے اپنی کتابوں میں اس مسئلہ پر بحث نہیں کی لیکن علمار مالکیہ جو حنفیہ کے مسائل میں بہت بڑا اختلاف کرتے ہیں۔ اس مسئلہ کو ضرور بیان فرماتے۔ اور علمار حنفیہ کو متہم کرتے کہ ایسے ضروری اور اہم مسئلہ کو انہوں نے ترک کر دیا۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ علما مالکی نے اس بارہ میں کوئی ذکر نہیں کیا اور نہ کوئی اُسکے متعلق باب باندھا۔ جس سے صریح پایا جاتا ہے کہ مالکیوں کے نزدیک بھی مردہ زندہ ہو کر نہیں آیا کرتے +

(۶) اگر علمار مالکیہ بھی خواہ بروئے اعتقاد خواہ بوجہ سہو یا خطا اس مسئلہ میں ساکت رہے تو علما و فقہا شافعیہ جنہوں نے ہر دو مذاہب بالا کے مجتہدات کے خلاف بہت کچھ بیان کیا۔ اور اُن کے

حلال کردہ کو حرام - اور حرام کردہ کو حلال قرار دیا - لیکن اس مسئلہ میں انہوں نے بھی کوئی گفتگو نہیں کی اور نہ اپنی فقہ کی کتابوں میں اس کے متعلق کوئی باب درج کیا - جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس مذہب کے نزدیک بھی مردہ زندہ ہو کر نہیں آیا کرتے - ورنہ وہ ضرور اس مسئلہ پر قلم فرسائی کرتے اور کوئی قطعی فیصلہ لکھتے - مگر ایسا نہیں کیا - لہٰذا ماننا پڑا کہ اُنکے نزدیک بھی مردہ زندہ نہیں ہوا کرتے +

(۷) اگر یہ بھی مان لیں کہ علما حنفیہ و علمار مالکیہ و علمار شافعیہ اس مسئلہ میں بھول گئے یا یہ کہ اعتقاداً وہ اس کو جائز نہیں سمجھتے تھے - تو فقہائے حنبلیہ تو ضرور اس مسئلہ پر بحث کرتے - کیونکہ یہ فرقہ اپنا عملدرآمد زیادہ تر حدیث کو قرار دیتا ہے - لیکن جہاں تک تحقیقات کی گئی - یہی ثابت ہوا کہ اس مسئلہ میں وہ بھی ساکت ہیں - تو ایسی حالت میں بجز اس کے اور کیا تصور ہو سکتا ہے کہ اُن کے نزدیک بھی کوئی مردہ زندہ نہیں ہوا کرتا اگر زندہ ہونا عادت اللہ میں داخل ہوتا تو ضرور اس مسئلہ کے متعلق کوئی نہ کوئی فقیہ بحث کرتا - جب نہیں کی تو ثابت ہوا کہ مردہ زندہ نہیں ہوا کرتا -

(۸) اگر قرآن اور حدیث اور آئمہ مجتہدین اس بارہ میں خاموش تھے - تو ایک غوث جسکو غوث الاعظم کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے - اور جن کے نام سے ہزارہا مردوں کا زندہ کرنا منسوب کیا جاتا ہے - یعنے حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ جو واقعی ایک بہت بڑے کامل اولیا اللہ سے ہیں - وہ بقول عوام لوگوں کے خیال اور اعتقاد کے اس معاملہ میں صاحب تجربہ ہونے کے سبب ضرور ضرور اس مسئلہ پر بحث کرتے - کیونکہ انہوں نے بھی چند کتابیں مسائل دینی پر لکھی ہیں - اور ضرور انکو اپنے زمانہ میں اس قسم کا مقدمہ پیش آیا ہوگا - کیونکہ جب انہوں نے ہزارہا روحوں کو زنبیل ملک الموت سے نکال لیا - اور بارہ برس کی غرق شدہ برات کو زندہ کیا - تو اُن کے پس ماندگان کو انکی وراثت کے متعلق ضرور تنازع ہوا ہوگا - اور انکی جوروئیں دوسرے خاوندوں سے اولاد بھی لے چکی ہونگی - اور اُنکے مال خورد برد بھی ہو گئے ہونگے - تو ایسی حالت میں کیونکر ایک جم غفیر خاموش ہو گیا ہوگا - لیکن باوجود اس قدر شہرت کے ہمیں ایک نظیر بھی اُنکی زندگی میں پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی کہ کبھی کسی نے ایسا مقدمہ اُن کی خدمت میں یا اُنکے جانشین کی خدمت میں پیش کیا اور فیصلہ کر لیا ہو پس جب ثابت ہوا کہ اس قسم کا کوئی مقدمہ تاریخی ثابت نہیں تو ساتھ ہی یہ بھی ماننا پڑا کہ سید عبدالقادر جیلانی کی نسبت جس قدر احیاء موتے کے متعلق قصے اور افسانے مشہور کئے جاتے ہیں یہ سب افترا اور بیہودہ لوگوں کے بناوٹیں ہیں - جو جاہل لوگوں کے سُنانے اور انکی جیبیں خالی کرنیکے لئے

اختراع کئے گئے ہیں۔ ورنہ عبد القادر جیسے بزرگ اور عالم کب ایسے ضروری مسئلہ سے خاموشی اختیار کرتے۔ لہذا یہ ماننا پڑا کہ کوئی مردہ زندہ نہیں ہوتا +

(۹) علاوہ ان کے لاکھوں اولیاء اس اُمّت مرحومہ میں ہوئے ہیں۔ اور لاکھوں علماء اُن کے معتقد بھی تھے۔ لیکن آجتک کسی عالم نے تقوےٰ گواہی نہیں دی کہ فلاں بزرگ کی برکت دعا سے فلاں مردہ زندہ ہوکر اپنے گھر میں آباد ہونے لگا تھا۔ اور اُس کی جورو یا اسکے مال کا انتظام یوں واقعہ ہوا تھا۔ ایک نظیر بھی اس قسم کی نہیں ملتی۔ تو پھر کیونکر مان لیں کہ کوئی مردہ زندہ ہوکر دوبارہ آیا جایا کرتا ہے +

(۱۰) علماء کے سوا ہزارہا صوفیا بھی ہوئے ہیں جنکی نسبت بیان کیا گیا تھا کہ وہ اس قسم کے احیاء موتے کیا کرتے ہیں۔ مگر اُنمیں سے ایک کی بھی شہادت صحیحہ نہیں ملتی۔ کہ انہوں نے کسی حقیقی مردہ کو جسے خدا نے مار دیا ہو۔ اور اس صوفی نے جلا دیا ہو۔ اور پھر وہ اپنے گھر میں آنکر آباد ہو گیا ہو۔ جب کوئی شہادت نہیں ملتی تو ثابت ہوا کہ احیاء موتے کے متعلق سب قصے جھوٹے اور بے بنیاد ہیں +

انیسویں فصل

اس بارہ میں کہ قرآن شریف میں جن موتے کے احیا کا ذکر ہے اسکے کیا معنی ہیں

ہاں یہاں پر ایک سوال پیدا ہوسکتا ہے۔ کہ اگر کوئی مردہ زندہ نہیں ہوسکتا تو پھر قرآن شریف کی آیات ذیل سے کیا مراد ہے + جو تعداد میں چار ہیں +

(۱) وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ پارہ سوم سورۃ البقر رکوع ۳۵۔

(۲) وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ پارہ اول سورۃ البقرۃ ع ۶۔

(۳) اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ۚ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۚ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ

اٰیَۃً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَی الْعِظَامِ کَیْفَ نُنْشِزُھَا ثُمَّ نَکْسُوْھَا لَحْمًا فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَہٗ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ہ پارہ سوم۔ سورۃ البقرہ رکوع ۳۵۶۔

(۴) اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ وَھُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَھُمُ اللّٰہُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْیَاھُمْ اِنَّ اللّٰہَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَی النَّاسِ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْکُرُوْنَ ہ پارہ دوم سورۃ البقرہ رکوع ۳۲۔

قرآن شریف میں یہ چار آیات ہیں۔ جن سے لوگ استدلال پکڑتے ہیں کہ مردہ زندہ ہو جاتے ہیں۔ مگر ہم دکھانا چاہتے ہیں کہ یہ خیال لوگوں کا بوجوہات ذیل غلط ہے ۔

اوّل۔ قرآن کریم کے دیگر مقامات پر ہم ثابت کر چکے ہیں کہ مردہ زندہ ہو کر نہیں آیا کرتے۔ چنانچہ آیت حَرَامٌ عَلٰی قَرْیَۃٍ اَھْلَکْنٰھَا اَنَّھُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ ہ وغیرہ سے بخوبی ظاہر ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ موتے کو زندہ نہیں کیا کرتا۔ اور اُسکی تائید میں کثیر التعداد احادیث بھی بیان کی گئی ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے بڑے پیاروں کو اس امر کا وعدہ دیکر کہ مانگو تم کو سب کچھ تمہاری خواہش کے مطابق دیا جاویگا۔ مگر جب انہوں نے دنیا میں واپس جانا چاہا تو قَدْ سَبَقَتْ مِنِّیْ اَنَّھُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ جواب دیکر کہا کہ یہ میرے معاہدہ کے خلاف ہے یہ منظور نہیں ہو سکتا۔ جب قرآن اور حدیث سے مردوں کے آنے یا زندہ ہونے کا انکار ثابت ہوتا ہے۔ تو پھر یہاں پر کیونکر موت کے معنے لئے جا سکتے ہیں ۔

دوم۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ہ یعنے اللہ اپنے وعدہ کا خلاف نہیں کرتا تو یہاں موکد طور سے وعدہ کیا ہے کہ میں نے مردوں کو دنیا میں دوبارہ زندہ کرنے کو حرام کر دیا ہے۔ جب قسمیہ طور سے وعدہ کر چکا ہے تو پھر کیونکر اپنے وعدہ کی خلاف ورزی کو پسند کرتا ہے ۔

سوم۔ اگر یہ مان لیں کہ ہاں عام طور سے مردہ زندہ کرنے کی عادت اللہ نہیں۔ مگر خاص خاص موقع پر معجزہ یا کرامت نمائی کے لئے اللہ تعالےٰ مردوں کو زندہ کر دیا کرتا ہے۔ تو پھر اس کا یہ قانون بموجب آیۃ وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا ہ یعنے اگر قرآن شریف خدا تعالےٰ کے سوا کسی اور کا کلام ہوتا تو اسمیں بڑا اختلاف پایا جاتا ٹوٹ جاتا ہے اور سخت اختلاف پیدا ہوتا ہے۔ ایک جگہ تو کہے کہ ہم ہرگز مرے ہوؤں کو زندہ نہیں کرینگے۔ اور دوسری جگہ کہدے کہ فلاں فلاں موقع پر مردے زندہ ہوئے! ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ کی کلام پاک پر کیا اعتبار رہ سکتا۔ بلکہ انسانی کلام

سے بھی اُس کا درجہ کم رہتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ ملک و قدوس ان سب نقصانات سے پاک و منزّہ ہے اُسکی باتیں سب پختہ اور پُر حکمت ہیں اور اُنمیں ہرگز اختلاف نہیں۔ یہ انسان ضعیف البنیان کی اپنی سمجھ کا گھاٹا ہے کہ وہ اپنی بے سمجھی سے ایسا خیال کر لیتا ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کے محکم نظام میں کوئی بھی بات ایسی نہیں جو حرف گیری کے لایق ہو۔ لھذا اس اختلاف کے دور کرنے کے لئے قرآن شریف اور احادیث رسول اللہ پر غور کی جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ لفظ موت کے معنے صرف وفات حقیقی نہیں بلکہ اور معانی بھی ہیں۔ چنانچہ ہم ذیل میں انکی فہرست دکھاتے ہیں +

(۱) موت بمعنے نوم۔ جیسے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا۔ اے اَنَامَنَاہ۔ یعنے اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں بعد سلانے کے زندہ کیا +

(۲) موت بمعنے سکون کماتت الریح یعنے عرب میں موت کے دوسرے معنے سکون کے ہیں۔ جیسے ہوا ٹھہر گئی +

(۳) موت بمعنی فقدان قوت نامیہ کَیُحْیِ الْاَرْضَ بَعْضَ مَوْتِھَا۔ جیسے زمین کو اُسکے مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے +

(۴) موت بمعنے زوال قوت حسیہ جیسے یَا لَیْتَنِیْ مِتُّ قَبْلَ ھٰذَا یعنے کاش میں اس سے پہلے بیحس ہو جاتی

(۵) موت بمعنی زوال قوت عقلیہ وھی الجھل جیسے ومن کان میتا فاحییناہ ۔ یعنے جو جاہل تھا اس کو عقل عطا کی +

(۶) بمعنے حزن اور خوف۔ جیسے یاتیہ الموت من کل مکان یعنے ہر مکان سے اُس کو خوف اور حزن طاری ہوتا ہے +

(۷) بمعنے منام یعنے نیند۔ جیسے الَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِھَا یعنے جو اپنی نیند نہ مرا۔ اور کہتے ہیں کہ المنام الموت الخفیف۔ منام ہلکی موت کو کہتے ہیں +

(۸) احوال شاقہ پر بھی موت کا اطلاق ہوتا ہے۔ جیسے اول من مات ابلیس لانہ اوّل من عصے۔ سب سے پہلے جو مرا وہ ابلیس تھا۔ کیونکہ سب سے پہلے نافرمانی کا مرتکب ہوا۔

(۹) فقر پر بھی موت کا لفظ مستعمل ہوتا ہے۔ جیسے فقال اما تعلم ان من افقرتہ فقد امتہ کیا تو نہیں جانتا جس کو میں نے فقیر کر دیا اس کو میں نے مار دیا +

(۱۰) ذلت پر بھی آتا ہے +

(۱۱) سوال پر بھی آتا ہے +

(۱۲) بڑھاپے پر بھی آتا ہے +

(۱۳) معصیت کے واسطے بھی موت کا لفظ آتا ہے +

(۱۴) جنون اور صرع پر اس کا اطلاق آتا ہے۔ دیکھو مجمع البحار جلد دوم مصنف امام محمد طاہر گجراتی۔ صفحہ ۳۲۰-۳۲۱-

جب لغت عرب سے موت کے لفظ سے ۱۴ معانی ثابت ہوتے ہیں۔ تو پھر کیونکر قرآن شریف میں مرگ یعنی وفات کے معنے ہی لئے جائیں جب ہمیں دیگر نصوص صریحہ سے ثابت ہو گیا کہ مرے ہوئے دوبارہ زندہ نہیں ہو سکتے۔ تو چاہیے کہ ان چار مقامات پر سوائے موت متعارف کے کوئی اور معنی بھی بن سکتے ہیں تا کہ دیگر آیات قرآنی کی مخالفت نہ ہو +

اب ہم اس بنا پر آیات زیر بحث پر گفتگو کرتے ہیں اور دکھاتے ہیں کہ یہاں موت بمعنی مرگ ثابت نہیں ہوتی بلکہ ان کے اور معنے ثابت ہوتے ہیں۔ لھذا ہم ایک ایک آیت پر الگ الگ بحث کرتے ہیں +

آیت اول یہ ہے۔ واذ قال ابراھیم رب ارنی کیف تحی الموتے قال اولم تؤمن قال بلے ولکن لیطمئن قلبی۔ قال فخذ اربعة من الطیر فصرھن الیک ثم اجعل علے کل جبل منھن جزءً ثم ادعھن یاتینک سعیا واعلم ان اللہ عزیز حکیم۔ ترجمہ اس کا یوں ہے۔ جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ اے میرے رب مجھے دکھا کہ تو کس طرح مردوں کو زندہ کریگا۔ اللہ تعالےٰ نے بجواب کہا کہ کیا تو ایمان نہیں رکھتا۔ کہا کہ ہاں ایمان تو رکھتا ہوں۔ لیکن میں دل کا اطمینان چاہتا ہوں۔ اس پر اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اچھا چار پرندے لو۔ اور ان کو اپنے ساتھ ہلا لو۔ پھر جب ہل جائیں تو ہر ایک کو ان میں سے ایک ایک پہاڑ پر بیٹھاؤ ۔ پھر تم ان کو بلاؤ۔ وہ تمہاری طرف دوڑتے ہوئے آئینگے۔ اور پھر اسوقت جان لیجئو کہ اللہ عزیز ہے یعنے سب پر اپنی ربوبیت عامہ کی وجہ سے غالب اور ممتاز ہے۔ اور وہ حکمت والا ہے۔ اس آیت سے ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیمؑ جو ایک عظیم الشان نبی ہیں وہ عالم ارواح کے متعلق سوال کر کے اپنا اطمینان چاہتے ہیں۔ اور خود عالم کون و فساد میں ہیں۔ اگر اسکے معنی یہ لئے جائیں کہ مردوں کو اپنی آنکھوں سے زندہ ہوتا دیکھنا چاہتے تھے تو یہ امر تو قرین قیاس نہیں کیونکہ نبی کی شان سے جو نہایت ہی باریک اور دور بین عقل رکھتے ہیں ایسا سوال کرنا بعید ہے۔ ہاں اللہ تعالےٰ سے کسی صورت میں اپنی تسلی چاہتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے ان کو حکم دیا کہ اے ابراہیمؑ تو

چار پرندوں کو لیکر اُن کو دانہ روزمرہ ڈالکر اپنے اوپر ہلا۔ جیسے لوگ پرندوں کو ہلاتے ہیں۔ اور جب وہ ہل جائیں تو ہر ایک کو الگ الگ پہاڑ پر بیٹھا کر آواز دیکر بلا وہ سب تیری طرف ڈورتے ہوئے چلیں آئینگے اس مثال سے یہ سمجھانا مراد تھا کہ دیکھ اے ابراہیم دانہ کا تو خالق نہیں۔ اور نہ پرندوں کا خالق ہے دونو چیزیں میری ہی مخلوق ہیں۔ مگر تو ان کو میری ہی چیزوں سے کھلاکر ایسا احسان کا گرویدہ بنالیا کہ جب تو چاہے بلالے وہ تیری آواز سُنکر تیری طرف ڈورے چلے آتے ہیں۔ اور میں جو رب العالمین ہوں اور ہر ایک کے ذرہ ذرہ کو میں نے پیدا کیا ہے اور ہر ایک چیز کے ذرہ ذرہ پر میرا تصرف و احسان ہے تو پھر جب میں بلاؤں گا تو وہ کیونکر میرے پاس نہ آئینگے۔ جب تیرے عارضی احسان سے تیری نافرمانی نہیں کرتے۔ تو میرے ابدی اور لازوال احسان سے کیونکر روگردانی کر سکتے ہیں۔ اس مثال سے حشر اجساد کا ثبوت حضرت ابراہیم کو دیا گیا۔

دوم اب ہم دوسری آیت کے معنے کرتے ہیں۔ وہ آیت یہ ہے۔ وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰی نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۔ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۔ ترجمہ۔ اور جب تم نے کہا کہ اے موسیٰ ہم تم پر ایمان نہیں لائینگے۔ جب تک کہ ہم اللہ تعالےٰ کو برملا نہ دیکھ لیں۔ تو پھر تم پر بجلی پڑی اور تم دیکھتے کے دیکھتے رہگئے۔ پھر تمہیں اللہ تعالےٰ غشی کے بعد ہوش میں لایا تو کہ تم شکر گذار بن جاؤ۔ اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے قوم موسیٰ پر بجلی نازل کی۔ اور بجلی کا خاصہ ہے کہ جس انسان پر پڑتی ہے۔ وہ بیہوش ہو جاتا ہے۔ اور مصروع کی سی حالت ہو جاتی ہے۔ اور اگر اُن کی خبر گیری کی جائے تو بہت جلد ہوش میں آجاتے ہیں۔ آجکل کی تحقیقات سے بھی جو نہایت ہی پختہ اور قابل وثوق ہے۔ یہ ثابت ہوا ہے کہ بجلی کا مارا ہو دو گھنٹہ بعد اچھا ہو سکتا ہے۔ لھذا اس آیت میں حقیقی موت یعنی بجز تحکم اور کچھ متصور نہیں۔ اور ساتھ ہی وہ لوگ جو ایسے معنے کرتے ہیں۔ وہ قرآن شریف کی اُن آیات کی مخالفت کرتے ہیں جنمیں احیاء موتے کی نفی ہے اور گویا وہ قرآن شریف کو اختلافات کا مجموعہ ثابت کرتے ہیں۔ جو آیت وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ۔ کے خلاف ہے۔ لھذا اس کے بھی تحقیقی معنے ہیں کہ اُن پر بجلی کی وجہ سے غشی طاری ہو گئی تھی۔ جو ایک قسم کی موت ہے۔ اور لغت عرب میں بھی یہ معنے ثابت ہیں۔ تو پھر کیونکر اس سے روگردانی کی جاتی ہے۔

سوم تیسری آیت جس میں احیاء موت حقیقی سمجھی جاتی ہے۔ وہ یہ ہے۔ اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى

قریۃ وھی خاویۃ علی عروشھا قال انی یحی ھذہ اللہ بعد موتھا فاماتہ اللہ مائۃ
عام ثم بعثہ۔ قال کم لبثت قال لبثت یوما او بعض یوم قال بل لبثت مائۃ عام۔
فانظر الی طعامک وشرابک لم یتسنہ وانظر الی حمارک ولنجعلک آیۃ للناس
وانظر الی العظام کیف ننشزھا ثم نکسوھا لحما فلما تبین لہ قال اعلم ان اللہ علی
کل شیئ قدیر۔ سورۃ البقرۃ ع ۳۵ - ترجمہ: مثل اس شخص کے جو ایک اجڑے ہوئے گانو کے پاس سے گذرا اور جس نے
کہا کہ اس تباہ اور برباد شدہ گانو کو اللہ کب آباد کرے گا۔ اس پر اللہ تعالے نے سو برس کی نیند
اُس پر طاری کی۔ پھر اس کو اٹھایا اور پوچھا کہ بتاؤ کب تک تم اُس حالت میں رہے۔ اُس نے
جواب دیا کہ ایک دن یا دن کا کچھ حصہ ایسی حالت میں رہا۔ اللہ تعالے نے فرمایا تو تو سو سال تک
اس حالت میں رہا۔ پھر تو اپنے کھانے اور پینے کی طرف دیکھ اُس پر برس نہیں گذرے۔ اور گدھے
کو بھی دیکھ۔ اور ہم تیرے لئے لوگوں کی نظر میں ایک نشان قایم کرنا چاہتے ہیں۔ اور ان ہڈیوں
کی طرف نگاہ کر کہ ہم کسطرح اُن کے اوپر گوشت چڑھاتے ہیں۔ جب اللہ تعالے نے خواب ظاہر کر کے
اس کو بتلا دیا تو اُس نے کہا اے اللہ میں جانتا ہوں کہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔ اکثر تفاسیر میں
فاماتہ اللہ کے معنے یہی لکھے ہیں فانامہ اللہ یعنے اللہ نے اس کو سلا دیا دیکھو معالم وغیرہ۔ اور لغت
عرب میں بھی موت کے معنے نوم کے ہیں۔ تو پھر کیوں اور معنے لئے جاتے ہیں۔ حالانکہ آیت کا
سیاق سباق ظاہر کرتا ہے کہ یہ ایک خواب تھی جو اللہ تعالی نے۔ اپنے نبی کو دکھلائی۔ جس کی
تائید توریت شریف میں کتاب حزقیل نبی سے ہوتی ہے۔ چنانچہ کتاب حزقیل باب ۳۷
آیت ۱ میں لکھا ہے "خداوند کا ہاتھ مجھ پر تھا۔ اور اُس نے مجھے خداوند کی روح میں اُٹھا لیا
اور اس وادی میں جو ہڈیوں سے بھرپور تھی مجھے اُتار دیا"۔ اور باب ۱۱ آیت ۲۴ سے اس کی
اور بھی وضاحت ہوتی ہے چنانچہ لکھا ہے "انجام کار روح نے مجھے اُٹھایا۔ اور خدا کی روح سے
رویا میں مجھے پھر کسدیوں کے ملک میں اسیروں پاس پہنچا دیا۔ سو وہ رویا جو میں نے دیکھی مجھ سے
اوپر اُٹھ گئی۔ پس جب یہ خواب ثابت ہوئی تو اب ان آیات کی حقیقت بیان کرتے ہیں۔ خوب غور
سنو۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ اس آیت میں جس شخص کے گذرنے کا ذکر ہے۔ وہ حزقیل نبی تھے جو
ایک غیر آباد قریہ کے پاس سے گذرے۔ اور اُس کے آس پاس بہت سی ہڈیاں پڑی ہوئی
دیکھیں۔ تو انکے دلمیں خیال پیدا ہوا۔ کہ ان کو اللہ کیونکر زندہ کر سکتا ہے۔ تب اللہ تعالے

نے اُن کی تسلی کے لئے اُن پر خواب طاری کی - اور خواب میں اُن ہڈیوں وغیرہ اور غیر آباد زمین کو سو سال کے اندر آباد ہوتے ہوا دکھایا - پھر جب وہ خواب سے بیدار ہوئے - تو اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی سے پوچھا کہ تم اس حالت میں کتنی دیر تک رہے - انہوں نے بظاہر عالم کون و فساد کا سوال سمجھ کر جواب دیا کہ ایک دن یا اُس کا کچھ حصہ اُس حالت میں رہا - اللہ تعالےٰ نے کہا کہ تو تو سو سال تک اُس نظارہ کو دیکھتا رہا - اور یہ بات عالم مثال کے متعلق تھی - پھر جب حزقیل نبی کو تردد پیدا ہوا کہ کیا میں سو سال تک سویا رہا - تو پھر اللہ تعالےٰ نے اُن کے رفع شک کے لئے فرمایا کہ وہ بات تو خواب کی تھی - یعنے عالم مثال کے سو سال تھے - اس دنیا کے سال نہیں تھے - کیونکہ تم اپنے کھانے اور پینے کی چیز کو دیکھو - اس پر کوئی سال نہیں گذرے اپنے گدہے کو دیکھو وہ صحیح تندرست کھڑا ہے - وہ مرا نہیں اور نہ دبلا ہوا - ہم نے تو تمہارے لئے لوگوں میں ایک نشان دکھانا چاہا ہے - وہ نشان یہ ہے - کہ تو ان ہڈیوں کی طرف دیکھ ان پر ہم کیسے گوشت پوست چڑھاتے ہیں - جب اللہ تعالےٰ نے اس امر کو اپنے نبی کو خوب ہی ذہن نشین کرا دیا - تو بے اختیار بول اُٹھے - میں جانتا ہوں کہ تو ہر ایک چیز پر قادر ہے - یعنے اب مجھ پر خوب واضح ہو گیا کہ اسطرح غیر آباد ملک کو آباد اور سرسبز کر دیتا ہے - غرض یہ اس نبی کی طرف سے ایک پیشگوئی کرائی گئی - کہ یروشلم ایک سو سال کے اندر آباد ہو جائے گا - چنانچہ اس کی پیشگوئی کرنے کی صداقت حزقیل کی کتاب باب ۳۷ - ورس ۱۲ - سے ہوتی ہے - جس میں لکھا ہے اس لئے تو نبوت کر یعنے پیشگوئی سنا دے - اور اُن سے کہو کہ خداوند یہوواہ یوں کہتا ہے - کہ دیکھ اے میرے لوگو میں تمہاری قبروں کو کھولوں گا - اور تمہیں تمہاری قبروں سے باہر نکالوں گا اور اسرائیل کی سرزمین میں لاؤں گا - اس پیشگوئی کا ظہور قبل مسیح ۵۳۶ء میں گورس کیقباد جس کو قرآن شریف میں ذوالقرنین کے لقب سے ملقب فرمایا گیا ہے - دیکھو کتاب یرمیا نبی باب ۱۲ - ورس ۲۵ - اس کا مفصل حال تلخیص التواریخ مصنفہ مولوی محمد حسن صاحب امروہی میں لکھا ہے - چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ بخت نصر نے یروشلم کو تباہ کر دیا تھا - اور قوم بنی اسرائیل جنگلوں اور بیابانوں میں ماری ماری پھرتی رہی - جس کی وجہ سے وہ بالکل تباہ ہو گئی تھی - اور قرآن شریف میں ان کو ہڈیوں سے نامزد کیا گیا ہے - یعنے ان کے گوشت و پوست بالکل نہیں رہے - اور صرف ہڈیاں رہ گئی تھیں - یعنے وہ شریعت حقہ سے سراسر محروم ہو

تمدنی زندگی سے بالکل عاری تھے۔ آخر کیقباد بادشاہ نے یروشلم کو ازسر نو آباد کیا اور ان کو انسان بنایا
چوتھی آیت یہ ہے۔ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ
حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْيَاهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ
اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۔ ترجمہ۔ کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے گھروں سے ہزاروں
ہزار موت کے خوف سے نکلے۔ تو اللہ تعالےٰ نے ان کو کہہ دیا کہ جاؤ تم جہالت کی موت
مر جاؤ۔ پھر اُن کو زندہ کیا۔ یعنے ان کو شریعت سکھلائی اور وہ شکر اللہ تعالےٰ لوگوں پر
فضل ہی کرنے والا ہے۔ لیکن بہت لوگ ناشکری کرتے ہیں۔ تم لغت عرب میں دیکھ چکے
ہو کہ موت کے معنے جہالت کے بھی ہیں۔ یہاں اس آیت میں وہی معنے ہیں۔ اس کی وجہ
یہ ہے کہ یہ آیت بنی اسرائیل کی نسبت ہے۔ اور جن کو حضرت موسےٰ علیہ السلام نے
ایک قوم کے مقابل میں لڑائی کے لئے حکم دیا تھا تو انہوں نے انکار کر دیا تھا۔ جس پر حضرت موسیٰ
علیہ السلام نے اُن کے حق میں بد دعا کی تھی جس کی وجہ سے خداوند تعالےٰ نے انکو جنگلوں میں نکال دیا تھا اور وہ
مدتوں تک حیران اور سرگردان رہے۔ وہ ایک موت سے بھاگے تھے مگر جہالت کی موت
میں جا پڑے۔ کیونکہ شریعت سے وہ ناواقف ہو گئے۔ جنگلوں میں کہاں علم اور کون ان کو
سُنانے والا تھا۔ اس کا مفصل حال سورہ مایدہ رکوع ۴ میں ہے۔ لھذا ہم اُس رکوع کو
یہاں لکھتے ہیں۔ تاکہ خوب واضح ہو جائے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ
اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا
مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۔ يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا
عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ۔ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖ وَاِنَّا لَنْ
نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ۔ قَالَ رَجُلٰنِ
مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ
فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۔ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۔ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ
اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ۔ قَالَ رَبِّ
اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِيْ وَاَخِيْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ۔ قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ
عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً يَتِيْهُوْنَ فِى الْاَرْضِ ۭ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ۔

ترجمہ - اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کو کہا کہ اے میری قوم تم ان نعمتوں کو یاد کرو - جو اللہ تعالےٰ نے تمہارے حال پر کی ہیں - کیا یہ تھوڑی نعمت ہے کہ تم میں نبی بنائے گئے - اور تم میں بادشاہ کھڑے کئے گئے - اور تم کو وہ کچھ دیا گیا آجتک جہان میں کسی کو نہیں دیا گیا - اے میری قوم اب تم ارض مقدس یعنے شام میں چلو - جس کے دینے کا اللہ تعالےٰ نے تم سے وعدہ کیا ہے اور تم اس امر کے بجالانے سے پیٹھ نہ دکھاؤ - ورنہ تم ٹوٹا پاؤ گے - انہوں نے جواب دیا کہ اے موسیٰ وہاں تو ایک ظالم قوم رہتی ہے - جب تک وہ وہاں سے نکل نہ جائیں ہم نہیں جائیں گے - اگر وہ نکل جائیں تو بے شک ہم داخل ہوں گے - ان خائفین میں سے دو آدمیوں نے جن پر اللہ تعالےٰ کا انعام تھا - کہا کہ اے لوگو تم دروازہ میں داخل ہو جاؤ اور جب تم داخل ہو جاؤ گے تو تم ہی غالب ہو جاؤ گے - اور جب تم ایماندار ہو تو اللہ تعالےٰ پر توکل کرو - انہوں نے صاف صاف کہدیا کہ اے موسیٰ کہ جب تک وہ لوگ اس میں ہیں ہم تو کبھی بھی نہیں جائینگے - تو اور تیرا رب ہی جاوے - اور لڑائی کرتا پھرے - ہم تو یہیں بیٹھے ہیں - تب موسےٰ نے کہا کہ اے میرے رب میں اپنے اور اپنے بھائی کے سوا کسی کا مالک نہیں - اس فاسق قوم اور ہم میں جدائی ڈالدے - تب اللہ تعالےٰ نے کہا کہ اب اس قوم پر چالیس سال تک اس مقدس زمین کو حرام کر دیا گیا ہے یہ مارے مارے پھرینگے - اور تو اس فاسق قوم سے ناامید مت ہو - ان آیات سے صاف واضح ہے - کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اپنے پیغمبر کی عدول حکمی سے وہ مقہور ہوئے - اور ان کو چالیس سال کے لئے جلاوطنی کی گئی - اور وہ مارے مارے جنگلوں اور بیابانوں میں پھرتے رہے - ان میں نہ علم رہا اور نہ دینی معلومات رہیں ایک وحشیانہ اور جاہلانہ زندگی بسر کرتے رہے اس زندگی کو جس میں وہ اس حالت میں ہے اللہ تعالیٰ نے لفظ موتا سے تعبیر کیا ہے - چالیس برس کے بعد اللہ تعالےٰ نے ان پر رحم کیا - اور یوشع بن نون کو انمیں رسول مقرر کرکے اُن کو اس گندی اور وحشیانہ زندگی سے نکالا اور شریعت کے احکام سکھلا کر از سرِ نو زندہ کیا - دیکھو توریت کتاب یشوع نبی باب اول لغائیت ۷ - یہ کوئی انوکھی بات نہیں تمام انبیا حتی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مومنوں کو جو جہالت اور کفر کی ظلمت میں گرفتار تھے - نور شریعت سے منور کر کے ایک نئی پاک اور مطہر زندگی عطا کرتے تھے - چنانچہ قرآن شریف میں اللہ تعالےٰ اس کی تصدیق فرماتا ہے -

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۰ یعنے اے ایماندارو اللہ
اور اُس کے رسول کی بات کو جب وہ تمہیں تمہارے زندہ کرنے کے لئے طلب کریں۔ مان
لیا کرو۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ کیا وہ مومن مرے ہوئے تھے۔ جن کو بلا کر زندہ کیا جاتا تھا۔
نہیں نہیں اُن کا جسم تو نہیں مرا ہوا تھا۔ بلکہ اُن کی روح شریعت حقہ کی عدم موجودگی سے
مر چکی ہوئی تھی۔ اور صرف شریعت کے احکام کو سُننا اور اُن پر عملدرآمد کرنا اُن کی روح کی
زندگی کا موجب تھا۔ قرآن شریف کی آیت زیر بحث میں بھی اس قسم کی موت اور اسی
قسم کی حیات کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ وہ قوم خدا تعالےٰ کے قہر میں آگئی تھی۔ اور ان کو
ایک بہت دور دراز عرصہ تک آبادی سے دور رکھا گیا تھا۔ اور وہ اخلاقی زندگی سے بالکل محروم
ہو چکے اور بے نصیب تھے۔ جس سے اُن کی روح پر موت واقع ہو گئی تھی۔ بالآخر یوشع بن نون
کے ذریعہ ہدایت پا کر از سر نو زندگی میں داخل ہوئے *

بیسویں فصل

اس بارہ میں کہ بعد صلیب کیا انجام ہؤا

جب قرآن اور احادیث اور اناجیل سے ثابت ہو چکا کہ مسیح علیہ السلام صلیب کی موت سے نہیں مرے بلکہ صلیب سے صرف زخمی ہو کر بچ گئے تو اب یہ دکھانا ضروری ہے کہ صلیب سے بچکر کہاں گئے اور آخر اُن کا انجام کیا ہؤا۔ سو واضح ہو کہ اگر کسی کی موت کی خبر کسی کو بھی نہو تو بھی ایک عقلمند نتیجہ نکال سکتا ہے کہ زمانے کے لحاظ سے عمر طبعی انسان کی فلاں حد تک ہوتی ہو اور جب اُس حد تک وہ مفقود الخبر رہے اور اُس کا کوئی پتہ نہ بتا سکے تو بھی سب لوگ یہی کہینگے کہ وہ ضرور مر چکا ہوگا کیونکہ ہر ایک شخص اپنے مشاہدہ روزمرہ کی بناء پر اس نتیجہ پر پہونچ سکتا ہے۔ اور اگر کسی کو بالکل کسی آدمی کی موت کی وجہ یا مقام معلوم نہو تو بھی یہ کوئی ضروری امر نہیں اور نہ یہہ امر کسی مومن کی جزو ایمان ہے اور نہ انسان اس امر کے لئے مکلف ہے کہ اُنکی موت کے متعلق کل خبر رکھے۔ بناءً علیہ ہمارے لئے کچھ ضروری نہیں کہ ہم مسیح کی وفات کا کھوج نکالیں کہ وہ کہاں اور کسطرح مرا۔ لیکن جب ہم دیکھتے ہیں کہ ایک طرف تو ایک ایسی قوم پیدا ہو گئی ہے کہ اُسکی مفقود الخبری کی وجہ سے اُسکو خدا یا خدا کا بیٹا بنا بیٹھی ہے اور دوسری طرف خود مسلمانوں میں کثیر التعداد لوگ موجود ہو گئے ہیں جو اُس کو خدا تو نہیں مانتے لیکن عیسائیوں کی روایات کو جو تفسیروں میں داخل ہو چکی ہیں پڑھ کر اُس میں خدائی کے صفات ضرور تسلیم کر لئے ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ وہ آسمان پر اُٹھائے گئے اور اب تک آسمان پر سیر کرتے پھرتے ہیں نہ وہ کھانے کے محتاج ہیں اور نہ پینے کے اور نہ ہگنے کے اور نہ موتنے کے۔ نہ سونے کے اور نہ اُٹھنے کے۔ اور وہ برخلاف سنت اللہ صرف وہی یگانہ ہیں جو زندہ ہیں اور سب مر چکے ہیں۔ تو ایسی حالت میں ہم کیونکر خاموش رہ سکتے ہیں۔

بعض نادان جھوٹی کہانیوں سے جو بازاری لوگ بنا لیا کرتے ہیں متاثر ہو کر کہتے ہیں کہ

حضرت ادریسؑ بھی زندہ آسمانوں پر بیٹھے ہیں لیکن اُن کی شامت سے علم جغرافیہ نے ان کی پردہ وری کردی ہے اور عالمان علم جغرافیہ وسیاحان نے پتہ بتادیا ہے کہ شہر عدن سے ۱۲ کوس کے فاصلہ پرحضرت ادریسؑ کی قبر موجود ہے۔ اور اکثر تفاسیر میں اُن کی وفات کا ذکر مندرج ہے۔ ماسوائے ان کے دو اور نبیوں یعنے حضرت الیاس اور حضرت خضر علیہما السلام کا نام بھی لیا جاتا ہے کہ وہ بھی ابتک زندہ ہیں لیکن اُن احادیث کے رُو سے جو صحیح مسلم وغیرہ میں ہیں جنکا مضمون یہ ہے کہ آج سے سو برس تک کوئی جاندار سطح زمین پر زندہ نہیں رہیگا وہ سب فوت ہو چکے ہیں اور حضرت الیاس کی موت کی خبر خود حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے دیدی جبکہ انہوں نے یہودیوں کے جواب میں جو اُن کی آمد کے منتظر تھے کہدیا کہ وہ تو مر چکے اور وہ نہیں آئینگے جو آنیوالا تھا اُس سے مراد اُسکے مثیل سے تھی۔ سو وہ مثیل حضرت یحیےٰ بن زکریا ہیں جسکے کان سننے کے ہوں سنے اور جس کے دل قبول کرنے کے ہوں قبول کرے۔ رہے خضر علیہ السلام سو اُن کی وفات میں اختلاف بیان کیا جاتا ہے لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے کہدیا کہ کوئی شخص زندہ نہیں رہیگا۔ اگر ہم اُسوقت تک اُسکو زندہ بھی تسلیم کرلیں تو بھی بموجب فرمان رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم خضر کیونکر موت سے باہر رہ سکتے تھے۔ یہ محض مسلمانوں کا توہم ہے۔

جب عیسائیوں کا وہ حال اور مسلمانوں کا یہ حال ہے تو از بس ضروری ہؤا کہ اُنکی صلیب سے نجات پانیکے بعد کی زندگی کا کھوج نکالدیا جائے تا کہ مسیح موعود کے لئے سڑک صاف ہو جائے اور کوئی مزاحمت درمیان میں نہ رہے اور ساتھ ہی عیسائیوں کا اعتقاد کفارہ دنیا سے اُٹھے جسنے ایک عالم میں فتور برپا کر رکھا ہے اگر مسیح علیہ السلام کی مابعد زندگی کا مکمل حال ملجائے اور پھر اُن کی موت اور اُن کی قبر کا سراغ بھی معلوم ہو جائے تو عیسائیوں اور مسلمانوں کے سب بُت ٹوٹ جاتے ہیں۔ لہذا ہم سلسلہ وار مختصر حال بیان کرتے ہیں کیونکہ مفصل حال تو ہمارے مولا و ہمارے پیشوا حضرت مرزا صاحب مسیح موعود و مہدی معہود اُس کتاب میں جو مسیح ہندوستان میں کے نام سے مشہور ہے لکھ رہے ہیں۔ جسنے تفصیلوار دیکھنا ہو اُسکو دیکھے لیکن ہم بھی کسی قدر مختصر سا حال لکھتے ہیں۔

پیشتر اسکے کہ ہم مسیح کی سوانح لکھیں اس بات کا ظاہر کردینا ضروری سمجھتے ہیں کہ جسوقت مسیح علیہ السلام اللہ تعالی کی طرف سے مامور ہوئے اُسوقت بنی اسرائیل کے تین گروہ بھاری تھے جو الگ ناموں سے معروف تھے۔ ایک تو یہودی کہلاتے تھے جس فرقہ میں سے یسوع بھی تھے۔ اور ایک گروہ سامری کہلاتا تھا

اور ایک بنی اسرائیل۔ ان تینوں گروہوں میں باہم مذہبی اختلاف تھا۔ حتے کہ ان سب لوگوں نے توریت شریف میں اپنے تصرف سے بہت کچھ تغیر تبدل کرلیا اور بنی اسرائیل نے یہودیوں کے بزرگوں کی نسبت اپنی کتاب میں بہت کچھ برابھلا لکھدیا حتے کہ حضرت سلیمانؑ اور حضرت داؤد وغیرہ کی نسبت بہت بے بنیاد افسانے اور مفتریات داخل توریت کردئے۔ جس کی وجہ سے توریت شریف میں تحریف واقع ہوئی۔ ایساہی یہودیوں نے اُس توریت میں جو اُن کے پاس تھی بنی اسرائیل کے بزرگوں اور نبیوں کو برے برے پیراؤں میں بیان کیا اور سامری فرقہ نے الگ اپنی توریت بنالی اور اُس میں بہت کچھ گھٹاؤ بڑھاؤ کرلیا۔ یہ تینوں قسم کی توریت دنیا میں موجود ہے یہ توریت جو عہد عتیق کے نام سے مشہور ہے اور جو عیسائیوں کے قبضہ میں بھی ہے وہ وہ ہے جو بنی اسرائیل نام فرقہ کے پاس تھی یہہ گروہ بہت ہی عظیم الشان تھا۔ کیونکہ بنی اسرائیل کے ۱۲ زبردست قبیلے تھے جنمیں سے ۱۰ قبائل نے تو بنی اسرائیل ہی نام قائم رکھا اور وہ اُس نام سے موسوم رہے لیکن باقی دو گروہوں میں سے ایک یہودی اور دوسرے سامری کہلاتے تھے اور وہ اُسی نام سے مشہور رہے۔ حضرت مسیح سے چھ سو برس پہلے بخت نصر نے ارض مقدسہ کو فتح کرکے بیت المقدس کو تباہ کردیا اور بنی اسرائیل کے دس گروہوں کو جلاوطن کردیا باقی یہودی و سامری جو بچ رہے تھے ۵۳۶ برس قبل مسیح ارض مقدسہ میں آباد ہوئے۔ لیکن اُن جلاوطن شدہ دس قبائل بنی اسرائیل کا مدت تک پتہ نہ چلا کہ اُنکو کیا ہوا اور وہ کہاں گئے۔ مگر بعد ازاں کی تحقیقات سے جو چند صدیوں سے ہوتی چلی آتی ہے یہ ثابت ہوا ہے کہ وہ دس گروہ افغانستان و تبت و کشمیر و ہندوستان کے مغربی حصہ میں آباد ہوئے تھے اور ابتک اُن کی اولاد وہاں موجود ہے۔ اور اکثر اقرار بھی کرتے ہیں کہ ہم بنی اسرائیل ہیں اور بعض کی قومی رسومات اور عادات و طرز معاشرت و طرز لباس و شکل و بناوٹ چہرہ ظاہر کرتی ہیں کہ وہ ضرور بنی اسرائیل ہیں۔ اور زیادہ تر یہ ثبوت بھی ہے کہ اُن کے پیغمبروں کی یادگاریں ابتک کشمیر کے نواح میں قائم ہیں اور اکثر اس نواح میں اُن شہروں کے نام بھی ملتے ہیں جو ملک شام کے شہروں کے ہیں جسکی کیفیت کتاب مسیح ہندوستان میں دیکھ سکتے ہو۔

واضح ہو کہ جب مسیح علیہ السلام یہودیوں میں پیدا ہوئے تو وہ تیس سال کی عمر میں اُن قوموں کی تبلیغ کے لئے مامور ہوئے۔ یہودی گروہ نے ان کی سخت مخالفت کی اور اُسپر کفر کا فتویٰ لگا کر قتل کے درپے ہوئے۔ اور اپنے زعم میں اُسکو قتل بھی کرڈالا مگر اللہ تعالیٰ نے اُنکو اپنی حکمت کاملہ سے بچا لیا۔ اناجیل سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کل قبائل بنی اسرائیل کے لئے مبعوث ہوئے تھے

بعض یہودی اور بعض سامری تو ان پر ایمان لائے لیکن اکثر اُن میں سے مخالف رہے لیکن بنی اسرائیل کے دس قبیلے اُس ملک سے غائب تھے جنکا اُس وقت کسی کو پتہ نہیں تھا۔ اسلئے بحکم خدا اُن کی تبلیغ حضرت مسیح پر فرض ہو چکی تھی اسی لئے وہ بسا اوقات کہتے تھے کہ میں بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لئے بھیجا گیا ہوں چنانچہ انجیل یوحنا باب ۱۱ درس ۵۲ میں ہے۔ وہ خدا کے فرزندوں کو جو پراگندہ تھے باہم جمع کریگا۔ پھر یسعیا باب ۵۶ آیت ۸ میں لکھا ہے۔ خداوند یہوواہ جو بنی اسرائیل کے تتر بتر کئے ہوؤں کا جمع کرنے والا ہے۔ پھر یوحنا باب ۱۰ درس ۱۶ میں ہے۔ اور میری اور بھی بھیڑیں ہیں۔ جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خود مسیح علیہ السلام اقرار کرتے ہیں کہ یہودیوں اور سامریوں کے سوا میرے اور لوگ بھی ہیں جو پراگندہ مختلف ملکوں میں ہیں اُنکا جمع کرنا اور اُن کو تبلیغ کرنا میرا فرض ہے۔ اسلئے وہ صلیب سے بچکر یوجہ الٰہی بیت المقدس سے بھاگ کر جلیل کو آئے اور وہاں مرہم سلیخہ جسکو مرہم عیسےٰ و مرہم رسل و مرہم حوارین بھی کہتے ہیں۔ ۴۰ روز تک استعمال کرتے رہے۔ جب زخم مندمل ہو گیا تو وہاں سے رخصت ہو کر ایک پہاڑ پر چڑھے اور اُسوقت بادل آسمان پر چھایا ہؤا تھا۔ حواریوں کو یہ معلوم ہؤا کہ وہ بادل کی طرف جا رہے ہیں اور یہ کچھ تعجب کی بات بھی نہیں جن لوگوں کو کبھی پہاڑ پر جانے کا اتفاق ہؤا ہوگا اُن کو بارہا یہ نظارہ پیش آیا ہوگا کہ آدمی پہاڑ پر اونچا کھڑا ہؤا ہو بادل اُس کے نیچے ہوتے ہیں اور اُن سے پانی برستا ہے اور وہ آدمی بالکل محفوظ ہوتا ہے۔ ایسا ہی جب حضرت مسیح پہاڑ پر چڑھ گئے تو بوجہ بادل مسیح حواریوں کی نظروں سے غائب ہو گیا وہ سمجھے کہ بادلوں پر سوار ہو کر آسمان پر چلے گئے کیونکہ کچھ دیر کے بعد جب بادل کھل گیا ہؤا ہوگا اور مطلع صاف ہو گیا ہوگا تو وہاں مسیح نظر نہیں آتے ہونگے اُن بھولے بھالے مچھوؤں نے جو علم طبعی سے بالکل ناواقف اور قانون نیچر سے محض ناآشنا تھے اپنی سادگی اور بھولا پنی سے یہ یقین کر لیا کہ وہ ضرور آسمان پر بادل پر سوار ہو کر چلے گئے۔ اور یا اسوجہ سے کہ حضرت مسیح نے انکو منع کر دیا تھا کہ میرے جانے کی خبر یہودیوں کو نہ کرنا مبادا وہ اُنکا پیچھا کر کے پھر ماخوذ کریں یہ بات بطور توریہ بنالی کہ وہ آسمان پر چلے گئے اور ایسا کرنا قرین قیاس بھی ہے کیونکہ واقعہ صلیب سے ۴۰ روز تک وہ حواریوں سے ملتا بھی رہا لیکن خفیہ دروازہ بند کر کے ملا کرتا تھا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حواریوں کو افشار راز سے ممانعت کیگئی تھی۔ اسی واسطے اُن کو مصنوعی بات بنانی پڑی کہ وہ آسمان پر چلا گیا۔ حالانکہ مسیح علیہ السلام اُس پہاڑ سے اُتر کر دوسری سمت کو چلدئیے اور کئی سو میل کی مسافت طے کر کے نصیبین میں پہونچے چنانچہ کتاب تاریخ روضۃ الصفا جلد اول صفحہ ۱۳۳ میں لکھا ہے

ملک را حدیث شمعون مستحسن افتاد با حضار روح اللہ فرمان داد۔ عیسٰے آمد۔ اور سُرخی میں یہ لکھا ہے۔ در ذکر رفتن عیسٰے صلوٰۃ اللہ علیہ ناحیۃ نصیبین۔ پھر اُسی کتاب کے صفحہ ۱۳۲ پر لکھا ہے ارباب اخبار گفتہ اند کہ در زمان عیسیٰ بادشاہے بود در ولایت نصیبین بغایت متکبر و جبار حضرت نبوی بدعوت او مامور شدہ متوجہ نصیبین گشت۔ اس تمام عبارت سے ظاہر ہے کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام ضرور نصیبین میں گئے۔ گو اس قصہ میں بہت سی باتیں لغو اور بیہودہ اور دور از عقل و فکر لکھی ہیں لیکن اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ نصیبین میں نبی موصوف گئے اور اسکی تائید ایک انگریزی خط سے جو سی جے ہسلم للرشششم نے اگزیٹر کے لاٹ پادری کو لکھا ہے بخوبی ہوتی ہے جسمیں صاحب موصوف نے دو چٹھیاں بھی نقل کی ہیں ایک چٹھی توٹو پارچ ایفاری بادشاہ ایڈیسہ کی طرف سے حضرت مسیح علیہ السلام کے نام پر ہے اور دوسری چٹھی حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف سے بادشاہ موصوف کے نام بجواب اُسکے خط کے ہے۔ پہلی چٹھی کا مضمون یہ ہے کہ میں آپ کی شہرت سُنکر کہ آپ بغیر دوا کے بیماروں کا علاج کرتے ہیں اور بیمار شفایاب ہو جاتے ہیں آپ کی خدمت میں یہ نیاز نامہ ارسال کرکے ملتمس ہوں کہ آپ یہاں تشریف لائیے اور میرا علاج کیجئے اور میں نے سنا ہے کہ یہودی لوگ آپ کو سخت ایذائیں اور دکھ دیتے ہیں اور آپ کے برخلاف نقصان رسانی کی سازشیں کرتے ہیں میرے پاس بڑا مصفا شہر ہے جو ہم دونوں کے لئے کافی ہوگا آپ یہاں آجائیں۔ اور جو چٹھی مسیح نے بجواب اس خط کے لکھی ہے اُسکا مضمون حسب ذیل ہے مگر اسمیں معلوم ہوتا ہے کہ ان عیسائیوں نے اپنی عادت مستمرہ کے موافق یہاں بھی بہت کچھ دخل دیا ہے اور بالکل تحریف کر ڈالی ہے جو نفس مضمون سے ظاہر ہے۔ چنانچہ وہ چٹھی یہ ہے۔ اے ایفاری تو بڑا ہی خوش قسمت ہے کہ تو اتنا دور رہتا ہے اور تو نے مجھے دیکھا نہیں سُنکر ایمان لایا ہے اور یہاں جنہوں نے مجھے دیکھا ہے وہ ایمان نہیں لائے۔ اور تو نے جو میرے آنے کے لئے لکھا ہے۔ اُسکی نسبت یہ جواب ہے کہ میرا آنا چنداں ضروری نہیں جو میں وہاں آنکر کر سکتا تھا وہ یہاں بیٹھے ہی کر سکتا ہوں اور میں عنقریب آسمان پر جانے والا ہوں جب میں آسمان پر چلا جاؤنگا تو پھر میں اپنے کسی حواری کو تمہارے پاس بھیجدونگا۔ یہ مضمون اُس چٹھی کا ہے۔ ناظرین خود قیاس کر سکتے ہیں کہ اسمیں کہانتک خیانت سے کام لیا گیا ہے اور صاحب روضۃ الصفا لکھتا ہے کہ مسیح وہاں گیا اور وہاں جا کر معجزہ دکھائے اور بادشاہ معہ اپنی رعایا کے اُس پر ایمان لایا اور اناجیل اور قرآن شریف گواہی دیتے ہیں کہ مسیح نہیں مرا اور بیت المقدس

سے بچکر گلیل کی سڑک پر چلتے ہوئے اور اپنے معتقدین کے گھروں سے گوشت روٹیاں کھاتے ہوئے جلیل کے اندر داخل ہوئے اور بہت روز تک بود و باش کرکے اور اپنے حواریوں کو خوب تبلیغ احکام کی فرمائش کرکے کچھ حواریوں کو ہمراہ لیکر ایک پہاڑ کی طرف جاتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں پھر وہاں سے بوجہ بادل و پہاڑ نظر سے غائب ہو جاتے ہیں اس تمام سین سے انسان جسکو تھوڑی سی بھی عقل خداداد مگر انصاف پسند دیکھنی ہو خیال کرسکتا ہے کہ جب یہودیوں نے اس قدر ستایا کہ پھانسی تک دیدیا اور اب آئندہ انکے لئے کوئی امن کی صورت دکھلائی نہیں دیتی تھی اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کا حکم تھا کہ بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کو تلاش کرکے اُنکو جمع کرو اور احکام شریعت پہونچاؤ۔ اسلئے مسیح ؑ اُس ملک کو ترک کرکے عازم سفر افغانستان وغیرہ ہوئے اور دشوار گذار گھاٹیوں اور پر صعوبت دشت و بیابان کو طے کرتے ہوئے بالآخر کوہ نعمان میں پہنچے اور علاقہ شیطان گنبل میں کچھ عرصہ تک قیام کرکے اُن گمشدہ بھیڑوں کو جمع کیا اور بہت لوگ اُنپر ایمان لائے اور اُس جگہ وہ مدت تک مقیام پذیر رہے وہاں آجتک ایک چبوترہ بنا ہوا ہے جو یوز آسف اور مہترلام کے نام سے مشہور ہے۔ یوز تو وہی لفظ یسوع ہے جو بگڑ کر یوز ہو گیا ہے اور آسف اور لام دونوں عبرانی زبان کے نام ہیں جنکے معنے بھی ایک ہی ہیں یعنے پراگندوں کو جمع کرنے والا۔ اور یہ ظاہر ہے اور بڑے بڑے محققوں نے شہادتیں دی ہیں کہ بنی اسرائیل کی وہی گمشدہ قبیلے افغانستان اور تبت اور کشمیر وغیرہ میں پائے جاتے ہیں اور افغان تو خود اپنے آپ کو بنی اسرائیلی کہتے ہیں اور کشمیریوں وغیرہ کے چہرہ اور لباس اور وضع سب کی سب یہودیوں سے ملتی ہے اور لفظ جُو جو اب تک اُن میں رائج ہے خود اُن کے یہودی ہونے پر گواہ ہے۔

ماسوا اس کے لفظ مسیح خود اس امر کا دال ہے کہ حضرت مسیح علیہ السّلام نے برخلاف دیگر انبیا کے ایسی سیاحت کی جسکی وجہ سے وہ مسیح کہلائے اور وہ سیاحت کہیں دور دراز ممالک میں وقوع میں آئی ورنہ اگر سیاحت سے وہی مراد ہے جو ارض مقدسہ کے حدود کے اندر ہوئی تو اس سے کوئی بڑی سیاحت ثابت نہیں ہوتی بلکہ اور انبیاء کی سیاحت ان سے بدرجہا زیادہ بڑھی ہوئی ہے۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام مصر سے چلکر کنعان میں آئے اور دور دراز مقامات میں پھرتے رہے۔ اگر مسیح لقب ہو سکتا تھا تو حضرت موسےٰ ؑ کا ہو سکتا تھا جنکو مدت رسالت بھی بہت ملی تھی۔ برخلاف اِس کے حضرت مسیح کو بقول دیگر علماء صرف ارض مقدسہ کی بہت ہی تنگ اور

محدود دائرہ کے اندر رہنے کا اتفاق ہؤا اور نیز زمانہ نبوت بھی کل تین یا ساڑھے تین سال تھا اس قلیل عرصہ میں اُنہوں نے کیا سیاحت کی ہوگی۔ لہٰذا ہم مختلف وجوہ سے ثبوت دیتے ہیں کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے واقعی بڑے بڑے سفر کیئے اور بے شک اُنہیں کی ذات پر لفظ مسیح صادق آتا ہے پیشتر اس کے کہ ہم ثبوت پیش کریں اول لفظ مسیح پر بحث کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ بنائے علیہ واضح ہو کہ لفظ مسیح کے مختلف معنے علمار نے بیان کیئے ہیں اور مختلف توجیہیں نکالی ہیں اول ہم اُن اقوال کو لکھ دیتے ہیں تا کہ ناظرین کو آسانی ہو جائے۔

(ا) امام محمد طاہر گجراتی اپنی کتاب مجمع البحار جلد ۲ صفحہ ۲۹۶ میں لکھتے ہیں (الف) المسیح عیسیٰ لانہ کان لایمسح بیدہٖ ذا عاھۃ الا برأ یعنے مسیح جو حضرت عیسےٰ کی نسبت ہے اسواسطے کہا جاتا ہے کہ جب وہ کسی مریض کو چھوتے تھے تو وہ اچھا ہو جاتا تھا۔

(ب) اولانہ خرج من بطن امہ ممسوحا بالدھن۔ یا اسواسطے مسیح کہتے ہیں کہ وہ ماں کے پیٹ سے جب پیدا ہوئے تھے تو اُنکا سر روغن سے تر تھا۔

(ج) اولانہ یمسح الارض۔ ای یقطعھا۔ یا اسواسطے مسیح کہتے ہیں کہ قطع مسافت کیا کرتا تھا۔

(د) وقیل المسیح صدیق۔ اور کہتے ہیں کہ مسیح کے معنے صدیق کے ہیں۔

ان مختلف معانی سے ظاہر ہے کہ صاحب موصوف کو تحقیق نہیں کہ کون سی بات ٹھیک ہے جسکی وجہ سے وہ مسیح کہلائے۔ اول امر کی نسبت کہ مریضوں کو اچھا کرتا ہے یہ صرف مسیح کے ساتھ مخصوص نہیں بہت سے اور پیغمبروں نے بھی مریضوں کو اچھا کیا کون پیغمبر ہے کہ جسکی دعا سے مریض اچھے نہیں ہوئے۔ حالانکہ اس امت کے ادنےٰ سے ادنےٰ اولیاء کی دعاؤں سے سینکڑوں مریض اچھے ہوئے۔ یہ کوئی خصوصیت نہیں۔

نسبت امر دوم کہ وہ ماں کے پیٹ سے روغن آلود پیدا ہؤا یہ ایک امر ثبوت طلب ہے جسکی تصدیق نہ تو قرآن شریف سے ہوتی ہے اور نہ حدیث صحیح اور نہ تاریخ سے۔ یہ محض خیالی بات ہے۔

بہ نسبت امر سوم کہ وہ صدیق تھا سو جتنے پیغمبر گذرے ہیں سب ہی صدیق تھے اس میں بھی کوئی خصوصیت نہیں پائی جاتی۔ رہا چوتھا امر سو وہ بہت درست ہے کیونکہ تمام انبیاء کو کچھ نہ کچھ سفر کرنے پڑے ہیں لیکن مسیح کو جسقدر مسافت طے کرنی پڑی اتنی مسافت کسی اور نبی کو نہیں کرنی پڑی اسلئے یہ لقب اُنکے ہی لئے زیبا ہے۔

(۲) نواب صدیق حسن خاں صاحب اپنی تفسیر ترجمان القرآن جلد ۲ کے صفحہ ۲۹۸ میں لکھتے ہیں کہ مسیح کے معنے جسکے ہاتھ لگانے سے بیمار اچھے ہوں یا جس کا کہیں وطن نہ ہو ہمیشہ سیاحت میں رہے۔

(۳) عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد ۷ صفحہ ۳۱۳ میں لکھا ہے۔ قیل لانہ یمسح الارض یعنے مسیح کو اس واسطے مسیح کہتے ہیں کہ قطع ارض کرتا تھا۔

(۴) تفسیر فتح البیان جلد ۲ صفحہ ۴۹ میں ہے۔ فقیل من مسیح لانہ مسیح الارض۔ ای ذھب فیھا فلم یستکن بکن۔ یعنے مسیح سے ہے کیونکہ وہ زمین پر سفر کرتا تھا اور ایک مقام پر نہیں ٹھیرتا تھا۔

چونکہ ہم پہلے بھی لفظ مسیح پر کچھ لکھ آئے ہیں اسلئے ہم انہی روایات پر اکتفا کر کے اب دکھانا چاہتے ہیں کہ ان بیچارہ علما کو اگر حقیقت حال پر آگاہی ہوتی تو اتنی سرگردانی نہ کرتے۔ یہ تو سب تسلیم کرتے ہیں کہ مسیح مساحت سے ہے اور وہ صرف اُسی سیاحت کو تسلیم کرتے ہیں جو ارض مقدسہ کی حدود کے اندر یہودیوں کے خوف کے مارے کرتے اور مکانوں کے اندر چھپتے پھرتے تھے۔ مگر اُن کو یہ سمجھ نہ آئی کہ ایسا ڈرنا تو نبیوں کی شان کے خلاف ہے۔ اللہ تعالےٰ کسی کو ایک قوم کی طرف تبلیغ احکام کے لئے مامور کرے اور وہ اپنی جان کے خوف کے مارے مارے پناہ گزین ہوتا پھرے اور تبلیغ کو پس پُشت ڈالدے تو ایسا آدمی کب نبوت کے لائق ہو سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی راہ میں مارا جانا کیا بُری بات ہے۔ ہماری رائے میں نبی ایسے بُزدل نہیں ہوتے۔ اگر کہیں ایسا ارادہ قتل ہو بھی جائے تو صرف بحکم الٰہی اُس مقام کو چھوڑ کر دوسری جگہ جانا پڑتا ہے جیسے کہ ہمارے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی بحکم الٰہی ہجرت کرنی پڑی اور ایک پہاڑ کی غار میں کچھ وقت کے لئے پناہ بھی لینی پڑی۔ لیکن یہ کب ہو سکتا ہے کہ نبی ہو کر وہ ہمیشہ چھپتا پھرے۔ اصل بات یہ ہے کہ جب اُن قبائل سے ستائے گئے اور سولی دئے گئے تو اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل خاص سے اُن کو بچا لیا اور پھر اُن کو حکم دیا کہ تم بنی اسرائیل کے گم شدہ قبائل کی طرف جاؤ اور اُنکو جا کر تبلیغ احکام کرو۔ اس امر کی صداقت انجیل۔ توریت اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بُدھ مذہب کی کتابوں اور عیسائیوں کے اقوال سے ہوتی ہے۔ لہٰذا ہم تفصیلوار ہر ایک کتاب سے شہادت پیش کرتے ہیں۔

(۱)اول (۱)شہادت ۔ توریت (۱) یسعیاہ باب ۵۶ ۔ آیت ۸ میں لکھا ہے ۔ خداوند یہوواہ جو بنی اسرائیل کی تتر بتر کئے ہوؤں کا جمع کرنے والا ہے ۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ بنی اسرائیل کی پراگندہ قوموں کو جمع کرنے کے لئے کوئی سبیل نکالیگا ۔ اور یہ ظاہر ہے کہ حضرت مسیح سے ۶۰۶ برس پہلے قوم بنی اسرائیل بخت نصر کے ہاتھ سے پراگندہ ہوئی اُس سے پہلے سب جمع تھی دیکھو تلخیص التواریخ مصنفہ محمد حسن امروہی ۔ اور ان چھ سو برس میں کسی نبی نے اُن کو جمع نہیں کیا ۔ خود مسیح علیہ السلام جب آئے تو اُسوقت صرف یہودی اور سامری قبائل بیت المقدس کے آسپاس موجود تھے باقیوں کا کچھ پتہ نہیں تھا ۔

(۲) یسعیاہ باب ۳ ۵ ۔ میں ہے ۔ اور اسکی بقاء عمر کی جو بات ہے سو کون سفر کرکے جائیگا کیونکہ وہ قبائل کی زمین سے مراد بیت المقدس سے ، علیحدہ کیا گیا ہے ۔

دوم شہادت انجیل ۔ اور جب ہم انجیل یوحنا دیکھتے ہیں تو اُس سے بھی یہی پتہ چلتا ہے کہ خود یہودی اقراری ہیں کہ یسوع پراگندہ قبائل کو آنکر جمع کریگا چنانچہ یوحنا باب ۱۱ آیت ۵۱ و ۵۲ میں ہے لیکن اس سبب سے کہ اُس برس سردار کاہن نے پیش خبری کی کہ یسوع اُس حق کے واسطے مریگا اور نہ صرف اُس قوم کے واسطے بلکہ اس واسطے بھی کہ وہ خدا کے فرزندوں کو جو پراگندہ ہوئے باہم جمع کرے ۔ اِن آیات سے ظاہر ہے کہ یسوع کے زمانے تک بنی اسرائیل جو خدا کے فرزند کہلاتے تھے گُم تھے اور یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام ہی اُن کو جمع کریگا ۔

(۲) پھر انجیل یوحنا باب ۱۰ کی آیت ۵ او ۱۶ اسے یوں ظاہر ہوتا ہے ۔ اور میں بھیڑوں کے لئے اپنی جان دیتا ہوں اور میری اور بھی بھیڑیں ہیں جو اس بھیڑ خانہ کی نہیں ضرور ہے کہ میں اُنہیں بھی لاؤں اور وے میری آواز سنینگی اور ایک ہی گلہ اور ایک ہی گڈریا ہوگا ۔ اِن آیتوں سے ظاہر ہے کہ مسیح علیہ السلام کو معلوم تھا کہ مجھے سخت تکلیف پہونچائی جائیگی کہ گویا جان تک نوبت پہنچیگی لیکن ساتھ ہی کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے میرے لئے اور بھیڑیں بھی رکھی ہیں جو اس ملک میں نہیں اور وہ پراگندہ ہیں اور نیز یہ بھی فرمایا کہ میں اُنکو ضرور جمع کرونگا اور وہ میری تبلیغ کو بھی قبول کرینگی اور اُس کا ایک ہی گلہ ہوگا اور ایک ہی گڈریا یعنے وہ سب کی سب ایک ہی حکم کی تابع ہوجائینگی ۔ اب کوئی عیسائی یا کوئی مسلمان ثابت کرسکتا ہے کہ یہ وعدہ جو حضرت مسیح کے ساتھ تھا کب پورا ہؤا ۔ عیسائی تو کبھی بھی ثبوت نہیں دے سکتے کیونکہ وہ تو اُن کو صلیب پر مار چکے ہیں

اور اُس سے صرف یہ فائدہ اُٹھانا چاہتے ہیں کہ وہ ہمارے لئے کفارہ ہو گئے لیکن اس طرف خیال تک نہیں کہ اللہ تعالی کا وعدہ جو اُن سے تھا کہ اُن قبائل کو جو گم شدہ تھے جو اس ارض مقدسہ میں نہیں تھے جمع کریگا اور اُن کو خدا کے احکام سنائے گا غلط ثابت ہوتا ہے اور نبی کی باتیں کبھی بھی جھوٹی نہیں ہوتیں بہر حال اُن لوگوں نے آنکھوں پر پٹی باندھ لی ورنہ اُن کو بخوبی معلوم ہوگا کہ حضرت مسیح کی جان دکھوں میں تو ضرور پڑ گئی تھی اور یہود نے صلیب پر چڑھا بھی دیا تھا اور ان کی جان لینے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت بھی نہیں کیا گیا تھا مگر اللہ تعالی نے جو اُن سے وعدہ کیا تھا پورا کیا یعنے یہ کہ اُس کو موت سے بچا لیا جائیگا جسکا ثبوت ہم گذشتہ فصل میں دے چکے ہیں۔ اور وہ اُس واقعہ صلیب کے بعد تمام معتقدین کو ملتے رہے اور روٹیاں اور مچھلیاں اور گوشت کھاتے پھرے اور بالآخر وہاں سے رخصت ہو کر اُن ممالک میں گئے جہاں بنی اسرائیل کی قومیں منتشر تھیں

(سوم) شہادت حدیث رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم۔ (۱) کتاب ابن عساکر میں حسب ذیل حدیث ہے

اوحی اللہ تعالی الی عیسی ان یا عیسی انتقل من مکان الی مکان لئلا تعرف فتوذی۔ رواہ ابن عساکر عن ابی ھریرۃ۔ یعنے ابن عساکر حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالے نے حضرت عیسی علیہ الصلوۃ کی طرف وحی کی کہ اے عیسے تو اس ملک کو چھوڑ کر دوسرے ملک میں چلا جا تاکہ پہچانا نہ جائے اور تجھے ایذا نہ دیجائے دیکھو کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۳۴ گو اس حدیث میں لفظ مکان آیا ہے لیکن جب خیال کرتے ہیں کہ کل یہودی اُن کے دشمن تھے صرف چند ہی آدمی ایمان لائے تھے اگر اُنہیں چند آدمیوں کی طرف اشارہ ہے تو یہ بات بہت ہی کمزور ہو جاتی ہے کیونکہ وہ مکان تو اُنہی یہودیوں کے درمیان تھے جنمیں وہ حواری لوگ بود و باش کرتے تھے پھر کیسے اُن سے محفوظ رہ سکتے تھے بلکہ اس واقعہ صلیب کے بعد یہ حکم ملا ہے کیونکہ اس حدیث کے الفاظ سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے کہ کوئی ایسی ایذا دیگئی ہے کہ جس کے لئے اُنکو ہجرت کا حکم ہوا ہے ورنہ معمولی ایذاؤں سے چھپنے کی کیا بڑی حاجت معلوم ہوتی تھی۔ تمام انبیا کو ایذائیں پہنچیں صرف جب جان کا خطرہ یقینی ہو جاتا ہے تو پھر بحکم الٰہی ہجرت ضروری ہو جاتی ہے۔ اس صلیب سے بڑھکر اور کونسی سخت ایذا تھی جس سے بچنے کے لئے اللہ تعالے نے اشارہ کیا۔ پس یقینی بات یہی ہے کہ صلیب کے بچنے کے بعد حکم ہوا کہ تو اب یہاں سے چلا جا ورنہ یہ یہودی پھر پکڑ کر مار ڈالینگے اور نیز اُن پر اتمام حجت اور کافی تبلیغ احکام بھی ہو چکی تھی۔

(۲) کان عیسی ابن مریم لسیح فاذا
امسی اکل بقل الصحراء وشرب الماء
القراح و توسد التراب ثم قال
عیسی ابن مریم لیس له بیت یخرب
ولا ولد یموت طعامه بقل الصحراء
وشرابه الماء القراح و وسادہ التراب
فلما اصبح ساح فمر بواد فاذا فیه
رجل اعمی مقعد مجذوم قد قطعه
الجذام السماء من فوقه والوادی من
تحته والثلج عن یمینه والبرد عن
یساره وهو یقول الحمد لله رب
العلمین ثلاثا فقال له عیسی ابن مریم
یا عبد الله علی ما تحمد الله وانت اعمی
مقعد مجذوم قد قطعک الجذام السماء
من فوقک والوادی من تحتک والثلج
عن یمینک والبرد عن یسارک قال یا
عیسی احمد الله اذ لم اکن الساعة ممن
یقول انک الله او ابن الله او ثالث ثلثة
رواه الدیلمی وابن النجار عن جابر۔

(چہارم) شہادت۔ علماء نصاریٰ۔ (۱) شلیئرمیخر
اور نیز قدیم محققین نصاریٰ کا یہ مذہب ہے
کہ یسوع صلیب پر نہیں مرا بلکہ ایک ظاہرا موت
کی سی حالت ہو گئی تھی اور قبر سے نکلنے کے بعد
کچھ مدت اپنے حواریوں کے ساتھ پھرتا رہا
اور پھر دوسری یعنے اصلی موت کے واسطے
کسی علیحدگی کے مقام کی طرف روانہ ہو گیا۔ دیکھو
کتاب ماڈرن ڈوٹ اینڈ کرسچن بلیف صفحہ ۴۵۵
۷۵۴ و ۷۴۳۔ پس توریت و انجیل و احادیث
و اقوال نصاریٰ و اہل اسلام سے بالاتفاق
ثابت ہو گیا کہ مسیح صلیب سے نجات پا کر سفر
کو نکلے اور بنی اسرائیل کی گمشدہ قوموں میں
تبلیغ کرنے کے لئے سفر اختیار کیا۔
(۲) ناٹووچ روسی سیاح اپنی کتاب میں جو مسیح
کی نامعلوم زندگی کی نسبت لکھ کر شائع کی ہے
اُس میں وہ بھی تسلیم کرتا ہے کہ ۳۶ سال کی عمر
میں حضرت مسیح نیپال میں تھے۔ دیکھو کتاب مذکور
پنجم۔ اکمال الدین نام کتاب میں جو گیارہ سو برس
کی ہے لکھا ہے کہ یسوع جب کشمیر وغیرہ کی طرف
آیا تو اُس کے پاس کتاب انجیل تھی جسکا اصلی نام بشوری ہے۔

لہٰذا کچھ شک نہیں مسیح علیہ السلام افغانستان میں اپنی تبلیغ پوری کر کے آگے بڑھے اور
پھر براہ پنجاب کشمیر میں گئے وہاں بھی تکمیل تبلیغ کر کے تبت کو گئے پھر وہاں سے ہندوستان
کے دیگر بلاد میں گئے اور آخر جب برہمنوں سے مباحثے پیش آئے اور اُن کے ہاتھ سے تنگ
ہو گئے تو نیپال میں بدھ مذہب والوں کے ہاں گئے اور اُن لوگوں میں رہنے سہنے لگے

اور چونکہ اُن کے ایک سفید رنگ گرو کی جسکا نام مسیح تھا پہلے ہی سے پیشگوئی تھی اسلئے اُن لوگوں نے مسیح کی تعلیم سے متاثر ہو کر ان کی تعلیم کو اپنی کتابوں میں مندرج کر دیا جو آجتک محفوظ ہیں دیکھو کتاب مسیح ہندوستان میں - اور بالآخر مسیح علیہ السلام بدھ مذہب پر اپنا رنگ چڑھا کر کشمیر میں سکونت پذیر ہوئے اور ۱۲۰ برس کی عمر میں اُن کی روح پاک عالم بالا کو پرواز کر گئی اور اُن کی لاش ملک کشمیر جنت نظیر کے دار الخلافہ سری نگر میں دفن کی گئی اور ابتک اُنکی مرقد منور محلہ خان یار میں موجود ہے جسنے زیارت کرنی ہو جا کر لے ۔

اکیسویں فصل

اس باب میں کہ مسیح ناصری کا آنا کسی طرح مفید نہیں

ماسوا اس کے اگر ہم بالفرض یہ بھی تسلیم کر لیں کہ حضرت عیسیٰ نہیں مرے اور وہ زندہ ہی آسمان پر موجود ہیں تو پھر بھی مسیح کا اس امت کے لئے رسول اور نبی ہو کر آنا کسی صورت میں جائز نہیں کیونکہ قرآن شریف میں ہے وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ سورۃ ابراہیم ع ا یعنی جس نبی کو ہدایت کے لئے بھیجا ہے تو قوم ہی کی زبان میں بھیجا ہے ۔ یہ نہیں کہ قوم کی زبان تو لاطینی ہو اور رسول جو اُن کی ہدایت کے لئے مقرر کیا گیا ہو اُسکی زبان یونانی ہو - غرض جس قوم کی ہدایت کے لئے کوئی نبی آیا وہ اُس قوم کی زبان لیکر آیا ۔ قرآن شریف کا یہ ایک محکم اصول ہے اور مشاہدہ بھی برابر یہی ظاہر کرتا رہا ہے کہ دنیا میں جو رسول آئے اور جس قوم کیطرف آئے اُن کی زبان وہی ہوتی رہی جو قوم کی تھی - پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہی شہادت دیتے ہیں چنانچہ وہ فرماتے ہیں - لم يبعث الله عزوجل نبيا الا بلغة قومه - رواه احمد بن حنبل فی مسندہٖ عن ابی ذر یعنے احمد بن حنبل اپنی کتاب مسند میں حضرت ابو ذر سے روایت بیان کرتے ہیں - کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے جب کسی نبی کو مبعوث فرمایا تو اُسکی قوم کی زبان میں مبعوث فرمایا - دیکھو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۱۹ - اس سے صاف ظاہر ہے کہ بغیر قومی زبان کے کوئی شخص خواہ وہ کتنے پایہ کا ہو اپنی قوم کو ہدایت نہیں کر سکتا - تو اب

حضرت مسیح جنکی زبان عبرانی تھی اور یہی عبرانی زبان ہی ماں کے پیٹ سے لیکر آئے اور اسی زبان میں بولتے رہے اور اسی زبان میں انجیل کی تبلیغ کرتے رہے تو اب اُنکا آنا کیونکر مفید ہو سکتا ہے کیونکہ صفحہ دنیا پر کوئی عبرانی زبان بولی نہیں جاتی۔ بہر حال اُنکا آنا نہ آنا مساوی ہے۔ لہذا خدا تعالیٰ ایسے شخص کو بھیجکر کیونکر عبث کارروائی کا مرتکب ہو سکتا ہے۔ اگر کہو کہ خدا تعالیٰ نے اُنکو زبانیں سکھلادی ہونگی کیونکہ وہ قادر ہے جو چاہے کر سکتا ہے۔ بیشک خدا کی قدرتوں میں شک لانا بے ایمانی کی علامت ہے۔ لیکن ایک بیچارہ مسیح کی نسبت ہر بات میں بلا ثبوت یہی کہتے جانا کہ خدا قادر ہے یہ بات بھی مسیح کے ساتھ کر دیگا اور یہ بات بھی کر دیگا یہ کیسی منطق ہے۔ جہاں انسان دلیل دینے سے عاجز اور بیکس ہو جاتا ہے وہاں بلا دلیل یہ مان لیتا ہے کہ خدا تعالیٰ قادر ہے وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کو اتنی کیا مصیبت پڑی ہے اور اُسے مسیح کے واپس لانے کے لئے کیا ایسی حاجت پیش آگئی ہے کہ ضرور ان لیا جائے کہ اُس کے بغیر اُسکے کارخانہ قدرت میں اصلاح کا ہونا محال اور ناممکن ہے۔ یہ سب خیالی ڈھکوسلے ہیں۔ جہاں انسان عاجز ہوتا ہے وہاں دور از قیاس باتوں سے بچنے کے لئے خدا کی قدرتوں کا سہارا درمیان میں لا کر بچاؤ کرتا ہے ورنہ کوئی پکی بات اُس کے پاس نہیں ہوتی۔

آٹھواں باب

اس ثبوت میں کہ نزول سے کیا مراد ہے

جب کثیر التعداد آیات کلام اللہ اور احادیث رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اقوال آئمہ کبار و کلمات علماء ذی شعار و تفاسیر متقدمین و متاخرین و کتب شراح احادیث رسول امین سے بخوبی ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت عیسٰی علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سنت اللہ کے موافق بفحوائے آیت کل نفس ذائقۃ الموت چاشنی موت چکھکر اور اس دنیاء بے بقا کو الوداع کہکر عالم آخرت میں رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور یہ بات کوئی انہونی بھی نہیں صرف اسی اولوالعزم پیغمبر علیہ السلام کے ساتھ ہی یہ جانکاہ حادثہ پیش نہیں آیا بلکہ تمام انبیا اور اولیا انک میت وانہم میتون کا ورد کرتے ہوئے لقمہ نہنگ اجل ہو گئے۔ اور سب سے بڑھکر فخر المرسلین سرتاج اولین والآخرین محمد مصطفٰے احمد مجتبٰی افضل الرسل و خاتم النبیین و محبوب رب العالمین بھی طبعی عمر پوری کرکے شربت مرگ پی کر دوسرے عالم میں جا بسے تو پھر اُن کے مقابل میں کس کی ہستی ہے کہ وہ موت ناہنجار کا شکار نہ ہو کوئی شخص اُسکے خونخوار پنجہ سے بچ نہیں سکتا۔ ابتداے دنیا سے اسوقت تک غور کرو تو تمہیں ایک بشر بھی ایسا نہیں نظر آئیگا جو اس موذی غارتگر بے رحم و بے درد کے ہاتھ سے کوئی بچا ہو۔ بڑے بڑے دانا فلاسفر بڑے بڑے دور اندیش حکماء۔ بہت سے صاحب جبروت اور سطوت شاہنشاہ کہلانے والے بے شمار ذی قدرت بادشاہ جنہوں نے اپنی جان کی حفاظت کے لئے کیا کیا اعلیٰ تدابیر اور کیا کیا احسن تجاویز کیں اور اس چند روزہ زندگی کے لئے کسقدر فوجہاے بیکران اور قلعہاے ذیشان بنوائے مگر آیۃ اینما تکونوا یدرککم الموت ولو کنتم فی بروج مشیدۃ سے غافل رہے۔ الغرض عقل و نقل سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہونچ چکا کہ اللہ تعالیٰ کے معصوم و پیارے نبی حضرت عیسٰے علیہ السلام بھی کسی صورت کے

۱۳۱. خدا کے مقرر کردہ قانون سے باہر نہیں رہ سکتے تھے کیونکہ کل من علیھا فان کا حکم سب کے لئے مساوی ہے جو دنیا میں آیا وہ آخر لقمۂ موت ہوا۔

ہاں اگر کوئی یہ کہے کہ اصحاب کہف تو ۳۰۹ برس تک غار میں زندہ رہے تو کوئی وجہ نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ نہ مانا جائے تو اسکا جواب یہ ہے کہ جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں بے سوچے سمجھے کام لیا گیا ہے ایسا ہی اصحاب کہف کے متعلق بھی بغیر فکر و تدبر کے کام لیا گیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ قرآن شریف کے الفاظ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ اصحاب کہف بغیر اکل و شرب اتنے عرصہ تک زندہ رہے ہوں بلکہ کلام اللہ شریف سے تو یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ اپنی شریر النفس اور بدکار قوم سے نظر بچا کر ایک غار میں جہاں سورج کی کوئی کرن نہیں پہنچتی تھی اندھیرے میں جا کر چھپ رہے اور آخر ماندہ ہو کر سو گئے اور کچھ دیر کے بعد جب اُٹھے تو ایک دوسرے سے وقت کی نسبت سوال کرنے لگے۔ لیکن وہ بیچارے کیونکر وقت بتا سکتے تھے۔ نہ اُن کے پاس کوئی گھڑی تھی کہ وقت معلوم کرتے اور نہ سورج کو اپنی سمت الراس سے گذرتے ہوئے دیکھ سکتے تھے جس سے وہ وقت معلوم کر سکتے اپنی اٹکل سے کہدیا کہ ایک دن یا اُسکا کچھ حصہ گزرا ہے۔ باقیوں نے کہا ربکم اعلم بما لبثتم اور آخر سنت اللہ کے موافق بھوک سے تنگ آکر ایک آدمی کو کچھ روپیہ پیسہ دیکر بازار میں بھیجا کہ چیزیں خرید لاوے۔ الغرض اس طرح سے وہ خدا کے بندے روزمرہ کارروائی کرتے تھے جب دشمنوں کو اُنکے ملجا کی اطلاع ہو گئی تو اُنہوں نے مارے خوف کے غار کے اندر جانا تو پسند نہ کیا لیکن یہ تجویز کی کہ اُس غار کے دہانہ پر دیوار چن دیجائے اور ایسا ہی کیا جسکی تفصیل ہم ذیل میں دیتے ہیں لیکن پیشتر اس کے کہ ہم ان ہڈیوں کا ذکر کریں ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ناظرین کو ان کے حال سے کسیقدر واقف کردیں کہ وہ لوگ کون تھے اور کس مذہب کے تھے اور کس زمانہ میں تھے اور غار میں کیوں جا چھپے تھے۔ سو واضح ہو کہ مورخین اور مفسرین کا اسمیں بڑا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ اصحاب کہف اور اصحاب رقیم ایک ہی گروہ کا نام ہے۔ اصحاب کہف تو اُنکو اسلئے کہتے ہیں کہ وہ ایک ظالم بت پرست بادشاہ کے ظلم سے ایک پہاڑ کی کھوہ میں جا چھپے تھے اور زبان عربی میں کہف کھوہ کو کہتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ رقیم اُس شہر کا نام ہے جس میں اصحاب کہف رہتے تھے۔ دیکھو معجم البلدان یاقوت حموی۔

لیکن صحیح بات یہہ ہے جو بخاری نے ابن عباس سے روایت کی ہے اور وہ یوں ہے

الرقیم الکتاب مرقوم من الرقم قال سعید عن ابن عباس الرقیم اللوح من الرصاص کتب عاملھم اسمائھم ای اسماء اصحاب الکھف ثم طرحہ فی خزانۃ رواہ البخاری۔

یعنے ایک لکھی ہوئی تختی تھی جیسے سعید ابن عباس سے روایت کرتا ہے کہ وہ جست کی پٹی تھی جسپر اُنکے حاکم نے اُن اصحاب کہف کے نام کندہ کرائے تھے اور اس کو خزانے میں رکھدیا تھا۔ اس کو بخاری نے روایت کیا

دیکھو بخاری جلد صفحہ

اکثر مورخین کا قول ہے کہ اُس شہر کا نام جسمیں اصحاب کہف رہتے تھے اُفسُوس تھا اور ایک یورپین مورخ مسٹر بارنگ گولڈ اپنی کتاب کیورس میتھس میں اُس شہر کا نام الیفسس لکھا ہے۔ غالباً عربی میں یہی نام متغیر ہوکر افسوس ہوگیا ہے۔ دیکھو کتاب ترقیم صفحہ۔ یہ شہر بلاد روم میں ایک شہر تھا جہاں اصحاب کہف رہتے تھے۔

تاریخ کامل ابن اثیر میں اُنکا نام مَکسلمینا۔ تَملیخَا۔ مَرطُونُس۔ بَنرونُس۔ کَسطُومَس۔ دَینمُوس رَیطُوفس۔ فَالوُنس۔ مَحسَلمینَا۔ اور کُتّے کا نام قطمیر لکھا ہے۔ اور دوسری کتابوں میں کسیقدر بعض اسما میں فرق ہے۔ اور بعض میں تعداد کا فرق ہے۔

یہ لوگ عیسائی تھے یعنے حضرت عیسے علیہ السلام کی اُمت میں سے تھے چنانچہ طبری کامل ابن اثیر آثار البلاد قزوینی وغیرہ سے ایسا ہی ثابت ہے۔ دیکھو ترقیم صفحہ ۱۰۔ اور ابو ریحان بیرونی نے کتاب آثار الباقیہ میں اُس بادشاہ کا نام داقیاوس لکھا ہے۔ طبری نے دقینوس لکھا ہے۔ اور مسٹر بارنگ گولڈ نے اپنی کتاب کیورس مہتس میں اُسکا نام ڈی سس لکھا ہے۔ بہرحال کوئی ہو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک رومی بادشاہ تھا چونکہ وہ ظالم اور بت پرست بادشاہ تھا۔ اُس نے ان نوجوان عیسائیوں کو بلایا اور اُن کو عیسوی مذہب چھوڑنے اور بت پرستی کے اختیار کرنے پر مجبور کیا مگر چونکہ وہ موحد خدا پرست تھے اسلئے اُنھوں نے بادشاہ کی بات قبول کرنے سے انکار کیا۔ اسپر بادشاہ نے اُنکو چند روز کی مہلت دی اور وہ اس عرصہ میں شہر سے بھاگ کر ایک غار میں جو شہر افسوس سے کچھ فاصلہ پر تھی چھپ گئے۔ گو روایات میں بڑا اختلاف ہے مگر صحیح یہ بات ہے کہ جب بادشاہ نے تیسرے روز اُنکو طلب کیا تو اُنکو نہ پایا۔ آخر اُن کی تلاش شروع کی اور آخر پہاڑ کی کھوہ میں پتہ

چلا کہ وہ اُس میں رہتے ہیں جسپر اُسنے اُس غار کا منہہ بند کرا دیا جس سے اُن کی آمد و رفت کا سلسلہ بند ہوگیا اور آخر بھوکے پیاسے رہ کر چند روز میں ہلاک ہوگئے۔ اور وہ جو قرآن شریف میں آیا ہے۔ کہ اُنہوں نے ایک آدمی کو کھانا خریدنے کو شہر میں بھیجا وہ اُسی روز تھا۔ کیونکہ وہ رات کو بھاگے تھے اور راتوں رات ہی اُس غار میں پہنچ گئے تھے اور صبح کو اُٹھے تو ایک کو کھانا لانےکیلئے بھیج دیا۔ اور تین روز تک برابر اسی طرح کھانا منگواتے رہے۔ اِسکی مفصل کیفیت عجائب المخلوقات زکریا قزوینی میں ہے۔ دیکھو ترقیم صفحہ ۱۴۴۔

ابوالفدا نے جو تاریخ دقیانوس بادشاہ کی لکھی ہے وہ یہ ہے کہ بادشاہ مذکور ۵۰۹ سکندری میں مرگیا تھا۔ اور سکندر بادشاہ ۳۳۶ برس قبل مسیح کے تخت پر بیٹھا تھا۔ اس حساب سے ۲۰۴ سنہ میں اصحاب کہف مرچکے تھے۔

انکی ہڈیوں کی بسنبت کیورس متہس کا مصنف سٹر بارنگ گولڈ لکھتا ہے اصحاب کہف کی ہڈیاں ایک بڑے پتھر کے باکس میں بند کرکے مارسیلس واقعہ ملک اٹلی میں بھیجی گئیں جواب بھی سینٹ وکٹر کے گرجا میں دکھائی جاتی ہیں۔ اِسکی تصدیق تاریخ طبری سے بھی ہوتی ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے۔

قال قتادة وغزا ابن عباس معہ حبیب ابن سلمۃ فمروا بالکھف فاذا فیہ عظام فقال رجل ھذہ عظام اصحاب الکھف فقال ابن عباس فقد ذھبت عظامھم منذ اکثر من ثلث مائۃ۔

یعنے قتادہ نے بیان کیا کہ ابن عباسؓ حبیب ابن سلمہ سے جنگ کی اور وہ ایک غار کے پاس سے گذرے تو وہاں ہڈیاں پائیں۔ ایک شخص نے کہا کہ اصحاب کہف کی ہڈیاں ہیں۔ اسپر ابن عباسؓ نے کہا کہ اصحاب کہف کی ہڈیوں کو گئے ہوئے ۳۰۰ سو برس سے زائد عرصہ ہوگیا۔ دیکھو تاریخ طبری؀

پس ثابت ہے کہ اصحاب کہف اُنہی ایام میں مرگئے تھے اور وہ جو قرآن کریم میں آیا ہے کہ ۳۰۹ برس تک اُس میں رہے اِس سے مراد یہ ہے کہ چند روزہ زندگی کے بعد اُن کی ہڈیاں اس عرصہ تک پڑی رہیں۔ وہی اُن کا لبث تھا۔ پھر بعد ازاں اُن کی ہڈیاں نکالی گئیں اور اٹلی میں پہنچائی گئیں اور اب تک سینٹ وکٹر کے گرجا میں موجود ہیں۔ پس مسیح کی حیات ثابت کرنے کے لئے اصحاب کہف کو پیش کرنا اُن کے مدعا کے خلاف ہے۔ غرض جب ہر طرح سے مسیح علیہ السلام کا فوت ہونا ثابت ہؤا تو اب یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ پھر اُن احادیث کا کیا مطلب ہے جس میں مسیح

یا عیسے یا ابن مریم کے نزول کا ذکر ہے۔ لہذا ہم نمبروار احادیث نزول کو بیان کرکے پھر الفاظ حدیث پر الگ الگ فصلوں میں بحث کریں گے۔

اول ہم بخاری شریف کی حدیث کو لکھتے ہیں۔ جو حسب ذیل ہے

حدثنا اسحاق انا یعقوب بن ابراهیم ثنا ابی عن صالح عن ابی شهاب ان سعید بن المسیب سمع اباهریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم والذی نفسی بیده لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا فیکسر الصلیب و یقتل الخنزیر و یضع الحرب و یفیض المال حتی لایقبل احد حتی تکون السجدة الواحدة خیر من الدنیا وما فیها۔ ثم یقول ابوهریرة واقرأوا ان شئتم وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته و یوم القیامة یکون علیهم شهیدا۔

امام بخاری فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس اسحاق نے اور اُن کے پاس یعقوب بن ابراہیم نے اور اُنکے پاس اُنکے والد نے بیان کیا اور اُنہوں نے صالح سے اور صالح نے ابن شہاب سے سنا کہ سعید بن مسیب نے ابوہریرہؓ سے سنا کہ وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مجھے اُس ذات کی قسم ہے جسکے ہاتھ میں میری جان ہے کہ ضرور ضرور ابن مریم تم میں حکم عادل ہوکر نزول فرمائیگا اور پھر وہ صلیب کو توڑیگا اور خنزیر کو قتل کریگا اور جنگ کو متروک کریگا اور مال عطا کریگا لیکن ایک بھی آدمی اُس مال کو قبول کرنیوالا نکلیگا اور زمانہ کی یہانتک حالت ہوگی کہ ایک سجدہ بھی دنیا اور ما فیہا سے بہتر متصور ہوگا۔ اسکے بعد ابوہریرہ اپنی طرف سے کہتا ہے کہ اگر چاہو تو وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته و یوم القیامة یکون علیهم شهیدا۔ پڑھ لو۔ دیکھو بخاری صفحہ ۴۹۰۔ مطبوعہ مطبع احمدی۔

ماسوا اس کے ایک اور حدیث صحیح بخاری میں اُسی صفحہ پر ہے جو حسب ذیل ہے۔

حدثنا ابن بکیر ثنا اللیث عن یونس عن ابن شهاب عن نافع مولی ابی قتادة الانصاری ان اباهریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم۔

ہمارے پاس ابن بکیر نے اور اُن کے پاس لیث نے اُس نے یونس سے اور اُس نے ابن شہاب سے اور اُس نے ابو قتادہ انصاری کے غلام نافع سے سُنا کہ ابوہریرہ نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ابن مریم تم میں نزول کریگا تو اُسوقت تمہارا کیا ہی حال ہوگا اور

تمہیں معلوم رہے کہ وہ تم ہی میں سے ایک امام ہوگا
یہ وہ حدیثیں جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحاح میں متعلق نزول مسیح تخریج فرمائی ہیں۔ اِن کے سوا اور کوئی حدیث نہیں۔ اب ان پر ہم بحث کرتے ہیں۔
سو واضح ہو کہ اکثر اُمت مرحومہ کے علماء نے الفاظ نزول یا نازل اور ابن مریم سے بڑا دھوکھا کھایا ہے اور وہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ نزول کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ ضرور آسمان سے حضرت عیسے علیہ السلام بنی اسرائیلی ہی نازل ہوگا کیونکہ سوا اُن کے اور کوئی ابن مریم نہیں ہُوا اور نہ ہو سکتا ہے اور اسلئے وہی مسیح علیہ السلام ہی نازل ہونگے۔ لہذا اشد ضروری ہے کہ اول ہم انہی الفاظ پر بحث کریں پھر بعد ازاں ہم نفس حدیث پر گفتگو کرینگے۔

لفظ نزول اور قرآن حمید

معلوم رہے کہ جہاں تک ہم قرآن شریف میں غور کرتے ہیں یہی پایا جاتا ہے کہ لفظ نزول کے مختلف معانی اور مختلف استعمالات ہیں اور جہاں لفظ مذکور بغیر سما آیا ہے وہاں بجز روحانی معنے کے اور کوئی معنے نہیں جیسے کہ ذیل کی نظائر سے ہویدا ہے۔
(۱) قد انزل اللہ الیکم ذکرا رسولا یتلوا علیکم ایات اللہ ترجمہ اللہ تعالے نے تمہاری طرف ایک یاد دلانیوالا رسول بنا کر بھیجا کہ وہ اللہ تعالی کی آیتیں تم پر پڑھتا ہے۔ دیکھو قرآن شریف پارہ ۲۸۔ رکوع ۱۸۔
اس آیت میں لفظ انزل آیا ہے اور اس کے ساتھ سما کا لفظ نہیں۔ اگر اس کے معنے بہرحالت بیں آسمان سے آنا مراد ہے تو پھر یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی زمانہ گذشتہ میں آسمان پر گئے ہوئے تھے اور آخر خدا تعالے نے زمین پر نازل کر دیا۔ لیکن اسکا ثبوت کوئی دنیا بھر کا عالم نہیں دے سکتا اور ہرگز نہیں دیسکتا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جناب آمنہ کے پیٹ سے پیدا ہوئے اور عرب کے اندر ہی رہے اور انہیں لوگوں میں پرورش پاتے رہے۔ پس اگر اس کے روحانی نزول کے معنے نہیں لئے جائیں گے تو پھر اصل مقصد ہاتھ سے جاتا ہے اور کلام الہی میں کذب لازم آتا ہے اور خدا کا کلام ہر قسم کے منقصت سے پاک اور منزہ ہے چاہئے یہی بات حق اور راست ہے کہ جہاں نزول کے ساتھ سما کا لفظ ہو وہاں روحانی نزول مراد

ہوتا ہے۔

(۲) وانزل لکم من الانعام ثمانیۃ ازواج۔ ترجمہ تمہارے لئے اللہ تعالے نے آٹھ جوڑے جانوروں کے پیدا کئے۔ دیکھو قرآن شریف پارہ ۲۳ ع ۱۵۔ اس آیت میں نزول بلا سما آیا ہے اور اگر اس کے معنے آسمان ہی سے نازل ہونے کے لیں تو پھر علما، کو ثابت کرنا ہوگا کہ یہ جانور جو خدا تعالے نے ہمارے لئے بنائے ہیں مثلاً اونٹ۔ گائے۔ بکری۔ وغیرہ تو کیا یہ آسمان سے اُترا کرتے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو بتائیے کہاں اور کب نازل ہوا کرتے ہیں تاکہ لوگ بچشم خود مشاہدہ کر کے ایمان لائیں۔ لیکن ایسا خیال ہی کرنا ایک امر خلاف دانش وعقل ہے لہذا ضروری نہیں کہ نزول سے مراد آسمان ہی سے اُترنا مراد ہو۔

(۳) وانزلنا الحدید فیہ باس شدید ومنافع للناس ترجمہ اور ہمنے لوہا اُتارا جس میں لوگوں کے لئے خوف شدید بھی ہے اور منافع بھی بکثرت ہیں۔ دیکھو قرآن شریف پارہ ۲۷۔ ع ۱۹۔ اس آیت میں بھی نزول کا لفظ بلا سما آیا ہے۔ اب اگر اس کے وہی متعارف معنے ہیں جو علما، کرتے ہیں تو پھر اسکا ثبوت پہنچانا ازبس ضروری ہوگا کہ لوہا کانوں سے نہیں نکلا کرتا بلکہ آسمانوں سے گرا کرتا ہے۔

(۴) یا بنی ادم قد انزلنا علیکم لباسا یواری سوأتکم وریشا۔ ترجمہ۔ اے آدم کے بیٹو ہم نے تم پر لباس اُتارا جس سے تم اپنے ننگے بدنوں کو ڈھانپتے ہو۔ دیکھو قرآن شریف پارہ ۸۔ رکوع ۱۰۔ یہاں بھی لفظ نزول بلا سما آیا ہے کیا کوئی ثبوت دے سکتا ہے کہ یہ تھانوں کے تھان جو بازاروں اور مارکیٹوں میں نظر آتے ہیں یہ سب آسمان سے اُترتے ہیں۔

(۵) تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعلمین نذیرا۔ ترجمہ۔ مبارک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل کیا تاکہ وہ تمام جہانوں کے لئے نذیر ہو۔ دیکھو پارہ ۱۸۔ سورۃ الفرقان ع ۱۔ یہاں فرقان سے مراد قرآن شریف یا جنگ بدر ہے کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ یہ قرآن جسمانی طور سے جیسے بین الدفتین مدون ہے اسیطرح اترا تھا۔ یا جنگ بدر کسی مجسم شکل میں آسمان سے نازل ہوئی تھی۔

(۶) انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحفظون۔ ترجمہ۔ ہم نے ہی اس ذکر کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ ذکر سے مراد یا تو قرآن شریف ہے یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ ہیں۔ دونوں حالتوں میں

کوئی بتا سکتا ہے کہ مجسم طور سے انکا نزول آسمان سے ہوا۔

(۷) یاایہا الذین اٰمنوا اٰمنوا باللہ و رسولہ والکتٰب الذی نزل علیٰ رسولہ والکتٰب الذی انزل من قبل۔ یعنے اے ایمان والو اللہ اور اُسکے رسول اور اُس کتاب پر جو اللہ نے اپنے رسول پر نازل کی ہے اور نیز اُن کتابوں پر جو پہلے نازل کیگئی ہیں ایمان لاؤ۔ اب بتاؤ وہ کتابیں مجسم صورت میں ہیپے مدون و متداول دیکھتے ہوا اُترتی تھیں۔ یا انکا اُترنا روحانی تھا۔ دیکھو پارہ ۵۔ سورۃ النساء۔ رکوع ۲۰۔

(۸) وان من شیٔ الا عندنا خزائنہ وما ننزلہ الا بقدر معلوم۔ پارہ ۱۴۔ سورۃ الحجر ع ۲۔ یعنے ہر ایک چیز کے خزانے ہمارے ہاں موجود ہیں اور ہم ایک اندازہ معلوم تک اُتارا کرتے ہیں اب دیکھنا یہ ہے کہ کوئی بتا سکتا ہے کہ اللہ تعالے کے پاس سے مجسم اشیا ڈھیروں کے ڈھیر اُترتے ہوئے دکھلائی دیتے ہیں۔

لفظ نزول اور احادیث

علاوہ انکے ہم احادیث سے بھی نزول بلا سما کی مثالیں بیان کرتے ہیں۔

(۱) عن عمر رضی اللہ عنہ قال ایاکم و موطنۃ الاعاجم وان تدخلوا فی بیعھم یوم عیدھم فان السخط ینزل علیھم۔ رواہ عبد الرزاق فی المصنف وابو القاسم خرقی فی فوائدہ والبیھقی فی السنن الکبیر۔ دیکھو کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۱۰۴۔

یعنے حضرت عمر رضے اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تم عجمیوں کے مکانوں سے بچو خواہ تم اُنکی عید کے روز اُن کے ساتھ خرید و فروخت ہی کیوں نکرو کیونکہ اللہ کا غضب اُن پر نازل ہوتا ہے۔ اسکو عبد الرزاق اور ابو القاسم خرقی اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔

(۲) یاایہا الناس علیکم بقولکم ولا یستھوینکم الشیطان انا محمد بن عبد اللہ عبد اللہ و رسولہ ما احب ان ترفعونی فوق منزلتی التی انزلنی اللہ رواہ احمد بن حنبل فی مسندہٖ و عبد بن حمید فی مسندہٖ و

یعنے احمد اور عبد بن حمید و حسین حلیمی اور ابن حبان اور سعید بن منصور نے انس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو تم اپنے قول سے پکڑے جاؤ گے اور تمہیں شیطان نہ بہلاوے۔ یاد رکھو میں محمد بن عبد اللہ کا بندہ

حسین الحلیمی فی شعب الایمان والسہویہ
فی فوائدہ وابن حبان فی سننہ وسعید
بن منصور فی سننہ عن انس۔

(۳) ینزل اللہ الی السماء الدنیا لیلۃ النصف
من شعبان فیغفر لکل مومن الا العاق و
المشاحن۔ رواہ ابن خزیمہ وحسین بن حسن
الحلیمی فی شعب الایمان عن ابی بکر۔
دیکھو کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۱۳۳۔

(۴) ینزل اللہ الی السماء الدنیا لیلۃ النصف
من شعبان فیغفر لکل بشر الا رجل مشرک او
رجل فی قلبہ شحناء رواہ ابن زنجویہ و
البزار وسعید بن منصور والدارقطنی وابن
عدی فی کاملہ وحسین الحلیمی عن القاسم بن
محمد بن ابی بکر الصدیق عن ابیہ وعن عمہ
عن جدہ۔

اور رسول ہوں۔ میں نہیں پسند کرتا کہ مجھے اُس مرتبہ
سے بڑھاؤ جس مرتبہ پر مجھے اللہ نے رکھا ہے۔

یعنے ابن خزیمہ اور حسین حلیمی شعب الایمان میں حضرت
ابوبکر سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ شعبان کی
نصف میں رات کیوقت آسمان دنیا کی طرف نزول
فرماتا ہے اور اُسوقت عاق اور جھگڑالو کے سوا کل
مومنوں کی مغفرت کرتا ہے۔

یعنے ابن زنجویہ اور بزار اور سعید بن منصور اور دارقطنی
اور ابن عدی اور حسین حلیمی قاسم بن محمد بن ابی بکر
سے وہ اپنے باپ اور چچا سے اور وہ اپنے دادا سے
روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ شعبان کی نصف رات
کو آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے اور مشرک اور
شحنی القلب کے سوا سب کو بخش دیتا ہے۔
دیکھو کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۹۵۔

(۵) یطلع اللہ تعالی الی خلقہ فی لیلۃ النصف من شعبان فیغفر لجمیع خلقہ الا المشرک
او مشاحن۔ رواہ ابن حبان والطبرانی وابن شاہین فی الترغیب وحسین الحلیمی وابن
عساکر عن معاذ واحمد والترمذی عن ابن عمر۔ کنز العمال۔ جلد ۲ صفحہ ۹۵۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نزول اور طلوع کے معنے ایک ہیں کیا ان تمام احادیث کو
پڑھ کر کوئی مسلمان کہہ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نزول جسمانی ہوتا ہے۔

برخلاف اسکے جہاں لفظ نزول کیساتھ سما آتا ہے وہاں ضروری طور سے کوئی مجسم چیز ہوتی ہے
جس کا نزول ہوتا ہے۔ چنانچہ دیکھو آیۃ (۱) وانزلنا من السماء ماء طہورا۔ ترجمہ ہم نے آسمان
سے پاک پانی اُتارا سورۃ الفرقان رکوع ۵۔

(۲) ونزلنا من السماء ماء مبرکا۔ اور ہم نے آسمان سے مبارک پانی اُتارا۔ دیکھو قرآن شریف

پارہ-۲۶-سورۃ ق-رکوع ۱-

(۳) یسئلک اھل الکتاب ان تنزل علیھم کتابا من السماء فقد سالوا موسی اکبر من ذلک- یعنے اہل کتاب تم سے کہتے ہیں کہ اُن پر آسمان سے ایک کتاب مدون و متداول اُن کے واسطے لا- سو یہ بات کوئی اچنبے کی نہیں موسےٰ سے اس سے بھی بڑا سوال کیا گیا تھا- دیکھو یہاں نزول کے ساتھ لفظ سما ہے اور کفار چاہتے تھے کہ اسی طرح مجسم طور سے کوئی کتاب اُن کے سامنے آسمان سے لائی جائے- چونکہ جسمانی کتاب طلب کرتے تھے اسلئے سما کا لفظ بھی ساتھ آیا-

(۴) ھل یستطیع ربک ان ینزل علینا مائدۃ من السماء- کیا تیرا رب اس بات کی استطاعت رکھتا ہے کہ آسمان سے ہمارے لئے مائدہ اُتارے- دیکھو یہاں بھی لفظ نزول کے ساتھ جسمانی چیز کا ذکر ہے اسلئے سما کا لفظ آیا ہے-

احادیث اور لفظ نزول

(۵) ان اللہ عز وجل ینزل الی السماء الدنیا فی کل لیلۃ فیقول ھل من داع فاستجیب لہ ھل من مستغفر فاغفر لہ رواہ الطبرانی عن عثمان ابن العاص-

یعنے طبرانی عثمان ابن العاص سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عز وجل ہر رات کو آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے اور کہتا ہے کہ کوئی مانگنے والا ہے کہ میں اُسکی دعا قبول کروں اور کوئی مغفرت چاہنے والا ہے کہ میں اُس کی مغفرت کروں- دیکھو کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۱۷۸-

(۶) اذا نزل باحدکم ھم او غم او سقم او لاء او ازل فلیقل اللہ ربی لا اشرک بہ شیئا ثلاث مرات رواہ الدارقطنی عن اسماء بنت عمیس-

یعنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو ہم اور غم اور بیماری یا درد یا الغرض واقع ہو تو تین مرتبہ اَللہُ رَبِّی لَا اُشرِکُ بِہٖ شَیئاً پڑھے- دیکھو کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۱۷۹-

(۳) من فتح لہ منکم باب فی الدعاء فتحت لہ ابواب الرحمۃ رواہ الدیلمی عن ابن عباس و ماسأل اللہ شیئا احب الیہ من ان یسأل العافیۃ ان الدعاء ینفع مما نزل و مما لم ینزل فعلیکم عباد اللہ بالدعاء- رواہ الترمذی وحاکم و تعقب عن ابن عمر-

دیلمی ابن عباس سے روایت کرتے ہیں جس شخص کے لئے تم میں سے دعا کا دروازہ کھل جاتا ہے اُسکی کیلئے رحمت کے دروازے کھلجاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک عافیت کی دعا مانگنے سے زیادہ محبوب اور کوئی بات نہیں جو کچھ اللہ تعالیٰ کیطرف سے نازل ہو یا نہو دعا ضرور ہی نافع ہوتی ہے-

لہٰذا اے خدا کے بندو دعا کو لازم پکڑو۔ دیکھو کنز العمال جلد صفحہ ۱۶۱۔

ان تمام احادیث سے ظاہر ہے کہ نزول روحانی ہوتا ہے اگر جسمانی مانا جائے تو پھر خدا تعالیٰ کو بھی مجسم ماننا پڑیگا جس سے کفر لازم آتا ہے۔ لہٰذا جہاں نزول بلا سما آتا ہے وہاں روحانی نزول ہُوا کرتا ہے ورنہ اسلام کی کایا پلٹ کرنی پڑیگی اور ایک بات بھی اسلام کی قائم نہیں رہ سکے گی معاذ اللہ منہا۔

اس امر کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے کہ مسیح علیہ السلام کے لئے لفظ نزول میں کیا سر ہے سو واضح ہو کہ نزول اجلال اور اکرام کے لئے بھی آتا ہے اور احادیث میں مسیح علیہ السلام کے نزول میں یہی مقصود ہے اور اُس میں اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ چونکہ اُس پر فتن اور پر از فساد زمانہ میں ایمان ثریا پر چلا جائیگا۔ اور تمام سلسلے پیری مریدی اور شاگردی اُستادی اور افادہ اور استفادہ کے معرض زوال میں آجائیں گے۔ اسلئے آسمان کا خدا ایک شخص کو اپنے ہاتھ سے تربیت دیکر بلا توسط زمینی سلسلوں کی زمین پر بھیجیگا جس طرح بارش بغیر توسط انسانی ہاتھ کے آسمان سے نازل ہوتی ہے

علاوہ روحانی معنی کے نزول کے معنے سفر کے وقت مقام کرنیکے بھی ہیں

علاوہ روحانی نزول کے ایک اور نزول بھی ہوتا ہے اور وہ یہ کہ جب کوئی آدمی ایک جگہ سے چلکر دوسری جگہ جاکر ٹھیرتا ہے یا مسافر سفر کرتے کرتے کسی مقام پر آرام لیتا ہے اُس جگہ کو منزل اور اُترنے والے کو منزل اور اُس کے اُترنے کو نزول کہتے ہیں۔ اگر ہم نزول کے ہر حالت میں آسمان سے ہی اُترنا معنے کریں تو پھر ثابت کرو کہ منزل کے معنے راست راست یہی ہیں کہ وہ مقام جہاں کوئی چیز آسمان سے نازل ہوتی ہو اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ آج فلاں شخص نے ۱۲ منزل طے کیں تو کیا اس سے یہی مراد ہے کہ اُن بارہ مقاموں کو عبور کر لیا جہاں آسمان سے لوگ اُترا کرتے ہیں۔ حاشا و کلا۔ جب نزول یا منزل کے ایسے معنے نہیں لئے جاتے تو پھر مسیح کے نزول کی نسبت کیوں اور معنے لئے جاتے ہیں۔ اسکی تائید کے لئے ہم احادیث سے بھی ایسی نظیریں پیش کرتے ہیں کہ لفظ نزول بھی ہو اور آسمان کا لفظ بھی ساتھ نہ ہو اور پھر اسکے معنے ایک جگہ سے سفر کرکے دوسری جگہ پر مقام کرنیکے ہوں۔ چنانچہ وہ احادیث حسب ذیل ہیں:۔

(۱) کان اذا نزل منزلا فی سفر او دخل بیتہ لم یجلس حتی یرکع رکعتین رواہ الطبرانی

عن فضالة بن عبید - یعنے طبرانی فضالہ بن عبید سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی سفر میں کہیں مقام کرتے یا گھر میں داخل ہوتے تو جب تک دو رکعت نماز نہ پڑھ لیتے تو نہ بیٹھتے - دیکھو کنز العمال جلد ۴ صفحہ ۱۹-

(۲) عن نافع ان ابن عمر کان یتبع آثار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل مکان صلی فیہ حتی ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم نزل تحت شجرة فکان ابن عمر یتعاھد تلک الشجرة فیصب فی اصلھا الماء لکیلا تیبس رواہ ابن عساکر۔

یعنے نافع سے روایت ہے کہ ابن عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ہر مکان پر جہاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز ادا کرتے قدم بہ قدم پیروی کرتے یہاں تک کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے اُترے تھے تو ابن عمر اس امر کا بھی تعہد کرتے کہ اُس درخت کے نیچے اُتریں اور اُس درخت کی جڑ میں پانی ڈالتے تاکہ وہ خشک نہ ہو جائے دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۵۹-

(۳) عن زیاد ابن الحارث الصدائی قال اتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فبایعتہ علی اسلام فکتب لی کتابا اخر قال الصدائی و کان ذلک فی بعض اسفارہ فنزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منزلا فاتاہ اھل ذلک المنزل یشکون عاملھم الی اخرہ - رواہ البغوی وابن عساکر-

یعنے امام بغوی اور ابن عساکر زیاد بن حارث صدائی سے روایت بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اسلام پر بیعت کی - پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک خط لکھا صدائی کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُسوقت سفر میں تھے - ایک منزل پر رسول اللہ اُترے اور اُس منزل کے لوگ اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے عامل کی شکایت کی - یہ حدیث بہت طویل ہے - دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۳۸

(۴) کان اذا نزل منزلا لم یرتحل حتی یصلے الظھر رواہ احمد بن حنبل والنسائی عن انس - یعنے احمد بن حنبل اور نسائی حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی کسی منزل پر اترتے تو جب تک ظہر کی نماز نہ پڑھ لیتے سفر نہیں کرتے تھے - دیکھو کنز العمال جلد ۴ صفحہ ۱۹

(۵) باب نزول النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحجر - التصریح فی حدیث ابن عمر بانہ لما نزل الحجر امرھم ان لا یشربوا -

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حجر پر اترنے کا باب - قاضی شہاب الدین عسقلانی فرماتے ہیں کہ ابن عمر کی حدیث میں اسکی تصریح ہے کیونکہ جب

رسول اللہ صلعم بیتھ پر اُترے تھے تو اُن لوگوں کو حکم کیا تھا کہ پانی نہ پیو۔ دیکھو فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد ۶ صفحہ ۹۵۔

(۶) حدثنا علی بن عبد اللہ حدثنا سفیان قال عمرو عن عطاء عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال لیس التحصیب بشئ انما ھو منزل نزلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رواہ البخاری۔

علی بن عبد اللہ نے سفیان سے حدیث بیان کی اُس نے عمرو اُس نے عطا سے اور اُس نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ اسمیں بجز اس کے اور کوئی بات نہیں کہ وہ ایک مقام ہو جہاں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُترے تھے۔ دیکھو فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۱۷۴۔

(۷) بعض علماء مشکوۃ کی اس حدیث سے جو ابن عمر سے مروی ہے یعنے قال ینزل عیسی بن مریم الی الارض یہ مطلب نکالتے ہیں کہ الی الارض ظاہر کرتا ہے کہ من السماء محذوف ہے یہ خیال اُنکا بالکل غلط ہے۔ یہاں تو مراد ہے کہ وہ چلکر کسی موقع پر ایک خاص زمین یا ملک میں آنکر فروکش ہوگا اگر الی کے صلہ سے یہ مطلب نکالتے ہیں تو یہ بھی قلت معلومات پر دال ہے ورنہ تمام کتابیں اس قسم کے محاورات سے بھری پڑی ہیں کہ لفظ نزول کے بعد الی کا جو صلہ آجاتا ہے اور وہاں سفر میں ایک مقام سے دوسرے مقام پر یا کسی شخص کے گھر میں نزول کرنا مراد ہوتا ہے چنانچہ تاریخ الخلفا صفحہ ۱۵۱ میں لکھا ہی

وقال محمد بن فضالۃ مر عبد اللہ بن عمر بن عبد العزیز براھب فی الجزیرۃ فنزل الیہ الراھب ولم ینزل لاحد قبلہ وقال اتدری لم نزلت الیک۔

محمد بن فضالہ کہتا ہے کہ عبد العزیز کا ایکدفعہ ایک جزیرہ میں ایک راہب کے پاس گذر ہوُا راہب مذکور اُس کے پاس چلکر آیا اور وہ پہلے کبھی کسی کیلئے نہیں آیا تھا۔ اور کہا کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ میں کیوں آپکے پاس آیا

اس سے واضح ہے کہ نزول کے بعد الی کا صلہ بھی آجائے تو بھی بلندی سے نیچے کی طرف اُترنا مراد نہیں ہوُا کرتا جیسے کہ بعض علما کا خیال ہے بلکہ کسی کے پاس چلکر یا کسی مقام میں چلکر آنا مراد ہوتا ہے۔

ان تمام احادیث وغیرہ سے واضح ہے کہ لفظ نزول کے ساتھ سماء کا لفظ نہیں پھر بھی معنے ثابت ہوتے ہیں کہ سفر میں مقام کرنے کے وقت نزول کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے چنانچہ احادیث ماسبق سے یہ بات آپ پر ظاہر ہو چکی ہے۔ اگر یہ معنے تسلیم نہ کئے جائیں تو پھر دجال کو بھی آسمان سے اُترتا ہوُا

ماننا پڑیگا کیونکہ حدیثوں میں اُس کے لئے بھی لفظ نزول آیا ہے۔ چنانچہ ہم ذیل میں اُن حدیثوں کو لکھتے ہیں اور وہ یہ ہیں :۔

لفظ نزول برائے دجال

(۱) لیس من بلاد الا سیطأہ الدجال الا مکۃ والمدینۃ ولیس نقب من انقابہا الا علیہ الملئکۃ حافین تحرسہا فینزل بالسبخۃ فترجف المدینۃ باھلہا ثلاث رجفات یخرج الیہ منہا کل کافر ومنافق رواہ البیہقی والنسائی عن انس۔

یعنے مکہ اور مدینہ کے سوا جس قدر شہر ہیں سب میں دجال کا قدم پہنچیگا اور ان دونوں شہروں کے ہر سوراخ پر فرشتہ مامور ہیں جو اُنکی نگرانی کرتے ہیں۔ پھر دجال میدان میں اُترے گا اور مدینہ پر مع اُسکے رہنے والوں کے تین مرتبہ دھکا دیگا اور ہر کافر اور منافق اُسکی طرف نکلے گا۔ دیکھو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲۴۹۔

(۲) یاتی المسیح من قبل المشرق وھمتہ المدینۃ حتی ینزل دبر احد ثم تصرف الملئکۃ وجھہ قبل الشام وھنالک یھلک۔ رواہ احمد ومسلم عن ابی ھریرۃ۔

مسیح الدجال مشرق کی طرف سے آئیگا اور اُسکا قصد مدینہ پر ہوگا حتے کہ احد پہاڑ کے پیچھے اُتریگا پھر فرشتے اُسکے منہ کو شام کی طرف پھیر دینگے جہاں وہ ہلاک ہوگا۔ اس کو احمد بن حنبل اور امام مسلم نے ابوہریرہ سے روایت کیا ہے۔ دیکھو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲۵۰۔

(۳) ینزل الدجال بھذہ السبخۃ بمر قناۃ فیکون اکثر من یخرج الیہ النساء حتی ان الرجل لیرجع الی اھلہ وابنتہ واختہ وعمتہ فیوثقھا رباطا مخافۃ ان تخرج الیہ ثم یسلط اللہ المسلمین علیہ فیقتلونہ ویقتلون شیعتہ حتی ان الیھودی لیختبی تحت الشجرۃ او الحجر فیقول الحجر او الشجرۃ یا مسلم ھذا یھودی تحتی فاقتلہ۔ رواہ احمد والطبرانی عن ابن عمر۔

احمد بن حنبل اور طبرانی حضرت عبد اللہ ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ دجال میدان میں اُتریگا اور سب سے آخر عورتیں اسکی طرف آئینگی یہانتک کہ آدمی اپنی بیوی اور بہن اور پھوپھی کے پاس جائیگا اور اسکو اس خوف سے کہ وہ بھی دجال کیطرف چلی جائیں رسی سے باندھ دیگا۔ پھر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اُسپر مسلط کریگا الیٰ آخرہ۔ دیکھو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲۵۰۔

ان احادیث سے واضح ہے کہ دجال کی نسبت بھی لفظ نزول استعمال ہوا ہے اگر اس لفظ کی وجہ سے حضرت مسیح کا آسمان سے اُترنا سمجھا گیا ہے تو پھر مسلمان منتظر ہو جائیں کہ دجال بھی آسمان سے نازل ہوگا کیونکہ وہی لفظ جس سے مسیح کا آسمان سے اُترنا یقین کیا جاتا ہے وہی لفظ بلا تفاوت دجال کے لئے بھی حدیثوں میں آیا ہے۔ اگر ایک کے لئے آسمان اور دوسرے کے لئے زمین سے اُترنا مانا جائے تو پھر یہ ایک سراسر تحکم ہے۔ لہذا یہی سچ ہے کہ جیسے دجال ایک جگہ سے سفر کرتا کرتا ایک مقام پر اُتریگا ویسا ہی مسیح علیہ السلام بھی ایک جگہ سفر کرتے کرتے ایک مقام پر اُترینگے۔ آسمان سے اُترنے کا خیال خلاف عقل و نقل ہے۔

ان کے سوا حضرت موسیٰؑ کی نسبت بھی نزول کا لفظ آیا ہے اگر نزول سے زندگی مراد لیجاتی ہے تو پھر حضرت موسیٰؑ کو بھی زندہ تسلیم لینا چاہئے چنانچہ حدیث حسب ذیل ہے۔ لو نزل موسی فاتبعتموہ و ترکتمونی لضللتم انا حظکم من النبیین وانتم حظی من الامم رواہ حسین الحلیمی عن عبداللہ بن الحارث علاوہ اس کے اگر نزول کے معنے ایک مقام سے دوسرے پر مقام کرنے کے نہ لئے جائیں تو پھر ایک اور مصیبت وارد ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ مختلف حدیثوں میں مقام نزول مختلف آئے ہیں۔ اگر مسیح علیہ السلام نے آسمان سے اُترنا تھا تو پھر وہ ایک ہی مقام پر اُتر سکتا تھا نہ کہ ایک ہی وقت ایک ہی آن میں سب جگہ پر۔ اور ہمارے خیال میں اس آسمان سے اُترنے کی صداقت دو طور سے ہو سکتی ہے کہ یا تو جس قدر احادیث نزول مسیح علیہ السلام کے بارہ میں آئی ہیں اُنہیں سے ایک خاص کر دیجائے کہ فلاں حدیث صحیح ہے اور اُسکے بموجب فلاں مقام پر ضرور ضرور نازل ہونگے اور ہرگز خلاف نہ ہوگا اور یا اگر ساری حدیثیں صحیح ہیں تو پھر راون کیطرح بجائے گیارہ سروں کے مسیح علیہ السلام کے اتنے پاؤں تسلیم کر لئے جائیں کہ جب وہ اُتریگا تو ایک ایک پاؤں ہر مقام پر رکھ دیگا۔ اگر یہ تسلیم نہیں کر سکتے۔ اور حدیثوں میں سے بھی کسی حدیث کو خاص نہیں کر سکتے تو پھر بجز اس صورت کے کہ ایک مقام سے دوسرے مقام پر سفر کرتے ہوئے انکا اُترینگے اور کوئی معنے صحیح نہیں ٹھیر سکتے اور سب حدیثیں قائم رہ سکتی ہیں۔ بتاؤ اسمیں کیا خلل ہے اگر ہم یہ معنے کریں کہ وہ ایک دفعہ ایک مقام پر اُتریں گے پھر وہاں سے سفر کرتے ہوئے دوسرے مقام پر اور پھر تیسرے مقام پر علیٰ ہذا القیاس سب پر یکے بعد دیگرے نزول فرما ہونگے اسطرح سب حدیثیں بھی صحیح قرار پاتی ہیں۔

اس مقام پر ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ اُن حدیثوں کو بھی لکھدیا جائے جن میں مختلف مقامات

نزول مسیح آئے ہیں۔

(۱) ینزل عیسی بن مریم عند المنارة البیضاء شرقی دمشق۔ رواہ الطبرانی عن اوس بن اوس۔

طبرانی نے اوس بن اوس سے روایت کی ہے کہ عیسی بن مریم دمشق کے شرقی کیطرف روشن منارہ کے قریب نازل ہوگا۔ دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۰۲

(۲) عن ابن عباس قال لا تقوم الساعة حتی ینزل عیسی ابن مریم علی ذروة افیق بیدہ حربة یقتل الدجال۔ رواہ ابن عساکر۔

ابن عساکر حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک عیسی بن مریم افیق کی پہاڑی پر نہ اترلیں تب تک قیامت قائم نہ ہوگی اور ان کے ہاتھ میں ایک حربہ ہوگا جس سے وہ دجال کو قتل کرینگے

(۳) اخرج احمد عن ابی ہریرة رضی اللہ تعالی عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ینزل ابن مریم فیقتل الخنزیر ویمحو الصلیب ویجمع له الصلوة ویعطی المال حتی لا یقبل ویضع الخراج وینزل الروحا فیحج منها او یعتمر او یجمعها

احمد بن حنبل نے ابو ہریرہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابن مریم اتریگا اور خنزیر کو قتل کریگا اور صلیب کو محو کریگا اور نماز اس کے لئے جمع کیجائیگی اور مال دیگا لیکن قبول کوئی نہیں کریگا اور خراج اٹھاویگا اور روحا میں اتریگا اور وہاں حج یا عمرہ کریگا یا دونوں کو جمع کریگا۔ دیکھو تفسیر روح المعانی جلد ۲ صفحہ ۲۱۳۔

(۴) مرقاة المفاتیح جلد ۵ صفحہ ۱۹۷۔ ذکر السیوطی فی تعلیقه عن ابن ماجه انه قال الحافظ ابن کثیر فی روایة ان عیسی علیه الصلوة والسلام ینزل ببیت المقدس۔ یعنے عیسے علیہ السلام بیت المقدس میں نازل ہونگے۔

(۵) اسی نے یہ بھی روایت کی ہے ان عیسی علیه السلام ینزل بالاردن یعنی حضرت عیسی اردن میں نازل ہونگے۔

(۶) اسی نے یہ روایت کی ہے انه علیه السلام ینزل بمعسکر المسلمین یعنی مسلمانوں کی چھاؤنی میں نازل ہونگے۔

مسیح کی نسبت لفظ خروج۔ ماسوا اسکے حدیث ذیل سے واضح ہوتا ہے کہ بجائے لفظ نزول کے لفظ خروج اور بعث بھی آئے ہیں جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ آسمان سے نہیں بلکہ زمین ہی سے نکلینگے چنانچہ وہ حدیث یہ ہے:-

(۱) عن ابی ہریرة قال ان المساجد لتخذر لخروج المسیح وانه سیخرج فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویؤمن به من ادرکه فمن

یعنے ابن ابی شیبة حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ مسجدیں مسیح کے نکلنے پر بارونق ہوجائینگی کیونکہ جب وہ نکلیگا تو صلیب کو توڑیگا

اذ رکہ منکم فلیقرأہ منی السلام رواہ ابن ابی شیبۃ کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۶۸	اور خنزیر کو قتل کریگا اور جو اُسکو پہچان لیگا وہ اُسپر ایمان لائیگا اور جو شخص تم میں سے اُسکو

پالے تو وہ میری طرف سے اُنکو سلام کہے۔

(۲) حدیث نواس بن سمعان میں ہے۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال رأیت ابن مریم یخرج من تحت المنارۃ البیضاء شرقی دمشق رواہ ابن عساکر۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مینے ابن مریم کو روشن منارہ کے نیچے جو دمشق کی مشرق کی طرف ہے نکلتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس حدیث کو ابن عساکر نے روایت کیا ہے۔ دیکھو مسک العارف صفحہ ۱۰ و مشکوۃ

جس طرح مسیح علیہ السلام اور دجال کے لئے لفظ نزول آیا تھا اسی طرح دونوں کے لئے لفظ خروج بھی آیا ہے۔ مسیح علیہ السلام کی نسبت اوپر دیکھ چکے ہو دجال کی نسبت دکھلاتے ہیں۔ اُسی حدیث نواس بن سمعان میں ہے۔ فقال ان یخرج وانا فیکم فانا حجیجہ دونکم وان یخرج ولست فیکم فامرأ حجیج نفسہ واللہ خلیفتی علی کل مسلم۔ اگر دجال خروج کرے اور میں تم میں موجود نہ ہوں تو میں حجت کے ذریعہ اُسپر غالب آؤنگا۔ الی آخرہ۔ دیکھو مسک العارف صفحہ ۷۔

مزید براں بجائے لفظ خروج و نزول کے لفظ بعث کا بھی حضرت مسیح کی نسبت آیا ہے جیساکہ حدیث ذیل سے واضح ہے۔ اُسی نواس بن سمعان کی حدیث میں ہے۔ واللہ خلیفتی علی کل مسلم الی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ بعث اللہ المسیح بن مریم۔ اور اللہ تعالی ہر مسلمان کے لئے میری طرف سے نیابت کریگا یہانتک کہ اللہ تعالی مسیح بن مریم کو بھیجیگا۔

پس ان تمام بیانات سے ظاہر ہے کہ جو معنے بعثت یا خروج کے ہیں اُنہیں کے مناسب حال نزول کے معنے ہو سکتے ہیں اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالی انبیاء کو اسی زمین ہی سے مبعوث فرماتا رہا ہے اور اسی زمین ہی سے وہ بزرگوار خروج کرتے رہے ہیں تو پھر نزول سے آسمان کا آنا کیوں تسلیم کیا جاتا ہے۔

علاوہ قرآن کریم اور احادیث نبویہ کے کتب سابقہ سے بھی نزول کا یہی محاورہ معلوم ہوتا ہے چنانچہ انجیل یوحنا باب ۶ آیت ۱۹ میں حضرت یسوع مسیح کہتے ہیں کیونکہ میں آسمان پر سے اسلئے نہیں اُترا کہ اپنی مرضی بلکہ اُسکی مرضی پر چلوں۔ اس آیت سے واضح ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام نے اقرار کیا ہے کہ میں آسمان سے آیا ہوں اور یہ بات بالکل ٹھیک ہے جو لوگ خدا تعالے سے فیض اور روحانی

برکت پاکر آتے ہیں اُنکا آنا آسمان ہی سے سمجھا جاتا ہے کیونکہ اُن کو زمینی تعلقات سے کسی قسم
کا حصہ نہیں ہوتا۔ اور یہ حالت تمام انبیاء اور ماموریں کی ہوتی ہے۔ اور اسکی تشریح خود مسیح نے
کردی ہے جب یہود نے اُسکے ان الفاظ پر کہ میں آسمان سے اُترا ہوں اعتراض کیا چنانچہ یہود نے
کہا کیا یہ یسوع یوسف کا بیٹا نہیں جس کے باپ کو ہم جانتے ہیں پھر وہ کیونکر کہتا ہے کہ میں آسمان
سے اُترا ہوں۔ دیکھو انجیل یوحنا باب ۶۔ درس ۴۲۔ اس پر مسیح نے کہا وہ جو خدا کی طرف سے ہے
اُسی نے باپ کو دیکھا ہے۔ انجیل یوحنا باب ۶ درس ۴۶۔ اس سے واضح ہوگیا کہ آسمان سے
اُترنے کے معنے یہ ہیں کہ جو خدا کی طرف سے مامور ہو کر بھیجا جائے۔ اور خدا تعالی کو ایسا پہچان
سکتا ہو جس طرح آنکھوں سے دیکھا ہؤا ہو۔

ان تمام احادیث نبویہ وغیرہ سے ظاہر ہے کہ اگر نزول کے معنے خروج یا ایک جگہ سے نکلکر دوسری
جگہ مقام کرنے کے نہ لیں تو یہ سب احادیث قابل اعتبار نہیں رہتیں کیونکہ ایک شخص مختلف مقامات
پر نہیں اُتر سکتا۔ لیکن جب ان کے معنے وہی لئے جائیں جو رسول اللہ کے نزول یا صحابہ کے نزول
یا جبریل کے نزول کے وقت لئے جاتے ہیں تو سب حدیثیں صحیح اور قابل تسلیم ہیں کیونکہ جب وہ
مامور ہونگے تو جہاں وہ ابتدا میں سکونت پذیر ہونگے وہاں سے براہ ہدایت و تبلیغ خلق اللہ مختلف
مقامات میں جاکر نزول فرمایا کرینگے۔ یہ تو نہ کبھی کسی نبی اور رسول کے وقت ہؤا کہ جہاں پیدا
ہو۔ وہاں اُن کو رہنا پڑا ہو اور کہیں دوسرے مقام پر چلکر نہ گئے ہوں۔ بلکہ تمام انبیاء کی سوانح
پر جب غور کی جاتی ہے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ سب سفر کرتے رہے ہیں۔ دیکھو حضرت ابراہیم ع
کنعان سے چلکر مکہ معظمہ میں جسکو وادی غیر ذی زرع کہا گیا ہے آئے تھے۔ حضرت موسےٰ مصر سے
ارض مقدسہ میں آئے حضرت عیسےٰ بیت المقدس سے جلیل اور نصیبین اور افغانستان۔
ہندوستان اور تبت و کشمیر میں پہنچے۔ اور ہمارے مولے۔ ہمارے مقتدا حضرت محمد رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم مکہ سے مدینہ میں گئے۔ الغرض تمام انبیاء کی یہی سنت رہی ہے کہ وہ تبلیغ
احکام کے لئے متفرق مقامات پر جاتے رہے ہیں تو کیا یہ امر بعید از خیال ہے کہ مسیح موعود
علیہ الصلوۃ والسلام مختلف مقامات پر نزول فرما ہونگے ضرور ہونگے اور ضرور ہونگے۔

نواں باب

اس باب میں کہ ابن مریم سے کیا مراد ہے

اب ہم اس باب میں دکھلاتے ہیں کہ حدیثوں میں جو لفظ ابن مریم آیا ہے اس سے مراد کیا ہے آیا یہ ضروری ہے کہ ابن مریم سوائے حضرت عیسے علیہ السلام کے جو حضرت مریم کے بیٹے تھے اور کسی پر اطلاق نہیں پاسکتا یا یہ کہ اور شخص پر بھی استعمال ہو سکتا ہے۔ سو واضح ہو کہ یہ ضروری نہیں کہ جہاں ابن مریم آئے وہاں حضرت عیسے علیہ السلام ہی مراد ہوں کیونکہ دنیا میں سینکڑوں عورتیں ہیں جنکا نام مریم ہوتا ہے اور اُن کی اولاد بھی ہوتی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ کسی مریم کے بیٹے کا نام عیسے ہی ہو۔ کیونکہ ہم اکثر دیکھتے ہیں کہ لوگ اپنی اولاد کا نام عیسے بھی رکھ دیتے ہیں۔ تو کیا جہاں کہیں اتفاق ناموں کا ہو جائے اُسوقت ایسے شخص کو ہم حضرت عیسے ہی سمجھ لیں ہرگز نہیں۔ تو پھر کیونکر احادیث کے لفظوں میں اتنی مشکل پیش آگئی۔ جب ہزار ہا لوگ عیسے کے نام سے موسوم ہیں اور ہر ایک شخص جو چاہے اپنے بیٹے کا نام عیسے۔ موسی۔ محمد۔ اسمٰعیل اسحاق رکھ سکتا ہے تو کیا خدا تعالے یا اُسکا رسول کسی شخص کا نام عیسے نہیں رکھ سکتا۔ حالانکہ جب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموں پر غور کرتے ہیں تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ اُنکا نام مبارک جو والدین نے رکھا وہ محمد تھا لیکن قرآن شریف میں اللہ تعالے نے حضرت عیسے علیہ السلام کی زبان سے یوں شہادت نقل فرمائی ہے وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ یعنے جب مریم کے بیٹے عیسے نے کہا کہ اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف رسول ہو کر آیا ہوں اور جو توریت تمہارے ہاں موجود ہے اُسکی تصدیق کرتا ہوں اور ایک رسول کی بشارت دیتا ہوں جو میرے بعد آئیگا اور اسکا نام احمد ہوگا۔ اس آیت سے ہویدا ہے کہ حضرت عیسے علیہ السلام نے اپنے زمانہ کے لوگوں کو بطور پیشگوئی خبر دی کہ ایک پیغمبر میرے بعد

آنیوالا ہے جسکا نام احمدؐ ہوگا۔ اور یہ امر مسلم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ماں باپ نے محمدؐ رکھا اور چالیس برس تک اپنی قوم میں اسی محمدؐ نام سے مشہور و معروف رہے اور احمد کے نام سے کبھی بھی موسوم نہیں ہوئے۔ گو نبوت کے بعد خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا نام علاوہ محمدؐ کے احمد اور احید اور حاشر اور ماحی۔ ابوالقاسم۔ فاتح۔ اور حاتم۔ عاقب۔ یٰسٓ طٰہٰ وغیرہ بھی ظاہر کیا چنانچہ طبرانی اور سعید بن منصور حضرت جابر سے یہ روایت بیان کرتے ہیں

انا محمد و انا احمد و انا الحاشر الذی احشر الناس علی قدمی و انا الماحی الذی یمحو اللہ بی الکفر فاذا کان یوم القیامۃ کان لواء الحمد معی وکنت امام المرسلین و صاحب شفاعتہم

۔ میں محمدؐ اور احمد اور الحاشر ہوں جس کے قدموں پر لوگ اُٹھائے جائیں گے اور میں الماحی ہوں جسکی ذات سے اللہ تعالی کفر کو مٹاویگا الے آخرہ۔

اور دوسری حدیث میں ہے :۔

وروی انہ صلی اللہ علیہ سلم قال اسمی فی التوریۃ احید لانی احید امتی عن النار و اسمی فی الزبور الماحی محا اللہ بی عبدۃ الاوثان واسمی فی الانجیل احمد و فی القران محمد لانی محمود فی اھل السماء والارض۔

روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ توریت میں میرا نام احید ہے کیونکہ میں اپنی امت کو نار دوزخ سے بچاؤں گا اور میرا نام زبور میں ماحی ہے کیونکہ میری وجہ سے اللہ تعالے نے بت پرستی کا ستیاناس کر دیا ہے اور میرا نام انجیل میں احمد اور قرآن شریف میں محمدؐ ہے کیونکہ میں آسمان والوں اور زمین والوں میں محمود یعنے پسندیدہ ہوں۔

ان تمام مختلف ناموں سے ظاہر ہے کہ وقت کے علماء اور اُن کتابوں کے ماننے والے حضرت خاتم النبیین پر ایمان نہیں لائے۔ کیونکہ آنحضرت اُن ناموں سے موسوم نہیں تھے بلکہ محمدؐ کے نام سے مشہور و معروف تھے۔ اگر یہ بات سچ ہے کہ جب تک اُسی نام کا آدمی جس نام سے پہلے کتابوں یا تحریروں میں آچکا ہے ظاہر نہ ہو تب تک دوسرے نام کا مشہور آدمی قابل اقتدا نہیں ہو سکتا تو پھر اُن قوموں کو کیوں کافر اور جہنمی قرار دیا گیا جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نام کے اختلاف کی وجہ سے قبول نہ کیا۔ لیکن یہ مسئلہ بالاتفاق اہل اسلام اور نصاریٰ کے نزدیک مسلم ہے کہ یہ کوئی ضروری امر نہیں کہ کوئی رسول ضرور اُسی نام سے آئے جو پہلی کسی پیشگوئی میں آچکا ہے

چنانچہ نصاریٰ نے حضرت ایلیا کو یحییٰ کے نام میں تسلیم کر لیا اور مسلمانوں میں حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو باقی کل ناموں کا مصداق ٹھہرایا گیا۔ تو حضرت غلام احمد کو عیسے علیہ السلام کیوں نہ تسلیم کر لیا جائے وجہ یہ ہے کہ مامور من اللہ کے کئی نام ہوتے ہیں ایک نام تو زمینی ہوتا ہے جو والدین اُسکی پیدائش کے بعد رکھتے ہیں اور ایک یا ایک سے زائد نام آسمانی بھی ہوتے ہیں۔ جنکا اظہار وہ خود مامور من اللہ کیا کرتے ہیں۔

چنانچہ شیخ سبحان جمل نے اپنی تفسیر فتوحات الہیہ المعروف بہ تفسیر جمل میں زیر آیۃ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد لکھا ہے۔

فان قلت کیف خص عیسی احمد بالذکر دون محمد مع انہ اشہر اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم فالجواب انہ انما خصہ بالذکر لانہ فی الانجیل مسمّی بہذا الاسم ولان اسمہ فی السماء احمد فذکر باسمہ السماوی۔

یعنے اگر کوئی یہ کہے کہ عیسی علیہ السلام نے احمد نام کو کیوں خاص کیا اور محمد نام کو کیوں ظاہر نہ کیا حالانکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہی مشہور نام تھا تو اسکا جواب یہ ہے کہ اُس نے اسلئے اس نام کو خصوصاً ذکر کیا کہ انجیل میں آسمانی نام سے خبر دیگئی تھی اور اسی واسطے آسمان میں اُنکا نام احمد ہی تھا اور یہی وجہ ہے کہ آسمانی نام کا ذکر کیا گیا۔ دیکھو تفسیر جمل جلد ۴ صفحہ ۳۴۷۔

ایسا ہی شیخ احمد صادی مالکی اپنے حاشیہ میں جو جلالین پر لکھا ہے بیان کیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔ وخص احمد بالذکر دون محمد مع انہ اشہر اسمائہ صلی اللہ علیہ وسلم لوجہین الاول کونہ مذکورا فی الانجیل بہذا الاسم۔ الثانی کونہ مسمی فی السماء بہ۔ یعنے محمد کا ذکر بجائے احمد کے کیوں خاص کیا گیا حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموں میں سے محمد سب سے اشرف نام ہے۔ اس کی کئی وجوہات ہیں۔ ایک تو یہ کہ انجیل میں اسی نام سے مشہور تھے اور دوسری وجہ یہ کہ احمد اُنکا آسمانی نام تھا اسواسطے اسکو خصوصیت سے بیان کیا گیا۔ دیکھو حاشیہ صادی علے الجلالین جلد ۴ صفحہ ۱۹۵۔

ان علماء کی تحریر سے واضح ہوگیا کہ بعض بزرگان کے نام آسمان پر اور ہوتے ہیں اور زمینی نام اور ہوتے ہیں مگر پھر بھی ایک شبہہ ضرور گذر سکتا ہے کہ اور جگہ تو صرف نام آیا ہے مثلاً احمد۔ احید وغیرہ کوئی باپ یا ماں کے نام سے منسوب نہیں اور یہاں پر تو ابن مریم صریح آیا ہے اسلئے ضرور مریم کا

بیٹا ہونا ضروری ہے۔ سو واضح ہو کہ یہ خیال بھی قابل اعتنا نہیں کیونکہ جہاں ابن کا لفظ بھی آجائے تو بھی یہ ضروری نہیں کہ یہی سمجھا جائے کہ فی الحقیقت اُسکا حقیقی بیٹا ہو۔ قرآن شریف میں ابن السبیل بکثرت مستعمل ہوا ہے جس کے معنے مسافر کے لئے جاتے ہیں۔ کیا کوئی گمان کرسکتا ہے کہ اُس شخص کو جو راہگیر ہو رستہ کا بیٹا تصور کر لیا جائے۔ اور نیز ابن اللہ بھی استعمال ہؤا ہے۔ لیکن عیسائیوں کے واسطے کیونکہ کتب سابقہ میں ابن اللہ کا عام رواج ہے۔ مگر بدبخت قوم نصاری نے آنکھیں بند کر کے اور تمام مقامات کو نظر انداز کر کے مسیح علیہ السلام کی نسبت جہاں ابن اللہ آیا ہے اُسکو واقعی ہی بیٹا تسلیم کر لیا ہے حالانکہ توریت اور انجیل اس قسم کے محاورہ سے بھرپور ہیں۔ دیکھو خروج باب ۴۔ آیت ۲۲۔ جسمیں لکھا ہے۔ تب تو فرعون کو یوں کہیو خداوند خدا نے یوں فرمایا ہے کہ اسرائیل میرا پلوٹھا بیٹا ہے۔

پھر یرمیاہ۔ باب ۳۱۔ آیت ۹ میں ہے۔ میں پانیوں کی نہروں کے کناروں پر ایک برابر راہ سے جس میں وے ٹھوکر نہ کھائینگے اُنہیں لے چلونگا کیونکہ میں اسرائیل کا باپ ہوں اور افرائیم میرا بیٹا۔ پلوٹھا ہے ۞ پھر زبور باب ۸۹۔ آیت ۲۷ میں ہے۔ میں اُسے اپنا پلوٹھا ٹھہراؤنگا۔ پھر اتواریخ باب ۲۲۔ آیت ۹ و ۱۰ میں ہے۔ دیکھ تجھ سے ایک بیٹا پیدا ہوگا۔ وہ صاحب صلح ہوگا۔ اور میں اُسکی چاروں طرف کے سارے دشمنوں سے صلح دونگا کہ سلیمان اُسکا نام ہوگا امن امان اور آرام میں اُسکے دنوں میں اسرائیل کو بخشونگا وہی میرے نام کے لئے ایک گھر بنائیگا وہ میرا بیٹا ہوگا۔

پھر زبور باب ۸۲ آیت ۶ میں ہے۔ اس باب میں قاضیوں کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے اور تم سب حق تعالی کے فرزند ہو۔

پھر استثنا باب ۱۴۔ آیت ۱ میں ہے۔ تم بنی اسرائیل خداوند اپنے خدا کے بیٹے ہو۔

ان تمام کتب سابقہ سے ثابت ہے کہ ابن اللہ کا عام رواج ہے اور وہ عموماً نیکوں اور صالحین پر بولا گیا ہے۔ مگر یہ کہیں ثابت نہیں کہ بنی اسرائیل وغیرہ نے سچ مچ مان لیا ہو کہ واقعی ہم خدا کے حقیقی بیٹے ہیں یا اُنہوں نے اپنے رسولوں اور نبیوں کو جنکی نسبت وہ لفظ مستعمل ہؤا تھا حقیقی خدا کا بیٹا تسلیم کر لیا ہو۔ ہاں ایک بہت تھوڑا گروہ بلکہ معدودے چند آدمی تھے جنہوں نے عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا قرار دیدیا تھا۔ لیکن اُنکا وجود اب دنیا میں کہیں نہیں

ابن

رہے عیسائی سو اُن کو اس قسم کی نظیریں توریت شریف کی کافی نہیں۔ مگر انہوں نے ان سے قطعی نظر بند کر لی۔ لیکن پھر بھی وہ کسی طرح سے معذور نہیں ہو سکتے۔ خود اناجیل میں یہی محاورہ ہے۔ دیکھو انجیل متی۔ باب ۲۳۔ آیت ۳۷۔ اے یروشلم جو نبیوں کو مار ڈالتی اور اُنہیں جو تجھ پاس بھیجے گئے پتھراؤ کرتی ہے میں نے کتنی بار چاہا کہ تیرے لڑکوں کو جس طرح مرغی اپنے بچوں کو پروں کے تلے اکٹھے کرتی ہے جمع کروں پر تم نے نہ چاہا۔ اس آیت میں یروشلم کے رہنے والوں کو یروشلم کے لڑکے کہا گیا ہے۔

پھر انجیل لوقا۔ باب ۲۰۔ آیت ۳۱ میں ہے۔ پھر نہیں مرنے کے کیونکہ وے فرشتوں کی مانند ہیں اور قیامت کے بیٹے ہو کے خدا کے بیٹے ہیں۔ اس آیت میں لوگوں کو قیامت اور خدا کے بیٹے قرار دیا گیا ہے۔

پھر انجیل یوحنا باب ۸۔ درس ۳۹ میں ہے۔ میں جو کچھ اپنے باپ کے پاس دیکھا ہے وہی کہتا ہوں اور تم وہ جو تم نے اپنے باپ کے پاس دیکھا ہے کرتے ہو۔ اُنہوں نے جواب میں اُس سے کہا ہمارا باپ ابراہام ہے۔ یسوع نے اُنہیں کہا اگر تم ابراہام کے فرزند ہوتے تو تم ابراہام کی سے کام کرتے۔

اِن آیات سے واضح ہے کہ خود مسیح علیہ السلام نے ابن اللہ کی کیفیت حل کر دی کیونکہ جب بنی اسرائیل نے کہا کہ ہم تو ابرام کے بیٹے ہیں وہ بُرے کام نہیں کرتا تھا تو پھر تم ہمکو کیوں کہتے ہو کہ میں جو کچھ اپنے باپ کے پاس دیکھا ہے وہی کہتا ہوں اور وہ جو تم نے اپنے باپ کے پاس دیکھا ہے کرتے ہو اسپر حضرت مسیح علیہ السلام نے جواب دیا کہ اگر تم ابراہام کے فرزند ہوتے تو ابراہام کی سے کام کرتے لیکن تم اُس جیسا کام نہیں کرتے۔ اسلئے تم ابراہام کے فرزند نہیں ہو سکتے۔ اس سے واضح ہے کہ مسیح علیہ السلام نے نیک افعال کی مناسبت سے اپنے آپ کو خدا کا فرزند اور بُرے افعال اور بدکرداری کی مناسبت کی وجہ سے بنی اسرائیل کو شیطان کا فرزند قرار دیا حالانکہ وہ یقیناً اولاد ابراہام تھے اُسکی تکذیب تو نہیں کی۔ اگر کوئی شبہ کرے کہ واقعی اُنکو وحی الٰہی سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ وہ لوگ اولاد ابراہام نہیں تھے بلکہ ولد الزنا تھے تو اسکا جواب خود انجیل میں موجود ہے یہی شبہ اُن کم عقل یہودیوں کو پیدا ہُوا اور حضرت مسیح کی پُر حکمت کلام کو نہ سمجھا۔ چونکہ زمانہ حال کے لوگوں کی طرح اُنکی فطرت بھی متغیر ہو گئی تھی اور علوم دینی سے بالکل محروم ہو چکے تھے اور

اُن کی عقلیں بہت موٹی اور بھدی ہوگئی تھیں اسلئے وہ حضرت مسیح کی اس پر اسرار کلام کو نہ سمجھ سکے اور اسپر بول اُٹھے۔ ہم حرام سے پیدا نہیں ہوئے۔ ہمارا باپ ایک ہے یعنے خدا۔ یسوع نے اُنہیں کہا اگر خدا تمہارا باپ ہوتا تو تم مجھے عزیز جانتے۔ کیونکہ میں آپ سے نہیں آیا پر اُس نے مجھے بھیجا۔ تم میری عبارت کیوں نہیں سمجھتے اسلئے کہ میرا کلام سن نہیں سکتے۔ تم اپنے باپ شیطان سے ہو اور چاہتے ہو کہ اپنے باپ کی خواہش کے موافق کرو۔ وہ تو شروع سے قاتل اور سچائی پر ثابت نہ رہا کیونکہ اُس میں سچائی نہیں۔ دیکھو انجیل یوحنا باب ۸ آیات ۴۱ لغایت ۴۴۔ ان آیات سے صاف واضح ہے کہ تکذیب اور شرارت کی وجہ سے یہودیوں کو حضرت عیسے علیہ السلام نے شیطان کا فرزند کہا اور مفصل بیان کیا کہ اگر تم خدا کے فرزند یعنے اُس کے فرمانبردار ہوتے تو تم مجھے سچا مانتے کیونکہ میں اُسی کیطرف سے آیا اور اُسی کی باتیں یعنے نیک باتیں سناتا ہوں لیکن تم مجھے جھٹلاتے ہو اور جھٹلانا شیطان کا خاصہ ہے اسلئے تم شیطان کے فرزند یعنے تابع ہو۔

جب توریت اور زبور اور اناجیل سے ثابت ہوگیا کہ ابن اللہ کا محاورہ صرف اعلے نیکی کی مناسبت کیوجہ سے ہے نہ کہ حقیقی بیٹا ہونیکی وجہ سے ورنہ یہود کو حضرت مسیح کے بیٹے ماننے میں کونسا عذر ہوسکتا تھا جبکہ ہزاروں لوگ خدا کے حقیقی بیٹے اُنکی کتابوں میں ثابت تھے۔ لیکن نہ اُنہوں نے کسی ایسے شخص کو جنکی نسبت ابن اللہ استعمال ہؤا حقیقی بیٹا مانا۔ اور نہ مسیح کو حقیقی بیٹا مانا پھر عیسائیوں نے کیوں ایسا مان لیا۔ یہ محض ان لوگوں کی شقاوت قلبی ہے ورنہ کوئی ثبوت اس امر کا اُنکے پاس نہیں یہ صرف ایک عام محاورہ تھا جسکو اُنہوں نے نہیں سمجھا اور اسیواسطے گمراہ اور ضالین کہلائے۔ ایسا ہی اس زمانہ کے بعض علماء کی شامت اعمال ہے کہ اُنہوں نے یہودیوں کیطرح ابن مریم کا مسئلہ نہیں سمجھا اور اُسکو حقیقی مریم کا بیٹا قرار دیا حالانکہ تمام کتب سابقہ سے اسکی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ مسلمانوں کو تو اس مسئلہ ابن مریم میں سوچ سمجھ کر قدم رکھنا چاہئے تھا کہ وہ یہودیوں کیطرح غلطی نہ کھاویں مگر وہ بھی مجبور تھے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ آخری زمانہ میں میری اُمت یہودی ہوجائیگی۔ سو وہ بات اُس اصدق الصادقین کی پوری ہوگئی۔ اور ان لوگوں نے خود اپنے ہی ہاتھ سے اس پیشگوئی کو پورا کردیا۔ علاوہ اسکے جب ہم قرآن شریف کے الفاظ پر غور کرتے ہیں تو اُسمیں اکثر یہ محاورہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک انسان یا ایک قوم کو کسی شخص یا قوم کی مناسبت کی وجہ سے اُسکا نام لیا جاتا ہے چنانچہ اللہ تعالی سورہ مریم رکوع ۲ میں فرماتا ہے یا اخت ھارون ما کان ابوک

امراء سوء وما کانت امک بغیا۔ یعنے اے ہارون کی بہن تیرا باپ بُرا نہیں تھا اور نہ تیری ماں بغیہ تھی۔ اب اس آیتہ میں دیکھنا یہ امر ہے کہ جب اللہ تعالےٰ نے مریم کو ہارون کی بہن کہا اور تواریخ سے ثابت نہیں کہ حضرت مریم علیہ السلام کا کوئی حقیقی بھائی ہارون تھا۔ بلکہ ہارون حضرت موسےٰ کا ایک بھائی تھا جو نبی تھا۔ صرف پاک مناسبت کی وجہ سے مریم کو ہارون کی بہن کہا گیا۔ یہ مثال تو ایک فرد کی ہے۔

اب ہم ایک قوم کی مماثلت کی مثال بیان کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کلام اللہ شریف میں یہود کو مخاطب فرماتا ہے ولقد جاء کم موسی بالبیّنٰت ثم اتخذتم العجل من بعدہ وانتم ظلمون۔ سورۃ بقرۃ رکوع ۱۱۔ یعنے جب موسےٰ تمہارے پاس کھلے نشانوں کے ساتھ آیا تو پھر بھی تم نے بچھڑے کو معبود بنالیا اور تم مشرک ہو گئے تھے۔ اب یہاں قابل غور یہ امر ہے کہ مخاطب اس آیت میں وہ یہود ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے اور اُنکو کہا جاتا ہے کہ حضرت موسےٰ تمہارے پاس نشان لیکر آئے اور تم اُن نشانات کو دیکھکر بھی عجل کے پوجارے ہوگئے حالانکہ حضرت موسےٰ کو گذرے ہوئے قریب دو ہزار برس کے ہو چکے تھے۔ اور حضرت موسےٰ کی موجودگی میں جسقدر یہود تھے اور جنہوں نے بچھڑے کی پوجا کی تھی وہ سب ہلاک ہو چکے تھے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے یہودیوں کو مخاطب کیا گیا۔ سو واضح ہو کہ اُن کو اُسی مناسبت کی وجہ سے وہی یہود قرار دیا گیا جو حضرت موسےٰ کے زمانہ میں تھے۔ یعنے جو جو شرارتیں تمہارے اباواجداد میں تھیں وہی تم میں موجود ہیں اسی واسطے تم گویا وہی یہود ہو۔ الغرض قرآن شریف اس قسم کی مماثلث سے بھرا پڑا ہے ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

جب ہم احادیث پر غور کرتے ہیں تو اُن میں بھی اس قسم کا ثبوت ملتا ہے۔ چنانچہ بخاری مطبوعہ مصر صفحہ ۶۰۵ میں حدیث ذیل لکھی ہے۔ جو بڑی طویل ہے اور جس میں ابوسفیان اور ہرقل کے سوالات وجوابات ہیں۔ جب ہرقل اپنی کلام ختم کر چکا تو ابوسفیان کہتے ہیں۔

قال ابوسفیان فلما قال ما قال وفرغ من قراءۃ الکتاب کثر عندہ الصخب وارتفعت الاصوات واخرجنا فقلت لاصحابی حین اخرجنا لقد امر امر ابن	جب ہرقل نے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا اور خط کے پڑھنے سے فارغ ہوا۔ تو اُسکے آس پاس غل ہوا اور آوازیں بلند ہوئیں اور ہم وہاں سے باہر چلے آئے اور ہمنے اپنے دوستوں کو آنکر کہا۔ آج

ابی کبشة انه یخافه ملك بنی الاصفر فما زلت موقنا انه سیظهر حتی ادخل الله علی الاسلام۔

ابی کبشہ کا کام تو بنگیا کیونکہ اُس سے بنی اصفر کا بادشاہ بھی ڈرتا ہے۔ اور میں ہمیشہ اس بات پر یقین رکھتا تھا کہ وہ ضرور غالب ہونگے۔

یہانتک کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے مشرف باسلام کیا۔ جس سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابن ابی کبشہ کہا گیا۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ کا نام عبداللہ تھا بلکہ ابی کبشہ کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء میں سے بھی نہیں ثابت ہوتا۔ چنانچہ حاشیہ بخاری میں لکھا ہے کہ ابن ابی کبشہ ایک شخص موحد تھا جو عرب جیسے شرک آباد میں توحید کا قائل تھا اور فرید الدہر ہونے کی وجہ سے انگشت نما ہو کر بدنام ہو گیا تھا کہ وہ ایسا خراب آدمی ہے کہ ہزاروں معبودوں کی موجودگی میں ایک ذات لایزال کو اپنا معبود قرار دیتا ہے۔ چونکہ اس توحید کے سبب سے وہ ضرب المثل ہو چکا تھا اسلئے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسی ملک میں توحید کا ڈنکا بجایا تو ابوسفیان نے جو اسوقت تک مشرک اور اسلام کا دشمن تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُسی توحید کی مناسبت کی وجہ سے ابن ابی کبشہ کہدیا۔

پس حدیث سے ظاہر ہو گیا کہ عرب میں اور خاصکر قوم قریش میں جس قوم میں خود فخر المرسلین خاتم النبیین کا نشو و نما ہوا اور جنکی زبان میں قرآن شریف نازل ہوا اس قسم کی مماثلت کا عام رواج تھا۔

اس کے بعد ہم صوفیا کرام اور بالخصوص مشاہیر اولیاء اللہ کی تحریروں پر غور کرتے ہیں تو وہاں سے بھی یہی ثبوت ملتا ہے۔ چنانچہ شیخ یعقوب چرخی جو ایک مشہور اولیاء اللہ میں سے ہیں وہ اپنے ایک رسالہ میں جسکا نام رسالہ انسیہ ہے اور جو رسائل ستہ ضروریہ میں شامل ہی اور جو مطبع مجتبائی میرٹھ میں طبع ہوا۔ اُسکے صفحہ ۸ میں فرماتے ہیں چوں از بخارا ارتحال افتاد بشہر کش سبز رسیدہ شد و چند وقت آنجا اقامت افتاد۔ خبر وفات ایشاں یعنے خواجہ نقشبند صاحب رسید خاطر مجروح و محزون شد و خوف عظیم مستولی شد کہ نعوذ باللہ مبادا کہ باز بعالم طبیعت میل افتد و داعیہ طلب نماند روحانیت ایشاں را دیدم کہ زید بن حارثہ را یاد کردند و ایں آیت را خواندند وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم چوں از صحبت ایشاں محروم شد جا و دم میل شد کہ طائفہ دیگر را کہ از درویشاں بودند لاحق شوم و

بطریقۂ ایشاں متوجہ شوم باز روحانیت ایشاں را دیدم کہ میگوئید قال زید ابن احادثہ الدین واحدا دانستم کہ اجازت نیست واز میان صحابہ زید بن حارثہ را تخصیص کردند زیراکہ زید داعی حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یعنے پسر خواندۂ رسول بود صلعم۔ حضرت خواجگان ما قدس اللہ ارواحہم طالباں را بفرزندی قبول میکنند۔ یعنے جب بخارا سے روانہ ہو کر شہر کشن میں پہونچے اور چند روز تک وہاں قیام کیا تو حضرت خواجہ نقشبند صاحب کی وفات کی خبر پہنچی جس کے سننے سے دل زخمی اور سینہ غمناک ہوا اور ایک بڑا بھاری خوف غالب ہوا کہ خدانخواستہ پھر کہیں طبیعت کا میلان دنیا دنی کی طرف نہ ہو جائے اور صدق کی طلب کا خیال دل سے مفقود ہو جائے تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت پیر و مرشد کی روح زید بن حارثہ کو یاد کرتی ہے اور یہ آیتہ پڑھتی ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ایک رسول تھے اور کل پیغمبر اُس سے پہلے مر چکے اگر یہ رسول بھی مرجائے یا قتل کیا جائے تو کیا تم دین سے مرتد ہو جاؤ گے۔ اور جب ان کی وفات کے سبب سے اُن کی صحبت سے محروم ہو گیا تو رغبت پیدا ہوئی کہ کسی دوسرے طائفہ بزرگان کی خدمت میں حاضر ہو کر اُن کے طریق کی طرف متوجہ ہو جاؤں تو پھر اُن کی روحانیت کو دیکھا کہ کہتی ہے زید بن حارثہ دین تو ایک ہی ہے۔ تب میں نے جانا کہ مجھے کسی اور جگہ جانے کی اجازت نہیں۔ اور صحابہ میں سے زید بن حارثہ کو اسلئے مخصوص کر لیا کہ وہ حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے منہ بولے بیٹے تھے اور ہمارے حضرت خواجگان جنکی روح کو اللہ تعالے پاک اور مطہر کرے اپنے طالبوں کو بھی فرزندوں میں شمار کرتے ہیں۔ اس تمام بیان سے واضح ہے کہ اولیاء اللہ کی کلام میں بھی اس مماثلت کا محاورہ ہے جیسے کہ تم نے ابھی پڑھ لیا کہ خواجہ نقشبند صاحب اپنے مرید شیخ یعقوب چرخی کو جو وہ بھی مشائخ مشاہیر سے ہیں زید بن حارثہ کر کے پکارتے ہیں حالانکہ اُنکا نام یعقوب اور باپ کا نام اور تھا اور نہ زید بن حارثہ سے شیخ موصوف کا کوئی رشتہ تھا صرف تبنیت کی وجہ سے مماثلت قائم ہوئی یعنے جیسے زید بن حارثہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منہ بولا بیٹا تھا تو بھی میرے لئے منہ بولا بیٹا ہے یعنے تو بھی میرے لئے زید بن حارثہ ہے۔

علاوہ ان کے شاہ نیاز احمد بریلوی جو ایک بزرگ ہوئے ہیں وہ اپنے دیوان میں فرماتے ہیں احمد ہاشمی منتم عیسے مریم من ام مین نہ منم نہ من من ام۔ یعنے احمد ہاشمی بھی میں ہوں اور مریم کا بیٹا عیسے بھی میں ہوں نہ خود میں ہوں اور نہ میں میں ہوں۔ اس شعر سے واضح ہے کہ حضرت

شاہ نیاز احمد بریلوی اپنے آپ کو احمد ہاشمی اور عیسے بن مریم کہتے ہیں اور کسی نے اُنکو کفر کا فتویٰ نہیں لگایا اور ان کی بات پر تاویل کر لی گئی۔

اسطرح خواجہ معین الدین چشتی اپنے دیوان میں فرماتے ہیں۔ دمبدم روح القدس اندر معینی میدمد ٭ میگویم مگر من عیسیٰ ثانی شدم ٭ ان تمام واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کلام اہل عرب کی کلام اولیا امت کی کلام میں ایک شخص کا نام معہ باپ کے نام وغیرہ کے آتا ہے مگر پھر بھی وہ ایک دوسرے شخص پر لگایا جاتا ہے کیا اس سے یہ مطلب ہے کہ کلام اللہ یا حدیث یا کلام اولیاء اللہ میں خلاف بیانی ہے ہرگز نہیں بلکہ یہ امر مسلم ہے کہ ایک شخص کے اخلاق یا صفات یا کسی مشابہت جسمانی یا روحانی کی وجہ سے دوسرے شخص کو جس میں اُس اول الذکر کی کسی پہلو میں مشارکت صفاتی یا مشابہت جسمانی یا روحانی پائی جائے اُسی نام سے پکارا جاتا ہے۔ مثلاً جالینوس جو ایک بڑا حکیم گذرا ہے اگر اس زمانہ میں کوئی حکمت کے سبب سے شہرہ آفاق ہو جائے تو اُسکو بھی جالینوس زماں کہتے ہیں یا اگر کوئی بہادری میں مشہور ہو جائے تو اُسکو شیر کہنے لگ جاتے ہیں یا کسی میں کوئی شرارت کا مادہ زوروں پر ہو تو اُسکو شیطان یا شیطان کا بچہ کہتے ہیں۔ اور جس میں تکبر اور غرور کا مادہ ہو اُسکو فرعون کہنے لگ جاتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ تمام علوم متعارفہ و کلام عوام میں یہ باتیں مسلم الثبوت ہیں تو پھر غلام احمد کا عیسے نام ہونے میں کونسا استبعاد ہے اور کونسی خلاف ورزی کیجاتی ہے۔

یہاں پر یہ بات یاد رہے کہ علم بلاغت میں یہ عام قاعدہ ہے کہ جہاں مشابہت تامہ مقصود ہوتی ہے وہاں مثل یا مانند یا مثیل یا منزلت یا شبہ یا کاف مثل کی ضرورت نہیں ہوتی اور جہاں مشابہت ناقصہ مراد ہوتی ہے وہاں اس قسم کے حرف آجایا کرتے ہیں۔ گو ہم اوپر مثالیں بیان کر چکے ہیں لیکن ہم وضاحت کے لئے چند احادیث رسول اللہ اور اقوال صوفیا بھی درج کر دیتے ہیں تاکہ ناظرین کو معلومات میں ایک وسعت ہو جائے اور کوئی شک و شبہ نہ رہے اور یہ واضح ہو جائے کہ صرف حضرت مسیح موعود کی نسبت ایسا لفظ نہیں بولا گیا بلکہ کثیر التعداد لوگ ہیں جنکو کسی رسول یا نبی وغیرہ سے منسوب کیا گیا ہے۔

اول ہم مشابہت ناقصہ کی چند نظیریں درج کرتے ہیں اور وہ حسب ذیل ہیں۔

الا اخبر کما بمثلکما فی الملئکة و مثلکما فی الانبیاء مثلک یا ابا بکر فی الملائکة کمثل میکائیل تنزل بالرحمة و مثلک فی الانبیاء کمثل	یعنے ابن عدی نے کامل ابن عدی میں اور ابو نعیم نے فضائل الصحابہ میں اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ

كمثل ابراهيم اذ كذبه قوله وصنعوا به
ما صنعوا قال فمن تبعني فانه مني و
من عصاني فانك غفور رحيم ومثلك
يا عمر في الملائكة كمثل جبريل ينزل
بالشدة والبأس والنقمة على اعداء الله
ومثلك في الانبياء كمثل نوح اذ قال رب
لا تذر على الارض من الكافرين ديارا۔
رواه ابن عدي وابو نعيم في فضائل الصحابة
وابن عساكر عن ابن عباس۔

علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوبکر اور عمر کیا تمہیں خبر نہ
دوں کہ تمہاری مماثلت فرشتوں اور انبیاء سے کیا
ہے۔ اے ابوبکر تو فرشتوں میں تو میکائیل فرشتہ کا
مثیل ہے جو اللہ تعالے کی رحمت لئے نازل ہوتا ہے
اور انبیاء میں تیری مماثلت ابراہیم علیہ السلام سے ہے
جب اُسکی قوم نے اُسکی تکذیب کی اور کیا جو کچھ کیا تو
ابراہیم نے کہا کہ جسنے میری پیروی کی وہ مجھ سے ہے اور
جسنے میری نافرمانی کی تو غفور رحیم ہے جسے چاہے بخشے
اور رحم کرے اور اے عمر تو فرشتوں میں سے جبریل کا
مثیل ہے جو شدت اور بأس اور نقمت کیساتھ دشمنان خدا پر ٹوٹ پڑتا ہے اور انبیاء میں تو نوح کا مثیل
ہے جسنے کہا تھا کہ اے میرے رب تو زمین پر کسی کافر کا گھر نہ رہنے دے سب کو تباہ و برباد کر۔ دیکھو
کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۴۳۔

دوسری حدیث میں ہے۔ مثل ابی بكر وعمر
مثل نوح وابراهيم في الانبياء احدهما
اشد في الله من الحجارة وهو مصيب والاخر
الين في الله من اللبن وهو مصيب۔ رواه
ابو نعيم عن جابر وابن عدي وابن عساكر
عن ابن عباس۔

یعنے ابو نعیم حضرت جابر سے اور ابن عدی اور ابن عساکر
حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ ابوبکر
اور عمر کی مثال نبیوں میں نوح اور ابراہیم کی سی ہے
اُن میں سے ایک اللہ کی راہ میں پتھر سے بھی زیادہ
مضبوط ہے اور وہ حق پر ہے اور دوسرا اللہ کے رستہ میں
دودھ سے بھی نرم ہے اور وہ بھی حق پر ہے۔

دیکھو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۴۳۔
پھر ایک حدیث میں اس سے بھی زیادہ مشابہت انبیاء ثابت ہوتی ہے۔ جو حسب ذیل ہے۔

من احب ان ينظر الى ابراهيم في خلته
فلينظر الى ابي بكر في سماحته ومن احب
ان ينظر الى نوح في شدته فلينظر الى عمر
في شجاعته ومن احب ان ينظر الى ادريس

ابن عساکر نے حضرت ابن عباس سے روایت
کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو
شخص ابراہیم کو بحالت خلت دیکھنا پسند کرتا ہو تو
چاہیئے کہ ابوبکر کو بحالت نرمی دیکھ لے اور جو شخص

فی رفعته فلینظر الی عثمان فی رحمته
ومن احب ان ینظر الی یحیی بن زکریا فی
جهادته فلینظر الی علیؒ فی طهارته رواہ
ابن عساکر عن انس۔

نوح کو بحالت شدت دیکھنا پسند کرتا ہے وہ
عمر کو شجاعت میں دیکھ لے اور جو ادریس کو رفعت
مرتبت میں دیکھنا چاہے وہ عثمان کو رحمت میں
بھرپور دیکھے اور جو یحیے بن زکریا کو مجاہدات میں دیکھنا
چاہے وہ علی کو طہارت میں منور دیکھے۔ دیکھو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۶۱۔

ان احادیث متذکرہ بالا سے ظاہر ہے کہ حضرت ابوبکر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اور حضرت عمر کو حضرت نوح علیہ السلام کا اور حضرت عثمان کو حضرت ادریس علیہ السلام کا اور حضرت علی کو حضرت یحیے بن زکریا علیہ السلام کا مثیل قرار دیا گیا ہے جن وجوہ سے اصحاب متذکرہ بالا ابراہیم اور نوح اور ادریس اور یحیی ہو گئے۔ کیا مرزا غلام احمد ان وجوہ سے عیسے بن مریم نہیں ہو سکتا۔ فتدبروا یا علماء الزمان۔

علاوہ ان کے حضرت ابوذر کو حضرت عیسے کا مثیل قرار دیا گیا ہے دیکھو احادیث ذیل من سرہ ان ینظر الی تواضع عیسے فلینظر الی ابی ذر رواہ ابو یعلی فی مسندہ یعنی جو شخص تواضع کی جہت سے عیسے علیہ السلام کو دیکھنا چاہے تو ابوذر کیطرف دیکھے۔ اس حدیث کو ابو یعلی نے اپنی مسند میں بیان کیا ہے۔

پھر دوسری حدیث میں ہے۔ ان ابا ذر لیساوی عیسی بن مریم فی عبادته رواہ الطبرانی عن ابن مسعود یعنے طبرانی ابن مسعود سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوذر عبادت میں عیسے بن مریم کے مساوی ہے۔ دیکھو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۶۹۔
ان حدیثوں سے واضح ہے کہ تواضع یا عبادت کی وجہ سے حضرت ابوذر کو حضرت عیسے بن مریم علیہما السلام کا مثیل بلکہ مساوی قرار دیا گیا ہے تو کیا مرزا غلام احمد صاحب انکے مساوی نہیں ہو سکتے اور کیا وہ انکے مثیل قرار نہیں پا سکتے۔

پھر اور حدیث میں ہے۔ دحیة الکلبی یشبه جبریل وعروة بن مسعود الثقفی یشبه عیسے بن مریم وعبد العزی یشبه الدجال رواہ ابن سعد عن الشعبی مرسلا۔ یعنی ابن سعد شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ دحیہ کلبی جبرئیل کی مشابہ ہے اور عروۃ بن مسعود ثقفی عیسے بن مریم کے مشابہ اور عبد العزی دجال کے مشابہ ہے

پھر حضرت علی کی نسبت آیا ہے۔

یا علی اما ترضیٰ ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی رواہ مسلم والترمذی عن سعد وابن ماجہ والترمذی عن جابر واحمد بن حنبل والبیہقی عن سعد وابو بکر المطیری فی جزئہ عن ابی سعید۔

یعنے مسلم اور ترمذی نے سعد سے اور ابن ماجہ اور ترمذی نے جابر سے اور احمد بن حنبل اور بیہقی نے سعید سے اور ابو بکر مطیری نے اپنی کتاب جزئہ میں ابی سعید سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے علی کیا تو خوش نہیں کہ تیری منزلت میرے ساتھ ایسی ہے جیسے ہارون کی موسیٰ سے تھی صرف یہ بات ہو کہ میرے بعد کسی نبی نے نہیں ہونا۔ دیکھو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۲۔

پھر ایک اور حدیث میں آیا ہے۔ ما من نبی الا لہ نظیر من اُمتی وابو بکر نظیر ابراھیم وعمر نظیر موسیٰ وعثمان نظیر ھارون وعلی بن طالب نظیری ومن سرہ ان ینظر الی عیسے بن مریم فلینظر الی ابی ذر الغفاری رواہ ابن عساکر عن انس۔

ابن عساکر انس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسقدر انبیاء گذرے ہیں اُنمیں سے ہر ایک کا کوئی نہ کوئی نظیر یعنے مثیل میری اُمت میں سے ضرور ہوتا ہے۔ ابو بکر ابراہیم علیہ السلام کا مثیل اور عمر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اور عثمان حضرت ہارون علیہ السلام کا اور علی بن طالب میرا نظیر ہے اور جو شخص حضرت عیسے علیہ السلام کو دیکھنا چاہے تو وہ ابو ذر غفاری کو دیکھ لے۔ دیکھو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۹۳۔ اِن احادیث سے کامل طور سے واضح ہو گیا کہ اس اُمت کے لوگ گذشتہ نبیوں کے مثیل ہوتے رہے ہیں اور ہوتے رہینگے پس صاف معلوم ہو گیا کہ جس مسیح کے آنے کا ذکر ہے وُہ بھی مثیل ہی ہے۔

پھر ابن حبان اپنی تاریخ میں ابو ہریرہ سے روایت بیان کرتے ہیں لن یخلو الارض من ثلاثین مثل ابراھیم خلیل الرحمن بھم تغاثون وبھم ترزقون وبھم تمطرون۔ یعنے ابراہیم خلیل الرحمن کی سے تیس آدمی برابر زمین میں موجود رہتے ہیں اور زمین کسی وقت بھی ان سے خالی نہیں رہتی کیونکہ اُنہی کی وجہ سے دعائیں قبول ہوتی اور اُنہی کی وجہ سے رزق ملتا اور اُنہی کی وجہ سے بارش ہوتی ہے۔ اِس حدیث سے ظاہر ہے کہ انبیاء کے مثیل ضرور دنیا میں رہتے ہیں۔

اس سے واضح تر وہ حدیث ہے جو ابو نعیم اپنی حلیہ میں اور ابن عساکر اپنی کتاب میں لائے ہیں

وہو ہذا۔ ان للہ فی الخلق ثلاث مائۃ قلوبہم علی قلب آدم وللہ فی الخلق اربعون قلوبہم علی قلب موسی وللہ فی الخلق سبعۃ قلوبہم علی قلب ابراہیم وللہ فی الخلق خمسۃ قلوبہم علی قلب جبریل و للہ فی الخلق ثلاثۃ قلوبہم علی قلب میکائیل وللہ فی الخلق واحد قلبہ علی قلب اسرافیل فاذا مات الواحد ابدل اللہ مکانہ من الثلاثۃ واذا مات من الثلاثۃ ابدل اللہ مکانہ من الخمسۃ واذا مات من الخمسۃ ابدل اللہ مکانہ من السبعۃ فاذا مات من السبعۃ ابدل اللہ مکانہ من الاربعین واذا مات من الاربعین ابدل اللہ مکانہ من الثلاث مائۃ واذا مات من الثلاث مائۃ ابدل اللہ مکانہ من العامۃ فبہم یحیی ویمیت ویمطر وینبت ویدفع البلاء۔ رواہ ابو نعیم فی حلیۃ وابن عساکر عن ابن مسعود۔

یعنے اللہ تعالی کی مخلوقات میں تین سو آدمی ایسے ہیں جنکا قلب حضرت آدم کے قلب پر ہوتا ہے اور چالیس ایسے ہیں جنکے قلب موسے کے قلب پر اور سات ایسے ہیں جنکے قلب ابراہیم کے قلب پر اور پانچ ایسے جنکے قلب جبریل کے قلب پر اور تین میکائیل کے قلب ہوتے ہیں اور ایک اسرافیل کے قلب پر ہوتا ہے۔ جب ایک مرجاتا ہے تو اللہ تعالی بجائے اُس کے تین میں سے ایک کو قایم کردیتا ہے اور جب تین میں سے کوئی مرتا ہے تو بجائے اُس کے پانچ میں سے ایک کھڑا کیا جاتا ہے اور جب پانچ میں سے کوئی مرتا ہے تو سات میں سے اسکا قائمقام کیا جاتا ہے اور جب سات میں سے کوئی مرتا ہے تو چالیس میں سے ایک اُسکا قائمقام بنایا جاتا ہے اور جب چالیس میں سے کوئی مرتا ہے تو تین سو میں سے کوئی اُسکی جگہ کیا جاتا ہے اور جب تین سو میں سے کوئی مرتا ہے تو عوام میں سے کسی کو اُسکا جابجا کیا جاتا ہے۔ اور انہی وجودوں کی طفیل زندگی اور موت اور باراں و روئیدگی ہوتی اور رفع بلا ہوتی ہے۔ دیکھو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲۳۹۔

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ بہت سے مثیل پیغمبران و فرشتگان صفحہ دنیا پر ہمیشہ رہتے ہیں اور اُن کے قائمقام بھی مخلوقات میں سے ہوتے رہتے ہیں۔ پھر حضرت مرزا صاحب کو مسیح وغیرہ انبیاء کے قلب پر ماننے سے کون سا استبعاد لازم آتا ہے۔

یہ امر تو ان احادیث نبی اللہ سے روز روشن کیطرح ثابت ہوگیا کہ کسی نبی سے کسی قسم کی مناسبت کی وجہ سے نسبت رکھنے والا شخص اُسکا مثیل ہوتا ہے یہ صرف حضرت مرزا غلام احمد صاحب کا

ہی قول نہوا بلکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خود فرما دیا۔ اب مثیل ہونے میں شکوک یا انکار کرنا خالی از مواخذہ نہ ہوگا۔

رہی مشابہت تامہ کی مثالیں۔ سو ہمارے نزدیک قرآن شریف کی یہ آیت کافی ہے یا اخت ھارون یہاں پر مثل اخت ہارون وغیرہ نہیں کہا بلکہ اخت ہارون کہا جس سے مشابہت تامہ مراد ہے۔

یہی وجہ ہے کہ احادیث میں ابن مریم کیساتھ کوئی علامت منجملہ علامات مشابہت ناقصہ نہیں آئیں ورنہ افصح الفصحاء وابلغ البلغاء کی کلام میں نقص وارد ہوتا ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام تمام نقصانات سے پاک ہے لہذا آخری زمانہ کا مسیح موعود حضرت مسیح سے مناسبت و مشابہت تامہ رکھنے والا ہوگا اسیواسطے علامات ناقصہ ساتھ نہیں آئیں۔

علاوہ قرآن اور احادیث کے تمام ملت علمائے صوفیائے کرام بھی بصورت بروزہ اور عوام قدم مانتے چلے آئے ہیں مگر ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ بروز کی تعریف کردیں تاکہ تناسخ و تسخیر یعنے جن لگنے سے تمیز ہوجائے سو واضح ہو کہ تناسخ تو اُسکو کہتے ہیں کہ کسی مرے ہوئے کی روح دوسرے جسم میں جو از سر نو پیدا ہوا ہو حلول کرجائے یہ اعتقاد تمام ہنود کا ہے اور یہ امر عندالاسلام و عندالعقل ناممکن ہے۔ اور دوسری وہ حالت ہے جسکو جن لگنا کہتے ہیں کہ کسی زندہ یا مردہ جسم پر اُسکا ساتھ یا اثر ہوتا ہے اسکو بھی بروز سے کچھ تعلق نہیں۔ رہا بروز سو اُسکو کہتے ہیں کہ کسی شخص مردہ کے خواص روحانیہ مثلاً خو و طبیعت وغیرہ کسی دوسرے شخص میں بطور انعکاس داخل ہوں جیسے سورج کی شعاعیں چاند کو روشن کرتی ہیں حالانکہ سورج بطور خود اپنی حالت پر رہتا ہے اور قمر اپنی حالت پر مگر وہ روشنی اُس سے جذب کرتا ہے ایسے ہی بروز میں کسی رسول یا نبی یا کسی اور بزرگ کی روحانی خواص بہ تقاضائے وقت ایک شخص میں آتے ہیں تاکہ اُن روحانی قوای کے امداد سے اُن بدیوں کی مدافعت کریں جو زمانہ میں ہو جزن ہوتی ہیں۔ بناءً علیہ اللہ تعالے نے بزبان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اطلاع کردی تھی کہ آخری زمانہ میں ایک شخص ایسا پیدا ہوگا جسمیں مسیح کی روحانی خواص پیدا کئے جاویں گے اور آسمان پر وہ مسیح بن مریم کے نام سے مشہور ہوگا گو زمین پر اُسکا کوئی ہی نام ہو جسکی تفصیل اوپر گذر چکی ہے۔ اب ہم صرف یہ دکھاتے ہیں کہ صوفیائے کرام بھی اِس بات کے برابر قائل چلے آتے ہیں چنانچہ حضرت عبدالرزاق کاشی و صاحب لطائف الغرائب اپنی تفاسیر میں فرماتے ہیں کہ مسیح کا نزول بروزی ہوگا اور کتاب اقتباس الانوار میں

بصفحہ ۲۱۵ لکھا ہے کہ اکثر صوفیا کا مذہب ہے کہ مسیح موعود کا بروزی نزول ہوگا۔

ماسوا اس کے اس بروز کا ذکر توریت و انجیل میں بھی ہے چنانچہ کتاب استثنا باب ۳۴ درس ۹ میں ہے کہ یوشع بن نون میں حضرت موسے کی روح آگئی یعنے روحانی خواص اُسمیں آگئے تھے۔ اور گنتی باب ۲۷ درس ۲۰ میں بھی اسکی تصدیق ہوتی ہے۔

پھر انجیل متی باب ۱۷ درس ۱۰۔۱۱۔اور ۱۲ میں ہے۔ اور اُسکے شاگردوں نے اُس سے پوچھا پھر فقیہہ کیوں کہتے ہیں کہ پہلے الیاس کا آنا ضروری ہے یسوع نے اُنہیں جواب دیا کہ الیاس البتہ پہلے آویگا اور سب چیزوں کا بندوبست کریگا پر میں تم سے کہتا ہوں کہ الیاس تو آچکا لیکن اُنہوں نے اُسکو نہیں پہچانا۔

پھر متی باب ۱۱ آیت ۱۳ و ۱۴ میں لکھا ہے۔ کیونکہ سب نبی اور توریت نے یوحنا کے وقت تک آگے کی خبر دی اور الیاس جو آنے والا تھا یہی ہے چاہو تو قبول کرو جس کسی کے کان سُننے کے ہوں سُنے۔

پھر انجیل مرقس باب ۹ درس ۱۱ سے ۱۳ تک لکھا ہے۔ پھر اُنہوں نے اُس سے کہا اور پوچھا کہ فقیہہ کیوں کہتے ہیں کہ پہلے الیاس کا آنا ضرور ہے۔ اُس نے جواب میں اُنہیں کہا کہ الیاس تو پہلے آتا ہے اور سب کچھ بحال کرتا ہے اور ابن آدم کے حق میں بھی کیونکہ لکھا ہے کہ وہ بہت سا رنج اُٹھاویگا اور حقیر کیا جائیگا لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ الیاس تو آچکا ہے اور جیسا اُس کے حق میں لکھا گیا تھا اُنہوں نے جو کچھ چاہا اُس کے ساتھ کیا۔

ان اناجیل کی آیات مندرجہ بالا سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے بتا دیا کہ بیشک مجھ سے پہلے الیاس کے آنے کی خبر دیگئی ہے لیکن فقیہوں نے نہیں سمجھا وہ تو آگیا اور وہ یوحنا ابن زکریا ہے۔ مومنوں کے لئے حضرت مسیح کے اس فیصلہ پر ایمان لانا ہی کافی تھا کیونکہ ایک اولوالعزم پیغمبر نے فیصلہ دیدیا تھا لیکن ہم دکھاتے ہیں کہ صرف تاویل ہی نہیں کی گئی بلکہ صاف الفاظ میں لکھا ہے کہ یوحنا الیاس کی قوت اور طبیعت پر ہوگا۔ چنانچہ انجیل لوقا باب ۱ درس ۱۳ سے ۱۷ تک لکھا ہے۔ پر فرشتے نے اُس سے کہا کہ اے زکریا مت ڈر کہ تیری دعا سنی گئی اور تیری جورو الیسبات تیرے لئے ایک بیٹا جنیگی تو اُسکا نام یوحنا رکھنا اور تجھے خوشی و خرمی ہوگی اور بہتیرے اُسکی پیدائش سے خوش ہونگے کیونکہ وہ خداوند کے حضور بزرگ ہوگا اور نہ مے اور نہ کوئی نشہ پئے گا اور اپنی ماں کے پیٹ ہی سے روح قدس سے بھر جائیگا اور بنی اسرائیل میں سے بہتوں کو اُن کے

خداوند خدا کی طرف پھیریگا اور وہ اُسکے آگے الیاس کی طبیعت اور قوت کے ساتھ چلیگا۔ اِس بیان سے صاف واضح ہوگیا کہ اللہ تعالےٰ نے فرشتہ کے ذریعہ پہلے ہی سے خبر دیدی تھی کہ حضرت یحییٰ یعنے یوحنا الیاس کا مثیل ہوگا۔ اب بھی کچھ شک رہ سکتا ہے لیکن پٹیالہ کے ایک نامی رسالہ باز کی عقل وفہم پر سخت تعجب اور حیرت آتی ہے کہ براہ دھوکہ بازی لوگوں کو یہ مغالطہ دیتا ہے کہ یہ قصہ ہی سارا خود ساختہ اور غلط ہے۔ کیونکہ جب لوگوں نے حضرت یوحنا سے پوچھا کہ تو الیاس ہے تو وہ انکاری ہوئے کہ میں الیاس نہیں ہوں۔ اور اُدھر حضرت عیسیٰ کہتے ہیں کہ وہی یوحنا ایلیا یعنے الیاس ہے یہ اختلاف ہے دونوں نبی جھوٹ نہیں بولتے اِسلئے حضرت عیسےٰ کا فیصلہ خود حضرت کا کلام نہیں ہے بلکہ انجیل والوں نے اپنی طرف سے یہ بات بنالی ہے خوب چشم ما روشن دل ما شاد یہی بات تسلیم کرلیتے ہیں لیکن مشکل تو یہ ہے کہ آیا فی الحقیقت یہودی بھی حضرت الیاس کی آمد کے منتظر تھے کہ نہیں اگر ثابت ہوجائے کہ وہ ضرور منتظر تھے اور اناجیل سے پہلے کتابوں میں پیشگوئی تھی تو پھر دانستہ لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنا دیانت اور امانت کے برخلاف ہے۔

ہم پہلے یہاں پر انجیل سے قبل کتاب یعنے ملاکی نبی کی کتاب میں یہ پیشگوئی دکھاتے ہیں دیکھو خداوند کے بزرگ اور ہولناک دن کے آنے سے پیشتر میں ایلیاہ نبی کو تمہارے پاس بھیجونگا۔ دیکھو ملاکی نبی کی کتاب باب ۴ درس ۵۔ اِس سے پہلے ملاکی باب ۳ درس ایک میں ہے دیکھو میں اپنے رسول کو بھیجونگا اور وہ میرے آگے میری راہ کو درست کریگا۔ ان آیتوں سے ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل کو پہلے ہی سے خبر دی گئی تھی کہ حضرت عیسےٰ سے پہلے ایلیاہ آئیگا۔ اگر بقول سلیمان پٹیالوی جسکی عادت میں نہایت ہی باریک ملمع سازی ہے عیسائیوں نے اپنی انجیلوں میں اس واقعہ کو اپنی طرف سے الحاق کردیا تو کیا توریت میں بھی انہی لوگوں نے اپنی طرف سے تحریف کرلی لیکن اسکے ثبوت بہم پہنچانے میں صاحب موصوف کو سخت مصیبت پڑیگی۔ کیونکہ توریت تو بنی اسرائیل کے قبضہ میں برابر چلی آتی ہے جو توریت میں نے کراچی میں بنی اسرائیلیوں کے پاس دیکھی اُسمیں بھی یہی قصہ موجود ہے پھر کیوں کر مان لیا جائے کہ عیسائیوں نے بطور خود اس قصہ کو ایجاد کرلیا ہے۔

مجھے پٹیالوی رسالہ باز پر حیرت پر حیرت آتی ہے کہ اس امر واقعہ کے انکار کرتے ہوئے اُسکی عقل نے اُسکو ملامت نہ کی کہ اے خدا سے بے ڈر تو اپنی عداوت اور شقاوت کیوجہ سے مسیح موعود کی پہچان سے تو محروم رہا لیکن اس واقعہ سے انکار کے وقت یہ تو سوچ لیتے کہ اسکی زد کہاں جاکر پڑتی ہے۔ اِس انکار سے صرف عیسےٰ علیہ السلام نبی ناصری ہی کی تکذیب نہیں ہوتی بلکہ خاتم النبیین وفخر المرسلین کی

تکذیب بھی لازم آتی ہے کیونکہ بنی اسرائیل کا یہی دعویٰ تھا کہ اگر تو مسیح ہے تو اول ایلیا کا آنا ضروری ہے اگر بقول آپ کے وہ قصہ ہی الحاقی ہے اور کوئی ایلیا وغیرہ نہیں تھا تو پھر یہودی حضرت مسیح اور حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ایمان نہ لانے پر قابل مواخذہ نہ ہوئے بلکہ وہ بقول سلیمان صاحب حق پر رہے تو پھر بتائیے کہ ہر دو اولوالعزم رسولوں کی تکذیب لازم آئی کہ نہیں۔ فاتقوا اللّٰہ یا اولی الالباب افسوس صد افسوس کہ حق کی عداوت اور مخالفت نے اِن لوگوں کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا۔ اگر آپ کو اس امر نے غلطی میں ڈالا تھا کہ جب یہود نے حضرت یحیےٰ یعنے یوحنا سے سوال کیا تھا کہ کیا تو الیاس ہے تو اُس نے انکار کیا تھا اسی وجہ سے آپ کو اِس واقعہ ہی سے انکار کرنا پڑا لیکن اگر آپ تھوڑی دیر کے لئے ہی سوچ لیتے کہ ایسا سوال کرنا یہود کا سراسر بیجا تھا۔ کیونکہ جب وہ حضرت مسیح سے سُن چکے تھے کہ یوحنا ہی ایلیا ہے اور وہ بروزی طور سے آیا ہے تو اُنکو اگر دھوکہ دینا مراد نہیں تھا تو یوں کہتے کہ کیا تو ایلیاس کی طبیعت اور خلق پر آیا۔ لیکن اُنہوں نے برخلاف نفس الامر کے یہ سوال کیا کہ تو ہی الیاس ہے تو حضرت یحیےٰ کا انکار بجا تھا لیکن ساتھ ہی حضرت یحیےٰ نے اُنکو جواب بھی دیدیا کہ میں وہی ہوں جسکی نسبت پیشگوئی تھی کہ مسیح سے پہلے آنے والا ہے۔ چنانچہ انجیل یوحنا باب ۱ درس ۱۹ لغایت ۲۳ میں ہے۔ اور یوحنا کی گواہی یہ تھی جب کہ یہودیوں نے یروشلم سے کاہنوں اور لاویوں کو بھیجا کہ اُس سے پوچھیں کہ تو کون ہے اور اُس نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا۔ بلکہ اقرار کیا کہ میں مسیح نہیں ہوں۔ تب اُنہوں نے اُس سے پوچھا تو اور کون ہے کیا تو الیاس ہے۔ اُس نے کہا میں نہیں ہوں۔ پس آیا تو وہ نبی ہے۔ اُس نے جواب دیا نہیں۔ تب اُنہوں نے اُس سے کہا کہ تو کون ہے تاکہ ہم اُنہیں جنہوں نے ہمکو بھیجا کوئی جواب دیں۔ تو اپنے حق میں کیا کہتا ہے۔ اُس نے کہا کہ میں جیسا یسعیاہ نبی نے کہا بیابان میں ایک پکارنے والے کی آواز ہوں کہ تم خداوند کی راہ درست کرو۔ پھر اس باب کی آیت ۲۵ لغایت ۲۷ میں ہے۔ اور اُنہوں نے اُس سے سوال کیا اور کہا کہ اگر تو نہ مسیح ہے اور نہ الیاس اور نہ وہ نبی پس کیوں بپتسمہ دیتا ہے۔ یوحنا نے جواب میں اُنہیں کہا کہ میں پانی سے بپتسمہ دیتا ہوں پر تمہارے درمیان ایک کھڑا ہے جسے تم نہیں جانتے یہ وہی ہے جو میرے پیچھے آنیوالا تھا۔ اِن تمام آیات سے ظاہر ہے کہ یہود تین نبیوں کی آمد کے منتظر تھے اور تینوں کی نسبت سوال کیا یعنے حضرت الیاسؑ اور مسیحؑ اور نبی آخر الزمان کی نسبت اگرچہ نبی آخر الزمان کا نام نہیں لیا لیکن اُنکے سوال سے ہی اُنکی عظمت و شان معلوم ہوتی ہے اور اسی لئے وہ نام لینا ہی بے ادبی سمجھتے تھے۔ اور نیز یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت یوحنا نے یہاں کوئی مُہمل بات نہیں رکھی بلکہ صاف صاف الفاظ میں کہدیا کہ میں وہی ہوں جسکی نسبت

یسعیاہ نبی نے پیشگوئی کی تھی چنانچہ یسعیاہ کی پیشگوئی کے الفاظ حسب ذیل ہیں بیابان میں ایک منادی کرنیوالے کی آواز تم خداوند کی راہ درست کرو صحرا میں ہمارے خدا کے لئے ایک سیدھی شاہراہ طیار کرو دیکھو یسعیاہ باب ۴۰ درس ۳- اب ان الفاظ اور یوحنا کے الفاظ میں کیسی مطابقت ہے۔ ان الفاظ میں یوحنا نے بتادیا کہ مسیح سے پہلے آنیوالا شخص جسکی نسبت لکھا تھا کہ بیابان میں ایک پکارنے والے کی آواز ہوگی جو خداوند یعنے مسیح کی راہ کو درست کریگا۔ میں ہی ہوں اور وہ مسیح جو آنیوالا تھا وہ یہی شخص ہے جو تمہارے درمیان موجود ہے لیکن تم نے اُسکو نہیں پہچانا۔ اِس تمام واقعہ سے ظاہر ہے کہ خود یوحنا نے بتادیا کہ اصلی الیاس تو نہیں ہوں جیسا تم خیال کرتے ہو بلکہ اُسکی آواز ہوں یعنے اُسکی طبیعت اور خو پر آیا ہوں۔ ایسی صریح بات پر شک کرنا بجز ہٹ کے اور کچھ متصور نہیں ہوتا۔

جب توریت اور اناجیل سے ثابت ہوگیا کہ بعض آدمی بروزی طور سے دنیا میں آیا کرتے ہیں جیسے یحیٰے یعنے یوحنا ایلیاس کی طبیعت پر آیا تو اب حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو مسیح کی طبیعت اور رنگ میں ماننے میں کونسا استبعاد لازم آتا ہے۔ بلکہ جہاں تک دیکھا جاتا ہے مشابہت تامہ بوجوہات ذیل ثابت ہوتی ہے۔

(۱) جیسے مسیح ناصری ایک بنی اسرائیل کے گھرانے کے سب سے بڑے رسول کی شریعت کے تابع تھے ایسے ہی مسیح موعود بنی اسمٰعیل کے گھرانے کے سب سے بڑے بلکہ دنیا کے تمام رسولوں سے بڑے رسول کی شریعت کے تابع ہیں۔

(۲) جسطرح حضرت عیسےٰ علیہ السلام نبی ناصری بنی اسرائیل کے گھرانے کے خاتم نبوت ہیں ایسے ہی مسیح موعود اُمت محمدیہ کے خاتم ولایت ہیں۔

(۳) جس طرح حضرت مسیح علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد ۱۴۰۰ برس کے قریب آئے تھے ایسے ہی حضرت مسیح موعود چودھویں صدی میں ظاہر ہوئے۔

(۴) جسطرح حضرت مسیح علیہ السلام غربت اور مسکنت کے بغیر جنگ و جدال تبلیغ شریعت موسوی کرتے تھے اسیطرح مسیح موعود علیہ السلام بلا جنگ و جدال و جہاد تبلیغ شریعت اسلام کرتے ہیں۔

(۵) جسطرح حضرت مسیح علیہ السلام پر علماء وقت نے کفر کا فتوے لگایا تھا اُسیطرح علماء زمان نے حضرت مسیح موعود پر فتوے کفر لگایا۔

(۶) جسطرح مسیح علیہ السلام کے قتل کے درپے علماء و فقہائے یہود ہو گئے تھے۔ اسیطرح بعض علما اُمت محمدیہ

نے مسیح موعود کے قتل کے لئے کوششیں کیں۔

(۷) جسطرح مسیح علیہ السلام کے وقت میں امن پسند اور پابند قانون ایک سلطنت تھی یعنے رومیوں کی سلطنت اُسیطرح بلکہ اُس سے بھی بڑھ کر امن پسند اور قانون کی پابند حکومت یعنے سلطنت برطانیہ مسیح موعود کے زمانہ میں موجود ہے۔

(۸) جسطرح مسیح کی نسبت یہودیوں نے مخبری کی تھی کہ وہ بادشاہ ہونے اور رومی سلطنت سے بغاوت کا ارادہ رکھتا ہے اسیطرح مجازی یہود اُمتِ محمدیہ نے فقیہوں کے کاہنوں کیطرح لمبے لمبے چوغے پہنکر اور حکام انگریزی کے پاس جاکر مخبریاں کیں کہ یہ بھی بادشاہ ہونیکا ارادہ رکھتا ہے اور در پردہ سلطنت برطانیہ کا باغی ہے۔

(۹) جس طرح مسیح علیہ السلام کچہریوں میں زبردستی حاضر کئے گئے اسی طرح مسیح موعود کو بھی مجبور کیا گیا۔

(۱۰) جسطرح مسیح علیہ السلام تمام الزامات سے بری کئے گئے اسیطرح مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی تمام الزامات سے بری کئے گئے۔

(۱۱) جسطرح مسیح علیہ السلام کے وقت یہود میں شریعت موسوی کی پابندی چھوٹ گئی تھی اور جاہ اور دنیا طلبی کا دور دورہ تھا اُسی طرح مسیح موعود کے زمانہ میں شریعت محمدی بالکل ضعیف ہوگئی اور بہت ہی کم لوگ نظر آتے ہیں جنکی نظر میں شریعت اسلام کی وقعت ہو اور جاہ اور دنیا طلبی کی یہ حالت ہے کہ علماء وقت بھی اسکے لئے سرگردان اور مارے مارے پھرتے ہیں۔

(۱۲) جسطرح مسیحؑ کے دشمن خائب و خاسر ہوئے اسیطرح مسیح موعود کے دشمن ذلیل اور خوار ہوئے۔

(۱۳) جسطرح مسیحؑ نے اپنی وقت کے احبار اور فقیہین کی غلطیاں نکالیں جو اُنہوں نے توریت کی آیات میں کرلی تھیں اسیطرح مسیح موعود نے علماء اسلام اور گدی نشینوں کی آنکر غلطیاں نکالیں جو اُنہوں نے تفاسیر قرآن میں کی تھیں۔

(۱۴) جسطرح مسیح علیہ السلام نے اپنی صداقت میں ایلیا کا نزول بروزی ثابت کیا تھا اسیطرح مسیح موعود نے اپنی صداقت میں ابن مریم اور محمد بن عبد اللہ کا نزول بروزی طور سے اپنی ذات میں ثابت کیا

(۱۵) جیسے مسیح علیہ السلام کی نسبت یسعیاہ نبی کی کتاب کے ۱۱ باب آیت ۴ میں بطور پیشگوئی دیکھا تھا کہ وہ اپنے لبوں کے دم سے شریروں کو فناہ کر ڈالیگا ایسا ہی احادیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ

میں آیا ہے کہ مسیح موعود کے دم سے کفار ہلاک ہونگے چنانچہ جیسے مسیح ناصری کی دعا سے دشمن ہلاک ہوئے اسی طرح مسیح موعود کی دعا سے دشمن ہلاک ہوئے۔

(۱۶) جس طرح اللہ تعالے نے حضرت عیسٰے علیہ السلام کو بذریعہ وحی خبر دی تھی یٰعیسیٰ انی متوفیک و رافعک الی اسیطرح اللہ تعالے نے مسیح موعود کو بھی بذریعہ وحی یہی آیت نازل فرمائی۔

(۱۷) جس طرح حضرت مسیح کو خبر دیگئی تھی کہ تیرے تابعین کو قیامت تک تیرے منکروں پر غالب رکھونگا۔ اسیطرح حضرت مسیح موعود کو خبر دیگئی کہ تیرے منکروں پر تیرے تابعین کو قیامت تک غالب رکھونگا اور دونوں کا ظہور ہو رہا ہے۔

(۱۸) حضرت مسیح علیہ السلام یہودیوں میں اُسوقت مبعوث ہوئے تھے جبکہ یہودیوں کی سلطنت میں کھلا کھلا زوال آچکا تھا۔ اسیطرح مسیح موعود ایسے وقت میں آئے جبکہ اسلامی سلطنت ہندوستان سے بالکل اُٹھ چکی۔

(۱۹) جس طرح حضرت مسیح علیہ السلام حضرت موسٰے کے بعد تیرھویں خلیفے تھے اسیطرح حضرت مسیح موعود حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تیرھویں خلیفے ہیں۔

(۲۰) جسطرح مسیحؑ بنی اسرائیل کی قوم میں سے نہیں تھے کیونکہ وہ بلا باپ پیدا ہوئے تھے اسیطرح حضرت مسیح موعود قوم قریش سے نہیں بلکہ ابناء فارس سے ہیں۔

(۲۱) جسطرح مسیحؑ کے اہلبیت یعنے والدہ پر اتہام ناگفتنی لگائے گئے تھے۔ اُسیطرح حضرت مسیح موعود کے اہلبیت پر نہایت جگر خراش اتہام لگائے گئے۔

(۲۲) جس طرح مسیح علیہ السلام کی پیدائش ایک ظالم بادشاہ ہیروڈیس کے زمانہ میں ہوئی تھی۔ اسیطرح مسیح موعود کی پیدائش خونخوار زمانہ سکھاں میں ہوئی۔

صرف کلام اللہ و احادیث رسول اللہ و توریت و صحائف انبیاء و اناجیل ہی سے ایک شخص کا دوسرے شخص سے کسی خاص جسمانی یا روحانی مناسبت کیوجہ سے مماثلت ثابت نہیں ہوتی بلکہ کل اہل اسلام میں یہی عقیدہ برابر تیرہ سو برس سے مسلم چلا آتا ہے کیونکہ ہزارہا بلکہ لکھوکھا اولیاء اللہ اہل اسلام میں ہوئے ہیں جنہوں نے اپنی زبان مبارک سے اس امر کی تصدیق کی ہے کہ بعض کو بعض انبیاء سے مماثلت ہوتی ہے اور اُن کے معتقدین نے اُنکے اقوال کو تسلیم کرکے کبھی کوئی اعتراض نہیں کیا۔ ہم کثیر التعداد اولیاء کرام کے اقوال کو لکھنے کی ضرورت نہیں سمجھتے کیونکہ ناحق طوالت ہوتی ہے۔ ہم نمونہ کے طور پر

صرف دو تین بزرگان دین کے اقوال پیش کرتے ہیں۔

(۱) امام ربانی مجدد الف ثانی یعنی شیخ احمد سرہندی اپنے مکتوبات کے جلد اول مکتوب ۲۵۱ میں لکھتے ہیں حضرت صدیق و حضرت فاروق رضی اللہ عنہما در طرف ولایت مناسبت بحضرت ابراہیم و در طرف دعوت کہ مناسب مقام نبوت است مناسبت بحضرت موسے دارند و حضرت ذی النورین در ہر دو طرف مناسبت بحضرت نوح دارند و حضرت امیر در ہر دو طرف مناسبت بحضرت عیسے دارند صلوٰۃ اللہ علی نبینا و علیہم ✦ یعنے حضرت صدیق و حضرت فاروق رضی اللہ تعالے عنہما ولایت کے پہلو سے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مناسبت رکھتے ہیں اور دعوت کے لحاظ سے جو نبوت کا مقام ہے حضرت موسے علیہ السلام سے مناسبت رکھتے ہیں اور حضرت عثمان ذی النورین دونوں پہلوؤں سے حضرت نوح سے اور حضرت علی ہر دو جانب کے لحاظ سے حضرت عیسے علیہ السلام سے مناسبت رکھتے ہیں دیکھو کتاب مکتوبات صفحہ ۲۶۸۔

(۲) حضرت بایزید بسطامی صوفیاء کرام میں ایک بہت بڑے پایہ کے ولی گذرے ہیں اُن کی نسبت تذکرۃ الاولیاء میں یوں لکھا ہے۔ گفتند خدا ے عزوجل را بندہ گانند بدل ابراہیم و موسے و محمد علیہم الصلوٰۃ و السلام۔ گفت آں ہمہ منم۔ یعنے لوگوں نے کہا کہ اللہ عزوجل کے ایسے بندے بھی دنیا میں ہیں جو ابراہیم اور موسے اور محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام کا دل رکھتے ہیں۔ حضرت بایزید نے فرمایا کہ وہ سب میں ہی ہوں یعنے ابراہیم اور موسے اور محمد (صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین) میں ہی ہوں۔ دیکھو تذکرۃ الاولیا صفحہ ۱۵۶۔ مطبوعہ مطبع فخر المطابع۔

(۳) از خواجہ محمد پارسا منقول است کہ میفرمودند مقصود از وجود بہاؤالدین ظہور محمد است۔ یعنے خواجہ محمد پارسا سے نقل بیان کیگئی ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ بہاؤالدین کے وجود سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا ظہور مراد ہے۔ یعنے بہاؤالدین کا آنا گویا محمد صلے اللہ علیہ کا آنا ہے۔ دیکھو مکتوبات امام ربانی جلد اول صفحہ ۸۰۴۔ مکتوب نمبر ۲۹۰۔

(۴) سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ مجدد صدی سیزدہم کی شان میں فرماتے ہیں

اُمتی ناخواندۂ با عالماں	اے عجب در بحث و تکرار آمدہ
یوسف از کنعان بمصر آمد کنوں	عالمے او را خریدار آمدہ
از پئے احیاء موتے عیسے دم	در جہاں اینک پدیدار آمدہ

سوئے یثرب احمدم از ثور غار	از پئے تعلیم انصار آمدہ
یا علی مرتضےٰ با ذوالفقار	از برائے قتل کفار آمدہ
یا کہ حسن المجتبےٰ با حسن و خلق	شمع بزم آرائے ابرار آمدہ
خلق راسوئے شہادت رہنموں	چوں حسین ایں نور ابصار آمدہ
ہمچو زین العابدین آں شاہ دیں	عابداں رامیر و سردار آمدہ
ہمچو باقر بحر زخار علوم	بہر تلمیذ آں نمودار آمدہ
سید احمد امت آں جعفر است	ہر کہ زیں جعفر بانکار آمدہ
کاظم الغیظ است و موسیٰ زماں	ہالک فرعون اشرار آمدہ
ہم تقی و ہم نقی است آں امام	وارث ابرار و اخیار آمدہ

اب دیکھنا چاہئے کہ معتقدان سید احمد بریلوی صاحب سید صاحب موصوف کو محمد رسول اللہ اور یوسف عیسےٰ علی مرتضےٰ۔ امام حسن۔ امام حسین۔ امام زین العابدین۔ امام باقر۔ امام جعفر۔ امام کاظم۔ حضرت موسیٰ کاظم امام نقی۔ امام تقی علیہم السلام مانتے ہیں مگر افسوس کی بات ہے کہ سید صاحب تو سب کچھ بنجائیں اور لوگ تسلیم کرلیں اور حضرت مرزا غلام احمد اگر اپنے آپ کو عیسےٰ کہیں تو کافر۔ اور پھر بریلی کنعان ہو جائے اور ہندوستان مصر بنجائے۔ بریلی غار ثور کہلائے اور دہلی یثرب قرار دیجائے تو جائز۔ قادیان اگر دمشق قرار دیجائے تو کفر۔ بدیں عقل و دانش بباید گریست۔ دیکھو نجم الثاقب۔ جلد ۲۔

(۵) اُسی نجم الثاقب کی جلد ۲ میں حضرت مولانا محمد اسمٰعیل شہید کے قصیدہ سے نقل کرکے لکھتے ہیں

سید احمد با ہمہ اصحاب خود روزی رسید —— با صحابہ گوئی آمد باز ختم المرسلین

اب دیکھئے یہ محمد اسمعیل شہید موحدین فرقہ کے سرتاج مانے جاتے ہیں اور واقعی انکی بزرگی اور علم میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا۔ وہ سید صاحب کو ختم المرسلین کا مرتبہ دیتے ہیں تو کیا مرزا غلام احمد صاحب خاتم الولایت مثیل عیسیٰ نہیں بن سکتے۔ فتدبروا یا اولی الابصار۔

علامہ سید محمد علی مصنف مخزن احمدی بصفحہ ۴۷ بذیل تذکرہ معاملہ شیعگان قصبہ نصیر آباد لکھتے ہیں۔ آں زمین فیض آگین را اگر نمونہ مکہ معظمہ گوئم رواست جہتہ اینکہ سید المجاہدین بتحقیق کہ خلیفہ و وارث سید المرسلین ست از آں زمین برخاستہ و بحکم و کذالک جعلنا لکل نبی عدوًا من المجرمین وکفی بربک ہادیا و نصیرا۔ دیکھو نجم الثاقب جلد ۲ صفحہ ۲۹۔ سید احمد بریلوی کا مولد مکہ معظمہ اور سید صاحب کو نبی قرار دیا جائے تو جائز مگر حضرت مرزا صاحب اگر قادیان کو دمشق اور اپنے آپ کو عیسےٰ کہیں تو کفر

دسواں باب

اس بارہ میں کہ اماکم منکم سے کیا مراد ہے

احادیث متذکرہ بالا میں تین لفظ تھے جو بحث طلب تھے ایک نزول دوسرا ابن مریم اور تیسرا امامکم منکم۔ ان میں سے اول الذکر دو الفاظ کی تحقیقات اور بحث گذشتہ بابوں میں ہو چکی اب تیسرا لفظ اماکم منکم باقی ہے اسکی بحث اس جگہ بیان کیجاتی ہے۔ خوب غور سے دیکھو۔

واضح ہو کہ علماء نے اس لفظ پر بوجہ قلت تدبر بڑا ہی دھوکہ کھایا ہے چونکہ لفظ نزول سے انہوں نے آسمان اور لفظ ابن مریم سے حضرت عیسےٰ علیہ السلام تسلیم کر لیا تھا اسلئے انکو بڑی مصیبت پیش آئی اور اسی لئے اماکم منکم کی دور از قیاس تاویل کر لی۔ اور چونکہ بخاری کی یہ حدیث کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم صحیح اور پکی تھی اسپر تو کوئی حرف نہ لاسکے آخر یہ بات پیدا کر لی کہ چونکہ مسیح کے زمانہ میں مہدی کا ذکر بھی بعض احادیث میں آیا ہے اسلئے اماکم منکم سے مراد مہدی ہے لیکن اُن کو یہ خیال نہ آیا کہ یہاں تو لفظ منکم ہے نہ فیکم۔ اگر فیکم ہوتا تو تو بھی اُنکی بات قابل وثوق ہوتی لیکن یہاں تو لفظ منکم تھا جسکے معنے ہیں تم میں سے۔ اور ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مخاطب صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں اور سب جانتے ہیں کہ صحابہ میں سے تو کسی نے مسیح ہونے کا دعویٰ نہیں کیا اِسلئے منکم کے لفظ سے کوئی ایسا شخص مراد ہے جو خدا تعالےٰ کے علم میں قائمقام صحابہ کے ہے اور وہی ہے جسکی نسبت آیۃ واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم میں اشارہ ہے کیونکہ یہ آیت ظاہر کرتی ہے کہ جسطرح صحابہ نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے تعلیم پائی تھی اسی طرح اس آیت کا مصداق رسول کریم کی روحانیت کا تربیت یافتہ ہے اور آیت مذکورہ کی تشریح خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرما دی ہے کہ وہ شخص جو اسکا مصداق ہوگا وہ وہ ہے جسکی نسبت لوکان الایمان معلقا بالثریا لنالہ رجل من فارس صادق آئیگا حضر

مرزا صاحب ہی ہیں جو فارسی الاصل ہیں۔ پھر کیسے تعجب کی بات ہے کہ اماکم منکم کے یہ معنے کئے جائیں کہ مہدی تم میں موجود ہوگا۔ حالانکہ یہاں کسی مہدی کا ایک ذرہ بھر بھی اشارہ نہیں اور نہ امام بخاری نے مہدی کی نسبت کوئی باب ہی باندھا ہے جس سے یہ خیال پیدا ہوتا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تو صرف ابن مریم کے ذکر کا نزول کیا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خبر دیگئی تھی کہ کسی وقت مسیح کی نسبت فساد برپا ہوگا اسلئے مخبر صادق نے دفع تردد کے لئے فرمادیا کہ ابن مریم کوئی الگ شخص نہیں ہوگا وہ تم ہی میں سے ایک شخص ہوگا جو امام کا کام دیگا واؤ جو یہاں آئی ہے وہ تفسیری ہے یعنے ابن مریم کون ہے تم ہی میں سے ایک امام ہے۔ اس واؤ تفسیری کی مثال خود قرآن کریم سے ظاہر ہے الرا۔ تلك ایات الکتب وقران مبین یعنے کتاب کی یہ آیات ہیں اور وہ کتاب کیا ہے قرآن مبین ہے۔ یہاں واؤ عطف تفسیری ہے۔ اور اگر واؤ حالیہ بھی حدیث مذکور میں قرار دیں تو بھی کچھ ہرج نہیں اُسکے معنے یہ ہونگے کہ جب ابن مریم تم میں نازل ہوگا تو اس حال میں کہ وہی تم میں سے امام ہوگا۔ اسکی تائید صحیح مسلم کی اس حدیث سے ہوتی ہے کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم فامکم رواہ مسلم عن ابی ھریرۃ۔ یعنے اُسوقت تمہارا کیا ہی حال ہوگا جب ابن مریم تم میں نازل ہوگا اور تمہاری ہی امامت کریگا۔ دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۰۲۔
لفظ اماکم منکم نے صاف کھولدیا کہ تم ہی میں سے مسیح ہوگا جو تمہاری امامت کریگا۔ اب برخلاف صحیحین کے جنہوں نے مہدی کا کوئی ذکر صحیحین میں نہیں کیا کیونکر مان لیا جائے کہ اماکم منکم سے مراد مہدی ہے یہ صرف بعض علما کا اپنا ناقص خیال ہے ورنہ نہ علم ادب قرآن اور نہ کسی اور قرینہ کے رُو سے مہدی کا ان احادیث صحیحہ میں کچھ اشارہ پایا جاتا ہے پھر کیوں اصل مقصد سے بات کو پھیر کر دوسری طرف لگادیا گیا۔

یہ صرف ہماری رائے ہی نہیں بلکہ علماء مالکی اسی طرف گئے ہیں کہ عیسی علیہ السلام اسی اُمت میں سے ہوگا نہ کہ وہ جو نبی ناصری تھا (۱) علامہ احمد مقری مغربی مالکی اپنی تفسیر نفح الطیب میں لکھتے ہیں فی قولہ علیہ السلام یوشك ان ینزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم انما کان الامام منا لئلا یتدنس بغبار الشبهة وجه لا نبی بعدی۔

یعنے اس قول میں کہ ابن مریم تم میں ضرور نازل ہوگا جو تم ہی میں سے ایک امام ہوگا یہ سبب ہے کہ مسیح علیہ السلام کا امام ہم میں سے ہونا اسواسطے ضروری ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کہنا کہ میرے

بعد کوئی نبی نہیں آئیگا صادق آیا اور اس باب میں کوئی شک وشبہ نرہا۔ دیکھو نفح الطیب جلد ۲ صفحہ ۱۸۶۔

(۲) نواب قطب الدین صاحب دہلوی شارح مشکوٰۃ شریف اپنی کتاب مظاہر حق جلد ۴ میں زیر فقرہ امامکم منکم بطور فائدہ لکھتے ہیں کہ امامکم سے مراد حضرت عیسےٰ ہیں۔ دیکھو مظاہر حق جلد چہارم صفحہ ۳۸۵۔

(۳) تاریخ ابن خلدون میں لکھا ہے قال ابن ابی واطیل والمتعبۃ تنقول انہ ھوالمسیح مسیح المسائح من ال محمد قلت وعلیہ حمل بعض المتصوفۃ حدیث لا مھدی الا عیسی لا یکون مھدی الا المھدی الذی نسبتہ الی الشریعۃ المحمدیۃ نسبۃ عیسی الشریعۃ الموسویۃ فی الاتباع۔

ابن ابی طیل اور شعبہ نے کہا اسبات پر گفتگو کیگئی ہے کہ مہدی وہی مسیح ہے جو آل محمدیہ سے ہوگا یہی کہنا یہی باعث ہے کہ بعض صوفیا اس حدیث کو لیتے ہیں کہ عیسےٰ کے سوائے کوئی اور مہدی موعود نہیں یعنے وہی مہدی ہوگا جسکو شریعت محمدیہ سے نسبت ہو اور عیسےٰ علیہ السلام نبی ناصری کو نسبت شریعت موسوی سے ہے۔ دیکھو تاریخ ابن خلدون جلد ۱ صفحہ ۲۷۳۔

اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ مسیح اسی اُمت سے ہوگا جسکو محمدی وموسوی شریعت سے بھی تعلق ہو۔ پھر سب سے بڑھ کر یہہ ثبوت ہے کہ حدیث لا مھدی الا عیسےٰ موجود ہے۔ دیکھو سنن ابن ماجہ مطبوعہ مصر صفحہ ۲۵۷ در باب شدۃ الزمان۔

حدثنا یونس ابن الاعلی ثنا محمد بن ادریس الشافعی حدثنی محمد بن خالد الجندی عن ابان بن صالح عن الحسن عن انس بن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یزداد الامر اشدۃ ولا الدنیا الا ادبارا ولا الناس الا شحا ولا تقوم الساعۃ الا علی شرار الناس ولا المھدی الا عیسی بن مریم۔

ترجمہ۔ یونس ابن عبد الاعلی نے حدیث بیان کی کہ اُسکے پاس محمد بن ادریس شافعی نے اُسکے پاس محمد بن خالد جندی نے اُسنے ابان بن صالح سے اُسنے حسن سے اُسنے انس بن مالک سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر کام میں شدت بڑھ جائیگی اور دنیا میں خرابی اور آدمیوں میں بدبختی پھیل جائیگی اور قیامت شریر آدمیوں پر قائم ہوگی اور مہدی سوائے عیسےٰ بن مریم کے کوئی نہیں ٭

جب یہ ثابت ہوگیا کہ مہدی کوئی الگ شخص نہیں صرف وہی مہدی اور وہی عیسےٰ ہے تو پھر کیونکر یہ خیال ہیں آسکتا ہے کہ امامکم منکم میں مہدی مراد ہے بخاری اور مسلم کا اسی پر اتفاق ہے کہ مہدی کوئی الگ شخص نہیں

اور ابن ماجہ نے بھی تصدیق کردی کہ خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا کہ عیسے ہی مہدی ہے اور کوئی مہدی نہیں۔ پس ان احادیث سے ثابت ہوگیا کہ حضرت عیسے ہی اس اُمت کے امام ہونگے اور وہ اِسی اُمّت میں سے ایک شخص ہوگا کسی غیر کے انتظار کی ضرورت نہیں۔

اب ہم بتاتے ہیں کہ امام کے لفظ سے کیا مراد ہے۔ سو واضح ہو کہ امام کے معنے مایقتدا بہ یعنے جس کی اقتدا کیجائے وہی امام ہے۔

جہانتک کتب اسلام میں دیکھا جاتا ہے یہی ثابت ہوتا ہے کہ لفظ امام ہر فن کے ماہر پر اور اُس شخص پر بھی بولا گیا ہے جو ایک جماعت کو نماز پڑھائے۔ اور اُن لوگوں پر بھی جو متکلمین ہوئے ہیں اور جنہوں نے مسائل میں استدلالات سے کام لیا ہے امام کا لفظ آیا ہے جیسے امام غزالی اور امام فخر الدین رازی وغیرہ وغیرہ۔

الغرض جو لوگ انبیا علیہم السّلام سے کسی پہلو میں مشابہت تامہ رکھتے ہیں انکو امام کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے چنانچہ مولوی محمد اسمٰعیل شہید علیہ الرحمۃ اپنی کتاب منصب امامت میں فرماتے ہیں۔ کہ ہر کہ در کمالے از کمالات مذکورہ مشابہت تامہ بانبیاء اللہ داشتہ باشد ہمون است امام۔ آں کمال خواہ درمیان مردم بایں لقب معروف باشد خواہ نہ پس لابد کسے از اکابر امت امام المحبوبین باشد وکسی امام المعظمین فے الملائکۃ المقربین وکسے امام السادات وکسے امام الملہمین وکسے امام المتوکلین وکسی امام الاسخیا وکسی امام المتبوعین وکسے امام الرحماء وکسی امام المبارکین وکسی امام الداعین وکسی امام الفاضلین وکسی امام الحکماء وکسی امام الوعاظ وکسی امام المجادلین وکسی امام المستفسرین وکسے امام الامراء وکسی امام القضاۃ وکسی امام المجیبین الے غیر ذلک۔ ونیز باید دانست کہ بعضے کاملین را در یک کمال مشابہت بانبیاء اللہ حاصل میشود وبعضے را در دو کمال وبعضے را در سہ کمال وہمچنین بعضے را در ہمہ کمالات۔ پس امامت ہم بر مراتب مختلفہ باشد کہ بعضے مراتب امامت اکمل است از بعضے مراتب پس کسیکہ در ہمہ کمالات مذکورہ بانبیاء اللہ مشابہت داشتہ باشد امامت او اکمل باشد از امامت سائر کاملین پس لابد درمیان این امام اکمل و درمیان انبیاء اللہ امتیازے ظاہر نخواہد شد الا بنفس مرتبہ نبوت۔ پس در حق مثل این شخص توان گفت کہ اگر بعد خاتم الانبیاء کسے بمرتبہ نبوت فائز مے شد ہر آئینہ ہمیں اکمل الکاملین فائز مے گردید چنانکہ در حدیث شریف وارد شدہ لوکان بعدی نبیًّا لکان عمر۔ دیکھو منصب امامت صفحہ ۴۲ و ۴۳۔

حضرت اسمٰعیل شہید کی اس تمام عبارت سے ظاہر ہے کہ امام کسی امر میں مشابہت تامہ کی وجہ سے

جو اُنکو انبیاء سے ہوتی ہے اُس لحاظ سے امام کہلاتا ہے اور جسقدر انبیاء کے صفات یعنے کمالات سے زیادہ مشابہت ہوگی اُسیقدر وہ فرد اکمل سمجھا جائیگا اور جس شخص کو کمال درجہ کی مشابہت کسی نبی سے ہو وہ شخص کامل امام سمجھا جاتا ہے صرف اُسمیں اور نبی میں یہی ایک فرق رہجاتا ہے کہ وہ شخص نبی نہیں ہوتا مگر تمام کمالات نبوت سے رنگین ہوتا ہے۔ کیونکہ نبوت خدا تعالےٰ کا خاص فضل ہوتا ہے جو اُسی کو دیتا ہے جسکو وہ نبوت کے قابل سمجھتا ہے یہ عہدہ کسبی نہیں ہوتا بلکہ وہبی ہوتا ہے پس ثابت ہوا کہ مشابہت تامہ ضروری ہے۔ لیکن ہم یہاں امامت کو محدود کر کے صرف باطنی امام پر قلم فرسائی کرتے ہیں تاکہ مضمون دور نہ چلا جائے۔ دنیا میں ایسا کوئی شخص نہیں ہوگا کہ جسکو کچھ نہ کچھ الہام یا رویائے صادقہ نہوتے ہوں۔ اور مومنین کے لئے تو یہ ایک روحانی نعمت ہے اور کفار بھی اس سے باہر نہیں کیونکہ ہر انسان کی فطرت میں خواہ وہ کسی ہی مذہب کا ہو ایک نور ودیعت رکھا گیا ہے جو گاہے گاہے اپنی جھلک دکھلاتا ہے۔ چنانچہ حدیث کل مولود یولد علی فطرۃ الاسلام اسی کیطرف اشارہ کرتی ہے لیکن مومن انسان جس قدر تقوے اور طہارت میں ترقی کرتا ہے اُسیقدر وہ نور بھی وضاحت سے جلوہ گری کرتا ہے غرض جسقدر صفائی باطن ہوتی ہے اُسیقدر رویا و مکاشفات میں صفائی ہوتی ہے اور اکمل انسان کی تو کوئی رویا، یا الہام یا مکاشفہ غلط نہیں جاتا۔ لیکن اگر کوئی نادان اپنے محدود رویا یا الہامات یا مکاشفات کی بناء پر امام ہونے کا دعوےٰ کر دے یا کسی اکمل انسان کی اطاعت سے گردن پھیرے تو اُس کی سراسر حماقت ہوگی۔ کیونکہ یہ جو ایک قسم کی مشابہتہ ناقصہ ہے جسمیں کفار بھی داخل ہیں۔ ایسے ملہمین میں خواہ اُنکو رات دن میں ہزاروں الہامات و رویاء ہوں امام نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ جو شخص امام ہونے کا حق رکھتا ہے یا اُسمیں اور اُسکے غیر میں مابہ الامتیاز یہ ہوتا ہے کہ امام میں استقامت ہوتی ہے اور دوسرے ملہمین میں ایسی استقامت نہیں ہوتی۔ امام کو اپنے الہام میں وثوق ہوتا ہے اور دوسرے لوگوں کو وثوق نہیں ہوتا۔ جیسے امام اپنے الہام کی صداقت میں تحدی کر سکتا ہے دوسرا نہیں کر سکتا۔ امام جس زور شور سے علوم کا افاضہ کر سکتا ہے وہ نہیں کر سکتے۔ امام کے الہامات وسیع دائرہ میں ہوتے ہیں اور ایسے ملہمین کے الہامات ذاتیات تک محدود ہوتے ہیں۔ امام کا ظہور دنیا میں ضرورت حقہ کے وقت ہوتا ہے اور دوسرے ملہمین کے ساتھ ایسا نہیں ہوتا۔ امام میں اخلاقی قوت سب سے بڑھی ہوئی ہوتی ہے اور دوسروں میں یہ صفت بہت کم بلکہ کالمفقود ہوتی ہے۔ امام میں اسوۂ حسنہ یعنے نیکی کا اعلےٰ نمونہ ہوتا ہے جسکو دیکھکر مخلوقات پر روحانی اثر پڑتا ہے لیکن عام ملہمین

ہیں یہ بات نہیں ہوتی۔ امام ابتلاؤں میں خدا تعالیٰ کے ساتھ ثابت قدمی دکھلاتا اور وفاداری میں آگے ہی آگے قدم رکھتا ہے اور کیسی ہی مصیبت پیش آجائے ہرگز سست اور ماندہ اور مایوس نہیں ہوتا بلکہ اپنی عبودیت کا اقبال اور فروتنی کا نقشہ دکھلاتا ہے اور وہ اپنی عاجزانہ دعاؤں کا سلسلہ ایسا باندھ دیتا ہے کہ ملاءِ اعلیٰ میں ایک شور برپا کر دیتا ہے اور ان دعاؤں کے ذریعہ سے وہ بالآخر آنے والی یا آئی ہوئی مصیبت کو صفحۂ دنیا سے مٹا ڈالتا ہے لیکن دیگر ملہمین کو یہ حوصلہ ہی کہاں کہ ایسی وفاداری سے صدق قدم دکھلائیں بلکہ وہ ایسے بودے اور بزدلے ہوتے ہیں کہ ایک ہی ابتلا میں حواس باختہ ہو کر دبک کر بیٹھ جاتے ہیں۔ امام کے الہام دخل شیطان سے محفوظ کئے جاتے ہیں لیکن عام ملہمین کے الہام شیطان سے محفوظ نہیں ہو سکتے۔

ان تمام باتوں کے بعد جب ہم غور کرتے ہیں تو یہ ساری باتیں حضرت مرزا صاحب مسیح موعود میں پائی جاتی ہیں۔ کیا یہ بات کسی پر مخفی ہے کہ جب سے اُنہوں نے دعوےٰ کیا ہے قدم آگے ہی آگے ہے اور جسقدر انکی جان اُن کی عزت اُنکے مال اُنکے اہلبیت پر حملے ہوئے ہیں اسکی نظیر دنیا میں بہت ہی کم نظر آئے گی لیکن ان سب میں اُنہوں نے کیا ہی ثبات قدم دکھلایا ہے پھر کیونکر اُن کو امام وقت نہ ماننا چاہئے۔

بعض نادان یہ بھی کہدیا کرتے ہیں کہ ہم مرزا صاحب کو کیونکر امام تسلیم کرلیں کیونکہ حدیثوں میں آیا ہے الائمة من قریش یعنے امام قریش سے ہونگے اور مرزا صاحب قریش کی نسل سے نہیں پھر وہ کیونکر امام ہو سکتے ہیں۔ اِسکا جواب یہ ہے:-

اسمیں کچھ شک نہیں کہ حدیث الائمة من قریش ضرور آئی ہے لیکن اس سے یہ حصر کر لینا کہ قریش کے سوا کوئی اور امام نہیں ہو سکتا یہ قلت فہم پر دال ہے کیونکہ علاوہ اس کے برخلاف ثابت ہوتا ہے کیا کوئی ثبوت دے سکتا ہے کہ جسقدر امام مانے گئے ہیں وہ سب کے سب قریش ہی تھے۔ ہرگز ہرگز ثابت نہیں کر سکتا مثلاً امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ۔ امام محمدؒ۔ امام ابو یوسف۔ امام مالک۔ امام اوزاعی۔ سفیان ثوری۔ امام محمد غزالی۔ امام بخاری۔ امام مسلم۔ علی ہجویری المعروف بداتا گنج بخش۔ امام ابن حزم۔ امام ابن قیم۔ امام ابن تیمیہ۔ امام جلال الدین سیوطی وغیرہ وغیرہ۔ الغرض جب ثابت ہو گیا کہ یہ لوگ قبیلہ قریش سے نہیں تھے اور پھر وہ امام مانے گئے تو ثابت ہو گیا کہ الائمة من قریش کے معنے جو ان کم فہم علماء نے سمجھے ہیں وہ درست نہیں بلکہ اسکے یہ معنے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک پیشگوئی کے

طور پر بیان فرما دیا کہ قریش سے بھی امام ہونگے نہ یہ کہ قریش کے سوائے کوئی اور امام نہوگا۔ ورنہ انکو احادیث ذیل میں بڑی مصیبت پیش آئیگی۔

(۱) حدثنا هشام بن عمار ثنا عیسی بن یونس ثنا صدقة بن المثنی ابو المثنی النخعی عن جده رباح بن الحرث سمع سعید بن زید بن عمرو بن نفیل یقول کان رسول الله صلی الله علیه وسلم عاشر عشرة فقال ابو بکر فی الجنة وعمر فی الجنة وعثمان فی الجنة وعلی فی الجنة وطلحة فی الجنة والزبیر فی الجنة وسعد فی الجنة وعبد الرحمن فی الجنة فقیل له من التاسع قال انا۔

یعنے ہشام بن عمار نے بیان کیا کہ عیسےٰ بن یونس سے اُنہوں نے سنا اور اُنہوں نے صدقة بن مثنی ابو المثنی نخعی سے سنا اُنہوں نے اپنے دادا رباح بن حرث سے سنا۔ اُنہوں نے سعید بن زید بن عمرو بن نفیل سے کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشرہ مبشرہ میں سے دسویں تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر اور عمر اور عثمان اور علی اور طلحہ اور زبیر اور سعد اور عبد الرحمن جنت میں ہیں اور جب اُنسے پوچھا گیا کہ نواں کون ہے تو کہا کہ وہ میں ہوں۔ دیکھو ابن ماجہ جلد ۱ صفحہ ۲۱ مطبوعہ مصر۔ اب اس حدیث کے رو سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ دس ہی بزرگان مذکور جنت میں ہیں تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ انکے سوا کوئی بھی جنت میں نہیں اور کیا تمام انبیاء اور صلحاء اور شہداء سب کے سب جنت سے باہر ہیں۔ کیونکہ جیسے وہاں تحدید ہے اسی طرح یہاں بھی تحدید ہے کہ فلاں فلاں شخص جنتی ہے۔

(۲) وحدثنی زهیر بن حرب نا اسمعیل بن ابراهیم انا الحجاج بن ابی عثمان ثنی یحیی بن ابی کثیر ان ابا کثیر حدثه عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الخمر من هاتین الشجرتین النخلة والعنبة۔

یعنے زہیر بن حرب نے میرے پاس حدیث بیان کی کہ مجھے اسمعیل بن ابراہیم نے خبر دی اور اُسکو حجاج بن ابو عثمان نے اور اُسکو یحیےٰ بن ابو کثیر نے خبر دی کہ ابو کثیر نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شراب اِن دو درختوں یعنے کھجور اور انگور سے بنتی ہے۔ دیکھو صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۲۵۔ اب اِس حدیث سے بقول اُن علماء کے جو حصر کرتے ہیں یہ ماننا پڑیگا کہ صرف دنیا میں دو ہی درخت ہیں جنکی شراب بنائی جاتی ہے لیکن جن لوگوں کو اقسام شراب کا علم ہے وہ سنکر اس بات پر مضحکہ کرینگے کیونکہ شراب تو سینکڑوں اشیاء سے بنائی جاتی ہے اگر

یہاں حصر نہیں ہو سکتا تو پھر الائمۃ من قریش میں کیوں حصر کیا جاتا ہے۔ فتدبروا یا اولی الابصار

(۳) حدثنی حرملۃ بن یحیی انا ابن وھب قال اخبرنی یونس عن ابن شھاب اخبرنی عروۃ بن الزبیر ان عائشۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخبرتہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی العصر والشمس فی حجرتھا لم یظھر الفیء فی حجرتھا

یعنے حرملہ بن یحیی نے حدیث بیان کی کہ ابن وہب نے خبر دی کہ اُس کے پاس یونس نے ابن شہاب سے روایت بیان کی کہ اُس نے عروہ بن زبیر سے سنا کہ حضرت عائشہ زوجہ مطہرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز پڑھتے تھے اور سورج ان کے حجرے میں ہوتا تھا اور انکے حجرہ میں زردی کی کوئی علامت نہیں ہوتی تھی۔ دیکھو صحیح مسلم جلد اول صفحہ ۱۷۰۔ کیا اس حدیث سے یہ سمجھا جائے کہ سورج حضرت عائشہ ہی کے گھر میں تھا اور کہیں نمودار نہیں تھا۔ جب یہاں یہ معنے نہیں لیتے تو پھر الائمۃ من قریش میں کیوں لیتے ہو۔

ہم بخوف طوالت اسی پر اکتفا کرتے ہیں اور ہماری رائے میں اہل دانش کو صرف اشارہ ہی کافی ہو سکتا ہے لیکن جب ہم ان علماء کی بات پر غور کرتے ہیں تو ہمیں تعجب آتا ہے کہ کیوں اس قدر تنگی کرتے ہیں اور کیوں عقل سے کام نہیں لیتے ان کی ان نامعقول باتوں سے تمام شریعت میں فساد لازم آتا ہے جیسے کہ ہم نے ابھی چند احادیث کو پیش کر کے بطور نمونہ بتایا ہے۔ اگر وہ اسیقدر اکتفا کرتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد مہاجرین میں سے صرف وہی لوگ امام یعنے خلیفہ ہونگے جو قریش سے ہیں تو اسقدر مصیبت واقع ہوتی اور یہ بات کسی قدر قرین قیاس بھی ہو جاتی کیونکہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلافت کے بارہ میں مشکلات پیش آئیں۔ انصار نے امامت کے لئے الگ دعوےٰ کر دیا اور مہاجرین نے الگ آخر مہاجرین میں سے صرف قریش کے لوگ خلیفہ بنائے گئے۔ اگر اس سے بھی بڑھ کر قدم رکھنا چاہیں اور میری باتوں کو جو پہلے اوپر بیان کی ہیں نہ تسلیم کریں تو بھی کچھ خلل واقع نہیں ہوتا کیونکہ ابن ماجہ میں ایک بہت طول طویل حدیث ہے جسمیں دجال کے آنے اور نزول عیسیٰ کا ذکر ہے اور جسکے راوی ابوامامہ باہلی ہیں۔ اُسمیں صاف صاف الفاظ میں لکھا ہے ویضع الحرب اوزارھا وتسلب قریش ملکھا یعنے جنگ بند ہو جائیگی اور قریش سے ملک سلب ہو جائیگا جس سے صاف واضح ہو گیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے زمانہ میں قریش کی امامت نہیں ہو گی۔ دیکھو ابن ماجہ جلد ۲ صفحہ ۲۶۷۔

اس تمام بیان سے حل ہوگیا کہ قریش کے امام ہونیکی کوئی خصوصیت نہیں اور اگر مان بھی لیں تو بھی خود حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوگیا کہ مسیح کے زمانہ میں قریش کا ملک نہیں رہیگا جس سے صریح اشارہ نکلتا ہے کہ مسیح قریش نہیں ہوگا۔ اور ساتھ ہی مہدی کا فیصلہ ہوگیا کیونکہ اگر مہدی قریشی مانا جائے تو اس حدیث ابن ماجہ کے رو سے مہدی امام نہیں ہوسکتا۔ پس وہی بات سچی رہی کہ جو لا مھدی الا عیسی سے ہو رہا ہے۔

ماسوا اس کے ہم یہ بھی دکھاتے ہیں کہ یہ جو پارہ اول کے رکوع ۱۵ میں آیۃ آئی ہے قال انی جاعلک للناس اماما قال ومن ذریتی قال لا ینال عھدی الظلمین یعنے اللہ تعالے نے حضرت ابراہیم سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ میں تجھ کو لوگوں کا امام بنانا چاہتا ہوں جسپر حضرت ابراہیم نے دعا کی کہ اے رب مجھے تو امام بناتا ہے لیکن میری اولاد کو بھی امام بنا۔ اسپر اللہ تعالے نے اُن کی درخواست کو قبول فرماکر ارشاد فرمایا کہ ہاں بناؤنگا مگر تیری اولاد میں سے جو ظالم یعنے مشرک ہونگے انکیلئے یہ وعدہ نہیں اس آیت سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالے نے حضرت ابراہیم سے وعدہ کرلیا کہ امام تیری اولاد سے بناؤنگا اور احادیث و تواریخ اس امر کی شاہد ہیں کہ حضرت ابراہیم کی اولاد اس قدر ہوئی کہ تمام مشارق و مغارب میں پھیلگئی اور اب اُنکا شمار اور پہچان ناممکن ہوگیا ہے۔ چنانچہ حضرت مرزا صاحب مسیح موعود بھی حضرت ابراہیم کی اولاد سے ہیں جسکی تصدیق احادیث ذیل سے ہوتی ہے جو اگلی فصل میں ہیں۔

فصل اوّل

اس باب میں کہ حضرت مرزا صاحب حضرت اسحاق کی اولاد سے ہیں

(۱) اھل فارس ھم ولد اسحاق رواہ الحاکم فی تاریخہ عن ابن عمر یعنے حاکم اپنی تاریخ میں حضرت ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ اہل فارس حضرت اسحاق علیہ الصلوۃ والسلام کی اولاد ہیں۔ دیکھو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲۱۵

(۲) فارس عصبتنا اھل البیت لان اسمعیل عم ولد اسحاق واسحاق عم ولد اسمعیل رواہ الحاکم فی تاریخہ عن ابن عباس۔ حاکم اپنی تاریخ میں حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اہلبیت فارس ہمارے عصبہ ہیں کیونکہ حضرت اسمٰعیل (علیہ السلام) اولاد اسحاق (علیہ السلام) کے چچا ہیں اور اسحاق اولاد اسمٰعیل کے چچا ہیں۔ دیکھو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲۶۴

ان ہر دو حدیث سے صاف واضح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل فارس حضرت اسحاق کی اولاد ہیں لیکن انکے سوا ہم ایک اور حدیث بھی لکھتے ہیں جس سے فارس اور عرب کا باہم رشتہ برادری ثابت ہوتا ہے چنانچہ وہ حدیث حسب ذیل ہے:۔

(۳) ولد نوح ثلاثۃ سام وحام ویافث فولد سام العرب وفارس والروم والخیر فیھم وولد یافث یاجوج ماجوج والترک والصقالبۃ ولاخیر فیھم وولد حام بربر والقبط والسودان رواہ ابن عساکر عن ابی ھریرۃ۔

یعنے نوح (علیہ السلام) کے تین بیٹے تھے سام۔ حام۔ اور یافث۔ سام کی اولاد عرب۔ فارس۔ اور روم ہیں اور انہی میں خیر و برکت ہے اور یافث کی اولاد یاجوج ماجوج اور ترک اور صقالی لوگ ہیں اور ان میں چنداں بھلائی نہیں ہے۔ اور حام کی اولاد بربری۔ قبطی اور سوڈانی ہیں۔ اس حدیث کو ابن عساکر نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے۔

اس حدیث سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اہل عرب اور اہل فارس میں باہم تعلق خویشی ہے پس کوئی تعجب نہیں کہ اہل فارس حضرت ابراہیم کی اولاد ہیں۔

اور غالباً یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی سے خاص محبت کا اظہار کیا ہے اور بار بار فرمایا ہے کہ سلمان فارسی میرے اہل بیت سے ہیں۔ چنانچہ وہ احادیث جنمیں حضرت سلمان کا اہلبیت ہونا ثابت ہوتا ہے وہ حسب ذیل ہیں:۔

(۱) سلمان منا اھل البیت رواہ الطبرانی والحاکم عن عمرو بن عوف۔ حاکم اور طبرانی نے عمرو بن عوف سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سلمان ہمارا ہی اہلبیت ہے۔ دیکھو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۷۳۔

(۲) وقال المھاجرون سلمان منا وقال الانصار سلمان منا۔ یعنے مہاجر کہتے ہیں کہ سلمان ہم میں سے ہے اور انصار کہتے ہیں کہ سلمان ہم میں سے ہے دیکھو فصل الخطاب مصنفہ خواجہ محمد پارسا صفحہ ۳۴۹۔

(۳) پھر فصل الخطاب کے صفحہ ۴۳۸ میں لکھا ہے:۔

فھذہ شھادۃ من النبی صلی اللہ علیہ وسلم سلمان الفارسی رضی اللہ تعالی بالطھارۃ والحفظ الالٰھی والعصمۃ حیث قال فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سلمان منا اھل البیت وشھد اللہ تعالی لھم بالتطھیر وذھاب الرجس عنھم

یعنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سلمان فارسی کے لئے طہارت اور حفظ الٰہی اور عصمت کی شہادت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سلمان ہم میں سے ایک اہلبیت ہے اور اللہ تعالےٰ نے اہلبیت کے حق میں فرمایا ہے کہ انکو ہر قسم کی ناپاکی اور گندگی سے پاک کر دیا گیا ہے

ان تمام روایات سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت سلمان فارسی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص اظہار محبت کیا ہے اور اُنکو اپنے اہلبیت میں سے ایک ممبر قرار دیا ہے۔ اور اسکا سبب وہی معلوم ہوتا ہے جو اوپر بیان ہو چکا ہے کہ اہل فارس حضرت اسحاق کی اولاد ہیں اور حضرت اسحاق اور حضرت اسمٰعیل باہم حقیقی بھائی تھے اسلئے قریبی رشتہ دار ہوئے۔ اور اس بزرگی اور عظمت شان کی وجہ سے ہزارہا امام اور قطب اہل فارس سے ہوئے ہیں۔ چنانچہ محدثین میں محمد اسمٰعیل بخاری۔ امام مسلم۔ امام ابوداؤد۔ امام ترمذی۔ امام ابن ماجہ۔ امام حاکم۔ فقہاء میں امام الاعظم حضرت ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ۔ صوفیا میں خواجہ حافظ شیرازی شیخ مصلح الدین سعدی رحمتہ اللہ وغیرہ وغیرہ الغرض بڑے بڑے صاحب کمال اس خطۂ فارس میں ہوئے ہیں۔ اسکی تصدیق فصل الخطاب کے صفحہ ۴۳۶ سے یوں ہوتی ہے۔ وقال بعض کبراء العارفین رحمھم اللہ فی معرفۃ سر سلمان الذی الحقہ باھل البیت رضی اللہ عنہ والاقطاب الذین ورثہ منھم ومعرفۃ اسرارھم من ھنا ابوعبداللہ سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ وکان اصلہ من فارس۔

یعنے بعض بڑے بڑے عارفوں نے سلمان کے اس سر کی بنسبت کہ وہ اہلبیت میں ملحق کئے گئے جن سے بہت سے قطب ہوئے ہیں سو اُن اسرار کی اصلیت ابوعبداللہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ہی ہیں کیونکہ وہ فارسی الاصل تھے۔ اور فارسی الاصل ہونا کوئی معمولی بات نہیں ہے یہ وہ بزرگ قوم ہے جس کی تعریف خود اللہ تعالےٰ نے اپنے کلام پاک میں فرمائی ہے چنانچہ جب آیات ویستبدل قوما غیرکم اور وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ نازل ہوئیں تو اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے پوچھا کہ وہ کون لوگ ہیں جنکی اس قدر فضیلت اور بزرگی اللہ تعالے نے اپنی کلام پاک میں فرمائی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ وہ لوگ ان کی قوم میں سے ہونگے چنانچہ اسکی تصدیق صحیح بخاری و مسلم کی روایت ذیل سے ہوتی ہے۔

(۱) عن ابی ھریرۃ قال کنا جلوسا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذ نزلت سورۃ الجمعۃ فلما نزلت واخرین منھم لما یلحقوا بھم قالوا من ھؤلاء یا رسول اللہ قال وفینا سلمان الفارسی قال فوضع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یدہ علی سلمان ثم قال لو کان الایمان عند الثریا لنالہ رجال من ھؤلاء متفق علیہ۔

ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ سورۃ جمعہ نازل ہوئی اور جب آیۃ و آخرین منھم لما یلحقوا بھم اُتری تو اصحاب نے سوال کیا کہ یا رسول صلے اللہ علیہ وسلم وہ لوگ کون ہیں جنکا ذکر اس آیت میں ہے اسوقت سلمان فارسی ہمارے درمیان ہی تھے صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھکر فرمایا کہ اگر ایمان ثریا پر بھی چلا گیا ہوگا تو ان لوگوں میں سے بعض ہونگے جو اوسکو واپس لائینگے اس حدیث پر بخاری اور مسلم کا اتفاق ہے دیکھو مشکواۃ جلد دویم صفحہ ۴۸۲

(۲) عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تلا ھذہ الایۃ وان تتولوا یستبدل قوما غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم قالوا یا رسول اللہ من ھؤلاء الذین ذکر اللہ ان تولینا استبدلوا بنا ثم لا یکونوا امثالنا فضرب علے فخذ سلمان الفارسی ثم قال ھذا وقومہ لو کان الدین عند الثریا لتناولہ رجال من الفرس رواہ الترمذی دیکھو مشکوہ جلد ۲ صفحہ ۴۸۶

ابوہریرہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو پڑھا و ان تتولوا یستبدل قوما غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم تو اصحاب نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وہ کون لوگ ہیں جنکا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس عظمت کے ساتھ کیا ہے تو اسوقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سلمان فارسی کی ران پر ہاتھ رکھا اور کہا یہ اور اوسکی قوم اور اگر دین ثریا میں ہوگا تو اہل فارس اوسکو لائینگے اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے

(۳) فقال قوم ھم العجم وھو قول ابن عمر وسعید بن جبیر وروایۃ لیث عن مجاھد والدلیل علیہ ما اخبرنا ابو جعفر محمد بن عبد اللہ بن محمد المعلم الطوسی بھا ثنا ابو الحسن محمد

یعنی ایک قوم نے کہا کہ وہ لوگ عجمی ہیں اور یہ قول ابن عمر اور سعید بن جبیر اور لیث کی روایت بزبانی مجاہد ہے اور اس پر یہ حدیث دلیل ہے جو ابو جعفر محمد بن عبد اللہ بن محمد المعلم طوسی نے ہمارے

بن یعقوب انا ابو النضر محمد بن محمد یوسف
ثنا ابو الحسین بن سفین و علی بن طیفور و ابو
العباس الثقفی قالوا ثنا قتیبة ثنا عبد العزیز
عن ثور عن ابی الغیث عن ابی هریرة قال کنا
جلوسا عند النبی صلے الله علیه وسلم اذ نزلت
علیه سورة الجمعة فلما قرء وآخرین منهم
لما یلحقوا بهم قال رجل من هؤلاء یا رسول
الله فلم یراجعه النبی صلے الله علیه وسلم حتی
سأله مرتین او ثلثا قال وفینا سلمان الفارسی
قال فوضع النبی صلے الله علیه وسلم یده علے
سلمان ثم قال لو کان الایمان عند الثریا لناله
رجال من هؤلاء

پاس بیان کی ہے غرض مطلب وہی ہے جو
اوپر بیان ہوچکا ہے دیکھو تفسیر معالم التنزیل صفحہ
۹۰ زیر آیہ وآخرین منهم

(۴) لو کان الایمان عند الثریا لتناوله رجال
من فارس رواه البیهقی عن ابی هریرة

یعنی بیہقی نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے
کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ایمان
ثریا پر ہوگا تو فارسی لوگ اوسکو پا لینگے دیکھو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۷۳

(۵) لو کان العلم معلقا بالثریا لتناوله قوم من ابناء
فارس رواه ابو نعیم فی الحلیه عن ابی هریرة و
الشیرازی فی الالقاب عن قیس بن سعد

ابو نعیم اپنی کتاب حلیہ میں حضرت ابو ہریرہ سے
اور شیرازی اپنی کتاب القاب میں قیس بن سعد
سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر علم ثریا پر معلق ہوگا تو اہل فارس کی ایک قوم ہوگی جو اوسکو اتار کر لائیگی دیکھو
کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۷۳۔

ان تمام احادیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالی نے قرآن شریف مین ایک ایسی قوم کی خبر دی ہے کہ جنکا
پایہ اصحاب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے برابر ہے اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے تشریح کرکے
صاف صاف بتلا دیا ہے کہ وہ اہل فارس ہین اور ان احادیث سے یہ بھی نکلتا ہے کہ گویا رسول
کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشارہ کردیا ہے کہ ایک زمانہ آئیگا کہ ایمان روئے زمین پر سے مفقود ہوجائیگا

لیکن ساتھ ہی تسلی بھی کردی ہے کہ خواہ دین و ایمان زمین سے مفقود ہوکر ثریا پر جو بہت ہی اونچے ستارے ہیں چلا جائیگا۔ یعنی بظاہر دین کی حالت اتنی دشوار گذار اور مشکل ہوجائیگی کہ ظاہر بین انسان اوسکی بحالی کو ناممکن سمجھ لیگا۔ مگر اہل فارس سے ایسے لوگ پیدا ہونگے جو ان تمام مشکلات کا سامنا کرکے گئے گذرے ایمان کو از سر نو تازہ کردیں گے اور یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ علم قرآن بھی اہل فارس کو دیا جائیگا جب کہ اہل اسلام میں آخری زمانہ میں علم قرآن معدوم ہوگا اور نیز یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ اہل فارس ہی ہونگے جنکو یہ مرتبہ عطا ہوگا۔ اور اہل عرب اسکے مستحق نہیں ہونگے۔ جس سے اُن لوگوں کا خیال غلط ہوا جو یہ یقین رکھتے ہیں کہ ہر زمانہ میں امام قریش سے ہی ہونگے یہاں پر یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ اکثر بزرگاں نے قرار دیا ہے کہ اس حدیث کے مصداق حضرت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یا امام بخاری وغیرہ رحمہم اللہ ہیں لیکن میرے خیال میں اونکو مصداق ٹھہرانا اصل منشاء احادیث سے دور نکل جاتا ہے کیونکہ احادیث تو ظاہر کرتی ہیں کہ جب ایمان روئے زمین پر عنقا ہو جائیگا اوس وقت ایسا شخص یا اشخاص پیدا ہونگے جو اوسکو واپس لاکر از سر نو تازہ کردینگے اور کون نہیں جانتا کہ جس زمانہ میں امام ابو حنیفہ یا امام بخاری وغیرہ ہوئے ہیں تو اوسوقت ایمان زوروں پر تھا اور کسی قسم کا ایمانی ضعف اہل اسلام میں جاگزیں نہیں ہوا تھا تو پھر کیونکر وہ اسکے مصداق ہوسکتے ہیں اسمیں کچھ شک نہیں کہ یہ سب بزرگ دین کے روشن چراغ تھے اور اُن سے ایک بڑی مخلوقات نے استفادہ حاصل کیا ہے لیکن اوس زمانہ میں کوئی ایمانی کمزوری کا نشان صفحہ دنیا پر نہیں تھا اسلیئے وہ بزرگ کسی صورت میں اُن احادیث کے مصداق نہیں ہو سکتے۔

(۶) لو کان الایمان معلقاً بالثریا لاتنالہ العرب لنالہ رجال من فارس رواہ الطبرانی عن قیس بن سعد وابن مسعود وابن ابی شیبہ عن ابی ھریرۃ۔

طبرانی نے قیس بن سعد اور ابن مسعود سے اور ابن ابی شیبہ اور ابو نعیم نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ اگر ایمان ثریا پر معلق ہو تو عرب بھی اوسکو حاصل نہیں کرینگے بلکہ اہل فارس ہی ہونگے جو اوسکو پالینگے دیکھو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲۱۵۔

(۷) اعظم الناس نصیبا فی الاسلام اھل فارس رواہ الحاکم فی تاریخہ والدیلمی عن ابی ھریرۃ

یعنی حاکم اپنی تاریخ میں اور دیلمی ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ اسلام میں سب سے بڑے نصیبے والے اہل فارس ہیں دیکھو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲۱۵

برخلاف اسکے آجکل ایمانی کمزوری کا اتنا زور و شور ہے کہ جسکی نظیر ازمنہ گذشتہ مین پایۂ ثبوت کو نہین پہونچی جسکی تفصیل ہم الگ اور ایک فصل مین دکھلا وینگے لہذا اسوقت کا امام ان احادیث کا مصداق ہو سکتا ہے کیونکہ ایمانی کمزوری اپنے انتہا کو پہونچ چکی ہے اور قرآنی علم آسمان پر چلا گیا ہے جسکی بحالی کے لئے صرف ایک ہی بزرگ ہین جو شب و روز جان توڑ کوشش کر رہے ہین اور وہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب ہین جو اہل فارس بھی ہین جسکی تصدیق الہام الٰہی نے بخوبی کردی ہے پس من کل الوجوہ وہی اسکے مصداق ہین اور پھر ان کے بعد اونکی اولاد ان احادیث کی مصداق ہوگی جسکی خبر اللہ تعالےٰ نے بذریعہ الہام کردی ہے جب ثابت ہوگیا کہ یہی امام ہین جو دین و ایمان کی کمزوری کے دور کرنے اور اونکو اپنی اصلی حالت پر لانے کے لئے ازل سے ہی متعین ہو چکے اور یہی وہ بزرگ ہین جنہون نے دین اسلام کو روئے زمین پر تازہ کر کے دکھلا دیا ہے تو پھر اونکی رفاقت کو ترک کرنا اور اونکی صحبت سے دور رہنا عقلمندی کے خلاف ہے کیونکہ جب وہ خداوند کیطرف سے مامور ہوئے ہین اور اونکے آنیکی خبر تمام انبیاء بھی دیتے چلے آئے ہین تو اونکو قبول نکرنا کوئی آسان بات نہین بلکہ اونکی بیعت اور صحبت سے کنارہ کشی کرنے پر احادیث نبویہ مین وعید شدید آیا ہے اور وہ احادیث وہ ہین جن پر تمام فرقہ ہائے اسلامی کا اتفاق ہے چنانچہ وہ احادیث حسب ذیل ہین

(۱) من لم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ الجاہلیۃ

(۲) من مات بغیر امام مات میتۃ الجاہلیۃ ومن نزع یدا من طاعۃ جاء یوم القیامۃ لا حجۃ لہ رواہ ابو داؤد الطیالسی فی مسندہ وابو نعیم فی حلیۃ عن ابن عمر

ابو داؤد طیالسی اپنی مسند مین اور ابو نعیم اپنی کتاب حلیہ مین حضرت ابن عمر سے روایت کرتے ہین کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بغیر امام کے مر گیا تو وہ جاہلیت کی موت مرا اور جس شخص نے اطاعت امام سے ہاتھ اوٹھا رکھا تو قیامت مین ایسی حالت مین آوے گا کہ اوسکے پاس بریت کی کوئی حجت نہین ہوگی دیکھو کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۲۰۰۔

(۳) عن احمد بن ادریس عن محمد بن عبد الجبار عن صفوان عن الفضیل عن

احمد بن ادریس سے روایت ہے کہ اوسنے محمد بن عبد الجبار سے اوس نے صفوان

الحرث بن المغيرة قال قلت لابي عبد الله قال رسول الله من مات لا يعرف امامه مات ميتة جاهلية

سے اوسنے فضیل سے اور فضیل نے حرث بین مغیرہ سے سنا کہ مینے ابی عبد اللہ سے کہا کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص امام کے پہچاننے کے بغیر مرگیا وہ جاہلیت کی موت مرا دیکھو کلینی صفحہ ۱۹۰-

(۴) عن الحسين بن محمد عن معلے بن محمد عن الحسن بن علے الوشا عن احمد بن عائذ عن ابن اذينة عن الفضيل بن يسار قال ابتدانا ابو عبد الله يوما وقال قال رسول الله من مات وليس له امام فميتة ميتة جاهلية رواه الكليني

یعنی فضیل بن یسار سے روایت ہے کہ ایک روز ابو عبد اللہ نے ہمسے ذکر کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کا کوئی امام نہ ہو اور وہ مرجائے تو اسکی موت جاہلیت کی موت ہے - دیکھو کلینی صفحہ ۱۹۰-

(۵) عن محمد بن مسلم قال سمعت ابا جعفر يقول وكذلك والله يا محمد من اصبح من هذه الامة لا امام له من الله تعالے ظاهر عادل اصبح ضالا تائها وان مات على هذه الحالة مات ميتة كفر و نفاق-

محمد بن مسلم سے روایت ہے کہ مینے ابو جعفر کو کہتے ہوئے سنا کہ اے محمد قسم بخدا کہ جو امت میں سے جسنے صبح کی اور اللہ تعالٰے کیطرف سے اوسکے لئے ظاہر امام عادل نہ ہو تو اوسنے وہ صبح گمراہی میں بسر کی اور اگر اسی حالت میں مرگیا تو کفر اور نفاق کی موت مرا - دیکھو کلینی صفحہ ۹۶ -

ان تمام احادیث سے جو اہل سنت والجماعت اور اہل تشیعہ کی کتابوں سے بالاتفاق ثابت ہے کہ بغیر امام کے اونکی کوئی عبادت کام نہیں آسکتی اور جب تک وہ امام کو اپنی آنکھوں سے پہچان نہ لیں تب تک وہ مومن ہی نہیں رہ سکتا بلکہ اوسکی موت کفر اور نفاق کی موت ہوتی ہے لہذا اشد ضرورت ہے کہ امام وقت کی بیعت کیجائے - ہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ امام کی ایسی بات نہ مان لیجائے جو خلاف قال اللہ و قال الرسول ہو یا وہ کسی معصیت کیطرف حکم کرے تو پہر اوسکی اطاعت بفحوائے حدیث طاعة الامام حق على المرء المسلم ما لم يامر بمعصية الله فاذا امر بمعصية الله فلا سمع له ولا طاعة رواه ابو عبد الله حسين بن حسن الحليمي الشافعي في شعب الايمان

یعنی امام کی طاعت ہر مسلمان آدمی پر لازمی ہے جب تک اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کا حکم نکرے اور جب خدا تعالیٰ کی نافرمانی کا حکم کرے تو پھر اوسکی کوئی بات قابل پذیرائی نہیں اور نہ اوسکی اطاعت کی ضرورت ہے اور نہ وہ ہرگز واجب التسلیم ہے پس کوئی مسلمان بھی خواہ وہ کتنا ہی صاحب تقویٰ ہو اور وہ کتنا ہی بڑا عالم و فاضل یا پیرزادہ یا گدی نشین ہو اوسکو زمانہ کے امام کی اطاعت فرض ہے ورنہ اوسکا خاتمہ بالخیر نہیں۔

اور ان احادیث سے اہل تشیعہ کو عبرت پکڑنی چاہئے کہ اُنہی کی مسلمہ کتاب ہیں حدیث ہے جسمیں لکھا ہے کہ امام ظاہر طور سے دنیا مین موجود ہو اور لوگ اوسکو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہوں اور ہو بھی وہ عادل کسی خاص فریق کی طرفداری نکرنے والا ہو بلکہ خدا و رسول کے فرمودہ کے مطابق حکم کرتا ہو نہ یہ کہ وہ کسی غار مین چھپا ہوا ہو اور لوگون کی نظروں سے غائب ہو اور عدل کی صورت بھی اس سے وقوع میں نہ آتی ہو خواہ مخلوقات خدا ظلم اور تعدی سے تباہ و برباد ہو اور دین اسلام صفحہ دنیا پر قریب مٹنے کے ہو۔ اے شیعان نفس امارہ غور کرو اور خدا کیلیئے غور کرو اپنے من گھڑت توہمات کو چند منٹ کے لیئے الوداع کہو اور نظر انصاف سے ملاحظہ کرو کہ حدیث کے الفاظ کیلے کہتے ہیں کیا ان سے نکلتا ہے کہ امام دنیا میں ایسا ہوگا کہ لوگ تو اوسکے لیئے ترستے ہون بلکہ انتظار کرتے کرتے مرتے جاتے ہوں مگر وہ غار کے اندر ایسے سرمست ہوئے پڑے ہین کہ دنیا تباہ ہوئے جاتی اور دین اسلام کی کشتی ڈوبنے کو ہو مگر واہ رے بے پرواہی کہ وہ کیسے امام ہین کہ انکے کانون پر جون بھی نہیں رینگتی اب ایک طرف تو اسلام کی یہ حالت دوسرے طرف امام معدوم مخلصی اور نجات کی کیا سبیل ہو سکتی ہے تم کس طرح مومنوں کی موت حاصل کر سکتے ہو تمہاری کتاب تو تمکو کفر و نفاق کی موت بتلاتی ہے +

پس جو امام وقت سے محروم ہیں وہ اپنے آپ کو سخت بدقسمت خیال کریں حالانکہ امام وقت نے اسقدر سہولیت دیدی ہے کہ کوئی حجت بھی باقی نہیں رکھی اونہوں نے فرمادیا ہے کہ جو لوگ استطاعت سفر نہیں رکھتے وہ بذریعہ تحریر بیعت کر سکتے ہیں۔ غرض تو امام کی پہچاننے سے ہے خواہ آدمی پہونچ سکے یا نہ لیکن امام کا دنیا مین ظاہر ہونا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا ضروری ہے اور لوگوں کو انکی اطاعت لازمی اور فرض ہے +

فصل دوم

اس باب میں کہ بیعت ہر زمانہ میں ضروری ہے

بعض نادان یہ بھی مان لیتے ہیں - کہ ہاں جناب مرزا صاحب راستباز اور نیک آدمی ہیں - اور ہم اون کو سچا اور راستباز بھی مانتے ہیں مگر اونکی بیعت ضروری نہیں بیعت تو قرآن سے ہو چکی ہے اِن نادانوں کو یہ معلوم نہیں کہ اگر قرآن شریف یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بیعت قیامت تک قائم تھی تو پھر اللہ تعالےٰ کو اپنی کلام پاک میں اور حضرت ابراہیم کا اپنی اولاد کے لیئے ہمیشہ تک امام ہونیکی دعا کرنا اور خدا تعالیٰ کا اونکی دعا کو قبول کرنا اور پھر رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا اماموں کی خبر دینا اور اونکی اطاعت کی تاکید کرنا کیا معنے رکھتا ہے کیا یہ سب لغو اور بیہودہ باتیں ہیں جنکی تعمیل واجب التسلیم نہیں اور جب اونکو ثبوت دیا جاتا ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ والہ وسلم و خلفاء اربعہ نے بیعت لی تو کہہ دیتے ہیں کہ وہ بیعت خلافت یعنی ملکی تھی نہ کہ روحانی لہذا ہم اونکی اس نادانی اور جہالت کے دور کرنے کے لئے کثیر التعداد احادیث پیش کرتے ہیں کہ بیعت نہ صرف ملکی معاملات کے لیئے ہوا کرتی ہے - بلکہ ہر نیک کام کے کرنے اور بُرے کام سے بچنے کے لیئے بھی ہوتی ہے چنانچہ وہ احادیث حسب ذیل ہیں -

(۱) ابایعکم علی ان لاتشرکوا باللہ شیئاً ولا تسرقوا ولا تزنوا ولا تقتلوا اولادکم ولا تاتوا ببہتان تفترونہ بین ایدیکم وارجلکم ولا تعصونی فی معروف فمن وفی منکم فاجرہ علی اللہ ومن اصاب من ذلک شیئاً فاخذ بہ فی الدنیا فھو کفارۃ لہ وطہور ومن سترہ اللہ فذلک الی اللہ عزوجل ان شاء عذبہ ان شاء غفر لہ رواہ احمد والبیہقی والنسائی عن عبادۃ بن الصامت

تم اسبات پر بیعت کرو کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہرائینگے اور نہ چوری کرینگے اور نہ اپنی اولاد کو قتل کرینگے اور نہ ہم کسی پر ایسا بہتان لگائینگے جو ہمارے ہاتھوں یا پاؤں کا کرتوت ہو اور تم معروف بات میں کبھی بھی نافرمانی نہ کریو جس شخص نے اس عہد کو پورا کیا وہ خدا کے ہاں سے اجر پائے گا اور اگر کسی امر میں تم سے چوک ہوگئی اور اوسکی وجہ سے تم دنیا میں ماخوذ ہوگئے

تو وہ تمہارے لیئے کفارہ ہوجائیگا اور تم پاک و صاف ہوجاؤگے اور جس خطا پر اللہ تعالیٰ نے پردہ پوشی کردی تو پھر اوسی کی مرضی پر ہے چاہے تو عذاب دے اور چاہے تو معاف کردے اس حدیث کو احمد حنبل اور بیہقی اور نسائی نے عبادہ بن صامت سے روایت کیا ہے دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۶۔

اس حدیث سے صاف واضح ہے کہ شرک اور چوری اور زنا اور قتل اولاد اور بہتان اور رسول کی نافرمانی کی نسبت بیعت کی گئی ہے اور عہد کیا گیا ہے کہ ان میں سے کسی ایک کے بھی مرتکب نہیں ہونگے اسمیں کوئی ملکی اور سلطنت کے امور نہیں جسکی بیعت کی گئی ہو۔

(۲) الا تبایعون علی ان تعبدوا اللہ ولا تشرکوا به شیئاً وان تقیموا الصلوٰة الخمس وتؤتوا الزکوٰة وتسمعوا وتطیعوا ولا تسالوا الناس شیئاً رواہ مسلم والنسائی عن عوف بن مالک

یعنی مسلم اور نسائی عوف بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تم اس بات پر بیعت نہیں کرتے کہ ہم اللہ کی خالص عبادت کیا کریں گے اور اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کرینگے اور پانچ وقت کی نماز پڑھا کرینگے اور زکوٰة دیا کرینگے اور رسول کی بات کو قبول کرینگے اور خلاف ورزی نہیں کرینگے اور لوگوں سے سوال نہیں کیا کریں دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۶۔

(۳) من بایعنی علی هؤلاء الآیات قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم حتی ختم الآیات الثلاثة فمن وفی بهن فاجره علی اللہ ومن انتقص شیئاً ادرکه اللہ بها فی الدنیا کانت عقوبته ومن اخره الی الآخرة کان اجره الی اللہ ان شاء عذبه وان شاء غفرله رواہ الحاکم فی المستدرک عن عبادة بن الصامت

یعنی حاکم اپنی کتاب مستدرک میں عبادہ بن صامت سے روایت کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ان آیات پر میرے ساتھ بیعت کی۔ یعنے قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم تا ختم ہونے تین آیات کے اور اُن پر کاربند ہوا تو اسکا اجر اللہ پر ہے اور جس نے کچھ بھی فروگذاشت کی تو اللہ تعالے نے اسے دنیا میں اوسکو کچھ نہ کچھ عذاب دیتا ہے اور جسکو اللہ تعالے نے آخرت کیلیئے ڈھیل دیدی تو پھر اللہ تعالی کی مرضی ہے چاہے تو عذاب کرے اور چاہے اسکو معاف کردی۔ دیکھو کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۲۶

(۴) عن جریر قال بایعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی الصلوٰۃ والنصح لکل مسلم رواہ ابن جریر

ابن جریر۔ جریر سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر نماز کے ادا کرنے اور ہر مسلمان کو نصیحت کرنے کے لئے بیعت کی۔

(۵) عن سہل بن سعد قال بایعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم انا وابو ذر وعبادۃ ابن الصامت وابو سعید الخدری ومحمد بن مسلمۃ وسادس علی ان لاتاخذنا فی اللہ لومۃ لائم واما السادس فاستقالہ فاقالہ رواہ الشاشی وابن عساکر

یعنی شاشی اور ابن عساکر سہل بن سعد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اور ابو ذر اور عبادہ بن صامت اور ابو سعید خدری اور محمد بن مسلمہ اور چھٹے شخص نے اس بات پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی کہ ہم اللہ کے رستہ میں کسی ملامت کرنیوالے سے رنج نہیں ہونگے۔ ایک نے بیعت سے انکار کیا۔ تو اسکو بیعت سے نکالدیا گیا دیکھو کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۸۲۔

ان احادیث سے واضح ہے کہ لوگوں نے نماز اور زکوٰۃ اور لوگوں کو نیک نصایح کرنے اور کسی ملامت سے نہ ڈرنے قتل اور زنا اور شرک وغیرہ سے بچنے کی بیعت کی اب جو لوگ جو کہتے ہیں کہ صرف جہاد کے لئے بیعت کیجاتی تھی ان احادیث کو پڑھکر شرمندہ ہوں گے کہ ہم کیسی غلطی میں ہیں اور اگر کوئی یہ کہے کہ وہ تو رسول اللہ تھے اسواسطے سب کو بیعت کرنی ضروری تھی رسول کے سوا کسی اور کی بیعت ضروری نہیں تو ہم دکھلاتے ہیں کہ صرف رسول ہی کی بیعت نہیں کیگئی بلکہ اصحاب رسول اللہ کی بھی بیعت کیگئی چنانچہ ذیل کے آثار سے اسکی تصدیق ہوتی ہے۔

(۱) عن عمر بن عطیۃ اللیثی قال اتیت عمر بن الخطاب فقلت یا امیر المومنین ارفع یدک ابایعک علی سنۃ اللہ وسنۃ رسولہ فرفع یدہ فضحک فقال ہی لنا علیکم ولکم علینا رواہ ابن سعد

یعنی ابن سعد نے عمر بن عطیہ لیثی سے روایت کی ہے کہ اوسنے کہا میں عمر بن خطاب کے پاس آیا اور کہا اے امیر المومنین اپنا ہاتھ اوٹھا تاکہ میں اللہ اور اوسکے رسول کی سنت پر بیعت کروں پس اونہوں نے اپنے ہاتھ اوٹھائے اور ہنسے اور کہا یہی باتیں ہیں جو تمہارے پر بھی لازمی ہیں اور ہمارے پر بھی دیکھو کنز العمال صفحہ ۸۱ جلد ۳۔

(۲) عن انس بن مالک قال قدمت المدینۃ

یعنی طبرانی اور ابن سعد اور ابن ابی شیبہ

وقد مات ابوبکر واستخلف عمر فقلت لعمر ارفع یدک ابایعک علے ما بایعت علیہ صاحبک قبلک علے السمع والطاعۃ ما استطعت رواہ الطبرانی وابن سعد و ابن ابی شیبہ

انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں مدینہ میں گیا جبکہ ابوبکر کا انتقال ہوگیا تہا اور عمر اون کے جانشین ہوئے تو میں نے عمر سے کہا کہ اپنا ہاتھ نکال لیئے میں تمہارے ہاتھ پر اوسیطرح بیعت کرتا ہوں جسطرح تیرے صاحب یعنی ابوبکر کے ہاتھ پر تجھ سے پہلے کی تہی کہ جہانتک میری طاقت ہوگی آپ کی باتوں کو مانو اور فرماں برداری کرونگا دیکھو کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۸۱ +

(۳) عن سلیم ابی عامر ان وفد الحمراء اتو عثمان فبایعوں علے ان لا یشرکوا باللہ شیئا ویقیموا الصلوٰۃ ویوتوا الزکوٰۃ ویصوموا رمضان ویدعوا عید المجوس فلما قالوا نعم بایعہم رواہ احمد بن حنبل فی المسند

احمد بن حنبل اپنی مسند میں سلیم ابی عامر سے روایت کرتے ہیں کہ حمرا کا ڈیپوٹیشن حضرت عثمان کے پاس آیا اور اس بات کی بیعت کی کہ اللہ کا شریک کسی چیز کو نکریں گے اور نماز کو قایم کریں گے اور زکوٰۃ دیا کریں گے اور رمضان کے روزے رکہیں گے اور مجوسیوں کی عید کو چہوڑدین گے جب اُن لوگوں نے اقرار کرلیا کہ ہاں ایسے کریں گے تو بیعت اونکی لی گئی۔ دیکھو کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۸۱ +

جب ان آثار سے بھی ثابت ہے کہ لوگ نماز روزہ وغیرہ ارکان اسلام کی بجاآوری کے لیئے بیعت کرتے رہے تو اب کونسی مصیبت آپڑی کہ لوگوں نے اس سنت نبوی کو ترک کردیا حالانکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف مردوں کی بیعت لی بلکہ مستورات سے بھی بیعت لی اور پھر اصحاب رسول صلے اللہ علیہ وسلم برابر یکے بعد دیگر بیعت کرتے چلے آئے ہیں اور پہر انکے بعد تابعین اور تبع تابعین نے بھی بیعت لی حتے کہ تمام فرقہائے اہل سنت والجماعت میں ابتک سلسلہ بیعت جاری ہے گو اون لوگوں نے اصل غرض بیعت کو ترک کردیا ہے اور بہت سے خود تراشیدہ امور جاری کردیئے ہیں لیکن نفس بیعت میں تو کسی کو اختلاف نہیں پس وہ لوگ جو اپنے آپ کو عامل سنت کہتے ہیں اور پھر بیعت کرنے سے پہلوتہی کرتے ہیں کیسے ہی نادان اور احمق ہیں اگر ان نفس پرستوں کو جنکے اندر غرور اور تکبر کا کیڑا مخفی ہے اس بیعت کا راز معلوم ہوتا تو ایک لمحہ کے لیئے بھی وہ بیعت سے پہلوتہی نکرتے کیونکہ اس بیعت میں اسقدر برکات ہیں کہ جسکی انتہا

نہیں بیعت سے وحدت اور یگانگت کی روح از سر نو پھونکی جاتی ہے اور جب تک لوگ ایک مقدس ذات کے گرد جمع ہو کر میں رہکر وحدت کی روح حاصل نکریں تب تک اخوت اسلامی کی جڑ قائم نہیں ہوسکتی یہی تو وجہ ہے کہ آج کل لوگ پراگندہ دل اور پراگندہ روزی ہو رہے ہیں اگر وہ ایک ہی مرکز پر جمع ہوتے تو اونکی طبایع میں وہ خوبیاں بھر جاتیں کہ جو خدا تعالی اور اوسکا رسول چاہتا ہے اور پھر وہ اس آفتاب عالم تاب سے منور ہو کر چاند اور ستاروں کیطرح دنیا پر محیط ہو کر اور اپنے نور کی روشنی پھیلا کر اہل عالم کو ضلالت اور جہالت کے اندھیرے سے نکالکر صراطِ مستقیم پر چلائیں لہذا بیعت کا کرنا از حد ضروری ہے کیونکہ بیعت کے بغیر اعمال نہایت ہی بودے اور کمزور اور انکے نتائج بھی ویسے ہی کمزور ہوتے ہیں۔ بیعت بھی بجلی کی سی تاثیر رکھتی ہے۔ جس طرح الیکٹرک مچھیں کے ساتھ لگ کر تار پر سرعت کے ساتھ ہزارہا میل تک کام کرتی ہیں اسی طرح جو لوگ امام وقت کے ہاتھ پر ہاتھ دیتے ہیں انہیں بھی ایک روحانی برقی پھونکی جاتی ہے جو اون کے دلوں کے گندے اور ناپاک مواد جلا کر پھینک دیتی ہے اور ایک پاک اور مطہر خیال انسان بنا دیتی ہے لیکن فطرت قابلہ کا ہونا شرط ہے جیسے بجلی نان کنڈکٹر پر اپنا کچھ اثر ڈال نہیں سکتی اسیطرح روحانی برقی ناقابل فطرت پر اپنا اثر ڈال نہیں سکتی لہذا اگر کسی نے امام وقت کے ہاتھ پر بیعت بھی کرلی ہو اگر اوس نے اپنی حالت کو نہیں بدلا۔ تو سمجھ لو کہ اسمیں گندے مواد بکثرت ہیں۔ اے نادانوں کیا تم یہ بھی خیال نہیں کرتے کہ اگر بیعت لاحاصل اور غیر ضروری تھی تو پھر رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے اور پھر اون کے بعد اصحاب رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے کیوں بیعت لی ہے۔ یہی تو وجہ تھی کہ بیعت سے دین و ایمان تازہ ہوتا ہے۔ ادھر بیعت کرنے والے اور ادھر بیعت لینے والے میں اس قسم کا پیوند ہو جاتا ہے کہ جس طرح درختوں کے پیوند سے ایک عجیب خوشگوار پھل پیدا ہونے لگتا ہے۔ اسی طرح اس پیوند سے اللہ تعالی کا فضل قریب ہو جاتا ہے اور اوس انسان سے عجیب عجیب افعال حسنہ سرزد ہونے لگتے ہیں بیعت میں ایک یہ بھی فائدہ ہے کہ جو مستجاب الدعوات ہوتا ہے وہ اپنے وابستگان کے لئے شب و روز دعاؤں میں لگا رہتا ہے اور مبایعین بھی اپنی طاقت اور استطاعت کے مطابق اون باتوں پر کاربند ہونے کی کوشش کرتے ہیں جنکا معاہدہ انہوں نے امام سے کیا ہے اور بیعت اسواسطے نہیں ہوتی کہ پیر صاحب کی عبادت کریں یا اوسکی نفس پروری کے لئے ساعی ہوں جیسے عموماً آجکل کے پیروں کا حال ہے خدا تعالی ایسے پیروں سے نجات بخشے اور اُن کو اس ہدایت کی توفیق عطا فرماوے جو خدا اور رسول نے پیش کی ہے پس جب ثابت ہو چکا کہ بیعت امام بہت ہی ضروری ہے تو پھر یہ کیسی بدنصیبی کی بات ہے کہ ایسے امام سے جو مسیح موعود و مہدی معہود ہوا اور جسکے لئے خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی تاکید فرمائی ہو بیعت نکیجائے اور جھوٹے حیلے تراش کر کنارہ کشی روا رکھی جاوے +

گیارہواں باب

اس باب میں کہ مہدی سے کیا مراد ہے

جہاں تک دیکھا جاتا ہے۔ خلفاء اربعہ کے انتقال کے بعد ہی اہل اسلام میں مہدی کے ظہور کا خیال پیدا ہوگیا تھا۔ اور اب تک اوسی خیال میں جمی ہوئے ہیں۔ اور صرف مسلمان ہی کسی مہدی کے منتظر نہیں بلکہ ہر قوم میں ایک نہ ایک شخص کی انتظار لگی ہوئی ہے۔ یہود حضرت ایلیاہ کی انتظار میں سرگرداں ہیں۔ نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے کی امید میں بیٹھے راہ تک رہے ہیں۔ ہنود کلنکی اوتار کے آنے کے گیت گا رہے ہیں۔ شیعہ محمد بن حسن عسکری کے شیدا بن رہے ہیں۔ اور اہل سنت میں بعض مہدی کے اور بعض عیسیٰ کے اور بعض دونوں کی آمد کے منتظر ہو رہے ہیں۔ اور ہندوستان کے بعض حصہ اور یاغستان کے علاقہ میں ایک جماعت سید احمد بریلوی کے دوبارہ ظہور کے منتظر بیٹھے ہیں اور ہر ایک کا یہی خیال ہے کہ وہ آتے ہی تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہونگے۔ اور مخالفین کا تلوار کی تیز دھار سے سر قلم کرینگے۔ جب تک کہ اون کے مذہب کو اختیار نکریں۔ یہودیوں کا گمان ہے کہ ایلیاہ اور مسیح کے آنے پر تمام روے زمین پر انکا تسلط ہو جائیگا۔ اور سب لوگ مذہب یہودی قبول کرلیں گے۔ عیسائی کہتے ہیں۔ کہ گو اول مرتبہ حضرت مسیح علیہ السلام بادشاہ نہیں ہوئے۔ لیکن اب جو آئیں گے۔ تو جلالی صورت میں آئیں گے۔ اور پھر سب لوگوں کو عیسائی بنائینگے۔ ہندو کہتے ہیں کہ جب کلنکی اوتار ظاہر ہونگے تو وہ آتے ہی پہلے گھوڑے پر سوار ہو کر ہزاروں راجاؤں۔ اودھرمی اور پاپیوں کو تلوار سے مار ڈالینگے۔ پھر ساری دنیا میں اون کا راج ہو جائیگا۔ اور تمام مذاہب کے لوگوں کو ہندو ہی بنائینگے۔ دیکھو شری بھاگوت اردو ترجمہ سوامی دیال کا یستہ سری واستو رئیس لکھنو۔ مطبوعہ مطبع نول کشور صفحہ ۶۷۰۔

شیعہ کہتے ہیں کہ محمد بن حسن عسکری جو ۲۴۵ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ اور پھر چار یا پانچ سال کی عمر میں غار سامرہ میں چھپ گئے جنکو قریب گیارہ سو برس کے ہو چکے ہیں۔ مگر وہ ابتک نہیں نکلے اور بعض اہل تشیعہ امامیہ کا یہ خیال ہے کہ وہی آخری زمانہ میں نکلیں گے اور تمام روے زمین کے شیعہ جہاں کہیں

ہوں گے اڑ کر یا کسی اور ذریعہ سے اون کے ہاں جمع ہو جاینگے۔ اور پھر سب لوگ مسلح ہو کر دنیا پر پھیل جائینگے اور جہاں سنی لوگوں یا دیگر مذاہب کے کفار کو پائیں گے۔ تیغ بیدریغ سے ذبح کر ڈالیں گے اور خون کی ندیاں بہا دیں گے۔ اور تمام روے زمین پر بجز روافض کے اور بنی نوع انسان نظر نہ آئین گے۔ حضرت مسیح بھی آئیں گے تو انہی کی مدد کیلئے۔ اور جو قران اصلی ہے جسمیں تمام ائمہ کی مدح و ثناء ہے۔ اور جسمیں ابو بکر صدیق و فاروق اکبر و ذو النورین اور تمام صحابہ کے کفر اور الحاد اور نفاق کا بیان ہے وہی دنیا پر جاری کرینگے۔ اور اسوقت تمام صحابہ بھی زندہ کیئے جائیں گے اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء حضرت ادم ابو البشر سے لیکر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک زندہ ہو جائیں گے اور تمام آئمہ سادات بھی اپنی قبروں سے نکل آئینگے حتیٰ کہ ہر زمانہ کے نیکوکار اور بدکار بھی ظاہر ہوں گے۔ اور تمام مومن لوگ اپنے دشمنوں سے جی بھر کر انتقام لیں گے اور شیطان بھی اوسوقت ظاہر ہو جاویگا۔ تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم شیطان اور اوس کے یاروں کو قتل کر ڈالیں گے۔ پھر آئمہ کے پوجاریوں کے سوا کوئی باقی نہیں رہیگا۔ دیکھو غایت المقصود صفحہ ۸۷

سید احمد کے غازی یا وہابی اس امید پر روزگار بسر کر رہے ہیں۔ کہ سید احمد صاحب دوبارہ کوہستان خراسان سے ظہور کریں گے۔ اور اسوقت بموجب منشا حدیث نبوی غائب ہیں۔ حالانکہ اجتک اونکی عمر ۱۱۸ برس تک پہونچ چکی ہے۔ اور اون کا خیال ہے کہ جب وہ ظہور کریں گے۔ تو کفار سے جہاد کر کے زمین کو پاک وصاف کر دین گے اور پھر وہ تمام روے زمین کے بادشاہ ہو جائیں گے۔ اور جسقدر مسلمانوں نے مذاہب و طریقے اختیار کر رکھے ہیں۔ اون سب کو مٹا دیں گے۔ دیکھو نجم الثاقب جلد ۲ و کتاب حدیث الغاشیہ مصنفہ نواب صدیق حسن خانصاحب صفحہ ۲۴۲۔

حنفیوں کا یہ اعتقاد ہے۔ کہ حضرت امام مہدی آخری زمانہ مین پیدا ہوں گے۔ اور پھر حضرت عیسےٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے۔ دونوں ملکر تمام روئے زمین کے کفار کو مجبور کرینگے یا تو اسلام قبول کرو یا قتل ہونا منظور کرو۔ جو لوگ تلوار کے خوف سے ایمان لائیں گے۔ اُن کو قتل سے بری کیا جاویگا۔ پھر تمام روے زمین پر اسلام ہی کا ڈنکا بجے گا۔ اور اسلامیوں ہی کا پھریرا تمام بحر و بر پر لہراتا ہوا نظر آئیگا۔

یہ دنیا کے چند بڑے بڑے گروہوں کے اعتقاد میں۔ جو بیان کیئے گئے۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ ضرور ایک ایسے عظیم الشان انسان کے آنیکی خبر دیگئی ہے جسکا انکار نہیں ہو سکتا۔ اور وہ ضرور

بالاتفاق علیسیٰ اور محمد اور کلنکی اوتار اور احمد نام سے آیگا۔ لیکن مراد ان سب آیات کی بروزی آمد ہے نہ جسمانی۔ جن لوگوں نے مندرجہ بالا انبیا وغیرہ کا دوبارہ آنا بجسم عنصری مانا ہے۔ اونہوں نے سخت غلطی کہائی ہے۔ اسکی اصلی اور حقیقی مراد یہی اور صرف یہی ہے۔ کہ ایک ایسا زمانہ آئیگا۔ کہ جس میں ایک ایسے شخص کی ضرورت پیش آئیگی۔ کہ جو مسیحا دم اور محمدی جلال اور احمدی جمال سے موصوف ہو۔ اور سراسر اونہی کی خو اور سیرت لیئے ہوئے ہو۔ اور جامع صفات کل انبیا موصوف ہو تاکہ دیکھنے والے کو کبہی تو عیسیٰ کے جمال میں نظر آئے۔ اور کبہی محمد اور کبہی احمد کے باعزت شان میں جلوہ نمائی کرے۔ اور کبہی کلنکی اوتار کے درشن سے لوگوں کی آنکہوں کو منور کرے۔ اور ہر قوم کا یہ خیال ہے کہ صرف اُنہی کے اصول اور خیال کے مطابق دنیا میں الگ الگ شخص ظاہر ہونگے۔ یہ سراسر غلط اور فاسد خیال ہے۔ کیونکہ ان سب کا اتفاق اس امر پر ہے۔ کہ دنیا میں جب فساد عالمگیر ہو جائیگا۔ اور مذاہب میں نہایت ہی سخت فتور برپا ہوگا۔ اور زمین کی سطح ہر قسم کے جرائم اور معاصی سے پر ہو جائیگی۔ اور خدائے لایزال کی عظمت دلوں سے اوٹھ جائیگی۔ اور حقوق العباد کی ایک ذرہ پرواہ نہ رہیگی۔ جسکا دوسرا نام طلوع الشمس من مغربہا سے تعبیر کیا گیا ہے۔ بظاہر مغرب کیطرف سے آفتاب کا طلوع ہونا امر محال نظر آتا ہے۔ وجہ یہ کہ جہاں سے آفتاب ہوگا۔ اسی سمت کا نام مشرق ہے مغرب تو ہو ہی نہیں سکتا۔ مراد یہاں امر محال سے ہے۔ یعنی ایسی ایسی ظلمتیں اور جرائم دنیا پر ہو جائیں گے۔ جنکا اعتبار کرنا امر محال سا نظر آتا ہے۔ ان باتوں کی تصدیق کل اسلامی کتابیں کرتی ہیں۔ لہذا اونکے ظاہر کرنیکی یہاں ضرورت نہیں۔ ہم آگے چلکر دکہلائیں گے۔ لیکن ہم ہندؤں کی کتاب سے بھی دکہلاتے ہیں کہ اونہوں نے کلنکی اوتار کے آنیکے کون سے علامات بتائے ہیں۔ جسکا خلاصہ حسب ذیل ہے۔ چنانچہ شری مد بہاگوت میں لکہا ہے۔ کہ کلجگ میں سنسکاری آدمی ہر روز دیا اور سچائی چہوڑ دینے سے کم طاقت ہو جائینگے۔ عمر چہوٹی ہو جائیگی۔ راجا لوگ پرجا یعنی رعایا پر ظلم کریں گے۔ برسات کم ہوگی۔ قحط سالی بہت ہوگی۔ پرجا لوگ بہوک سے تنگ آکر اپنا دہرم چہوڑ دیں گے۔ اور جسوقت کوئی ایسا راجا یعنی بادشاہ نہیں ہوگا۔ کہ جسکی ہفت اقلیم پر حکومت ہو۔ اسوقت راجہ اس امر کو غنیمت سمجہیں گے۔ کہ جسقدر ملک اول کے قبضے میں تہا وہی قائم رہے۔ لوگ باوجود اس یقین اور علم کے کہ عمر تہوڑی ہے مال و دولت کے لیئے لڑائی کریں گے۔ روپیہ کے لالچ میں آکر دہرم یعنی دین و ایمان اور عدل کو چہوڑ دیں گے۔ اور روپیہ دینے والے کی حمایت کریں گے۔ چوری اور بدکاری

کریں گے۔ کوڑی اور دمڑی کے لیے جھوٹھ بولینگے۔ گائیں کا دودھ بکری کے برابر ہوگا۔ یعنی کم دودھ دینگی۔ برہمنوں میں کوئی ایسا چہن نہیں رہیگا جسے دیکھکر آدمی پہچان سکے کہ یہ برہمن ہے۔ دولت مند کی ہر شخص قدر و عزت کریگا۔ کچھہ اونچ پنچ ذات کا بچار نرہیگا۔ بیوپار میں چھل بہت ہوگا۔ استری اور پرش کا چت ملنے سے اونچ پنچ ذات آپس میں بھوگ کرینگے۔ یعنی آدمی اور عورت کا دل لمجانے سے زنا کاری کا ارتکاب ہوگا۔ برہمن لوگ اپنا دین چھوڑ دینگے۔ سو کہہ آدمی جھوٹھی بات بنانیوالا سچا اور گیانی سمجھا جائیگا۔ چور اور ڈاکو بکثرت پیدا ہوں گے۔ دس برس کی لڑکی کو لڑکا پیدا ہوگا۔ گرہستہ لوگ اپنی ماتا اور پتا کو چھوڑ کر سسرال میں جا کر رہیں گے۔ نزدیک کے تیرتھوں کو چھوڑ کر دور کے تیرتھوں پر جائیں گے۔ اور اون کے پھلوں پر اون کو دہرم نرہیگا۔ سب لوگ بخیل اور تنگ دل ہو جائیں گے۔ سنیاسی لوگ اپنا کرم اور دہرم چھوڑ کر گیروا کپڑا پہن بیٹھ ہی سے ڈنڈی کہلائیں گے۔ اس کے بعد شکدیو جی نے کہا کہ اے راجا پرچھت جب اخیر کلجگ میں اسطرح بڑا پاپ یعنی فسق و فجور ہوگا۔ تب پرمیشر دھرم کی رچھا یعنی اصلاح کے لئے سنبل دیش (یعنی اسلام آباد) میں گوڑ برہمن کے بڑے اعلے درجہ کے خاندان کے گھر کلنکی اوتار لیں گے۔ یعنی مہدی پیدا ہوں گے اس کے بعد اُن کے درشن سے لوگ پاپ اور گناہ کو ترک کر کے نیک کردار ہو جائیں گے دیکھو شری مد بہاگوت ترجمہ اُردو صفحہ ۶۷۰ +

اس تمام بیانات سے ظاہر ہے کہ سب قوموں کا اس پر اتفاق ہے کہ ایسے وقت میں اللہ تعالے کیطرف سے ایک شخص آئیگا۔ جو اِن تمام فسادات کا علاج کریگا۔ اور دنیا پر جسقدر جور و ظلم ہوگا اسکی جگہ عدل اور انصاف کو قایم کرے گا۔ الغرض ان فسادات کی اصلاح کرنیوالیکا نام محمد یا احمد یا عیسے یا مہدی یا کلنکی اوتار ہے +

چونکہ احادیث میں ایک مہدی کا ذکر بکثرت آتا ہے۔ اور اوس کے متعلق اسقدر روایات باہم متضاد اور متخالف ہیں۔ کہ پڑھنے والے کی عقل چکر میں آجاتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ مہدی کے بارے میں لوگوں کا مذہب مختلف ہے۔ اور باہم کسی فرقہ کا اتفاق نہیں حتےٰ کہ ایک ایک فرقہ کے کئی کئی مذہب ہیں۔ لہذا ہم تفصیل کے ساتھ مہدی کی نسبت بیان کرتے ہیں تاکہ ناظرین کو بصارت کلی و واقفیت تامہ حاصل ہو۔ اور وہ حقیقت واقع پر پہونچ جائیں +

چونکہ ہمیں مہدی کے بارے میں کہ وہ کون شخص ہے اوسکا کیا نام ہے۔ کہاں پیدا ہوگا کہاں ظہور کرے گا۔ کہاں خروج کریگا۔ کس مذہب ملت کا ہوگا۔ اور کب ہوگا۔ اور کب تک رہیگا۔ بڑا ہی اختلاف

ہے۔ اس لئے ہم الگ فصلوں میں تفصیل وار بیان کرتے ہیں ؛

پہلی فصل

اس بارہ میں کہ مہدی کون ہے

واضح ہو کہ لفظ مہدی اسم مفعول ہے۔ جو مصدر ہدیٰ سے نکلا ہے جسکے معنے ہدایت یافتہ کے ہیں اور اس کا اطلاق ہر نیک صالح آدمی پر ہوتا ہے۔ جیسے روایت ذیل سے ظاہر ہے۔

روی ابو نعیم عن ابن عمر انہ قال لمحمد بن الحنیفۃ المہدی من یہدی یصلح بہ الناس کما یقال الرجل الصالح اذا کان الرجل صالحاً قیل لہ المہدی

ابو نعیم حضرت ابن عمر سے روایت بیان کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے محمد بن حنفیہ کو کہا کہ مہدی وہ ہے جو ہدایت یافتہ ہو۔ اور لوگوں کی اوس سے اصلاح ہوتی ہو جیسے کہ کسی نیک آدمی کی بنسبت جبکہ وہ فی الحقیقت صالح ہو مہدی کہا جاتا ہے اس روایت سے بخوبی ثابت ہوگیا کہ ہر صالح آدمی مستحق مہدی کہلانے کا ہے بلکہ احادیث ذیل سے ثابت ہوتا ہے کہ خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بہت لوگوں کی نسبت مہدی کا لفظ استعمال کیا ہے۔ چنانچہ وہ احادیث یہ ہیں۔

(۱) اوصیکم بتقوی اللہ والسمع والطاعۃ وان امر علیکم عبد حبشی فانہ من یعش منکم بعدی فسیری اختلافاً کثیراً فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء المہدیین الراشدین تمسکوا بہا وعضوا علیہا بالنواجذ وایاکم ومحدثات الامور فان کل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ رواہ احمد بن حنبل وابو داؤد والترمذی وابن ماجہ والحاکم عن

احمد بن حنبل اور ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ اور حاکم اپنی اپنی کتابوں میں عرباض بن ساریہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہیں تقوے اور نیک بات کے قبول کرنے اور فرماں برداری کرنیکی وصیت کرتا ہوں خواہ تم پر کوئی حبشی غلام ہی کیوں حکومت نہ کرتا ہو۔ کیونکہ جو شخص تم میں سے میرے بعد زندہ رہیگا۔ وہ ضرور بڑا اختلاف دیکھیگا۔ اوس وقت تمہیں لازم ہے۔ کہ میری سنت اور ان خلفاء کی سنت پر چلنا جو

العرباض بن ساریہ — مہدی اور رشید ہوں اور اسی سے تمسک کرنا اور اسی پر مضبوطی کے ساتھ جمے رہنا۔ اور دین میں نئی نکلی ہوئی باتوں سے بچتے رہنا کیونکہ ہر نئی بات بدعت اور ہر بدعت گمراہی کا موجب ہے۔ دیکھو کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۴۴

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ جسقدر خلفاء راشدین اسوقت سے پہلے گذر چکے ہیں یا آئندہ ہونگے وہ سب مہدی کے لفظ کے اندر آ سکتے ہیں۔

عن جریر قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا تریحنی من ذی الحلیفۃ بیت کان لخثعم فی الجاھلیۃ یسمی الکعبۃ الیمانیۃ قلت یا رسول انی رجل لا اثبت علی الخیل فمسح فی صدری وقال اللھم اجعلہ ھادیا مھدیا حتی وجدت بردھا رواہ ابن شیبہ۔

ابن شیبہ حضرت جریر سے روایت بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا۔ کہ کیا تو میرے ساتھ نہیں چلتا۔ کہ ذی الحلیفہ میں ایک مکان ہے۔ جسکو خثعم جاہلیت میں کعبۃ الیمانیہ کہتا تھا۔ میں نے کہا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ میں ایسا شخص ہوں کہ گھوڑے کی پیٹھ پر قائم نہیں رہ سکتا۔ تو پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میری چھاتی کو اپنے دست مبارک سے مس کیا۔ اور یہ دعا مانگی۔ کہ اے اللہ اس شخص کو ہادی اور مہدی بنا۔ اور یہانتک دعا کی۔ کہ ٹھنڈک کا اثر محسوس ہونے لگا۔ دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۹۔

(۳) وان تولوا علیا تجدوہ ھادیا مھدیا یسلک بکم الطریق المستقیم رواہ ابو نعیم فی الحلیۃ عن حذیفۃ واحمد بن حنبل وابو داؤد والطبرانی والحاکم والخطیب وابن عساکر۔

ابو نعیم اپنی کتاب حلیہ میں حذیفہ سے اور احمد بن حنبل اور ابو داؤد اور طبرانی اور حاکم اور خطیب اور ابن عساکر اپنی اپنی کتابوں میں روایت لائے ہیں۔ کہ اگر تم علی سے دوستی کرو۔ تو تم اس کو ہادی اور مہدی پاؤگے۔ اور وہ تم کو صراط مستقیم پر چلائیگا۔ دیکھو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۵۔

اور صرف احادیث ہی میں اس لفظ مہدی کا رواج نہیں۔ بلکہ عام صحابہ یا تابعین بھی ہر نیک اور بزرگ آدمی کو مہدی کہتے تھے۔ چنانچہ تاریخ کامل ابن اثیر کے جلد ۴ صفحہ ۷۵ میں حضرت حسین بن علی کی نسبت اور حضرت علی کی نسبت لفظ مہدی کا استعمال ہوا ہے جب سلیمان بادشاہ معہ اپنے اصحاب کے حضرت حسین کی قبر پر پہنچے۔ تو پکار کر کہنے لگے اللھم ارحم حسینا الشھید ابن الشھید المھدی ابن المھدی یعنی اے

اللہ حسین پر رحم کر جو شہید ابن شہید اور مہدی ابن مہدی ہے دیکھو تاریخ مذکور۔ پس صاف ظاہر ہے کہ مہدی کا لفظ ہر نیکوکار پر بولا جاتا ہے۔

ان احادیث سے ثابت ہے کہ ہر نیک اور صالح اور متقی آدمی کو مہدی کہہ سکتے ہیں جن جن لوگوں نے کسی بزرگ کی نسبت مہدیکا استعمال کیا ہے اگر انہوں نے اُسی معنی کے اندر محدود رکھا ہے تو کچھ مضایقہ نہیں۔ اسپر کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا۔ لیکن ماسوا اسکے لفظ مہدی اصطلاحی بھی ہے جو صرف ایک ہی شخص پر بولا گیا ہے۔ جو آخری زمانہ میں امت محمدیہ میں پیدا ہوگا۔ اور جسکا دوسرا نام عیسے یا مسیح یا ابن مریم اور محمد اور احمد بھی ہے۔ جسکا کام یہ بتلایا گیا ہے کہ وہ دجال کو قتل کریگا خنزیری خصائل کو زاویہ عدم میں پہنچائیگا۔ صلیب کو توڑیگا۔ ملل باطلہ کو پائمال کریگا۔ حکم عادل ہوگا۔ مسلمانوں کے مختلف فیہ مسائل کا فیصلہ کریگا۔ مسلمانوں کے دلوں میں باہم محبت کا بیج بوئیگا۔ تحاسد و تباغض کو اُنکے ضمیروں سے دور کریگا۔ ایمان کو از سر نو آسمان سے لاکر زمین پر قائم کریگا۔ اسلام کے چہرے کو جو ظلمت اور جہالت کی گرد و غبار میں محجوب ہوگا براہین قویہ و حجج نیرہ کے زور سے پاک و صاف کر کے ید بیضا کی طرح روشن و منور کر دکھلائیگا۔ مخلوقات خدا کو جو کفر اور شرک کی مضبوط زنجیروں میں اسیر ہوگی رہائی بخشیگا۔ اُن لوگوں کو جو شیطان کے اغوا سے بادیہ تذبذب میں بھٹکتے پھرتے ہونگے نکال کر صراط مستقیم پر چلائیگا۔ علماء و فقراء کی غلط کاریاں کھول کھول کر سنائیگا۔ اور قرآنی تعلیم کے حسن کی ڈہاک تمام دلوں پر بٹھائیگا وغیرہ وغیرہ۔

اگر مسلمان ان لغوی اور اصطلاحی معنوں کو اپنی اپنی مناسب جگہ پر استعمال کرتے تو کچھ حرج اور خرابی نہیں تھی۔ لیکن غضب تو یہ ہوا کہ اُنہوں نے دنیا سے محبت پیدا کر کے لفظ مہدی سے فائدہ اُٹھا کر یہ کوشش کی۔ کہ کسی طرح ہم کل دنیا پر تسلط و تصرف کرلیں۔ اور مخلوقات خدا کا مال اپنے قبضہ میں لاکر خوب عیش و عشرت سے زندگی بسر کریں۔ یہی وجہ ہے کہ ان نفس پرست لوگوں نے خدائے لایزال سے نڈر ہو کر اور قیامت کے ہولناک دن کو بھلا کر موضوع حدیثوں کا طومار گھڑ لیا۔ اور اسی طرح ہر گروہ نے اپنے کسی آدمی کو اسکا مصداق ٹھہرا کر مخلوقات خدا کو ورطۂ ہلاکت میں ڈالا۔ ہم اسبات کو طول دینا پسند نہیں کرتے۔ لہذا اب ہم ذیل میں اُن احادیث کو بیان کرتے ہیں جن پر مہدی کا دعوی مبنی ہے اور دکھاتے ہیں کہ نفس احادیث مہدی میں کس قدر اختلاف ہے۔

اختلاف عقائد دربارہ مہدی

(۱) ایک گروہ عظیم اس بات کا مدعی ہے۔ کہ مہدی بنی فاطمہ سے ہوگا۔ چنانچہ جو حدیث وہ پیش کرتے ہیں وہ حسب ذیل ہے۔

(۱) المھدی من عترتی من ولد فاطمۃ رواہ ابوداؤد ومسلم عن ام سلمۃ۔ ابوداؤد اور مسلم ام سلمہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مہدی۔ میری عترت یعنی فاطمہ کی اولاد سے ہوگا۔ دیکھو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۸۶۔

(۲) ابشری یا فاطمۃ فان المھدی منک رواہ ابن عساکر عن الحسین ابن عساکر حسین سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے فاطمہ خوش ہو کہ مہدی تیری اولاد سے ہوگا دیکھو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲۱۸

(۲) ایک دوسرا گروہ ہے۔ کہ جو فاطمہ کی اولاد کی تخصیص نہیں کرتا۔ بلکہ کہتا ہے۔ کہ مہدی کا ہونا اولاد علی سے آیا ہے خواہ کسی بیوی سے ہو۔ چنانچہ جس حدیث پر وہ اپنا دعوے مبنی کرتے ہیں وہ یہ ہے +

عقبہ بن عامر گفتہ میرفتم روزے با معاویہ درراہ۔ پس گفت واللہ نیست برروئے زمین مردے کہ دوست تر باشد بسوئے من از علی بن ابی طالب پیش ازانچہ واقع شد میان من و او۔ و من میدانم کہ مالک میشود یعنی تمام دنیا را از اولاد او کسیکہ بہترین اہل زمین باشد۔ ارزان شود غلہ در وقت او۔ و بمیرد باطل و زندہ شود حق و آں زمانہ صلحاست برداشتہ اند سرہائے خود را و چشم در راہ اند برائے او در شرق و غرب زمین۔ اخرجہ المستغفری فی دلائل النبوۃ باسنادہ الی عقبۃ۔ یعنی مستغفری نے عقبہ تک اپنی اسناد پہنچا کر دلائل النبوۃ نام کتاب میں یہ روایت بیان کی ہے۔ کہ عقبہ بن عامر نے کہا۔ کہ ایک روز میں معاویہ کے ساتھ رستے میں چلا جاتا تھا۔ تو معاویہ نے اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ روئے زمین پر میرے نزدیک علی بن ابی طالب سے بڑھکر کوئی دوست نہیں اوسکے اور میرے درمیان میں پہلے جو گذرا سو گذرا اور میں جانتا ہوں کہ اسکی اولاد میں سے ایک شخص نکلے گا جو تمام روئے زمین کا مالک ہوجائیگا اور حق زندہ ہوگا اور وہ زمانہ صلحا کا ہے لوگ مشرق سے مغرب

تک اُسکی آمد کے لئے تیار اور منتظر ہوں گے۔ دیکھو جواہر الاسرار قلمی۔

(۳) ایک تیسرا گروہ ہے جو اسبات کا دعویدار ہے۔ کہ مہدی امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہوگا چنانچہ وہ اپنے دعوے میں احادیث ذیل پیش کرتے ہیں۔

(۱) یخرج رجل من ولد حسن من قبل المشرق لو استقبل بہ الجبال یھدھا و اتخذ فیھا طرقا کذا فی عرف الوردی للسیوطی والبرھان لعلی متقی والنجم الکرامۃ لصدیق حسن خان۔

ایک شخص حسن کی اولاد سے مشرق کیطرف سے نکلے گا۔ اگر اوس کے رستے میں پہاڑ بھی آجائیں گے تو اُن سے بھی اپنا رستہ نکال لیگا۔ اس روایت کو امام سیوطی نے اپنی کتاب عرف الوردی میں اور علی متقی نے کتاب برہان میں اور صدیق حسن خان نے نجم الکرامہ میں بیان کیا ہے۔ دیکھو نجم الثاقب جلد ۲ صفحہ ۴۲۔

(۲) حدیث ابی اسحاق میں یوں ہے قال قال ونظر الی ابنہ الحسن فقال عن ابنی ھذا سید کما سماہ النبی سیخرج من صلبہ رجل یسمی باسم نبیکم یشبہ فی الخلق ولا فی الخلق ثم ذکر قصۃ یملاء الارض عدلا اخرجہ ابوداؤد کذا فی المشکوۃ واخرجہ ابونعیم ونعیم بن حماد

علی نے اپنے بیٹے حسن کیطرف مُنہ کر کے کہا کہ یہ میرا بیٹا تمہارا سردار ہے اسکا نام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رکھا ہے اور ایک شخص اُسکی پُشت سے نکلے گا جسکا نام تمہارے نبی کے نام پر ہوگا اور وہ خُلق میں اون سے مشابہ ہوگا مگر وہ خلقت میں مشابہ نہیں ہوگا بعد ازاں اس قصہ کو بیان کیا کہ وہ زمین کو عدل سے بھر دے گا۔ اس حدیث کو ابوداؤد اور ابونعیم اور نعیم بن حماد نے اپنی اپنی کتابون میں بیان کیا ہے۔ اور مشکوۃ میں بھی مذکور ہے دیکھو نجم الثاقب جلد ۲ صفحہ ۹۰۔

(۴) ایک چوتھا گروہ ہے۔ جو اسبات کا قائل ہے کہ مہدی حسین کی اولاد سے ہوگا چنانچہ جو حدیث یہ اپنی تائید میں پیش کرتے ہیں وہ حسب ذیل ہے

ان المھدی من ولد الحسین رواہ ابن عساکر عن جابر

ابن عساکر نے جابر سے روایت کی ہے۔ کہ مہدی حسین کی اولاد سے ہوگا۔ دیکھو نجم الثاقب جلد ۲ صفحہ ۱۹۳۔

(۵) پانچواں گروہ ہے جو کہتا ہے کہ مہدی حسن اور حسین دونوں سے ہوگا یعنی اگر ماں حسنی ہے تو باپ حسینی ہوگا

اگر ماں حسینی ہے تو باپ حسنی ہوگا۔ چنانچہ وہ اس دعوے کی تائید میں حدیث ذیل بیان کرتے ہیں

اخرج الطبرانی فی الکبیر وابو نعیم عن علی الہلالی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لفاطمۃ والذی بعثنی بالحق ان منہما یعنی من الحسن والحسین مہدی ہذہ الامۃ اذا صارت الدنیا ھرجا ومرجا وتظاہرت الفتن وتقطعت السبل واغار بعضہم علی بعض فلا کبیر یرحم صغیرا ولا صغیر یوقر کبیرا یبعث اللہ عند ذلک منہما من یفتح حصون الضلالۃ وقلوبا غلفا یقوم بالدین فی آخر الزمان کما قمت اول الزمان ویملاء الدنیا عدلا کما ملئت جورا۔

طبرانی نے کبیر میں اور ابو نعیم نے علی ہلالی سے روایت بیان کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ کو کہا قسم ہے اُس ذات کی جسنے مجھے حق کے ساتھ مبعوث کیا۔ اِن دونوں حسن اور حسین سے اس امت کا ایک مہدی ہوگا جبکہ دنیا میں جنگ وجدل اور فساد برپا ہوگا اور فتنے ظہور کرینگے اور راستے بے امنی کی وجہ سے بند ہو جاوینگے اور بعض بعض پر مغائرت کریگا نہ تو بڑا چھوٹے پر رحم کریگا۔ اور نہ چھوٹا بڑے کی عزت کریگا۔ اوس وقت اللہ تعالے ان دونوں میں سے ایسے شخص کو کھڑا کرے گا جو گمراہی کے قلعوں کو فتح کریگا اور دلوں کے پردوں کو اٹھا دیگا اور وہ آخری زمانہ کے لوگوں میں اُسطرح قائم ہوگا جسطرح میں اس زمانہ میں اور وہ دنیا کو اُسیطرح عدل سے بھریگا جسطرح وہ ظلم سے بھر پور تھے۔

(۶) چھٹا گروہ وہ ہے جو کہتا ہے کہ مہدی بنی امیہ میں سے ہوگا اور اپنی تائید میں حدیث ذیل پیش کرتے ہیں

(۱) اخرج ابن عساکر وکان عمر بن خطاب یقول من ولدی رجل بوجہہ شجۃ یملاء الارض عدلا

ابن عساکر بیان کرتے ہیں۔ کہ عمر بن خطاب کہا کرتے تھے۔ ایک شخص میری اولاد سے ہوگا۔ جس کے چہرہ پر نشان ہوگا زمین کو عدل سے بھر دیگا۔ دیکھو تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۵۵۔

(۲) اخرج ابن سعد ان عمر بن الخطاب قال لیت شعری من ذو الشین من ولدی الذی یملأھا عدلا کما ملئت جورا

ابن سعد اس حدیث کو بیان کرتے ہیں کہ عمر بن خطاب نے کہا کہ کیوں میری سمجھ میں نہیں آتا اس میں کیا عیب ہے کہ میری اولاد سے ایک شخص ہوگا جو زمین کو عدل سے اسی طرح پر کر دیگا جس طرح وہ ظلم سے پر تھی۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۵۵

(۷) ساتواں گروہ وہ ہے جو اس امر کا مدعی ہے۔ کہ مہدی بنی عباس سے ہے۔ چنانچہ یہ لوگ

ذیل کی حدیث کو پیش کرتے ہیں۔

(۱) عن ابن عباسٍ ان رسول اللّٰہ صلے اللہ علیہ وسلم قال لہ اللّٰھم انصر للعباس و ولد العباس قالھا ثلاثا ثم قال یا عم اما شعرت ان المھدی من ولدک موفقا راضیا مرضیا اخرج ابن عساکر فی تاریخ دمشق۔

ابن عساکر تاریخ دمشق نام کتاب میں اس حدیث کو لائے ہیں۔ کہ ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسے کہا۔ کہ اے اللہ عباس اور عباس کے بیٹے کو نصرت عطا کر۔ اس کو تین دفعہ دوہرایا۔ پھر فرمایا کہ اے چچا کیا تم نہیں جانتے کہ مہدی تیری اولاد سے ہوگا۔ جس کو خاص توفیق ملیگی اور وہ ایسا ہوگا کہ وہ خدا سے راضی اور خدا اُس سے راضی ہوگا۔ دیکھو حجج الکرامہ صفحہ ۲۵۶۔

(۲) الا ابشرک یا عم ان من ذریتک الاصفیاء ومن عترتک الخلفاء ومنک المھدی فی آخر الزمان وبہ ینشر اللہ الھدی وبہ تطفی نیران الضلالۃ ان اللہ فتح بنا ھذا الامر وبذریتک یختم رواہ الرافعی عن ابن عباس والھیثم بن کلیب وابن عساکر عن عبد اللہ بن عباس عن ابیہ

امام رافعی حضرت ابن عباس سے اور ہیثم بن کلیب وابن عساکر ابن عباس سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ۔ اے چچا میں تمہیں بشارت سناتا ہوں کہ تیری اولاد سے اصفیا اور خلفا ہوں گے اور آخری زمانہ کا مہدی بھی تیری ہی اولاد سے ہوگا جسکے سبب سے اللہ تعالے ہدایت کو آسان کردے گا۔ اور اوسکے ہاتھ سے ضلالت کی آگ بجھے گی اور اللہ تعالے نے ہم سے اس کام کو شروع کیا اور تیری اولاد پر ختم کریگا۔ دیکھو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۷۹

(۶) گروہ وہ ہے جو کہتا ہے۔ کہ کسی قبیلہ اور کسی قوم کی تخصیص نہیں اس امت میں سے جسکو چاہیگا اللہ تعالے مہدی بنا دیگا وہ اپنے دعوے کی تصدیق میں احادیث ذیل پیش کرتے ہیں۔

(۱) عن ابو واصل عبد الحمید بن واصل عن ابی الصدیق الناجی عن الحسن بن یزید السعدی عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج رجلا من امتی یقول

ابو داؤد ابو واصل عبد الحمید بن واصل سے اور وہ ابو صدیق ناجی سے وہ حسن بن یزید سے اور وہ ابو سعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میری امت میں سے ایک آدمی برآمد ہوگا۔ جو میرے ہی احسان

يمنتي ينزل الله عزّ وجلّ له القطر من السماء وتخرج الارض بركتها وتملأ الارض منه قسطا وعدلا كما ملئت ظلما وجورا يملك سبع سنين رواه ابو داؤد وهكذا في المشكوة

کا ذکر کریگا۔ اور اللہ تعالی اسکی خاطر سے مینہ برسائیگا اور زمین اپنی برکتیں نکالے گی اور وہ اُسکے عدل اور انصاف سے بھر جائیگی جسطرح وہ ظلم اور جور سے بھری ہوی تھی اور وہ سات برس تک مالک رہیگا۔ دیکھو نجم الثاقب جلد ۲۔ صفحہ ۱۱۲

(۳) حدثنا عبد الرزاق ثنا جعفر بن سليمان عن المعلے ثنا العلا بن بشير عن ابي سعيد عن النبي صلى الله عليه وسلم ابشركم بالمهدي يبعث في امتي على اختلاف من الناس وزلازل فيملأ الارض قسطا وعدلا كما ملئت ظلما وجورا رضي الله عنه وساكن السماء وساكن الارض ويقسم المال صحاحا كذا في الميزان في ترجمة العلاء بن بشير مدني

کتاب میزان میں روایت ہے۔ کہ عبد الرزاق نے حدیث بیان کی۔ اوس کے پاس جعفر بن سلیمان نے اور اوس نے معلے سے اوسنے علا ابن بشیر سے اوس نے ابو سعید سے اوسنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کہتے سنا کہ اونھوں نے فرمایا کہ میں تمہیں ایک مہدی کی بشارت دیتا ہوں کہ جو میری امت میں اُس وقت مبعوث ہوگا جب کہ لوگوں میں اختلاف عظیم ہوگا۔ اور دین میں بڑے بڑے زلزلے آچکے ہونگے۔ وہ آنکر زمین کو عدل اور انصاف سے اُسیطرح بھر دیگا جسطرح وہ ظلم اور جور سے پر تھی۔ اللہ تعالی اور آسمان و زمین کے رہنے والے اُس سے راضی ہوجائیں گے اور مال کو کثرت کے ساتھ تقسیم کریگا۔ دیکھو نجم الثاقب جلد ۲ صفحہ ۱۱۲۔

(۹) نواں گروہ وہ ہے جو کہتا ہے کہ مہدی صرف ایک نہیں ہوگا بلکہ چند عدد ہونگے چنانچہ جواہر الاسرار میں یوں لکھا ہے۔

چنانچہ از نبی صلے اللہ علیہ وسلم در خبر آمدہ است در کبار مہدی کہ احمد بن عبد العزیز باسناد ابو ذر روایت میکند کہ از اختلافات کہ در زمان آخر پیدا شود اختلاف مہدی باشد و آں چند عدد باشند۔

(۱) اسی کی تائید روایت ذیل سے بھی ہوتی ہے۔

روی ابو نعیم و ابو الحسین بن المنادی فی کتاب الملاحم عن سالم بن ابی الجعد انه قال یکون المهدی احدی وعشرین سنة او اثنین وعشرین سنة ثم یکون اخر من بعده وهو دونه وهو صالح اربعة عشر سنة ثم یکون اخر من بعده وهو دونه هو صالح تسع سنین

ابو نعیم اور ابو حسین بن منادی کتاب الملاحم میں سالم بن ابی جعد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ مہدی ۲۱ یا ۲۲ سال ہوگا۔ پھر اسکے بعد دوسرا ہوگا۔ اور وہ صالح آدمی ہوگا جو چودہ سال رہیگا پھر اسکے بعد ایک اور ہوگا۔ جو وہ بھی صالح ہوگا اور وہ نو سال رہیگا۔ دیکھو نجم الثاقب جلد ۲

دسواں گروہ ہم بھی یہی کہیں گے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سوا کوئی اور مہدی نہیں ہے صرف عیسیٰ ہی مہدی موعود ہیں یہ لوگ اپنے اس دعویٰ پر یہ حدیث ذیل پیش کرتے ہیں

لا یزداد الامر الا شدة ولا الدنیا الا ادبارا ولا الناس الا شحا ولا تقوم الساعة الا علی شرار الناس ولا مهدی الا عیسی بن مریم رواه ابن ماجه والحاکم عن انس

ابن ماجہ اور حاکم حضرت انس سے روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کام شدت سے بڑھ جائیگا۔ اور دنیا ادبار سے بھرپور ہو جاوے گی۔ اور لوگ شوم ہو جائیں گے۔ اور قیامت شریر انسانوں پر قائم ہوگی۔ اور سوائے عیسیٰ بن مریم کے کوئی مہدی نہیں ہوگا +

ان تمام احادیث سے ظاہر ہے۔ کہ مہدی کے بارے میں کسقدر اختلاف ہے اور یہ اختلاف صرف اس امر میں ہے کہ مہدی کون شخص ہے

اب ہم ذیل کی فصل میں دکھاتے ہیں کہ جسطرح تعیین شخص میں اختلاف ہے اُسی طرح نام میں بھی اختلاف ہے دیکھو فصل ذیل +

دوسری فصل

اس بارہ میں کہ مہدی موعود کا کیا نام ہے اور اُسکے باپ کا کیا نام

تعیین مہدی میں کہ وہ کون ہے کس قوم اور کس قبیلہ کا ہے۔ اختلاف عظیم ہے جو تم فصل ماقبل میں مشاہدہ کر چکے ہو اب ہم اس فصل میں دکھاتے ہیں کہ نام میں بھی اختلاف ہے جیسا کہ روایات و اقوال ذیل سے ثابت ہے۔

(۱) لاتذهب الدنیا ولاتنقضی حتی یملک رجل من اھل بیتی یواطی اسمہٗ اسمی اخرجہ احمد وابوداود والترمذی

یعنی دنیا نہ تو چلی جائیگی اور نہ ختم ہوگی جب تک کہ میرے اہل بیت سے ایک شخص مالک ہوگا جسکا نام میرے نام کے مطابق ہوگا۔ امام احمد بن حنبل اور ابوداود اور ترمذی نے اسکو روایت کیا ہے دیکھو اقتراب الساعۃ صفحہ ۶۱۔

اسکے متعلق مولف اقتراب الساعۃ لکھتے ہیں۔ کہ اکثر روائیو نمیں مہدی کا نام محمد آیا ہے دیکھو اقتراب الساعۃ صفحہ ۶۱۔

ایسا ہی قاضی ثناءاللہ پانی پتی اپنے رسالہ السیف المسلول کے صفحہ ۳۳۲ میں لکھتے ہیں بدانکہ موافق مذہب اہل سنت محمد مہدی مردے خواہد بود از اولاد فاطمہؓ۔ بہرحال ایک گروہ اسبات کا قائل ہے۔ کہ مہدی کا نام محمد ہوگا۔

(۲) آسمان سے ایک پکارنیوالا پکارے گا ایہا الناس ان اللہ قد قطع عنکم الجبارین و المنافقین واشیاعہم و ولاکم خیر امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فالحقوہ بمکۃ فانہ المہدی واسمہ احمد بن عبد اللہ یعنی اللہ نے تم سے ظالموں منافقوں اور اُن کے گروہوں کو دور کیا۔ اور بہترین امت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا تمہیں والی بنایا۔ تم کہ جاکر اُسے ملو کہ وہ مہدی ہے۔ اسکا نام احمد بن عبد اللہ ہے دیکھو اقتراب الساعۃ صفحہ ۶۶۔

(۳) از نبی صلی اللہ علیہ وسلم در خبر آمدہ است در کبار مہدی احمد بن عبد العزیز باسناد ابو ذر روایت میکند کہ از اختلافات کہ بعد از زمان خلق در آخر پیدا شود اختلاف مہدی باشد و آن چند عدد باشد۔ اول را عیسیٰ نام باشد۔ دیکھو کتاب جواہر الاسرار قلمی صفحہ ۵۰۔

ان تمام روایات سے ظاہر ہے کہ مہدی کے تین نام آئے ہیں۔ یعنی محمد[۱] احمد[۲] اور عیسیٰ[۳] اگر صفاتی نام لیں تو ایک ہی شخص پر صادق آسکتے ہیں۔ ورنہ ایک شخص کے تین نام نہیں ہو سکتے۔ اس سے واضح ہے کہ نام میں بھی اتفاق نہیں۔ بلکہ اختلاف ہے۔

باپ کے نام کے متعلق لکھا ہے کہ اوسکے باپ کا نام عبد اللہ ہوگا۔ اور شیعہ کہتے ہیں۔ کہ اوس کے باپ کا نام حسن ہوگا۔ دیکھو حجج الکرامہ صفحہ ۳۵۲

تیسری فصل

کہ مہدی کا مولد و خروج کہاں سے ہوگا

جس طرح مہدی کے نام میں اختلاف ہے۔ ایسا ہی اوسکے جائے پیدائش میں بھی اختلاف ہے

(۱) صاحب جواہر الاسرار مہدی کی نسبت لکھتے ہیں یحکم بالعدل ویامر بہ یخرج من تہامہ یعنی مہدی عدل و انصاف کا حکم کریگا اور تہامہ سے نکلے گا۔ دیکھو جواہر الاسرار صفحہ ۵۶

دوسری روایت میں ہے۔ کہ مہدی کرعہ سے نکلے گا۔

یقول نبی صلے اللہ علیہ وسلم یخرج المہدی من قریۃ یقال لہا کرعۃ ویصدق اللہ تعالی ویجمع اللہ تعالی لہ من اقصے البلاد علے عدۃ اہل بدر بثلاث مائۃ وثلاثۃ عشر رجلاً ومعہ صحیفۃ مختومۃ فیہا عدد اصحابہ باسمائہم وبلادہم

یعنی رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مہدی ایک گاؤں سے نکلیگا۔ جسکا نام کرعہ ہے اور وہ ہمیشہ اللہ تعالے پر سچ بولے گا۔ اور اللہ تعالی اسکو واسطے ملک کے کناروں سے لوگ جمع کرے گا۔ جنکی تعداد اصحاب بدر کے برابر یعنی ۳۱۳ ہوگی۔ اور اوسکے پاس ایک کتاب بھی چھپی ہوی ہوگی جس میں اوس کے اصحاب کا نام اور سکونت لکھی ہوگی دیکھو جواہر الاسرار صفحہ ۵۶

(۳) تیسری روایت میں ہے کہ مہدی مشرق سے نکلے گا۔ چنانچہ حدیث ذیل اوسکی مصدق ہے۔

عن عبد اللہ ابن عمر انہ قال یخرج رجل من ولد حسن بن علی من قبل المشرق لو استقبل بہ الجبال یہدہا ویتخذ فیہا طرقاً رواہ ابو نعیم وابن عساکر

یعنی ابو نعیم اور ابن عساکر عبد اللہ ابن عمر سے روایت بیان کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے کہا۔ کہ حسن بن علی کی اولاد سے ایک شخص مشرق کیطرف سے نکلے گا اگر پہاڑ بھی اوسکے سامنے آئے گا۔ تو اوس سے بھی اپنا رستہ نکال لے گا۔ دیکھو نجم الثاقب جلد اول صفحہ ۵۶

چوتھی (۴) روایت ہے کہ مہدی مدینہ سے خروج کریگا۔ چنانچہ حدیث ذیل سے اوسکی تصدیق ہوتی ہے

حدثنا محمد ابن المثنی ثنا معاذ بن ہشام حدثنی ابی عن قتادۃ عن

ابوداؤد روایت کرتے ہیں کہ محمد بن مثنی نے حدیث بیان کی اوسکے پاس

صالح ابی الخلیل عن صاحب لہ عن ام سلمۃ زوج النبی صلے اللّٰہ علیہ وسلم قال یکون اختلاف عند موت خلیفۃ فیخرج رجل من اہل المدینۃ ھاربا الی مکۃ فیاتیہ ناس من اہل مکۃ فیخرجونہ وھو کارہ فیبایعونہ بین الرکن والمقام ویبعث الیہ بعث من الشام فیخسف بھم بالبیداء بین مکۃ والمدینۃ فاذا رای الناس ذلک اتاہ ابدال الشام وعصائب اہل العراق فیبایعونہ بین الرکن والمقام ثم ینشأ رجل من قریش اخوالہ کلب فیبعث الیھم بعثا فیظھرون علیھم وذلک بعث کلب الخیبۃ لمن لم یشھد غنیمۃ کلب فیقسم المال ویعمل فی الناس بسنۃ نبیھم صلے اللّٰہ علیہ وسلم ویلقی الاسلام بجرانہ الی الارض فیلبث سبع سنین ثم یتوفی ویصلے علیہ المسلمون رواہ ابوداؤد۔

معاذ بن ہشام نے اوس کے پاس اُس کے باپ نے قتادہ سے اُس کے پاس صالح ابی خلیل نے اُس سے اپنے ایک دوست سے اُس نے ام سلمہ زوجہ مبارکہ نبی صلے اللّٰہ علیہ وسلم سے۔ کہ رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ایک خلیفہ کی موت پہ اختلاف ہوگا اسوقت ایک شخص اہل مدینہ سے نکل کر مکہ کی طرف دوڑتا ہوا جائیگا اوس کے پاس اہل مکہ سے کچھ لوگ آئینگے اور اسکو باہر نکالینگے تاکہ اسکے ہاتھ پہ رکن اور مقام کے درمیان بیعت کریں۔ اور وہ اس بات کو دل سے پسند نہیں کریگا۔ اُس کی پاس شام کی طرف سے ایک جماعت آئے گی اُس وقت مکہ اور مدینہ کے درمیانی میدان میں زمین دھس جائیگی۔ جس وقت یہ امر لوگ دیکھ لینگے۔ تو اُس وقت ابدال شام اور اہل عراق کی جماعتیں آکر کنی اور مقام کے درمیان اس کے ہاتھ پر بیعت کریں گی۔ پھر قریش میں سے ایک آدمی پیدا ہوگا۔ اس کی رشتہ دار قوم کلب کے لوگ ہوں گے الی آخرہ دیکھو ابوداؤد جلد ۴ صفحہ ۹۰۔

(۵) پانچویں روایت یہ ہے۔ کہ مہدی مغرب کی طرف سے خروج کرے گا۔ چنانچہ قرطبی نے تذکرہ میں ذکر کیا ہے۔ کہ مہدی کا مولد بلاد مغرب ہے دیکھو اقتراب الساعۃ صفحہ ۹۲ و حجج الکرامہ صفحہ ۳۵۸

(۶) کہیں لکھا ہے۔ کہ مہدی خراسان کی طرف سے آئے گا۔ چنانچہ مسند امام احمد بن حنبل میں ہے۔

اذارأيتم الرايات السود قد جاءت من قبل خراسان فاتوها فان فيها خليفة الله المهدی رواه احمد عن ثوبان

یعنی جب دیکھو کہ خراسان کی طرف سے سیاہ جھنڈے آئے ہیں۔ تو تم وہاں جاؤ۔ کیونکہ انہی میں تم خلیفۃ اللہ یعنی مہدی کو پاؤ گے

(۷) ایک روایت میں ہے کہ مہدی قحطان سے پیدا ہو گا۔ چنانچہ وہ روایت یہ ہے۔

هكذا لابی نعیم عنه كذا فی عرف الوردی قال ابو نعیم فی حدیث كعب الاحبار ثم یلی الیمانی القحطانی یسیر سیرة اخیه المهدی وعلی یدیه ایضًا تفتح مدینة الروم

اسی طرح ابو نعیم اور امام سیوطی نے عرف الوردی میں بیان کیا ہے کعب الاحبار کی حدیث میں ابو نعیم کا بیان ہے۔ کہ پھر یمانی قحطانی جو ایک مہدی کی سیرت پر ہو گا۔ والی ہو گا۔ اور اوس کے ہاتھ پر مدینہ روم فتح ہو گا۔

ان روایات سے ہویدا ہے۔ کہ علاوہ اختلاف نام و تعین شخص کے مولد اور خروج میں بھی کس قدر اختلاف ہے۔

(۸) آٹھویں روایت میں ہے کہ مہدی مکہ میں ہو گا۔ علی متقی نے اپنے رسالہ مہدی میں لکھا ہے۔ بدانکہ در قصص الانبیا و در کتاب اخبار است از آیات و احادیث وادلہ دالہ وارد شدہ کہ از سیادت حسین باشد و نام پدر او موافق حضرت رسول صلے اللہ علیہ وسلم باشد یعنی ابن عبد اللہ و تولد او در مکہ معظمہ باشد و ہماں جا بمرگ خود بمیرند۔

(۹) کہیں لکھا ہے۔ کہ مدینہ سے مکہ کی طرف خروج کرے گا۔ چنانچہ ہدیہ مہدیہ کے صفحہ ۹ میں ہے۔

یخرج المهدی من المدینة الی مكة فیخرجه الناس من بینهم فیبایعونه بین الركن والمقام وهو كاره رواه نعیم بن حماد عن قتادة۔

مہدی مدینہ سے نکلکر مکہ کو جائیں گے۔ اور لوگ اپنے درمیان سے اون کو نکالیں گے۔ اور وہ رکن اور مقام کے درمیان اونہیں کی بیعت کریں گے۔ اور وہ اس امر سے کراہت کرتے ہوں گے۔

(۱۰) دوسری جگہ لکھا ہے کہ مہدی مدینہ سے بیت المقدس میں جائیں گے چنانچہ کتاب الانس الجلیل بتاریخ القدس والخلیل میں لکھا ہے کہ مہدی مدینہ میں پیدا ہوں گے۔ ان کا نام پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے نام پر ہو گا۔ بیت المقدس کو ہجرت کریں گے دیکھو ہدیۃ الغاشیہ صفحہ ۱۴۵۔

(۱۱) ایک روایت میں یوں ہے عن علی انہ یقول قال النبی صلے اللہ علیہ و آلہ و سلم یخرج رجل من وراء النھر یقال لہ منصور یوطن او یمکن لآل محمد کما مکنت قریش لرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وجب علی کل مومن نصرہ او قال اجابتہ رواہ ابو داؤد و ابو نعیم۔

ابو داؤد اور ابو نعیم حضرت علی سے روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص ہے کہ اسی نہر کے اسطرف سے نکلے گا اسکو منصور کہا جاویگا۔ وہ آل محمد کی اسی طرح حمایت کرے گا۔ جس طرح قریش نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کی تہی۔ ہر مومن پر اوسکی نصرت اور اجابت واجب ہے دیکھو نجم الثاقب جلد ۲ صفحہ ۱۸۲۔

(۱۲) کہیں لکھا ہے۔ کہ مہدی حجاز سے آئے گا۔ اور دمشق میں جائے گا۔ اور وہاں منبر پر رونق افروز ہو گا۔ دیکھو حجج الکرامہ صفحہ ۳۵۸۔

چوتھی فصل

اس بارے میں کہ مہدی کا ظہور کب ہو گا

سو واضح ہو کہ جسطرح مہدی کے دیگر امور متذکرہ میں اختلاف عظیم ہے۔ اسی طرح اس کے آنیکے متعلق کہ کب آئیں گے اختلاف ہے۔ بعض روایت میں ہے۔ کہ مہدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تہوڑے عرصہ بعد ہو گا۔ اور کہیں ہے زمانہ وسط میں ہو گا۔ اور کہیں لکھا ہے آخری زمانہ میں ہو گا۔ اور کہیں لکھا ہے کہ عیسی اور مہدی ایک ہی زمانہ میں ہوں گے۔ چنانچہ جو روایات اس بارہ میں آئے ہیں۔ علیحدہ علیحدہ قلمبند کی جاتی ہیں۔

(۱) مہدی قریب زمانہ میں ہو گا۔ محمد بن حنیفہ ابن علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ بنی عباس مالک ہونگے۔ یہانتک کہ آدمی خیر سے مایوس ہو جائیں گے۔ پہر اُنکا کام بگڑ جائے گا سنہ ۹۵ یا سنہ ۹۶ میں اور مہدی سنہ ۲۰۰ ہجری میں قائم ہوں گے۔ رواہ نعیم بن حماد دیکھو ہدیہ مہدیہ صفحہ ابی قبیل سے روایت ہے کہ آدمیوں سے اجتماع مہدی کے پاس سنہ ۲۰۲ ہجری میں ہو گا رواہ نعیم بن حماد۔ دیکھو ہدیہ مہدیہ صفحہ ۸۱۔ و کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۶۲

(۲) ایک اور روایت میں ہے۔

لن تہلک امۃ انا فی اولہا وعیسی ابن مریم فی اٰخرھا والمہدی فی اوسطہا رواہ ابو نعیم فی اخبار المہدی عن ابن عباس والحاکم فی تاریخہ وابن عساکر عن ابن عباس۔

ابو نعیم اخبار مہدی میں اور حاکم اپنی تاریخ میں اور ابن عساکر حضرت ابن عباس سے روایت بیان کرتے ہیں۔ کہ یہ امت ہرگز ہلاک نہیں ہوگی۔ جسکی ابتدا میں میں خود ہوں۔ اور آخر زمانہ میں عیسیٰ بن مریم اور درمیان میں مہدی ہے دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۸۷

(۳) پھر تیسری روایت میں ہے:

الا ابشرک یا عم ان فی ذریتک الاصفیاء ومن عترتک الخلفاء ومنک المہدی فی آخر الزمان بہ ینشر اللہ الہدی وبہ تطفی نیران الضلالۃ ان اللہ فتح بنا ھذا الامر وبذریتک یختم۔ رواہ الرافعی عن ابن عباس والہیثم بن کلیب وابن عساکر عن عبد اللہ بن عباس عن ابیہ وسند رجالہ ثقات باختلاف الفاظ۔

رافعی ابن عباس سے اور ہیثم بن کلیب وابن عساکر، عبداللہ بن عباس سے اور وہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اے چچا میں تمہیں بڑی خوشخبری سناتا ہوں۔ کہ تیری ذریت میں ہی اصفیا اور تیری ہی اولاد میں خلفا اور تجھ ہی سے مہدی آخر الزمان ہوگا۔ جس کی وجہ سے ہدایت پھیلے گی۔ اور اُسی سے ضلالت کی آگ بجھے گی۔ اللہ تعالےٰ نے ہمسے اس کار خیر کو شروع کیا ہے۔ اور تیری ذریت پر ختم ہوگا۔ راوی اس حدیث کے ثقہ ہیں صرف الفاظ میں اختلاف ہے دیکھو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۸۶۔

(۴) چوتھی روایت میں ہے

یا عم النبی ان اللہ تعالی بدأ بی ھذا الامر وسیختمہ بغلام من ولدک وھو الذی یتقدم عیسی بن مریم رواہ ابو نعیم فی الحلیۃ عن ابی ھریرۃ۔

ابو نعیم اپنی کتاب حلیہ میں ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ دین کا کام مجھ سے شروع ہوا اور تیری اولاد میں سے ایک کے بیٹے پر ختم کرے گا۔ اور وہ عیسیٰ بن مریم سے پہلے ہوگا۔ دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۸۹۔

(۵) پانچویں روایت یوں ہے یا عباس ان اللہ تعالیٰ بدأ بی ہذا الامر و سیختمہ بغلام من ولدک یملأہا عدلاً کما ملئت جوراً وہو الذی یصلی بعیسیٰ علیہ السلام رواہ دارقطنی فی الافراد والخطیب وابن عساکر عن عمار بن یاسر۔

دارقطنی افراد میں اور خطیب اور ابن عساکر عمار بن یاسر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اے عباس اللہ تعالیٰ نے اس کام کو مجھ سے شروع کیا۔ اور تیری اولاد سے ایک لڑکے پر ختم کریگا۔ جو زمین کو عدل سے بھر دے گا جس طرح ظلم اور جور سے پر تھی۔ اور وہ عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھے گا۔ دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۸۸۔

اسی کے قریب قریب مہدی فاطمی کا مضمون ہے۔ دیکھو حدیث ذیل۔

واخرج الطبرانی فی الکبیر وابو نعیم عن علی الہلالی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لفاطمۃ والذی بعثنی بالحق ان منہما من الحسن والحسین مہدی ہذہ الامۃ اذا صارت الدنیا ہرجاً ومرجاً وتظاہر الفتن وتقطعت السبل واغار بعضہم علی بعض فلا کبیر یرحم صغیراً ولا صغیر یوقر کبیراً بعث اللہ عند ذلک منہما من یفتح حصون الضلالۃ وقلوباً غلفاً یقوم بالدین فی آخر الزمان کما قمت فی اول الزمان ویملأ الدنیا عدلاً کما ملئت جوراً۔ اس کا ترجمہ سابق میں گذر چکا ہے۔ اس میں بھی آخری زمانہ میں ظہور مہدی قرار دیا گیا ہے۔ دیکھو نجم الثاقب جلد ۲ صفحہ ۱۹۲۔

پانچویں فصل

اس بارے میں کہ زمانہ مدت مہدی کیا ہوگا

جس طرح مہدی کے نام و مولد وغیرہ میں اختلاف ہے اسی طرح اوس کے زمانہ مدت میں بھی بڑا اختلاف ہے۔ جو روایات ذیل سے ثابت ہے۔

(۱) یہ کہ تیس ۳۰ یا چالیس سال تک حکومت کریگا۔ جسکی تصدیق روایت ذیل سے ہوتی ہے۔

عن علی قال یلی المہدی امر الناس ثلاثین

ابو نعیم بن حماد حضرت علی سے روایت کرتے ہیں۔

ان تمام فصول سے ہویدا ہو گیا۔ کہ مہدی کے بارہ میں کہ ایک ہی بابت کیا نام ہو کب ہو گا کب تک رہیگا اسکی جائے پیدائش کیا ہے کہاں سے خروج کریگا اور کہاں نزول کریگا صلح کریگا یا جنگ کریگا فاطمی ہوگا یا علوی اموی ہوگا یا عباسی اُمتی ہوگا یا کیا۔ مشرق میں ہوگا یا مغرب میں۔ اسقدر اختلاف ہے اور پھر اگر مسیح کے سوا کسی مہدی نے آنا تھا تو کیوں لا مہدی الا عیسٰے بن مریم کہا گیا اور پھر امام بخاری و امام مسلم و امام مالک اور ابن خلدون اور وہب بن منبہ اور لوقیل جیسے بزرگ کیوں کہتے کہ عیسٰے علیہ السلام کے سوائے کوئی مہدی نہیں۔

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ مخبر صادق علیہ السلام نے مہدی کا ذکر تو ضرور کیا ہے اور ایسا ہی مسیح کا ذکر۔ مگر دونوں سے صرف ایک ہی شخص مراد تھی جو بیرون و دروں کا حامل ہوگا اندرونی فساد کے لحاظ سے محمد یا احمد مہدی اور بیرونی فساد کے لحاظ سے مسیح کہلائیگا۔ لیکن بعض لوگوں کو ان مختلف الفاظ کی وجہ سے دھوکا لگا۔ اور بعض نے محض شرارت کی وجہ سے موضوع احادیث بنا کر ملک گیری کا طمع کر کے علم فساد برپا کیا اور پھر آئندہ زمانہ میں لفظ مہدی پھیلتے پھیلتے ایک قومی نشان قرار پا گیا۔ اور یہی وجہ ہے کہ کثیر التعداد لوگوں نے مہدی ہونیکا دعوی کیا جس کا ہم آئندہ فصل میں ذکر کرینگے اور بعض نے حال کھیلکر نہیں دعوی مہدویت کیا ہے اور اسکی وجہ صرف یہی معلوم ہوتی ہے کہ بعض کی فطرت فی الاصل آئینہ کیطرح صاف ہوتی ہے اور جب کوئی امام وقت خدا تعالی کیطرف سے مامور ہوتا ہے تو ساتھ ہی نزول برکات ہونی شروع ہوتی ہیں تو وہ لوگ اپنی فطرت صافیہ کیوجہ سے آسمانی حرکات کو اپنے اوپر منعکس دیکھکر اپنی سادگی سے بے اختیار ہو کر بول اُٹھتے ہیں کہ ہم ہی مہدی ہیں مگر وہ خیال نہیں کرتے کہ امام مہدی کی صفات تو ایک وسیع دائرہ میں ہونے چاہئیں جیسے آفتاب اپنے زور آور شعاعوں کی بدولت صفحہ عالم کو منور کر دیتا ہے ایسا ہی امام کا کام ہے کہ وہ اپنے انفاس طیبہ کی برکت سے لوگوں کے اندرونوں کو منور کر دے اور ہم لوگوں کی مثال تو ایک کرم شب تاب کیطرح ہے ہم کیا اور ہماری حقیقت کیا۔ مگر وہ ایک صورت میں معذور بھی ہوتے ہیں۔ کیونکہ جیسے کرم شب تاب فطرتاً ایک روشنی کا مادہ رکھتا ہے وہ بھی فطرتاً آسمانی برکات کو اپنے چھوٹے سے ظرف کے اندر منعکس پاتے ہیں اور چونکہ وہ اپنی عقل خداداد سے کام نہیں لیتے اس لئے وہ امام وقت کی پہچان سے محروم رہتے ہیں اور بعض کی فطرت میں شرارت اور گندگی کا مادہ موجود ہوتا ہے اسلئے وہ امام وقت سے برسر مقابلہ بھی ہو جاتے ہیں اور یہ بات دور از قیاس بھی نہیں کیونکہ جب ہم اس مادی دنیا میں دیکھتے ہیں تو ثابت ہوتا ہے کہ جب آسمان سے بارش آتی ہے تو زمین پانی کو جذب کرتی ہے اور پھر اپنی اندرونی خواص کے لحاظ سے وہی چیزیں پیدا کرتی ہے جسکا بیج اُس کے اندر مخفی ہوتا ہے۔ تم دیکھتے ہو کہ کہیں خوش منظر خوشبودار پھول اُگتے ہیں اور کہیں بدبودار اور کانٹے دار بوٹیاں ہیں جب خدا کے اس فعل پر اعتراض واقع نہیں ہو سکتا تو اس روحانی نظام میں کیوں اعتراض واقع ہونے لگا ہاں وہ لوگ جو امام وقت سے روگردانی کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہم کس کس کو امام مانیں فلاں

اوربعین سنۃ رق ۱۸ نعیم بن حماد یعنے نعیم بن حماد علی سے روایت کرتے ہیں کہ مہدی والی ہوگا اور تیس یا چالیس برس تک حکمرانی کرے گا۔

(۲) دوسری روایت میں ہے کہ ۱۰ سال حکومت کریگا چنانچہ روایت یہ ہے ستکون بینکم وبین الروم اربع هدن یوم الرابعة علی ید رجل من ال هارون یدوم سبع سنین قیل یا رسول الله من امام الناس یومئذ قال من ولدی ابن اربعین سنة کان وجهه کوکب دری فی خده الایمن خال اسود علیه عبایتان قطوانیتان کانه من رجال بنی اسرائیل یملك عشر سنین یستخرج الکنوز ویفتح مدائن الشرك رواه الطبرانی عن ابی امامة یعنے ہمارے اور نصاریٰ کے درمیان ۴ جنگ ہونگے چوتھے روز ایک شخص کے ہاتھوں سے وقوع میں آئینگے جو آل ہارون سے ہوگا پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اسروز لوگونکا کون امام ہوگا فرمایا کہ میرا بیٹا ۴۰ سال عمر کا ہو جسکا چہرہ ستارہ کیطرح چمکتا ہوگا اور آخر

(۳) تیسری یہ ہے کہ مہدی ۷ سال حکومت کریگا چنانچہ اسکی تصدیق روایت ذیل سے ہوتی ہے المهدی اجلی الجبهة اقنی الانف یملا الارض قسطا وعدلا کما ملئت جورا وظلما یملك سبع سنین رواه ابو داود والحاکم عن ابی سعید یعنی ابو داؤد اور حاکم نے ابو سعید سے روایت کی ہے کہ مہدی روشن پیشانی والا اور اونچی ناک والا ہوگا زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیگا جسطرح وہ ظلم اور جور سے بھری ہوئی تھی اور وہ سات سال تک حکومت کریگا۔

(۴) چوتھی روایت میں ہے کہ مہدی ۹ سال حکومت کریگا چنانچہ وہ روایت یہ ہے حدثنا هرون بن عبد الله ثنا عبد الصمد عن همام عن قتادة بهذا الحدیث وقال تسع سنین رواه ابو داؤد یعنے ابو داؤد ہرون بن عبد اللہ سے اور وہ عبد الصمد سے اور وہ ہمام سے اور ہمام قتادہ سے مہدی کی حدیث کو یوں بیان کرتے ہیں کہ مہدی ۹ سال تک حکومت کریگا دیکھو ابو داؤد صفحہ ۸۹

(۵) پانچویں روایت میں یوں ہے اخرج ابن ماجه یکون فی امتی المهدی ان قصر فسبع والا فتسع فتنعم فیه امتی نعمة لم ینعموا مثلها قط تؤتی الارض اکلها ولا تدخر عنهم شیئا والمال یومئذ کدوس یعنی میری امت میں مہدی ہوگا اگر رہیگا تو ۷ سال ورنہ ۹ سال اور اس زمانہ میں میری امت کو ایسی نعمت دیجائیگی کہ کبھی کسی کو ایسی نعمت نہ ملی ہوگی اور زمین اپنے ثمرات دیگی اور زمین امت کیلیئے کوئی چیز بچا نہ رکھیگی اور اس زمانہ میں مال خرمن کیمانند پامال ہوگا۔ دیکھو ہدیہ مہدویہ صفحہ ۱۱۹۔

(۶) چھٹی روایت میں یوں ہے یخرج فی اخر امتی المهدی یسقیه الله الغیث وتخرج الارض نباتها ویعطی المال صحاحا وتکثر الماشیة وتعظم الامة یعیش سبعا او ثمانیة یعنی حجا یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری آخر امت میں مہدی نکلیگا اللہ تعالیٰ اسکے واسطے مینہ برسائیگا اور زمین اپنی سبزی اگاویگی اور وہ بہت مال دیگا اور آمد ورفت بہت ہوگی اور اسکی امامت عظمت کی نگاہ سے دیکھی جاویگی۔ اور وہ سات یا آٹھ برس تک زندہ رہیگا۔

چھٹی فصل

اس بارہ میں کہ اب تک کس قدر مہدی ہوئے

اس میں شک نہیں کہ مہدی کا انتظار حضرت رسالت مآب اور صحابہ کے بعد ہی ہوگیا تھا۔ گو مخبر صادق علیہ السلام نے فی الاصل مہدی سے مراد مسیح آخرالزمان سے رکھی تھی لیکن لوگوں نے لفظ مہدی سے فائدہ اٹھا کر اسکو سوائے مسیح کے ایک اور شخص سے مراد لے لیا اور اسی بنا پر بہت سی موضوع حدیثیں بھی گھڑ لیں اور پھر کسی نہ کسی کو ان حدیثوں کا مصداق ٹھہرا کر بہت کچھ ہاتھ پاؤں بھی مارے مگر نتیجہ کچھ بار ور نہ ہوا۔ بعض نے تو خود دعوے کیا اور بعض کو انکے معتقدین نے مہدی قرار دیا جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اب ہم یہاں پر اُنکی فہرست دیتے ہیں جسکے ساتھ اُنکا بہت مختصر سا حال بھی بیان کرینگے تاکہ ناظرین کو معلوم ہو کہ آجتک کس قدر مہدی ہوئے ہیں۔

(۱) واضح ہو کہ تم پہلے دیکھ چکے ہو کہ جس طرح مہدی کی نسبت فاطمی لوگوں کو خیال تھا اسی طرح بنی امیہ کو بھی دعوے تھا کہ مہدی ہم میں سے ہوگا اور اسی بناء پر اُنہوں نے عمر بن عبدالعزیز کو جو ایک نہایت ہی اعلے درجہ کے پارسا اور عادل اور نیک مزاج بادشاہ تھے مہدی قرار دے دیا۔ اس بزرگ خلیفہ نے اپنی زبان سے دعوے مہدویت نہیں کیا بلکہ اور لوگوں نے اُن کو مہدی مان لیا۔ چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی اپنی کتاب تاریخ الخلفاء کے صفحہ ۱۵۸ میں وہب بن منبہ کا قول نقل کرتے ہیں ان کان فی ھذہ الامۃ مھدی فھو عمر بن عبد العزیز یعنی وہب بن منبہ کہتے تھے کہ اگر اسی امت میں سے کوئی مہدی ہونا ہے تو وہ عمر بن عبدالعزیز ہی ہے اور اسی کتاب کے صفحہ ۱۵۹ پر حسن بصری کا قول نقل کرتے ہیں جو حسب ذیل ہے وقال الحسن ان کان مھدی فعمر بن عبد العزیز والا فلا مھدی الا عیسے بن مریم یعنی اگر کوئی مہدی ہونا ہے تو عمر بن عبد العزیز ہے ورنہ عیسے کے سوا کوئی مہدی نہیں ہے

اور نیز صفحہ ۱۶۰ پر ایک شخص کا قول نقل کئے ہیں اور وہ یوں ہے وقال ابراھیم بن میسرۃ لطاؤس ھو المھدی یعنی عمر بن عبد العزیز۔ ابراھیم بن میسرہ نے کہا۔ یعنے طاوس کو کہا کہ عمر بن عبد العزیز مہدی ہیں لیکن طاوس نے جواب دیا قال ھو مھدی ولیس بہ انہ لم یستکمل العدل یعنی وہ مہدی کیونکر ہو سکتا ہے اس نے کامل طور سے عدل نہیں کیا۔ دیکھو تاریخ الخلفاء وہدیہ مہدویہ۔

(۲) جس طرح بنی امیہ میں روایت مہدی تھی اُس سے بڑھکر بنی عباس میں بھی بہت سی روایات تھیں کہ مہدی اُن سے ہوگا۔ بعض حدیثیں گذشتہ فصل میں بیان ہو چکی ہیں۔ لہذا انہیں کی بناء پر ابو عبد اللہ محمد بن منصور کو اُن کا مصداق بنایا گیا۔ اور اس نے زمانہ کی خوب سیر کرلی اس میں شک نہیں کہ وہ بڑا سخی اور رعیت سے محبت رکھنے والا تھا اور اس کے ہاتھ پر روم کے بہت سے بلاد فتح ہوئے۔ دیکھو تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۸۵ و ۱۸۶۔ مگر وہ مہدی کیونکر ہو سکتے تھے جبکہ اُن کے زمانہ میں کوئی علامت بھی پوری نہیں ہوئی۔

(۳) فرقہ کیسانیہ جو اہل تشیعہ کا گروہ ہے محمد بن حنیفہ کو جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیٹے اور اپنی ماں خولہ بنت جعفر بن قیس بن مسلمہ بن عبد اللہ بن ثعلبۃ بن یربوع بن ثعلبہ بن الدئل بن حنیفہ کی طرف منسوب تھیں مہدی قرار دیا۔ چونکہ وہ زہد اور تقوی اور شجاعت اور عبادت میں مشہور تھے اسلیئے حضرت علیؓ کی اولاد ہونے کی وجہ سے مہدی بنالیا گیا۔ یہ بزرگ ۶۰ برس کی عمر پاکر ۸۱ھ میں بعہد خلافت عبد الملک بن مروان انتقال فرماگئے جہانتک معلوم ہوتا ہے اس بزرگ امام نے اپنی زبان سے ہرگز دعوے مہدیت نہیں کیا صرف اُن کے معتقدین نے اُنکو مہدی قرار دیدیا۔ باوجودیکہ تاریخی طور سے اُنکی وفات کا ثبوت ملتا ہے اور کثیر التعداد اہل تشیعہ بھی اُنکی وفات کے قائل ہیں لیکن ایک گروہ ابتک اس اعتقاد پر جا ہوا ہے کہ وہ نہیں مرے بلکہ زندہ ہیں اور کوہ رضوی میں مخفی موجود ہیں اور دو شیر اُن کی حفاظت کے لئے مقرر ہیں اور اُن کے پاس دو نہریں ایک دودھ کی اور ایک شہد کی بہتی ہیں جن سے وہ کھاتے پیتے ہیں اور وہ آخری زمانہ میں خروج کرینگے اور باقی تمام شیعوں اور دیگر مذاہب کے لوگوں کو ہلاک کرکے دنیا کو عدل اور انصاف سے بھر دینگے اگر ان نادانوں کو معلوم ہوتا کہ احادیث میں مہدی کی عمر ۴۰ سال کی لکھی ہے اور اگر اُن کو

مہدی قرار دیں تو وہ اب بارہ سو برس سے زائد عمر کے ہوتے ہیں وہ پیر فرتوت کی حد سے بھی بڑھ چکے ہیں وہ کیونکر مہدی ہو سکتے ہیں۔ دیکھو تاریخ ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۲۱ و غایت المقصود صفحہ ۳۸ و سیف المسلول صفحہ ۲۳۲۔

(۴) معلوم ہوتا ہے کہ بعض اہل تشیعہ کو معلوم ہوا کہ جو علامات اور کام مہدی کے احادیث میں آئے تھے وہ محمد بن حنیفہ سے ظہور میں نہیں آئے تو کیسانیوں نے اُن کے بعد اُنکے بیٹے ابو ہاشم کو مہدی بنا لیا اور وہ بھی بلا کسی کامیابی کے فوت ہو گیا۔ تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ اُس نے بھی بذات خود دعوے نہیں کیا تھا صرف اُنکے معتقدوں نے زبردستی مہدی بنا لیا۔ دیکھو غایت المقصود صفحہ ۳۸۔ تحفہ اثناعشریہ قلمی صفحہ ۹۔

(۵) اسی فرقہ کیسانیہ کے ایک اور گروہ نے جب دیکھا کہ متذکرہ بالا صاحبان کی کوئی قبولیت ظاہر نہیں ہوئی تو اُنہوں نے عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب کو مہدی موعود مشہور کر دیا مگر وہ بھی مثل صاحبان متذکرہ بالا برخلاف امید معتقدان نامراد اور ناکامیاب مر گیا۔ اس بزرگ نے بھی اپنی زبان سے دعوے مہدویت نہیں کیا تھا۔ دیکھو غایت المقصود صفحہ ۳۸۔ تحفہ اثناعشریہ صفحہ ۹۔

(۶) شیعوں کا ایک فرقہ مغیریہ نام ہے۔ اُنہوں نے اپنی طاقت اور رونق بڑھانے کے لئے محمد بن عبداللہ بن حسن بن علی کو مہدی موعود مان لیا اور وہ کہتے ہیں کہ محمد بن عبداللہ موصوف کوہ علمیہ میں جو مکہ معظمہ کی سڑک پر واقع ہے مستور ہیں اور وہ آخری زمانہ میں نکلکر دنیا کو اپنا مطیع و منقاد بنا لینگے۔ اس بزرگ نے بھی کوئی دعوے نہیں کیا یہ گروہ مغیریہ کا اپنا خیال فاسد ہے۔ دیکھو غایت المقصود صفحہ ۳۸۔

(۷) اہل تشیعہ کا ایک فرقہ ناووسیہ نام ہے جو امام جعفر صادق کو جو ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۴۸ھ میں فوت ہو گئے مہدی قرار دیا اور وہ کہتے ہیں کہ وہ ابتک زندہ موجود ہیں۔ دیکھو غایت المقصود و عمدۃ الطالب صفحہ ۲۷۳۔ یہ اثناعشریہ کے بارہ اماموں میں سے ایک امام مانے جاتے ہیں۔ دیکھو غایت المقصود صفحہ ۳۸۔ اس بزرگ امام نے بھی کبھی دعوے نہیں کیا۔

(۸) شیعوں کا ایک فرقہ مبارکیہ نام ہے جو فرقہ اسمٰعیلیہ کی ایک شاخ ہے وہ اس امر کا

مدعی ہے کہ اسمٰعیل بن جعفر صادق ہی فی الاصل مہدی ہیں اور وہ آخر زمانہ میں خروج کرینگے اور وہ صرف مہدی ہی نہیں بلکہ رسول بھی ہونگے اور شریعت محمدیہ کو منسوخ کرکے تازہ شریعت قائم کرینگے۔ دیکھو رسالہ غایت المقصود جلد اول صفحہ ۳۸۔ یہ خیال بنائے فاسد علے الفاسد ہے۔ ضرورت بیان نہیں۔ تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۱۱۔

(۹) شیعوں کا ایک اور فرقہ واقفیہ نام ہے جو حضرت موسے کاظم بن جعفر کو مہدی موعود قرار دیتے ہیں جو سنہ ۱۲۸ یا ۱۲۹ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ یہ بزرگ اہل تشیعہ کے فرقہ اثنا عشریہ کے بارہ اماموں میں سے ایک امام ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ یہ بزرگ دلیر۔ سخی اور کریم النفس اور کاظم الغیظ تھے رات کو درہم و دینار کی تھیلی لیکر نکلتے اور مساکین کو تقسیم کرکے واپس آتے تھے۔ مگر اس کو موسے الہادی نے پکڑ کر زندان میں محبوس کردیا تھا۔ آخر زمانہ ہارون رشید میں رہا ہوا۔ ہارون رشید بادشاہ اُسکی نیک عادات کا مشاہدہ کرکے اُسکی بہت تعظیم و تکریم کرتا رہا مگر بعد ازاں کسی وجہ سے اُسکی طرف سے ملکی اندیشہ دامنگیر ہوگیا تو اُسکو دوبارہ ماخوذ کرکے یحیٰی بن خالد سندہی کے ہاتھ سے قتل کرادیا اور ابن خلکان لکھتے ہیں کہ اصل بات یہی ہے کہ سنہ ۱۸۳ یا ۱۸۶ھ میں شہر بغداد میں اپنی طبعی موت سے مر گئے تھے فرقہ واقفیہ کہتا ہے کہ گو وہ اس دنیا سے انتقال کرگئے ہیں لیکن آخری زمانہ میں پھر زندہ ہوکر آجائینگے۔ دیکھو ابن خلکان

(۱۰) شیعوں کا ایک اور فرقہ محمدیہ نامی ہے وہ محمد بن علی نقی کو مہدی وہادی موعود و صاحب الزمان کہتے ہیں۔ حالانکہ وہ اپنے باپ امام علی نقی کے زمانہ حیات میں وفات پاگئے تھے اور شہر سامرہ سے قریب ۱۸ میل کے فاصلہ پر اُن کی قبر موجود ہے اور لوگ اُس کی زیارت کو جاتے ہیں۔ دیکھو غایت المقصود صفحہ ۳۸۔

(۱۱) شیعوں کا ایک فرقہ اسمٰعیلیہ ہے جو محمد بن اسمٰعیل بن جعفر کو مہدی موعود مانتے ہیں۔ دیکھو غایت المقصود صفحہ ۳۹۔

(۱۲) شیعوں کا ایک فرقہ اسمٰعیلیہ ہے جو اسمٰعیل بن جعفر صادق کی وفات کے منکر ہیں اور مہدی موعود و صاحب الزمان و امام مانتے ہیں۔ دیکھو غایت المقصود صفحہ ۳۸۔

(۱۳) شیعوں کا ایک فرقہ عسکریہ نام ہے جو حسن عسکری کو مہدی موعود تسلیم کرتے ہیں جو سنہ ۲۳۱ھ میں پیدا ہوئے تھے اور سنہ ۲۶۰ھ میں شہر سر من رائے میں فوت ہوگئے تھے اور اپنے باپ علی بن محمد الجواد کے پہلو میں مدفون ہیں۔ دیکھو ابن خلکان ج ۱ صفحہ ۱۳۷

(۱۴) امامیہ فرقہ کی ایک شاخ ہے جو محمد بن علی الباقر کو مہدی موعود قرار دیتے ہیں۔ دیکھو سیف الملوک صفحہ ۲۳۳۔

(۱۵) ایک فرقہ اہل تشیعہ کا ہے جو محمد بن الحسن المثنیٰ بن الحسن المجتبےٰ کو مہدی مانتے ہیں۔ اس کا مفصل نام جو کتاب عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب میں ہے وہ حسب ذیل ہے محمد بن عبداللہ بن حسن المثنیٰ بن الحسن بن علی بن ابی طالب۔ اسکو نفس زکیہ بھی کہتے ہیں اور اسکی کنیت ابو عبداللہ اور ابو القاسم ہے۔ اہل تشیعہ کا ایک فرقہ اسی کو مہدی موعود قرار دیتے ہیں اور اپنی تائید میں کہتے ہیں کہ اُن کا نام موافق حدیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان المہدی من ولدی اسمہ اسمی واسم ابیہ اسم ابی، محمد اور ان کے باپ کا نام عبداللہ ہے اور کہتے ہیں کہ حسب روایت اندر روی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہ قال تقتل باحجار الزیت من ولدی نفس زکیۃ وہ احجار زیت میں قتل ہوئے اور اُن کے کندھوں کے مابین ایک سیاہ خال بھی تھا اور منصور عباسی نے جو بعد ازاں خلیفہ ہوا اس کے ہاتھ پر بیعت بھی کی تھی جیسے کہ حدیث میں وارد ہے کہ مہدی کی تائید میں منصور ہوگا جب محمد بن عبداللہ نفس زکیہ مدینہ میں ظاہر ہوا تو ابو جعفر منصور خلیفہ عباسی نے عیسےٰ بن موسےٰ کو ایک لشکر جرار دیکر اُسکی سرکوبی کے لئے متعین کیا۔ اور محمد بھی مدینہ سے باہر نکلکر برسر مقابلہ ہوا۔ آخر شکست کھائی اور اُسکے تمام ہمراہی تتر بتر ہوگئے اور وہ صرف تنہا رہگیا۔ جب اسے اس قسم کی ذلت ہوئی تو وہ برداشت نہ کرسکا۔ اپنا منہ لے کر گھر میں داخل ہوا اور حکم دیا کہ تنور گرم کیا جائے۔ پھر اُس رجسٹر کو جس میں مبایعین کے نام درج تھے تنور میں ڈالدیا جو جلکر خاک سیاہ ہوگیا۔ پھر نکلا اور لڑائی میں مصروف ہوا مگر آخر کو مارا گیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں نے موضوع حدیثیں بنالی تھیں اور اُس کا مصداق بناکر فائدہ اٹھانا چاہا تھا مگر کبھی جھوٹ کو بھی فروغ ہوسکتا ہے دیکھو تاریخ ابن خلکان و عمدۃ الطالب۔

(۱۶) شیعوں کا ایک فرقہ کہتا ہے کہ محمد بن حسن مہدی ہیں جس کو خلیفہ معتصم نے ایک سال تک قید کردیا تھا پھر اُس کے بعد اُس کو رہا کردیا تھا۔ اُس کے بعد اُس کی

کچھ خبر نہیں کہ کیا ہوا اور کہاں مرا۔ دیکھو سیف المسلول صفحہ ۲۳۴۔

(۱۷) شیعوں کا ایک فرقہ اس امر کا مدعی ہے کہ مہدی محمد بن عبد اللہ بن حسین ہے۔ جو مدت سے مر چکا ہے۔ اس نے اپنی زبان سے ہرگز دعوے نہیں کیا۔ دیکھو سیف المسلول صفحہ ۲۳۴۔

(۱۸) شیعوں کا ایک فرقہ یحییٰ ابن عمر نبیرہ زید بن علی بن حسین کو مہدی قرار دیتا ہے۔ اس نے بھی کبھی دعوے نہیں کیا۔ دیکھو سیف المسلول صفحہ ۲۳۴۔

(۱۹) فرقہ امامیہ اثنا عشریہ کے بعض فرقے جو ملک ہندوستان و فارس میں رہتے ہیں اور جو تبرہ بازی اور گندہ دہنی میں مشہور اور بزرگان دین وصحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان پاک میں افترا اور ناپاک باتیں کہنا اپنی اعلےٰ درجہ کی عبادت تصور کرتے ہیں حالانکہ مذہب اسلام کے رو سے ایسا کرنا نامناسب ہے اور قرآن کریم میں تو بتوں جیسی بے حس وحرکت چیزوں کو برا کہنے سے روکا گیا ہے چہ جائیکہ اُن بزرگوں کو گالیاں دیجائیں اور اُن پر طرح طرح کے اتہام لگائے جائیں جنہوں نے خدا کے مرسل خدا کے پیارے حبیب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ایسی گھڑیوں میں ساتھ دیا جبکہ جان ومال معرض خطر میں تھیں بلکہ اپنی جان ومال کو اُس رسول امی کی حفاظت میں خرچ کر دیا اور اس اسلام کے پہنچانے اور بچانے میں اپنے خونوں کو پانی کی طرح بہا دیا اور طرح طرح کی ایذائیں اور دکھ سہے۔ ایسے جانبازوں کو بُرا کہنا عقلمندی کے خلاف ہے۔ اگر ہم مذہب کے پہلو کو برطرف بھی رکھ کر دیکھیں اور تمام اقوام دنیا کے اخلاق پر نگاہ کریں تو ہمیں یہی ثابت ہوگا کہ وحشی سے وحشی قومیں بھی گالیاں دینے اور بُرا بھلا کہنے کو بُرا جانتی ہیں علاوہ ازیں خود فطرت انسانی اپنے اندر ایک حجت ملزمہ رکھتی ہے۔ اور گالیاں نکالنے کو فاسد اور بُرا بتاتی ہے۔ مثلاً جب انسان خواہ وہ احمق ہی کیوں نہ ہو دوسرے شخص کو گالیاں دیتا ہے تو یہ خیال کر کے کہ میں جو الفاظ بولتا ہوں وہ درحقیقت ایسے گندے اور ناپاک ہیں کہ جسکے سننے سے دوسرے کو ایذا پہنچتی ہے اور اس ذریعہ سے انتقام لیتا اور اپنے غضب کو فرو کرتا ہے۔ اگر اُنکی فطرت ان الفاظ کو اچھا سمجھتی تو کبھی ایسا نہ کرتی پس مذہب اور اخلاق قومی اور فطرت انسانی ہرگز روا

نہیں رکھتے کہ کسی کو گالی دیجائے چہ جائے کہ ایسے بزرگوں کو جنہوں نے دنیا کو اپنے پاک نمونہ سے حلقہ بگوش بنالیا تھا اور اپنی جان عزیز کو اسلام کی خاطر قربان کردیا تھا۔ جزاہم اللہ خیر الجزا۔

یہاں پر فرقہ امامیہ کے بعض لوگ کہتے ہیں کہ محمد بن حسن عسکر مہدی موعود و امام و صاحب الزمان و خلیفہ انس و جان ہیں اور اُن کا اعتقاد ہے کہ وہ غار سامرہ میں مخفی ہیں اور قرآن اصلی بھی انہی کی بغل میں ہے۔ جب دنیا پر بقول اہل عراق ۱۴ آدمی مومن ہو نگے اور بقول عوام شیعان دو چار مومن بھی صفحہ دنیا پر ہو جائینگے تو وہ ظہور کرینگے اور جہاں کہیں اُنکے ماننے والے ہونگے خواہ وہ دنیا کے کسی کونہ میں ہوں اُڑکر یا کسی اور ذریعہ سے اُن کے پاس پہنچ جائینگے۔ اور ساتھ ہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور کل انبیاء اور تمام آئمہ بھی پیدا ہونگے۔ اور نیز تمام صحابہ بھی اپنی قبروں سے نکل پڑینگے۔ اس وقت مہدی ان تمام آئمہ کے ساتھ ملکر صحابہ کو تیغ بیدریغ سے قتل کر ڈالینگے اور پھر وہاں سے فراغت پاکر روے زمین میں سیلاب کی طرح ٹوٹ پڑینگے اور جہاں کہیں سنی اور خوارج اور کفار کو پائینگے تو سب کو بلا توقف مار ڈالینگے یہانتک کہ دنیا پر خون کی ندیاں بہہ جائینگی۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام بھی امام مہدی کی غلامی کو آئینگے اور انہی کے ہاتھ پر بیعت کرکے جو کچھ مہدی صاحب کہینگے اُس کی بجا آوری کو اپنا فخر اور عزت سمجھینگے اور جس قدر احادیث مہدی کے بارہ میں آئی ہیں وہ سب اُنہی کی ذات پر صادق آئینگی۔ یہ عقیدہ اثنا عشریہ کے بعض لوگوں کا ہے۔ دیکھو غایۃ المقصود صفحہ ۱۴ لغایت ۹۴۔ و دیگر کتب اہل تشیعہ۔

اصل بات جو تحقیقات غامضہ سے معلوم ہوتی ہے یہ ہے کہ محمد بن حسن العسکری کی نسبت بڑا اختلاف ہے۔ خود اہل تشیعہ کے فرقے بجز اثنا عشریہ جس قدر ہیں وہ سب اُس کی مہدیت کے قائل نہیں اور بعض تو سرے ہی سے اُن کے وجود کے انکاری ہیں کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ امام حسن عسکری اپنی حیات میں کوئی بیٹا نہیں چھوڑ مرے اور جس قدر اُن کی میراث تھی اُن کے بھائی کو ملی تھی حتےٰ کہ امامت بھی اُنہیں کے نام منتقل

ہو گئی - اور بعض کہتے ہیں کہ حسن عسکری کا محمد نام ایک لڑکا تھا جو اپنے باپ کی وفات سے دو سال پہلے پیدا ہوا تھا مگر وہ بہت تھوڑے عرصہ میں مر گیا تھا - دیکھو سیف المسلول مصنفہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی - صفحہ ۲۳۴ -

علاوہ ازیں اہل سنت والجماعت کا بھی اس امر پر اتفاق ہے کہ محمد عسکری نام شخص دنیا کی کسی غار میں مخفی نہیں بلکہ ایک شخص آخری زمانہ میں پیدا ہوگا اور چالیس سال کی عمر میں دعوے مہدی کریگا اور اُس کے آنے سے دین اسلام کو پرلے درجہ کی تقویت ہوگی اور وہ زمین کو ظلم وستم سے پاک وصاف کر کے اُس کی بجائے عدل وانصاف کے قائم کریگا - اور اُس کے زمانہ میں تمام ملل باطلہ مر جائینگی اور اسلام ہی کا آفتاب صفحہ دنیا پر چمکتا ہوا دکھلائی دے گا -

امامیہ اثنا عشریہ بھی اس امر کا تو انکار نہیں کرتے بلکہ قائل ہیں کہ مہدی موعود کی عمر جو احادیث نبویہ میں آئی ہے وہ چالیس ہی سال ہے اور ان احادیث کو اپنی کتابوں میں بیان بھی کرتے ہیں - لیکن باوجود اس اقرار کے وہ کہتے ہیں کہ محمد بن حسن عسکری جن کا تولد باتفاق اہل تشیعہ و ابن خلکان وغیرہ مورخان ۲۴۵ھ یا ۲۵۰ھ میں ہوا اور باختلاف رائے اہل تشیعہ ۲۴۹ھ یا ۲۵۰ھ یا ۲۶۵ھ یا ۲۶۶ھ میں غائب ہو گئے حالانکہ اس حساب سے اُنکی عمر آج تک جو ۱۳۱۸ھ ہے ۱۰۶۸ برس کی ہوتی ہے اور وہ اس مضمون کی کوئی آیت یا حدیث پیش نہیں کر سکتے کہ جب مہدی موعود آئیگا تو انکی عمر قریب گیارہ سو برس کی ہوگی - کل احادیث میں عمر زیادہ سے زیادہ تیس یا چالیس برس لکھی ہے -

اہل تشیعہ کے ایک نوجوان مصنف کو جو ایک حماقت اور جہالت کا پتلا اور ناپاکی اور گندگی کا کیڑا معلوم ہوتا ہے یہ بات کھٹکی ہے اور وہ اپنے اس اعتراض کو اٹھانے کی یوں کوشش کرتا ہے کہ جیسے حضرت الیاس - حضرت خضر - حضرت ادریس - حضرت عیسے علیہ السلام زندہ ہیں اور اُن پر زمانہ کا اثر نہیں ہوتا وہ بھی زمانہ کے اثر سے محفوظ ہیں - اول تو یہ کتنی حماقت ہے کہ دعوے پر دعوے کرتا ہے یعنی جیسے خود اُن کے خیالی مہدی کی نسبت فی نفسہ ایک دعوے ہے ایسے ہی ان انبیاء

کی نسبت کہ وہ زندہ ہیں ایک دعوے ہے جو خود محتاج دلیل ہے - اگر پوچھا جائے کہ اے بھلے مانس بتا کہ تمہارے پاس ان انبیاء کی زندگی کی کیا دلیل ہے تو بجز ندامت اور شرمندگی کے کیا جواب ہوگا کیا اُن کی زندگی کے ثبوت میں یہ دلیل پیش کرے گا کہ جیسے ہمارے مہدی زندہ ہیں اُسی طرح وہ بھی زندہ ہیں -

پھر اگر ہم اس بزرگوار طاقت شعار کی اس بات کو بھی تسلیم کر لیں کہ وہ زندہ ہیں اور ضرور زمانہ کا اثر اُن پر نہیں آتا تو خود اُن کے ہاں بلکہ اکثر مورخین کے ہاں بھی مسلم ہے کہ ۴ یا ۵ سال کی عمر میں یا بقول اُن کے زیادہ سے زیادہ دس برس کی عمر میں وہ غار سامرہ میں جو سرمن رائی کے متصل واقع ہے غائب ہو گئے تھے اور چونکہ وہ بقول اُن کے زمانہ کے اثر سے محفوظ ہیں تو جس عمر کے وہ مخفی ہوئے ہیں اُسی عمر میں وہ باہر نکلینگے مگر اُن کی مسلمہ احادیث کے رو سے اُن کی چالیس برس کی عمر ہونی چاہیئے اور وہ اُس وقت ۴ یا ۵ یا غایت ۱۰ سال کے ہونگے ایسی حالت میں وہ چالیس برس کے کیونکر ہو سکتے ہیں - اگر یہ کہو کہ اس غار کا خاصہ ہے کہ زمانہ کے اثر سے محفوظ رکھتی ہے - لیکن جب باہر آئینگے تو پھر زمانہ کا اثر شروع ہو جائیگا - اگر یہ بات سچ ہے تو پھر وہ اپنی کتاب میں اُنکے زندہ ہونے اور بعض لوگوں سے مختلف مقامات پر اور بعض آدمیوں سے حج کے موقع پر ملاقات کا اظہار کرتے ہیں اور یہ بھی لکھتے ہیں کہ وہ گھوڑوں پر سوار مسلح بغداد کے نواح تک دورہ کرتے رہتے ہیں اور جب وہ اس حالت میں اُس غار سے باہر آجاتے ہیں تو پھر زمانہ کے اثر سے کیونکر محفوظ ہوئے - پھر اُن کے پیر فرتوت ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے -

اے نادانو یہ تمہاری منطق بالکل لغو اور فضول ہے - تم کیوں ایک خیالی اور وہمی بات کے پیچھے پڑ کر اُس کی پرستش اور پوجا کر رہے ہو - آؤ ذرا خدا سے ڈرو - خود تمہاری حدیثوں میں آچکا ہے اور ہم سابق ازیں گذشتہ باب میں لکھ آئے ہیں کہ ہر مومن کے لئے امام کا پہچاننا نہایت ضروری ہے اور اُس کی عدم معرفت پر سخت وعید آیا ہے - کہ ایسے لوگ کفر اور نفاق کی موت مرتے ہیں - پھر کیوں اسلام کی طرف کامل تحقیقات نہیں کرتے -

اے نادانو جب تمہارے ہاتھ میں کوئی ایسی بات نہیں کہ جس سے تم اپنے وہم کے مستور پہلوان کو پہچان سکو۔ پہچاننا تو در کنار خود اُسکی پیدائش اور زندگی میں اتنا اختلاف ہے کہ ندامت اور شرمندگی کے مارے بجز سر در گریبان ہونے کے چارہ نہیں۔ ایسی حالت میں تم اپنے ایمان سے کہو اور تمہیں اُسی وہم کے مخلوق و مربوب کی قسم ہے سچ بتاؤ کہ کیا موجودہ حالت میں اپنی روایات کے رو سے کیونکر موت مومنانہ کے مستحق ہو سکتے ہو۔ تمہاری حدیثیں تو پکار پکار کر کہتی ہیں کہ امام کا موجود ہونا اور اُس کی نسبت معرفت تامہ ہونا اشد ضروری ہے اور اب امام تو تم میں موجود نہیں تو تمہارا ایمان اور تمہاری عاقبت بخیر معلوم۔ جب تمہارے ایمان کی یہ حالت اور تمہاری موت کی وہ حالت تو تم کس برتی پر امام المطہرین و اصدق الصادقین کی پاک جماعت کو بُرا بھلا کہتے ہو جنہوں نے پیارے رسول علیہ الصلوۃ والسلام کا عُسر و یُسر میں وفاداری اور ہر خطرناک موقعوں پر جاں نثاری کا ثبوت دیا ہے اور اپنے خونوں کو اُس کی راہ میں پانی کی طرح بہایا ہے اور اپنے مالوں کو اعلاء کلمہ اسلام میں خس و خاشاک کی طرح اُڑا دیا ہے۔ فاتقوا اللہ یا اولے الالباب۔

اگر آپ کے وہمی امام مہدی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ الہام ہوتا اور غیب کی خبریں دیجاتی ہیں تو یاد رکھو کہ وہ آپ پر ہرگز اعتماد نہیں کر سکتے کیونکہ اُن کو آپ کی اُس وفاداری کی پوری پوری اطلاع ہوگی جو آپ لوگوں کی طرف سے حضرت علی رض کے ساتھ وقوع میں آئی۔ کیا اُن کو معلوم نہیں کہ کوفہ میں آپ لوگوں نے اُس امام پاک سے کیا سلوک کیا۔ کیا اُن کو اس فریب کی خبر نہ دی گئی جو آپ لوگوں کی طرف سے امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کیا گیا۔ کیا وہ اس بات سے بے خبر ہونگے کہ امام مسلم اور اُس کے بیٹوں کے قاتل کون ہیں۔ اور سب سے بڑھکر اُس جانگداز اور دلخراش واقعہ کی خبر نہوگی کہ کس طرح آپ لوگوں نے اُن کو طلب کیا اور پھر کس طرح اُن کو چھوڑ کر الگ ہو گئے اور پھر کس طرح اپنی آنکھوں کے سامنے خاندان نبوی کا خاتمہ کرایا۔ کیا تم اُنہی کی ذریت نہیں۔ اگر مان بھی لیں کہ وہ زندہ موجود ہیں تو بھی وہ کسی صورت میں باہر نہیں نکل سکتے کیونکہ آپ لوگوں پر تو اُن کو کسی طرح اعتماد نہیں ہو سکتا لا یلدغ المومن من جحر واحد اُن کا ورد

زبان ہوگا۔ جب آپ لوگوں کی بے وفائی ایک دفعہ نہیں دو دفعہ نہیں بلکہ بارہا تجربہ میں آچکی ہے توکیونکر وہ اپنی جان عزیز کو جو اتنی مدت سے بچائے ہوئے ہیں آپ لوگوں کے بھروسہ پر آپ کے سپرد کردینگے۔

بعض شیعوں کا اعتقاد ہے کہ امام مہدی علیہ السلام سنیوں کے خوف کے مارے محجوب ومستور ہیں۔ یہی دو گروہ اب بھی دنیا میں موجود ہیں ایک شیعوں کا اور دوسرا سنیوں کا۔ شیعوں کی بے وفائی بارہا مشاہدہ میں آچکی ہے اور سنیوں سے وہ خود ڈرتے ہیں تو دو نو گروہ قابل اعتبار نہ ٹھہرے۔ ایسی حالت میں اُن کا ظاہر ہونا تا قیامت ناممکن الوقوع ہوگیا۔ اگر کسی وبا یا کسی اور وجہ سے ان دو نو گروہوں کا صفحہ دنیا سے استیصال ہوجائے تو بھی اُن کا نکلنا مشکل ہے کیونکہ فرقہ بیاضیہ جن کو خوارج بھی کہتے ہیں وہ بھی بکثرت موجود ہے اور وہ تو اُن کے جانی دشمن ہیں۔ سنی تو اُن کو مان بھی لیں لیکن اُن کا ماننا دشوار۔ اس لئے وہ پہاڑ کی کھوہ سے نہیں نکل سکتے۔ نہ تو اُن لوگوں کا دنیا سے مفقود ہونا نظر آتا ہے اور نہ اُن کا نکلنا۔ بہر حال اُنکا عدم وجود برابر ہوا۔

معلوم ہوتا ہے کہ اُن کو دنیا کی ذرہ بھی خبر نہیں اور نہ الہام اُن کو ہوتا ہے ورنہ آجکل وہ نکل آتے تو اُن کو ذرہ بھی اندیشہ نہیں تھا۔ کیونکہ اس وقت گورنمنٹ انگریزی ایک ایسی گورنمنٹ ہے جس کے زیر سایہ شیر اور بکری ایک گھاٹ میں پانی پی رہے ہیں۔ کوئی شخص دوسرے کے مال وجان پر دست درازی نہیں کرسکتا اگر ایسی غیر متعصب اور عادل اور منتظم اور بارعب گورنمنٹ کے زمانہ میں ظاہر نہ ہوئے تو انکے لئے سخت ہی بدبختی اور بے نصیبی ہے۔ اب اُن کو اس سے بہتر اور کون موقع مل سکتا ہے۔ لیکن اگر واقعی ہوتے تو کیوں نہ نکلتے۔ یہ شیعہ محض اپنا دل خوش کر رہے ہیں اور ایک خیال کی پوجا کر رہے ہیں۔ کوئی ثبوت اُن کے وجود کا اُن کے پاس نہیں۔ بلکہ جو فی الحقیقت امام اور سچا امام ہے اور جس نے دنیا کو ناپاک لوگوں سے صاف کرنا شروع کردیا ہے اور جو اپنے منجانب اللہ ہونے کا بڑا ثبوت دے چکے ہیں اُن سے کیوں محروم ہو رہے ہو۔ تم بہت رونا رو چکے اور جو کچھ واویلا کرنا تھا کر چکے اگر کسی مہدی خیالی کا وجود ہوتا تو وہ ضرور نکل آتا۔

بعض نادان یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ زندہ تو ضرور ہیں کیونکہ چند آدمیوں نے اُن کو وقتاً فوقتاً جنگلوں بیابانوں اور پہاڑوں میں اور گاہے گاہے بغداد کے سڑکوں میں چند ہمراہیوں کے ساتھ مسلح گھوڑوں پر پھرتے ہوئے دیکھا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ اپنی عقل کو فارغ خطی دے بیٹھے ہیں۔ وہ حماقت کا زمانہ گیا۔ آجکل تو ایک روشنی کا زمانہ ہے کوئی شخص کسی کی بات کو اناب شناب نہیں مان سکتا جب تک اُس کو عقل کی کسوٹی پر چڑھا کر دیکھ نہ لے۔ کون شخص عقل کا اندھا ہے کہ آجکل کے زمانہ میں ایسے لغو اور پوچ اور دور از قیاس افسانے مان لے۔ ایسی باتیں ہرگز قابل پذیرائی نہیں۔ کوئی عقل کے اندھے اور گانٹھ کے پورے مان لیں تو مان لیں کوئی عقلمند تو اسکو تسلیم نہیں کر سکتا۔

شیعوں کی اس منطق سے عجیب حیرت آتی ہے ایک طرف تو کہتے ہیں کہ وہ مسلح گھوڑوں پر سوار مکہ سے بغداد تک پھرتے اور خوب دورہ کرتے ہیں اور بڑے جری اور بہادر ہیں اور دوسری طرف اُن کی نسبت کہتے ہیں کہ وہ اس واسطے ظاہر نہیں ہوتے کہ انکو لوگوں کا خوف ہے۔ کیا ایسا آدمی جری و شجاع کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے۔ تمام انبیا اور مامور من اللہ اُس وقت ظاہر ہوتے ہیں جب کہ اُن کا ایک بھی رفیق نہیں ہوتا کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب دعوے کیا تھا تو اُن کے ہمراہ پہلے ہی سے کچھ آدمی بخیال تھے ایسا بودا پن اور بزدلی جو شیعوں کے خیالی مہدی میں پائی جاتی ہے وہ شان نبوت کے بالکل منافی ہے۔ ایسا آدمی ایک معمولی نمبردار نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ دنیا کا امام اور پیشوا بنے۔

یہ عجیب مہدی ہیں کہ دنیا میں بقول شیعان ایک مومن بھی نہیں اور لوگ از سرتاپا معاصی اور گناہوں میں مستغرق اور ایک مخلوق خطرناک جرائم میں گرفتار ہو رہی ہو اور وہ بے فکر غاروں میں مزہ اُڑا رہے ہوں۔ کیا کسی کی حمیت اور غیرت اس امر کی مقتضی ہو سکتی ہے کہ مخلوقات خدا تو کوئیں میں پڑ رہی ہو اور وہ کھڑے تماشہ دیکھا کریں۔ یا اپنی جان بچا کر یا کہیں محجوب و مستور ہو کر بیٹھ رہیں۔

اے اہل تشیعہ کے دانشمندو! سنو اور خوب غور سے سنو یہ قصہ جو آپکی کتابوں میں درج ہے اور ہر فرد و بشر کی زبان پر بطور ورد جاری ہے یہ سب بے بنیاد اور فضول

ہے آپ کو چاہیے کہ اس کو اپنے دلوں سے بالکل نسیاً منسیاً کردیں۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ جیسے عیسےٰ علیہ السلام کی نسبت بعض سنیوں نے جھوٹا قصہ بنا رکھا ہے کہ آسمان پر زندہ موجود ہیں اور آخری زمانہ میں زمین پر اتر ینگے ایسا ہی آپ کے بزرگوں نے مہدی کا قصہ بنا لیا ہے۔ یہ سب عیسائیوں اور یہودیوں کی نقل اُتاری گئی ہے۔ یہودی اب تک حضرت ایلیا کے نزول کے منتظر ہیں اور عیسائی حضرت عیسےٰ کی جلالی آمد کے امیدوار بیٹھے ہیں ایسا ہی بعض مسلمان عیسےٰ اور مہدی کی انتظار میں لگے ہوئے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ ان بزرگوں کا آنا تو ضروری ہے مگر بروزی صورت میں۔ جیسے یوحنا ایلیا کی صورت میں آگیا تھا اور حضرت مسیح نے اُس راز کو آنکر افشا کو دیا تھا اسی طرح مسیح موعود نے بھی آنکر اس راز سربستہ کو کھول دیا اور بتا دیا کہ عیسےٰ علیہ السلام اور حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا بروزی نزول ہو گیا اس فیصلہ کو نہ ماننا وہی نتیجہ لائیگا جو حضرت یوحنا کے نہ ماننے پر حضرت مسیح کے دشمنوں اور منکروں کا ہوا۔

اہل تشیعہ کے عقلمند بزرگو میری اس عاجزانہ نصیحت کو مان لو کہ تم ایک ایسے انسان کے پیچھے نہ پڑو جس کو آپ نے نہ دیکھا ہے نہ بھالا ہے اور جس کی نسبت کسی قسم کا تجربہ بھی نہیں ہوا اول تو بقول آپکے محمد بن حسن عسکری ایک نابالغ بچہ تھے انسان کی حالت جوانی پر جاکر کھلتی ہے۔ بظاہر تم اُس کی بزدلی کو تو مشاہدہ کر چکے ہو۔ اگر آبھی گئے تو ایسے ڈرپوک سے کیا بند وبست ہو سکتا ہے۔

حضرت علی شیر خدا سے تو بڑھکر نہیں ہو سکتے۔ بقول آپ کے وہ اپنی ساری عمر میں اپنے دشمنوں سے ڈرتے رہے اور ہمیشہ نقصان اُٹھاتے رہے اور اُن کے دشمن کامگار اور کامیاب ہو کر دنیا سے اٹھے۔ جب شیر خدا سے کچھ بھی بن نہ پڑی اور بقول آپ کے وہ پورے کامیاب دنیا سے نہیں گئے تو اب تم کیونکر امید کر سکتے ہو کہ ایسا بزدل انسان تمہاری مطلب براری کر سکیگا۔ ہرگز نہیں کیونکہ اس زمانہ میں سنیوں اور خوارج کی کثرت ہے شیر خدا کے زمانہ میں ایسے لوگ بہت تھوڑے تھے۔ اور شیر خدا باوجودیکہ خوب عمر پا چکے تھے اور دشمنوں کی چالوں سے خوب واقف ہو گئے تھے اور نیز ایک وسیع تجربہ بھی اُنکو حاصل ہو چکا تھا وہ اپنے دشمنوں سے عہدہ برا نہو سکے تو اب تم ایک ناتجربہ کار دنیا سے

محض نا آشنا بچہ سے کیا امید کر سکتے ہو۔ اس خیال خام سے باز آؤ اور میری نصیحت کو مان لو ورنہ بجز حسرت اور ندامت کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ آپ جانتے ہیں کہ غار سر من رائے میں ہر روز کوتل گھوڑے آپکی سواری کے لئے لیجاتے ہیں اور ہر روز پکارتے ہیں۔ اخرج یا مولانا اخرج یا مولانا۔ اگر واقعی زندہ ہوتے تو ہر روز کے چیخنے اور چلانے سے اُن کے مزاج مبارک پر اثر پڑتا اور نکل آتے۔ جب اتنی مدت دراز نے ثابت کر دیا کہ تمہاری آواز کا کوئی شنوا نہیں تو بہتر آپ ہی غور کریں کیوں بے فائدہ تضیع اوقات کرتے ہیں۔ وما علینا الا البلاغ۔ دیکھو ابن خلکان صفحہ ۴۶۲ و غایت المقصود صفحہ ۴۰ لغایت ۶۰ و حدیث الغاشیہ صفحہ ۳۴۳۔ و اقتراب الساعۃ صفحہ ۱۱۳ و سیف المسلول و تحفہ اثنا عشریہ و مہدی نامہ

(۲۰) ایک گروہ موسے بن طلحہ کو مہدی موعود ٹھہراتے ہیں حالانکہ یہ بزرگ مہدیت کا انکار کرتے رہے کہ میں مہدی نہیں ہوں۔ دیکھو حدیث الغاشیہ صفحہ ۳۴۱۔

(۲۱) ۷۹۰ھ میں عباس نام ایک شخص نے دعوے کیا کہ میں مہدی موعود ہوں مگر بالآخر ناکام مرا۔ دیکھو حدیث الغاشیہ صفحہ ۳۴۱۔

(۲۲) شروع صدی ہشتم میں توریز کے رہنے والے ایک صوفی نے مہدیت کا دعوے کیا اور اہل کوس کے بہت لوگ اُس کے تابع ہو گئے۔ مگر آخر کو بہت جلد یہ سلسلہ منقطع ہو گیا۔ دیکھو حدیث الغاشیہ صفحہ ۳۴۱۔

(۲۳) شہرزور کے پہاڑوں میں ایک گانو ہے جس کا نام انمک ہے۔ وہاں ۱۰۷۰ھ میں ایک شخص محمد نامی نے دعوے کر دیا کہ میں مہدی ہوں۔ اکثر علماء نے اُس پر فتوے کفر لگایا۔ مگر لوگ اُس کے ہمراہ ہوتے گئے اور ایک بڑی جماعت پیدا ہو گئی۔ آخر احمد خاں کردی نے اُس پر فوج کشی کر کے اُس کی جماعت کو پراگندہ کر دیا اور محمد قتل ہوا اور اُس کے بھائی کو اسیر کر کے لے گیا۔ دیکھو مہدی نامہ صفحہ ۹۔

(۲۴) محمد بن تومرت مغرب کے ملک جبل السوس کا رہنے والا تھا وہ اپنی نسب حسن بن علیؓ سے ملاتا تھا وہاں سے چھوٹی عمر میں ممالک مشرقی میں چلا گیا تھا اور عراق میں جا کر امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور نیز دیگر علماء کرام کی شاگردی کر کے علم حاصل کیا پھر مکہ معظمہ میں جا کر حج سے مشرف ہوا اور ایک مدت مکہ معظمہ میں اقامت کرتا رہا جہاں علم

شریعت - علم حدیث - اصول فقہ کی تعلیم حاصل کی - پرہیزگاری کی صفت اس میں تھی لیکن غریب آدمی تھا کسی قسم کا سامان نہیں رکھتا تھا - پھر معلوم نہیں کہ اُس کی کس وجہ سے طبیعت بگڑ گئی اور وہاں سے مصر کی طرف چلا گیا - بالآخر کہنے لگا کہ میں مہدی ہوں مگر اُس نے الہام کا دعوے کبھی نہیں کیا بمعیت عبداللہ بن میمون رفتہ رفتہ زور پکڑتا گیا اور پھر ہزارہا جانیں تلف کر کے مالک ملک بن گیا - اور اپنی مہدویت کے ثبوت کے لئے اپنے چند یاروں کو زندہ گور میں چھپا دیتا اور لوگوں کو وہاں لیجا کر اُن سے تصدیق کراتا کہ واقعی مہدی یہی ہے - پھر اُن کو اس اندیشہ سے کہ کہیں یہ لوگ راز نہ کھول دیں زندہ ہی دفن کرا دیتا - کہتے ہیں کہ بڑا کذاب اور ظالم ہو گیا تھا - مسلمانوں کے حریم کو مباح کر دیا تھا اور اولاد اہل اسلام کو مقید کر کے اُن کے مال کو چھین لیا کرتا تھا - اس شخص نے بادشاہ ممالک مغربی کو بڑا پریشان کیا - فوجیں لیکر اُن پر چڑھائی کی اور اُن کے ملک پر تصرف کر لیا - آخر بادشاہ وقت کے ہاتھ سے قتل ہوا - دیکھو تاریخ ابن خلکان صفحہ ۱۴۳ - وحدیث الغاشیہ صفحہ ۱۱۳ - وحجج الکرامہ صفحہ ۳۸۷ و مہدی نامہ صفحہ ۸ - و تاریخ سپین مسٹر کانڈی

(۲۵) محمد بن عبداللہ میمون القداح ایک ملحد آدمی تھا - اس کا دادا یہودی تھا - مگر اپنے مکر و فریب سے اپنے آپ کو خاندان اہل بیت نبوی سے منسوب کر کے محمد بن تومرت کی چال اختیار کر کے دعوے مہدویت کر دیا - اور مصر شام - خراسان کے لوگوں کو اپنے داؤ میں لایا - جب بہت زور پکڑا تو خدائی کا دعوے کر دیا - چونکہ آدمی ہوشیار اور بہادر تھا - فوج جمع کر کے خوب فتوحات کرتا گیا اور حجاز پر قبضہ کر کے خوب اپنے دعوے کو فروغ دیا - ممالک مغربی میں ایک شہر بھی آباد کیا جس کا نام مہدویہ رکھا اور اُسی کو اپنا پایہ تخت بنایا - اُس نے اور اُس کی اولاد نے بڑے بڑے گندے اور ناپاک کام کئے - اور اسلام کو اُن کے ناپاک ہاتھوں سے بہت صدمہ اور ضرر پہنچا - آخر سلطان صلاح الدین شیر دل نے اس شجرہ خبیثہ ملعونہ کی جڑھ کاٹ کر پھینک دی اور جو باقی رہے وہ چنگیز خاں کے ہاتھ سے ہلاک کئے گئے - دیکھو ہدیہ مہدویہ صفحہ ۱۸۹ -

(۲۶) سید محمد نے ملک مغرب کی طرف سے نکلکر دعوے مہدویت کیا - یہ شخص کیمیاگر مشہور تھا - ۱۱۸۳ھ میں اس نے خروج کیا اُسی اطراف کے اکثر لوگوں نے اسکے دعوے کو

تسلیم کرلیا۔ لیکن اُس کا دروغ کہاںتک چل سکتا تھا۔ بالآخر وہ معہ رفقا مارا گیا۔ دیکھو ہدیہ مہدویہ صفحہ ۱۸۹۔ وحجج الکرامہ صفحہ ۳۸۸۔ و مہدی نامہ صفحہ ۹۔

(۲۷) ملک اکراد کے پہاڑ عقراد عمادیہ میں ایک شخص عبداللہ نام تھا اور کہتا تھا کہ میں سید حسینی ہوں۔ اُس کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا تھا جس کا نام محمد رکھا تھا اور اُس کا لقب مہدی رکھا اور کہا کہ یہی مہدی موعود ہے۔ ایک بڑی جماعت اس کے تابع ہوگئی۔ بعض قلعجات پر قابض ہوگیا والی موصل نے اُس پر چڑھائی کی۔ بہت بڑی لڑائی ہوئی اور طرفین سے بہت آدمی قتل ہوئے۔ آخر مہدی بھاگ نکلا۔ اُس کو معہ اس کے بیٹے کے پکڑ لیا گیا۔ اور استنبول میں بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ تو اُسکے تائب ہونے پر بادشاہ نے اُن کا قصور معاف کردیا اور اُن کو حکم دیا کہ وہ اپنے ملک میں نہ جانے پاویں۔

(۲۸) اطراف مصر میں ایک شخص محمد بن عبداللہ نامی نے ۹۱۷ھ میں مہدی کا دعوے کیا اور بہت سے جنگلی لوگ اس کے ہمراہ ہوئے جن کی جمعیت سے وہ اُن ممالک کے حکام پر یورش کرنے لگا۔ بالآخر وہاں کے حکام نے اُس کو پکڑ کر زندان میں قید کردیا اور آخر کار تائب ہوا۔ دیکھو ہدیہ مہدویہ صفحہ ۱۸۹ و مہدی نامہ صفحہ ۹۔

(۲۹) ملک افریقہ میں ایک شخص قاسم بن مرہ نامی پیدا ہوا۔ اُس نے مہدیت کا جھنڈا کھڑا کیا اور آخر ناکام ہوکر بہت جلد ہلاک ہوا۔ دیکھو حدیث الغاشیہ صفحہ ۳۴۱۔

(۳۰) شہر جیلان میں حضرت عبدالقادر الملقب محی الدین ایک بزرگ ہوئے ہیں جو امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں اُن کے تقوے اور زہد اور عبادت اور کرامات کی شہرت عالم بھر میں ہے۔ چھٹی صدی میں ہوئے ہیں۔ بعض لوگوں نے اُن کو بھی مہدی قرار دیا ہے۔ چنانچہ ہندوستان کے فرقہ مہدویہ بھی اُن کی مہدویت کا قائل ہے دیکھو ہدیہ مہدویہ۔ لیکن انہوں نے کبھی اپنی زبان سے دعوے نہیں کیا۔

(۳۱) بادیہ ریاح میں ایک شخص سعادت نامی نے موقع پاکر مہدی کا دعوے کردیا وہ نادان یہ نہ سمجھا۔ سعادت بہ بخشائش داور ست ۔ نہ بزور بازوئے زور آور ست آخر خائب و خاسر ہلاک ہوگیا۔ دیکھو حدیث الغاشیہ صفحہ ۳۴۱۔

(۳۲) عیسےٰ بن مہرویہ زمانہ مکتفی باللہ خلیفہ عباسی میں نکلا اور شام کے ملک میں بڑا فساد کیا اور بڑے کشت خون کا مرتکب ہوا مہدی موعود کا دعوےٰ کر کے امیر المومنین مہدی کہلانے لگا مگر خلیفہ مذکور کی فوج نے اُسکو ۲۹۱ھ میں ایک سال کے اندر ہی واصل جہنم کر دیا۔ دیکھو تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۵۸۔

(۳۳) امرا میں سلیمان نام پادشاہ نے بھی مہدی کا دعوےٰ کیا۔ مگر ناکام رہا۔ دیکھو حدیث الغاشیہ صفحہ ۱۴۳۔

(۳۴) محمد بن عجلان نامی ایک شخص کی نسبت مشہور کیا گیا کہ مہدی ہے۔ گو اُس نے خود دعوے نہیں کیا۔

(۳۵) سید محمد نوربخش جونپور کے رہنے والے تھے۔ یہ صاحب مغلوب الحال تھے۔ صاحب معارج الولایت لکھتے ہیں کہ سید صاحب موصوف کو کشف ہوا۔ اور کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص سامنے کھڑا ہے اور کہتا ہے انت مہدی یعنی تو مہدی ہے۔ اس پر اُن کو یقین واثق ہو گیا کہ ضرور میں مہدی موعود ہوں۔ ایک مدت تک اس دعوے پر قائم رہے۔ آخر جب حج کو نکلے تو اثناء راہ میں پھر کشف ہوا اور کچھ حال کھلا تو کہنے لگے کہ میں مہدی بایں معنی ہوں کہ ہدایت یافتہ ہوں اور لوگوں کی ہدایت کے لئے ہادی ہوں لیکن مہدی موعود نہیں ہوں جس قدر مرید اُن کے ہمراہ تھے اُن کو اس حقیقت سے مطلع کیا اور کہا کہ میری نسبت جو تمہیں مہدی موعود ہونے کا خیال ہے وہ چھوڑ دو اور یہ بھی کہا کہ جس قدر باقی پیچھے رہ گئے ہیں اُن کو بھی واپس آن کر یہی ہدایت کرونگا۔ لیکن وہ اثناء راہ میں بقضائے الٰہی فوت ہو گئے۔ اُن کے ہمراہیوں میں سے جو واپس آئے اُنھوں نے باقی مریدوں کو مطلع کیا۔ بعض تو اُن کے کہنے سے باز آ گئے اور بعض اُسی سابقہ اعتقاد پر قائم رہے۔ دیکھو ہدیہ مہدویہ صفحہ ۱۹۰ و مہدی نامہ صفحہ ۱۱۔

(۳۶) شیخ ادریس رومی جو سلطان بایزید کے زمانہ میں تھے ایک صوفی آدمی تھے اُن کے ۸۰ خلیفے تھے۔ ایک دن خلفاء کو بلا کر کہا کہ مجھے کشف سے معلوم ہوا ہے کہ میں مہدی ہوں۔ تم بھی اپنے باطن میں توجہ کرو اور جو کچھ انکشاف ہو بیان کرو اس پر خلیفے ایک مدت تک متوجہ رہے اور بالآخر اُن سب نے آنکر کہا کہ ہمیں یہی معلوم ہوتا ہے کہ

آپ حق پر ہیں جب اس پر اتفاق ہو گیا تو پھر اُس کا تذکرہ بایزید بادشاہ سے جو ایک نیک مزاج آدمی تھا کیا گیا۔ بادشاہ نے کہا کہ تم خروج کرو ہم بھی تمہارے ساتھ ہیں مگر چند روز کے بعد جب ادریس رومی نے باطن کی طرف توجہ کی تو معلوم ہوا کہ وہ الہام رحمانی نہیں تھا بلکہ شیطانی تھا۔ اُس عزم سے برگشتہ ہو کر سلطان کو بھی حقیقت حال سے مطلع کر دیا۔ دیکھو ہدیہ مہدویہ صفحہ ۱۹۱ و مہدی نامہ صفحہ ۱۱۔

(۳۷) شیخ علی متقی جو ایک مشہور بزرگ ہیں اُنہوں نے بھی دعوے مہدویت کیا تھا مگر انجام کار اُنہوں نے اس دعوے سے رجوع کر لیا۔ دیکھو حدیث الغاشیہ صفحہ ۱۴۳۔

(۳۸) سید محمد جونپوری جو دسویں صدی میں ہوئے ہیں۔ ہندوستان میں ایک مشہور بزرگ ہوئے ہیں۔ واقعی ایک نیک اور متقی آدمی تھے۔ یہ اکثر مغلوب الحال رہتے تھے۔ بچپن سے علم کا ان کو بڑا شوق تھا اور تھوڑی مدت میں تحصیل علم کر کے پھر ایک راجہ کی ملازمت فوج میں کر لی تھی پھر ایک شخص کے کہنے پر اُس راجہ کے ساتھ لڑائی کی اور راجہ کو شکست ہوئی۔ بعد ازاں اُن کی بزرگی کی شہرت ہونے لگی۔ پھر رفتہ رفتہ مریدوں کی تعداد بہت بڑھ گئی تو حج کو چلے گئے وہاں بین الرکن والمقام وعظ کیا۔ بحالت مغلوبی انا المہدی کہتے تھے لیکن افاقہ کی حالت میں کہتے تھے کہ میں مہدی موعود نہیں ہوں۔

یہ بزرگ سندھ و خراسان کی طرف بھی گئے آخر قندھار کے مضافات میں بقضائے الٰہی فوت ہو گئے۔ اس کے معتقد بن جو اکثر جاہل افغان تھے مہدی موعود تسلیم کر کے بہت سا فساد کرتے رہے ہیں حالانکہ جو علامات احادیث میں مہدی موعود کے لئے آئی ہیں۔ اُن میں سے ایک کا بھی ظہور نہیں ہوا تھا۔ پھر کیونکر موعود ہو سکتے تھے۔ اُس کے پیرووں کی ایک بہت بڑی جماعت ابتک دکن میں موجود ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں یہ بزرگ صاحب کرامات تھے اور عالم اور متقی تھے لیکن اُن کی اپنی تحریر یا تقریر سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اُنہوں نے مہدی موعود ہونے پر اصرار کیا ہو۔ ہمارے نزدیک البتہ مہدی اُن معنوں میں ہو سکتے ہیں جو لغت میں آئے ہیں۔ اُن کے معتقدین کو چاہئے کہ اُن کے مہدی موعود کے خیال سے باز آئیں۔ اُن کو بزرگ ولی اللہ مانیں۔ دیکھو ہدیہ مہدویہ

واقتراب الساعۃ صفحہ ۲۱۵-۲۱۶ و مہدی نامہ صفحہ ۱۲-

(۳۹) تیرھویں صدی کے شروع میں سید احمد بریلوی ایک بہت بڑے بزرگ ہندوستان میں ہوئے ہیں۔ انہوں نے توحید کو از سرنو ہندوستان میں قائم کیا۔ بڑے بڑے علما رمثل مولوی عبدالحی صاحب دہلوی و مولوی محمد اسمٰعیل صاحب اُنکی بیعت میں داخل ہوئے۔ کچھ عرصہ یہ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کے ہاں تعلیم پاتے رہے بعد ازاں نواب ٹونک کی فوج میں ملازمت کرلی۔ پھر حج کو چلے گئے۔ جب وہاں سے فراغت پاکر آگئے تو انکو یہ خیال دامنگیر ہوا کہ سکھوں پر جو پنجاب کے مسلمانوں پر بڑا ظلم وجور کر رہے ہیں چڑھائی کر کے مسلمانوں کو اُن کے ظلم سے نجات دیجائے۔ چنانچہ اُنہوں نے پٹنہ وغیرہ نواح سے فوج جمع کر کے پشاور فتح کرلیا۔ لیکن درمیان میں پٹھان لوگ جنکی عادت غداری ہے بگڑ گئے اور سکھوں کے ہمراہ ہو گئے اس لئے وہ سرحد کے پہاڑوں میں لڑ کر شہید ہو گئے۔ جہانتک معلوم ہوتا ہے اُنہوں نے اپنی زبان سے مہدی کا دعوےٰ نہیں کیا البتہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب وغیرہ علماء کا خیال تھا کہ وہ مہدی ہیں۔ اور اسی خیال پر اُسکے معتقدین اب تک اس امید میں بیٹھے ہیں کہ وہ ایک وقت میں دوبارہ پھر آئینگے۔ یہ اُن کی غلطی ہے۔ جب خود وہ دعویدار نہیں ہوئے تو کیسے مہدی موعود ہو سکتے ہیں اور کوئی علامت اُن میں ثابت نہیں ہوئی بے شک وہ تیرھویں صدی کے مجدد ضرور تھے اور اُس میں وہ بہت کچھ کامیاب ہوئے کیونکہ ایک کثیر تعداد مخلوق اُن کے زمانہ میں شرک سے بیزار ہو کر توحید کی شیدائی ہو گئی تھی۔ اور نیز اُس مقصد میں بھی کامیاب ہوئے جس کے لئے سکھوں پر چڑھائی کی تھی کیونکہ انہی کی دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ پنجاب سے ظلم وستم کا نشان بہت جلد اُن کی وفات کے بعد معدوم ہو گیا تھا اور مسلمانوں نے اُن کے دست تعدی سے نجات پائی۔ اور گویا وہ اس طرح مسیح موعود کے لئے سڑک صاف کر گئے جس طرح یوحنا یعنی حضرت یحییٰ نے حضرت مسیح کے لئے سڑک صاف کی تھی۔ اس سے زیادہ مرتبہ تجویز کرنا خالی از مبالغہ نہیں۔ دیکھو تواریخ احمدی۔

(۴۰) محمد سعید یعنی محمد احمد نامی ایک شخص دنقلہ ملک سوڈان میں پیدا ہوا اُس نے ۱۸۸۱ء میں دعوےٰ کیا کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ میں مجدد دین اسلام ہوں میں اسلام کو

حالت اولی پر لاونگا یعنی نصرانیوں کی قوت کو توڑونگا۔ سلطان روم و خدیو مصر اگر میری مدد نہیں کرینگے تو اُن کا بھی مقابلہ کیا جاویگا۔ چنانچہ اس شخص نے ایک فوج لیکر بمقام خرطوم دسوکن فوج انگریزی سے لڑائیں کیں اور فتوحات بھی حاصل کیں۔ مگر ایک مدت کے بعد وہ مرگیا۔ اور اس کے خلیفے اُسکی سنت پر چلتے رہے اور شکست پر شکست کھائی اور عثمان دغمہ جو اس جماعت کا ایک بڑا سرغنہ تھا حال ہی میں گرفتار ہوگیا بظاہر اس خط سے جو اخبار پایونیر مورخہ ۲۴ ر اپریل ۱۸۸۴ء میں شائع ہوا ہے ایک بڑا ہی دیندار اور غیر تمند آدمی معلوم ہوتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اُن کی بنا ر ایک نیکی پر ہے مگر یہ سراسر غلطی ہے کہ بغیر تبلیغ تام کے تلوار سے کام لینا اسلام کی تعلیم کے بالکل خلاف ہے۔ تلوار تو اُس وقت جائز ہوتی ہے کہ ارکان اسلام کی بجا آوری اور تبلیغ سے روکا جائے اور ساتھ ہی تلوار سے مقابلہ کیا جائے۔ غرض جب ہر طرح مسلمان ستائے جائیں اُس وقت بطور مدافعت تلوار اٹھانا جائز ہے جہانتک ہم نے تحقیقات کی ہے اُس وقت جہاد کی کوئی شرط بھی نہیں پائی جاتی تھی تو ایسی حالت میں جنگ کرنا از روئے اسلام ایک بھاری معصیت ہے۔ اسلام نے کبھی بھی اجازت نہیں دی کہ زبردستی سے مسلمان کرنے کے لئے تلوار سے کام لیا جاوے۔ یہی امر اس بات کی پوری دلیل ہے کہ واقعی وہ مہدی نہیں تھے چہ جائیکہ مہدی موعود ہوں اگر اس کو معلوم ہوتا کہ مہدی آخر الزمان کا کام تو رسول اللہ نے یضع الحرب قرار دیا ہے تو فی الحقیقت اگر مومن کامل ہوتے تو کبھی بھی جنگ کا ارادہ نہ کرتے اور طرفہ یہ کہ ایک ایسی قوم سے جنگ کرنا جنہوں نے ہر مذہب کی آزادی کو قائم کر رکھا ہے اور اوّل درجہ پر امن کی حامی ہے سراسر ناجائز بلکہ خالی از معصیت نہیں۔ تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد احمد مذکور نے مہدی موعود کا دعوے نہیں کیا تھا۔ چنانچہ پایونیر اخبار مورخہ ۱۰ ر اپریل ۱۸۸۴ء میں ایک عربی اخبار بنام ابو مدار سے نقل کر کے لکھا ہے کہ ایڈیٹر اخبار ابو مدار نے بذات خود محمد احمد کے پاس جاکر دریافت کیا کہ تو مہدی ہے اس نے جواب دیا کہ میں مہدی نہیں ہوں۔ اگر میں مہدی کا اشارہ بھی کروں تو تمام شیوخ و علماء جو میرے ارد گرد ہیں سب چھوڑ کر بھاگ جاویں ہاں میں نے مجدد ہونے کا دعوے کیا ہے۔

(۴۱) ۱۸۷۰ء میں کربلا کے رہنے والے ایک شخص کو جنوں پیدا ہوا کہ میں مہدی ہوں اور بہت لوگ اُس کے دعوے کی تائید میں کھڑے ہو گئے تھے آخر ناکام و نامراد ہو کر دنیا سے اُٹھا۔ دیکھو حدیث الغاشیہ صفحہ ۱۴۳۔

(۴۲) ریواڑی ضلع گوڑگانوہ کا رہنے والا ایک شخص مولوی اصغر حسین نامی نے جسکی عمر ۶۰ برس سے متجاوز تھی دعوے کیا کہ میں مہدی ہوں۔ یہ شخص قوم کے سید اور صاحب علم بھی ہیں کسی زمانہ میں انکے بزرگ آسودہ حال تھے مگر گردش زمانہ سے وہ لوگ نحیف الحال ہو گئے اور کافی خوراک کے نہ ملنے اور پھر کثرت مطالعہ کی وجہ سے اُن کے دماغ میں خشکی پیدا ہو گئی اور جنوں اُٹھا کہ میں مہدی موعود ہوں اور چودھویں صدی کا مجدد بھی ہوں اس پر وہ تلوار اور ایک جھنڈا لیکر اٹھ کھڑے ہوئے اور لوگوں کو جہاد کی طرف بلانے لگے۔ اخیر کو یہ جنوں سمایا کہ اول تھانہ پر یورش کیجائے۔ جب تھانہ قبضہ میں آجائیگا تو پھر ضلع پر حملہ کرونگا اور پھر رفتہ رفتہ تمام ملک پر قابض ہو جاؤنگا چنانچہ اس ارادہ پر وہ تھانہ میں گئے اور تھانہ دار سے اپنا ارادہ ظاہر کیا اُس نے ہاتھ کڑی لگاکر ضلع میں بھیج دیا آخر مجنوں شمار ہو کر چار ماہ کی حوالات کے بعد رہا کر دیا گیا اور اُس کے بھائی کو ہدایت کر دی گئی کہ وہ اُسکی نگرانی کریں۔ یہ وہی مولوی اصغر حسین ہیں جس نے حضرت مسیح علیہ السلام پر ایک ہزار روپیہ کی نالش دائر کی تھی کہ میں نے حضرت موصوف کے اشتہار کا جواب جو عیسائیوں کی نسبت ہے اور عیسائی ہی اُس کے مخاطب تھے جواب دیدیا ہے عدالت میں سوال کرنے پر کہنے لگا کہ میں بھی عیسائی ہوں جب عدالت میں اُس سے ثبوت پوچھا گیا کہ تم کس طرح عیسائی ہو تو جواب دیا کہ چونکہ حضرت عیسٰے علیہ السلام کو برحق نبی مانتا ہوں اس لئے میں عیسائی ہوں۔ جب حضرت اقدس کے وکیل نے سوال کیا کہ تم مسلمان ہو یا عیسائی تو اُس نے کہا کہ میں مسلمان ہوں۔ اور مسلمان فی الاصل عیسائی ہیں اور جو تثلیث کے پوجاری ہیں وہ عیسائی نہیں بلکہ نصرانی ہیں۔ اور مرزا صاحب نے مخاطب عیسائیوں کو کیا ہے نہ نصرانیوں کو۔ جب وکیل نے دوسرا سوال کیا کہ عیسائی وہی نماز پڑھتے ہیں جو مسلمان پڑھتے ہیں اور وہی کلمہ پڑھتے ہیں جو مسلمان پڑھتے ہیں تو کہنے لگا۔ سب کام کرتے ہیں۔ جب پوچھا گیا کہ کیا وہ لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا

کرتے ہیں تو کہنے لگا کہ کلمہ صرف لا الہ الا اللہ ہے وہی پڑھتے ہیں مگر محمد رسول اللہ کلمہ میں داخل نہیں۔ بلکہ اُس کا داخل کرنا شرک میں داخل ہے۔ سب مسلمان جو عدالت میں تھے۔ سنکر متعجب رہگئے اور مجسٹریٹ ہی بول اٹھا کہ تو جھوٹ کھتا ہے۔ الغرض یہ حال اُس مولوی کا ہے جو مہدی کا دعوے کرتا تھا۔ عدالت نے اُسکے دعوے کو خارج کر دیا اور وہ خائب و خاسر چلا گیا۔ اب اُسکو مہدویت ہی بھول گئی ہے۔ بدوران مقدمہ چند بار راقم نے ذاتی ملاقات بھی کی ہے۔

(۴۳) ایک شخص اللہ دتا نامی پنجاب ضلع گوجرانوالہ کا رہنے والا ایک ارائیں تھا۔ آدمی نیک بخت اور نماز کا پابند تھا۔ اُسکو بھی خیال پیدا ہوا کہ میں مہدی ہوں۔ حج کو بھی گیا۔ اور وہاں بھی بیت اللہ میں جاکر دعوے مہدی کیا۔ وہاں سے مار کھائی۔ واپس آیا لاہور میں پھرتا رہا چھابڑی اٹھاکر بازاروں میں سنگترہ بیچا کرتا تھا۔ اُسکا بیان تھا کہ میں اول مریم کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا تو اُس وقت میرا نام عیسے تھا اور انجیل مجھپر نازل ہوئی تھی پھر دوبارہ مکہ میں آمنہ کے پیٹ سے پیدا ہوا تو میرا نام محمد تھا اور قران شریف بھی مجھپر نازل ہوا تھا۔ اب میں خان بی بی کے پیٹ سے پیدا ہوا ہوں۔ اور اب میں آخری زمانہ کا مہدی ہوں اور عنقریب مجھے حکومت کا اعصا ملنے والا ہے۔ جب مل جائیگا تو تمام کفار کو قتل کرونگا۔ بالآخر وہ تھوڑے دنوں کے بعد فوت ہو گیا۔

(۴۴) محمد عبد اللہ بن عمر۔ اُسکی نسبت اودہ اخبار لکھتا ہے۔ سینٹ پیٹرز برگ کی تار برقی مظہر ہے کہ مہدی سودانی کی عارضی فتح و فیروزی کی خبر نے اور ایک مہدی محمد عبد اللہ بن عمر نامی کو اُٹھا بٹھایا ہے اُس کا ظہور بخارا میں ہوا ہے اُسکا لقب عقیر ہے اور وہ جناب سلطان روم خلد اللہ تعالے ملکہ کے نام اس معنے کا نامہ لکھتا ہے کہ بالیقین حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ والہ وسلم کے پھریرا سبز کو بر خلاف کفار کھڑا کریں۔ دیکھو اودہ اخبار مورخہ ۲۰ر جمادی الآخری سن ۱۳۰۱ھ مطابق ۱۷ راپریل سنہ ۱۸۸۴ء صفحہ ۸ جلد ۶ نمبر ۱۶۔

(۴۵) کوئی ۲۰ برس کا عرصہ ہوا ہے ایک شخص صاحبزادہ محمد نامی پشاور میں ہوا ہے جس نے مہدی ہونے کا دعوےٰ کیا تھا۔ اُس کو عام طور سے ملاں مدا کہتے تھے۔ آدمی نیک اور متقی تھا۔ بہت لوگ اسکے معتقد ہو گئے تھے۔ پچاس برس کی عمر کے بعد دعوے مہدویت کیا تھا اور ۶۰ برس کی عمر میں فوت ہو گیا۔ اور اُسکی جماعت پراگندہ ہو گئی۔

(۴۶) ملک فارس میں محمد علی نامی ایک شخص اُٹھا۔ اُسکا ذکر یوں ہے کہ مرزا محمد علی شیراز میں ۹ر اکتوبر ۱۸۲۱ء کو پیدا ہوا اُسکا باپ ایک غریب آدمی تھا مگر اُسکو قریب قریب وہ عزت حاصل تھی جو ایران میں سید آل رسول کو ہو سکتی ہے۔ بچپن میں یہ حسب معمول سکول میں تعلیم کے لئے بٹھایا گیا اور آخر استاد کی بدسلوکی سے مدرسہ سے علیٰحدہ ہوا۔ اُس کے بعد اپنے باپ مرزا رضا کے ساتھ کاروبار تجارت میں شریک رہا۔ مگر تھوڑے عرصہ کے بعد اس کا باپ مرگیا اور وہ اپنے ماموں سید علی نامی کے زیر سایہ رہنے لگا۔ مگر آخر شیراز کو چھوڑ کر بوشہر میں مسکن گزیں ہوا جہاں کاروبار تجارت کرتا رہا۔ اس وقت تک اُسکی زندگی میں کوئی مابہ الامتیاز خصوصیت نہیں پائی جاتی تھی۔ ۲۲ سال کی عمر میں شادی کی اور ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام اُس نے احمد رکھا تھا مگر وہ بچپن میں فوت ہو گیا تھا۔ اُس کے عروج کا بھاری سبب صرف یہ امر ہوا تھا کہ کربلا میں ایک شخص حاجی سید کاظم کے ہاں جو شیخ احمد احسی کے مریدوں میں سے تھے اور وہاں کے امام اور مجتہد اور مرجع خلائق تھے مرزا محمد علی موصوف بھی جا نکلا اور چند ماہ تک بزرگ مذکور کی صحبت میں رہتا رہا اور اس ذریعہ سے وہاں کے لوگوں سے خوب تعارف پیدا کرلیا اور حاجی سید کاظم کی بھی اُس پر خصوصیت کے ساتھ نظر عاطفت ہو گئی تھی۔ پھر وہاں سے شیراز میں آگیا۔ کچھ عرصہ کے بعد سید کاظم کا انتقال ہو گیا اور وہ کسی کو اپنا جانشین نامزد نہ کرگیا۔ ہاں اُسنے اپنے بعض روتے ہوئے مریدوں کو نزع کے وقت اتنا کہدیا تھا کہ کیا تم نہیں چاہتے کہ میں جاؤں اور الحق آئے۔ اسی لئے اس کے مریدوں میں مدت تک چرچا رہا کہ حق کا کیونکر پتہ ملے گا۔ دعا و نماز میں مصروف ہوئے۔ ان مریدوں میں ایک شخص ملا حسین خراسانی بھی تھے۔ جسکو سید کاظم سے خاص الفت تھی اور اُسکو لوگ اپنے پیشوا کے قائم مقام تصور کرتے تھے۔ اتفاقاً یہ ملا حسین شیراز میں وارد ہوئے اور ساتھ ہی خیال آیا کہ یہاں ایک ہمارا مرید بھائی میرزا محمد علی رہتا ہے اُس کو ملیں بعد دریافت پتہ و نشان ملا موصوف اسکے مکان پر پہنچے اور دروازہ کو کھٹ کھٹکایا۔ اندر سے خود مرزا محمد علی نے دروازہ کھولا اور اندر لیجا کر حاجی سید کاظم کی نسبت حالات دریافت کئے۔ ملا حسین نے اُس کے مرنے اور اُس کے مریدوں میں حسب وعدۂ امام و مقتدائے الحق کی انتظار میں سرگردان ہونے کا ذکر کیا۔ مرزا محمد علی نے یہ موقع پاکر جھٹ پٹ کہدیا کہ وہ الحق جسکی طرف سید کاظم نے اشارہ کیا ہے وہ میں ہی

ہوں جس کے سننے سے ملا حسین کو ابتدأً رنج پیدا ہوا مگر چونکہ مرزا موصوف کی گفتگو سحر سے کم نہ تھی آخر ملا حسین مان گیا۔ ملا حسین کا اُسکو الحق تسلیم کرنا ہی تھا کہ سید کاظم کے تمام مریدوں میں شور پیدا ہو گیا اور جوق در جوق مرزا محمد علی باب کے ہاں جمع ہونے لگے۔

مرزا محمد علی باب نے ۱۸۴۴ء میں برملا دعوے کیا کہ مہدی تک پہونچانے کے لئے باب یعنی دروازہ ہوں جو میری بیعت میں آگیا وہ بالآخر مہدی تک پہنچ جائیگا۔ پھر کہدیا کہ مہدی بھی میں ہوں۔ مرزا محمد علی باب نے سورہ یوسف کی تفسیر اور ایک کتاب موسوم بزیارت نامہ لکھی جسکو بابی لوگ بڑے شوق سے پڑھتے ہیں۔ جب یہ گروہ بہت بڑھنے لگا تو حکام ایران کو فکر پیدا ہوا اور یہ کوشش ہونے لگی کہ اس گروہ کا استیصال کیا جائے۔ محمد علی اس خوف سے کہ مبادا حکام کے ہاتھوں گرفتار ہو جاؤں ایک مرید کو ہمراہ لئے ہوئے خفیہ شیراز سے بھاگ کر مکہ میں پہنچا۔ اور آخر ۶ برس کے بعد وہ معہ دیگر نامی مریدوں کے گرفتار ہو کر طہران میں مارا گیا۔ اس کا انتقال ۱۸۵۰ء میں ہؤا۔ اسکے مریدوں کے عجیب خطاب تھے۔ ایک کا نام صبح ازل۔ دوسرے کا نام بہاء اللہ۔ ایک عورت تھی جس کا لقب قرۃ العین تھا یہ سب بڑے بڑے سپیکر و لکچرار تھے اُن کا اثر ملک میں بہت بڑا ہوا تھا۔ دیکھو مضمون ایڈورڈ جی براؤن مندرجہ کتاب ریلیجس سسٹم آف دی ورلڈ صفحہ ۳۳۲۔

(۴۷) دسویں صدی ہجری میں شیخ محمد خراسانی نے دعوے کیا کہ میں عیسٰے ابن مریم ہوں جس کے آنے کا احادیث نبویہ میں وعدہ دیا گیا ہے۔ ایک جماعت اُنکے دعوے کی تصدیق میں کھڑی ہو گئی۔ اُس نے اس دعوے کو اپنے ہی شہر اور ملک کی حدود کے اندر محدود نہیں رکھا بلکہ وہ وسط ایشیا کو چیرتا ہوا ہندوستان تک پہنچ گیا۔ جب ملک سندھ میں وارد ہوا تو بادشاہ سندھ نے اُسکو ماخوذ کر کے قتل کرا کر دنیا سے اُسکا نشان مٹا دیا۔ دیکھو ہدیہ مہدویہ صفحہ ۱۶۱۔

(۴۸) دائرہ میاں نعمت میں ایک شخص ابراہیم بزلہ نامی نے دسویں صدی میں عیسٰے ابن مریم کے ہونے کا دعوے کیا۔ مگر تھوڑی ہی مدت میں نامراد ہو کر دنیا سے اُٹھ گیا۔ دیکھو ہدیہ مہدویہ صفحہ ۱۶۱۔

(۴۹) دسویں صدی ہجری میں شیخ بھیک نے بھی مسیح کا دعوے کیا۔ ایک مدت

تک اس دعوے پر جما رہا۔ مگر بالآخر اپنی غلطی کا اعتراف کر کے دعوے سے رجوع کر لیا۔ دیکھو ہدیہ مہدویہ صفحہ ۱۶۱۔

(۵۰) تھوڑا عرصہ ہوا ہے کہ شہر لندن میں ایک شخص کھڑا ہوا جس کا نام مسٹر وارڈ تھا۔ چونکہ یہ شخص فصاحت و بلاغت میں ید طولی رکھتا تھا اسکی تقریر کا اثر لوگوں کے دلوں پر پڑتا۔ اس بناء پر اُسنے دعوے کر دیا کہ میں مسیح موعود ہوں۔ طلاقت لسانی و فصاحت بیانی کے زور سے بہت لوگوں کو اپنا معتقد بنا لیا۔ اور وہ لوگ اپنے پیشوا کے نام سے وارڈس من کہلاتے تھے۔ علاوہ دیگر چالاکیوں کے مسٹر وارڈ کی ایک چالاکی یہ بھی تھی کہ میرا دعوے صرف زبانی دلائل پر ہی محدود نہیں بلکہ اسکی تائید کتاب مقدس یعنی انجیل سے بھی ہوتی ہے۔ جہاں لکھا ہے گڈ ڈیل ٹو وارڈس من یعنی وارڈ کے آدمیوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا۔ حالانکہ یہ ایک انگریزی زبان کا محاورہ ہے کہ ٹو ورڈ جو حرف جار ہے اسماء ضمائر کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ اگر اس بھلے مانس سے سوال ہوتا کہ کتاب مقدس انگریزی میں نہیں تھی۔ یہ تو ترجمہ ہے اناجیل تو یونانی زبان میں موجود ہیں اُس میں یہ لفظ کہاں ہے۔ غرض اس قسم کی بیہودہ باتوں سے وہ اپنے دعوے کی رونق چاہتا تھا۔ لیکن جھوٹ کے قدم نہیں ہوا کرتے کہاں تک وہ اس میں چل سکتا تھا۔ آخر جھوٹ کھلتا گیا اور وہ ناکام ہو کر مر گیا دیکھو اخبار ایڈوکیٹ انگریزی مورخہ ۱۷ر اکتوبر ۱۸۹۹ء۔

(۵۱) سات آٹھ برس کا عرصہ ہوا ہے کہ جزیرہ جیمیکا میں ایک حبشی نے دعوے کیا کہ وہ عیسےٰ ابن مریم ہے جس کی انتظار میں ایک مخلوق لگی ہوئی ہے۔ یہ عموماً دیکھا گیا ہے کہ جہاں جہالت ہو اور دین کی معلومات ہرگز نہوں تو وہاں اس قسم کے خیالات کو لوگ قبول کر لیا کرتے ہیں اسی واسطے اُس جزیرہ کے جنگلی و بیابانی لوگوں کی ایک جماعت کثیر اُسکی گرویدہ ہو گئی جسکی وجہ سے حکام جزیرہ کو سخت تشویش دامنگیر ہوئی اور آخر بزور حکومت اُس کا قلع قمع کر دیا گیا دیکھو اخبار ایڈوکیٹ مورخہ ار اکتوبر ۱۸۹۹ء۔

(۵۲) شیخ محمد سنوسی افریقہ شمالی کے رہنے والے ہیں۔ یہ سید ہیں ان کے والد سید محمد بن علی الجیریا کے مشہور فقیہہ تھے ان کی بزرگی اور علم کے قائل و معتقد مین۔ نجد اور حجاز۔ طرابلس اور مصر تک کے لوگ تھے اُن کا انتقال ۱۸۵۹ء میں ہوا۔

اپنے مرنے سے پہلے وہ کہ گئے کہ اُنکا بیٹا سچا مہدی ہے - آدمی دیندار اور نیک کردار ہے - پیشتر ازیں سنوسی لوگ سلطان عبد الحمید اور سلطان عبد العزیز کے زمانہ میں انتظام حکومت کی خرابی سے حکومت عثمانیہ سے بہت بیزار ہو گئے تھے لیکن سلطان عبد الحمید کی مساعی جمیلہ کی وجہ سے جو اُنہوں نے انتظام حکومت میں کی ہے سنوسی لوگ ترکوں کے دل سے حامی ہو گئے ہیں - اس شیخ سنوسی کی عمر اس وقت ۵۵ برس کی ہے اور لاکھوں اس کے مرید ہیں اور بڑے بڑے انگریزوں کا خیال ہے کہ اس وقت اُسکے مرید نوے لاکھ سے کم نہیں - شیخ سنوسی آج کل جوفو میں رہتے ہیں جو عین ریگستانی میدانوں میں واقع ہے - اور عام طور سے ہر روز کسی سے حتی کہ مرید سے بھی نہیں ملتا - صرف سال میں ایک دفعہ اپنے مریدوں کو ملتے ہیں - ورنہ وہ ہمیشہ برقع پوش زاہد ہیں - انگریزی مورخوں کا خیال ہے - کہ وہ اپنے ہاں ہر قسم کے ہتھیار بہم پہنچا رہا ہے اور وہ اس تاک میں بیٹھا ہے کہ کوئی موقع لگے تو جہاد کے لئے جھنڈا کھڑا کیا جائے - بعض کو اندیشہ ہے کہ موجودہ جنگ ٹرنسوال سے شاید وہ فائدہ اٹھا کر کھڑا ہو جائے - کچھ تعجب کی بات نہیں کہ ایسے گوشہ گزینوں کے معتقد بکثرت لوگ ہو جایا کرتے ہیں - کیونکہ اُن کا مقصد کسی ملا یا صوفی کی غلطی نکالنا کام نہیں ہوتا بلکہ اپنے نفس کی صفائی مقصود ہوتی ہے - اور لوگ فطرتاً ایسے لوگوں کی طرف مائل اور راغب ہوتے ہیں اور ایسے بزرگ بھی اپنے مریدوں اور ارادتمندوں کی کثرت اور بعض ناعاقبت اندیش لوگوں کی ترغیب و تحریص پر جوش میں آکر جنگ و جدال بھی کر بیٹھتے ہیں - دیکھئے اس کا انجام کیا ہوتا ہے - دیکھو اخبار وکیل امرتسر نمبر ۶ جلد ۶ مورخہ ۲ مئی ۱۹۰۰ء

(۵۳) ملک شام میں ایک شخص نے مہدی کا دعوے ۱۷۹۸ء میں کیا تھا - جبکہ نپولین بوناپارٹ بذات خود خیرات پاشا کمانڈر افواج ٹرکی و سر سڈنی سمیتھ کے ساتھ شام میں لڑائی میں مصروف تھا - چنانچہ اودھ اخبار رقم طراز ہے - پالمال گزٹ کہتا ہے کہ جو مہدی نمود ہو چکے ہیں اُن میں سے نپولین اعظم کے جنرل نے ایک مہدی کا ذکر کیا - جنرل لافری کا بیان ہے کہ یہ بڑا متعصب شخص تھا اور لوگوں سے کہتا تھا کہ میں وہی مہدی ہوں جس کی خبر دی گئی ہے - اُسکی خوراک یہ تھی کہ دودھ میں انگلی ڈبو کر ہونٹ پر لگا لیتا اور اُس کا نہار مٹھی بھر خاک تھی اور اُسکو اپنے ساتھیوں کے سامنے جو کئی ہزار جمع ہو گئے تھے اترا تا اور

کہتا کہ میں اسی خاک میں فرانسیسیوں کو ملا دونگا۔ نیپولین اُس وقت بذات خود سرڈنی سمتھ و خیرات پاشا سے جنگ کرتا تھا۔ جنرل نہوس نے اسکا حال سنا تو فوج لیکر دامن ہور کو روانہ ہوا اور ان سب کو منتشر کر دیا۔ اور اُس لڑائی میں مہدی کے ۱۵۰۰ آدمی مارے گئے اُن مقتولوں میں وہ مہدی بھی تھا دیکھو اودہ اخبار مورخہ ۱۲ جون ۱۸۸۴ء صفحہ ۱۰ جلد ۲ نمبر ۲

(۵۴) حیدر آباد دکن میں حال ہی میں ایک شخص دعوے دار ہے کہ میں مہدی ہوں اُنکا نام وجیہ الدین ہے۔ شہر مدراس کا رہنے والا ہے۔ عمر ۵۰ سالہ ہے۔ ریاست حیدر آباد میں بوجہ ملازمت سرکار نظام مقیم ہے۔ تعلیم یافتہ آدمی ہے۔ عربی۔ فارسی۔ انگریزی میں اعلےٰ درجہ کی لیاقت رکھتا ہے۔ یہ شخص ایک مدرسہ دار العلوم سرکار نظام حیدر آباد میں بطور مدرس بمشاہرہ ۶۰ روپیہ ماہوار ملازم تھے۔ لیکن ملازمت کو ترک کر کے اب دعوے مہدویت کرنے لگے ہیں۔ ۱۳۱۳ھ سے دعوے شروع کر رکھا ہے۔ کہ میں مہدی ہوں لیکن عام طور سے ہر وقت اعلان دعوے نہیں کرتے بلکہ جب ایک قسم کا جوش ہوتا ہے تو بے اختیار بول اُٹھتے ہیں انا مہدیؑ انا مہدیؑ۔ نماز وغیرہ کے بھی پابند ہیں۔ جب کہیں نکلتے ہیں تو آنکھوں پر ایک سفید کپڑا ڈال لیتے ہیں۔ جب لوگوں نے اُن سے پوچھا کہ ایسا کیوں کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ کہیں غیر محرم پر نظر نہ پڑ جائے۔ نصاریٰ کے سخت دشمن ہیں۔ چنانچہ ایک بار رزیڈنٹ صاحب بہادر کو جو ریاست حیدر آباد میں مقیم ہیں یہ خط لکھ مارا کہ مسلمان ہو جاؤ۔ ورنہ بہت ذلت اٹھاؤ گے اور اگر بد دعا کرونگا تو بہت خرابی ہوگی۔ اس خط پر دار المہام بہادر نے تحقیقات کرائی اور آخر ثابت ہوا کہ یہ شخص مجنون ہے۔

چنانچہ اُن کے ایک شاگرد عبد الخالق احمدی نامی نے جو وہیں حیدر آباد کے رہنے والے ہیں۔ اور جو حضرت اقدس جناب مسیح مسعود و مہدی موعود کی جماعت میں داخل ہیں بذریعہ ایک خط کے جو اُنہوں نے اس عاجز کے پاس ارسال فرمایا ہے اُنکے جنوں کی تصدیق کی ہے۔

(۵۵) ملک ہندوستان کے صوبہ پنجاب میں لاہور سے گوشہ شمال مشرق میں ایک گانو قادیاں نام ہے جو ضلع گورداسپور میں واقع ہے۔ یہ ایک چھوٹا سا گمنام گانو تھا۔ دنیا میں اسکو کوئی بھی نہیں پہچانتا تھا بجز اُس ضلع کے آدمیوں کے جس میں وہ واقع ہے یہاں مرزا غلام مرتضےٰ خان صاحب رئیس اعظم سکونت پذیر تھے جو قوم کے مغل گوت

کے برلاس کہلاتے تھے۔ کہتے ہیں کہ اُن کے آبا و اجداد کسی وجہ سے سمرقند اپنے وطن مالوف کو خیرباد کہکر بزمانہ حکومت خاندان مغلیہ ہندوستان میں آئے اور جہاں پر اب موضع قادیان واقع ہے وہاں ایک کف دست میدان تھا قریب دوسو آدمیوں کی جماعت کے وہاں پر آنکر ڈیرے لگا دیئے اور ایک گانو آباد کیا جسکا نام اُنہوں نے اسلام پور رکھا جو بعد ازاں اسلام پور قاضی ماجھی کے نام سے موسوم ہوا اور بالآخر قادیاں کہلانے لگا اور اب لوگ کدیاں کہتے ہیں جسکو عربی میں اگر لکھا جاوے تو کدعہ ہوتا ہے۔

زمان حکومت خاندان مغلیہ میں اس خاندان کو علاوہ جاگیر کے اس علاقہ کی حکومت بھی تفویض تھی اور اس وقت اس علاقہ میں ۸۵ دیہات خرد و کلان تھے۔ یہ سب اس خاندان برلاس کے قبضہ و تصرف میں تھے اور انکا پایہ تخت اسلام پور تھا جو اب قادیاں کے نام سے موسوم ہے۔ یہ پتہ نہیں ملتا کہ یہ خاندان سمرقند کو کیوں ترک کرکے اس ملک میں آکر رہنا لگا کیونکہ یہ خاندان وہاں بھی معزز اور والیان ملک میں سے تھا بہرحال کوئی ہی سبب ہو۔ وہ ضرور سمرقند سے جو مضافات فارس سے ہے آئے اور ہندوستان کے بادشاہاں نے بھی اُنکی قدیمی عزت و وقار کو بحال رکھ کر اس علاقہ کی جاگیر اور حکومت عطا کر دی جو ایک مدت مدید تک قائم رہی۔ جب سکھوں کا دور دورہ ہوا جو محض ناخواندہ اور جاہل قوم تھی اور جنکا پیشہ بجز لوٹ گھسوٹ اور ڈاکے اور رہزنی کے اور کچھ نہ تھا۔ سلطنت مغلیہ کے زوال کا موقعہ پاکر کھڑا ہو گیا تھا اور نہایت بے رحمی اور بے دردی سے بنی نوع انسان کی جان و مال اور عزت پر پانی پھیر کر خاک میں ملا دینا اُنکے ہاں کوئی عیب نہ تھا۔ اس کمزور دور افتادہ خاندان کو بھی مستثنےٰ نہیں رکھا بلکہ قادیاں میں وارد ہوکر تمام قصبہ پر تسلط کر لیا اور مسجدیں گرا دی گئیں یا دہرم سالہ بنائی گئیں اور قرآن شریف اور اسلامی کتب جس قدر موجود تھیں سب کی سب جلاکر خاک سیاہ کر دی گئیں۔

راجہ رنجیت سنگھ کے عہد حکومت کے آخری دنوں میں مرزا غلام مرتضےٰ خان صاحب کی سعی و کوشش سے صرف پانچ دیہات بطور گذارہ واپس ملے۔

مرزا صاحب موصوف کے ہاں دو بیٹے پیدا ہوئے ایک کا نام مرزا غلام قادر صاحب تھا جو اپنے آبائی طرز پر زندگی بسر کرکے دار فانی سے رحلت فرما گئے۔ دوسرے مولود مسعود کا

نام مرزا غلام احمد صاحب ہے جو ابتدا ہی سے اپنی آبائی زندگی کی طرز سے متنفر تھے۔ اُن
کا تولد ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں ہوا۔ میں نے گانو کے بوڑھوں اور حضرت مرزا صاحب
کے ہم عمر لوگوں سے بچپن کے حالات دریافت کئے ہیں۔ سب کے سب یک زبان بلا
کسی اختلاف کے کہتے ہیں کہ اُنکو کھیل وکود سے کچھ چندان رغبت نہ تھی۔ اور جیسے کہ
عموماً بچوں کی حالت ہوتی ہے کہ ذرہ ذرہ سی بات پر لڑتے جھگڑتے اور ایک دوسرے کو گالیاں
نکالتے ہیں۔ ان میں سے ایک بات بھی ان میں نہ تھی۔ جب آپ کی عمر چھ سات برس کی
ہوئی تو بموجب رواج زمانہ انکے والد نے اُن کے پڑہانے کے لئے ایک فارسی خوان استاد
نوکر رکھا جس نے قرآن شریف بلا ترجمہ اور چند معمولی فارسی کی کتابیں اُنکو پڑہائیں۔ اور
جب انکی دس برس کی عمر ہوئی تو عربی پڑہانے کے لئے ایک اور مولوی رکھے گئے جنھوں نے
چند صرف و نحو کی کتابیں پڑہائیں۔ یہ دونو استاد سنی المذہب تھے۔ اس کے بعد جب
انکی عمر سترہ سال کی ہوئی تو ایک شیعہ مولوی اُنکی تعلیم کے لئے رکھے گئے جنھوں نے
چند کتابیں نحو اور منطق اور حکمت وغیرہ کی پڑہائیں اور علم طب میں بعض کتابیں اپنے
والد صاحب سے سیکھیں جو علم طبابت میں ایک بڑے ماہر اور تجربہ کار طبیب تھے۔ الغرض
معمولی درسی کتابیں پڑہنے کے بعد اُن کے والد نے انکو دنیاوی کاروبار میں لگانے کی کوشش
کی گاہے ملازمت کے لئے مجبور کر کے کسی جگہ مقرر کرا دیا۔ گاہے مقدمات کی پیروی کے
لئے حکم دیدیا۔ اُنکو مقدمہ کی فتح یابی یا ناکامی پر کچھ خوشی یا افسوس نہیں ہوتا تھا۔ دوران
ملازمت میں جب اُن کے والد نے دیکھا کہ اُنکو کچھ بھی ملازمت کی طرف دلچسپی نہیں ہے
تو واپس بلا لیا۔ کیونکہ وہ ہر وقت دین کی فکر میں مستغرق رہتے تھے۔ اور اپنے مکان
کے دروازہ بند کر کے قرآن شریف اور دیگر کتب کے مطالعہ میں لگے رہتے۔ جب ملازمت سے
واپس آئے تو ایک چوبارہ میں در بند کر کے بیٹھ گئے اور غالباً ۱۲ سال تک اُس میں رہے۔
جب دل اُکتاتا تو باہر جنگل کی طرف ہوا خوری اور چہل قدمی کے لئے چلے جاتے۔ اور کل امورات
دنیاداری و خانہ داری سے بالکل دست بردار ہو چکے تھے۔ اُن کے والد کو ہمیشہ اپنے
اس بیٹے کا غم دامنگیر رہتا کہ خدا جانے اس کی کس طرح زندگی بسر ہوگی۔ جب کوئی معزز
دوست اُن کی ملاقات کو آتا اور حضرت مرزا صاحب کا حال دریافت کرتا تو وہ کہدیتے کہ وہ

تو گوشہ گزین ہو گیا ہے۔ اکیلا ایک جگہ رہتا ہے کسی سے سروکار نہیں رکھتا۔ ایک دفعہ لچھمن داس برہمن کو اُن کے والد نے کہا کہ تم غلام احمد کو جا کر سمجھاؤ اور کہو کہ گر میراث پدر خواہی علم پدر بیاموز۔ یعنے اگر تو اپنے باپ کی میراث چاہتا ہے تو اپنے باپ دادوں کا علم حاصل کر۔ چنانچہ اُس نے اسی طرح جا کر کہا وہ مسکرا کر چپ ہو گئے۔ اسی طرح جب کوئی معزز دوست آتا اُس کو بھی کہتے کہ غلام احمد کو سمجھاؤ کہ دنیا میں رہنا ہے تو دنیا کے کاروبار میں مصروف ہو جاؤ ورنہ مصائب اُٹھاؤ گے ایسی باتیں سنکر اول تو خاموش ہی ہو جاتے تھے اور اگر کوئی مجبور کرتا تو کہدیتے کہ والد صاحب اور بھائی صاحب ان کاموں کے لئے کافی ہیں۔ میری کیا ضرورت ہے۔

الغرض اللہ تعالےٰ نے پہلے ہی سے ان کی سرشت ایسی بنائی تھی کہ من کل الوجوہ انکو اپنا مجذوب بنا لیا تھا اور ابتدائی عمر سے ان کو الہام الٰہی بھی شروع ہو گئے تھے۔ اگر باپ کو معلوم ہوتا کہ میرا یہ بیٹا جس کو میں دنیا کی حیثیت سے عاجز اور ناتواں خیال کرتا ہوں ایک عظیم الشان انسان بننے والا ہے تو وہ کبھی بھی حسرت آمیز کلمات منہ سے نہ نکالتے بلکہ اپنے خاندان کے لئے جائے فخر و وسیلہ عزت سمجھتے۔

چونکہ اللہ تعالےٰ نے اُن سے ایک شاندار کام لینا تھا اس لئے اس نے اُن کو شروع ہی سے پاک اور مقدس بنایا تھا اور اُنکی عمر کا وہ حصہ جو انسانی خواہشوں اور نفسانی جوشوں کا زمانہ ہوتا ہے نہایت پاکبازی اور راست روی میں بسر ہوا میں نے بہت بوڑھے ہندوؤں اور مسلمانوں کو جو دشمن سے دشمن بھی ہیں اُن کی جوانی کے عالم کا حال دریافت کیا تو سب نے اُنکی پاک باطنی اور نیک چلنی کی گواہی دی اور ایک آدمی بھی نہیں جس نے اُن کی ذات کی نسبت کسی قسم کا عیب لگایا ہو۔ حتے کہ خدا و رسول کے دشمنوں نے بھی جنکو اس راستباز انسان سے شدید دشمنی اور مخالفت ہے انکی پاک باطنی کے خلاف کچھ ظاہر نہیں کیا باوجودیکہ میں نے تنہائی میں بار بار بوڑھے ہندوں اور مسلمانوں سے دریافت کیا مگر سب نے یہی جواب دیا کہ بچپن ہی سے وہ نیک اور پاکباز ہیں۔ اُن کی ذات سے کسی کو بھی رنج یا تکلیف نہیں پہونچی۔ ابتدا ہی سے گوشہ گزینی اختیار کر لی تھی۔ جب قریب تیس برس کی عمر کے ہوئے تو اسلام میں کمال درجہ کا ضعف پاکر اور

مسلمانوں کو حقیقی اسلام سے بالکل دور دیکھکر شب و روز اس فکر میں گداز ہونے لگے اور خداتعالےٰ سے راتوں اُٹھ اُٹھ کر دعائیں مانگتے تھے کہ اے عزیز مولےٰ اسلام کی حالت نہایت ہی قابل رحم ہو گئی ہے تو ہی رجوع برحمت فرما کیوں کہ تیرے سوا اسلام کا کون حامی و مددگار ہے اسلام اور پیغمبر علیہ السلام اور قرآن کریم پر ناپاک اور ناقابل برداشت حملے ہو رہے ہیں جنکی مدافعت سوائے تیری خاص توفیق اور مدد کے کوئی نہیں کر سکتا۔ جب اُن کو زار زار روتے اور چیختے اور چلاتے دس برس گزر گئے تو اللہ تعالےٰ نے اُن کو علم لدنی عطا فرما کر چودھویں صدی کا مجدد بنایا۔ پھر تو کیا تھا۔ یہ خطاب ملتے ہی تمام ادیان باطلہ کی کتابوں کو ملاحظہ کر کے دین اسلام پر جن جن فرقوں نے حملے کئے تھے اول اخباروں کے ذریعہ پھر کتاب براہین احمدیہ کے ذریعہ ایسے خوش اسلوبی سے اٹھا دئیے کہ مخالفوں کی کمریں توڑ دیں۔ اُس کتاب کے شروع کرتے ہی ایک اشتہار اردو اور ایک انگریزی میں شائع کیا جنکی تعداد بیس ہزار تھی۔ دنیا کا کوئی ملک اُسکی اشاعت سے خالی نہیں رہا تھا۔ جتنے کہ بڑے بڑے سلاطین دنیا و وزرائے و امراو لارڈ بشپ و بشپ و مشاہیر پادریاں و نامی پنڈتان اور سرگروہ برہموان و قومی ریفارمران کو چیلنج بھیجا کہ میں اُس خدا کی طرف سے جو اسلام کا حافظ و نگہبان ہے اس امر کے لئے مامور ہوا ہوں کہ دنیا پر آفتاب عالم تاب کی طرح ظاہر کر دوں کہ اگر کوئی مذہب روئے زمین پر خدا کی طرف سے واجب التعمیل ہے تو اسلام ہی ہے اور اگر کوئی آسمانی کتاب جس کی پیروی لازمی اور ضروری ہے وہ قرآن کریم ہے جس میں تمام صداقتیں اور حقائق بھرے ہیں جس کی نظیر دنیا کی کوئی کتاب پیش نہیں کر سکتی۔ اور اگر کوئی پیغمبر جس کی اطاعت کے بغیر انسان کی مخلصی اور نجات نہیں ہو سکتی واجب التعظیم و تکریم ہے تو وہ فخر الاولین و الآخرین امام المتقین و سید المرسلین ہادی راہ ہدیٰ خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ و احمد مجتبےٰ صلوات اللہ و سلامہ ہیں۔ اگر ان امور متذکرہ بالا میں کسی کو شک و شبہ ہو تو میرے پاس آئے میں ہر طرح سے اُس کی تسلی کرونگا۔ اور علاوہ ازیں چونکہ اُس عزیز حکیم خدا نے مجھے شرف مکالمہ بخشا ہے اور میری دعا کو قبول فرماتا ہے اور بعض غیب کی خبریں مجھ پر عیاں کرتا ہے۔ لہٰذا میں آسمانی نشان بھی دکھلا سکتا ہوں جس سے حق کے طالب کو علے وجہ البصیرت اطمینان ہو سکتی

ہے۔ چنانچہ ہم بجنسہ اُس خط کو درج کرتے۔ جو انگریزی و اردو اخبار ہیں طبع کرا کر ہر مذہب کے لوگوں کو بھیجا گیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد ما وجب گذارش ضروری یہ ہے کہ یہ عاجز (مؤلف براہین احمدیہ) حضرت قادر مطلق جل شانہٗ کی طرف سے مامور ہوا ہے کہ نبی ناصری اسرائیلی (مسیح) کے طرز پر کمال مسکینی و فروتنی و غربت و تذلل و تواضع سے اصلاح خلق کے لئے کوشش کرے اور اُن لوگوں کو جو راہ رہست سے بے خبر ہیں صراط مستقیم (جس پر چلنے سے حقیقی نجات حاصل ہوتی ہے اور اس عالم میں بہشتی زندگی کے آثار اور قبولیت اور محبوبیت کے انوار دکھائی دیتے ہیں) دکھاوے اسی غرض سے کتاب براہین احمدیہ تالیف پائی ہے جس کی ۳۷ جزو چھپ کر شائع ہو چکی ہیں اور اس کا خلاصہ مطلب اشتہار ہمراہی خط ہذا میں درج ہے۔ لیکن چونکہ پوری کتاب کا شائع ہونا ایک طویل مدت پر موقوف ہے اس لئے یہ قرار پایا ہے کہ بالفعل یہ خط معہ اشتہار انگریزی شائع کیا جائے اور اس کی ایک ایک کاپی بخدمت معزز پادری صاحبان پنجاب و ہندوستان و انگلستان وغیرہ بلاد جہانتک ارسال خط ممکن ہو جو اپنی قوم میں خاص طور پر مشہور اور معزز ہوں اور بخدمت معزز برہمو صاحبان و آریہ صاحبان و نیچری صاحبان و حضرات مولوی صاحبان جو وجود خوارق و کرامات سے منکر ہیں اور اس وجہ سے اس عاجز سے بدظن ہیں ارسال کیجاوے۔

یہ تجویز نہ اپنے فکر اور اجتہاد سے قرار پائی ہے بلکہ حضرت مولےٰ کریم کی طرف سے اس کی اجازت ہوئی ہے اور بطور پیشگوئی یہ بشارت ملی ہے کہ اس خط کے مخاطب جو خط پہنچنے پر رجوع بحق نہ کرینگے ملزم و لاجواب و مغلوب ہو جاوینگے۔ بنا بر علیہ یہ خط چھپوا کر آپ کی خدمت میں اس نظر سے کہ آپ اپنی قوم میں معزز اور مشہور اور مقتدا ہیں ارسال کیا جاتا ہے اور آپ کے کمال علم اور بزرگی کی نظر سے امید ہے کہ آپ حسبتہ للہ اس خط کے مضمون کی طرف توجہ فرما کر طلب حق میں کوشش کرینگے۔ آپ نے اُس کی طرف توجہ

نہ کی تو آپ پر حجت تمام ہوگی اور اس کارروائی کی (کہ آپ کو رجسٹری شدہ خط ملا پھر آپ نے اس کی طرف توجہ کو مبذول نفرمایا) حصہ پنجم کتاب میں پوری تفصیل سے اشاعت کی جاویگی۔ اصل مدعا خط جس کے ابلاغ سے میں مامور ہوا ہوں یہ ہے کہ دین حق جو خدا کی مرضی کے موافق ہے صرف اسلام ہے اور کتاب حقانی جو منجانب اللہ محفوظ اور واجب العمل ہے صرف قرآن ہے۔ اس دین کی حقانیت اور قرآن کی سچائی پر عقلی دلائل کے سوا آسمانی نشانوں (خوارق و پیشین گوئیوں) کی شہادت بھی پائی جاتی ہے جس کو طالب صادق اس خاکسار (مولف براہین احمدیہ) کی صحبت اور صبر اختیار کرنے سے بمعائنہ چشم تصدیق کر سکتا ہے۔ آپ کو اس دین کی حقانیت یا ان آسمانی نشانوں کی صداقت میں شک ہو تو آپ طالب صادق بنکر قادیان میں تشریف لائیں اور ایک سال تک اس عاجز کی صحبت میں رہکر ان آسمانی نشانوں کا بچشم خود مشاہدہ کریں۔ لیکن اس شرط و نیت سے (جو طالب صادق کی نشانی ہے) کہ بمجرد معائنہ آسمانی نشانوں کے اس جگہ (قادیان میں) شرف اظہار اسلام یا تصدیق خوارق سے مشرف ہو جائینگے۔ اس شرط و نیت سے آپ آویں گے تو ضرور انشاء اللہ تعالےٰ آسمانی نشان مشاہدہ کریں گے۔ اس امر کا خدا کی طرف سے وعدہ ہو چکا ہے جس میں تخلف کا امکان نہیں۔ اب آپ تشریف نہ لاویں تو آپ پر خدا کا مواخذہ رہا اور بعد انتظار تین ماہ کے آپکی عدم توجہی کا حال درج حصہ پنجم کتاب ہوگا۔ اور اگر آپ آویں اور ایک سال تک رہکر کوئی آسمانی نشان مشاہدہ نہ کریں تو دوسو روپیہ ماہوار کے حساب سے آپ کو جرمانہ یا حرجانہ دیا جائیگا۔ اس دوسو روپیہ ماہوار کو آپ اپنی شان کے شایان نہ سمجھیں تو اپنے حرج اوقات کے عوض یا ہمارے وعدہ خلافی کا جرمانہ جو آپ اپنی شان کے لائق قرار دینگے ہم اس کو بشرط استطاعت قبول کرینگے۔ طالبان حرجانہ یا جرمانہ کے لئے ضروری ہے کہ تشریف آوری سے پہلے بذریعہ رجسٹری ہم سے اجازت طلب کریں اور جو لوگ حرجانہ یا جرمانہ

---

[1] یہ اُن حضرات نیچریہ یا مولوی صاحبان کو کہا جاتا ہے جو اسلام کو مانتے ہیں اور پھر وجود خوارق وکرامات سے منکر اور اس عاجز پر بدظن ہیں۔

کے طالب نہیں اُن کو اجازت طلب کرنے کی ضرورت نہیں۔ اگر آپ بذات خود تشریف نہ لاسکیں تو آپ اپنا وکیل جس کے مشاہدہ کو آپ معتبر اور اپنا مشاہدہ سمجھیں روانہ فرماویں مگر اس شرط سے کہ بعد مشاہدہ اُس شخص کے آپ اظہار اسلام یا تصدیق خوارق میں توقف نہ فرماویں۔ آپ اپنی شرط اظہار اسلام یا تصدیق خوارق ایک سادہ کاغذ پر جس پر چند ثقات مختلف مذہب کی شہادتیں ہوں تحریر کر دیں جس کو متعدد اردو و انگریزی اخبار(وں) میں شائع کیا جائے گا۔ ہم سے اپنے شرط دو سو روپیہ ماہوار جرمانہ یا حرجانہ دیا جو آپ پسند کریں اور ہم اُسکی ادائیگی کی طاقت بھی رکھیں) عدالت میں رجسٹری کرالیں اور اُس کے ساتھ ایک حصہ جائداد بھی بقدر شرط رجسٹری کرالیں۔ بالآخر یہ عاجز حضرت خداوند کریم جل شانہ کا شکریہ ادا کرتا ہے جس نے اپنے سچے دین کی براہین ہم پر ظاہر کیں اور پھر اُن کی اشاعت کے لئے ایک آزاد سلطنت کی حمایت میں جو گورنمنٹ انگلشیہ ہے ہم کو جگہ دی۔ اس گورنمنٹ کا بھی حق شناسی کے رو سے یہ عاجز شکر کرتا ہے والسلام علےٰ من اتبع الھدیٰ۔ فقط

الراقم

خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور۔ ملک پنجاب

مگر افسوس کہ حق کا رعب اُن پر ایسا چھایا۔ کہ کسی نے اس طرف رخ بھی نہ کیا اور مسلمانوں میں جو سعید الفطرت تھے وہ جوق جوق مصائب سفر اٹھا کر حاضر خدمت ہوئے اور بہت سے بزرگوں نے بیعت کی بھی درخواست کی لیکن بوجہ اس کے کہ وہ خدا تعالےٰ کی طرف سے اُس وقت تک مامور نہیں ہوئے تھے بیعت سے انکار کرتے رہے۔ آخر یکم دسمبر ۱۸۸۸ء کو بحکم والہام ربانی یہ اشتہار جاری کیا جو سبز اشتہار کے آخری صفحہ پر ہے جو بشیر اول کی وفات پر لکھا گیا تھا۔

میں اس جگہ ایک اور پیغام بھی خلق اللہ کو عموماً اور اپنے بھائی مسلمانوں کو خصوصاً پہنچاتا ہوں کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ جو لوگ حق کے طالب ہیں وہ سچا ایمان اور سچی ایمانی پاکیزگی اور محبت مولےٰ کا راہ سیکھنے کے لئے اور گندی

زیست اور کاہلانہ اور غدارانہ زندگی کے چھوڑنے کے لئے مجھ سے بیعت کریں۔ پس جو لوگ اپنے نفسوں میں کسی قدر یہ طاقت پاتے ہیں انہیں لازم ہے کہ میری طرف آویں کہ میں اُن کا غمخوار ہونگا اور اُن کا بار ہلکا کرنے کے لئے کوشش کرونگا اور خدا تعالےٰ میری دعا اور میری توجہ میں اُن کے لئے برکت دے گا بشرطیکہ وہ ربانی شرائط پر چلنے کے لئے بدل وجان طیار ہونگے۔ یہ ربانی حکم ہے جو میں نے آج پہنچا دیا۔ اس بارہ میں عربی الہام یہ ہے۔ اذا عزمت فتوکل علی اللہ واصنع الفلک باعیننا ووحینا الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم۔

المبلغ خاکسار غلام احمد عفی عنہ

یکم دسمبر ۱۸۸۸ء۔

پھر اس کے بعد ایک اشتہار بنام تکمیل تبلیغ جاری کیا جس میں مبایعین کے لئے شرط بیعت درج ہیں جن کی تعمیل سے ایک سچائی اور پاکیزگی کا بھوکا سلوک کے اعلےٰ مدارج پر پہنچ سکتا ہے۔ چنانچہ شرایط حسب ذیل ہیں۔

اول۔ بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اُس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جائے شرک سے مجتنب رہے گا۔

دوم۔ یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا اور نفسانی جوشوں کے وقت اُن کا مغلوب نہیں ہوگا اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آئے۔

سوم۔ یہ کہ بلاناغہ پنج وقتہ نماز موافق حکم خدا و رسول کے ادا کرتا رہے گا اور حتے الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کرے گا اور دلی محبت سے خدا تعالےٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اُس کی حمد اور تعریف کو ہر روزہ اپنا ورد بنائے گا۔

چہارم۔ یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا۔ نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی

اور طرح سے۔
پنجم۔ یہ کہ ہر حال رنج و راحت اور عسر اور یسر اور نعمت اور بلا میں خدا تعالےٰ کے ساتھ وفاداری کرے گا اور بہر حالت راضی بقضا ہو گا اور ہر ایک ذلت اور دکھ کے قبول کرنے کے لئے اُس کی راہ میں طیار رہے گا اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اُس سے منہ نہیں پھیرے گا۔ بلکہ آگے قدم بڑھائے گا۔
ششم۔ یہ کہ اتباع رسم اور متابعت ہوا اور ہوس سے باز آئے گا۔ اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلی اپنے سر پر قبول کرلے گا اور قال اللہ و قال الرسول کو اپنی ہر ایک راہ میں دستور العمل قرار دے گا۔
ہفتم۔ یہ کہ تکبر اور نخوت کو بکلی چھوڑ دے گا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کریگا۔
ہشتم۔ یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردی اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر ایک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔
نہم۔ یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا۔ اور جہانتک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔
دہم۔ یہ کہ اس عاجز سے عقد اخوت محض للہ باقرار طاعت در معروف باندھ کر اس پر تا وقت مرگ قائم رہے گا اور اس عقد اخوت میں ایسا اعلےٰ درجہ کا ہو گا کہ اس کی نظیر دنیوی رشتوں اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔
ان شرائط سے پہلے ایک اشتہار بدین مضمون دیا کہ ہم ۲۵ مارچ تک لودہیانہ میں ہیں جن صاحبوں نے بیعت کرنی ہو ۲۰ سے ۲۵ تک لودہانہ میں حاضر ہو جائیں۔ اور اُس کے بعد قادیاں میں بیعت لیجائیگی۔ اس پر بہت سے لوگ بمقام لودہیانہ حاضر ہو کر مشرف بہ بیعت ہوئے۔ پھر اُس کے بعد یہ سلسلہ اب تک جاری ہے اور اس

عرصہ گیارہ سال میں لوگوں کو بڑے بڑے ابتلا بھی آئے جس میں بہت سے کمزور اور بودے دل کے آدمی الگ ہو گئے اور یہ ضروری ہونا چاہیئے تھا۔ کیونکہ یہی سنت انبیاء ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو پھر حضرت مرزا صاحب کے منجانب اللہ ہونے میں شک ہوتا۔ کیونکہ مکار اور متفنی آدمی اپنی چالاکیوں سے ہر قسم کے آدمیوں کو اپنا گرویدہ کر لیتا ہے اور کسی صورت میں اُن کا قطع تعلق نہیں ہونے دیتا۔ لیکن جو مامور من اللہ ہوتے ہیں وہ اپنی جماعت بنانے نہیں آتے بلکہ اللہ کی جماعت بنانے آتے ہیں۔ اور چونکہ لوگوں کی طبیعت فطرۃً ایسی واقع ہوئی ہے کہ وہ طلب منافع کے لئے جہاں فائدہ دیکھتے ہیں اُن کر شامل ہو جاتے ہیں۔ لیکن جب اُن کی دنیاوی اغراض پوری ہوتی نظر نہیں آتیں تو وہ جھٹ پہلو تہی کر لیتے اور کسی ابتلا کے وقت بالکل الگ ہو جاتے ہیں۔

ماہ جمادی الثانی ۱۳۰۸ھ میں۔ حضرت مرزا صاحب نے بحکم الٰہی ظاہر کیا کہ قرآن و احادیث میں جس مسیح کے آخری زمانہ میں آنے کا وعدہ دیا گیا ہے وہ میں ہوں اور تین کتابوں یعنے فتح اسلام۔ توضیح مرام و ازالہ اوہام میں مدلل طور سے ثابت کیا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام مسیح ناصری جو بنی اسرائیل کے گھرانہ کے آخری نبی تھے وہ مثل دیگر کل انبیاء کے فوت ہو چکے ہیں اور مسیح جو آنے والا ہے وہ اسی امت محمدیہ سے ہوگا جیسا کہ حدیث بخاری سے ظاہر ہے۔ اور نیز حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ کیونکہ نبوت انہی پر ختم ہو چکی ہے۔ اور مہدی بھی کوئی الگ نہیں ہے۔ مہدی اور عیسےٰ ایک ہی شخص ہے اور وہ میں ہی ہوں اس دعوے کو نہایت ہی قوی دلائل و براہین سے ثابت کیا۔ اور کوئی پیچیدگی درمیان میں نہیں رکھی۔ اس پر بعض نفس پرست علماء نے اُن کی نسبت فتوی تکفیر مرتب کر کے بعض ہندوستان کے علماء سے مہریں کرائیں۔ اور صدٌ عن سبیل اللہ کے پورے مصداق ہوئے مگر پھر بھی سعید فطرت اُن کی خدمت میں

حاضر ہوکر بیعت سے مشرف ہوتی گیئں۔ جب علمار نے اس طرح اپنی کامیابی نہ دیکھی تو مباحثہ پر آمادہ ہوئے۔ اُس میں بھی انہوں نے منہ کی کھائی اور خائب اور خاسر ہوئے۔ جس کو خدا تعالےٰ علم لدنی عطا کرے اُس کے سامنے یہ الفاظ پرست خشک ملاں کیا تاب مقابلہ لا سکتے ہیں۔ ہر طرح سے ذلیل اور خوار ہوئے۔

جب اس طرح بھی کامیابی نہ دیکھی تو غیر مذاہب کے لوگوں کو برانگیختہ کیا اور مقدمہ بازی شروع کرادی اور خود شاہد بنے اس میں بھی وہ نامراد اور ناکام رہے تو گورنمنٹ کو اُکسانے لگے اور جھوٹی مخبریاں کر کے گورنمنٹ کے حکام کو اُن کی نسبت بدظن کرادیا۔ لیکن جب اللہ تعالےٰ نے حضرت مرزا صاحب سے وعدہ کرلیا تھا کہ میں تجھے اُن کے شر سے محفوظ رکھونگا پھر کون تھا۔ کہ اُن کو کسی قسم کا ضرر پہنچا سکتا۔ آخر بفحوائے آیت کریمہ الا ان حزب اللہ ھم الغالبون یہ بزرگ روز بروز ترقی کرتے رہے اور اب اُن کی جماعت تیس ہزار سے زائد ہوگئی ہے۔ اور روز بروز بڑھتی ہوئی نظر آتی ہے۔ دیکھئے کہاں تک نوبت پہنچتی ہے۔

بے شک ہماری طرف سے عام اجازت ہے کہ جس طرح چاہو حیلے اور مکر کرو۔ اور جس طرح چاہو افترا اور بہتان لگاؤ۔ لیکن یاد رکھو کہ جو لوگ خدا کی طرف سے آتے ہیں وہ ان سب باتوں کو ایک پرپشہ کے برابر بھی نہیں سمجھتے۔ بلکہ اس سے اُنکی عظمت اور شان میں اور ترقی ہوتی ہے اور مخلوقات خدا پر روز روشن کی طرح ظاہر ہوجاتا ہے کہ وہ فی الحقیقت خدا کی طرف سے ہیں کہ وہ گند کا مقابلہ گند سے نہیں کرتے ہیں اور نہ حکام وقت کے ہاں فریاد کرتے ہیں۔ بلکہ اپنے مالک حقیقی پر ان سب امور کو چھوڑتے ہیں +

ساتویں فصل

اس باب میں کہ کیونکر تسلیم کیا جائے کہ مسیح اور مہدی ایک ہی شخص ہیں

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ مہدی اور مسیح ایک ہی شخص ہے۔ الگ الگ نہیں۔ جس کی بھاری دلیل یہ ہی کہ خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ کہ مسیح کے سوا کوئی اور الگ مہدی نہیں ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں لا مھدی الا عیسے بن مریم پھر کوئی وجہ نہیں ہے کہ اسکو قبول نہ کیا جائے۔ بعض محدثین نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے اور اکثر نے اس کو تسلیم کرکے یہ کہا ہے کہ لا مھدی الا عیسے بن مریم سے مراد یہ ہے کہ سب سے بڑے مہدی عیسے علیہ السلام ہونگے۔ لیکن ہم پہلے دکھا چکے ہیں کہ مہدی کے بارہ میں جس قدر احادیث آئی ہیں ایک بھی جرح سے خالی نہیں۔ اور طرفہ یہ کہ امام مالک نے اپنی کتاب مؤطا میں مہدی کا کوئی باب ہی نہیں باندھا۔ حالانکہ وہ مدینہ منورہ میں رہتے تھے۔ اور کئی ایک صحابہ سے اُن کو بھی اتفاق ملاقات ہوا تھا۔ اتنا بڑا معاملہ اُن سے کیونکر مخفی رہا اور پھر امام محمد اسمٰعیل بخاری اور امام مسلم رحمہا اللہ تعالےٰ عنہا نے جو فن حدیث میں اعلےٰ درجہ کے نقاد ہیں اور جن کے ساتھ کا ایک بھی محدث نہیں ہے۔ اپنے اپنے صحاح میں مہدی کا کوئی باب نہیں قرار دیا۔ اور پھر ابن خلدون جیسے محقق مؤرخ نے مہدی کی تمام احادیث پر جرح کرکے لکھا ہے کہ یہ سب احادیث خلیفہا بنی امیہ و بنی عباس بنائی گئیں۔ اور چونکہ علویوں اور عباسیوں اور بنی امیوں میں باہم سخت نقار تھا اسلئے علویوں نے اپنا مہدی اور عباسیوں نے اپنا مہدی۔ اور بنی امیہ نے اپنا مہدی تجویز کرکے ہر ایک نے ملک گیری کی تمنا دل میں ٹھانی۔ اور پھر بعض اس مقصد براری کے لئے تلوار لیکر ملک میں نکلے اور مخلوقات خدا کو خونریزی سے تباہ و برباد

لیکن احادیث میں جو اغراض مہدی و مسیح کی نسبت وارد ہیں کسی سے بھی پوری نہیں ہوئیں۔ اور ہوتی کیونکر جبکہ وہ خود اوس عہدہ کے مستحق ہی نہ تھے۔

اب ہم ذیل میں دکھلاتے ہیں کہ مہدی اور مسیح ایک ہی شخص ہے۔ دو الگ الگ نہیں ہیں۔ سو واضح ہو کہ جہانتک ہم احادیث میں غور کرتے ہیں ثابت ہوتا ہے کہ اکثر احادیث موضوع ہیں۔ اور بعض حدیثوں میں مہدی کے وہی صفات لکھے ہیں جو مسیح کے ہیں۔ مدت عمر۔ زمانہ نزول خدمات وغیرہ سب ایک ہی طرح بیان ہوئے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعض دفعہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی اندرونی خرابیاں دیکھ کر محمد یا احمد مہدی کے آنے کی خبر دی تھی۔ اور بعض دفعہ اپنی امت کے بیرونی صدمات کو دیکھ کر بتلایا کہ عیسےٰ یا مسیح یا ابن مریم آئیگا۔ ان دونوں کے آنے سے بروزی آمد مراد تھی۔ یعنے ایک حالت میں تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز ہوگا۔ اور دوسری حالت میں عیسےٰ علیہ السلام کا بروز۔ اور ان دونوں بروزین کا ایک ہی شخص حامل ہوگا۔ اور یہی سبب ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے الگ الگ الفاظ استعمال کئے تھے۔ لیکن جب ان کو کشفی طور سے معلوم ہوا کہ آخری زمانہ میں لوگ ان الفاظ پر لڑینگے۔ اور فساد برپا کرینگے تو ساتھ ہی لا مھدی الا عیسے بن مریم کہہ کر ہمیشہ کے لئے فیصلہ کر دیا۔ کہ عیسےٰ کے سوا کوئی الگ مہدی نہیں ہوگا۔ اب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کو تسلیم نہ کرنا اور اپنے ہٹ پر جمے رہنا مومنوں اور متقیوں کا کام نہیں ہے۔

پیشتر اسکے کہ ہم مسیح اور مہدی کا ایک ہونا ثابت کریں ہم بطور نمونہ دو ایک حدیث پیش کرتے ہیں جس سے علویوں اور عباسیوں کے مہدی کی حدیثیں صریح اور بناوٹی معلوم ہوتی ہیں۔

(۱) یا عباس ان اللہ تعالی بدأ بی ھذا الامر و سیختمہ بغلام من ولدك یملأھا عدلا کما ملئت جورا وھو الذی یصلی بعیسے علیہ السلام۔ رواہ الدارقطنی فی الافراد والخطیب وابن عساکر عن عمار بن یاسر۔	یعنے دارقطنی نے افراد میں اور خطیب بغدادی اور ابن عساکر نے عمار بن یاسر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عباس اللہ تعالےٰ نے دین کے کام کو مجھ سے شروع کیا اور اوس کو تیری اولاد میں سے ایک شخص پر ختم کریگا۔

جو زمین کو اُسی طرح عدل سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم سے پُر تھی۔ اور وہ وہ شخص ہو گا کہ جو عیسٰے علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھے گا۔

اس حدیث میں عباسی مہدی کا عیسے علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھنا ظاہر کیا گیا ہے۔ اور جس عباسی خلیفہ کو مہدی قرار دیا گیا ہے اُس کے زمانہ میں عیسے علیہ السلام نہیں آئے اور اگر کوئی کہے کہ وہ مہدی نہیں تھا۔ مہدی عباسی آخری زمانہ میں ہو گا۔ سو اسکا کوئی بھی قائل نہیں۔ لہذا صاف معلوم ہوتا ہے کہ مہدی عباسی کی نسبت جس قدر حدیثیں ہیں سب موضوع ہیں۔

(۲) لو لم یبق من الدنیا الا یوم لطول اللہ تعالی حتے یملک رجل من اھل بیتی جبل الدیلم والقسطنطنیۃ رواہ ابن ماجہ عن ابی ھریرۃ

یعنے ابن ماجہ نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا میں سے صرف ایک دن بھی اگر باقی رہ گیا تو بھی اللہ تعالے اسکو لمبا کر دے گا یہانتک کہ میرے اہل بیت سے ایک شخص کوہ دیلم اور قسطنطنیہ پر مالک ہو جائے۔

اس حدیث میں دیلم اور قسطنطنیہ کی فتح اہل بیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک ممبر کی ذات سے مخصوص کی گئی ہے۔ حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ بات بالکل غلط ثابت ہوئی۔ کیونکہ دیلم و قسطنطنیہ ایک ترک بادشاہ کے ہاتھ پر فتح ہوا۔ چنانچہ تاریخ کامل ابن اثیر جذری کی جلد ۱۲ صفحہ ۲ پر لکھا ہے۔ شہر قسطنطنیہ بڑی جدوجہد کے بعد سلطان محمد بن سلطان مراد کے ہاتھ پر ۸۵۷ھ میں فتح ہوا۔ اور اگر اہل بیت کے وسیع معنے لئے جائیں یعنے یہ کہ امت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں سے ایک شخص ہو گا جس کے ہاتھ پر فتح قسطنطنیہ ہو گی تو یہ حدیث صحیح ہتی ہے۔ ورنہ اُس کے موضوع ہونے میں کس کو شک ہو سکتا ہے۔ اسمیں شک نہیں ہے کہ تاریخ ابن اثیر سے واضح ہے کہ سلطان محمد بڑا دیندار بادشاہ تھا۔ شہر مذکور کی فتح کے لئے بڑی بڑی دعائیں کیں۔ اور بڑے بڑے پاک باز اور مقدس آدمی فوج کے ہمراہ لئے اور بادشاہ خود بہ نفس نفیس سپہ سالار لشکر تھا۔ اس کی دینداری کا کامل ثبوت یہ ہے کہ جب وہ شہر میں داخل ہوا تو سیدھا صوفیا کے گرجا کو گیا۔ اور اوس کو پاک و صاف کرا کر نوافل شکرانہ ادا کئے۔ اور بڑی رقت کے ساتھ نماز پڑھی۔ اور اوسی جگہ جامع مسجد کی بنیاد رکھکر کچھ

اوقات اُسکے لئے مخصوص کر دیئے - جزاہ اللہ خیر الجزا

(۳) سیکون بعدی خلفاء و من بعد الخلفاء امراء و من بعد الامراء ملوک و من بعد الملوک جبابرہ ثم یخرج رجل من اہل بیتی یملأ الارض عدلا کما ملئت جورا ثم یؤمر بعدہ القحطانی فوالذی بعثنی بالحق ما ھو بدونہ رواہ الطبرانی عن حامل الصدفی

یعنے طبرانی نے حامل صدفی سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ضرور میرے بعد خلیفے - اور خلیفوں کی بعد امیر اور امیروں کے بعد بادشاہ اور بادشاہوں کے بعد جابر - پھر میرے اہلبیت سے ایک شخص نکلے گا جو زمین کو عدل سے ایسا ہی بھر دے گا جس طرح وہ ظلم سے پُر تھی - پھر اُسکے بعد قحطانی ہوگا - جو حکومت کرے گا - اور قسم ہے اوس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے کہ یہ اوس کے سوا نہیں -

اس حدیث سے بھی واضح ہے کہ مہدی کے بعد قحطانی ہوگا - اور اب ہم دیکھتے ہیں کہ قحطانی بھی ایک شخص ہو چکا ہے جس نے دور دور فتوحات کر کے حکمرانی کی - چنانچہ ابن اثیر اپنی تاریخ کامل میں بصفحہ ۲۰۱ لکھتے ہیں :-

۸۲ ؁ہجری میں عبدالرحمن بن محمد بن اشعث قحطانی نے سر اُٹھایا - اور عبدالملک کے زمانہ میں حجاج کے برخلاف لوگوں سے بیعت لی - سب سے پہلے ابو الطفیل عامر بن واثلہ اس کی مدد میں کھڑا ہو گیا جس نے اپنی خداداد فصاحت و بلاغت سے لوگوں کو قحطانی کی بیعت کے لئے برانگیختہ کیا - پھر کرمان کے لوگ بھی اوس کی بیعت میں داخل ہو گئے - عبدالملک نے حجاج کی کمک میں ایک فوج جرار بھیجی - اور قریب بصرہ بمقام تستر قحطانی اور حجاج کی فوجوں کا مقابلہ ہوا - حجاج کے ہزارہا آدمی مارے گئے - اور حجاج شکست کھا کر بصرہ میں پناہ گزین ہوا مگر قحطانی کی فوج نے بصرہ تک تعقب کیا - وہاں سے بھی حجاج بھاگ کر عراق کو چلا گیا عبدالرحمن قحطانی بصرہ میں داخل ہوا جہاں کے لوگوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی - اور آخر قحطانی خراسان تک پہونچا - اگر یہ حدیث صحیح ہے تو ثابت کیا جائے کہ قحطانی سے پہلے کونسا مہدی ہوا -

یہ حال ہے عباسی اور فاطمی مہدی کا۔ رہا مہدی بنی امیہ سو انہوں نے عمر بن عبد العزیز کو ہی مہدی بنانا کافی سمجھا۔ اور آئندہ کی انتظار نہیں رکھی۔ لیکن کوئی علامت بھی جو مہدی کے لئے مخصوص تھیں اُن کے زمانہ میں ظاہر نہیں ہوئیں۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ ضرورت وقتی کے لحاظ سے لوگوں نے مہدی کی حدیثیں بنالیں۔ اور وہ وقتاً فوقتاً اون سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش میں لگے رہے۔ جیسے گذشتہ فصل سے ظاہر ہے۔

ہمیں سخت تعجب آتا ہے کہ جب مہدی کے بارہ میں بڑے بڑے ائمہ میں اختلاف ہے اور ساتھ ہی مسیح کے بارہ میں سب کا اتفاق ہے تو پھر مہدی پر کیوں اس قدر زور دیا جاتا ہے۔ جو بات پہلے ہی کچی مخدوش ہو اور جس کی بنا ریگ بیا بانی پر ہو اوس کی نسبت لڑ مرنا کیسی حماقت ہے۔ مسیح کی آمد جب پختہ ہے تو کیوں اسپر اکتفا نہیں کیا جاتا۔ اور ہم ابھی پچھلی فصل میں دکھلا چکے ہیں کہ ذات مہدی کے لئے سخت ہی اختلاف ہے۔ کوئی وجہ نہیں ہے کہ اگر علوی یا فاطمی مہدی کی حدیثیں صحیح مان لی جائیں تو عبّاسی یا اموی وغیرہ مہدی کی حدیثیں صحیح نہ سمجھی جائیں۔ جب کل امت میں ہی مہدی کی نسبت اس قدر اختلاف ہے تو پھر کیوں اتنا شور وغوغا ہے۔ سب سے قریب بامن یہ بات ہے کہ صرف عیسےٰ علیہ السلام ہی کو مہدی مان لیا جائے۔ کیونکہ قرآن کریم بھی اسی کا مؤید ہے۔ اور احادیث بھی اسی کی مصدق ہیں۔ مسیح کو مہدی تسلیم کرلینے میں نہ تو مہدی کا انکار رہوا۔ اور نہ قرآن حمید کی مخالفت۔ اور نہ حدیثوں کا انکار لہذا سب کو اپنی توجہ اسی طرف پھیرنی چاہیئے کہ عیسےٰ کے سوا کوئی الگ مہدی نہیں۔ اور اگر کہیں الگ مہدی کا ذکر آیا ہے تو اوس سے مراد نیک اور صالح آدمی ہے۔ جیسے ہم پیچھے بیان کر چکے ہیں۔ یا اس لئے کہ ضرورت موقع کے لحاظ سے کبھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک بروز کا ذکر کردیا ہو۔ یعنے محمدی یا احمدی بروز اور دوسرے موقع پر دوسرے بروز کا۔ یعنے عیسوی بروز کا۔ کیونکہ جب اون کو اپنی امت کے گندے اور ناپاک اور قابل شرم حالات بذریعہ کشف والہام دکھائے جاتے ہوں گے تو اوس وقت اون کی روح جوش میں آتی۔ اور اس امر کا تقاضا کرتی ہوگی۔ کہ وہ خود اون میں موجود ہو کر اون تمام خرابیوں

کی بیخ کنی کرے۔ اور پھر جب دجالی حملوں کی بوچھاڑ اپنی امت کے لوگوں پر معاینہ کرتے ہوں گے تو اوس وقت عیسوی بروز کی ضرورت محسوس کرکے حضرت مسیح کے نزول کا ذکر کردیا کرتے ہوں گے یہی وجہ ہے کہ کبھی مہدی کا لفظ استعمل ہوا ہے۔ اور کبھی عیسے کا۔ مگر افسوس کہ نااہل لوگ اپنی جہالت یا قلت تدبیر کی وجہ سے اس قدر ضد کرتے۔ اور ایک صاف امر کو ناحق پیچیدہ بناتے ہیں۔

اب ہم ذیل میں دکھاتے ہیں کہ مہدی اور مسیح ایک ہی شخص ہے۔ کیونکہ احادیث مہدی و مسیح میں نفس مضمون بتغیر الفاظ یکساں ہے۔

اوّل۔ کثرت باران۔ وکثرت پیداوار۔

مسیح کی نسبت روایت ذیل ہے :۔

طوبے لعیش بعد المسیح یؤذن السمآء فی القطر ویؤذن للارض فی النبات حتے لو بذرت حبک فی الصفاء لنبت وحتے یمر الرجل علی الاسد فلا یضرہ ویطأ علی الحیتہ فلا تضرہ ولا تشاح ولا تحاسد ولا تباغض۔ رواہ ابو سعید النقاش فی فوائد العراقین عن ابی ھریرۃ

یعنے ابوسعید نقاش نے کتاب فوائد العراقین میں ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ مسیح کے ظہور کے بعد کیسی خوش اور مبارک زندگی ہوگی۔ کیونکہ اوس زمانہ میں آسمان کو بارش کی اجازت ہوگی۔ اور زمین کو اذن ہوگا کہ وہ نباتات اگاوے۔ یہانتک کہ اگر تیرا دانہ پتھر پر بھی پڑجاوے تو وہ بھی اوگ پڑیگا اور ایسا امن ہوگا کہ آدمی شیر کے پاس سے گذرجاوے گا۔ تو وہ اوس کو ضرر نہ دیگا۔ اور اگر انسان کا پاؤں سانپ پر پڑے گا تو اوس کو نہیں کاٹے گا۔ اور نہ دشمنی اور نہ کینہ اور نہ بغض باہم ہوگا۔ دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۰۲۔

مہدی کے بارہ میں حدیث یوں ہے :۔

حدثنا عن ابو واصل عبد الحمید بن واصل عن ابی الصدیق النّاجی عن الحسن بن یزید السعد سے

یعنے ابوداؤد اور مشکوۃ میں روایت ہی کہ ابو واصل نے عبدالحمید بن واصل سے اوس نے ابوالصّدیق ناجی سے اوس نے

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج رجلا من امتی یقول بسنتی ینزل اللہ عزوجل لہ القطر من السماء وتخرج الارض برکتہا وتملاء الارض منہ قسطا وعدلا کما ملئت ظلما وجورا یملک سبع سنین۔ رواہ ابو داؤد ھکذا فی المشکوٰۃ

حسن بن یزید السعدی سے اوس نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت سے ایک شخص برآمد ہوگا جو میرے ہی فضل کا ذکر کریگا۔ اور اللہ تعالے اوس کی خاطر سے مینہ برسائے گا۔ اور زمین اپنی برکت نکالے گی۔ اور اوس سے زمین عدل اور انصاف سے بھرجائے گی جس طرح وہ ظلم اور جور سے بھری ہوئی ہوگی۔ سات سال تک مالک ہوگا۔ دیکھو نجم الثاقب جلد دوم۔

اب ان دونوں حدیثوں کے پڑھنے سے بخوبی روشن ہوتا ہے کہ مضمون احادیث یکساں ہے جس طرح مسیح کے زمانہ میں خبر دی گئی ہے۔ کہ اُن کی دعا سے مینہ برسے گا۔ اور زمین اپنی پیداوار بکثرت باہر لائے گی۔ اسی طرح مہدی کے زمانہ میں ہوگا۔

(۲) امن اور عدل وانصاف اون کے زمانہ میں ہوگا۔

والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم عیسی بن مریم حکما مقسطا واماما عدلا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ ویفیض المال حتی لا یقبلہ احد حتی تکون السجدۃ الواحدۃ خیرا من الدنیا وما فیہا رواہ احمد والبیہقی والترمذی وابن ماجہ عن ابی ھریرۃ

یعنے احمد اور بیہقی اور ترمذی اور ابن ماجہ نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ضرور ضرور عیسے بن مریم حکم عادل اور امام منصف مزاج بنکر تم میں آئے گا۔ جو صلیب کو آکر توڑے گا۔ اور خنزیر کو قتل کرے گا اور جزیہ اوٹھادے گا۔ اور مال بہانتک دے گا کہ کوئی اوس کو قبول نہیں کرے گا اور اُس وقت ایک سجدہ دنیا وما فیہا سے بہتر ہوگا۔ دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۰۲۔

مہدی کی نسبت کہ وہ عدل اور انصاف کرے گا حدیث اوپر گذر چکی ہے۔
ان دونوں احادیث سے ظاہر ہے کہ جس طرح مسیح کی نسبت بیان کیا گیا ہے کہ وہ حکم عدل ہوگا۔ اس طرح مہدی کی نسبت ہے کہ وہ حکم عدل ہوگا۔ اور زمین عدل و انصاف سے پر ہو جائے گی۔

(۳) اُن کے زمانہ میں جنگ اور خونریزی نہیں ہوگی۔ مسیح کی نسبت :-

حدثنا اسحاق انا یعقوب بن ابراھیم حدثنا ابی عن صالح عن ابن شہاب ان سعید بن المسیب سمع ابا ھریرۃ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہٖ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الحرب۔ الی اخرہٖ۔ رواہ البخاری

بخاری نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قسم ہے اوس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ ابن مریم تم میں ضرور حکم عدل ہو کر نزول فرمائے گا۔ اور صلیب کو توڑیگا اور خنزیر کو قتل کرے گا۔ اور جنگ کو اٹھاوے گا۔ الخ

اور مہدی کی نسبت ہے :-
گویند بیدار نکند مہدی نائم را و نریزد خون را و مقاتلہ کند بر سنت و ترک ندہد ہیچ سنت را مگر آنکہ قایم سازد آنرا و نہ ہیچ بدعت را مگر آنکہ بر دارد آنرا قایم شود دین اسلام در آخر زمان بزمانہ او چنانکہ بود در اول زمان بعہد سعادت بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم و مالک تمام دُنیا شود و صلیب را بشکند و خوک را بکشد۔ ابن حجر این علامات را در ذکر مہدی در قول مختصر آوردہ۔
یعنے کہتے ہیں کہ مہدی سونے والے کو نہیں اوٹھائے گا۔ اور نہ خونریزی کرے گا۔ صرف سنت کے بارہ میں جھگڑا کرے گا۔ اور کسی سنت کو بغیر قائم کئے نہیں چھوڑے گا۔ اور نہ کسی بدعت کو رہنے دے گا۔ آخری زمانہ میں دین اسلام اوسی طرح قایم ہو جائیگا جس طرح خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں قائم ہوا تھا۔ وہ تمام دنیا کا مالک ہو جائے گا۔ اور صلیب کو توڑے گا۔ اور سُور کو قتل کرے گا۔ اسکو ابن حجر عسقلانی

نے مہدی کی علامات میں مختصر طور سے بیان کیا ہے۔ دیکھو حجج الکرامہ صفحہ ۳۶۳۔

دونوں روایات سے واضح ہے کہ جس طرح مسیح جنگ نہیں کرے گا۔ اسی طرح مہدی کی نسبت مذکور ہے کہ وہ جنگ نہیں کرے گا۔

(۴) کسر صلیب و قتل خنزیر ہوگا:۔

روایات متذکرہ بالا سے ظاہر ہے کہ جس طرح مسیح کسر صلیب و قتل خنزیر کریگا اُسی طرح مہدی بھی کسر صلیب و قتل خنزیر کریگا۔

(۵) دین کا غلبہ ہوگا:۔

جس طرح مسیح کے بارہ میں ہے کہ اوس کے زمانہ میں تمام ملل باطلہ ہلاک ہو کر لیظہرہ علی الدین کلہ کا ظہور ہوگا۔ اسی طرح مہدی کی نسبت ہے۔ ویھلک اللہ فی زمانہ الملل کلھا الا الاسلام۔ یعنے اسلام کے سوا باقی جس قدر ملتیں روے زمین پر ہونگی وہ سب ہلاک ہو جائینگی۔

(۶) زمانہ تبلیغ بھی مساوی ہے:۔

چنانچہ مسیح کے بارہ میں ہے:۔

ان روح اللہ عیسے نازل فیکم فاذا رایتموہ فاعرفوہ فانہ رجل مربوع الی الحمرۃ والبیاض علیہ ثوبان ممصران کان رأسہ یقطر وان لم یصبہ بلل فیدق الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ ویدعوا الناس الی الاسلام فیھلک اللہ فی زمانہ المسیح الدجال وتقع الامنۃ علی اھل الارض حتے ترعی الاسود مع الابل والنمور مع البقر والذیاب مع الغنم ویلعب

حاکم نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ عیسے روح اللہ تم میں تشریف لائے گا جب تم اوس کو دیکھو تو اُسکو پہچان لیجو۔ اوس کی پہچان یہ ہے کہ اوس کے بال لٹکے ہوئے ہونگے۔ اور اوس کا رنگ سُرخی سفیدی لئے ہوگا۔ اس پر دو زرد رنگ کے کپڑے ہونگے۔ اوس کے سر سے قطرے ٹپکتے ہونگے۔ اگرچہ اُن کو نمی نہ پہونچی ہو گی۔ وہ صلیب کو پاش پاش کریگا۔ اور خنزیر کو قتل کرے گا۔ اور جزیہ کو اُٹھا دے گا۔ اور لوگوں کو اسلام کی

الصبیان بالحیات لا تضرھم فیمکث اربعین سنۃ ثم یتوفی ویصلی علیہ المسلمون۔ رواہ الحاکم عن ابی ھریرۃ۔

طرف بلائے گا۔ اور مسیح الدجال کو ہلاک کرے گا۔ اور زمین والوں پر امن قائم کریگا یہانتک کہ شیر اونٹوں کے ساتھ اور چیتے بیل کے ساتھ اور بھیڑئیے بکریوں کے ساتھ چرینگے۔ اور لڑکے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے اور وہ اون کو کچھ ضرر نہ دیں گے اور چالیس برس تک ٹھرینگے۔ پھر فوت ہونگے۔ اور مسلمان اُن پر نماز جنازہ پڑھیں گے۔ دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۰۲۔

ایسا ہی مھدی کے بارہ میں آیا ہے چنانچہ حدیث ذیل سے اس کی تصدیق ہوتی ہے

عن علی قال یلی المھدی امر الناس ثلاثین سنۃ او اربعین سنۃ۔ رواہ نعیم بن حماد

یعنے نعیم بن حماد نے علی سے روایت کی ہے کہ مھدی لوگوں کے امور میں والی ہوگا۔ اور تیس یا چالیس برس تک ٹھرے گا۔ دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۶۱۔

ان احادیث سے واضح ہے کہ عیسٰے اور مھدی کی مدت تبلیغ چالیس برس بتائی گئی ہے پس صاف ظاہر ہے کہ عیسٰے اور مھدی ایک ہی شخص ہے۔

(۷) مسیح کی نسبت لکھا ہے۔ کہ مکہ میں جائے گا۔ اور مھدی کی نسبت بھی لکھا ہے چنانچہ وہ روایات حسب ذیل ہیں:۔

یخرج المھدی من المدینۃ الی المکۃ فیستخرجہ الناس من بینھم فیبایعونہ بین الرکن والمقام وھو کارہ۔ رواہ نعیم بن حماد عن قتادۃ۔

یعنے نعیم بن حماد نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ مھدی مدینہ سے نکل کر مکہ کو جائیگا اور لوگ اوس کے آگے نکلیں گے۔ اور رکن اور مقام کے درمیان اوس کے ہاتھ پر بیعت کرینگے۔ حالانکہ وہ اوس سے کراہت کرے گا۔ دیکھو ہدیہ مھدویہ صفحہ ۸۱۔

پھر دوسری روایت میں ہے:۔

اخرج احمد عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ

یعنے احمد بن حنبل نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم ینزل عیسے ابن مریم فیقتل الخنزیر ویمحو الصّلیب وتجمع لہ الصلاۃ ویعطے المال حتےّ لا یقبل ویضع الخراج وینزل الرّوحاء فیحج منہا او یعتمر او یجمعہا۔

علیہ وسلم نے فرمایا کہ عیسے بن مریم نازل ہوگا۔ اور خنزیر کو قتل کرے گا۔ اور صلیب کو مٹا دیگا۔ اور نماز اوس کے لئے جمع کیجاوے گی۔ اور مال دے گا یہانتک کہ کوئی اُسکو قبول نہ کرے گا۔ اور خراج کو اٹھا دے گا اور روحا میں نازل ہوگا۔ وہاں سے حج کرے گا۔ یا عمرہ۔ یا دونو۔ دیکھو تفسیر روح المعانی جلد ۲ صفحہ ۲۱۳۔

اِن دونوں روایات سے ظاہر ہے کہ مہدی کا بھی حج یا عمرہ یا دونوں کے لئے مکہ جانا۔ اور ایسا ہی عیسے بن مریم کے لئے انہی اغراض کے لئے بیت اللہ میں جانا پایہ ثبوت کو پہنچتا ہے۔ پس صاف ظاہر ہے کہ مہدی اور مسیح ایک ہی شخص ہے۔

(۸) دونوں کا بیت المقدس میں جانا ثابت ہے چنانچہ روایات ذیل اس کی تصدیق کرتی ہیں۔ مسیح کی نسبت روایت ہے:۔

ینزل عیسے علیہ السلام علی ثنیۃ بالارض المقدسۃ یقال لھا افیق و بیدہ حربۃ بہا یقتل الدّجال فیاتی بیت المقدس والناس فی صلاۃ الصبح والامام یؤمّ بھم فیتاخر الامام فیقدمہ عیسے ویصلی خلفہ علی شریعۃ محمد علیہما السّلام ثم یقتل الخنازیر و یکسر الصّلیب ویخرب البیع والکنائس ویقتل النصارٰی الامن اٰمن بہ

یعنے عیسے علیہ السّلام ارض مقدس کے ایک ٹیلہ پر جس کو افیق کہتے ہیں اترے گا۔ اور اوس کے ہاتھ میں ایک ہتھیار ہوگا جس سے وہ دجال کو قتل کرے گا۔ پھر بیت المقدّس میں آئے گا۔ اور لوگ اوس وقت صبح کی نماز پڑہتے ہوں گے۔ اور اون کا امام آگے ہوگا۔ امام پیچھے ہٹ آیگا۔ لیکن عیسے علیہ السلام اوس کو آگے کردیگا۔ اور نماز اُس کے پیچھے مسلمانوں کی طرح پڑھے گا۔ پھر خنزیروں کو قتل کرے گا۔ اور صلیب کو توڑے گا۔ اور گرجوں اور معبد خانوں کو خراب کرے گا۔ اور نصارے کو قتل کرے گا۔ مگر جو ایمان لائے گا اوسکو چھوڑ دے گا۔ دیکھو حاشیہ قنوی۔ جلد ۵ صفحہ ۱۳۵۔

اور مہدی کی نسبت روائت ہے:۔

عن ابی سعید الخدری قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و الہ وسلم یقول یخرج رجل من امتی یقول بسنتی ینزل اللہ عزّ وجلّ لہ القطر من السماء وتخرج الارض برکتھا وتملاء الارض منہ قسطا وعدلا کما ملئت جورا وظلما یعمل علی ھذہ الامۃ سبع سنین وینزل بیت المقدس رواہ الطبرانی

طبرانی نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے۔ کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سُنا کہ میری اُمّت سے ایک شخص نکلے گا جو میری سنت کے موافق کہے گا اور اللہ تعالیٰ اُس کی دُعا سے بارش برسائیگا اور زمین اپنی برکت نکالے گی۔ اور زمین اوس کے سبب سے عدل اور انصاف سے پُر ہو جاوے گی جس طرح وہ ظلم اور تعدی سے بھری ہوئی تھی۔ اس اُمّت میں سات سال حکمرانی کرے گا۔ اور بیت المقدس میں نازل ہو گا۔ دیکھو حجج الکرامہ صفحہ ۳۶۲۔

اِن دونو روایات سے بیت المقدس میں آنا ظاہر ہوتا ہی کہ جس سے مہدی اور عیسے کا ایک ہی شخص ہونا ثابت ہوتا ہے۔

(۹) حلیوں میں بھی موافقت ہے۔ دیکھو احادیث ذیل:۔

مسیح کی نسبت:۔

بینا انا نائم رایتنی اطوف بالکعبۃ فاذا رجل ادم سبط الشعر بین رجلین ینطف راسہ ماء فقلت من ھذا قال ھذا ابن مریم ثم ذھبت التفت فاذا رجل احمر جسیم جعد الراس اعور العین کان عینہ عنبۃ طافیۃ قلت من ھذا قالو الدجال اقرب منہ شبہا ابن قطن۔ رواہ مسلم عن ابن عمر

مسلم نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا جب میں سویا ہوا تھا تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ میں کعبہ کا طواف کر رہا ہوں میری نظر اچانک ایک آدمی پر پڑی جو گندمی رنگ تھا۔ اور اوس کے سر کے بال سیدھے تھے اور وہ دو آدمیوں کے درمیان تھا۔ اوس کے سر سے پانی ٹپکتا تھا۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون ہے۔ جواب ملا کہ یہ ابن

مریم ہے۔ پھر میں آگے چلا تو میری نظر ایک اور شخص پر پڑی جو سُرخ رنگ کا جسیم تھا۔ اور اوس کے سر کے بال گھونگروالے تھے۔ اور آنکھہ کانی تھی۔ گویا اوس کی آنکھ انگور کی طرح گول ہے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے۔ تو کہا گیا کہ دجال ہے وہ شکل وشباہت میں ابن قطن سے ملتا جلتا تھا۔

مہدی کی نسبت:۔

عن علی قال المھدی فتے من قریش آدم ضرب من الرجال۔ رواہ نعیم بن حماد

نعیم بن حماد نے علی سے روایت کی ہے کہ مہدی ایک شخص قریشی ہوگا۔ گندم گون جس طرح تم اس ملک کے آدمی دیکھتے ہو۔

ان روایات سے بخوبی واضح ہو گیا کہ رنگ دونوں کے یکساں بتائے گئے ہیں یعنے گندم گون۔

(۱۰) عیسے کی نسبت بھی روایت ہے کہ جب نازل ہوگا تو دو کپڑے اسپر ہوں گے ایسا ہی مہدی کے بارہ میں بھی دو ہی کپڑوں کا ذکر ہے۔ چنانچہ روایات ذیل سے اس کی تائید ہوتی ہے:۔

مہدی کی نسبت:۔

المھدی من ولدی ابن اربعین سنۃ کان وجھہ کوکب دری فی خدہ الایمن خال اسود علیہ عباءتان قطوانتان کانہ من رجال بنی اسرائیل یستخرج الکنوز ویفتح المدائن الشرک۔ رواہ ابونعیم۔

مہدی میری اولاد سے چالیس سالہ ہوگا۔ اُسکا مُنہ ستارے کی طرح چمکتا ہوا ہوگا۔ اور اوس کے دائیں رخسارہ پر سیاہ خال ہوگا اوسپر دو چادریں روشن ہوں گی۔ گویا کہ وہ بنی اسرائیل سے ہے۔ الے آخر الکلام۔

پھر مسیح کے بارہ میں روایت ہے:۔

اذھبط عیسے بن مریم علیہ السلام بشرقی دمشق عند المنارۃ البیضاء بین مھرودتین واضعا یدیہ علے

ترمذی نے نواس بن سمعان سے روایت کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب عیسے بن مریم علیہ السلام

اجنحۃ ملکین اذا طأطأ راسہ قطر واذا رفعہ تحدر منہ جمان کاللؤلؤ فلا یحل ریح نفسہ یعنی احد الامات وریح نفسہ منتھی بصرہ الی اخرہ۔ رواہ الترمذی فی حدیث طویل عن نواس بن سمعان۔

دمشق کے مشرق کی طرف ایک روشن مینار کے پاس دو رنگین چادریں اوڑھے ہوئے اور دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اوترے گا۔ اُس وقت اوس کے سر سے قطرے گریں گے۔ اور جب سر اٹھائے گا تو وہ قطرات موتیوں کی طرح چمکیں گے اور جہانتک اوس کی سانس کسی شخص پر پہونچے گی وہ مرجائے گا۔ اور سانس اُس کی حد نگاہ تک پہنچے گی۔ دیکھو ترمذی جلد ۲ صفحہ ۳۸۔

ان روایات سے بخوبی واضح ہے کہ مہدی اور مسیح دو الگ الگ نہیں۔ ایک ہی شخص ہے۔

(۱۱) مہدی کو بھی اُمتی کہا گیا ہے۔ اور مسیح کو بھی اُمتی۔ دیکھو روایات ذیل :۔

(۱) حدثنا ابن بکیر ثنا اللیث عن یونس عن ابن شہاب عن نافع مولی ابی قتادۃ الانصاری ان اباھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم۔ رواہ البخاری۔

یعنے بخاری نے ابن بکیر سے اوس نے لیث سے اوس نے یونس سے اوس نے ابن شہاب سے اوس نے نافع ابو قتادہ انصاری کے غلام سے حدیث بیان کی۔ کہ ابوہریرہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا اوس وقت کیا حال ہوگا۔ جب ابن مریم تم میں نازل ہوگا اور وہی تم میں سے امام ہوگا۔ دیکھو بخاری جلد ۲ صفحہ ۴۹۰۔

(۲) اسی کے قریب قریب بیہقی کی روائت ہے۔ اور وہ یہ ہے :۔

کیف بکم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم۔ رواہ البیھقی عن ابی ھریرۃ۔

یعنے بیہقی نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہاری کیسی حالت ہوگی۔ جب ابن مریم تم میں نازل ہوگا۔ اور وہ تم میں سے امام ہوگا۔ دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۰۲۔

(۳) صحیح مسلم میں بھی قریب قریب اسی مضمون کی حدیث ہے۔ اور وہ یہ ہے :۔

کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم فامکم۔ رواہ مسلم عن ابی ھریرۃ یعنے مسلم نے ابی ہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا کیا حال ہوگا جب ابن مریم تم میں نازل ہوگا اور تمہاری امامت کریگا۔ دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۰۲۔

پھر مہدی کی نسبت یہ روایت آئی ہے:۔

عن ابی واصل عبد الحمید بن واصل عن ابی الصدیق الناجی عن الحسن بن یزید السعدی عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج رجلا من امتی یقول بسنتی ینزل اللہ عز وجل لہ القطر من السماء وتخرج الارض برکتھا وتملأ الارض منہ قسطا وعدلا کما ملئت ظلما وجورا۔ الی اخرہ۔ رواہ ابو داؤد ھکذا فی المشکواۃ۔

یعنے ابو داؤد نے ابو واصل عبد الحمید بن واصل سے اوس نے ابو صدیق ناجی سے اوس نے حسن بن یزید سعدی سے اوس نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت سے ایک آدمی ہوگا کہ جو میرے ہی احسان کا ذکر کرے گا اور اللہ تعالی اُسکی خاطر آسمان سے بارش نازل کرے گا اور زمین اپنی برکت نکالے گی۔ اور وُہ زمین کو عدل اور انصاف سے بھردے گا جس طرح وہ ظلم اور جور سے بھری ہوئی تھی۔

اس مضمون کی ایک اور حدیث ہے:۔

حدثنا عبد الرزاق ابن جعفر بن سلیمان عن المعلے ثنا العلا بن بشیر عن ابی سعید عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابشرکم بالمھدی یبعث فی امتی علی اختلاف من الناس و زلازل فیملأ الارض قسطا وعدلا کما ملئت ظلما وجورا رضی اللہ

یعنے عبد الرزاق نے حدیث بیان کی اُس نے جعفر بن سلیمان سے اوس نے معلے سے اوس نے علا بن بشیر سے اوس نے ابو سعید سے اوس نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ فرمایا میں تمہیں خوشخبری سناؤں کہ اللہ تعالے مہدی کو میری اُمت میں ایسے وقت میں کھڑا کرے گا جبکہ لوگوں

عنه وساكن السماء وساكن الارض ويقسم المال صحاحا كذا في الميزان -

میں اختلاف ہوگا - اور بھونچال آتے ہونگے وہ زمین کو عدل اور انصاف اوسی طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم اور جور سے بھری ہوگی - اللہ تعالےٰ اور آسمان اور زمین کے رہنے والے اوس سے راضی ہوں گے - اور مال تقسیم کرے گا - دیکھو میزان - ونجم الثاقب جلد ۲ صفحہ ۱۱۲ -

ان روایات سے روز روشن کی طرح ہویدا ہے کہ مسیح اور مہدی ایک ہی شخص ہیں دو نہیں ؛

(۲) مہدی اور مسیح کی سمت بھی ایک ہی بتائی گئی ہے - یعنے مشرق - دیکھو روایات ذیل :-

اذ هبط عيسى بن مريم عليه السلام بشرقي دمشق عند منارة البيضاء الى اخره رواه الترمذي عن نواس بن سمعان -

ترمذی نے نواس بن سمعان سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب عیسےٰ بن مریم علیہ السلام نازل ہوگا تو بلاشک دمشق کی مشرق کی طرف ایک روشن منارہ کے پاس نازل ہوگا دیکھو ترمذی مصری جلد ۲ صفحہ ۳۸ -

(۲) ایک دوسری روایت میں ہے :-

ينزل عيسى بن مريم عند المنارة البيضاء شرقي دمشق - رواه الطبراني عن اوس بن اوس

طبرانی نے اوس بن اوس سے روایت کی ہے کہ عیسےٰ بن مریم دمشق کے مشرق کی طرف ایک روشن منارہ کے پاس اُترےگا

دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۰۲ -

پھر مہدی کی روایت میں ہے :-

يقتتل عند كنزكم هذا ثلاثة كلهم ابن خليفة ثم لا يصير الى واحد منهم ثم يطلع الرايات السود من قبل المشرق فيقتلونكم قتلا لم يقتله قوم فاذا رايتموه فبايعوه ولو حبوا على الثلج

یعنے ابن ماجہ اور حاکم نے ثوبان سے روایت کی ہے کہ تمہارے اس خزانہ کے پاس تین شخص لڑائی کریں گے - ہر ایک خلیفہ کا بیٹا ہوگا - پھر وہ ان میں سے ایک کو بھی ہاتھ نہ آئے گا - بعد ازان سیاہ جھنڈے مشرق

فانہ خلیفۃ اللہ المہدی - رواہ ابن ماجہ والحاکم عن ثوبان | کی طرف آئیں گے - اور وہ تمہارے ساتھ ایسا جنگ کریں گے کہ کسی قوم نے ایسا نہ کیا

ہوگا - جب تم اوس کو دیکھو تو تم بیعت کرو - اگرچہ برف پر ہی گھٹنیں چلنا نہ پڑے - کیونکہ وہ اللہ کا خلیفہ مہدی ہے - دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۸۶ -

اب ظاہر ہے کہ دمشق کی شرقی طرف ہندوستان ہے - اور خاص کر قادیاں اوسی خط عرض بلد پہ ہے جس پر دمشق ہے - صرف آدھے درجہ کا فرق ہے - اور لفظ عند بھی اشارہ اس بات کی طرف کرتا ہے کہ عین ایک ہی خط پر واقع ہونگے بلکہ کسی قدر فرق ہوگا -

اور مہدی کے بارہ میں کہ وہ مشرق سے آئے گا بکثرت روایات آئی ہیں - پس ظاہر ہے کہ یہ سب ایک ہی شخص کا اشارہ کرتی ہیں - یعنے مسیح و مہدی ایک ہی شخص ہے -

جب واضح ہوگیا کہ مہدی اور مسیح ایک ہی شخص ہے - اور ہم پہلے عرض کر چکے ہیں - کہ بلحاظ ضرورت وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی مہدی کا ذکر کر دیا ہو - جس سے یہ مراد تھی کہ میرا بروز ہوگا - اور کبھی عیسے بن مریم کا ذکر کر دیا جس سے مراد یہ تھی کہ وہ عیسیٰ بن مریم کا بروز ہوگا - یعنے ایک ہی شخص دو بروز کا حامل ہوگا - تو رہا اب یہ امر کہ اس زمانہ میں ایسا کون شخص ہے کہ جو عیسے اور مہدی دونوں کے صفات اپنے اندر رکھتا ہے اور کہاں ہے اور اوس کے مہدی اور مسیح ہونے کے کیا قرائن ہیں - سو اس باب میں ہم الگ فصل بیان کرتے ہیں -

رہا یہ کہ روایات میں اختلاف الفاظ ہے - سو اس کی وجہ بجز اس کے نہیں کہ احادیث کے الفاظ بعض خائنوں کی وجہ سے محفوظ نہیں رہے - کیونکہ ہم حدیث کے باتیں بخوبی ظاہر کر چکے ہیں - کہ بہت لوگوں نے مہدی کے لفظ سے فائدہ اوٹھانے کے لئے احادیث کے الفاظ میں حسب منشار خود اور الفاظ داخل کر دیئے - اور اس طرح صحیح حدیثوں کو مسخ کر کے اون کی اور شکل بنادی - ورنہ نفس مضمون سے مہدی اور مسیح ایک ہی معلوم ہوتے ہیں -

آٹھویں فصل

اِس باب میں کہ مہدی و مسیح کون شخص ہے کہاں رہتا ہے اور اوسکے مسیح اور مہدی ہونے کے کیا قرائن ہیں

یہ بات اہل دنیا پر مخفی نہیں کہ آغاز صدی چہاردہم میں صرف ایک ہی شخص ہے جس نے مہدی اور مسیح ہونے کا دعوے کیا ہے - اور وہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیاں ہیں - اور قادیاں ایک چھوٹا سا قصبہ ہے جو ضلع گورداسپور میں واقع ہے - یہ قصبہ تحصیل بٹالہ سے ۱۱ میل کے فاصلہ شرقی جانب ہے - یہ قصبہ کسی زمانہ میں اِس خاندان کا پایہ تخت تھا - چونکہ سکھوں کے زمانہ میں اسلامی ریاست کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیا گیا تھا اِس لئے یہ قصبہ بھی غیر معروف ہو چکا تھا - اوّل اس کا نام اسلام پور قاضی تھا - کیونکہ اوّل اوّل شاہان مغلیہ کی طرف سے اس تمام علاقہ کی قضا اِس خاندان کے اعلےٰ رُکن کے سپرد تھی - پھر بوجہ ضعیف ہو جانے سلطنت مغلیہ کے یہ ریاست بھی بطور خود مطلق العنان ہو گئی تھی - جس کو بالآخر سکھوں نے برباد کر دیا - چونکہ لاہور - اور گورداسپور کے مابین کا کل علاقہ ماجھ کہلاتا ہے اس لئے بجائے اسلام پور قاضی کے قاضی ماجھی اس قصبہ کا نام ہو گیا اور بالآخر قاضیان ہو کر کادیاں بولا جانے لگا - گو تحریر میں قادیاں لکھا جاتا رہا - حضرت مرزا صاحب اسی قصبہ میں سکونت پذیر ہیں - اُن کے آباء و اجداد مرزا کہلاتے تھے - جو جو لفظ عموماً مغلوں پر بولا جاتا ہے - لیکن فی الاصل یہ خطاب بادشاہوں کی طرف سے ملتا تھا یا بوجہ عالی خاندان ہونے کے لوگ میرزا کہدیا کرتے - کیونکہ یہ لفظ میر زادہ یا امیر زادہ کا مخفف ہے چنانچہ ایران میں اب تک غیر مغل پر بھی میرزا بولا جاتا ہے - اس کی وجہ معلوم نہیں کہ اِس خاندان میں کیونکر لفظ میرزا کا استعمال ہوا - اور کب ہوا - لیکن اِس میں شک نہیں کہ یہ خاندان سمرقند سے آیا تھا - جو زمانہ قدیم میں فارس کی مضافات سے

تھا - ہم پیشتر اسبارہ مفصل بیان کر چکے ہیں زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں - اب ہم ذیل میں وہ قرائن لکھتے ہیں جن سے ان کا مہدی و مسیح ہونا ثابت ہوتا ہے :-

(۱) وفات مسیح - کیونکہ جب تک کوئی آسامی خالی نہ ہو تو دوسرا کوئی شخص امیدوار نہیں ہو سکتا - اور ہم بدلائل قاطع - و براہین ساطعہ ثابت کر آئے ہیں کہ حضرت عیسےٰ بن مریم نبی ناصری یقیناً یقیناً فوت ہو چکے ہیں -

(۲) مسیح کا اسی اُمت سے ہونا - سو یہ بھی ہم دکھلا چکے ہیں صحیح حدیثوں میں مندرج ہی کہ مسیح اسی اُمت میں سے ہوگا - اور حضرت مرزا صاحب اسی اُمت محمدیہ میں سے ایک فرد ہیں -

(۳) صدی کا آغاز ہونا - کیونکہ یہ بات بھی کسی بشر کے اختیار میں نہیں کہ اس کی پیدائش ایسے موقع پر ہو کہ صدی کے سر پر دعوے کرنے کے قابل ہو - بجز تائید خدا کسی کے مقدور میں نہیں ہے - کہ وہ ٹھیک وقت پر پیدا ہو کر عین اُسی وقت میں دعوے کرے جو وقت کہ قرآن کریم و توریت و احادیث میں آیا تھا -

(۴) ظہور کے وقت چالیس برس کا ہونا - یہ بات کس کی طاقت میں ہے کہ صدی کی سر پر ہو - اور بوقت دعوے بموجب احادیث نبویہ چالیس سال کا بھی ہو پس حضرت مرزا کے مسیح اور مہدی ہونے کے لئے یہ بھی ایک قوی قرینہ ہے - اور ہم پیچھے احادیث بھی بیان کر چکے ہیں - اور نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں کہ اُن کی عمر وقت ظہور کے چالیس برس ہوگی - دیکھو حدیث الغاشیہ صفحہ ۵۴۳ - اور امام سیوطی نے اشاعہ نام کتاب میں مہدی کی عمر چالیس سالہ کو ترجیح دی ہے - اور سفارینی کا میل خاطر بھی اسی طرف ہے دیکھو حدیث الغاشیہ صفحہ ۳۵۰ -

(۵) عین ضرورت کے وقت دعوے کرنا :- یہ امر بھی اس بات کا بھاری مؤید ہے کہ یہی بزرگوار مسیح و مہدی ہیں - کیونکہ زمانہ چلا چلا کر ایک مصلح کی ضرورت کو ظاہر کر رہا ہے - جس کا بھاری ثبوت یہ ہے کہ خود علماء نے ایک مجلس جس کا نام ندوۃ العلماء ہے مسلمانوں کی حالت زار دیکھ کر قائم کی ہے - اور ملک ہندوستان میں جابجا دورہ کرتی اور مختلف مقامات پر سالانہ اجلاس منعقد کر کے اصلاح کی فکر میں لگی رہتی ہے - علاوہ

بر آں کوئی صوبہ کوئی ضلع کوئی شہر نہیں جہاں مقامی سوسائٹیں مسلمانوں کی اندرونی و بیرونی خرابیوں کی اصلاح و درستی کے لئے نہ کھڑی ہوئی ہوں۔ ان کمیٹیوں کا کھڑا ہونا ہی اس امر کی کافی شہادت ہے۔ کہ فی الواقع اسلام کی کشتی کسی خطرناک ورطہ میں گرفتار ہے۔ ورنہ اسقدر جابجا لکچر اور وعظ کرنے۔ اور اسلام کی حالت زار پر مرثیہ پڑھنے کی کیا ضرورت تھی۔ ایک عقلمند انسان جب ایک طرف کو ہزارہا فوجوں کی قطار در قطار جاتے ہوئے دیکھے تو بلادریغ اس نتیجہ تک پہونچ جاتا ہے کہ ملک کے اوس حصہ میں کوئی سخت ہی خطرہ پیش آگیا ہے جس کے لئے اس قدر فوجیں جارہی ہیں۔ ایسا ہی جب اسلام والوں میں ہزارہا کمیٹیاں کھڑی ہوگئیں تو ساتھ ہی یہ بھی ماننا پڑا کہ اہل اسلام میں نہایت خوفناک شور برپا ہوگیا ہے لہذا ہمیں زیادہ تفصیل دینے کی ضرورت ہی نہیں۔

(۶) چودھویں صدی کے سر پر کسی اور کا دعویدار نہ ہونا:۔ یہ امر بھی حضرت مرزا صاحب کے مسیح و مہدی ہونے پر کافی دال ہے۔ کیونکہ مہدی کا مجدد ہونا ضروری تھا۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خاں صاحب لکھتے ہیں۔ مہدی مجددین ہیں۔ اس لئے ان کا نکلنا صدی کے شروع یا آخر میں خیال کیا گیا ہے۔ ہم نے سنا ہے۔ اور بعض کتاب میں بھی دیکھا ہے کہ نواب صدیق حسن خاں صاحب کو بھی خیال تھا کہ شائد چودھویں صدی کے مجدد وہ خود ہوں۔ اور دوسری طرف مولوی عبدالحئی صاحب کو بھی جو ایک متبحر عالم لکھنوی تھے خیال تھا۔ مگر خداتعالےٰ نے ان دونوں کو پہلے ہی اٹھالیا۔ اور کیوں نہ اٹھاتا کیونکہ خود نواب صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ چودھویں صدی کے سر پر ظن غالب ہے کہ مہدی ظہور کریں گے۔ کیونکہ سنہ ہجری سے ۱۳۰۰ ہجری تک صدی کو محتمل اُن کے ظہور کا ٹھرایا گیا تھا۔ وہ مدت گذر چکی مہدی نہ آئے۔ اب چودھویں صدی کا آغاز ہے دیکھئے اب بھی آتے ہیں یا نہیں۔ اتنی بات تو ضرور ہے کہ علامات بعیدہ اُن کے ظہور کی سب کی سب گذر گئیں۔ علامات قریبہ نظر آتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وقت ظہور اب بہت قریب آگیا ہے۔ پس حسب تحقیقات نواب صاحب موصوف جب مہدی نے چودھویں صدی کے سر پر آنا تھا تو وہ کیونکر مجدد ہوسکتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے ابتدا ہی سے اٹھالیا۔ الغرض چودھویں صدی کو آئے ہوئے اب ۱۸۔ سال ہوگئے کوئی اور

شخص دعویدار نہیں ہوا۔ اور جو بعض مدعی مہدویّت و عیسویّت ہوئے ہیں تو اون میں کوئی علامات نہیں جو آثار یا احادیث میں آئی ہیں۔ اور نہ اون میں سے کسی ایک نے فسادات زمانہ موجودہ کا کچھ تدارک کیا ہے۔ پھر کیونکر مجدد یا مہدی کا حق رکھتے ہیں۔ مُنہ کی پھونکوں سے کیا ہو سکتا ہے۔

(۷) حضرت اقدس جناب مرزا صاحب کا ہو بہو وہی حلیہ ہونا جیسا حدیث میں ہے یعنے رنگ گندم گون۔ میانہ قد۔ آنکھ بڑی۔ گوشت کم۔ کشادہ پیشانی۔ اونچی ناک۔ چہرہ ستارہ کی طرح چمکدار۔ گھنی ڈاڑہی۔ کشادہ ران۔ بال سیدہے لٹکے ہوئے دانت چمکدار۔ سینہ چوڑا۔ یہی حلیہ حضرت مرزا صاحب کا ہے جس کو شک ہو آنکر دیکھ لے۔ جب مجلس میں آنکر بیٹھتے ہیں تو اُن کا چہرہ ایسا چمکتا دمکتا نظر آتا ہے گویا ابھی حمام سے نکل کر آئے ہیں۔ زبان بھی کسی قدر بھاری ہے۔ جب گرنا بولنا ہو تو گڑنا بولتے ہیں *

(۸) اون کے اخلاق خاتم المرسلین و فخر اولین والآخرین کے مطابق ہیں۔ جیسا کہ احادیث میں آیا تھا۔ یشبہ فی الخُلق ولا یشبہ فی الخَلق۔

(۹) وہ جو حدیث میں آیا ہے کہ مہدی کا رنگ تو عربی ہوگا۔ اور بدن اسرائیلی۔ گویا یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ چونکہ اُن کی ذات سے دو قسم کی بڑی خدمات مقدر تھیں یعنے ایک اندرونی اصلاح اور دوسری بیرونی اصلاح۔ اس لئے ایک حالت میں تو محمّدی رنگ میں کام کرے گا۔ اور ایک حالت میں وہ مسیحی رنگ میں کام کرے گا۔ اس حدیث نے ظاہر کر دیا کہ نہ تو حضرت مسیح موعود وہی اسرائیلی نبی ہے۔ اور نہ مہدی کوئی مسیح کے سوا الگ شخص ہے۔ اور یہ دونوں خدمات اس بزرگ یعنے حضرت مرزا صاحب کے ہاتھ سے سرانجام پا رہی ہیں۔ اور اس شد و مد سے کہ اوس کی نظیر ابتدائے دنیا سے اس وقت تک ثابت نہیں ہوتی۔

(۱۰) حسب مضمون حدیث یضع الحرب دینی جنگوں کا خاتمہ کر دیا ہے۔ اس بارہ میں بڑے بڑے رسائل بدلائل لکھکر شائع کر دیئے ہیں کہ اب کوئی شخص دین کے پیرایہ میں کسی کافر کے جان و مال کا تعرض نہیں کر سکتا۔ ورنہ خدا تعالے کے ہاں وہ ایک مجرم ہوگا

(۱۱) ان میں سخاوت بھی اسی طرح ثابت ہے جس طرح حدیث مین آیا ہے۔ اور

ہم نے بچشم خود دیکھا ہے کہ کسی صاحب نے کوئی چیز مانگی ہے۔ تو اوس کی امید سے بہت ہی بڑھ کر دی ہے۔ تھوڑی چیز کے دینے کی عادت ہی نہیں۔ حتےٰ کہ دوائی جیسی چیز اور پھر قیمتی دوا جو بڑی لاگت اور محنت سے تیار کی گئی تھی بہت تھوڑے عرصہ میں خرچ کر دی۔

(۱۲) مخالفین کو بڑے بڑے رقوم مقرر کر کے مقابلہ کے لئے طلب کیا۔ مگر کسی کو جرأت نہیں ہوئی کہ اوس رقم کو وصول کرے۔ اور وہ جو حدیثوں میں آیا ہے کہ لوگوں کو مال دے گا لیکن کوئی قبول نہیں کرے گا۔ وہ اسی طرف اشارہ ہے۔ اور یہ بات بار بار مشاہدہ میں آچکی ہے۔

(۱۳) جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے کہ سنت نبوی پر عمل کریں گے۔ ایسا ہی اس بزرگ مرد خدا نے کیا ہے۔ جب کوئی مسئلہ پیش آتا ہے تو سنت نبوی کے موافق حکم دیتے ہیں۔ اور بدعات کی سخت ممانعت کرتے ہیں۔

(۱۴) نام بھی موافق احادیث کے احمد ہے۔ بعض نادان اعتراض کرتے ہیں کہ ان کا نام غلام احمد ہے۔ احمد کیسے ہو گئے۔ ان کو اگر معلوم ہوتا کہ آسمان پر ایک نام ہوتا ہے جو والدین نہیں جانتے اور وہ اپنی مرضی سے کوئی اور نام تجویز کر لیتے ہیں جیسے حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نام والدین نے محمدؐ رکھا۔ لیکن حضرت مسیح علیہ السلام نے اللہ تعالےٰ سے وحی پا کر آسمانی نام احمد بتایا تھا۔ اور پھر جب آپ محمدؐ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہیں اور اون کی شریعت کے خادم تو پھر ہر حالت میں غلام احمد ہی ہونا تھا یا کچھ اور۔ اور پھر وہ جو حدیثوں میں آیا ہے کہ المھدی من ولدی اس سے مراد یہ ہے کہ وہ میری ہی اولاد ہے۔ جب ہو بہو اُن کے نقش قدم پر چلتے ہیں تو کیونکر اُن کی ولد نہیں کہلا سکتے۔ کیا قرآن میں نہیں پڑھتے کہ جس آدمی کے عمل اپنے متبوع کے موافق ہوں وہ اوسی کا اہل اور جس کے عمل اپنے متبوع کے اعمال کے مطابق نہوں وہ اُس کی اہل نہیں کہلا سکتا۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں حضرت نوح کے بیٹے کی نسبت بجواب حضرت نوح علیہ السلام فرمایا ہے انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح یعنے وہ تیرا اہل نہیں اوس کے عمل صالح نہیں ہیں۔ ایسا ہی توریت اور انجیل کی محاورات

ہیں جو ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ پس صاف عیاں ہے کہ جو کسی مقتدا کی اقتدا قدم بقدم اوسی مقتدا کے موافق کرتا ہے وہ گویا اوسی کا اہل ہوتا ہے۔ اگر یہ دلیل کوئی کافی نہ سمجھے تو خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ سُنا دیتے ہیں جو سلمان فارسی کی نسبت ہے۔ کون نہیں جانتا کہ سلمان فارسی النسل تھے اور جب وُہ ہونے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں کامل نمونہ دکھایا۔ اِس لیئے اوس فخر بنی آدم نے زبان مبارک سے فرمایا۔ سلمان منا اھل البیت یعنے سلمان ہم میں سے ہی اہل بیت ہے۔ پھر سب سے بڑھ کر طرفہ یہ کہ حضرت مرزا صاحب فارسی النسل ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے اُن کو الہام سے بھی خبر دی ہے کہ فارسی النسل ہے۔ اور وہ حدیث جس میں: ــ لوکان الایمان معلقًا بالثریا لنالہ رجل من ابناء فارس بھی انہی کے حق کے میں ہے۔ جیسے الہام الٰہی سے واضح ہے۔ جب ثابت ہو گیا کہ یہ فارسی الاصل ہیں تو اولاد سلمان فارسی ٹھہرے۔ اور سلمان جب اہل بیت میں داخل ہے تو یہ بھی حضرت کی اولاد ہوئے۔ اور واضح رہے کہ غلام کے معنے ولد کے ہوتے ہیں۔ اور اِس سے المھدی منی یا منا کے معنے بھی جو احادیث میں آتا ہے کھل گئے۔ کیونکہ سلمان کو فرمایا سلمان منا۔ اور صرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہی اس لفظ کا استعمال نہیں کیا۔ بلکہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی خواہ مہاجر تھے یا انصار۔ سلمان کی نسبت یہی لفظ استعمال فرمایا ہے۔ چنانچہ فصل الخطاب میں لکھا ہے وقال المھاجرون سلمان منّا وقال الانصار سلمان منّا۔ پس اُس کی اولاد کو خاتم النبیین نے المھدی منّی کہدیا تو کیا عیب ہے۔ اس سے فاطمی مہدی کا ہونا لازمی نہ ٹھرا۔ اور نیز اِس سے المھدی من اھلِ بیتی کے معنے حل ہو گئے۔ کیونکہ جب سلمان اہل بیت ٹھرے تو حضرت مرزا صاحب بدرجہ اولے اہل بیت ٹھرے اور اہل بیت کل متبعین پر بولا جاتا ہے۔ خود بخاری میں صحابہ پر اہل بیت کا استعمال ہوا ہے۔

اس سے بڑھ کر ایک اور بات ہے کہ حضرت مرزا صاحب قریش بھی ہیں۔ چنانچہ خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ من اسلم من فارس فھو من قریش ھم اخواننا وعصبتنا رواہ الدیلمی عن ابن عباس یعنے دیلمی نے حضرت عبد اللہ ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فارس سے جو اسلام لایا وہ

قریش ہیں سے ہے ۔ کیونکہ وہ ہمارے بھائی اور ہمارے عصبہ ہیں ۔ دیکھو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲۱۵ ۔

اب اس حدیث سے وہ لفظ بھی جو المہدی من قریش ہیں ہے حل ہو گیا ۔

پھر کوئی وجہ نہیں ہے کہ لوگ مہدی فاطمی وغیرہ کے منتظر رہیں ۔ کیونکہ حضرت مرزا صاحب بموجب فرمان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قریش میں بھی داخل ہیں ۔

رہا لفظ عترت جو حدیثوں ہیں مہدی کے بارہ ہیں آیا ہے ۔ یعنے المہدی من عترتی سو واضح ہو کہ عترت کا لفظ کل دور و نزدیک کے رشتہ داروں پر بولا جاتا ہے ۔ سو چونکہ فارسی لوگ حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد ہیں اور اہل عرب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد ۔ اِس لئے باہم رشتہ ہونے کی وجہ سے حضرت مرزا صاحب عترت ہیں داخل ہیں دیکھو مجمع البحار جلد اوّل صفحہ ۳۴۵ ۔

مزید برآں عترت کا لفظ کل قریش پر بھی بولا جاتا ہے ۔ چنانچہ صحابہ کہتے تھے نحن عترت رسول اللہ لانھم کلھم من قریش اور ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب قریش بھی ہیں ۔ بوجہ فارسی ہونے کے پس اس حالت ہیں بھی وہ عترت کی تحت ہیں آ گئے پس جس حدیث مہدی ہیں لفظ عترت کا بھی آ گیا ہے تو بھی کچھ حرج نہیں ۔ حضرت مرزا صاحب عترت ہیں داخل ہیں ۔ دیکھو مجمع البحار جلد اوّل صفحہ ۳۴۵ ۔

(۱۵) لو کان الایمان بالثریا لنالہ رجل من فارس کی پیشگوئی بھی انہی کے حق ہیں پوری ہوئی ۔ کیونکہ اس زمانہ ہیں ایمان دنیا سے بالکل اُٹھ چکا تھا جس کی تفصیل ہم آگے چلکر کسی اور فصل ہیں کریں گے ۔ اب کون نہیں جانتا کہ کس نے از سر نو ایمان کو دُنیا ہیں آنکر قائم کیا ۔

(۱۶) وہ جو لکھا ہے کہ مہدی تابع الہام ہوگا ۔ وہ علم قیاس کی پیروی نہیں کرے گا یہ بات بھی اُن کی ذات ہیں صادق آتی ہے ۔ چنانچہ جو کچھ اللہ تعالے کی طرف سے اُن کو القا ہوتا ہے یا فرشتہ بتاتا ہے وہی حکم کرتے ہیں ۔

(۱۷) انکا حارث وحراث ہونا ۔ یہ امر بھی روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے آبار و اجداد عن جدٍ یعنی اور نیز بذات خود بھی زمیندار ہیں اور زمینداری بھی کرواتے ہیں ۔

(۱۸) کُل امارات صغرائے کا ظہور ہو گیا۔ جیسے نواب صدیق حسن خانصاحب بھی اقرار کرتے ہیں جیسے ہم پیچھے لکھ چکے ہیں۔

(۱۹) وہ جو احادیث میں ۲۷ یا ۳۰ دجّالوں کا مہدی سے قبل آنا مذکور ہے وہ سب ہو چکے جو الگ فصل میں دکھلائے جائیں گے۔

(۲۰) کُل علامات جو ظہور مہدی و مسیح کے لئے ضروری تھیں اُن میں سے اکثر کا ظہور ہو گیا جنکی تفصیل آگے چلکر معلوم ہو گی۔

(۲۱) اون پر تکفیر کا فتوائے بھی لگ چکا جیسا کہ آثار صحابہ و مکاشفات حضرت محی الدین ابن عربی و امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی و کتب بحر العلوم ملتانی و نواب صدیق حسن خاں صاحب بھوپالوی میں آچکا تھا۔

(۲۲) لیظھرہ علی الدین کلہ کا پورا پورا مصداق ہونا۔ کیونکہ دنیا میں ایک بھی دین ایسا نظر نہیں آتا جس پر حضرت مرزا صاحب کا غلبہ ثابت نہ ہو۔ تمام مذاہب باطلہ پر اس قدر رعب پڑ گیا ہے کہ کوئی مقابلہ کی جرات نہیں کر سکتا حتےٰ کہ دجال بھی جن کی طاقت و ثروت اسقدر ہے کہ کل مُلک چین کو خرید سکتا ہے۔ وہ بھی اُن کے سامنے آنے سے چکراتا ہے۔ بلکہ اپنے اندر ہی اندر پگھلتا چلا جا رہا ہے۔

(۲۳) اُن کے دشمنوں کا اون کے سامنے ہلاک ہونا یا ذلیل ہونا۔ یہ امر بھی کیسا ظاہر و باہر ہے کہ جس شخص نے اُنکا مقابلہ کر کے گستاخی کا ارتکاب کیا یا وہ ہلاک ہوا یا ذلیل ہوا۔ دیکھو اندرمن مرادابادی۔ دیانند سرستی۔ لیکھرام پشاوری۔ عبداللہ آتھم شیخ محمد حسین بٹالوی۔ میاں نذیر حسین صاحب دہلوی۔ غلام دستگیر قصوری۔ عبدالعزیز لودھیانوی عبدالحق غزنوی۔ پیر مہر علیشاہ گولڑوی وغیرہ وغیرہ جن کا مفصل حال انشاءاللہ بشرط زندگی ایک الگ رسالہ میں لکھا جائے گا۔

(۲۴) ان کا روز بروز ترقی کرنا۔ اور اُن کی قبولیت کا عام ہوتے جانا۔ یہ بات بھی بخوبی ہویدا ہے کہ لوگ بکثرت اُن کی بیعت میں داخل ہوتے جاتے ہیں۔ اور عام لوگوں کے دلوں میں اُن کی محبت کھینچی چلی جاتی ہے۔

(۲۵) اُن کے مریدوں کا اخلاص روز بروز ترقی کرتا ہے۔ اور جوں جوں زمانہ گذرتا ہے

اُن کا اخلاص آگے ہی آگے قدم رکھتا ہے۔ پیچھے ہرگز نہیں ہٹتا۔ یہ بھی اُن کے منجانب اللہ ہونے کی کافی دلیل ہے۔

(۲۶) ان کا ذاتی استقلال۔ باوجودیکہ دشمنان دین نے اُن کے تباہ اور ہلاک کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں رکھا۔ اور اللہ تعالےٰ کی طرف سے سنت انبیاء کے مطابق اُن پر ابتلا آئے مگر یہہ شیر خدا اپنے ارادہ میں ذرہ پیچھے نہیں ہٹا بلکہ اُسنے آگے ہی قدم بڑھایا۔ اور دنیا کے دنگل میں ایک پہلوان کی طرح للکار رہا ہے۔

(۲۷) جو لوگ اُن کی صحبت میں آتے ہیں وہ پھر خواہ کتنی ہی زلازل اور ابتلا پیش آویں ثابت قدم رہتے ہیں۔ اور تقوٰے اور طہارت اور سنت نبوی کی پیروی میں قدم آگے بڑھاتے ہیں۔ ہر قسم کی شرارتوں اور جھوٹ اور افتراؤں سے دلی نفرت پیدا کر لیتے ہیں نماز تہجد کے بڑے شائق اور باہم الفت اور محبت کرتے ہیں۔ اُن کے چہروں سے ایک خاص نور کی جھلک دکھلائی دیتی ہے۔ اگر کچھ باہمی تکرار یا گناہ سرزد ہو بھی جاتا ہے تو اُسکے ارتکاب میں اصرار نہیں کرتے۔ بلکہ بہت جلد سنبھل جاتے ہیں۔

(۲۸) اولیاء زمانہ گذشتہ وحال نے اُن کے دعوائے مہدویت و مسیحیت کی خدا تعالیٰ سے الہام پاکر تائید و تصدیق کی ہے جنکا مفصل حال آگے درج ہوگا۔

(۲۹) اُن کے صحبت یافتہ کو رؤیا ء صادقہ و مکاشفات والہامات کا ہونا۔ یہ امر بھی کیسا عجیب ہے کہ اکثر صحاب جوان کی بیعت سے شرف حاصل کر چکے ہیں اپنے اپنے فطرت کے مطابق اور حسب مقدار محبت و تعلق اس حصہ سے بہرہ ور ہو گئے ہیں حتّٰے کہ عورتوں کو بھی خوابیں اور الہام صحیح ہوتے ہیں جو بعینہ ظہور پذیر ہوتے ہیں۔

(۳۰) اُن کی تعلیم کا عام شہرت حاصل کرنا اور مخلوقات کے خدا کے دلوں میں قوی اثر پیدا کرنا۔ سب لوگ جانتے ہیں کہ جو ایک دفعہ بھی اُن کی کتاب دیکھ لے وہ عشعش کرنے لگتا ہے۔ اور بے اختیار بول اٹھتا ہے کہ لاریب یہ شخص سلطان القلم ہے۔

(۳۱) اُن کی اپنی پیشگویوں کا پورا ہونا جس کی تفصیل آگے آئے گی۔ جس قدر اس بزرگ نے پیشگویاں کی ہیں وہ سب ٹھیک نکلیں۔ اور جو لوگ بعض پیشگویوں کی نسبت اعتراض کرتے ہیں اُن کی اپنی غلطی ہے۔ وہ آسمانی اور الہامی کتابوں سے ناواقفیت کی وجہ سے

اعتراض کرتے ہیں۔ ورنہ سب پیشگویاں صحیح اور درست ہیں۔

(۳۲) اُن کی دعائیں بکثرت قبول ہوتی ہیں۔ حتےٰ کہ اگر یہ کہیں کہ مُردوں کو بھی زندہ کر دیا تو کچھ بعید از خیال نہ ہوگا۔ کیونکہ چند ایسے واقعات بھی پیش آ چکے ہیں جن پر موت کا لفظ صادق آ سکتا تھا۔ تفصیل آگے آئے گی۔

(۳۳) اُن کے زمانہ میں سہولیت وسائل تبلیغ کا ہونا۔ یہ امر بھی کافی ہے کہ کل دُنیا میں تبلیغ کرنا انہی اسباب پر منحصر تھا۔ اور خدا تعالےٰ کا کیسا شکر ہے کہ اُن کے زمانہ ہی میں ایسے وسائل پیدا کر دئیے گئے۔ دیکھو ریل۔ دُخانی جہاز۔ مذہبی آزادی۔ ڈاکخانہ چھاپہ خانہ کاغذات۔ تار۔ وغیرہ وغیرہ۔

(۳۴) سلطنت عادل کا ہونا۔ یہ کیسی بڑی نعمت ہے کہ اللہ تعالےٰ نے مسیح و مہدی کو ایک ایسی گورنمنٹ کے سایہ میں رکھا ہے جس نے تمام مذہبی آزادی دے رکھی ہے۔ اور مسیح کا آنا ایسی ہی سلطنت کو چاہتا تھا۔ اگر یہ سلطنت نہ آئی ہوتی تو مسیح ہرگز نہیں آ سکتا تھا۔ وجہ یہ کہ مسیح کے ظہور کا جو زمانہ بتایا گیا تھا وہ نہایت ہی خطرناک تھا۔ کیونکہ تمام مذاہب میں فتور عظیم کی خبر دی گئی تھی حتےٰ کہ علماء و فقراء و فقہاء اسلام کی نسبت مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمادیا تھا کہ روئے زمین پر آسمان کے نیچے اون سے بدتر کوئی مخلوقات نہ ہوگی۔ گویا از روئے مذہب تمام مخلوقات مسخ ہو کر درندوں اور وحشیوں کی طرح ہو گئی ہوگی۔ اور ہر ایک دوسرے کے مذہب اور اعتقاد پر حملہ کرتا ہوگا تو مسیح کے آنے پر کیونکر ممکن ہو سکتا تھا کہ وہ کسی ایک کے اعتقاد کے برخلاف کہے اور وہ اُن کے شر سے محفوظ رہ سکے اسیواسطے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر بھی دیدی تھی کہ لوگ مسیح پر کفر کے فتوے بھی لگائیں گے جیسے کہ آثار سے ظاہر ہے۔ اور اگر بس چلا تو اُسکے قتل کی بھی کوشش کرینگے۔ اور پھر اگر گورنمنٹ بھی کسی خاص مذہب کی حامی یا طرفدار ہوتی جس کے زیر سایہ مسیح کو زندگی بسر کرنی تھی تو مسیح کے لئے مخلوقات سے بھی زیادہ خطرہ کا مقام تھا۔ کیونکہ گورنمنٹ کے لئے کونسا مشکل امر ہوتا ہے کہ کسی کو پکڑ کر توپ کے آگے اڑادے۔ یا جس طرح چاہے ہلاک کرے۔

اور یہ تاریخ سے واضح ہو کہ اکثر بادشاہوں نے نبیوں اور ولیوں کو اپنے اعتقاد کے مخالف

پا کر ہلاک ہی کیا ہے۔ لہذا اشد ضروری تھا کہ وہ گورنمنٹ جسکے زمانہ میں مسیح کو آنا چاہیئے تھا۔ وہ ایسی ہی گورنمنٹ ہوتی جیسی کہ موجودہ سرکار برطانیہ ہے۔ جس نے مذہب کی عام آزادی دے رکھی ہے۔ جس طرح کوئی چاہے۔ بپابندی قانون اپنے خیالات مذہبی کو پھیلائے۔ اور جس طریق پر چاہے ترویج دے۔ ہاں کسی امن عامہ کا مرتکب نہ ہو۔ پس یہی مبارک گورنمنٹ ہے جس کے عہد معدلت مہد میں مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نزول فرما ہوئے۔ کیا ہی مبارک اقدام و فرخندہ فرجام۔ قیصرہ وکٹوریہ تھی جس کے زمانہ کو خدائے قدوس نے ازل ہی سے چن لیا تھا اور یقیناً یقیناً یہی باعث ہے کہ اس ملکہ معظمہ جناب قیصرہ ہند کو تخت پر بیٹھتے ہی اقبال نے ساتھ دیا اور وہ روزافزوں ترقی کرتی گئیں۔ وہ اقبال کیا تھا۔ یہی کہ اُس کے تخت پر بیٹھنے کے دو تین سال بعد مسیح موعود کا تولد شریف ہوا۔ اور جوں جوں اوس مبارک قدم مسیح کی عمر میں ترقی ہوتی گئی۔ اس مُبارک نصیب و خوش اقبال ملکہ کو بھی ترقی ہوتی گئی۔ اور جب مسیح علیہ السلام اپنی عمر کے کمال کو پہونچے اور مسیحیت کے عہدہ پر مامور ہوئے تو قیصرہ مبارکہ بھی اپنے اقبال کے انتہائی نقطہ تک پہونچ گئیں۔ اور اب اوس کی سلطنت کا دایرہ اسقدر وسیع ہو گیا ہے کہ ہم بلا دریغ کہہ سکتے ہیں کہ اوس کی سلطنت پر سورج کبھی بھی غروب نہیں ہوتا لہذا اوس مبارک قیصرہ کو چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ کا خاص شکریہ ادا کرے کہ اُس کو وہ زمانہ عطا کیا جس کو مسیح کے مبارک انفاس نے اوس کے لئے بابرکت اور مثمر بہ ثمرات عظیمہ کر دیا اور ہماری جماعت کو یعنے اُن لوگوں کو جو خدا کے مرسل خدا کے فرستادہ۔ خدا کے دست پرورده رسول اللہ کے پیارے جانشین۔ رسول اللہ کے خلیفہ یعنے مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسلام کو سچا تسلیم کر کے اُن پر ایمان لا چکے ہیں۔ اس مبارک ملکہ معظمہ قیصرہ ہند اور انکے جانشین کیساتھ دلی خلوص اور محبت سے پیش آویں اور صدق دل سے ہر وقت اُن کی وفاداری کا دم بھریں اور اون کے روزافزوں اقبال کے لئے دعا کریں۔ کیونکہ خود خداوند قادر مطلق نے اس قیصرہ کو مسیح کے امن اور باحفاظت ہونے کے لئے روز ازل سے چن لیا تھا۔ گویا مسیح اور اس مبارک قیصرہ کا ایک ہی زمانہ میں لازم و ملزوم ہونا ضروری تھا۔ ورنہ جب نظر غور سے دیکھتے ہیں تو کہیں بھی امن کی جگہ نظر نہیں آتی۔ کیا ہمارا مسیح روس میں امن اور عافیت کے ساتھ ایسی تبلیغ کر سکتا تھا۔ ہرگز نہیں۔ کیا روم میں سلطان عبد الحمید جیسے بااقبال اور باخبر متدین اور

پاکباز بادشاہ کے زیر حکومت اس عظیم الشان طور سے حق تبلیغ ادا کر سکتے تھے۔ ہرگز نہیں بلکہ سلطان کو بھی قتل کئے بغیر لوگ نہ رہتے۔ کیا بیت اللہ جیسے پر امن مقام میں اس آزادی سے مراسم تبلیغ بجا لا سکتے تھے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ ایک ہی روز میں خاتمہ کر دیا جاتا۔ بنابراں نہایت ضروری بلکہ اشد ضروری تھا کہ قیصرہ مبارکہ کا مبارک زمانہ ہی ہوتا کہ جس میں مسیح کا نزول ہوتا۔ والحمدللہ کہ ایسا ہی ہوا۔ اے ملکہ معظمہ قیصرہ ہند تجھ کو مبارک ہو۔ تو کیسی ہی خوش نصیب تھی کہ مسیح کی روح نے تیرے زمانہ میں تیری ہی سلطنت کے اندر نزول کے لئے جوش کیا۔ اور وہ تیرے لئے تیرے ہی اقبال کا زیور ہوا۔ تجھ کو خاص اللہ تعالے کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔ یہ کل اقبال اس فانی فی اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انفاس طیبات کی برکت کا نتیجہ ہے کہ تو دنیا کے سلاطین سے سبقت لے گئی۔ تجھکو چاہیے کہ تو اس مبارک قدم انسان کی قدر کرے۔ اور اس کی خاص حمایت میں سعی کرے۔ کیا تجھکو حال ہی میں تجربہ نہیں ہوا۔ کہ ٹرنسوال میں جب شکست پر شکست تیری افواج کو ہو رہی تھی تو اس خدا کے فرستادہ نے اپنی جماعت کے لوگوں کو قادیان میں طلب کیا اور عید کے روز ایک وسیع میدان میں کھڑے ہو کر تیری فوجوں کی فتح کے لئے دعا کی۔ پس ادھر دعا کا ہونا تھا اُدھر لارڈ رابرٹ صاحب بہادر کو فتوحات پر فتوحات ہونی شروع ہو گئیں۔ یہ رابرٹ کی کوئی ذاتی لیاقت و بہادری کا نتیجہ نہیں ہے۔ یہ صرف اس مرد خدا کی دعا کا اثر ہے۔ کہ بندوقوں اور توپوں سے زیادہ اثر کر گئی۔ ورنہ یہی بندوقیں تھیں۔ اور یہی توپیں تھیں اور یہی آدمی تھے۔ کیوں وہ غیر مؤثر ہو رہی تھیں۔ خدا تعالےٰ نے ایک نشان دکھلانا تھا۔ اور آخر دعا کے بعد اسکا ظہور ہوا۔ کون ہے کہ اُسکا انکار کر سکتا ہے۔

(۳۵) انکا فارسی النسل ہونا۔ کیونکہ آخری زمانہ میں فارسیوں ہی کے لئے بشارت دی گئی ہے۔ اور کسی کے لئے نہیں۔ چنانچہ جب آیت واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم نازل ہوئی تو صحابہ رضوان اللہ علیھم اجمعین نے دریافت کیا کہ وہ کون لوگ ہیں تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سلمان فارسی کے کندھے پر ہاتھ رکھکر فرمایا کہ وہ لوگ اس کی قوم میں سے ہوں گے۔ ایسا ہی آیت ویستبدل قوماً غیرکم میں بھی سلمان فارسی کو پیش کر کے فرمایا کہ وہ قوم اس شخص کی قوم ہوگی۔ اور یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا۔

سلب الملک من قریش یعنے اس زمانہ میں قریش کے ملک کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اور یہ نصیب اہل فارس کو مقدر ہے۔ اسی واسطے مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اعظم الناس نصیبا فی الاسلام اھل فارس رواہ الحاکم فی تاریخہ والدیلمی عن ابی ھریرۃ یعنے حاکم نے اپنی تاریخ اور دیلمی نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ اسلام میں بڑے نصیبے والے اہل فارس ہیں۔ دیکھو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲۱۵۔ اگر معمولی طور سے مسلمان ہونا فارسیوں کا کوئی امر عظیم تھا تو ہزار ہا دیگر قوم کے لوگ بھی اسلام میں داخل ہوئے اوس میں اہل فارس کو کیا فوقیت ہے۔ ہاں فوقیت اس میں ہے کہ بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کوئی ایسا شخص اہل فارس سے ہونے والا تھا جس کے پایہ کے برابر بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کوئی اور شخص نہیں ہو سکتا تھا۔ اور یہ بات بالکل قرآن کے بھی مطابق ہے۔ جیسے اخرین منہم لما یلحقوا بہم کی آیت سے واضح ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے بھی کسی اور قوم کا ذکر بجز فارس نہیں فرمایا۔

اس مسیح موعود کا اہل فارس سے ہونا ضروری تھا۔ فالحمد للہ علےٰ ذلک کہ وہ اہل فارس ہی ہیں

۳۶۔ حضرت مرزا صاحب کا طول زمانہ پانا۔ یہ بھی انکے راستباز اور منجانب اللہ ہونے کی کافی دلیل ہے۔ کیونکہ کسی مفترے کذاب کو اتنی مہلت نہیں دیجاتی۔ ۲۰ برس کامل ہو گئے یہ بزرگ اپنے دعوے کے روز سے ایسے ثابت قدم اور مضبوط چلے آتے ہیں کہ کسی قسم کے زلزلے اور باد صرصر کے جھوکے انکو اپنے ارادہ اور عزم سے ہلا نہیں سکے حالانکہ کیسی کیسی سخت مزاحمتیں پیش آئیں۔ اور دشمنوں نے انکے مٹا دینے کیلئے کیسی کیسی کوششیں کیں۔ اور اگر اوس قادر اور قہار خدا کا ہاتھ اُسکے سر پر نہ ہوتا تو وہ مدت کے پس گئے ہوتے۔

بعض نادان اپنی موٹی سمجھ اور سطحی عقل کی بنا پر راستباز اور مفتری میں کوئی ما بہ الامتیاز قائم نہیں کر سکتے اور اپنی جہالت کیوجہ سے کہتے ہیں کہ یہ اصول درست نہیں کیونکہ بقول انکے بعض ایسے مفتری ہوئے ہیں جنہوں نے بڑی عمر پائی وہ لوگ اتنا بھی نہیں جانتے کہ مفتری علی اللہ اور چیز ہے اور کذاب بہ نفس خود اور چیز ہے جہانتک ہم نے تاریخ کی ورق گردانی کی ہے ایک شخص بھی ایسا ثابت نہیں ہوتا جو مفتری علی اللہ ہو۔ اور پھر اوس نے ایک معقول عمر پائی ہو۔ ہاں مفتری اور کذاب لوگوں نے عمر بڑی پائی ہے۔ لیکن وہ مفتری علے اللہ نہیں تھے۔

نویں فصل

اس بارہ میں کہ کسی مفتری مدعی نبوت کو بڑی مہلت نہیں ملتی

جہانتک تاریخ گواہی دیتی ہے ہمیں یہی ثابت ہوتا ہے کہ کسی مدعی نبوت کو جس پر کوئی وحی منجانب اللہ نہوتی ہو اور وہ کہے مجھے وحی ہوتی ہے اور اپنی مفتریات کو لوگوں کے آگے پیش کرے اور اُنہی کی بنا پر لوگوں کو دعوت کرے تو اتنی مہلت نہیں دیگئی جتنی راستباز خدا کے مرسل کو ہوتی ہے۔ اسکی تائید خدا تعالیٰ کی اس کلام سے بھی ہوتی ہے ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین سورۃ الحاقہ پارہ ۲۹۔ اگر تو ہماری نسبت ایسی بات کہدے جو ہمنے نہیں کہی تو ہم اُسکی وجہ سے پکڑلیں اور شاہ رگ کاٹ ڈالیں۔

اس آیت کے رو سے اس اُمت محمدیہ میں ہمیشہ کیلئے ایک قانون ناطق قرار دیا گیا کہ اگر کوئی مامور من اللہ اور مرسل من اللہ ہونے کا دعوے کرے تو وہ اسقدر مہلت نہیں پا سکتا جسقدر مہلت خدا کے صادق و مصدوق حضرت محمد مصطفےٰ واحمد مجتبےٰ صلوات اللہ وسلامہ نے پائی تھی۔ کیونکہ اُن کو آیت مذکورہ بالا میں کہدیا گیا ہے کہ اگر تو بھی میری ذات پر افترا کرے تو تجھے بھی مہلت نہیں دیجاویگی بلکہ ہلاک کیا جاویگا۔ اور ظاہر ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم کامل ۲۳ برس تک نبوت کی خدمات کو سرانجام فرماکر رفیق الاعلےٰ کو جاملے تو بعد زمانہ نبوی علیہ السلام کوئی مفتری علی اللہ اس قدر عمر نہیں پا سکتا۔ ہاں بعض نادان اپنی حماقت اور جہالت سے کسی ایسے آدمی کو جس نے خدائی کا دعویٰ کر دیا ہو یا صرف مہدی یا ہادی یا امام ہونے کا دعویٰ کردیا ہو اور اس نے زیادہ عمر پائی ہو مدنظر رکھ کر کہدیں کہ یہ قاعدہ تو درست نہیں کیونکہ فلاں فلاں اشخاص نے بڑی بڑی عمر پائی ہے یہ انکی سراسر ناواقفی اور کور مغزی ہے۔ کیونکہ یہ خدا تعالےٰ کی سنت نہیں ہے کہ کسی خدائی کے مدعی کو جلدی پکڑ لیا کرتا ہو۔ کیونکہ انکے ملک میں فساد کا کوئی احتمال نہیں ہوتا اور اگر یوں پکڑنے لگے تو دنیا میں لاکھوں انسان ایسے ملیں گے جو اپنے فنون لطیفہ و صنعت غریبہ یا دیگر سحر آمیز کارروائیوں سے لوگوں کے دلوں کو مسخر کر لیا کرتے ہیں۔ خواہ ان ذریعوں سے کوئی مہدی کا دعویٰ کرے یا مسیح بن جائے یا کوئی نبی ہو جاوے ان سے فساد کا کیا اندیشہ ہو سکتا ہے کیونکہ مجرد دعوے کوئی چیز نہیں۔ ہاں اگر دعوے کیساتھ الہام یا وحی کا دعویٰ بھی کرے اور پھر اپنا الہامات یا وحی کہ کر لوگوں کے سامنے پیش کرکے کہے کہ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اسکو ہوتے ہیں۔ اور فی الحقیقت خدا کی طرف سے نہ ہوں

ہوں۔ تو پھر اس صورت میں سخت فتنہ کا احتمال ہو سکتا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کی حقیقی وحی کے بارہ میں فساد لازم آتا ہے اور اعتبار اٹھ سکتا ہے۔ لہٰذا ایسے مفتری علی اللہ کو کبھی مہلت نہیں ملتی۔ صرف کسی کا اپنی چالاکی سے ایک جتھا یا فرقہ یا گروہ بنا لینا کوئی اس بات کا ثبوت نہیں ہو سکتا کہ وہ فی الحقیقت مفتری علی اللہ تھا۔ دنیا میں کروڑوں انسان ایسے پاؤ گے جو کسی نہ کسی وجہ سے اپنا ایک جدا جتھا بنا لیا کرتے ہیں مثلاً اگر وہ اپنے جتھے کا مذہبی رنگ میں بھی کوئی نام تجویز کر لیں تو بھی مفتری علی اللہ میں داخل نہیں ہو سکتے۔ مثلاً حقہ نوشوں کا ایک الگ گروہ ہوتا ہے۔ بھنگر خانوں۔ چرس خانوں۔ شراب خانوں۔ تکیوں میں۔ یا جیسے آجکل کے پیروں کی گدیوں میں ہو رہا ہے۔ یہ سب ایک ایک گروہ بنا کر رہتے ہیں اور اپنے لئے الگ الگ اصطلاح بھی مقرر کر لیتے ہیں تو کیا یہ لوگ مفتری علی اللہ میں داخل ہو سکتے ہیں۔ کیا عبد اللہ میمون نے مہدی کا دعویٰ کر کے مرسل من اللہ یا محدث من اللہ کا دعوے کیا تھا۔ کیا اکبر بادشاہ نے اپنی زبان سے دعویٰ نبوت کیا تھا اور کیا اُسنے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں کسی اپنی مفتریات کو شائع کیا۔ کیا محمد بن تومرت نے مہدی کہلا کر اپنے الہامات کو شائع کیا۔ یا اس طرح کسی اور مدعی مہدویت نے اپنے الہامات کو منجانب اللہ ظاہر کر کے لوگوں کو دعوت دی ہو۔ ایک بھی ایسا ثابت نہیں پھر محض انکے دعویٰ پر مفتری علی اللہ تصور کر لینا سخت حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔

بعض عقل کے دشمن یہ بھی کہدیا کرتے ہیں کہ مسیلمہ کذاب نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دعوئے نبوت کیا تھا لیکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا۔ اور وہ زندہ رہا۔ افسوس کہ انکی عقل کو کیا ہو گیا یہ نہیں سمجھتے کہ اس نے گو دعویٰ کیا تھا لیکن اُسنے نبی آخر الزمان فداہ ابی و امی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب تو نہیں کی تھی۔ یہی کہا کہ تم بھی نبی ہو اور میں بھی نبی ہوں ملک باہم تقسیم کر لیں اور نہ اُسوقت تک اُسنے اپنے مفتریات کو عام پھیلایا تھا اور وہ بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے آخری دنوں میں مدعی ہوا تھا۔ اگر وہ تکذیب کرتا تو یقیناً انہی کی حیات میں ہلاک ہو جاتا لیکن چند ماہ کے بعد ہی وہ حضرت ابو بکر کی خلافت میں ہلاک ہو گیا۔ اور سجاح تو اُسکی وفات کے بعد ہی خاموش ہو گئی تھی اور اس خاموشی کے عالم میں اسکو یہ توفیق ملی کہ وہ تائب ہو کر مسلمان ہو گئی تھی۔ پھر وہ کیونکر عمر دراز نہ پاتی۔

پس حضرت مرزا صاحب کے منجانب اللہ مسیح موعود اور مہدی معہود اور ملہم من اللہ و منذر الی خلق اللہ ہونیکی یہی کافی دلیل ہے کہ باوجودیکہ وہ غلیظ قسمیں کھا کھا کر اپنے دعویٰ پر اصرار کرتے کرتے بیس برس سے زیادہ عرصہ

ہو گیا لیکن وہ روز بروز ترقی کر رہا ہے۔ اور کسی روکنے والا اور صد راہ ہونے والی کی کوشش نے ایک ذرہ بھر بھی انکو اپنے مقصد سے نہیں ہٹایا باوجودیکہ تمام روئے زمین کی قومیں باوجود اپنی جاہ جلال اور قدرت اور طاقت کے اُسکے مقابلہ میں کھڑی ہوئیں اور اپنی مجموعی طاقت سے انکو کچل دینا چاہا مگر وہ تو آسمانی پتھر تھا کس کی قدرت تھی کہ اُس کے مقابلہ میں ثابت قدم رہ سکتا۔ اُلٹے وہی لوگ پاش پاش ہو گئے۔ ذلیل ہو گئے اور خوار ہوئے اور اُس مُرسل یزدانی کا ایک بال بیکا بھی نہیں کر سکے۔ اور کیونکر ممکن ہو سکتا تھا کہ اس طرح تو خدا کے پیاروں اور صادقوں اور مفتریوں اور کذابوں میں کوئی مابہ الامتیاز نہو۔ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی معیار نہوتا تو خلق خدا کثرت ضلالت اور گمراہی کے کوئیں میں ہلاک ہوتی لیکن اُسنے تو اپنی سنت قدیمہ سے مہر لگا دی ہے کہ کذاب ہرگز وہ عمر نہیں پا سکتے جو صادقوں کو ملتی ہے چنانچہ ذیل کے بیان سے میرے اس بیان کی تصدیق ہو جائیگی۔

پیشتر اسکے کہ ہم کذابوں کا ذکر شروع کریں اول ہم اُن احادیث کو پیش کرتے ہیں جن میں خود مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خبر دی ہے کہ میرے بعد ۲۷ یا ۳۰ کے قریب کذاب ہونگے جنکا دوسرے لفظوں میں دجال بھی نام آیا ہے۔ اور بعض میں ۳۰۔ اور بعض میں ۷۰ کذابین کا ذکر آیا ہے۔ سو اول ہم اُن احادیث کو لکھتے ہیں۔

(۱) فی امتی کذابون ودجالون سبعة وعشرون منهم اربعة نسوة وانی خاتم النبیین لا نبی بعدی رواه احمد والطبرانی والضیاء الدین عن حذیفة یعنے احمد بن حنبل اور طبرانی اور حافظ ضیاء الدین نے حذیفہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری اُمت میں ستائیس کذاب اور دجال ہونگے جنمیں سے ۴ عورتیں ہونگی حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۷۰۔

(۲) لا تقوم الساعة حتی یخرج ثلاثون کذابا کلهم یزعم انه نبی رواه الطبرانی عن نعیم بن مسعود یعنے طبرانی نے نعیم ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تک تیس کذاب جو اپنے آپکو نبی سمجھتے ہوں نہ نکل لیں تب تک قیامت قائم نہیں ہوگی۔ دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۷۱۔

(۳) لا تقوم الساعة حتی یبعث دجالون کذابون قریبا من ثلاثین کلهم یزعم انه رسول اللہ رواه احمد ومسلم والبخاری وابوداؤد والترمذی عن ابی هریرة یعنے احمد بن حنبل اور مسلم اور بخاری اور ابوداؤد اور ترمذی نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ قیامت نہیں ہوگی جبتک ۳۰ کے قریب دجال کذاب نہ نکلیں اور ہر ایک اُن میں سے یہی گمان کرتا ہوگا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔ دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۷۱۔

(۴) ان بین یدی الساعة الدجال وبین یعنے طبرانی نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ

يدى الدجال كذابون ثلاثون او اكثر قال ما آيتهم قال ان ياتوك بسنة لم تكونوا عليها يغيرون بها سنتكم ودينكم فاذا رايتموهم فاجتنبوهم وعادوهم۔ رواه الطبرانى عن ابن عمر۔

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت سے پہلے دجال ہوگا اور دجال سے پہلے تیس یا زیادہ کذاب ہونگے پوچھا گیا کہ انکی کیا نشانی ہو فرمایا کہ وہ تمہارے پاس ایسا طریقہ لیکر آئینگے جو ہمارے طریقہ کے خلاف ہوگا جسکے ذریعہ سے وہ تمہارے طریقہ اور دین کو بدل ڈالینگے جب تم ایسا دیکھو تو تم اون سے پرہیز کرو۔ اور اُن سے عداوت رکھو۔ دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۷۱۔

(۵) يكون قبل خروج الدجال نيف على سبعين دجال۔ رواه نعيم بن حماد فى الفتن وابو يعلى عن انس

یعنے نعیم بن حماد کتاب الفتن میں اور ابو یعلی نے حضرت انس سے روایت کی ہو کہ دجال سے پہلے ستر دجال اور ہونگے۔ دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۷۱۔

ان تمام روایات سے ظاہر ہے کہ ۲۷ سے لیکر ۷۰ تک دجال ہونگے جس سے مراد یہ ہے کہ دجالیت اور کذب اپنی جوانی کو جو ۲۷ یا ۳۰ سال عمر نمو ہوتی ہے پہونچکر پھر اپنے انتہائے نقطہ تک جو ۷۰ سے تعبیر کیا جاتا ہی پہونچ جائیگا۔ اس سے یہ ضرور نہیں کہ اُسیقدر تعداد بھی ہو۔

(۱) مسیلمہ کذاب۔ یہ کذاب قبیلہ بنی حنیفہ سے تھا۔ اسنے قرآن کریم کے مقابل میں کچھ تحریر بھی نکالی تھی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے آخری دنوں میں نبوت کا دعوی کرکے ایک خط حضرت رسالت مآب کی خدمت میں لکھا تھا کہ نصف ملک تمہارا اور نصف ملک میرا ہی باہم ملکر تقسیم کرلیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو جواب اُسکو لکھا وہ ہم بجنسہ درج کرتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے:۔

من محمد رسول الله الى مسيلمة الكذاب اما بعد فان الارض لله يورثها من يشاء من عباده والعاقبة للمتقين۔ رواه الطبرانى عن نعيم بن مسعود۔

یعنے طبرانی نے نعیم بن مسعود سے روایت کی ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مسیلمہ کذاب کو لکھا ازطرف محمد رسول اللہ بطرف مسیلمہ کذاب۔ واضح ہو کہ زمین اللہ کی ہی اور اللہ اپنے بندوں میں سے جسکو چاہتا ہے اُسکو زمین کا وارث کردیتا ہے۔ اور یاد رکھ کہ انجام کار متقی ہی کامیاب اور مظفر ومنصور ہوتے ہیں۔ دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۷۱۔

اس کذاب نے علاوہ دعوی نبوت نماز معاف کردی تھی اور شراب اور زنا کا عام حکم دیدیا تھا کہ یہ سب حلال ہیں۔ آخر بعہد خلافت حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ ایک خطرناک لڑائی کے بعد خالد بن ولید کے

ہاتھ سے وہ کذاب واصل جہنم ہوا۔ ایک سال سے بھی زیادہ عمر نہیں پائی۔ اسکے ساتھ ایک لاکھ سے زیادہ لوگ شامل ہوگئے تھے۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۰ لغایت ۱۵۲۔

(۲) اسود عنسی۔ یہ کذاب بھی زمانہ حیات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں مثل مسیلمہ دعویدار نبوت ہوا تھا اسکا نام عیہلہ اور اُسکے باپ کا نام کعب بن عوف تھا۔ یہ شخص ہر وقت شراب میں مخمور رہتا تھا۔ اسلئے اسکا لقب ذو الخمار ہوگیا تھا۔ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع سے فراغت پاکر بیت اللہ شریف سے واپس ہوکر مدینہ منورہ میں پہونچکر بیمار ہوگئے تو اُن کی علالت طبع کی شہرت دُور و نزدیک پھیل گئی اسپر مسیلمہ اور اسود عنسی نے دعوی نبوت کردیا۔ مگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُنکی نسبت رؤیا میں پہلے سے کل حال معلوم کرکے اُنکے انجام سے بھی خبر دیدی تھی۔ چنانچہ حدیث ذیل اسکی مصدق ہے۔

بینا انا نائم رایت فی یدی سوارین من ذھب فاھمنی شانہما فاوحی الیّ فی المنام ان انفخھما فنفختہما فطارا فاولتھما کذابین یخرجان من بعدی وکان احدھما العنسی والاٰخر مسیلمۃ۔ رواہ البیہقی والنسائی وابن ماجہ عن ابی ھریرۃ و البخاری عن ابن عباس

یعنے بیہقی اور نسائی اور ابن ماجہ ابوہریرہ سے اور بخاری ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں سویا ہوا تھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میرے ہاتھ میں سونیکے دو کڑے ہیں جس سے مجھے بڑا تردد پیدا ہوا اُسوقت اللہ تعالی نے خواب ہی میں مجھ وحی کی کہ ان پر پھونک مار۔ مینے ایسا ہی کیا تو وہ دونوں اُڑ گئے۔ اس سے مینے یہ تاویل کی کہ دو کذاب میرے بعد خروج کرینگے جن میں سے ایک تو اسود عنسی ہی اور دوسرا مسیلمہ کذاب ہے۔ دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۷۰۔

یہ کذاب یعنی اسود عنسی ایک بڑا شعبدہ باز تھا اور اپنی شعبدہ بازی سے بڑے بڑے عجائبات دکھلایا کرتا تھا جس سے لوگ حیرت میں آکر اسکے پنجہ میں گرفتار ہوجاتے تھے۔ اُسنے چھ سو آدمیوں کی جمعیت پیدا کرکے شہر صنعا پر قبضہ کرلیا تھا۔ اُسکے ہمراہ دو اور شیاطین بھی رہتے تھے جو فن شعبدہ بازی میں بڑے چالاک اور ہوشیار تھے ایک کا نام سحیق دوسرے کا نام شقیق تھا۔ اس کذاب کا بڑا زور و شور صرف تین چار مہینے تک رہا۔ آخر فیروز دیلمی کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اسکے قتل کی خبر خود مخبر صادق علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنی وفات سے پانچ روز پہلے دی تھی جو فی الحقیقت صحیح نکلی۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۱۳۹ لغایت ۱۴۲۔

(۳) ابن صیاد۔ یہ شخص یہودی تھا۔ اسکا نام صافی اور اسکے باپ کا نام صیاد یا صائد تھا

بچپن سے ہی اُسکو ایسی فطرت ملی تھی کہ عجیب عجیب تماشے دکھاتا تھا جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اسکی شہرت سنی تو اُسکے پاس گئے اور دل میں ایک لفظ دخان تجویز کرکے پوچھا کہ بتا میرے دل میں کیا ہے۔ وہ فوراً کہنے لگا دُخ جسپر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اخسأ فلن تعد اصلک یعنے دور ہو تو اپنے اصل کو واپس نہیں پائیگا۔ غرض یہ شخص اسقدر خطرناک سمجھا گیا کہ ایک بڑی جماعت صحابہ نے اسی کو دجال اکبر تسلیم کر لیا تھا۔ مگر بالآخر یہ شخص مسلمان ہو گیا تھا۔ اور حج بیت اللہ سے مشرف ہوا تھا۔ لیکن پھر بھی صحابہ اُس سے ڈرتے اور اسکو نظر حقارت سے دیکھتے رہے۔

(۴) طلیحہ بن خویلد اسدی۔ یہ شخص بنی اسد کے قبیلہ کا آدمی تھا خیبر کے مضافات میں کسی گانو سے حضرت ابو بکر صدیق خلیفہ اول کے زمانہ خلافت میں نکلا۔ فی الاصل یہ کذاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ظاہر ہوا تھا اُسنے بھی دعوی نبوت کیا تھا۔ اسکی سرکوبی کیلئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ضرار بن الازور کو متعین کیا تھا۔ بنی اسد کے تمام لوگ ضرار کے ساتھ ہو گئے اور طلیحہ کی طاقت ٹوٹ گئی۔ یہ کذاب کہا کرتا تھا کہ جبریل میرے پاس آتے ہے۔ اور اکثر مسجع فقرات بناکر لوگوں کو سناتا تھا کہ مجھے وحی ہوئی ہیں اور نماز اور سجدہ سے لوگوں کو منع کرتا تھا اور یہ حکم دیتا تھا کہ کھڑے ہوکر اللہ کی عبادت کیا کرو۔ آخر اسکے ساتھ قبایل اسد غطفان و طے شامل ہو گئے تھے۔ اور اسطرح اُسنے بڑا زور پکڑ لیا تھا۔ نماز اور زکوٰۃ سے منع کرتا تھا آخر بڑی کشت و خون کے بعد جب قبیلہ اسد اور غطفان مسلمان ہو گئے تھے تو وہ بھی مسلمان ہو گیا۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۱۴۴ و ۱۴۵

(۵) سجاح بنت الحرث بن سوید یہ ایک عورت قبیلہ بنی تمیم سے تھی جس نے نبوت کا دعوی کیا تھا۔ کل قبیلہ بنی تمیم کے لوگ اسکی پشتیبان ہو گئے اور اُسکے ماموں تغلبی تھے۔ یہ قتل کو شیر مادر سمجھتی تھی جسکو چاہتی فوراً قتل کرا دیتی اور گھوڑے پر سوار ہوتی تھی۔ یہ بدذات عورت یمامہ میں جہاں مسیلمہ کذاب رہتا تھا پہونچی مسیلمہ کو اپنے کذاب ہونے پر یقین تھا اُسکے آنے سے گھبرایا۔ مگر آخر کہلا بھیجا کہ مجکو وحی ہوئی ہے کہ جو ہم سے غالب آئے وہ دوسرے کا تابع ہو جائے اسپر سجاح نے بھی اپنی رضامندی ظاہر کی۔ آخر ایک خیمہ میں اُن دونوں نے باہم ملاقات کی۔ آخر جماع کی ٹھرائی اور مرتکب زنا ہوئے۔ اُسکے بعد سجاح نے اپنی نبوت مسیلمہ کے سپرد کرکے خود نبوت سے دست بردار ہو گئی اور باہم نکاح کر لیا۔ اور بلند آواز سے پکارا گیا کہ نماز فجر اور عشاء معاف کر دی گئی۔

بالآخر یہ عورت بزمانہ خلافت حضرت معاویہ تائب ہوکر صدق دل سے مسلمان ہو گئی تھی۔ اور بصرہ میں مدت تک مدینہ رہ کر فوت ہو گئی۔ اور سمرہ بن جندب نے نماز جنازہ ادا کی۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۱۴۷ تا ۱۴۹

(۶) مختار۔ یہ کذاب بنی ثقیف سے برآمد ہوا تھا۔ اُسنے بھی نبوت کا دعوی کیا تھا۔ اور ہمیشہ اپنے خطوط میں

من مختار رسول اللہ لکھا کرتا تھا۔ اسکی خبر بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دی تھی چنانچہ مسلم میں ہے
ان فی ثقیف کذابا و مبیرا۔ رواہ مسلم عن اسماء بنت ابی بکر و الترمذی عن ابن عمر
والطبرانی عن سلامۃ بنت الحر یعنے مسلم نے اسماء بنت ابو بکر سے اور ترمذی نے ابن عمر سے اور طبرانی نے
سلامۃ بنت حر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبیلہ ثقیف سے ایک کذاب
پیدا ہوگا۔ دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۷۱۔ اسنے بڑے بڑے فساد اور جنگ و جدال کئے آخر قید ہو کر
ہلاک ہوا۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۴ صفحہ ۱۷ لغایت ۸۰۔

(۷) شاعر متنبی۔ اسکا نام احمد اسکے باپ کا نام حسین تھا۔ کوفہ اسکا مسکن تھا۔ کنیت اسکی ابو الطیب
تھی۔ شام کے ملک میں جاکر علم ادب سیکھنے میں مصروف ہوا۔ اور کلام عرب پر ایسا قادر ہوا کہ بلا تکلف نظم و
نثر کہہ سکتا تھا۔ کتب لغت میں بکثرت مطالعہ کیا۔ اسنے ایک بڑا دیوان بھی نظم کیا۔ آخر نبوت کا مدعی
ہوا۔ اور قبیلہ بنی کلب اور دیگر قبائل کے لوگ بکثرت اسکے تابع ہو گئے۔ لیکن امیر حمص نے اسکے دعوی کے
ساتھ ہی اسپر چڑھائی کر کے اسکو اسیر کرلیا۔ اور اسکی جماعت کو پراگندہ کردیا اور وہ بالآخر تائب ہوگیا
اور بعض کہتے ہیں کہ ۳۵۴ ہجری میں ایک شعر کے کہنے پر بحکم سیف الدولہ قتل کیا گیا۔ دیکھو تاریخ ابن
خلکان جلد اول صفحہ ۳۸ و ۳۹۔

(۸) بہبود۔ یہ کذاب قوم زنج کا سرگروہ تھا۔ اس نے بڑی جمعیت پیدا کرکے بصرہ پر چڑھ آیا۔ اور
بہت سا علاقہ پر متصرف ہوا الا کثروں مخلوقات خدا کو تہ تیغ اور بیشمار بندگان خدا کو بے خان و مان کردیا۔
اسنے دعوے کیا تھا کہ میں خدا کی طرف سے رسول ہو کر آیا ہوں اور مجھ پر غیب کی خبریں کھولی جاتی ہیں۔
اسکے دعوی کرنیکے تھوڑے عرصہ بعد معتمد علی اللہ خلیفہ عباسی کی فوج نے اسے قتل کر ڈالا۔ اور اسکا سر
کاٹا گیا۔ اور بغداد میں ایک نیزہ پر نصب کر کے بازاروں میں پھرایا گیا۔ دیکھو تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۴۹

(۹) یحیی بن زکرویہ قرمطی نے بکثرت لوگ پیدا کرکے ایک بڑا زور پکڑ لیا اور اپنا سجدہ کرواتا تھا۔ اور
کہتا تھا کہ مجھپر قرآن کی آیات نازل ہوتی ہیں۔ حاجیوں پر لوٹ مار کرتا تھا۔ اور بغداد کے آس پاس کے
علاقہ کو تباہ کر رکھا تھا۔ آخر خلیفہ مکتفی باللہ نے ایک فوج جرار بھیجکر اسکو شکست فاش دیکر قتل کیا اور
صرف ایک سال تک اسکا شور رہا۔ دیکھو تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۵۸ و تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۷ صفحہ ۱۹۵ و ۱۹۶۔

(۱۰) عیسے بن مہرویہ۔ یہ شخص بھی قرمطی تھا۔ یہ کذاب یحیی بن زکرویہ کا چچازاد بھائی تھا۔ اسنے اپنا
لقب مدثر ظاہر کیا اور امیر المومنین مہدی کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ ایک بڑی جمعیت پیدا کرکے شام کے ملک میں

حملہ آور ہوا - اور بڑی خونریزی اور فساد کیا - آخر خلیفہ مکتفی باللہ کی جرار فوج کے ہاتھوں سے قتل کیا گیا
اور ایک مدت قلیل میں اُنکے شر سے زمین پاک و صاف ہوگئی - دیکھو تاریخ الخلفا صفحہ ۲۵۸ -

(۱۱) سلیمان قرمطی - اسکی کنیت ابو طاہر تھی اسکے باپ کا نام ابو سعید تھا جب اُسکا باپ ابو سعید اُس کی
غلام کے ہاتھ سے مارا گیا تو بموجب وصیت پدر اُسکا بڑا بیٹا سعید اپنے باپ کے قایم مقام کھڑا ہوا لیکن ابو طاہر سلیمان
اپنی چالاکی کی وجہ سے غالب آیا - اور خانہ کعبہ میں جاکر حجر اسود کو اکھیڑ لیا - اور بلند آواز سے للکارنے لگا کہ میں
خدا ہوں اور میں ہی خلقت کو پیدا کرتا اور فنا کرتا ہوں - لیکن غیرت خداوندی نے اُسکو بڑی مہلت نہ دی اور جدری
کی بیماری بھیجکر اُسکو ذلت سے ہلاک کر دیا - دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۸ صفحہ ۲۹ و ۱۷۰ و تاریخ الخلفا صفحہ ۲۶۳ -

(۱۲) ابو جعفر محمد بن علی شلمغانی - جو ابو القراقر کے نام سے معروف و مشہور تھا - راضی باللہ خلیفہ عباسی کے عہد
سلطنت میں ظاہر ہوا - مذہب کا شیعہ تھا - شروع شروع میں یہ اپنے عقیدہ کو مخفی رکھتا تھا - لیکن جب بڑی
امیر اُسکے ہم عقیدہ ہو گئے تو علانیہ خدائی کا دعویدار ہو گیا - اور انبیاء کو خائن قرار دیتا - شریعت غرا کو
بالکل الٹ پلٹ دیا - ملائکہ کی نسبت کہتا کہ وہی فرشتہ ہے جو اپنے نفس کا مالک ہو - اور حق کو پہچانتا ہو - اور جنت
بجز اُسکے کوئی چیز نہیں کہ نفس اور حق کی معرفت حاصل ہو اور عدم معرفت کا نام دوزخ ہے - اور روزہ رمضان
اور صلوٰۃ مفروضہ کا ترک کرنا بھی عبادت ہے - نکاح کرنا فضول امر ہے - بلکہ تمام فروج حلال ہیں - ہر ایک
شخص مجاز ہے جس عورت سے چاہے مباشرت کرے - تناسخ کا قایل تھا - دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۸
صفحہ ۱۰۱ و ۱۰۲ - لیکن خلیفہ راضی باللہ نے اُسکی سرکوبی کے لئے ایک لشکر عظیم روانہ کرکے اُسکو معہ اُس کے
ہمراہیوں کے قید کر لیا - اور سولی پر چڑھا کر دار البوار کو بھیجا - دیکھو تاریخ الخلفا صفحہ ۲۶۸ -

(۱۳) ۳۲۲ ہجری میں بعہد خلافت راضی باللہ قریہ باسند میں جو ملک صغانیاں کے مضافات سے ہے
ایک شخص نے نبوت کا دعوی کیا - اسپر فوج در فوج اور گروہ در گروہ لوگ اُسکے تابع ہو گئے اور اس قدر ظلم
اختیار کیا کہ جو اُسکی تکذیب کرتا اُسکو قتل کر ڈالتا چنانچہ ایک کثیر مخلوقات اُسکی تعدی سے ہلاک ہو گئی - بڑا ہی
شعبدہ باز تھا اپنی شعبدہ بازی کو خوارق عادات ظاہر کرتا تھا - ایک حوض میں ہاتھ ڈالتا اور دیناروں
کی مٹھی بھر کر باہر لاتا - آخر ابو علی بن محمد بن مظفر حاکم صغانیان نے ایک برجستہ فوج اُسکے مقابلہ میں روانہ کی -
ایک بھاری جنگ کے بعد اُسکو سخت تنگ کیا گیا - اور وہ ایک بلند پہاڑ پر چڑھ گیا - مگر سپاہیوں نے ہمت کرکے
اُسکو گرفتار کر لیا - اور اُسکا سر کاٹ کر حاکم وقت کے پاس لے گئے اور اُسکے معتقدین کی بھاری جماعت کو بھی
تہ تیغ کر دیا - اور اسطرح اس کذاب کا نام و نشان مٹا دیا گیا - دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۸ صفحہ ۱۰۰ -

(۱۴) قبیلہ سوادیہ میں ایک شخص ۴۹۹ھ ہجری میں نہاوند میں ظاہر ہوا جس نے نبوت کا دعوےٰ کیا۔ اور اُس نے اپنے چار اصحاب کا نام ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ رکھا ہوا تھا۔ اُس وقت خلیفہ مستظہر باللہ کا دوران حکومت تھا۔ سوادی قبیلہ کی کثیر جماعت اُسکے ساتھ ہو گئی۔ اور اُنہوں نے اپنے سارے املاک اور مال و دولت اُسکے سپرد کر دیئے تھے۔ آخر شاہی فوج کے ہاتھ سے پکڑا گیا۔ اور بہت جلد اُسکا سر قلم کر کے صفحۂ دنیا سے اُسکا نام و نشان مٹا دیا گیا۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۱۴۹۔ و تاریخ الخلفا صفحہ ۲۹۴۔

(۱۵) اُستاذ سیس۔ ملک خُراسان میں بعہد خلافت خلیفہ منصور عباسی ۱۵۰ھ ہجری میں ظاہر ہوا۔ اہل ہرات و باذغیس و سجستان وغیرہ اُسکے ساتھ ہو گئے۔ اخشم حاکم مرو روز نے اُسکا مقابلہ کیا۔ مگر اُستاذ سیس کے ساتھ تین لاکھ بہادر سپاہی تھے۔ اخشم نے ہزیمت اُٹھائی۔ پھر خلیفہ منصور نے حازم بن خزیمہ کو بڑی فوج کے ساتھ حکم دیا کہ مہدی کے لشکر کے ساتھ ملکر اُستاذ سیس پر حملہ کرے۔ چنانچہ حازم نے بفرمان خلیفہ ایسا ہی کیا۔ بڑی بھاری لڑائی ہوئی اُستاذ سیس کے ستر ہزار آدمی مارے گئے۔ اور اُستاذ سیس معہ اولاد چودہ ہزار متعلقین کے اسیر ہوا۔ صرف ایک ہی سال میں اُسکا کل تانا بانا ملیا میٹ کر دیا گیا اِس کذاب نے بھی دعویٰ نبوت کر کے فسق کا عام رواج دیدیا تھا۔ اور راہزنی کو اپنا پیشہ بنا لیا تھا۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر۔ جلد ۵ صفحہ ۲۳۸ و ۲۳۹۔

(۱۶) عطا۔ یہ شخص مقنع کے نام سے مشہور تھا۔ قصبہ کادہ کا رہنے والا تھا جو مضافات مرو میں ہے۔ ذات کا دھوبی تھا۔ خدائی کا دعویٰ کرتا اور کہتا کہ اللہ تعالیٰ تمام انبیاء میں حلول کرتا رہا ہے۔ اور اب مجھ میں حلول کیا ہے نخشب میں چاند بنایا تھا۔ تناسخ کا قائل تھا۔ چونکہ نہایت کریہ منظر اور پست قد تھا چہرہ پر طلائی برقع رکھتا تھا خلیفہ مہدی نے اُسکے مقابلہ میں ایک لشکر عظیم روانہ کیا۔ وہ ایک قلعہ میں محصور ہو گیا اور جب اُسکو یقین ہو گیا کہ اب کوئی صورت بچاؤ کی نہیں رہی تو اپنی بیوی اور بچوں اور لوگوں کو جمع کر کے کہا کہ جو شخص میری ساتھ آسمان پر جانا چاہتا ہے وہ آگ میں میری ساتھ کود پڑے۔ چنانچہ وہ معہ اپنے کل رفقاء کے آگ میں جلکر مر گیا۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۱۹ و اقتراب الساعۃ صفحہ ۱۹۔

(۱۷) عثمان بن نہیک۔ یہ شخص ابو مسلم خراسانی کے لوگوں میں سے ایک سرگروہ اور لیڈر تھا۔ اسکی نسبت اس کے تابعین کہتے تھے کہ حضرت آدم کی روح اس میں حلول کر گئی ہے۔ اور یہ کہ اُن کا رب منصور ہے۔ اور ہیثم بن معاویہ جبرئیل ہے۔ اسپر منصور اُن پر غضبناک ہوا۔ اور دو سو چیدہ چیدہ

آدمیوں کو گرفتار کرکے محبوس کر دیا۔ اس پر لوگوں کی ایک کثیر جماعت منصور کے محل پر چڑھ آئی۔ اون میں عثمان بن نہیک بھی تھا معن بن زائدہ نے اُن سب کو مار کر واصل جہنم کیا۔ دیکھو کامل ابن اثیر جلد ۵ صفحہ ۲۰۲۔

(۱۸) دامیہ۔ یہ ایک عورت تھی جس نے ۲۰۰ھ ہجری میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ یہ سوڈان کی رہنے والی تھی۔ اکثر سوڈانی لوگ اُسکے تابع ہو گئے۔ مگر اسی طرف کے مسلمانوں نے اُسکو پکڑ کر مار ڈالا۔ دیکھو اقتراب الساعۃ صفحہ ۱۹

(۱۹) لا۔ یہ شخص ملک مغرب میں نکلا۔ اور نبوت کا دعویٰ کیا۔ اپنے نبی ہونے کی دلیل پیش کی ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ لانبی بعدی یعنے میرے بعد لا نبی آئیگا۔ جسکا نام لا ہوگا۔ آخر تھوڑی مدت کے بعد قتل ہوا۔ دیکھو اقتراب الساعۃ صفحہ ۱۹۔

(۲۰) ایک اور عورت نے بھی اس حدیث لانبی بعدی کو پیش نظر رکھکر دعوے کیا کہ میں نبیہ ہوں۔ کیونکہ حدیث میں لانبی بعدی ہی کہا ہے کہ لا نبیۃ بعدی۔ یعنے مرد نبی کی نفی کیگئی ہے کسی عورت کے نبی ہونیکی نفی کہیں نہیں ہے۔ آخر وہ بھی تھوڑے عرصہ میں ہلاک ہو گئی۔ دیکھو اقتراب الساعۃ صفحہ ۱۹۔

(۲۱) یوشیا نامی ایک شخص بزمانہ خلافت مہدی عباسی نبوت کا مدعی ہوا۔ اُسکے ساتھ بھی ایک جماعت کثیر جمع ہو گئی خلیفہ نے ایک فوج بھیجکر اوسکو گرفتار کرایا اور پھر اُس کو صلیب پر ہلاک کیا دیکھو اقتراب الساعۃ صفحہ ۱۹۔

(۲۲) مسٹر وارڈ۔ یہ شخص انگریز تھا جو کچھ عرصہ ہوا ہے کہ اوس نے لنڈن میں مسیح ہونیکا دعوے کیا چونکہ فصاحت و بلاغت میں ید طولےٰ رکھتا تھا اسلئے بکثرت لوگ اُسکے تابع ہو گئے۔ مگر آخر تھوڑے عرصہ کے بعد نامراد ہو کر مر گیا۔ دیکھو اخبار ایڈووکیٹ مورخہ ۱۷۔ اکتوبر ۱۸۹۹ء

(۲۳) جزیرہ جمیکا میں ایک حبشی نے دعوے کیا کہ میں عیسےٰ بن مریم ہوں۔ اُس جزیرہ کی تمام جنگلی اقوام اُسکے تابع ہو گئیں۔ آخر حکام نے اُسکی سرکوبی کرکے اُسکا بہت جلد قلع و قمع کر دیا۔ دیکھو اخبار ایڈووکیٹ مورخہ ۱۷۔ اکتوبر ۱۸۹۹ء۔

(۲۴) ملک روس میں بھی ایک فرنگی نے دعوے کیا کہ وہ عیسےٰ ابن مریم ہے۔ آخر وہ بھی بہت جلد ناکام و نامراد مر گیا۔ دیکھو اخبار مخبر دکن۔

(۲۵) دسویں صدی ہجری میں ایک شخص بہبک نامی نے مسیح ہونے کا دعوے کیا تھا۔ ایک مدت کے بعد تائب ہو گیا۔ دیکھو ہدیہ مہدویہ صفحہ ۱۶۱۔

(۲۶) ابراہیم زرلہ - اس شخص نے بھی دسویں صدی میں ہے ابن مریم ہونے کا دعوے کیا - مگر تھوڑی مدت میں نامراد دنیا سے اُٹھ گیا - دیکھو ہدیہ مہدویہ صفحہ ۱۶۱ -

(۲۷) شیخ محمد خراسانی - اس شخص نے بھی دسویں صدی میں مسیح ہونیکا دعوی کیا - ایک بڑی جماعت اُسکے دعوی کی تصدیق میں کھڑی ہوگئی - اور وہ وسط ہند سے گذرتا ہوا ملک سندھ میں آن پہونچا بادشاہ سندھ نے اُسکو گرفتار کرکے مار ڈالا - دیکھو ہدیہ مہدویہ صفحہ ۱۶۱ -

(۲۸) محمد بن تومرت ۴۸۵ھ ہجری میں پیدا ہوا ۵۱۴ھ ہجری میں بادشاہ وقت سے بغاوت کی بغاوت کے بعد جب خوب طاقت پیدا کرلی تو کچھ مدت اُسکو یہ اندیشہ دامنگیر ہوا کہ کہیں لوگ بگڑ نہ جائیں تو ایک روز کہنے لگا کہ مجھے دو فرشتے دکھلائی دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تو مہدی ہے - اسپر اُسنے مہدی کا دعوے کردیا - مگر اس شخص نے یہ کبھی دعوی نہیں کیا کہ مجھے وحی یا الہام ہوتے ہیں - لیکن پھر بھی سات آٹھ سال کے دعوے کے بعد مر گیا - اور اسکا جتھ سب لوٹ گیا - یہ بھی لکھا ہے کہ قبروں میں لوگوں کو چھپا کر اون سے اپنی تصدیق کراتا اور پھر اس اندیشہ سے کہ راز افشا نہ ہوجائے اُن کو زندہ درگور مروا ڈالتا - دیکھو تاریخ ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۱۴۸ -

(۲۹) چند سال ہوئے ہیں یوروپ میں ایک عورت نے نبیہ ہونے کا دعوے کیا تھا جس کی خبر اخباروں میں شائع ہوئی تھی - مگر تھوڑے عرصہ میں اُسکا خاتمہ ہوگیا -

(۳۰) دجال اکبر - کیونکہ حدیث میں آیا ہے لا تقوم الساعۃ حتی یخرج ثلاثون کذابا اخرھم الکذاب ممسوح العین الیسری - رواہ ابو یحیی الحدیث بطولہ وابو نعیم عن جابر بن سمرۃ - یعنے قیامت نہیں ہوگی جب تک تیس کذاب نہ نکل لیں اُن میں سے سب سے آخر کذاب اکبر ہوگا جس کی بائیں آنکھ ندارد ہوگی - اس حدیث طویل کو ابو یحیے اور ابو نعیم نے جابر بن سمرہ سے روایت کیا ہے - پس ظاہر ہے کہ تیسواں کذاب دجال ہے ہم آگے چلکر دکھلائینگے کہ اس دجال سے مراد ایک عظیم الشان جماعت ہے - جیسے لغت وحدیث نبوی سے ظاہر ہے - اور اس تمام بیان سے واضح ہے کہ حسب فرمودہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم چار عورتیں بھی ہو چکی ہیں جنہوں نے نبوت کا دعوی کیا ہے - اور باقی کذاب بھی جنکی کل تعداد تیس ہے ثابت ہو چکی ہے - اب رہا ۷۰ کذابین کا حال سو یہ لفظ کثرت کی طرف اشارہ کرتا ہے - یہ ضروری نہیں کہ تعداد ہی پوری ہو - کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ۷۰ کذاب تو کیا لاکھوں بلکہ کروڑوں تک نوبت پہنچ چکی ہے - اسکی تصدیق خود احادیث نبویہ سے ہوتی ہے - اور

وہ یہ ہے : لا تقوم الساعۃ حتی یخرج ثلاثون کذابا منہم مسیلمۃ والعنسی والمختار وشر قبائل العرب بنو امیۃ وبنو حنیفۃ والثقیف - رواہ ابن ابی شیبہ وابن عدی عن الزہری یعنے ابن ابی شیبہ اور ابن عدی نے زہری سے روایت کی ہے کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک تیس کذاب نہ نکل لیں - انہی میں سے مسیلمہ و اسود عنسی اور مختار اور قبائل عرب سے کل شریر لوگ بنی امیہ اور بنی حنیفہ اور ثقیف کے لوگ ہیں -

اسطرح بہت سی کتابیں کذابوں سے بھری ہوئی ہیں - دیکھو حجج الکرامہ و اقتراب الساعہ وکتب تواریخ وغیرہ - پس واضح ہوگیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مراد ۷۰ سے کثیر جماعت کذابین سے تھی - اور مشاہدہ نے دکھلا دیا ہے کہ لاکھوں کذاب دنیا میں ہو چکے اور لکھوکھا اب بھی موجود ہیں -

لیکن کذابین بالا کے بیان سے روز روشن کیطرح ہویدا ہے کہ جنہوں نے نبی ہونا اور ملہم ہونا ظاہر کیا اور خدا اور رسول پر افترا کیا وہ بہت ہی جلد ہلاک ہوتے رہے ہیں - صرف مہینوں یا دو چار سالوں کے اندر تباہ ہو گئے ہیں - الغرض مفتری کو کبھی اتنی مہلت نہیں دیتا جتنی صادقوں اور راستبازوں کو دیتا ہے حضرت مرزا غلام احمد صاحب جنہے مسیح موعود اور مہدی معہود اور مجدد صدی چہاردہم و امام زمان ہونیکا دعوی کیا ہے خدا کے فضل سے زیادہ از بیس برس سے اپنے دعوی پر قائم ہیں - اور خدا کی طرف سے ملہم ہونیکا ۲۵ برس سے زیادہ عرصہ بیان کرتے ہیں - لیکن انکی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں آئی - باوجودیکہ تمام دنیا کے دشمنوں نے انکے ملیامیٹ کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا - اور انکی ترقی کے روکنے کے لئے کوئی حیلہ اور مکر نہیں جو ان قوموں نے اٹھا رکھا ہو - اگر یہ خدا تعالی کی طرف سے نہوتا - اور خدائے قادر حی و قیوم کا مخفی ہاتھ انکی حفاظت کیلئے کھڑا نہوتا تو اس ضعیف انسان کی جو ہر وقت مرضوں کا شکار رہے کیا حقیقت تھی کہ اس طرح دنیا کے دنگل میں نکل کر چاردانگ عالم میں پہلوانوں کی طرح للکارتا اور شیر کیطرح چنگھارتا - ضرور اللہ تعالے کا غیبی ہاتھ انکی مدد میں ہے - جسکی وجہ سے کوئی انسان بھی انکے مقابلہ کے لئے نہیں نکلتا - بلکہ انکا اسقدر رعب صفحہ دنیا پر چھا گیا ہے کہ انکے سامنے آنا گویا موت کا سامنا ہے - پس یہی کافی دلیل ہے کہ وہ کذاب نہیں بلکہ صادق اور مصدوق انسان ہیں - اور بالضرور خدا کے ملہم و منذر ہیں -

گیارھویں فصل

علامات ظہور مہدی و مسیح موعود علیہ السلام

ہم فصل گذشتہ میں دکھلا چکے ہیں کہ مہدی و مسیح ایک ہی شخص ہے جس کے آنے کی خبر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ اب ہم یہاں اس فصل میں دکھلاتے ہیں کہ جو جو علامات ظہور مہدی و مسیح علیہ السلام - اللہ تعالیٰ اور مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین و علمائے کبار نے بیان فرمائی ہیں وہ سب ظاہر ہو چکی ہیں اور ایک بھی باہر نہیں رہی۔ اور اُن علامات کی تصدیق کتب قدیمہ سے بھی ہوتی ہے۔ دیکھو کتاب دانیال باب ۱۲۔

پیشتر اسکے کہ ہم فہرست علامات ظہور مہدی و مسیح علیہ السلام دیں اس امر کا جتلا دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ گو قرآن کریم میں صراحتاً بیان نہیں کیا گیا کہ فلاں فلاں علامات ظہور مہدی و مسیح ہیں لیکن جب ہم قرآن کریم میں غور اور تدبر کرتے ہیں تو اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ جو اخبار اُسمیں مذکور ہیں وہ تین زمانہ کے لئے ہیں۔ ایک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے متعلق۔ دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے ما قبل انبیاء کے اخبار اور تیسرے آخری زمانہ کے اخبار۔ اور یہ ظاہر ہے کہ احادیث میں آخری زمانہ صرف مسیح علیہ السلام کا زمانہ قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا جہاں آخری زمانہ کی طرف قرآن شریف نے اشارہ فرمایا ہے وہاں یقیناً یہی سمجھنا چاہئے کہ وہ مسیح کے زمانہ کی خبر ہے۔ اور نیز ان آیات قرآنی کی تائید کہ مسیح کے زمانہ کے متعلق ہیں انجیل اور احادیث سے بھی ہوتی ہے جیسے کہ آگے ظاہر ہوگا وہ فہرست جسکے لکھنے کا ہمنے وعدہ کیا ہے حسب ذیل ہے۔

(۱) لوگوں کا آخری زمانہ میں شریعت خدا پر عملدرآمد نہیں رہیگا۔ اسکی تصدیق قرآن شریف کی آیت اذا الشمس کوّرت سے ہوتی ہے جسکے معنے ہیں کہ اُسوقت کو یاد رکھنا جبکہ سورج لپیٹ لیا جائیگا۔ یہ آیت مسیح کے زمانہ کی طرف اشارہ کرتی ہے کیونکہ شمس سے ہمیشہ نبی کی تعلیم ہوتی ہے جسکے آنے سے جہالت اور غفلت کی تاریکی دور ہو جاتی ہے اور اخلاق حسنہ اور اعمال صالحہ کی روشنی دنیا پر

چمک اُٹھتی ہے۔ اس شمس سے یہ سورج مراد لینا صریح غلطی ہے کیونکہ اگر یہ سورج اپنی روشنی چھوڑ دے تو ساری دنیا ہی درہم برہم ہو جائے۔ لوگوں کی آنکھیں بے کار اور پیداوار زمین مفقود۔ دنیا کا ایک کام بھی نہیں چل سکتا پھر دنیا کیسے قائم رہ سکتی ہے۔ اور یہ قرار دینا کہ اسکا وقوع قیامت کے روز ہوگا دور از قیاس ہے۔ کیونکہ آیات مابعد ظاہر کرتی ہیں کہ اسی دنیا میں اسکا ظہور ہوگا ورنہ جب سورج ہی نہیں رہیگا تو ستارے کیوں رہنے لگے اور اونٹ کیوں چھوڑے جانے لگے وغیرہ وغیرہ حالانکہ ان آیات سے ہویدا ہے کہ ستارے قائم رہینگے صرف دھندلے ہو جائیں گے اور اونٹنیاں بھی رہینگی اور اونٹنیاں بھی کیسی دس ماہ کی باروار۔ اب ایک معمولی سمجھ کا انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ جب زمین و آسمان ہی نہیں رہیگا تو پھر یہ چیزیں کیسی رہ سکتی ہیں۔ لهذا یہ سمجھنا کہ یہ آیت قیامت کے روز کی نسبت ہدایت کرتی ہے۔ سراسر غلط ہے بلکہ یہی صحیح ہے کہ آخری زمانہ کی خبر دی گئی ہے کہ لوگ شریعت کو چھوڑ دیں گے۔ ایک سخت تاریکی اور غفلت کے پردوں میں ملفوف ہو جائیں گے۔ اور ہر قسم کی بدعات اور ضلالت اور قسم قسم کا جور اور ظلم اور انواع و اقسام کے فتنے۔ جیسے قحط۔ وبا۔ طاعون ڈاکہ زنی وغیرہ صفحۂ دنیا پر چھا جائینگے۔ دیکھو کتاب تعطیر الانام صفحہ ۲۰۵ جسمیں لکھا ہے

فان رای السماء انشقت دلّ علی البدعة والضلالة۔

اِسکی تائید انجیل کی اس آیت سے ہوتی ہے۔ اُن دنوں کی مصیبت کے بعد ترت سورج اندھیرا ہو جائیگا۔ دیکھو متی باب ۲۴۔ ورس ۲۹۔ یعنے مسیح علیہ السلام کے نزول سے پہلے ایک ایسا خطرناک زمانہ ہوگا جسکو مصیبت اور دکھوں کا زمانہ کہنا چاہئے۔ کیونکہ اُسوقت زمانہ کی ایسی حالت ہو جائیگی کہ شریعت اسلامی کا نام و نشان ہی نہیں رہیگا۔ لوگ اپنے خیالات کے پابند ہونگے جسکی تصدیق سورہ فرقان کی اس آیت سے ہوتی ہے وقال الرسول یارب ان قومی اتخذوا هذا القرآن مهجورا۔ یعنے قیامت کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالے کے دربار میں حاضر ہو کر کہیں گے کہ اے میرے رب اس میری قوم نے اس قرآن شریف کو پس پشت ڈالدیا تھا میں ان سے بیزار ہوں۔

اسی کی تائید رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

یا ایها الناس خذوا من العلم قبل ان یقبض العلم و قبل ان یرفع العلم۔ قیل یا رسول اللہ	احمد بن حنبل اور دارمی اور طبرانی اور ابوالشیخ اپنی تفسیر میں اور ابن مردویہ ابی امامہ سے روایت

كيف يرفع العلم وهذا القرآن بين اظهرنا
فقال اى ثكلتك امك وهذا اليهود و
النصارى بين اظهرهم المصاحف لم يصبحوا
يتعلقون بالحرف مما جاءت به انبياءهم
الا وان ذهاب العلم ان يذهب حملة
ثلاث مرات - رواه احمد والدارمي و
الطبراني وابو الشيخ فى تفسيره وابن مردويه
عن ابى امامة -

کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ اے لوگو علم کے قبض اور اُٹھائے جانے سے
پہلے علم کو حاصل کرو - عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم علم کیسے اُٹھ جائیگا حالانکہ ہمارے
پاس یہ قرآن حمید موجود ہے - اسپر رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیری ماں تجھے پیٹے
تو نہیں جانتا کہ یہود اور نصارے کے پاس
بھی اُنکی اپنی کتب مقدسہ موجود تھیں لیکن
اُنھوں نے اُن باتوں سے جو انبیاء اُن کے پاس لیکر آئے تھے تعلق نہ رکھا - پس جان لو کہ علم
کا چلا جانا یوں ہے کہ اُسکا عملدرآمد چھوٹ جائے یہ بات تین دفعہ فرمائی - دیکھو کنز العمال
جلد ۷ صفحہ ۲۰۷ - اس حدیث سے واضح ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ
ایک ایسا زمانہ آنیوالا ہے کہ لوگ قرآنی شریعت کو ترک کر دینگے اور اُسپر کوئی عملدرآمد نہیں
رہیگا - سو یہ بات اس زمانہ میں روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ قرآن شریف کے کسی حکم پر
عملدرآمد نہیں رہا - اور لوگوں نے اپنے خیالی شریعت قائم کر رکھی ہے - جو جی میں آیا کر گذرتے ہیں
اور دوسرے معنے ظاہر پر بھی ہو سکتے ہیں کہ سخت درجہ کا سورج گرہن ہوگا سو وہ بھی ہو لیا
جسے کہ یورپ اور امریکہ کے منجم دیکھنے کے لئے آئے - اور سورج گرہن عبث تو نہیں ہوتا اسمیں
بھی ایک اثر ہوتا ہی یعنے یہ کہ وہ زمانہ کے فتن وغیرہ کی شہادت دیتا ہے -
(۲) علماء جو شریعت کے محافظ ہوتے ہیں وہ خود تاریکی عصیان اور ظلمت حب دنیا و نفس
پرستی میں غرقاب ہو جائیں گے - جسکی تائید آیت واذا النجوم انکدرت سے ہوتی ہے - نجوم سے مراد
علماء ہیں - کیونکہ جیسے آسمانی ستارے سورج کی کرنوں سے روشنی پاکر منور دکھلائی دیتے ہیں
اسی طرح علماء شریعت حقہ سے منور ہو کر لوگوں کے اندرون کو روشن کرتے ہیں - سو وہ بھی
اُس زمانہ میں جو قرب ظہور مہدی و مسیح علیہ السلام ہے طرح طرح کے اندھیروں میں گرفتار ہونگے
اور روشنی دینا چھوڑ دینگے -
اور حدیث شریف اسکی اور بھی تصریح کرتی ہے - چنانچہ دیلمی اپنی کتاب میں صہیب سے

یہ حدیث بیان کرتا ہے۔

یا صہیب لیاتین علی الناس زمان کثیرن امراؤہ قلیل فقہاؤہ کذاب خطباءہ مراؤن قراءہ یفقھون فی غیر الدین یاکلون الدنیا کما یاکلون النار الحطب الا وان النار مثوی لھم وبئس للظالمین منزلا۔ رواہ الدیلمی عن صہیب۔

دیلمی حضرت صہیب سے روایت کرتا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے صہیب لوگوں پر ایک زمانہ آئیگا کہ امراء تو بکثرت ہونگے اور فقہا بہت تھوڑے ہونگے اور خطیب ریاکار ہونگے اور قاری لوگ قرآن کو ترک کرینگے - دین سے الگ اور اور باتوں میں تفقہ کرینگے اور دنیا کو اسطرح کھائیں گے جسطرح آگ لکڑی کو کھاتی ہے یاد رکھو کہ ایسے لوگوں کا ٹھکانہ آگ ہے اور ظالموں کا ٹھکانہ بُرا ہی ہُوا کرتا ہے۔ دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۴۲۔

دوسرا ظاہری طور پر بھی دیکھا جائے تو کئی ماہ تک ستارے منکدر رہے تھے جسکا بیان ہم آگے چل کر کریں گے۔

(۳) پہاڑ اُس زمانہ میں اُڑائے جائینگے چنانچہ قرآن کریم کی آیت ذیل سے واضح ہے۔ واذا الجبال سیرت یعنی مسیح کے ظہور کا زمانہ اُسوقت ہوگا جب پہاڑ چلائے جائینگے۔ اب دیکھنا چاہیے کہ کتنے بڑے بڑے پہاڑ اُڑائے گئے اور اُسمیں سے بڑی بڑی سڑکیں نکالی گئیں اور ریلوے اُن سڑکوں پر جاری کی گئیں جنکو دیکھنا ہو وہ اُن ملکوں میں جاکر بچشم خود ملاحظہ کرلے کہ کسطرح پہاڑوں کو صاف کیا گیا اور دوسرے جبال سے بڑی بڑی سلطنتیں مُراد ہیں جو نیست و نابود کردیجائینگی۔ کہاں ہے مغلوں کی سلطنت۔ کہاں ہے تاتاریوں کی سلطنت۔ اور کہاں ہے چینیوں کی سلطنت وغیرہ تیسرے ریل کی طرف بھی اشارہ نکلتا ہے جو پہاڑوں کی صورت میں چلتی ہیں۔

(۴) اُس زمانہ میں اونٹ بیکار چھوڑدئے جائینگے۔ اسکی خبر خود اللہ تعالے نے قرآن کریم میں دی ہے چنانچہ وہ فرماتا ہے واذا العشار عطلت اور جبکہ اونٹ بیکار چھوڑدئے جائیں گے۔ اسکی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ واللہ لینزلن ابن مریم حکما عادلا فلیکسرن الصلیب ولیقتلن الخنزیر ولیضعن الجزیۃ ولیترکن القلاص فلا یسعی علیھا ولیذھبن الشحناء والتباغض والتحاسد ولیدعون الی المال فلا یقبلہ احد رواہ مسلم مجمع البحار صفحہ ۲۶ جلد ۱ مشکوٰۃ۔ باب نزول مسیح و مرقاۃ صفحہ ۱۱۲ [illegible]

اب دیکھو کہ جب سے ریل گاڑی نکلی ہے تب سے اونٹوں کی کیسی بے قدری ہو گئی ہے کہ کوئی اونٹوں کو پوچھتا تک نہیں۔ اور زیادہ تر خوشی کی یہ بات ہے کہ حال ہی میں تجویز ہو گئی ہے کہ مابین مکہ و مدینہ ریل بنائی جائے۔ چنانچہ تمام ممالک اسلامی میں اُسکے لئے بڑے زور و شور سے چندے ہو رہے ہیں کہ سلطان عبد الحمید خاں بادشاہ روم نے بھی اپنی گرہ سے ایک بھاری رقم عطا کی ہے۔ اب اس ریل کے جاری ہونے پر لاکھوں اونٹ بے کار ہو جائینگے جس سے اس پیشگوئی کی وضاحت کمالیت کو پہنچ جاتی ہے والحمد للہ علی ذالک

(۵) کمینے اور ادنے درجہ کے لوگ امیر اور صاحب حکومت بنائے جائینگے چنانچہ اللہ تعالے قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ واذ الوحوش حشرت۔ ذلیل لوگ اُٹھائے جائیں گے یعنے بلند مرتبہ کئے جائینگے اس امر کی تصدیق کیسی ہو رہی ہے جو لوگ پچاس برس پہلے بڑے بڑے امیر اور شریف خاندانی تھے وہ اپنی بدکرداری اور شومئی اعمال سے ذلیل اور خوار ہو گئے۔ جسقدر اُنکی شرافت کے آثار تھے وہ سب زائل ہو گئے کوئی خوبی اُن میں پائی نہیں جاتی اور برخلاف اس کے ہماری آنکھوں کے دیکھتے دیکھتے ذلیل اور قابل نفرت لوگ تھے علم حاصل کر کے بڑے بڑے صاحب رتبہ و صاحب املاک بنگئے اور اب وہ اُن پشتہا پشت کے خاندانی لوگوں کو نفرت اور حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں

(۶) اُس زمانہ میں دریا خشک کئے جائینگے۔ اسکی خبر اللہ تعالے اس آیت میں دیتا ہے و اذا البحار سجرت۔ دریا خشک کر دئے جائینگے۔ سو کون نہیں جانتا کہ چند سال پہلے دریا کس زور و شور سے چلتے تھے کہ کناروں سے باہر ہو کر میلوں تک آسپاس کی زمینوں کو سیراب کر دیتے تھے لیکن دیکھو کہ ہر وقت پایاب ہیں بلکہ سردیوں میں تو اسقدر خشک ہوتے ہیں کہ صرف ایک چھوٹی سی کھال کے برابر اُن کے پانیوں کی رفتار رہ جاتی ہے۔ جسکو شک ہو بڑے بڑے دریاؤں کو جا کر دیکھ لے۔

(۷) اُس زمانہ میں مختلف ممالک کے لوگوں کا باہم میل جول بڑھ جائیگا جسکی تصدیق واذا النفوس زوجت سے ہوتی ہے جسکے معنے ہیں اُسوقت لوگ باہم ملیں گے۔ سو دیکھو کہ اس زمانہ میں جب سے سٹیم سے کام لیا جاتا ہے آمد و رفت اور قطع منازل کے لئے کیسے کیسے سامان مہیا کر دئے گئے ہیں۔ دخانی جہاز اور ریلوے اس امر کے کیسے مؤید ہیں جنکی وجہ سے دُنیا کی ایک کنارے کے لوگ دوسرے کنارے کے لوگوں سے بڑی آسانی سے ملسکتے ہیں۔ ورنہ

ان موجودہ وسائل کے بغیر اسطرح سفر کرنا ناممکن تھا اور کبھی بھی اس پیشگوئی کا وقوع نہ ہوتا۔ چنانچہ جن لوگوں نے شکاگو کی نمائش کو یا پیرس کی نمائش کو دیکھا ہے وہ کہہ سکتے ہیں کہ دنیا کا کون سا کونہ تھا جہاں کے لوگ وہاں جمع نہ ہوئے ہوں۔

(۸) اُسوقت ایسی گورنمنٹ ہوگی کہ چھوٹی چھوٹی بے گناہ لڑکیوں کے مارے جانے کی ممانعت اور تفتیش کریگی جسکی تصدیق قرآن کریم کی آیت واذا الموؤدۃ سئلت بای ذنب قتلت سے ہوتی ہے۔ یہ بات بھی روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ جب سے گورنمنٹ برطانیہ کا اس ملک ہندوستان میں تسلط ہوا ہے کیسا دختر کشی کا انتظام ہوا ہے۔ یہاں راجپوتوں میں عام اور اُن کی وجہ سے دیگر اقوام میں بھی یہ مرض پھیل گئی تھی کہ وہ لوگ اس خوف سے کہ ہم کسی دوسرے کے خسر کہلا کر ذلیل ہوں۔ اپنی لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی مار ڈالتے تھے یا گاڑ دیتے تھے۔ کیونکہ اس ملک میں خسر عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھے جاتے بلکہ یہاں تک قابل نفرت ہیں کہ ادنے سے ادنے آدمی بھی اپنی مدمقابل کو کہتا ہے کہ شسرا ہوتا ہے یا سہرا ہوتا ہے۔

یہ اسی گورنمنٹ کی برکت ہے کہ یہ گندی رسم دنیا سے اُٹھ گئی ہے اور اس باریک بین گورنمنٹ نے یہاں تک بندوبست کیا ہے کہ اگر کسی کے ہاں ناجائز طور سے حمل ہو جاتا ہے تو اُسکی بھی حفاظت کرتی ہے اور بصورت زائل ہونے کے تفتیش کرتی اور ملزمہ کو سزا بھی دیتی ہے۔ اس سے پہلے لاکھوں بچے اس ظلم کے ہاتھ ضائع ہو جاتے تھے۔

(۹) اُس زمانہ میں کتابوں اور اشتہاروں کی کثرت سے اشاعت ہوگی۔ اسکی شہادت خود قرآن کریم کی اس آیت سے ملتی ہے۔ واذا الصحف نشرت یعنے جب کتابیں اور رسالے پھیلائی جائینگے۔ اُسوقت کو مسیح کا زمانہ ہوگا۔ اب یہ امر بھی آفتاب عالمتاب کی طرح کیسا ظاہر و باہر ہے کہ ہر روز کسقدر کتابیں اور رسالہ اور اشتہارات اور اخبارات طبع ہو کر دنیا کے تمام اطراف میں شائع ہوتے ہیں کہ جنکا شمار کرنا ایک مشکل امر ہے۔

(۱۰) اُس زمانہ میں آسمان سے برکات ظاہر ہونگی۔ چنانچہ اللہ تعالے اپنی کلام پاک میں فرماتا ہے واذا السمآء کشطت سورۃ التکویر رع ۱۔ یعنے جب آسمان کا چھلکا اُتارا جاویگا۔ اس سے مراد یہ لینا کہ آسمان کا کوئی ٹکڑا پھٹ کر زمین پر گر پڑیگا یہ صریح باطل ہے کیونکہ آیت الذی خلق سبع سموٰت طباقا ما تری فی خلق الرحمن من تفوت فارجع البصر ھل تری من فطور

اس کی تکذیب کرتی ہے۔ دیکھو سورۃ الملک ع ۱۔
بلکہ اسکے یہ معنے ہیں کہ اُسوقت سامان عیش وعشرت اس کثرت سے ہو جائینگے کہ لوگ دین کیطرف سے بالکل غافل ہو جائیں گے۔ اور اسی وجہ سے اُنپر آسمانی برکات یعنے سچے علوم اور سچے معارف اور الہامات و رویا صادقہ کا دروازہ بند ہو جائیگا۔ پھر اللہ تعالیٰ کسی ایسے آدمی کو دنیا میں مامور ومبعوث کریگا جسکی انفاس قدسیہ سے آسمان کا پردہ جسکی وجہ سے نزول برکات بند تھا کھل جائیگا۔ چنانچہ تم دیکھتے ہو کہ جب سے حضرت مرزا صاحب مسیح موعود و مہدی معہود کے وجود باجود کا ظہور ہوا ہے آسمان کا پردہ کیسا کھلا ہے کہ اب ادنےٰ سے ادنےٰ آدمی کو بھی رویا صادقہ و الہامات ہونے لگ گئے ہیں۔ اور خود امام صاحب نے کیا کیا معارف واسرار عالم پر ظاہر کئے ہیں کہ لوگ سنتے سنتے سیر ہو گئے ہیں۔

(۱۱) اُسوقت جنگوں کے بڑے بڑے خطرناک سامان پیدا ہو جائیں گے جس کی تصدیق قرآن کریم کی آیتہ واذا الجحیم سعرت سے ہوتی ہے۔ یعنے جسوقت آتش دوزخ بھڑکائی جائیگی۔ سو کون نہیں جانتا کہ اس زمانہ میں آتشبازی کی ایسی ایسی ایجادیں ہوئی ہیں کہ لاکھوں آدمی توپوں کے ذریعہ آن کی آن میں تباہ و ہلاک ہو سکتے ہیں۔ زمانہ سابق میں کہاں اسقدر نقصان مال وجان ہوتا تھا۔ اب تو پانچ چھ میل سے توپوں کے گولے ایسی مار کرتے ہیں کہ آدمی تو آدمی جہاں پڑتے ہیں زمین کو پھاڑکر اڑا دیتے ہیں کوئی چیز اُنسے بچ نہیں سکتی۔
دوسرے معنے یہ ہیں کہ اُس زمانہ میں معاصی کا اسقدر گرم بازار ہوگا کہ جسکی وجہ سے دوزخ بھڑکایا جاویگا اور بدکار اُن میں ڈالے جائینگے۔

(۱۲) گو ہلاکت کے سامان تو اُسوقت کثرت سے ہونگے لیکن ساتھ ہی ایک خوشخبری بھی دیگئی ہے کہ اُس زمانہ میں بہشتی زندگی بھی لوگوں کو عطا ہوگی چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے واذا الجنۃ ازلفت یعنے جنت قریب کیجائیگی۔ اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے بشارت دی ہے کہ جب تم دیکھو کہ دوزخ کے سامان بکثرت پیدا ہو گئے ہیں اور بادشاہوں کو دیکھو کہ اپنے دشمنوں کی ہلاکت کیلئے آتشیں یعنے دوزخی آلات زور و شور سے مہیا کر رہے ہیں یا فسق و فجور کا سخت گرم بازاری ہے اُسوقت تلاش کرو کہ ایک ایسا شخص تم میں پیدا ہوگا جو تمہیں امن اور آرام کی زندگی کی طرف بلائیگا اور لڑائیوں اور تنازعوں کو آن کر مٹائے گا۔

جسکی تصدیق الفاظ حدیث یضع الحرب سے ہوتی ہے۔ یعنے وہ آکر جنگوں اور لڑائیوں کی ممانعت کر دیگا اور ایسی تعلیم شائع کریگا جس سے باہم لوگوں میں محبت اور الفت پیدا ہو اور اُن تمام ذرائع کو دور کر دیگا جن سے امن عامہ میں خلل واقع ہوتا ہے اور جن سے اخلاق رذیلہ پیدا ہو کر مخلوقات میں کینہ اور بغض ترقی پکڑتا ہے۔ سو یہ بات بھی کیسی عیان ہے کہ جب سے حضرت مرزا صاحب مسیح موعود علیہ الصلوۃ والتسلیم کا اس عالم میں ظہور ہوا ہے۔ جہاد شمشیری کا دروازہ قطعی بند کر دیا گیا ہے۔ اور دنیا میں انہوں نے ایسی پاکیزہ اور عمدہ تعلیم شائع کی ہے کہ لوگوں کے باہم تباغض وتحاسد کے پودے کملا چکے ہیں اور بجائے اُنکے موافقت ومو انست کے بیج اُنکے دلوں میں بوئے گئے ہیں اور امید کیجاتی ہے کہ ترقی کرتے کرتے عظیم الشان درخت ہو کر مثمر ثمرات کثیرہ ہونگے۔ اور ایک ایسی حالت طاری ہو جائیگی جسکو بہشت سے تعبیر کر سکتے ہیں

(۱۳) جب مسیح علیہ السلام کا زمانہ قریب ہوگا تو اُسوقت تک تمام علماء ربانی دنیا سے کوچ کر چکے ہونگے چنانچہ اللہ تعالے سورۃ الانفطار میں خبر دیتا ہے واذ الکواکب انتثرت یعنی ستارے آسمان سے گر جائینگے۔ اس سے مراد بجز علماء ربانی کے اور کوئی معنے مراد نہیں ہیں کیونکہ ستارے تو جسیم دار چیز ہیں اور ایک ایک ستارہ زمین سے جسپر ہم بود و باش کرتے ہیں اور جو بظاہر اسقدر وسیع معلوم ہوتی ہے کہ عوام تو کہدیتے ہیں کہ اسکی انتہا کسی کو بھی معلوم نہیں بدرجہا بڑا ہے۔ اگر وہ گر پڑے تو ساری زمین اس سے ڈھنپ جائے اور اُسکے گرنے سے تمام پہاڑ اور درخت اور حیوانات وانسان سب کے سب مسل کر ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ جب ایک ستارے کے گرنے سے اسقدر تباہی ہے کہ زمین پر کوئی چیز زندہ نہیں رہ سکتی تو جہاں کل ستارے گر پڑیں تو پھر کتنی بڑی آفت ہے۔ زمین کے لئے ہی کوئی ٹھکانہ نہیں رہتا۔ لہذا یہ خیال سراسر باطل ہے کہ کوئی ستارہ آسمان سے گریگا بلکہ یہی معنے ہیں کہ علماء ربانی جو شریعت انبیاء سے روشنی پاکر منور ہوتے اور آگے دیگر مخلوقات کو روشنی پہونچاتے ہیں وہ سب مر جائیں گے اور کوئی عالم مخلوقات کو فیض حقانی سے متمتع کرنے والا نہیں رہیگا۔ ایسے وقت میں امید کریں کہ اب وہ وقت آگیا ہے جو مسیح موعود کے نزول کا وقت ہے۔

چنانچہ اس کی تصدیق انجیل متی باب ۲۴ درس ۲۹ سے ہوتی ہے جسمیں لکھا ہے۔ اور ستارے آسمان سے گر جائیں گے اور آسمان کی قوتیں ہل جائینگی تب ابن آدم کا نشان آسمان پر ظاہر ہوگا۔

اور حدیث نبوی علیہ الف الف سلام سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اُسوقت آسمان کے نیچے جو علماء ہونگے

وہ اشر الناس ہونگے۔ چنانچہ وہ حدیث یہ ہے۔

يوشك ان ياتي على الناس زمان لا يبقى من الاسلام الا اسمه ولا من القرآن الا رسمه مساجدهم عامرة۔ وهي خراب من الهدى علماؤهم شر من تحت اديم السماء من عندهم تخرج الفتنة وفيهم تعود۔ رواه ابن عدی وحسین ابن حسن الحلیمی عن علی

ابن عدی اور حسین بن حسن حلیمی نے حضرت علی سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ضرور ضرور لوگوں پر ایک زمانہ آئیگا جبکہ اسلام کا نام ہی نام رہجائیگا اور قرآن بھی صرف رسمی طور سے پڑھا جائے گا کوئی شخص اُسپر عمل کرنے والا نہیں رہیگا۔ مسجدیں تو خوب آباد ہونگی مگر اُن میں کوئی ہدایت کے ذریعہ نہیں ہونگے۔ اُسوقت کے علماء ایسے ہونگے کہ آسمان کے تلے اُنسے بدتر کوئی مخلوقات نہ ہوگی جسقدر فتنہ و فساد برپا ہونگے سب اُنہی سے ہونگے۔ اور اُنکا وبال بھی اُنہیں پر اُلٹ پڑیگا۔ دیکھو کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۴۳۔ یہ امر واقعہ کیسا صریح پایہ ثبوت کو پہنچ رہا ہے۔ اسوقت کے علماء تمام جہان کی مخلوقات سے بدترین ہیں۔ جسقدر فساد دنیا میں واقع ہو رہے ہیں وہ سب اُن نااہل مولویوں کے ہاتھوں کے کرتوت ہیں۔ حلال کو حرام اور حرام کو حلال بھی کر رہے ہیں۔ ایک جائز منکوحہ کو ناجائز ٹھہراتے اور ناجائز عورت کو جائز عورت قرار دیتے ہیں۔ کن کن حیلوں اور مکروں سے مال کماتے اور لوگوں کے ایمان ضائع کرتے ہیں۔ ہم اگر اُن علماء کی تفصیل لکھنا چاہیں تو ایک بڑی کتاب بن سکتی ہے لہذا ہم اختصار کو مدنظر رکھ کر چند مثالیں جو فی الحقیقت وقوع میں آچکی ہیں سناتے ہیں تاکہ ناظرین کو خوب سمجھ آجائے۔

(۱) **حکایت**۔ میرے مخدوم میرے اُستاذ علامہ نور الدین صاحب قادیانی نے ایک دفعہ درس میں بیان کیا کہ ایک عالم کے پاس ایک جماعت ایک لڑکی کو لیکر آئی کہ اسکا نکاح فلاں شخص سے کردیں۔ حالانکہ اُسکو علم تھا کہ اُسکا ایک اور شخص سے نکاح ہو چکا ہے۔ لیکن اُن میں سے ایک نے سامنے ایک روپیہ نکالکر رکھدیا کہ لو یہ روپیہ نکاح پڑھ دو۔ وہ مولویصاحب روپیہ کو دیکھکر بے اختیار ہوگئے اور نکاح پڑھ دیا۔ جب اُس مولویصاحب کو حضرت علامہ صاحب موصوف سے ملاقات کا اتفاق ہوا تو علامہ موصوف نے زبان طعن کھولکر اُسکو ملامت کی کہ تو نے یہ کیا غضب ڈھایا کہ ایک جائز منکوحہ کا نکاح دوسرے آدمی سے کر دیا۔ اُسنے کہا کہ بزرگو میں کیا کرتا۔ ایک چڑیا کے برابر روپیہ نکال کر سامنے رکھدیا اگر میں نکاح نہ پڑھتا تو چڑیا کے برابر روپیہ کیونکر حاصل کرتا۔

(۲) **حکایت**۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک شہر میں جو دریائے ستلج کے کنارہ پر واقع ہے ایک مولوی تھا

جو بہت مشہور ہو چکا تھا بعض آدمی ایک لڑکی کو لائے کہ اس کے خاوند نے اسکی نسبت یہ الفاظ بولے ہیں آیا نکاح تو نہیں ٹوٹا۔ اُسنے کہا لڑکی کو یہاں چھوڑ جاؤ۔ وہ بیوقوف گنوار اپنی جورو کو چھوڑ کر چلا گیا۔ مولوی صاحب نے اُسکو اپنی بیوی بنا لیا۔ سنا ہے کہ مقدمہ بھی اُسپر ہوا تھا اور عدالت میں مولوی کی سخت بیحرمتی بھی ہوئی تھی۔

(۳) ملک پنجاب میں ایک مشہور واعظ تھے۔ دور دور تک وعظ کرنے کے لئے جاتے تھے اور خوب کنگی پٹی کرتے اور خوب کاجل آنکھوں میں ڈالکر ممبر پر بیٹھا کرتے۔ اور بڑی سریلی آوازیں نکالا کرتے جسطرح کمیوڑے رات کے وقت نکالا کرتے ہیں۔ اور اُنکا یہ قاعدہ تھا۔ کہ جہاں جس شہر میں فروکش ہوتے تھے ایک مکان الگ لے لیتے تھے۔ اور جب خلوت میں تشریف رکھتے تھے تو ہمیشہ در بستہ رکھتے تھے چونکہ جوان عورتیں سریلی آواز پر بہت مست ہوتی تھیں بعض اُن کی خدمت کے لئے خلوت میں حاضر ہو جاتی تھیں۔ اور چند بار اس شیطنت کی وجہ سے اُنکو ماریں بھی کھانی پڑیں مگر شیطان اُنکی گردن پر ایسا سوار تھا کہ وہ باز نہ آئے کہ ایکبار وہ ایک جگہہ سے کسی عورت کو نکالکر پنجاب کے ایک بڑے شہر میں لائے اور بیان کیا کہ یہ میری بہن ہے کسی صاحب نے اُنکو ایک حصہ مکان کا خالی کر دیا اور وہ دونوں بھائی بہن باہم ایک ہی جگہہ رہتے اور خواہشہائے نفسانی کو پورا کرتے رہے۔ چند روز کے بعد وارثائے عورت تلاش کرتے کرتے وہاں آن پہنچے اور عورت کو پہچان لیا اور اُس خبیث واعظ کو ایسا پیٹا کہ آدھ مؤا کر دیا مگر وہ شیطان کسی ایسی مٹی سے بنا تھا کہ اپنی کرتوتوں سے باز نہ آیا۔

(۴) ایک مشہور مولوی کا ذکر ہے کہ اُنھوں نے وعظ کے ذریعہ بڑا روپیہ جمع کیا۔ اُنکا یہ طریق تھا کہ وعظ کے وقت ظاہر کرتے کہ میں ایک عظیم الشان مسجد بنوانا چاہتا ہوں۔ اسلئے سب کو چاہئے کہ اپنے مال سے امداد فرمائیں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ جب وہ وعظ کر رہے تھے اُسوقت مستورات کی ایک بہت بڑی جماعت حاضر تھی بیان کیا کہ جو عورت اپنے زیوروں کو اللہ کی راہ میں نہیں دیتی وہ دوزخ میں جائیگی اور یہی زیور گرم کر کے اُسکے بدن کو جلائیں گے۔ اسپر حاضرین میں سے اکثر عورتوں نے اپنے اپنے مقدور کے موافق کچھ کچھ زیور اُتار کر اُنکے آگے پھینک دئے۔ ایک عورت نے اپنے پاؤں کی ایک پازیب دی تو مولویصاحب نے کہا کہ کیا اے عورت تو یہ چاہتی ہے کہ تیرا دوسرا پاؤں آگ میں جائے۔ اُسپر اس بیچاری عورت نے دوسرے پاؤں کی پازیب اُتار کر دیدی۔ جب مولویصاحب گھر گئے تو اُن کی زوجہ نے جو اُس وعظ میں شریک تھی رو کر کہا کہ میرا کیا ہی حال ہوگا۔ میں نے تو اپنا کوئی زیور نہیں دیا۔ تو

مولوی صاحب نے اُسکو کہا کہ تو تو بڑی بھولی ہے۔ وعظ کی باتیں اور ہوتی ہیں۔ اگر اُس طرح کی باتیں وعظ میں نکریں تو اسقدر مال کیونکر میسّر ہو۔

(۵) ایک قصبہ میں دو ملاں رہتے تھے اُنہوں نے باہمی اتفاق سے شہر کے دو حصے کر لئے کہ اسمیں ہمارا تعلق اور اُسمیں تمہارا تعلق ہوگا تھوڑی مدت کے بعد اُن میں تنازعہ ہؤا کہ یہ تقسیم ٹھیک نہیں کیونکہ جو تمہارے حصے کے لوگ ہیں وہ لمبے لمبے ہیں اور میرے حصہ کے لوگ چھوٹے قد کے ہیں۔ اسمیں میرا بڑا نقصان ہے کیونکہ تمکو کفن بہت بڑا ملتا ہے اور میری طرف کے آدمی چھوٹے قد کے ہیں اسلئے انکا کفن چھوٹا ہوتا ہے۔

(۶) ایک بہت بڑے عالم کا ذکر ہے کہ ہر ایک قسم کے صدقات کو لے لیا کرتے تھے۔ جب وہ مرے تو ایک بڑی رقم نقد اُن کے ورثاء میں تقسیم ہوئی کہ نہ اُنہوں نے کبھی حج کیا اور نہ کسی نے اُنکو زکوۃ دیتے ہوئے دیکھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ رقم متروکہ تیس ہزار سے زائد تھی۔

(۷) ایک مولوی کا ذکر ہے کہ ایک دفعہ ایک شخص اُسکے پاس ایک فتوے پوچھنے آیا اُس نے دو روپیہ بھی پیش کئے۔ الغرض مولویصاحب نے اُسکی مرضی کے موافق فتوے تراش کر دیدیا۔ دوسرے روز اُس شخص کے مدمقابل حاضر ہوئے اُنہوں نے ۵؎ روپیہ مولویصاحب کی خدمت میں پیش کئے۔ مولویصاحب نے اُن شخصوں کو ان کی مرضی کے موافق فتوے تیار کر کے دیدیا اور آخر نوبت عدالت تک پہنچی۔

(۸) ایک مولوی صاحب کی حکایت بیان کرتے ہیں کہ جب وہابیت کا جن اُن کی گردن پر سوار تھا تو ایک قوم کو جو باہم امن اور آشتی کے ساتھ زندگی بسر کر رہی تھی ایک دوسرے سے جدا کر دیا۔ جیسے کہ باپ بیٹے سے اور بیٹا باپ سے الگ ہؤا۔ اور پکار اُٹھے کہ یہ کام بدعت ہے یہ کفر ہے۔ یہ شرک۔ اور سب لوگ مشرک ہو رہے ہیں۔ جب اُن کی کارروائی نے شور برپا کر دیا تو لوگوں میں ایک ہلچل پیدا ہوئی۔ علماء کے کان کھڑے ہوئے سو وہ لگے اُنپر کفر کا فتوےٰ دینے۔ تو اسپر اُن مولویصاحب نے جو توحید کا دم بھرتے تھے بمشورہ چند مصاحبان خود بہت سی انگوٹھیاں کھدوا کر اور اُنپر بڑے بڑے نام کندہ کرا کر جو فتوے کسی مخالف کے نام ہوتا وہ سب مہریں لگا دیجاتیں اور دکھایا جاتا کہ دیکھو کس قدر علماء نے اس بات پر اتفاق کیا ہے۔ یہ حال ہے اُنکے ایمانوں اور دیانت کا اور یہ دین کے پیشوا کہلاتے ہیں۔

(۹) ایک مولویصاحب کا ذکر ہے کہ جب وہ تازہ علم پا کر ایک عظیم الشان شہر میں ایک مسجد کے امام مقرر ہوئے تو ایک مسلمان ڈپٹی صاحب نے ان کی شہرت سنکر محض دین کی خاطر اُن کی دعوت کی

مگر مولویصاحب علاوہ علم کے تقویٰ کے انتہائی نقطہ تک پہنچے ہوئے تھے کہلا بھیجا کہ چونکہ تم حکام انگریزی کی ملازمت کرتے ہو اور تمہاری آمدنی جائز روپیہ سے نہیں ہے۔ کیونکہ اس گورنمنٹ کا سارا کاروبار سود پر چلتا ہے۔ اسلئے میں آپ کی دعوت کو قبول نہیں کر سکتا۔ مگر خدا کی قدرت وہی عالم تھے اور وہی دعوئے تقویٰ تھا۔ اور وہی انگریز تھے اور اُن کی کوٹھیاں تھیں اور وہ لمبا جبہ پہنے ہوئے اور بوٹ چٹخاتے ہوئے آج یہاں تو کل وہاں مارے مارے پھرتے تھے کہ کہیں کوئی خطاب یا جاگیر ملجائے۔

(۱۰) **حکایت**۔ ایک نوجوان عورت کا خاوند مر گیا۔ تیسرے چوتھے روز ایک مولوی نے ایک اور شخص سے نکاح کر دیا۔ حضرت مولٰنا المکرم واستاذنا المعظم علامہ نور الدین صاحب کو خبر ہوئی انہوں نے اس مولوی سے ملامت کی کہ تم نے کیا غضب کر دیا۔ تو اُسنے جواب دیا۔ نیک بخت تو ہمنے نکاح تو نہیں پڑھا۔ یہ تو ایک ڈھنگ ھا بنا دیا ہے (ایک قسم کی بندش) کر دی ہے کہ کسی اور جگہ جا کر نکاح نہ کرلے اور اُدھر ۹ ماہ میں اُسکی اولاد پیدا ہو گئی۔ اُس عورت سے پوچھا گیا کہ تم نے عدت کی کیوں انتظار نہ کی۔ اُس نے کہا میرا کیا بس چلسکتا تھا مولوی نے نکاح کر دیا خاوند نے کہا کہ جب نکاح ہو چکا ہے پھر کیا اندیشہ ہے۔

الغرض علماء وقت کی حالت ناقابل بیان ہے۔ ہر قسم کے معائب و معاصی میں گرفتار ہیں دین کی عظمت اسلام کی غیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کی اُنکو ذرہ بھی پرواہ نہیں۔ انکو اپنے پیٹ اور اپنی نفس پروری کے سوائے کچھ اور درکار ہی نہیں اور اس پیٹ کے لئے جو جو شرارتیں یہ کرتے ہیں ان کی نظیر کسی اور طائفہ میں نہیں پائی جاتی۔ خدا ان سے محفوظ رکھے۔

(۱۴) اُس زمانہ کے اولیاء بھی قوائے باطنی میں کمزور ہونگے اور لوگ اُن کی ذات سے کچھ استفادہ حاصل نہ کر سکینگے۔ اسکی تصدیق انجیل متی باب ۲۴ درس ۲۹ سے ہوتی ہے جسمیں لکھا ہے کہ چاند اپنی روشنی نہ دیگا یعنے اولیاء اللہ بھی اس قابل نہیں رہینگے کہ لوگوں کو جو طرح طرح کی معاصی اور گناہوں میں اسیر ہوں اپنے پاک انفاس کی برکت سے اُنہیں رہائی دیں۔ سو یہ بات بھی کسی پر پوشیدہ نہیں۔ اول تو کوئی اولیاء نظر بھی نہیں آتے اور اگر کچھ ہیں تو لوگ اپنی شومئے اعمال اور بدکاریوں کی وجہ سے اُن کی ذات سے کچھ فائدہ نہیں اُٹھاتے۔ بلکہ اُن کو مجنون اور پاگل سمجھتے ہیں۔ دیکھو انجیل متی باب ۲۴۔ درس ۲۹۔

(۱۵) اُسوقت جبکہ مسیح موعود کا وقت قریب ہوگا نہریں جاری کی جائینگی اسکا ذکر قرآن کی سورۃ

الا انفطار میں یوں ہے واذ البحار فجرت یعنے جب نہریں جاری کیجائینگی تو اُسوقت تم مسیح کی تلاش کرنا۔ سو یہ بات بھی روز روشن کی طرح ہویدا ہے۔ جسقدر بڑے بڑے دریا ہیں سب سے نہریں نکالی گئی ہیں اور اگر کوئی باقی ہے تو اُن سے بھی نہریں نکالنے کی تجویزیں قرار پا چکی ہیں۔

اگر کسی کو گمان ہو کہ بعض نہریں تو ایک مُدت سے جاری ہیں تو پھر کیونکر خیال کیا جائے کہ حال میں جو نہریں نکلی ہیں اُنکو مسیح کا نشان ٹھہرایا جائے سو اسکا جواب یہ ہے کہ اول تو اس قسم کی کوئی نہر ہی نہیں جو زمین کی آبپاشی اور جنگلات کے آباد کرنے کے لئے بنوائی گئی ہو۔ صرف ایک نہر علی مردانخاں نے مغلیہ خاندان کے زمانہ میں نکالی تھی وہ بھی ایک خاص تفریح اور سیر گاہ کے لئے نہ کسی اور مقصد کے لئے۔ ایک نہر کا جاری ہونا کوئی نشان بھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ قرآن حمید میں جمع کا لفظ آیا ہے سو ہم دکھاتے ہیں کہ جسقدر نہریں بڑے بڑے دریاؤں سے نکالی گئی ہیں وہ اس مسیح موعود کی پیدائش کے بعد کھدوائی گئی ہیں۔

حضرت مرزا صاحب مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت باسعادت سکھوں کے آخری وقت یعنی ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں ہوئی ہے اور جسقدر بڑی نہریں ہیں جو کئی لاکھ مربع اراضی کو سیراب کر رہی ہیں وہ سب کی سب اُن کے زمانہ تولد کے مابعد وقوع میں آئیں چنانچہ سب سے پہلی نہر جو آبپاشی کے لئے نکالی گئی وہ نہر گنگا ہے جو ۱۸ اپریل ۱۸۵۴ء کو کھولی گئی تھی۔ پھر اس کے بعد جمنا کی نہر جاری کیگئی۔ اُسکے بعد روہیلکھنڈ کی نہریں۔ پھر انہار ڈونہ۔ پھر آگرہ کی نہریں۔ پھر ہمیر پور اور جہانسی کی نہریں۔ پھر ملتان کی نہریں۔ پھر ۱۱ اپریل ۱۸۵۹ء کو دوابہ باری کی نہر نکالی گئی۔ پھر مئی ۱۸۵۹ء کو سندھ کی نہر جاری کیگئی۔ پھر مدراس میں کچھ انہار نکالی گئیں۔ پھر ۱۸۶۲ء سے علاقہ بمبئی میں نہروں کے کارخانہ کھولے گئے اور سب سے اخیر پنجاب میں اُنیسویں صدی کے اخیر حصہ میں قریباً تمام دریاؤں کی نہریں تجویز کیگئیں۔ اکثر جاری ہو چکی ہیں اور صرف ایک دریا کی نہر باقی ہے جو عنقریب شروع ہونیوالی ہے۔ دیکھو انسائیکلو پیڈیا مصنفہ بالفور صاحب جلد اول۔

اس تمام بیان سے واضح ہے کہ قرآن شریف کی یہ پیشگوئی کیسی صریح طور سے پوری ہوئی اور یہ کیسا بڑا نشان ہے ورنہ کسی کے وہم و گمان میں بھی آسکتا تھا کہ تمام بڑے بڑے دریاؤں کو چیر کر اُن کے پانیوں کو بڑے بڑے جنگلوں میں لیجا کر آباد کر دیا جاویگا۔ یہ علامت بھی عین اُنہی کے زمانہ حیات میں حرفاً حرفاً پوری ہوئی۔

(۱۶) اُس زمانہ میں وہ قومیں بھی روشنی عقل و تہذیب انسانی سے مستفید ہونگی جنپر ہمیشہ جہالت اور بے علمی کی گھٹا ٹوپ بادل چھایا رہا ہے۔ اسکی تصدیق سورۃ الانفطار کی آیت واذا القبور بعثرت سے ہوتی ہے جسکے معنے ہیں جب قبریں اُٹھائی جائینگی یعنے وہ لوگ جو مُردوں کی طرح قبروں کے اندر دبے ہوئے تھے اور کسی تہذیب کے آفتاب سے منور نہیں ہوئے تھے۔ اگر کسی کا یہ اعتراض ہو کہ یہاں تو قیامت کے روز سے مراد ہے۔ کیونکہ قیامت کے سوا کسی اور طرح مُردے قبروں سے زندہ نہیں ہو سکتے۔ سو ہمارے خیال میں بھی یہ بات درست ہے کہ مُردے ضرور قیامت کے روز ہی قبروں سے نکلینگے۔ لیکن اس آیت کی ماقبل آیات سے ظاہر ہے کہ اس دُنیا میں ایک عظیم الشان زمانہ کی خبر دیگئی ہے جسمیں اُسی قسم کے مردے جو انبیاء اور اُن کے اظلال کے ذریعہ زندہ ہو جایا کرتے ہیں قبروں سے نکلینگے جس کی تشریح انک لا تسمع الموتی ولا تسمع الصم الدعاء اذا ولوا مدبرین سے ہوتی ہے کیونکہ اس آیت میں اُن جہال عرب کو مُردے کہا گیا ہے اور جب تم اے رسول اُنکو ہدایت کی طرف بلاتے ہو تو وہ پیٹھ پھیر کر چلے جاتے ہیں اور پھر آیت وما انت بھدی العمی عن ضلالتھم ان تسمع الا من یؤمن بایتنا فھم مسلمون۔ اور بھی تصریح کرتی ہے کہ وہ اُن کی موت ضلالت کی موت ہے جس کی وجہ سے وہ ایسے بے حس ہوئے ہیں کہ وہ تمہاری بات کو سُن ہی نہیں سکتے اور تمہاری بات تو وہی سُن سکتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں اور وہی مسلمان ہیں ان آیات سے صریح یہ بات نکلتی ہے کہ جو اللہ کی آیتوں کو نہیں قبول کرتے وہ مُردے ہیں اور جو قبول کرتے ہیں وہی حیات ابدی پاتے ہیں۔ دیکھو سورۃ النمل ع ۶۔

اس سے زیادہ اس امر کی وضاحت آیت وما انت بمسمع من فی القبور سے ہوتی ہے کیونکہ یہاں بھی کفار مکہ کو کہا گیا ہے کہ یہ لوگ تو قبروں میں پڑے ہوئے ہیں انکو تو کیسے سنا سکتا ہے۔ اور یہ بات سچ ہے کہ جب تک انسان حق کے قبول کرنے کے لیئے خود مائل نہو اُس کے سامنے خواہ کتنے دفتر کے دفتر پڑھ ڈالو اُسکو ایک رائی کے برابر بھی اثر نہیں ہو سکتا۔ پھر ایسی حالت میں ان میں اور مردوں میں فرق ہی کیا ہوتا ہے اسیواسطے اہل مکہ کو مُردے قرار دیا گیا ہے۔

علاوہ ازیں یہ محاورہ صرف قرآن کریم کا ہی نہیں بلکہ کُل آسمانی کتابوں کا ہے۔ چنانچہ انجیل یوحنا باب ۶ درس ۵۳ سے اسکی تصدیق ہوتی ہے جسمیں لکھا ہے اگر تم ابن آدم کا گوشت نہ کھاؤ اور اُسکا لہو نہ پیو تو تم میں زندگی نہیں یعنے جب تک مجھ مسیح سے ایسی محبت اور الفت پیدا نہ کرو کہ گویا اُسکا

گوشت تمہارا گوشت اور اُسکا خون تمہارا خون ہو جائے تب تک تم زندہ نہیں ہو سکتے اور تم ہمیشہ کے لئے مردہ ہی رہوگے۔ پھر اسی کتاب کے اسی باب کی آیت ۵۷ اسکی اور بھی وضاحت کرتی ہے چنانچہ لکھا ہے۔ جسطرح سے کہ زندہ باپ نے مجھے بھیجا ہے اور میں باپ سے زندہ ہوں اسی طرح وہ بھی جو مجھے کھاتا ہے مجھ سے زندہ ہوگا۔ اس آیت نے صاف بیان کردیا کہ مسیح علیہ السلام نے یہودیوں کو پکار کر کہا کہ میں خدا کی طرف سے زندہ ہو کر آیا ہوں کیونکہ مجھ میں ایک تازہ روح پھونکی گئی ہے۔ جس کی وجہ سے میں تمہارے درمیان کھڑا ہو کر بولتا ہوں۔ اسیطرح اگر تم لوگ میری باتوں کو سنوگے اور قبول کرکے اُسپر عملدرآمد کروگے تو تم میں بھی اُسی قسم کی روح حیات پھونکی جائیگی اور پھر تم زندہ کہلانے کے قابل ہوگے۔

پس ان تمام آیات سے واضح ہوگیا کہ جو لوگ خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہو کر آتے ہیں وہ اپنی پاک تعلیم اور پاک انفاس کی برکت سے مردہ دلوں کو زندہ کیا کرتے ہیں اسلئے آخری زمانہ میں بھی جو مسیح موعود کا زمانہ ہے اس قسم کے لاکھوں بلکہ کروڑوں مردے زندہ ہونگے۔

اور اسکا اشارہ سورۃ الحج ع ۹ کی آیت وھو الذی احیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم میں پایا جاتا ہے جسمیں خبر دیگئی ہے کہ اے مسلمانو اور اے مکہ کے لوگو تم پہلے مردہ تھے ہم نے اپنا رسول بھیجکر از سر نو زندہ کیا لیکن ایک وقت آنیوالا ہے کہ تم پھر مرجاؤگے اور تم شریعت اسلامی کو چھوڑکر پھر غفلت اور جہالت کی قبروں میں مدفون ہو جاؤگے اور اُسکے بعد آخری زمانہ میں پھر مسیح موعود کو بھیجکر تمہیں زندہ کیا جاویگا۔ اور یہی وجہ ہے کہ آیت واذا القبور بعثرت اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ فتدبروا یا اولی الالباب۔

(۱۷) اُسوقت مختلف مذاہب اور مختلف الخیال لوگوں میں ایک تزلزل پیدا ہوگا۔ اسکی تصدیق قرآن کریم کی آیت اذا زلزلت الارض زلزالھا سے ہوتی ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وجود باوجود دنیا میں ظاہر ہوا ہے تب سے ہر قسم کے مذہبوں میں ایک ایسا جوش پیدا ہوا ہے کہ گندہ سے گندہ اور ناپاک سے ناپاک مذاہب کے لوگ اپنے مذہب کی اشاعت اور ترویج دینے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور اپنے مذاہب کو مخلوقات جہاں کے آگے پیش کرنے میں جان توڑ کوششیں کر رہے ہیں۔ حالانکہ یہی مذہب پہلے بھی موجود تھے لیکن ان کی حالت ایسی خاموشی میں تھی کہ گویا صفحہ دنیا پر اُن کا وجود ہی نہیں تھا لیکن اب یہ حالت ہے

کہ صرف زبان ہی سے اُن مذاہب کی اشاعت نہیں کرتے بلکہ کتابوں اور رسالوں اور اخباروں اور اشتہاروں کے ذریعہ بڑے زور کے ساتھ اشاعت کرتے ہیں۔ اگر ہم تاریخ دنیا کے ورق اُلٹ ڈالیں اور خوب غور اور فکر سے کام لیں تو ہمیں کہیں بھی پتہ نہیں چلتا کہ کبھی کسی زمانہ میں مذہبوں میں اسقدر جوش و خروش پیدا ہؤا ہو جسقدر آجکل ہے۔ اسکی کیا وجہ ہے؟۔ صرف یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو تیرہ سو برس پہلے خبر دی تھی کہ آخری زمانہ میں مسیح موعود کے ذریعہ تمام ملل باطلہ ہلاک اور نابود ہو نگے اور یہ پیشگوئی کیونکر پوری ہو سکتی اگر ان مذاہب میں ہانڈی کی طرح یا موجزن دریا کی طرح جوش نہ ہو لیتا اور اُن کی سطح پر حباب تیرتا ہؤا دکھلائی نہ دیتا کیونکہ ان جوشوں کا نتیجہ حباب ہی ہؤا کرتا ہے۔ اور حباب کا خاصہ ہے کہ تھوڑے وقت تک چہرہ دکھلا کر پھر آن کی آن میں معدوم ہوتا ہے اسی طرح جب تک ان مذاہب میں ایک جوش پیدا نہ ہوتا تو ان کے وجود کی خبر عوام تک کیونکر معلوم ہو سکتی اور پھر پیشگوئی کو کھلے طور پر پوری ہوئی کون تسلیم کرتا۔ لہذا ضروری تھا کہ دنیا کے تمام مذاہب اپنے سچے یا جھوٹے اعتقادات لیکر پردوں کو پھاڑتے ہوئے جلوہ نما ہوتے۔ اور یہ بات اٹل تھی۔

اب ہم مختصر طور سے بطور نمونہ چند ایک مذاہب کا حال لکھتے ہیں کہ پہلے کیا تھے اور پھر حال میں کیا سے کیا ہو گئے۔ لیکن پیشتر اس کے کہ ہم اُن کا حال لکھیں اول ضروری سمجھتے ہیں کہ اُنکی فہرست دیجائے تاکہ پڑھنے والوں کو آسانی ہو۔ اور نام دیکھتے ہی اُن کی نظر میں اُن مذاہب کا نقشہ کھنچ جائے۔

وہ فہرست یہ ہے:۔

(۱) مذہب یہودیت

(۲) مذہب نصرانیت

(۳) برہمو مذہب

(۴) آریا مت

(۵) سِکھ مذہب

(۶) جین مت

(۷) سناتن دھرم

(۸) اشا گنکسمت۔

(۹) مجوسی

(۱۰) دہریہ

(۱۱) نیچرلسٹ

(۱۲) تھیاسوفسٹ۔

(۱۳) شیعہ

(۱۴) وہابی

(۱۵) خوارج

(۱۶) سُنّی

یہ فہرست اُن مشاہیر مذاہب کی ہے جو ہندوستان میں پائے جاتے ہیں اور جنہوں نے باستثنائے مذہب یہود ان دنیا میں بڑا ہنگامہ برپا کر رکھا ہے۔

(۱) ممکن تھا کہ یہودی مذہب بھی مثل دیگر مذاہب کے سر نکالتا۔ کیونکہ یہودیوں کے ہاں کتاب مقدس یعنی توریت شریف ابتک موجود تھی لیکن چونکہ اُنکے لئے اللہ تعالیٰ کی جانب سے حتمی وعدہ ہو چکا ہے کہ وُہ آئندہ کبھی بھی سرسبز نہیں ہونگے بلکہ جہاں ہونگے ذلت اور خواری کی مار کھاتے رہیں گے۔ گو پہلے بھی کسی زمانہ میں حرمان نصیب قوم کو ذلت اور خواری کا سامنا ہوا ہوگا لیکن جسقدر اس آیت قرآنی ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ وباؤ بغضب من اللہ کی تصدیق مسیح موعود کے زمانہ میں ہوئی ہے اسکی نظیر پہلے کسی زمانہ میں ثابت نہیں ہوتی۔ اگر آج ایک بادشاہ نے اُنکو اپنے ملک سے نکالا ہے تو کل دوسرے نے بھی تھوڑے دنوں کی بات ہے کہ زار روس نے کئی لاکھ یہودیوں کو نہایت ذلت کے ساتھ اپنے ملک سے بدر کر دیا ہے۔ اخباریں چلّا اُٹھی ہیں۔ مگر اس بدقسمت قوم کی کوئی دستگیری نہیں کرتا۔ اور کیوں کوئی دستگیری کر سکتا ہے جبکہ احکم الحاکمین اُسکے تعقب میں ہے۔

(۲) عیسائیوں کا مذہب بھی اسوقت ایسا مذہب ہے کہ جس کی طاقت ظاہری کے سامنے کوئی دوسرا مذہب لگا نہیں کھا سکتا کیونکہ یہ ایک شاہی مذہب ہے۔ اور جسقدر عیسائی قومیں ہیں اُن سب میں عیسائی بادشاہ ہیں اور یہی وجہ ہے کہ مذہب نصرانیت کو اسقدر زور و شور حاصل ہے ورنہ فی الحقیقت ایک ایسا کچا اور کمزور مذہب ہے کہ توحید کی ایک ٹھیس سے پاش پاش ہو سکتا ہے۔ اس مذہب نے سلطنت سے فائدہ اُٹھا کر اسقدر ہاتھ پاؤں پھیلائے ہیں کہ تمام روئے زمین پر اُسکا دور دورہ ہے

کوئی ملک کوئی شہر کوئی قریہ نہیں جہاں ان کے مشن قائم نہوں۔ علاوہ اسکے کروڑہا کتابیں چھاپ کر گھر گھر میں شائع کی ہیں جنکی تعلیمات کا یہ اثر ہوا ہے کہ مخلوقات خدا کے دلوں میں ایک بھاری تبدیلی واقع ہو گئی ہے۔ جسکی تفصیل ہم دجال کی فصل میں چلکر کرینگے۔ اِس مذہب کا لب لباب تثلیث پرستی اور کفارہ ہے۔ تثلیث کیا ہے۔ باپ بیٹا اور روح القدس جو الگ الگ خدا بھی ہیں اور پھر سب ملکر ایک خدا بھی ہیں۔ اور کفارہ یہ ہے کہ چونکہ خدا عادل ہے اسلئے اُسکے عدل کا تقاضا یہ تھا۔ کہ انسانوں کو سوائے سزا دئے نہ چھوڑے اور انسان چونکہ آدم کی اولاد تھے اور آدم گنہگار تھا اسلئے تمام بنی آدم گنہگار تھے وہ کسی صورت میں گناہ سے بری نہیں ہو سکتے تھے اسلئے وہ سب کے سب قابل سزا تھے لیکن اسکی رحم نے یہ تقاضا کیا کہ اپنے بیٹے کو دنیا میں سب کے لئے قربان کر دیا۔ لیکن ہمارے خیال میں تو یہ بات نہیں آسکتی اور کوئی عقل اسکو قبول نہیں کر سکتی۔ کیونکہ اس صورت میں خدا نہ عادل رہتا ہے اور نہ رحیم۔ کیونکہ مجرموں کو تو چھوڑ دیا اور ایک بے قصور آدمی کو سزا دیدی۔ ایسی کوئی نظیر دنیا کی مہذب سے مہذب گورنمنٹ بھی پیش نہیں کر سکتی کہ ایک قابل سزا آدمی کو جسنے قصور پر قصور کیا ہو معافی دیدی ہو اور اسکے بدلہ میں کسی بیقصور آدمی کو اُنکے بدلہ میں سزا دیدی ہو۔ جب دنیاوی سلطنت ایسا نہیں کر سکتی تو آسمانی سلطنت ایسی لغو حرکت کی کیوں مرتکب ہونے لگی۔ غرضیکہ اس مذہب کی جان توڑ کوشش اسی میں ہے کہ جسطرح ممکن ہو ان اعتقادات کو معمورہ عالم پر پھیلایا جائے اور ایک حد تک ان کو اسمیں کامیابی بھی ہوئی ہے۔ علاوہ اس کے منادوں نے جب دیکھا کہ ہماری تعلیم سے چنداں اثر نہیں ہوتا تو مذہب اسلام اور پیغمبر اسلام پر بڑے بڑے گندے پیرائیوں میں حملات کرنے شروع کر دئے اور اسلام اور پیغمبر اسلام کی توہین و تحقیر میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں رکھا۔ یہانتک کہ اُس پاک اور مقدس اور امام المعصومین ذات کی تھیٹروں میں نہایت گندے گندے پیرائیوں تصویر کھینچکر دکھانے لگے اور بڑی بڑی کمیٹیاں کرکے زمین کے کونے کونے میں گھسکر تثلیثی مذہب پھیلا رہے ہیں اور ہر سال نئی نئی تجاویز اور جدید در جدید مکر اور تزویر کو کام میں لاکر مخلوقات خدا کو اپنے پھندے میں پھنسانے کی کوشش بلیغ کر رہے ہیں۔ اور عورتوں اور تماشوں اور باجوں اور روٹیوں اور روپیوں کے ذریعہ بچوں اور نوجوانوں اور بوڑھوں کو اپنے آبائی دین سے پھسلا کر اپنے دین میں داخل کر رہے ہیں اس مذہب کے کارکنوں نے اسقدر سرگرمی دکھلائی ہے کہ جس کی نظیر ابتدائے دنیا سے اِس وقت تک نہیں پائی جاتی۔

(۳) برہمو لوگ ہیں جنکا بانی راجہ رام موہن رائے بہادر ہیں اور جسکا جلا دینے والا بابو کیشب چندر سین صاحب ہیں جنہوں نے انگریزی تعلیم سے فائدہ اُٹھاکر اور انگریزی زبان کو کمال درجہ تک حاصل کرکے نو تعلیم یافتہ لوگوں میں خاصکر ہندوؤں کے بچوں میں اس جدید مخترعہ مذہب کو رواج دیا جو موجودہ تعلیم انگریزی اور فلسفہ یورپ سے متاثر ہوکر اپنے مذہب سے یک لخت دل برداشتہ ہو چکے تھے۔ کیونکہ اُن کے آباواجداد کی وہ چیزیں معبود بنی ہوئی تھیں جو اُنکے ارد گرد تھیں اور جو انسان اشرف المخلوقات سے بدرجہا ذلیل ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے اس مذہب کا قبول کر لینا دشوار نہیں تھا کیونکہ اصول نہایت صاف اور سادہ تھے۔ اسلئے ہندو لوگ اسطرف مائل ہو گئے۔ اس گروہ نے عقل کو اپنا امام بنالیا اور تمام مذاہب میں جسقدر اخلاقی اور عمدہ باتیں جو اُنکی عقل میں اچھی معلوم ہوئیں اختیار کر لیا۔ اور سب بزرگان دین کی نرم نرم الفاظ سے تعریف بھی کر دی اور کہدیا کہ بڑے بڑے مہاتما تھے۔ مگر چونکہ انسان تھے اسلئے بعض بعض غلطیاں بھی اُن سے ہو گئیں۔ اور یہ سب بزرگ انبیاء صرف اپنی عقل خداداد سے کام لیتے تھے کوئی الہام یا کلام اُن کو خدا کی طرف سے نہیں ہوتا تھا اور نہ ہو سکتا ہے

الغرض اس قسم کے اصول کو ہاتھ میں لیکر بابو کیشب چندر سین صاحب نے اپنی خداداد فصاحت اور بلاغت کے ذریعہ جو زبان انگریزی میں انکو حاصل تھی ملک میں کھڑے ہو گئے اور جابجا لکچر دینے شروع کئے اور اسیطرح ہزار ہا لوگوں کو اس جدید مذہب پر مائل کر لیا۔ اب اس مذہب کی ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں میں سوسائٹیاں ہیں اور ہر ہفتہ میں پرچ ہوتی اور لکچر دئے جاتے ہیں۔ اور اس مذہب کو تمام مذاہب پر فوقیت دیجاتی ہے اور رسالے چھاپے جاتے ہیں۔

(۴) آریہ مذہب ہے۔ اسکا بانی مبانی پنڈت دیانند صاحب سرسوتی ہیں۔ یہ شخص بڑا چالاک اور ہوشیار آدمی تھا۔ اسکو کسیقدر زبان سنسکرت سے بھی واقفیت تھی اس نے جب دیکھ لیا کہ ہندو لوگ عموماً سنسکرت سے ناآشنا ہیں اور جو معدودے چند واقف بھی ہیں وہ دنیا کی موجودہ ترقی سے واقف نہیں اُسنے ان سب باتوں کو تاڑ کر تعلیم یافتہ ہندوؤں کو اسطرف توجہ دلائی کہ صرف ہماری ہی کتاب وید پرمیشر کی کتاب ہے اور کوئی کتاب خدا تعالے کی طرف سے نہیں ہے اور اسمیں تو جب سے بت پرستی کا کہیں بھی موجود نہیں اور جو بت پرستی کے قائل ہیں وہ ویدوں کی زبان سے بالکل ناواقف ہیں وہ اسکے غلط معنے کرتے ہیں۔ اور بارش اور آندھی اور ریل اور تار اور غبارہ وغیرہ سب کی نیچرل

فلاسفی اُسمیں موجود ہے۔ الغرض اس شخص نے وید کی عبارتوں کو موڑ مروڑ کر کیا کیا باتیں نکال لیں کہ کاشی جی کے پنڈت جو سنسکرت میں ید طولےٰ رکھتے تھے سُنکر ششدر رہگئے۔ اور اس بزرگ پنڈت نے اسی پر اکتفا نہ کر کے اسلام اور دیگر مذاہب پر بڑے بڑے حملے کئے۔ اس شخص نے اپنے مذہب میں نوابلہ فریبی کو برتا تھا لیکن اسلام جیسے پاک اور مقدس مذہب پر اُسکا وار کیونکر چل سکتا تھا کیونکہ وہ خود تو عربی سے محض نابلد تھا اور لاکھوں مسلمان گو اپنے مذہب سے گئے گذرے ہوئے تھے لیکن عربی زبان سے اچھی طرح واقف تھے اُسکی اِس کارروائی کو خوب تاڑ گئے۔ اُسنے عیسائی پادریوں کے اعتراضات جو انھوں نے محض شرارت سے اسلام اور پیغمبر اسلام پر کئے تھے لیکر اور اُن میں اَور مصالحہ لگا کر مسلمانوں کا دل دکھانا شروع کر دیا جسنے دیکھنا ہو ستیارتھ پرکاش کو ملاحظہ کرے۔ اور پھر نا عاقبت اندیش نوجوان ہندوؤں نے اسکو ایک بڑا زبردست ہتھیار سمجھ کر جگہہ جگہہ اسلام پر چلانا شروع کر دیا اور مسلمانوں کے بزرگوں کو نہایت ناپاک الفاظ سے یاد کرنے اور مسلمانوں کے بادشاہوں کے بعض مظالم پیش کر کے اپنی نوخاستہ قوم کو جوش دینے لگے اور یہ ٹھان لی تھی کہ جسطرح ممکن ہو مسلمانوں کو اس ملک ہندوستان سے نکال دیا جاوے اور انکا نام و نشان اسطرح سے مٹا دیا جائے جس طرح ہسپانیہ کے مسلمانوں کا عیسائیوں کے ہاتھوں سے ہؤا تھا۔

الغرض انہی خیالات کی بنا پر شہر بشہر اور قریہ بقریہ میں ان کی سماجیں قائم ہوئیں اور سکول کھولے گئے اور اُس قسم کی تعلیم ہونے لگی اور بڑے بڑے طرار مُنہ پھٹ سپیکر کھڑے ہو گئے اور اسلام کی طرف سے سب ہندوؤں کو نفرت دلانے لگے اور کتابیں اور اخبارین جاری کیگئیں۔

(۵) سکھ مذہب بھی ایک جدید مذہب ہی جسکے بانی بابا نانک صاحب ہیں۔ یہ ہندوؤں کے ہاں پیدا ہوئے۔ اللہ تعالےٰ نے انکو بچپن سے ہی مذہب کے لئے چن لیا تھا اسیواسطے وہ فقیروں اور جوگیوں کے پاس آتے جاتے تھے۔ جب بلوغت کو پہنچے اور اُنکو مذہبوں کی چھان بین کا خیال پیدا ہؤا تو سب مذاہب کے علماء و فقراء کے پاس جانے لگے۔ آخر مذہب اسلام سے اُن کو ایسا اُنس ہو گئی کہ مسلمان علماء و فقراء کی صحبت کو ترجیح دیتے تھے اور دو دفعہ حج بیت اللہ کو بھی تشریف لیگئے۔ بغداد شریف میں گئے۔ پھر سرسہ میں عبد الشکور سلمی ایک مشہور ولی اللہ کی مزار پر چلہ کشی کرتے رہے۔ شہر ملتان میں بھی شمس تبریز ایک مشہور ولی کی مزار پر چلہ کیا اور اُنکے مقام چلہ اور مسجد کے جہاں نماز پڑھتے تھے اب تک نشان باقی ہیں۔ اُنکے دست مبارک کا

پختہ ابتک شاہ شمس تبریز کے مقبرہ کی بیرونی دیوار پر ثبت ہے جسکو راقم نے ہمراہ مسیح موعود علیہ السلام بچشم خود دیکھا ہے۔ پھر ۱۲ سال تک ایک بزرگ شیخ فرید کی صحبت میں رہے۔ پھر ایک مسلمان کی بیٹی سے شادی بھی کی تھی۔ یہ تمام واقعات ظاہر کرتے ہیں کہ وہ فی الحقیقت مسلمان ہی تھے اور نہایت حکمت عملی سے اہل ہنود میں ریفارم کرتے رہے۔

علاوہ بریں سب سے بڑا اور پختہ ثبوت اُنکے مسلمان ہونیکا یہ ہے کہ وہ اپنا پیراہن چھوڑ گئے ہیں جسکو سکھ صاحبان چولہ صاحب کے نام سے موسوم کرتے ہیں اُسپر وہ وہ آیات قرآنی درج ہیں جنسے اسلام کا خدا کی طرف سے ہونا اور تمام مذاہب پر ترجیح رکھنا اور خدا کا وحدہ لاشریک ہونا اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا سچا رسول ہونا ثابت ہے۔ جنسے ہویدا ہے کہ بابا صاحب دین اسلام کے سچے عاشق اور شیدائی تھے اور اپنا پیراہن مبارک بطور وصیت نامہ کے چھوڑ گئے۔ بابا صاحب کا یہی ایک نشان صفحۂ دنیا پر ہے جسکی نسبت کسی کو بھی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ گو گرنتھ صاحب میں بہت سے مقامات پر اسلام اور اسلام کی تعلیم کا بڑا ذکر ہے اور اکثر قرآن حمید کی آیات کا ترجمہ ہے مگر چونکہ وہ دو سو برس کے بعد جمع کیا گیا ہے اسلئے وہ بت پرستوں کی دستبرد سے پورا محفوظ نہیں رہا بلکہ گورو بند صاحب نے جو ایک بت پرست ہندو تھے اور جنکو دنیا اور دنیا کے اموال سے دلی محبت تھی اُنہوں نے حکمت عملی سے ہر قسم کے جرائم پیشہ لوگوں کو اپنے ساتھ شامل کرکے بادشاہان وقت کو بڑی بڑی پریشانی میں ڈالا اور آخر اپنی قوم کو لوٹ مار اور جنگجوئی کا عادی بنا دیا اور بابا صاحب کی عارفانہ اور پاک تعلیم پر بالکل پانی پھیر کر اُن کے پیروان کو مسلمانوں کا دشمن اور خدائے وحدہ لاشریک سے منہ موڑ کر خود تراشیدہ دیوتاؤں کا دلدادہ کر دیا تھا اور اسطرح بابا صاحب کی تعلیم کو بالکل الٹ پلٹ دیا تھا۔ اور چونکہ اس قوم میں عموماً جہالت تھی اسلئے ان میں ایک بھی ایسا برآمد نہوا جنسے گورو گوبند صاحب کی چالاکی اور چالبازی کو سمجھ کر بابا صاحب کی تعلیم کو دوبارہ قائم رکھا ہو۔

الغرض بابا صاحب کی اول غرض سے یہ قوم دور جا پڑی پھر یہ لوگ بالکل ہی اُس بت پرست قوم ہنود کے ساتھ جا ملے اور سکھ کہلانے اور جُوڑا اپنے لمبے لمبے بال سر کے رکھنے کے سوائے اُن میں اور اہل ہنود میں ایک بال کے برابر فرق نہیں رہا۔ اب ان کی شہرت صرف بہادری کی وجہ سے ہے اور اکثر سکھ لوگ فوجوں میں بھرتی کئے جاتے ہیں۔

یہ لوگ باباصاحب کے مذہب سے بالکل ناآشنا ہیں صرف اسلام سے نفرت دلانیوالی بانیاں یا فحش اشعار یاد کر رکھے ہیں جو بازاروں اور میلوں کے موقعہ پر بڑے جوش سے گایا کرتے تھے اور دوسروں کے مذہب پر کوئی تعرض نہیں کرتے تھے۔ لیکن حال کے زمانہ میں اس قوم میں بھی مذہبی جوش پیدا ہو گیا ہے وہ بھی اپنے مذہب کو دیگر مذاہب دنیا پر ترجیح دینے کی کوشش کرتے ہیں اور گرنتھ صاحب کو خدا تعالیٰ کی وحی ماننے لگ گئے ہیں اور ہر سال بڑے بڑے جلسے کرتے اور بڑے بڑے جلوس نکالتے ہیں اور ایک کالج بھی الگ کھول دیا ہے۔ جس شخص نے اس بابا نانک کا حال مفصل معلوم کرنا ہو تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب ست بچن کو ملاحظہ کرے۔

(۶) **جین مت** ایک پرانا مذہب ہے جو مذہب بدھ کے ضعف کے وقت پیدا ہو گیا تھا۔ یہ لوگ دہریہ ہوتے ہیں یہ کسی خدا کے قائل نہیں ہیں بلکہ کہتے ہیں کہ انسان خود ترقی کرتا کرتا خود خدا بن جاتا ہے۔ اس مذہب کے دو گروہ ہیں ایک تو ڈھونڈن کا میلا کچیلا اور گندا پانی پیتے ہیں اور منہ اور ناک کو پارچات سے بند رکھتے ہیں کہ کہیں کوئی جاندار چیز اندر نہ چلی جائے۔ اور دوسرا گروہ ہے کہ منہ کو تو بند نہیں رکھتے لیکن جب زمین پر چلتے ہیں تو خوب بچ بچ کر تا کہ کہیں کوئی کہیں کیڑا مکوڑا پاؤں کے نیچے دب کر نہ مر جائے یہ لوگ ہر قسم کے گوشت سے پرہیز کرتے ہیں اور پانی گرم کر کے پیتے ہیں تا کہ کوئی جانور اندر نہ چلا جائے۔ یہ گروہ بھی مثل دوسرے فرقوں کے خاموش تھا لیکن زمانہ حال میں انکو بھی جوش ہؤا ہے اور انکے گروہ جنکو پوج کہتے ہیں وہ ان گونیں پھرتے رہتے ہیں۔ رسالے چھپواتے اور اپنے مذہب کی ترویج میں سعی اور کوشش کرتے رہتے ہیں۔ یہ لوگ شادی کرنا اور متاہل بننا پاپ یعنے گناہ سمجھتے ہیں بلکہ کہتے ہیں کہ جب تک انسان مجرد ہنو ئے گیاش یعنے بہشتی نہیں ہو سکتا۔ راقم کو بھی ان کے ایک پوج سے ملاقات کرنے اور انکے مذہبی اصول پر گفتگو کرنے کا موقع ہؤا ہے۔

(۷) **سناتن دھرم** یا مادہ پرست ایک بہت بڑی قوم ہندوستان کے تمام کونوں میں موجود ہے۔ اس قوم کا ابتدا سے کسی دوسرے مذہب سے تعرض نہیں تھا یہ قوم ہر چیز کی پرستش کرتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ ۳۳ کروڑ دیوتے پرستش کے لئے قائم کر رکھے ہیں۔ جو چیز دل کو اچھی لگی یا جسکو مفید پایا یا اپنے سے طاقتور پایا خدا بنا لیا۔ یہ قوم کسی دوسرے مذہب کو کسی قسم کا ضرر نہیں دیتی تھی۔ ہاں جب سے مسلمانوں نے عنان توجہ اس ملک کی طرف

پھیری اور بعض ہمدرو بنی نوع انسان بادشاہوں نے انکو اس ظلمت کدہ سے نکالنے کی کوشش کی تو بعض پولٹیکل مصلحت سے اِن لوگوں کو مسلمانوں سے ایسی نفرت دلائی گئی کہ اِن کیساتھ چھو جانے کو بھی مذہب کی ایک جزو بنادیا گیا اور دریائے سندھ سے اُس پار جانے کو اپنے دھرم کاٹ جانا قرار دیدیا گیا غرض اس حدتک انکی کوشش تھی - لیکن اس زمانہ میں اس قوم کو بھی اسقدر سرگرمی پیدا ہو گئی ہے کہ اپنے مذہب کو دوسرے تمام مذاہب پر ترجیح دیتے ہیں اور اپنی بت پرستی یا مادہ پرستی کے ثبوت اقلیدس کے طور پر پیش کرتے ہیں اور بڑے بڑے رسالے نکالتے اور اخباریں شائع کرتے ہیں اور ہر سال بڑی بڑی مجالس اور مجمع کرتے اور اپنے مذہب کی صداقت ظاہر کرتے ہیں۔

(۸) **شاکتک مت** - یہ مت بھی سناتن دھرم کی ایک شاخ ہے جو زمانہ قدیم سے چلی آتی ہے اس مت کو ایران کے مزدک فرقہ سے کمال درجہ تک مناسبت ہے - یہ مت ہمیشہ اپنی کارروائی خفیہ کرتا چلا آیا ہے - لیکن آجکل ان میں بھی زور و شور ہے - ہر ہفتہ ان میں چکر ہوتے ہیں - اس مت کی طرز عبادت تو وہی ہے جو عام مادہ پرستوں کی ہے ہاں اتنا فرق ہے کہ مادہ پرست قومیں گوشت جانوران سے بہت پرہیز کرتے ہیں مگر شاکتک مت کے لوگ جنکو بام مارگی بھی کہتے ہیں بے دھڑک حیوانوں کا گوشت کھاتے ہیں حتیٰ کہ انسان کے گوشت سے بھی پرہیز نہیں کرتے اور شراب اس کثرت سے پیتے ہیں کہ جسکی حد نہیں - خاص وقت پر محرمات بھی انکے لئے حلال ہیں - بلکہ قرب پرمیشر کا اعلےٰ ذریعہ سمجھتے ہیں - یہ مت بھی ہندوستان کے تمام اضلاع میں پایا جاتا ہے اور اسمیں راجہ اور مہاراجہ اور بڑے بڑے امرا و اہل ہنود شامل ہیں - جس شخص نے اس مذہب کی کیفیت مفصل معلوم کرنی ہو تو وہ کتاب گپت پرکاش مصنفہ سنت پربھو دیال بھرو چی شرمان جھنگن کو مطالعہ کرے -

(۹) **مجوسی** بھی ایک قوم ہے جو شمس پرست اور آتش پرست ہے - یہ مذہب بھی ہندوؤں سے بہت ملتا جلتا ہے - اب یہ مذہب صرف پارسیوں تک محدود ہے - جو ہندوستان کی مغربی گھاٹ کے کنارے کنارے رہتے ہیں یہ لوگ شاہان اسلام سے ڈر کر یا حکماً جلاوطن ہو کر اس ملک ہندوستان میں آنکر آباد ہوئے - یہ لوگ دو خداؤں کے قائل ہیں ایک نیکی کا خدا جسکو یزدان کہتے ہیں - اور ایک بدی کا خدا جسکو اہرمن کہتے ہیں - اِس قوم میں کوئی چھوت نہیں - یہ لوگ مسلمانوں کا پکا ہوا کھا پی لیتے ہیں یہ لوگ نہ اپنے مُردوں کو دفن کرتے ہیں اور نہ جلاتے ہیں بلکہ ایک احاطہ کے اندر جو اسی غرض کے لئے مخصوص کیا ہوتا ہے مُردے کو رکھ چھوڑتے ہیں جنکو گدہیں آنکر کھا جاتی ہیں - یہ لوگ پہلے بڑے کمزور تھے

لیکن بندرگاہوں پر سکونت رکھنے کی وجہ سے یہ لوگ تجارت پیشہ قوم بن گئی ہے اور اسی تجارت کی وجہ سے بڑے آسودہ اور مالدار قوم ہو گئی ہے۔ انہوں نے اپنے مذہب کا غایت دنیا کمانا ہی سمجھ رکھا ہے۔ سب سے پہلے ہندوستان میں یہی قوم پیدا ہوئی ہے جسنے تھیئٹر کی کمپنیاں قائم کرکے روپیہ کمانے کا ڈھنگ نکالا۔ اور اسطرح سے اسلام کے نوجوانوں اور نوخیز بچوں کو اس قابل نفرت کام کا شیدائی بنا دیا۔ اور اسکی تاثیر صرف بچوں اور نوجوانوں تک ہی محدود نہیں رہی بلکہ اس اثر سے نیچر کا دلدادہ بھی محفوظ نہ رہ سکا۔ بلکہ اُسکو بھی خود تھیئٹر قائم کرنا اور بذات خود سوانگ بنکر سٹیج پر ایکٹ لینا پڑا۔ اس غارتگر تماشہ نے خاندان کے خاندان تباہ کر دئے اور جسقدر اخلاقی بدیاں اس منحوس تماشے کی بدولت مخلوق خدا میں پھیلگئی ہیں اسکی نظیر بہت ہی کم تاریخ کے ورقوں میں نظر آئیگی۔ گو ابتدا میں تھیئٹر ایک عمدہ بنا پر قائم ہؤا تھا کہ اس ذریعہ سے ملکی اصلاح اور اخلاقی اور تمدنی نقص دور ہوں لیکن نتیجہ برعکس نکلا ہے۔

(۱۰) دنیا میں جسقدر آجکل **دہریت** کا زور ہے اسکی نظیر زمانہ سابق میں نہیں ملتی۔ پیشتر اگر کوئی دہریہ ہوتے بھی تو عام طور سے وہ اپنے خیالات کا اظہار نہیں کرتے تھے بلکہ مخفی رکھنا مصلحت سمجھتے تھے۔ لیکن آجکل اس جماعت نے اسقدر زور پکڑا ہے کہ بڑی بڑی مجلسیں قائم کرکے اپنے خیالات کو برملا ظاہر کرتے اور تمام مذاہب آسمانی پر نکتہ چینی کرتے اور اُنکے پیروؤں کو خبطی اور بے وقوف قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نہ کوئی خدا ہے اور نہ ہی کوئی رسول ہے۔ لوگوں نے اپنی طرف سے ڈر کر اور کمزوری محسوس کرکے انکو ایجاد کر لیا ہے۔ ورنہ خدا کو کیا مصیبت پڑی ہے کہ لوگوں کو شریعت کے زنجیروں میں قید کرے اور اُنکی فطری آزادی کا ستیاناس کر دے۔ یہ گروہ اب دنیا میں بہت ترقی کر رہا ہے وجہ یہ ہے کہ اکثر حصہ انسانوں کا حیوانات سے مشابہ ہے اور جس طرح جانور آزادی کو پسند کرتا اور جنگلوں اور بیابانوں میں بے روک ٹوک پھرنا پسند کرتا ہے اسیطرح وہ انسان بھی جنپر حیوانات کا مادہ غالب ہو رہا ہے وہ بھی اس آزادی کو پسند کرتے ہیں اور اسی واسطے وہ کسی گناہ کو گناہ نہیں سمجھتے۔ چنانچہ ایک دہریہ کا ذکر ہے کہ جب وہ گھر میں گیا اور دیکھا کہ اُسکی زوجہ ایک غیر آدمی سے مُنہ کالا کر رہی ہے لیکن اُس نے کچھ تعرض نہ کیا اور جب لوگوں نے اُس سے کہا کہ یہ کیا بے جا حرکت ہے آپ اسکا بندوبست کریں تو اُسنے بے دھڑک ہو کر کہا کہ ہم کہانتک چمڑے کی رکھوالی کرتے پھریں۔ ہمارے نزدیک یہ کوئی بُری بات نہیں ہے۔ جورو نے اپنا دل خوش کر لیا اسمیں ہمارا کیا نقصان ہے۔ الغرض دہریوں نے صرف

زبانی ہی زبانی اپنے خیالات کا ہی اظہار نہیں کیا بلکہ ہزارہا کتابیں اپنے دعوے کی تائید میں طبع کرا کر شائع کرتے اور اخبارات نکالتے ہیں۔

(۱۱) دنیا میں نیچرلسٹ بھی ایک بڑا فرقہ ہے۔ یہ لوگ بھی دہریوں کے چھوٹے بھائی ہوتے ہیں۔ یہ لوگ نیچر یعنے فطرت اللہ کو ہی اپنا ماوا و ملجاء سمجھتے ہیں۔ اور انکا اعتقاد ہے کہ جو کچھ فطرت اللہ میں مقرر ہو چکا ہے اب اسمیں اللہ تعالیٰ کا کوئی تصرف نہیں ہے۔ اور وہ بُت کی طرح بیکار ہے۔ اور جو کچھ ہوتا ہے وہ اتفاقات زمانہ سے ہوتا ہے۔ اِس اعتقاد کے لوگ صرف غیر مذاہب کے ہی لوگ نہیں بلکہ ایک بڑا حصہ مسلمانوں کا بھی اہل ایمان کے غارتگر فرقہ میں شامل ہے۔ یہ فرقہ بھی اپنی تعلیمات کو برملا پوری طاقت کے ساتھ شائع کر رہا ہے۔

(۱۲) تھیاسوفسٹ ایک فرقہ ہے جو دنیا کے مختلف ممالک میں ہے وہ زیادہ تر ہندوستان کے قدیم جوگیوں کی باتوں کو رواج دیتا اور توجہ باطنی کو استعمال میں لاتا ہے۔ یہ فرقہ بھی قریب قریب دہریوں کے ہوتا ہے۔ اس مذہب کے مرد اور عورت وطن سے نکلکر بڑے بڑے شہروں میں پبلک جلسوں میں لکچر دیتے ہیں۔

علاوہ ان کے جسقدر روے زمین پر قومیں ہیں وہ بھی اپنے خیالی مذہبی اصول کو ترویج دینے میں بڑی سرگرم ہیں خود مسلمانوں میں جسقدر فرقے ہیں اُنمیں ایک جوش پیدا ہو رہا ہے خواہ کتنی غلطیاں اُنکے مذہب میں پڑگئی ہوں مگر جس جس عقیدہ پر کوئی جا بیٹھا ہے اُسی کو حق بجانب خیال کر کے دوسرے کو گمراہ اور حق سے دُور سمجھتا ہے۔ مثلاً سُنّی جنمیں حنفی۔ مالکی۔ شافعی۔ حنبلی۔ اور اہلحدیث بھی ہیں جنکو وہابی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ پھر ان میں کوئی چشتی ہے۔ کوئی قادری ہے کوئی نقشبندی اور کوئی سہروردی ہے۔ یہ سب ایک دوسرے کو بُرا بھلا کہتے اور ایک دوسرے کی مخالفت میں اسقدر رکتابیں اور رسالے لکھتے ہیں کہ العیاذ باللہ ایک طومار کا طومار کھڑا ہو جاتا ہے۔ خاص وہابیوں اور حنفیوں میں اسقدر عداوت اور دشمنی ہے کہ ایک دوسرے کو کافر اور بدعتی تصور کرتے اور ایکدوسرے کی مساجد میں نمازیں ادا کرنا سخت گناہ سمجھتے ہیں۔ بلکہ مار پٹائی تک نوبت پہنچکر عدالتوں میں جاتے اور حکام کو پریشان کرتے ہیں۔

اُدھر شیعہ اور خوارج ہیں جو سُنّیوں کو کافر و گمراہ سمجھتے ہیں اور سُنّی اُنکو ضال مضل قرار دیتے ہیں اور یہ سب ایک دوسرے کے برخلاف بڑی بڑی کتابیں شائع کرتے ہیں۔ حال ہی میں ایک بابی فرقہ

پیدا ہوا ہے جو ممالک اسلامی میں بڑی ترقی کر رہا ہے جنکے اصول قریب قریب دہریوں کے ہیں۔

اسوقت ہزارہا فرقے موجود ہیں جو بلند آواز سے دنیا میں کھڑے ہو کر اپنے اپنے اصول کی منادی کرتے پھرتے ہیں ہمنے صرف چند بڑے بڑے فرقوں کا ذکر کر دیا ہے اور باقیوں کو بوجہ طوالت چھوڑ دیا ہے۔ اگر ہم صرف لنگوٹی پوش فقیروں کے گروہوں کا ذکر لکھنا چاہیں تو ایک مستقل کتاب بنجاتی ہے غرض کوئی فرقہ نہیں ہے جو مذہبی رنگ میں جوش و خروش نہ کرتا ہو۔

جب ہم تعلیم کی طرف دیکھتے ہیں تو ہر فرقہ کے لوگ جو علم کے نام سے بھی واقف نہ تھے تعلیم کے لئے کھڑے ہو گئے ہیں اور جابجا مدرسے قائم کر لئے ہیں۔ اس پہلو میں بھی ایک ہلچل پڑ رہی ہے۔

پھر جب ہم تجارت کی طرف غور کرتے ہیں اُسمیں بھی اِسقدر ترقی ہے کہ جسکی حد نہیں وہ لوگ جو کہ چند کوس بھی باہر نکلنا موت کے برابر سمجھتے تھے اب دنیا کے اِس کنارہ سے اُس کنارہ تک جاتے اور تجارتیں کرتے ہیں۔ اور کوئی چیز صفحۂ دُنیا پر ایسی نظر نہیں آتی جسکی تجارت نہ ہوتی ہو۔ جنکے گرد دنیا میں نہایت ردّی سے ردّی چیز ہڈیاں اور پاخانہ ہے وہ بھی اب بڑی قیمت پاتے ہیں۔ اور ان سے جہاز اور ریلیں بھری ہوئی آتی اور جاتی ہیں۔ اور جن لوگوں کو کبھی بھی دوسرے قریب کے شہروں کے میوہ جات میسر نہیں آسکتے تھے اب دُنیا کے جس حصہ کے میوہ جات وغیرہ چاہیں منگوا کر کھا سکتے ہیں اسی طرح کتابوں اور دیگر اشیاء کا حال ہے۔

جب ہم فیکٹریوں اور ملوں پر غور کرتے ہیں تو انسان دیکھکر ششدر رہ جاتا ہے۔ کسقدر مخلوق ان میں سرگرم ہوتی ہے اور کسقدر اشیاء تیار ہوتی ہیں کہ انسان دیکھکر حیران رہجاتا ہے۔

جب فوجی ڈیپارٹمنٹ کی طرف نظر اُٹھاتے ہیں تو ایک قیامت کا نمونہ نظر آتا ہے۔ جسقدر جنگی سامان اور اوزار اور بارود ایجاد ہوئے ہیں اگر اُن کا ذکر کیا جاوے تو بدن پر لرزہ آجاتا ہے۔ دنیا کی کوئی سلطنت نہیں جسنے ان سامانہائے جنگ کو ترقی ندی ہو۔ اور اسوقت تک ایسے ایسے خطرناک اوزار پیدا کئے گئے ہیں کہ جنکے استعمال سے مضبوط قلعے اور فصیلیں ایک آن کی آن میں نابود ہو سکتی ہیں اور مخلوقات خدا اسطرح تباہ ہو سکتی ہے جسطرح لاکھوں کروڑوں پرندوں کو ایک مکان میں بند کیا ہوا ور پھر آگ لگا دیجاوے۔

پھر جب سول کے پہلو کو دیکھتے ہیں تو اُس میں کیا کیا ایجادیں ہوئی ہیں جن سے کاروبار میں اعلیٰ درجہ کی سہولیت ہو گئی ہے۔

پھر جب ہم لوگوں آمد و رفت کو دیکھتے ہیں تو عقل حیرت میں آجاتی ہے جس شخص کو دیکھنا ہو بڑے بڑے ریلوے سٹیشنوں اور بندرگاہوں میں جاکر دیکھ لے۔ زمین ہلتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔

الغرض دُنیا کی جسقدر مخلوقات ہے اُن سب میں ایک تزلزل ہو رہا ہے اور ایک عجیب حرکت ہو رہی ہے

(۱۸) اُس زمانہ میں زمین اپنے خزانے نکال ڈالیگی اور زمینی مخلوقات اپنی اپنی خاصیتیں ظاہر کریگی جسکو دیکھکر انسان حیرت میں آجائیگا کہ کیونکر خدا کی قدرت ظاہر ہو رہی ہے۔ اسکی تصدیق قرآن شریف کی آیت واخرجت الارض اثقالها وقال الانسان مالها۔ سے ہوتی ہے جسکے معنے ہیں کہ زمین اپنے بوجھ نکال ڈالیگی اور انسان کہے گا کہ یہ کیا ہو گیا۔

جب ہم دنیا پر غور کرتے ہیں تو واقعی زمین اور اسکی مخلوقات ہر پہلو سے ایک عجیب نظارۂ قدرت دِکھلاتی ہے کہ انسان بلاشک دریائے حیرت میں تیرنے لگتا ہے۔ جدھر نگاہ کرو جس پہلو کو دیکھو سب میں ایک حیرت بخش نیرنگی معلوم ہوتی ہے۔

خود زمین کو دیکھو تو ثابت ہوتا ہے کہ اس نے ہر قسم کے خزانے اگل ڈالے ہیں۔ چنانچہ جو زمین صدیوں سے بیکار اور بنجر پڑی ہوئی تھیں وہ سب زرعی بنالی گئی ہیں اب اسقدر اُن کی پیداوار ہوتی ہے کہ اگر غیر ممالک میں تجارت کا سلسلہ قائم نہ ہوتا تو کوئی انکو اُٹھا بھی نہ سکتا۔ اور پھر ایسی زمین جنکی ایک پائی بھی قیمت نہیں پڑسکتی تھی بلکہ لوگ مفت دیتے تو بھی کوئی قبول نہیں کرتا تھا یا اب وہی زمین ہے جسکی قیمت اسقدر بڑھ گئی ہے کہ سینکڑوں بلکہ ہزاروں روپیہ تک نوبت پہنچ گئی ہے۔ کیا یہ زمین کے خزانے نہیں ہیں۔

علاوہ اسکے زمین کی پیداوار جسقدر ہوتی ہے اسکی قیمت پچاس سال پہلے کی نسبت آٹھ دس گنا بڑھ گئی ہے اور یہی وجہ ہے کہ لوگ بہت آسودہ حال ہو گئے ہیں۔

پھر جسقدر کانیں اِس تھوڑے سے عرصہ یعنے پچاس ساٹھ سال کے اندر معلوم ہوئی ہیں زمانہ سابق میں اسکی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ چنانچہ سونے اور چاندی۔ لوہے اور تانبے۔ سیسے اور کوئلے اور کیروسین آئل اور نمک اور نیلم اور زمرد اور یاقوت وغیرہ قیمتی اشیاء کی کانیں حال ہی میں اس کثرت سے معلوم ہوئی ہیں کہ انسان سُنکر حیران رہجاتا ہے۔

یہ تو وہ اشیا ہیں جو بلا واسطہ زمین سے پیدا ہوتی ہیں لیکن جو چیزیں بالواسطہ زمین سے نکلتی ہیں اُن کا شمار کرنا بھی مشکل ہے۔

جب ہم انسانی کمالات کو دیکھتے ہیں تو بحر حیرت میں رہ جاتے ہیں۔ کیونکہ انسان نے ہر پہلو میں یعنے نیک اور مضید پہلو میں بھی ترقی کی ہے اور بد پہلو میں بھی۔ ہم ہر پہلو میں الگ الگ مختصر حال لکھتے ہیں۔

(۱) علمی پہلو پر جب غور کرتے ہیں تو جسقدر ان پچاس ساٹھ سال میں ترقی ہوئی ہے تاریخ دُنیا کسی زمانہ سابق میں کوئی نظیر نہیں دکھلا سکتی۔ کوئی شاخ علوم ایسے نہیں پائی جاتی جس میں حیرت ناک ترقی نہ ہوئی ہو مثلاً (الف) جب ہم علم ادب کی طرف دیکھتے ہیں تو کیسے کیسے آسان اور سہولیت آمیز قواعد نکلے ہیں جنکی پیروی سے انسان بہت جلد عالم اور ادیب ہو سکتا ہے۔

(ب) علم لغت میں بڑی بڑی کتابیں لکھی گئیں۔

(پ) علم صرف ونحو میں عجیب در عجیب کتابیں نکلی ہیں جنکے مطالعہ سے اِنسان بہت اعلےٰ درجہ کا فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔

(ت) علم طبعی میں جو ترقی ہوئی ہے اسکی مثال کہیں نہیں ملتی۔ اس علم پر بڑی بڑی ضخیم کتابیں تصنیف ہو چکی ہیں

(ث) ایسا ہی علم کیمسٹری میں بڑی ترقی ہوئی ہے اور اس علم میں بکثرت کتابیں لکھی گئی ہیں۔ جس نے فن ڈاکٹری کو بڑی مدد دی ہے۔ اور جسقدر رنگ دنیا میں اسوقت پائے جاتے ہیں یہ اس علم کی برکت ہے کہ اس آسانی اور ارزانی سے غریب سے غریب شخص کو بھی مل سکتے ہیں۔ اور جسقدر دوائیں سریع الاثر اور صاف اور مصفا نظر آتی ہیں وہ سب اس علم کی بدولت ہیں۔

(ج) علم طب میں نہایت ہی اعلےٰ درجہ کی ترقی ہوئی ہے۔ اور گذشتہ زمانوں میں کہیں خاص خاص مقام پر حکیم میسر آتا تھا۔ اب ہر جگہ ہر قریہ میں کثیر التعداد حکیم اور ڈاکٹر مل سکتے ہیں۔ اور امراض کے معلوم کرنے کے لئے کیا کیا عجیب آلہ اور ادویات پیدا کی گئی ہیں۔

(ح) علم تشریح میں اَیسی ایسی ترقی ہوئی ہے کہ معجزہ قرار دیں تو نامناسب نہیں۔ یہانتک کہ اندر کے حالات اُسیطرح معلوم کر سکتے ہیں جسطرح باہر کی آنکھوں کے ذریعہ معلوم کرتے ہیں۔

(خ) علم فن جراحی میں بھی اعلےٰ درجہ کی ترقی پائی جاتی ہے۔ جیسے کہ خطرناک رسولیوں اور پھوڑوں کو ایسی آسانی سے کاٹا اور چیرا جاتا ہے کہ انسان کو کچھ تکلیف ہی نہیں ہوتی۔ اور پھر نابیناؤں کی آنکھوں کو کس صفائی سے بنایا جاتا ہے۔ اور طرفہ یہ کہ درد بھی نہیں ہونے پاتا۔

(د) فن جہازرانی کی طرف دیکھو کہ ایک حد تک خدا کی عظمت وشان معلوم ہوتی ہے۔

(ذ) فن تجارت کو ملاحظہ کرو کہانتک رونق دی گئی ہے۔ تاجر تمام روئے زمین پر بلا تکلف خرید

و فروخت کر سکتے ہیں۔

(ر) فنون جنگ کی طرف غور کرو کہاں تک ترقی ہوئی ہے۔ کہ قلیل مدت میں اگر چاہیں دُنیا کو ہلاک کر سکتے ہیں۔

(ذ) فن فوٹوگرافی یعنے فن تصویر کشی میں کیسی حیرت بخش ترقی ہے کہ بہت آسانی سے تصویر کھنچ سکتی ہے اور مانی اور بہزاد بھی اگر زندہ ہو کر آجاتے تو وہ بھی حال کے فن تصاویر کو دیکھکر شرما جاتے۔

(س) علم ہیئت کے متعلق بڑی بڑی جدید تحقیقات ہو کر بڑی بڑی کتابیں لکھی گئی ہیں۔

(ش) علم نجوم میں بھی بڑی بڑی کتابیں قلمبند ہوئی ہیں۔

(ص) علم طبقات الارض میں جسقدر تحقیقات ہوئی ہیں اُنکے سُننے سے انسان ششدر رہجاتا ہے۔

(ض) علم جر ثقیل میں نمایاں ترقی ہوئی ہے۔

(ط) علم تواریخ میں بڑی ترقی ہوئی ہے۔

(ظ) علم جغرافیہ میں علیٰ ہذالقیاس اسقدر ترقی ہو کہ اب دُنیا کا ایک کونہ بھی ایسا معلوم نہیں ہوتا جسکی تحقیقات نہو چکی ہو۔

(ع) علم ریاضی کو بھی کمال تک پہنچایا گیا ہے۔

(غ) بوٹنی یعنے علم نباتات میں بھی حیرت بخش ترقی ہوئی ہے۔

(ف) میٹیریولاجی یعنے علم کرۂ ہوا میں ایک معجزہ نما ترقی ہوئی ہے جسکے ذریعہ سے انسان معلوم کرتا ہے کہ کہاں اور کس موقع پر آندھی یا بارش ہوگی۔

(ق) علم الٰہیات پر بڑی بڑی ضخیم کتابیں مدون ہوئیں۔

(ک) علم کلام میں معتدبہ ترقی ظہور میں آئی۔

(گ) فن کل سازی میں کیسی تعجب انگیز ایجادیں ہوئیں۔ صرف ریلوے اور تار برقی اور فوٹوگریفی کی طرف ہی نگاہ کرو ایک معجزہ کا اثر رکھتی ہیں۔

(ل) علم معدنیات میں کیا کیا اور کہاں تک ترقی ہوئی۔

(م) علم فلسفہ میں بڑی بڑی کتابیں معرض تحریر میں آئیں۔

(ن) علم موجودات میں کیا کیا تفتیشیں کیگئیں۔

(و) فونوگریفی یعنے علم آواز میں معجزنما ترقی ہوئی۔

(۵) فن ٹائیپ میں کیا کیا ایجادیں مفید ظہور میں آئی ہیں اور کسقدر نایاب اور مفید کتابیں چھاپی گئی ہیں جنکو ہر مرتبہ کا انسان آسانی سے حاصل کر سکتا ہے۔

(۶) علم حیوانات میں کثیر التعداد کتابیں لکھی گئیں۔

(ی) فن تعمیرات میں کیسی کیسی ایجادیں نکلیں۔

غرض ہم کہانتک علوم وفنون کا نام لیں جسقدر فنون وعلوم ذہن میں آسکتے ہیں سب میں حیرت بخش ہلچل پڑی ہوئی ہے۔

(۲) جب دوسری طرف یعنے بدی کا پہلو لیتے ہیں تو اُس میں انسان کا کمال پایا جاتا ہے۔ مثلاً چوری۔ قزاقی۔ ڈاکہ زنی۔ نقب زنی۔ رنڈی بازی۔ قمار بازی۔ فریب بازی۔ دھوکہ دہی جعلسازی وغیرہ بدکاریوں میں اسقدر چالاک اور مشّاق ہوگیا ہے کہ جس کی نظیر زمانہ گذشتہ میں پائی نہیں جاتی۔

(۳) سفر اسقدر بڑھگیا ہے کہ انسان دیکھ کر متحیر ہو جاتا ہے کہ کسقدر مخلوقات ہر روز ریلوں اور جہازوں میں بیٹھ کر آمد و رفت کر رہی ہے۔ سٹیشنوں اور بندروں پر جا کر معلوم ہوتا ہے کہ شہر کا شہر اُمنڈا چلا آتا ہے۔

(۴) جب ہم کارخانوں کی طرف دیکھتے ہیں تو وہاں بھی ایک عجیب شور و غل سنائی دیتا ہے۔ کس کثرت سے مشینیں چل رہی ہیں۔ کہیں روئی صاف ہو رہی ہے۔ کہیں سوت کت رہا ہے۔ کہیں کپڑا بنا جارہا ہے۔ کہیں غلہ صاف ہو رہا ہے۔ کہیں آٹا پس رہا ہے۔ کہیں چمڑا رنگا جا رہا ہے۔ کہیں بوٹ بن رہے ہیں۔ کہیں کاغذات تیار ہو رہا ہے۔ کہیں برف منجمد ہو رہی ہے۔ کہیں کپڑے سیئے جا رہے ہیں کہیں لکڑی چیری اور کاٹی جارہی ہے۔ کہیں لوہا ڈھل رہا ہے۔ کہیں کلیں بن رہی ہیں۔ غرض جس پہلو میں نظر کرو روئے زمین پر ایک تزلزل ہو رہا ہے۔

(۵) جب ہم انسانی انتظام میں غور کرتے ہیں تو وہاں بھی انسان کی آنکھ خیرہ ہو جاتی ہے کیسے کیسے عجیب قوانین نکالے گئے ہیں کیسی صاف اور سیدھی سڑکیں بنائی گئی ہیں۔ کسقدر مدرسے ہر قسم کی تعلیم کے لئے قائم کئے گئے ہیں۔ کیا کیا محکمجات جاری کئے گئے ہیں۔

(۶) وعظ اور لکچر بازی کا سلسلہ نہایت زوروں پر ہے۔ کس طراری اور طلاقت لسانی سے سچ اور جھوٹ کو ملایا جاتا ہے۔ الغرض زمین کی نسبت جسقدر وہم وگمان میں آسکتا تھا وہ سب

نے اکل ڈالا ہے اور یہ پیشگوئی قرآن کریم کی پوری اور اتم معنوں میں پوری ہو گئی ہے۔

(۱۹) اُس وقت دجال کا تسلط ہوگا۔ سو یہ بات بھی روز نصف النہار کی طرح ظاہر و باہر ہے۔ اس وقت ایک فرد بھی ایسا نظر نہیں آتا جو دجال کے تسلط سے باہر ہو۔ الا ماشاء اللہ۔ وجہ یہ ہے کہ خود اللہ تعالے بھی دجال کی نسبت اپنی کلام میں خبر دیتا ہے کہ وہ ایک بڑا ہی فتان ہوگا۔ چنانچہ وہ آیت یہ ہے لخلق السموت والارض اکبر من خلق الناس یعنے آسمانوں اور زمینوں کی خلق دجال کی خلق سے بڑھ کر ہے۔ اس آیت سے واضح ہوتا ہے دجال بھی ایسی ایسی ایجادیں کریگا کہ لوگ حیرت میں آجائینگے۔ اگر کسی کو شک ہو کہ الناس کے لفظ سے دجال کیسے مراد ہو گیا سو اسکے ثبوت میں ہم تفسیر معالم التنزیل کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ صاحب تفسیر مذکور اس آیت کے نیچے لکھتے ہیں سو قال قوم اکبر ای اعظم من خلق الدجال ولکن اکثر الناس لا یعلمون یعنی الیهود الذین یخاصمون فی امر الدجال۔ صاحب معالم التنزیل فرماتے ہیں کہ ایک قوم کہتی ہے کہ الناس سے مراد دجال ہے۔ لیکن بہت لوگ نہیں جانتے اور وہ لوگ یہودی ہیں جو دجال کے بارہ میں جھگڑا کرتے ہیں دیکھو تفسیر معالم التنزیل صفحہ ۱۲۸۷ وغیرہ تفاسیر۔

اس کی تائید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ذیل ہے۔ وھو ھذا۔ روی عن ھشام بن عامر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما بین خلق ادم الی قیام الساعۃ خلق اکبر فتنۃ من الدجال۔ رواہ احمد مسلم۔ یعنے ہشام بن عامر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آدم کی پیدائش اور قیامت کے درمیان کوئی ایسی خلق نہیں جو دجال کے فتنہ سے بڑی ہو۔ دیکھو تفسیر معالم صفحہ ۸۲ ۷۔ وکنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۹۴ و مشکوۃ صفحہ ۴۸۷ و تفسیر حسینی قلمی ۱۲ ۷۸۔

ایک دوسری حدیث میں جو مسلم میں ہے لکھا ہے عن عمران بن حصین قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما بین خلق ادم الی قیام الساعۃ امر اکبر من الدجال۔ یعنے عمران بن حصین سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا ہے کہ حضرت آدم سے لیکر قیامت تک دجال سے بڑھ کر کوئی امر نہیں ہے۔ دیکھو مشکوۃ صفحہ ۴۷۶

قرآن کریم اور حدیث سے واضح ہے کہ اللہ تعالے اور اُسکے رسول علیہ السلام نے خبر دی ہے کہ دجال کا فتنہ تمام فتنوں سے بڑھ کر ہوگا اور صرف یہی نہیں تمام انبیاء بھی اپنی امت کو دجال سے

ڈراتے چلے آئے ہیں۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے۔

اخبرنا ابوسعید الطاہری انا جدی عبد الصمد بن عبد الرحمن البزاز انا محمد بن زکریا الندا خری انا اسحٰق الدبری ثنا عبد الرزاق انا معمر عن الزہری عن سالم عن ابن عمر قال قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الناس فاثنی علی اللہ بما ھو اھلہ ثم ذکر الدجال فقال انی لانذرکموہ و ما من نبی الا انذرہ قومہ لقد انذرہ نوح قومہ ولکنی ساقول لکم فیہ قولا لم یقلہ نبی لقومہ تعلمون انہ اعور وان اللہ لیس با عور۔

ابوسعید طاہری خبر دیتے ہیں کہ مجھے میرے دادا عبد الصمد بن عبد الرحمن بزاز نے حدیث بیان کی اسکو محمد بن زکریا نداخری نے اطلاع دی اسکو اسحٰق الدبری نے اس کے آگے عبد الرزاق نے اسکے پاس معمر نے زہری سے اُسنے سالم سے اُسنے ابن عمر سے روایت بیان کی کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے اور پھر اللہ تعالےٰ کی حمد و ثنا جو اُسکی ذات کے لائق تھی کرکے دجال کا ذکر فرمایا اور کہا کہ میں تمکو دجال سے ڈراتا ہوں اور کوئی نبی ایسا نہیں گذرا جسنے اپنی قوم کو اُس سے نہ ڈرایا ہو چنانچہ نوح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو ڈرایا تھا لیکن میں تمکو اُسکے بارہ میں وہ بات کہتا ہوں جو کسی نبی نے اپنی قوم کو نہیں کہی اور وہ یہ ہے کہ دجال بھینگا ہوگا اور خدا تعالےٰ بھینگا نہیں ہے۔

اس حدیث سے ایسا تو ظاہر ہوتا ہے کہ دجال کوئی ایسی خطرناک چیز ہے جس سے تمام انبیاء ڈراتے چلے آئے ہیں اگر کوئی معمولی چیز ہوتی تو اسقدر خدا تعالےٰ اور اسکو تمام انبیاء اور خاصکر افضل الرسل کو اتنی تاکید کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ فی الحقیقت دجال کیا چیز ہے۔ سو واضح ہو کہ لغت عرب میں دجال کے معنی گروہ عظیمہ لکھا ہے چنانچہ تاج العروس میں لکھا ہے الدجال من الدجالۃ طائفۃ عظیمۃ یحمل المتاع للتجارۃ دجال لفظ دجالت سے نکلا ہے جسکے معنے ایک بڑے گروہ کے ہیں جو تجارت کے لئے مال لئے پھرتا ہو۔

اقرب الموارد میں ہے۔ الدجال الرفقۃ العظیمۃ۔ الدجالۃ۔ الرفقۃ العظیمۃ تغطی الارض۔

غرض لسان العرب منتہی الارب۔ صحاح جوہری۔ صراح۔ قاموس۔ میں قریب قریب یہی مضمون ہے حتے کہ فارسی کی لغت غیاث اللغات میں بھی گروہ عظیمہ لکھا ہے۔

چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کے معنے کوئی نہیں بتائے صرف ایک لفظ بتا گئے ہیں جو زبان عربی کا ہے اور عربی لغت میں ایک گروہ عظیمہ کے معنے بھی لکھے ہیں جنکی غرض دو پردہ تجارت ہو۔ اور عمدۃ

القاری جلد اول صفحہ ۴۰۶ میں لکھا ہے الدجال علی وزن فعال فقال الدجل وھو الکذب والتموید و خلط الحق بالباطل وھو کذاب ممود خلاط۔ یعنے دجال فعال کے وزن پر ہے لفظ دجل سے نکلا ہے جسکو معنے جھوٹ اور فریب اور حق کو جھوٹ کے ساتھ ملانے کے ہیں پس دجال کذاب کو کہتے ہیں جو طرح طرح کی ملاوٹیں اور فریب کرتا ہو۔ یہ معنے بھی روز روشن کی طرح ظاہر ہیں۔ پھر لکھا ہے وقال ابو العباس سمی دجالا لضربہ فی الارض وقطعہ اکثر نواحیھا۔ یعنے ابو العباس کہتا ہے کہ اسواسطے دجال نام ہے کہ وہ زمین میں سفر کریگا اور وہ زیادہ تر حصہ اسکا قطع کریگا۔ سو یہ بات بھی ہر طرح ظاہر ہے۔

وقال ابن درید سمی بہ لانہ یغطی الارض بالجمع الکثیر مثل دجلۃ تغطی الارض بمائھا۔ یعنی ابن درید کہتا ہے کہ اسواسطے دجال نام ہے کہ بڑی جماعت سے زمین کو اسی طرح ڈھانپ دیگا جسطرح دریا دجلہ اپنے پانی سے زمین کو ڈھانپتا ہے۔ دیکھو عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۴۰۶۔

اور تفسیر مواہب التنزیل جلد ۲ صفحہ ۴۹۲ میں لکھا ہے۔

(ا) وجہ تسمیہ دجال۔ چونکہ آں ملعون عامہ روئے را میگردد لہذا بدجال نامیدند۔

(ب) از دجل الرجل۔ چونکہ آں ملعون الکذب کذابین است لہذا بدجال نامیدند۔

(ج) از دجل الارض بمعنے قطعھا وضربھا۔ چونکہ آں ملعون نواحی زمین بقدم قطع کند لہذا بدجال نامیدند

(د) از دجالہ بمعنے الرفقۃ العظیمۃ باشد چہ آں ملعون با جنود ورفیقہا عظیم وکثیرے باشد لہذا بدجال نامیدند

(ہ) از دجال بمعنے السرجین باشد چہ آں ملعون روئے زمین رابگشتن خود نجس مے سازد یا باتباع او خلائق وبہائم وامواشی کثیرے باشد بہر طرف کہ بگردد پر از سرگینہائے آنہا مے سازد لہذا بدجال نامیدند

(و) از دجل الشئی اذا موہ وطلی وغطی باشد چونکہ آں ملعون تلمیع وتمویہ وتلبیس بسیارے کند لہذا بدجال نامیدند۔

(ز) از دجال لذہب باشد چونکہ آں ملعون بدنیا میگردد وکنوز طلا ونقرہ را باخود منودار سیگرداند۔

(ح) از دجال الماء باشد چونکہ آں ملعون بکمال سحر خود باخود چشمہائے آب وشیر وعسل میگرداند لہذا دجال نامیدند۔

سو یہ بات بھی ہر طرح سے ثابت ہے۔ کیونکہ قوم فرنگ کے دو گروہ خاص ایسے ہیں جنپر دجالیت کا لفظ خوب صادق ہے۔ ایک گروہ تو پادریوں کا ہے اور دوسرا فلاسفروں کا ہے۔ اور ان دونوں گروہوں کا سارا دارومدار تجارت پر ہے جو گروہ در گروہ یعنے کمپنیاں بنکر ملک بملک کررہے ہیں۔ اور انکا دو گروہ

الگ الگ مذاق کا ہونا خود قرآن کریم سے ظاہر ہے - چنانچہ سورۃ الکہف کی اول دس آیات اور اخیر دس آیات اس بیان کی مصدق ہیں - اول دس آیات میں پادریوں کا ذکر ہے اور اخیر دس آیات میں فلاسفروں اور مادہ پرست حکماء کا ذکر ہے - اول ہم پہلی دس آیات کو یہاں لکھتے ہیں :-

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِہِ الْکِتٰبَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّہٗ عِوَجًا ۔ قَیِّمًا لِّیُنْذِرَ بَاْسًا شَدِیْدًا مِّنْ لَّدُنْہُ وَیُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَہُمْ اَجْرًا حَسَنًا ۙ مَّاکِثِیْنَ فِیْہِ اَبَدًا ۙ وَّیُنْذِرَ الَّذِیْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلَدًا ۖ مَا لَہُمْ بِہٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِہِمْ ۚ کَبُرَتْ کَلِمَۃً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاہِہِمْ ۚ اِنْ یَّقُوْلُوْنَ اِلَّا کَذِبًا - فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ عَلٰٓی اٰثَارِہِمْ اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا بِہٰذَا الْحَدِیْثِ اَسَفًا - اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَی الْاَرْضِ زِیْنَۃً لَّہَا لِنَبْلُوَہُمْ اَیُّہُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا - وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَیْہَا صَعِیْدًا جُرُزًا ۔

تمام حمد کا مستحق وہ اللہ ہے جو جامع جمیع صفات حسنے اور تمام سیئات سے منزہ ہے جسنے اپنے بندے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ کتاب اُتاری ہے جسمیں کسی قسم کی کجی نہیں رکھی اور وہ ہمیشہ کیلئے قائم رہنے والی ہے اسلئے کہ اللہ تعالے کی طرف سے ایک سخت عذاب کا ڈر سناوے اور اُن مومنوں کو جو نیک عمل کرتے ہیں اس بات کی خوشخبری سُناوے کہ اُنکو نیک اجر ملیگا جسمیں وہ ہمیشہ رہیں گے اور جن لوگوں نے اللہ کا بیٹا قرار دیا ہے اُنکو ڈر سُناوے - کیونکہ اُنکو اور اُنکے باپ دادوں کو اسبارہ میں ذرہ بھی علم نہیں - یہ ایک بڑی بات ہے جو اُنکے منہہ سے نکلتی ہے - جو کچھ وہ کہتے ہیں سب جھوٹ ہے - اے رسول کیا تو ان لوگوں کے عظیم الشان کارنامے دیکھکر اپنی جان کو غم میں پگھلا دیگا - کہ وہ کیوں اسبات پر ایمان نہیں لاتے - ہمنے تو وہ چیزیں جو روئے زمین پر ہیں اُنکے لئے زینت کا باعث بنائی ہیں تاکہ ہم معلوم کریں کہ کون اچھے کام کرتا ہے اور پھر ہم تو اُن سب چیزوں کو ویران اور خشک میدان بنانے والے ہیں -

ان آیات سے واضح ہے - کہ ایک ایسی قوم کا ذکر اللہ تعالے نے کیا ہے جو خدا کا بیٹا ماننے والی ہوگی اور اسکی پہچان یہ بھی بتائی ہے کہ اُنکے کام بڑے بڑے حیرت انگیز ہونگے - اور زمین کی ہر چیز سے فائدہ اُٹھاتے اور اُنکو خوبصورت کر کے دکھلاتے ہیں - سو یہ بات آجکل پادریوں میں پائی جاتی ہے - اور آخیر آیات یہ ہیں :-

اَفَحَسِبَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنْ یَّتَّخِذُوْا عِبَادِیْ مِنْ دُوْنِیْٓ اَوْلِیَآءَ ؕ اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَہَنَّمَ لِلْکٰفِرِیْنَ نُزُلًا - قُلْ ہَلْ نُنَبِّئُکُمْ بِالْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالًا ؕ

کیا کافروں نے اب یہ سمجھ لیا ہے کہ میرے سوا کسی اور کو اپنا دوست بنالیں - اسکی سزا تو یہ ہے کہ ہم انکو آگ اور توپوں کے ذریعہ ہلاک کرینگے - کیونکہ یہی چیزیں اُنکے

الَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَهُمْ
یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا - اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ
كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ
فَلَا نُقِیْمُ لَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَزْنًا ٘ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ
جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْٓا اٰیٰتِیْ وَرُسُلِیْ
هُزُوًا ٘

لئے مہیا کیگئی ہیں کہدو کہ ہم بتا دیتے ہیں کہ کنکے کرتوت اکارت جائیں گے۔ سو واضح ہو کہ اُن کے کاروبار گھاٹے میں رہینگے جنکی ہمہ تن مصروفیت اس مادی دنیا پر لگی ہوئی ہے اور باوجود اس کے وہ گمان کرتے ہیں کہ وہ عمدہ عمدہ صنعتیں نکالتے ہیں۔ یہ لوگ انہی باتوں کی وجہ سے اللہ تعالے کے نشانات اور اسکے ملنے سے منکر ہو چکے ہیں۔ ان کے سب اعمال بیکار ہو جائینگے۔ اور قیامت دنیا کے روز ان کی کچھ قدر نہ ہوگی

ان آیات سے جو سورہ مذکورہ کے اول اور اخیر میں ہیں واضح ہو گیا ہے کہ دو الگ الگ گروہوں کا ذکر ہے ایک تو وہ جو خدا کا بیٹا قرار دیتا ہے اور زمینی یعنے فانی چیزوں کو خوبصورت دکھلاتے اور لوگوں کو مختلف پہلوؤں سے پھسلاتے ہیں۔ یہی صفات پادریان فرنگ میں پائی جاتی ہیں۔ اور دوسرا گروہ وہ ہے جو اپنی عقل اور نیچر کو اپنا ہادی سمجھتا ہے اور اپنی صنعتکاری سے گویا کہتا ہے کوئی خدا نہیں ہے اور اسکا کل دارومدار اپنی تحقیقات پر ہے جس سے لوگ فریفتہ ہو کر دین سے گمراہ ہو جاتے ہیں۔

ہاں اس پر ایک اعتراض وارد ہو سکتا ہے کہ کیونکر مان لیا جاوے کہ جن اشخاص کا سورہ کہف کی آیات متذکرہ میں ذکر ہے اُن سے دجال ہی مراد ہے۔ کیا ممکن نہیں کہ کسی اور گروہ سے مراد ہو۔ سو اسکا جواب یہ ہے کہ اعتراض کو خود مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی کلام معجز نظام سے خود حل کر دیا ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔ من حفظ عشر آیات من اول سورۃ الکہف عصم من فتنۃ الدجال رواہ احمد و مسلم و ابوداود والنسائی عن ابی الدرداء۔ یعنے احمد بن حنبل و مسلم و ابوداود اور نسائی نے ابودرداء سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص سورۃ کہف کی اول دس آیتیں یاد کر لے تو وہ فتنۂ دجال سے محفوظ رہیگا۔ دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۴۳۔

اور دوسری حدیث میں ہے من قرأ العشر الاواخر من سورۃ الکہف عصم من فتنۃ الدجال رواہ الترمذی عن ابی الدرداء یعنے ترمذی نے ابودرداء سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص سورۃ کہف کی آخری دس آیتیں پڑھیگا تو وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہیگا۔

ایک تیسری حدیث ہے من قرأ سورۃ الکہف کما انزلت کانت له نوراً یوم القیامۃ من مقامہ

الی مکة ومن قرأ عشر آیات من آخرها ثم خرج الدجال لم یسلط علیه رواه الطبرانی فی المعجم الاوسط والحاکم وابن مردویه والبیہقی والحافظ ضیاؤ الدین عن ابی سعید- یعنے طبرانی نے معجم اوسط میں اور حاکم نے مستدرک میں اور ابن مردویہ اور بیہقی اور حافظ ضیاؤ الدین نے ابوسعید سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص سورہ کہف کو اس ہیئت میں جسطرح نازل ہوئی ہے پڑھے تو اُسکے لئے مقام رہائش سے مکہ تک نور ہوگا اور جو سورۃ کہف کی آخری دس آیتیں پڑھے اور پھر دجال خروج کرے تو اُسکا اُسپر تسلط نہیں ہوگا- دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۴۴-

اِن احادیث سے واضح ہوگیا کہ ان آیات میں دجال کے خواص کا ذکر ہے جسکے واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید! فرمایا کہ انکو پڑھ لیا کرو تاکہ تم فتنہ دجال سے محفوظ رہو- اگر انہیں کچھ مناسبت نہ ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا فرمانا اُن کے جوامع الکلم کے منافی تھا- اور یہی سِر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہر مسلمان اول اور آخر آیات سورۃ مذکور پڑھ لیا کرے تاکہ وہ فتنہ و تسلط دجال سے محفوظ رہے- اگر ان میں کوئی تعلق دجال کا نہیں تھا تو پھر ایک سوچنے والے مومن پر انکا کیا اثر پڑسکتا تھا- جب کل قرآن حمید کے پڑھنے کی تاکید فرمائی گئی ہے تو دجال سے بچنے کے لئے ان آیات کو خاص کر لینا کچھ معنے رکھتا تھا اور وہ یہی کہ دجال دو صورتوں میں ظہور کریگا ایک یہ کہ مسیح کو خدا کا بیٹا قرار دیکر اور اُسکو دنیا کیلئے کفارہ تجویز کرکے مخلوقات کو گمراہ کریگا- اور دوسری صورت میں یہ کہ طبعی تحقیقاتیں اور عجیب و غریب صنعتیں ظاہر کرکے خدا تعالی کی طرف سے روگردان کردیگا- اسی لئے اول اور آخر آیات کے پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے-

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ پادریوں اور فلاسفروں کے گروہ دجال ہیں تو اب دیکھنا ہے کہ کیا یہ گروہ ایسے خطرناک ہیں کہ ابتداء دنیا سے قیامت تک اُنسے بڑھکر کوئی چیز خطرناک نہیں ہوسکتی- سو واضح ہو کہ اللہ تعالے اور انبیاء علیہم السلام اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ دجال سب چیزوں سے خطرناک ہے واقعی سچ ہے کیونکہ مشاہدہ ظاہر کرتا ہے کہ دین اسلام پر جسقدر خطرناک اور لرزا دینے والے حملے ان قوموں نے کئے ہیں اس سے زیادہ کسی کے وہم و گمان میں بھی ہرگز نہیں آسکتے- فلاسفروں نے تو خدا کی خدائی سے انکار کردیا ہے اور اگر انکار نہیں تو شکوک و شبہات وجود باری میں ضرور پیدا کردئے ہیں اور علم طبعیات کے ذریعہ ثبوت دیکر تعلیم یافتہ لوگوں کو جنہیں دین کی طرف سے بالکل ناواقفی اور جہالت ہوتی ہے دہریہ اور ملحد بنادیا ہے- چنانچہ منجملہ اُن فلاسفروں کے ایک ڈارون

بھی ہے جسنے نسل انسانی کو بندروں کی اولاد بنایا ہے اور بہت سے اسوقت وہ ڈاکٹر اور نیچرلسٹ ہیں جو ہر وقت اس فکر میں لگے ہوئے ہیں کہ خدا کی مخلوقات کو جب چاہیں اور جس طرح چاہیں پیدا کر لیں اور اسی بناء پر پچکاری کے ذریعہ ایک شخص کی منی لیکر کسی عورت کے رحم میں داخلکر کے اولاد دینے اور ڈائنامیٹ کے ذریعہ بارش برسانے اور برقی وغیرہ کے ذریعہ مُردہ کو زندہ کرنے کے لئے شب و روز سعی کر رہے ہیں چنانچہ بارش کے برسانے اور اولاد دینے میں اُنکو کسیقدر کامیابی بھی ہوئی ہے اور ابھی حال ہی میں ایک شخص نے برقی کے ذریعہ بارش برسانے کا تجربہ کیا ہے۔ غرض وہ ایسی ایسی عجوبہ باتوں سے خدا کو اُسکی خدائی سے جواب دینا چاہتے ہیں۔

دوسرا گروہ پادریوں کا ہے۔ اس گروہ نے جسقدر اسلام کو ضرر پہنچایا اسکی نظیر تواریخ سے نہیں ملتی۔ ہم تفصیلوار بیان کرتے ہیں۔

(۱) اناجیل اربعہ کے ذریعہ جن میں انبیاء سابقین کو چور۔ بٹمار۔ ڈاکو وغیرہ اور اُن کی شریعت کو لعنتی اور غریب مریم کے بیٹے کو خدا کا بیٹا قرار دیا گیا ہے۔ اور اس تعلیم کے پھیلانے کے لئے اناجیل اربعہ کے ترجمہ ۲۷۰ زبانوں میں کئے گئے ہیں اور کروڑ در کروڑ طبع کروا کر مفت تقسیم کیگئی ہیں۔

(۲) چھوٹے چھوٹے رسالوں کے ذریعہ جو ہر ہفتہ میں لاکھوں طبع ہوتے اور جابجا تقسیم کئے جاتے ہیں جن میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تصویر نہایت گندے پیراؤں میں دکھلائی جاتی اور قرآنی تعلیم ظلم کی تعلیم قرار دی جاتی ہے جنکو پڑھکر دین سے بے خبر لوگ تذبذب میں پڑ کر اُن کے پنجہ میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔

(۳) اخباروں کے ذریعہ جن میں طرح طرح کے گندے اعتراض اسلام کی نسبت کئے جاتے ہیں۔

(۴) بازاروں میں کھڑے ہو کر وعظ کے ذریعہ جنمیں تمام انبیاء اور کل بنی آدم کو گنہگار قرار دیکر صرف مسیح کو خدا کا بیٹا اور معصوم ظاہر کرتے اور کہتے ہیں کہ خدا چونکہ عادل ہے اور عدل کا تقاضا یہی ہے کہ کل بنی آدم کو جنہوں نے آدم کی وجہ سے گناہ کو وراثتاً پایا ہے سزائے جہنم دیجائے مگر بیٹا نے رحم کھا کر اپنے باپ کو کہا کہ میں ان سب کے گناہ کا بوجھ اپنے سر پر لیتا اور اپنی جان قربان کرتا ہوں چنانچہ اُسنے ایسا ہی کیا پس جو مسیح پر ایمان لائے وہ ہر قسم کے گناہ سے بچ گیا یعنے اب اُسکو اختیار ہے جو چاہے کرے صرف مسیح پر ایمان لانا ہی کافی ہے۔ اِس کفارہ کے مسئلہ نے تمام اخلاقی محاسن کا ستیاناس کر دیا ہے۔ اسی جرأت سے یورپ ہر قسم کے معاصی میں گرفتار ہو گیا ہے اور اسی کا اثر ہے کہ اب

کل اقوام میں ان کی اس دجالیت کا ظہور پایا جاتا ہے۔

(۵) خوبصورت اور سنہری جلدوں والی کتابوں کے ذریعہ جنمیں اسلام اور دیگر مذاہب کی نسبت نہایت گندے اور ناپاک وساوس درج ہوتے ہیں۔

(۶) مدرسے قائم کرکے اور تھوڑی فیس لگاکر تعلیم رواجی کا بہانہ ہے اناجیل اربعہ کی تعلیم دیجاتی ہے۔ جنمیں ظاہر کیا گیا ہے کہ مسیح بنی آدم کیلئے قربانی ہُوا۔

(۷) وظیفہ دیکر نوجوان اور کم سمجھ طلباء کو مسیح کا گرویدہ بنالیا جاتا ہے۔

(۸) بعض اس قسم کے انعام مقرر ہیں جو اُن سوالات کے جواب دینے پر ملتے ہیں جو اسلام اور پیغمبر اسلام کی نسبت نہایت ہی ناپاک اور سخت نفرت دلانیوالے تجویز کرکے بچوں کو بزبان یاد کرائے جاتے ہیں۔

(۹) ہسپتال قائم کرکے بیچارہ اور غریب لوگوں کو جو بوجہ افلاس اور ناداری کے اُن کے شفاخانہ میں جاتے ہیں نہایت نرمی اور غمخواری کے طریق سے انکو اپنا گرویدہ بناکر انجیلی تعلیم کے مسائل آہستہ آہستہ انکے کانوں میں پہونچائے جاتے ہیں۔

(۱۰) پور ہاوس یعنے غریب خانہ قائم کرکے غریب اور اپاہج لوگوں کو روٹی دیکر مسیح کا بندہ بنالیا جاتا ہے

(۱۱) لاوارث یتیم بچوں کی پرورش اپنے ذمہ لیکر انکو پکا عیسائی تثلیث پرست بنالیا جاتا ہے۔

(۱۲) قحط سے فائدہ اُٹھاکر بیچارے قحط زدہ لوگوں کو اس اقرار پر امداد دیجاتی ہے کہ مسیح کے کفارہ پر ایمان لائیں۔

(۱۳) بعض نادانوں کو یہ کہکر کہ دیکھو گورنمنٹ ہماری ہے ہم کیا سے کیا کردینگے پھندے میں لایا جاتا ہے حالانکہ گورنمنٹ برطانیہ کو مذہب سے کچھ بھی تعلق نہیں محض دھوکھا دیا جاتا ہے۔

(۱۵) بعض نادان یہ سمجھکر کہ مشن کی خوبصورت مسیں نکاح میں آجائینگی مذہب کا چولہ بدل لیتے ہیں۔

(۱۶) زنانہ سکولوں کے ذریعہ معصوم اور بے خبر لڑکیوں کو یسوع کی محبت اور اسلام سے نفرت دلائی جاتی ہے۔

(۱۷) تعلیم اور دستکاری کے بہانہ سے شرفاء اسلام کے گھروں میں دخل پاکر اور آہستہ آہستہ نہایت پیار اور محبت کی باتیں بناکر اور تحفہ دے دے کر مسلمانوں کی سادہ لوح مستورات کو مشن کی عورتیں گھروں سے نکالکر لیجاتی اور کہیں کی کہیں پہنچاکر عیسائی بنالیتی ہیں۔

(۱۸) کہیں مکتی فوج بناکر اور طرح طرح کے تماشے اور راگ رنگ دکھاکر سادہ لوحوں کو پھندے میں

لایا جاتا ہے۔

(۱۹) کہیں مولوی بنکر اور قرآن کریم کے مسائل سنا کر تعلیم اسلام سے نفرت دلائی جاتی ہے۔

(۲۰) کہیں مسجد کے امام بنکر آہستہ آہستہ مذہب اسلام کی طرف سے وساوس پیدا کئے جاتے ہیں۔

(۲۱) کہیں جوگیوں کے بھیس میں پھرتے اور مخلوقات خدا کو دام تزویر میں لاتے ہیں۔

(۲۲) کہیں مندروں اور تیرتھوں پر ہندوؤں کے مقدس مقامات مثل ہردوار وغیرہ پر بیراگی فقیروں کی شکل میں ڈیرہ لگا کر بیٹھتے اور رفتہ رفتہ عیسائی مذہب کی محبت پیدا کرتے ہیں۔

(۲۳) کہیں تھیٹروں کے ذریعہ اسلام اور پیغمبر اسلام کی تصویر نہایت شرمناک پیرائے میں دکھلائی جاتی ہے

(۲۴) کہیں عین مسلمانوں کی شکل اور لباس میں دو چار ملکر ریل کے کسی کمرہ میں جہاں مسلمانوں کی جماعت کو دیکھا بیٹھکر اسلامی مسائل چھیڑا ایک کہنے لگتا ہے کہ اسلام کیسا پاک اور مقدس مذہب ہے مگر ہاں کچھ باتیں ایسی بھی ہیں جو واقعی نقصان پہنچاتی ہیں۔ اگر اسلام میں کثرت ازدواج نہوتی تو کیا ہی خوب ہوتا اس سے ایسے بزرگ مذہب کو داغ لگ رہا ہے۔ دوسرے اُس کے ہمراہی کہنے لگتے ہیں کہ ہاں صاحب تم سچ کہتے ہو۔ غرض اس طرح سے بہت سے مسائل پیش کر کے سامعین کو اسلام کی طرف سے نفرت دلائی جاتی ہے۔ یہ واقعہ میں نے بچشم خود دیکھا ہے۔

(۲۵) جنگلوں اور بیابانوں اور پہاڑوں میں پھر کر جہاں کسی کو گمراہ یا خرچ سے تنگ پایا۔ فوراً اپنے دام میں لایا جاتا ہے۔

(۲۶) کہیں حاجی بنکر اور تبرکات لیکر پھرتے ہیں۔

(۲۷) کہیں ڈاکٹر بنکر اور کسی سخت مریض کو جو اپنی زندگی سے مایوس ہو چکا ہو یہ کہکر کہ جب تک تم مسیح پر ایمان نہ لاؤ تم اس مرض سے کسی صورت میں بچ نہیں سکتے۔

(۲۸) کہیں مریضوں پر نوجوان اور خوبصورت مسیں خدمت اور نگرانی کے لئے مقرر کر کے مریض کی قے اور پاخانہ سے ذرہ بھی نفرت نکر کے ماں باپ سے زیادہ شفیق اور ہمدردی ظاہر کر کے مذہب کر پھینٹی کا شیدائی بنا لیا جاتا ہے۔

(۲۹) کسی مفلس بگر شریر اور بے کار آدمی کو کسی ایسے آدمی پر جو اُنکے پھندے میں نہ آسکتا ہو بلکہ اُنکے ہتھکنڈوں کو خوب سمجھتا اور لوگوں کو آگاہ کرتا ہو کوئی سنگین مقدمہ برپا کرنیکے لئے یہ سکھلا کر کہ مجھکو فلاں شخص نے فلاں شخص کے قتل کیلئے بھیجا ہے پاس رکھنے اور روٹی کھلانے کا اقرار کیا جاتا ہے۔

ان کے سوا اور بھی ایسے طریق ہیں جنکے بیان سے افسوس آتا ہے۔ لہذا ہم اُس سے پہلو تہی کرتے ہیں
الغرض اس قوم نے کوئی حیلہ نہیں جو قوموں کو بہکانے اور عیسائی بنانے میں اُٹھا رکھا ہو اور کوئی مکر اور فریب
نہیں جو اس قوم نے نہ برتا ہو۔ اگر ہم ابتدائے دنیا سے اسوقت تک کی تاریخ دنیا کے ورق الٹ ڈالیں ہمیں
ایک نظیر بھی ایسی نہیں ملیگی جیسی اس چالاک قوم نے پیش کی ہے۔ لاکھوں آدمی پہلے مذہب کا چولہ بدلکر عیسائیت
کا جامہ پہن چکے ہیں اور کروڑہا ایسے آدمی ہیں کہ اگر عیسائی بر ملا نہیں ہوئے لیکن اُن کے خیالات وہی اُنکی
طرز زندگی وہی اُنکے لباس وہی اُنکے عادات وہی اور جو باقی ہیں وہ بھی انکے اثر سے محفوظ نہیں ہیں گو ہم عموماً
دیکھتے ہیں کہ جو لوگ اپنے مذہب پر قائم اور اپنے مذہب میں تعصب اور جوش بھی دکھلاتے ہیں لیکن جھوٹ
اور فریب سے ذرہ بھی نفرت نہیں بلکہ اسی میں اپنی ہوشیاری اور عقلمندی سمجھتے ہیں۔ نہ امرا اس جھوٹ اور
فریب بازی سے بچے ہوئے ہیں نہ تاجر اور نہ دیگر پیشہ ور حتے کہ مولوی اور سجادہ نشین بھی جو دین کے پیشوا
اور ہادی کہلاتے ہیں وہ بھی ان فریبوں میں ایسے مشاق ہیں اور جھوٹ بولنے میں ایسے چالاک کہ بعض انکے استاد
پادری بھی شرما جاتے ہیں۔ عوام کا حال ہی نہ پوچھو۔ شائد بہت ہی کم ایسے لوگ ہونگے جو زناکاری دغابازی
شراب خوری سے پرہیز کرتے ہوں غرض اس دجال کا تسلط سب کے قلوب پر پایا جاتا ہے اور دجال اپنی پوری
حکومت کر رہا ہے۔ کیوں نہو جبکہ اُسکے پاس دولت بے شمار ہے۔ جسکے خرچ کرنے میں اُسکو ذرہ بھی دریغ نہیں۔
روپیہ کو پانی کی طرح بہایا جاتا ہے۔ کروڑہا روپیہ اسی کوشش میں ہر سال خرچ کیا جاتا ہے اور ہزارہا جانیں
اسلام کے ضعیف کرنے کیلئے ضائع کیجاتی ہیں مگر ان کی سرگرمی میں ایک ذرہ بھی فرق نہیں آیا بلکہ روز بروز ترقی
ہے چنانچہ چند سال کی رپورٹ مشن پیش کر کے ناظرین کو دکھلاتے ہیں کہ اس قوم کی کوشش اور سرگرمی
کس حد تک ترقی کر رہی ہے۔

مشن کی رپورٹوں سے واضح ہوتا ہے کہ دجالی گروہ بے ترتیب حالت میں نہیں بلکہ باقاعدہ طور سے جماعتیں
بنکر اور الگ الگ ملک تقسیم کر کے اپنے کام کو سر انجام کرتے ہیں۔ اور جوں جوں انکو کامیابی ہوتی گئی وہ تنی
جماعتیں سال بسال ترقی کرتی گئیں۔ رپورٹ مشن سنہ ۱۸۷۳ء سے واضح ہے کہ سنہ ۱۸۷۳ء تک ۱۱۶ مشن قائم ہو چکے تھے
سب سے پہلے سنہ ۱۶۶۱ء میں ایک سوسائٹی نیو انگلینڈ میں قائم ہوئی۔ پھر سنہ ۱۶۹۸ء میں ایک دوسری سوسائٹی قرار
پائی۔ پھر سنہ ۱۷۰۱ء میں اور اس سوسائٹی نے سنہ ۱۷۰۶ء میں دو پادریوں زیگن بلگ اور پلیسچو نامی کو ہندوستان
میں روانہ کیا۔ اور پھر سنہ ۱۷۲۷ء میں ہندوستان جنوبی میں ڈینمارک کا مشن قائم ہوا۔ اور سنہ ۱۷۳۲ء میں موریوین
مشن افریقہ میں بھیجا گیا۔ سنہ ۱۷۶۹ء میں ویسلین مشن شروع ہوا اور سنہ ۱۷۹۲ء میں بپٹسٹ مشنری سوسائٹی

اور سنہ ۱۷۹۵ء میں لنڈن مشنری سوسائٹی اور سنہ ۱۷۹۶ء میں سکاچ مشنری سوسائٹی اور سنہ ۱۷۹۷ء میں نذرلنڈ سوسائٹی اور سنہ ۱۷۹۹ء میں ریلیجس ٹریکٹ سوسائٹی قائم ہوئیں۔ اسی سال میں چرچ مشن سوسائٹی بھی قائم ہوئی پھر سنہ ۱۸۰۴ء بائیبل سوسائٹی مغربی افریقہ کے لئے قائم ہوئی۔ سنہ ۱۸۰۸ء میں لنڈن جیوز سوسائٹی کی بنیاد پڑی۔ سنہ ۱۸۰۹ء میں نیوزیلنڈ مشن طے پایا اور سنہ ۱۸۱۰ء میں امریکن بورڈ مشن قائم ہؤا۔

اس رپورٹ سے یہ بھی واضح ہے کہ اٹھارھویں صدی سے پہلے مشن کی کارروائیاں بالکل غیر مؤثر اور ناکامیاب تھیں۔ بالآخر پادریوں میں ایک جوش پیدا ہؤا اور ۱۲۔ اپریل سنہ ۱۷۹۹ء کو لنڈن میں جمع ہوئے اور سب نے اسپر اتفاق کیا کہ انجیل کی منادی ازبس ضروری ہے تمام وحشی اقوام میں اسکو رواج دیا جاوے اور اس سوسائٹی کی اصل غرض صرف مشرقی ممالک کیلئے تھی۔ اس سوسائٹی کی آمدنی سنہ ۱۸۰۰ء میں صرف ۹۱۱ پونڈ تھی لیکن سال زیر رپورٹ یعنے سنہ ۱۸۹۳ء میں اسکی آمدنی ۲۰۴۴۱۵۶ پونڈ تک پہنچگئی تھی۔

لیکن جب ہم چرچ مشن سوسائٹی کی رپورٹ سنہ ۱۸۹۰ء کو دیکھتے ہیں تو انسان کو حیرت ہو جاتی ہے کہ کسقدر ترقی کرلی ہے اور ہرگز انسان خیال نہیں کر سکتا کہ اس سے بڑھکر بھی کوئی ترقی متصور ہو سکتی ہے۔

سنہ ۱۸۰۴ء میں ملک سرالیون میں جو افریقہ کے مغربی کنارہ پر واقع ہے ایک مشن بھیجا گیا اور سنہ ۱۸۲۴ء تک ۵۳ مرد عورت اس مشن میں کام آئے۔

سنہ ۱۸۴۴ء میں یوروبویا جو افریقہ کے مغربی کنارے پر ہے ایک مشن بھیجا گیا گو جانیں بہت ضائع ہوئیں۔

سنہ ۱۸۵۵ء میں نائگرہ میں جو براعظم افریقہ میں ایک وادی ہے جو دریائے نائگرہ کے آسپاس واقع ہے ایک مشن بھیجا گیا۔

سنہ ۱۸۴۴ء میں مشرقی افریقہ کیطرف بھی اس سوسائٹی کی توجہ منعطف ہوئی اور خط استوا کے ممالک میں بھی مشن بھیجا گیا۔ اور مختلف مقامات پر مشن قائم ہو گئے۔

سنہ ۱۸۸۲ء میں ایک مشن بڑی کوشش کے بعد ملک مصر میں قائم کیا گیا گو سنہ ۱۸۱۵ء میں بھی ایک مشن تعینات ہؤا تھا مگر مسلمان ملکوں میں بجز خطر جان کے کوئی فائدہ نہ ہؤا لیکن جب گورنمنٹ انگریزی کا رعب اس ملک مصر پر قائم ہؤا تو پھر مشن والوں کو بھی جرأت ہوگئی اور بالآخر اپنے کام میں مصروف ہو گئے۔

سنہ ۱۸۵۱ء میں صوبہ فلسطین میں مشن قائم ہؤا۔ اول یروشلم میں پھر رفتہ رفتہ دیگر مقامات میں قائم ہوتے گئے۔

سنہ ۱۸۷۵ء میں ملک ایران میں مشن قائم ہؤا چنانچہ جلفا۔ کرمان۔ بغداد تک اسکا دوردورہ ہو گیا۔

سنہ ۱۸۱۶ء میں صوبہ بنگالہ میں مشن قائم ہؤا۔ کلکتہ اور بردوان سے لیکر ضلع گردونواح تک مشن قائم ہو گئے۔

۱۸۳۳ء میں ممالک مغربی و شمالی میں مشن کا ظہور ہوا۔ الہ آباد سے شروع ہو کر تمام علاقہ میں مشن قائم ہو گئے۔

۱۸۵۴ء میں صوبہ ہائے وسطی میں دجال کا ظہور ہوا۔ چنانچہ جبلپور۔ مردارا۔ مانڈلہ۔ مرچھا۔ دیوزی۔ کھواڑ تک مشن قائم ہو گئے۔

۱۸۵۲ء میں پنجاب مشن مقرر ہوا۔ چنانچہ امرتسر۔ مجیٹھہ۔ جنڈیالہ۔ اٹاری۔ اجنالہ۔ بٹالہ۔ فتحگڈھ۔ نارووال اودوکے۔ ترنتارن۔ کلارک آباد۔ لاہور۔ کوٹ گوالہ۔ شملہ۔ کانگڑہ۔ دھرمسالہ۔ پنڈ دادنخاں۔ ملتان۔ ڈیرہ غازیخاں ڈیرہ اسمعیلخاں۔ ٹانک۔ بنوں۔ پشاور۔ کشمیر۔ کوئٹہ تک اس دجال کا دورہ ہو گیا۔

۱۸۵۵ء میں ملک سندھ میں مشن مقرر ہوا۔ اور کراچی۔ حیدرآباد۔ سکھر میں بھی مشن قائم ہو گئے۔

۱۸۲۰ء میں بمبئی اور ہند غربی میں مشن روانہ ہوا۔ چنانچہ بمبئی اور آسپاس کے کل اضلاع میں مشن محیط ہو گئے

۱۸۱۴ء میں مدراس اور ہند جنوبی میں مشن کا ظہور ہوا۔ اور رفتہ رفتہ بڑے بڑے شہروں میں مشن قائم ہو گئے۔

۱۸۱۶ء میں ٹراوانکور اور کوچین میں مشن قائم ہوا اور رفتہ رفتہ تمام علاقہ میں مشن قائم ہو گئے۔

۱۸۱۸ء میں جزیرہ سیلون میں مشن قائم ہوا اور پھر کل جزیرہ پر مشن پھیل گئے۔

۱۸۵۶ء میں جزیرہ موریشس میں مشن قائم ہوا۔ چنانچہ روزہیلی۔ پلے سانگی۔ بوبسین۔ پورٹ لوئیس و موکا تک مشن بنائے گئے۔

۱۸۵۰ء میں چین جنوبی میں مشن قائم ہوا۔ سب سے اول صوبہ خانتنگ کے علاقہ ہانگ کانگ میں مشن کی بنیاد ڈالی گئی پھر کل علاقہ میں مشن قائم ہوتے گئے۔

۱۸۴۴ء میں وسط چین میں مشن تجویز ہوا۔ چنانچہ صوبہ کیانگ سو کے علاقہ شنگھائی میں اور صوبہ چکیانگ کے علاقہ ننگپو میں اور بعد ازاں کل علاقہ میں تجویز کئے گئے۔

۱۸۹۱ء میں چین غربی میں مشن روانہ ہوا۔ چنانچہ مینچو۔ سنٹو۔ مینچوہ۔ انسین۔ چونگپا۔ شہسوٹن تک مشنوں کی بنیاد قائم کیگئی۔

۱۸۶۹ء میں جاپان کے ملک میں مشن تجویز ہوا۔ چنانچہ اوساکہ۔ اوٹارو تک مشن قائم ہو گئے۔

۱۸۱۴ء میں جزیرہ نیوزیلینڈ میں مشن تجویز ہوا۔ اور پھر کل علاقہ میں مشن قائم ہو گئے۔

۱۸۲۲ء میں ملک کناڈا کے شمالمغربی حصہ میں مشن قائم ہوا۔ چنانچہ صوبہ روپرٹس لینڈ کے علاقہ اور صوبہ ساسکیچیوان اور کیلیگری کے علاقہ اور صوبہ ایتھاباسکا کے علاقہ اور صوبہ میکنزی ایور کے علاقہ کے بڑے بڑے شہروں میں اور صوبہ سلکرک کے علاقہ میں مشن قائم کئے گئے۔

۱۸۵۶ء میں برٹش کولمبیا میں مشن قائم ہوا اور پھر رفتہ رفتہ تمام ملک میں بکثرت مشن ہو گئے۔ غرض کوئی شہر کوئی گاؤں ایسا نہیں جو اس دجال قوم کی دستبرد سے محفوظ ہو۔ جا بجا مدرسے اور کالج قائم کئے گئے ہیں۔ بڑے بڑے مقامات میں ہسپتال جاری کئے گئے۔ پور ہاؤس بنائے گئے۔ ان لوگوں کے مرد اور ان کی عورتیں رات دن بڑی گرمجوشی سے اس دھندے میں لگی ہوئی ہیں کہ دنیا پر صلیبی مذہب کے سوا کچھ دکھلائی نہ دے۔

جیسے حکمران گورنمنٹ ایک انتظام کے ساتھ ملک پر بندوبست کرتی ہے اسیطرح اس قوم نے بھی بندوبست کیا ہوا ہے۔ بشپ اور آرک بشپ خاص خاص صوبہ ملک میں مقرر ہوتا ہے پھر اُن کے نیچے کلرجی مین اور دیگر عہدہ دار ہوتے ہیں۔ اور سب طرح بڑے انتظام کے ساتھ کارروائی کیجاتی ہے۔

جسقدر مشن اوپر بیان کئے گئے ہیں یہ صرف چرچ مشن سوسائٹی کے ہیں۔ علاوہ اسکے بیسیوں ایسی سوسائٹیاں ہیں جو اس سرگرمی اور ایسے ہی انتظام کے ساتھ دنیا پر پھیلی ہوئی ہیں مثلاً امریکن مشن سکاچ مشن۔ میتھوڈسٹ۔ پریسبی ٹیرین۔ رومن کیتھلک۔ کلیسائی یونان وغیرہ وغیرہ۔

انکے سالانہ جلسے عظیم الشان ہوتے ہیں جنمیں ہزاروں پادری اور بشپ اور لارڈ بشپ جمع ہوتے اور ریزولیوشن پیش کرتے ہیں اور پھر انکو تمام مشنوں میں رواج دیا جاتا ہے۔

چرچ مشن سوسائٹی کا مربی لارڈ آرک بشپ آف کنٹربری ہے۔

پریزیڈنٹ رائٹ آنریبل سر جان ایچ کیناڈوی صاحب بہادر۔ بارٹ۔ ایم۔ پی ہیں۔

وائس پریزیڈنٹ ۱۷۶ ہیں۔ آنریری سکرٹری ۵۷۶ ہیں جو مختلف اضلاع میں منقسم ہیں۔

آنریری لائف گورنر ۹۰ ہیں

آنریری لائف ممبر ۴۰ ہیں

لائف گورنر ۱۴۴۰ ہیں

کل یوروپین و دیسی پادری جو اس چرچ کی طرف سے دنیا میں مشنریوں کا کام کر رہے ہیں ۶۶۹۳ ہیں جنمیں سے ۲۴۷۱ مسیں ہیں یعنے عورتیں ہیں۔ جو نہایت سرگرمی سے اُسطریق پر کارروائی کر رہی ہیں جو ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے۔

اِن کی اس کارروائی سے لاکھوں آدمی مرتد ہو چکے ہیں صرف سال زیر رپورٹ میں کل اس ایک ہی مشن کے ذریعہ دو لاکھ تین ہزار سات سو آدمی تو اصطباغ لے چکے ہیں اور ۲۹۴۰۹ عنقریب اصطباغ

پانے والے ہیں کل ۲۳۳۱۱۰ ہوئے جنمیں سے صرف ہندوستان سے ایک لاکھ ستائیس ہزار پانچسو ستائیس ہیں۔ جس سے عیاں ہے کہ جس قدر فتنہ مذہبی ہندوستان میں اس قوم نے برپا کیا ہے اسکی نظیر کسی دیگر حصہ زمین میں نہیں پائی جاتی۔

علاوہ ازیں اس انگلنڈ چرچ کے دو ہزار ایکسو اکہتر مدرسے ہیں جنمیں بانوے ہزار آٹھ سو چار طلبا ہیں اور ان میں چھبیس ہزار تین سو ستاون لڑکیاں ہیں جو انجیل اور صلیب پرستی کی تعلیم ہی پاتی ہیں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ اگر یہ کل کے کل عیسائی نہ بنے تو بھی اُن کے نیم عیسائی ہونے میں تو کلام ہی نہیں کیونکہ بیچارے معصوم اور بے خبر ننھے ننھے بچوں کو دین کی خبر ہی کیا ہوتی ہے۔ جب ابتداء ہی سے انکو عیسے عیسے بول تیرا کیا لگے گا مول لوک زبان کرایا جاتا ہے اور تمام بزرگان دین خصوصاً سرتاج انبیاء فخر رسل و خاتم النبیین و شفیع المذنبین کی نسبت ایسے ایسے گندے خیالات جمائے جاتے ہیں کہ جنکے سننے سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور اسطرح وہ اُس معصوم جماعت کی طرف سے شکوک و تذبذب ہو کر ملحدوں بے دینوں کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں۔

مزید براں پانچ لاکھ چھ سو چوہتر آدمی اُن کے ہسپتالوں میں علاج کے لئے داخل ہوئے اور صلیبی تعلیم اُنکے کانوں میں پہنچائی گئی ہے۔

اب جب ایک سوچنے والا زیرک انسان بنظر امعان دیکھیگا تو وہ بے اختیار بول اُٹھیگا کہ ابتدائے دنیا سے اسوقت تک مذہبی پیرایہ میں اس زور و شور کے ساتھ کوئی قوم نہیں کھڑی ہوئی جیسی کہ پادریوں کی قوم۔ کیا اب بھی انکے دجال ہونے میں کچھ شک پڑ سکتا ہے۔ جسقدر فتنہ اس قوم نے مذہبوں میں ڈالا ہے کوئی اُسکی نظیر نہیں بتا سکتا۔ یہی تو وجہ ہے کہ تمام انبیاء اور خصوصاً فخر بنی آدم حضرت محمد مصطفے احمد مجتبیٰ صلوٰۃ اللہ وسلامہ نے اپنی اُمت کو سخت ڈرایا کہ دجال ایک ایسی قوم ہوگی جسکا اثر تمام دلوں پر پڑیگا تم خبردار رہنا۔ اگر یہ قوم نہیں تو پھر کوئی بتائے کہ دجال اس سے بڑھکر کیا کارروائی کر سکتا ہے۔ کیا مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی مابین خلق آدم الی قیام الساعۃ امر اکبر من الدجال یعنے آدم کی پیدائش سے لیکر تا قیامت دجال کے معاملہ سے بڑھ کر کوئی معاملہ نہیں اپنے پورے معنوں میں ثابت نہیں ہوتی۔ ضرور ہوتی ہے۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ حدیث میں تو صرف ایک شخص ثابت ہوتا ہے اور یہ لوگ تو جماعتوں کی جماعتیں ہیں کیونکر تسلیم کر لیا جائے کہ یہ لوگ دجال ہیں۔ سو اسکا جواب یہ ہے کہ اول ہم ظاہر کر چکے

ہیں کہ لغت میں دجال کے معنے جماعت کے لکھے ہیں اور اگر حدیث میں واحد شخص ذکر کیا گیا ہو تو اسمیں کیا حرج ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ جنس میں سے ایک فرد کا ذکر کر دیا جاتا ہے اور مراد اُس سے کل افراد جنس ہوتے ہیں جیسے قرآن کریم میں سات سال کی ایک پال دکھلائی گئی اور مراد اُس سے زمین مصر کی کل سات سال کی پالیں لیگئیں جو کروڑ در کروڑ تھیں۔

اور یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن صیاد کو دجال قرار دیدیا تھا کیونکہ اُن صفات میں سے جو دجال کی نسبت بیان کیجاتی ہیں کچھ صفات اُسمیں مشہود تھیں جس سے اتنا تو ثابت ہوگیا کہ معمولی قسم کے انسانوں میں سے دجال ہوگا۔ اور صرف اپنے ہتھکنڈوں اور کرتبوں کی وجہ سے پہچانا جائیگا۔ سو کون نہیں جانتا کہ جسقدر کرتب اس قوم نے دکھائے ہیں ابن صیاد کے کرتبوں سے کہیں بڑھ کر ہیں بلکہ اگر ابن صیاد اسوقت ہوتا تو ان پادریوں اور طبیبوں کی کارستانیاں دیکھ کر مارے شرم کے پگھل جاتا اور اپنے کل کرتوت بھولجاتا۔

لیکن ہم اسپر اکتفا نہیں کرتے بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے دکھاتے ہیں کہ وہ بھی دجال کو ایک جماعت ہی تصور کرتے تھے دیکھو حدیث ذیل:۔

یخرج فی اخر الزمان دجال یختلون الدنیا بالدین یلبسون للناس جلود الضان من الدین السنتہم احلی من العسل و قلوبہم قلوب الذیاب یقول اللہ عز وجل ابی یغترون ام یجترؤن حتے حلفت لابعثن علی الذئک منہم فتنۃ تدع الحلیم منہم حیران رواہ النسائی عن ابی ہریرۃ

یعنے نسائی نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ آخری زمانہ میں دجال نکلیگا وہ جماعت ہوگی جسکے لوگ دنیا کو دین کے ساتھ ملائیں گے اور لوگوں کو دین کے بارہ میں بکریوں کی کھال میں دکھلائی دینگے یعنے بظاہر مسکین اور غریب طبع ہونگے۔ اُنکی زبانیں شہد سے بھی زیادہ میٹھی ہونگی اور اُنکے دل بھیڑیوں کیسے ہونگے اللہ تعالے کہیگا کیا میرے ساتھ دھوکہ کرتے ہیں یا میری ذات پر جرأت کرتے ہیں مجھے ان پر اسقدر غصہ ہے کہ میں قسم کھالونگا کہ انہی میں سے میں ایک فتنہ برپا کرونگا جس سے اُنکے دانا سے دانا بھی حیران رہجائیں گے۔ دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ

اب اس حدیث سے صاف واضح ہوگیا کہ دجال سے مراد ایک جماعت ہے جو مکر و فریب سے کارروائی کریگی بظاہر بڑے رحیم و کریم اور بڑی ہی میٹھی ہونگے مگر باطن میں درندوں سے کم نہونگے۔ سو کون نہیں جانتا یہ صفات پادریان فرنگ میں من کل الوجوہ پائی جاتی ہیں۔

علاوہ بریں دجال کو صرف ایک شخص قرار دینا اور پھر کل دنیا پر اسکا تسلط ہونا قرین قیاس نہیں کیونکہ ایک شخص اکیلا کیونکر کل مخلوقات پر مسلط ہو سکتا ہے۔ حالانکہ سرور عالم فخر بنی آدم علیہ الصلوٰۃ و السلام جو تمام مخلوقات میں افضل تھے وہ تو ساری دنیا پر مسلط نہ ہو سکے یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک کافر اور وہ بھی ناقص الخلقت تمام جانوں پر حکمران ہو جائے اور پھر حکومت بھی ایسی کہ کل خدائی ہی اسکے قبضہ قدرت میں آجائے اور خدا تعالی جو خالق کل شیئی ہے ایک عاجز ناتوان ہو کر بیکار رہجائیگا۔ وہی حی و قیوم وہی شافی وہی خالق وہی رازق وہی مینہہ برسانے والا۔ وہی کھیتوں کو ہرا بھرا کرنے والا۔ وہی مار اور جلانے والا۔ وہی عزت دینے والا وہی ذلت دینے والا۔ غرض کوئی صفت منجملہ صفات اللہ نہو گی جو اسمیں نہ پائی جاتی ہو۔ اور تعجب پر تعجب کہ یہی اعتقاد اس زمانہ کے علما بھی رکھتے ہیں۔ حالانکہ ان نادانوں کو یہ خیال بھی نہ آیا کہ جب دجال اسقدر خدائی طاقت رکھتا ہے تو پہلے اپنی آنکھ ہی کیوں درست نہیں کر لیتا اور یہ لوگ مانتے ہیں کہ وہ کانا یعنے یک چشم ہوگا۔ جب وہ اپنی آنکھ درست کرنے پر قادر نہیں تو وہ دوسروں کو کیسے زندہ کر سکتا ہے۔

اب ہم دیگر قرائن قویہ سے ثبوت دیتے ہیں کہ جسقدر احادیث میں دجال کی صفات آئی ہیں وہ سب اسی قوم میں پائی جاتی ہیں۔

(۱) اول وقت بتایا گیا ہے کہ دجال کب نکلیگا۔ چنانچہ حدیث ذیل سے واضح ہے۔

عن علی انه خطب الناس فحمد الله واثنی علیه وصلی علی نبیه. ثم قال یا معاشر الناس سلونی قبل ان تفقدونی یقولها ثلاث مرات۔ فقام الیه صعصعة بن صوحان العبدی فقال یا امیر المؤمنین متی یخرج الدجال فقال له یا صعصعة قد علم الله مقامك وسمع کلامك ما المسئول باعلم بذلك من السائل ولکن لخروجه علامات واسباب وهنات۔ یتلو بعضهن بعضا حذو النعل بالنعل فی حول و احد ثم ان شئت انبأتك بعلامته فقال عن ذلك

ابن المنادی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ علی نے لوگوں کے سامنے خطبہ پڑھا۔ اول اللہ تعالے کی حمد وثنا کی اور پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھی اور پھر تین دفعہ کہا کہ اے لوگو پیشتر اسکے کہ میں تم سے رخصت ہو جاؤں مجھے کچھ پوچھ لو۔ اسپر صعصعہ بن صوحان عبدی کھڑا ہوا اور کہا کہ اے امیر المؤمنین دجال کب نکلیگا۔ اسپر حضرت علی نے جواب میں کہا کہ صعصعہ ٹھہر اللہ تعالے تیرے مقام کو جانتا اور تیری کلام کو سنتا ہے اور معلوم رہے کہ سائل مسئول عنہ سے زیادہ واسباب وہ

سألتك يا امير المؤمنين قال فاعقد بيدك
واحفظ ما اقول لك اذا امات الناس الصلوٰة
واضاعوا الامانات وكان الحكم ضعفا والظلم
فخرا وامراؤهم فجرة ووزراؤهم خونة واعوانهم
ظلمة وقراءهم فسقة وظهر الجور وفشا الزنا
وظهر الربا وقطعت الارحام واتخذت القينات
وشربت الخمور ونقضت العهود وضيعت القسمات
وتوانى الناس فى صلوٰة الجماعة وزخرفوا
المساجد وطولوا المنابر وحلوا المصاحف و
اخذوا الرشاد واكلوا الربى واستعملوا السفهاء
واستخفوا بالدماء وباعوا الدين بالدنيا واتجرت
المرأة مع زوجها حرصا على الدنيا وركب النساء
على المنابر وتشبهن بالرجال وتشبه الرجال
بالنساء وكان السلام بينهم على المعرفة وشهد
شاهدهم من غير ان يستشهد وحلف من قبل
ان يستحلف ولبسوا جلود الضان على قلوب الذئاب
وكانت قلوبهم امر من الصبر والسنتهم احلى من
العسل وسرائرهم انتن من الجيف والتمس
التفقه لغير الدين وانكروا المعروف وعرفوا المنكر
فالنجا النجا والوحاء الوحا نعم السكن حينئذ
عبادان النائم فيها كالمجاهد فى سبيل الله
وهى اول بقعة آمنت بعيسى عليه الصلوٰة والسلام
وليأتين على الناس زمان يقول احدهم ياليتنى
كنت تبنة فى لبنة من بيت من بيوت عبادان

میں نہیں جانتا لیکن دجال کے بارہ میں کہ وہ کب
ظاہر ہوگا کچھ علامتیں اور نشان اور اسباب ہیں۔
بعض بعض کو ظاہر کر دینگی اور ایک ہی مدت میں
یکے بعد دیگر واقع ہونگی پھر اگر تم چاہو تو میں اسکی علامت
تمکو سنا دونگا۔ اُسنے کہاکہ ہاں امیر المومنین میں
اسی باب میں تو پوچھتا ہوں۔ حضرت علی نے کہا
کہ اپنے ہاتھ کو اکٹھا کر و اور جو کچھ میں کہوں اُسکو یاد
رکھیو سو واضح ہو کہ دجال اُسوقت نکلے گا جب دیکھیو
کہ لوگوں نے نمازوں کو ترک کردیا اور امانتوں کو
ضائع کردیا۔ اور احکام میں ضعف آگیا اور ظلم
فخر سے کیا جاتا ہو اور امیر لوگ فاسق فاجر ہوں
اور وزیر خائن پیشہ ہوں۔ اراکین ظالم ہوں اور
قاری فاسق ہوں اور ظلم اور تعدی برملا ہو اور
زنا کھلا ہوتا ہو۔ سود کا عام رواج ہو۔ اور قطع رحمی
بہت ہو اور گانیوالی (کنچنیاں) بولائی جائیں۔ شراب
دن دہاڑے پی جاتی ہو اور پیمان توڑے جاتے ہوں
اور قسمیں ضائع کیجاتی ہوں اور لوگ جماعت کیساتھ
نماز پڑھنے میں سستی کرتے ہوں مسجدیں سجائی
جاتی ہوں اور لمبے چوڑے منبر کھڑے کئے جاتے ہوں
اور قرآن کریم آراستہ کئے جاتے ہوں اور رشوت
لیجاتی اور سود کھایا جاتا ہو۔ کمینے اور کم عقل عامل
بنائے جاتے اور خون کرنا ہلکی بات سمجھا جاتا ہو اور
دین کو دنیا سے بیچتے ہوں اور دنیا کی حرص میں
اگر عورت اپنی خاوند کی تجارت میں شریک ہوتی ہو

فقام اليه الاصبغ بن نباتة فقال يا امير
المؤمنين ومن الدجال قال صافی بن صائد
الشقی من صدقه والسعيد من كذبه الا ان
الدجال يطعم الطعام ويشرب الشراب ويمشی
فی الاسواق والله تعالی يحفظ عن ذلك - الا ان
الدجال طوله اربعون ذراعا بالذراع الاول تحته
حمار اقمر طول كل اذن من اذنيه ثلاثون ذراعا
ما بين حافر حماره الی الحافر الآخر مسيرة يوم
وليلة - تطوی له الارض منهلا منهلا ويتناول السحاب
بيمينه ويسبق الشمس الی مغيبها يخوض البحار
الی كعبيه امامه جبل دخان وخلفه جبل
اخضر ينادی بصوت له يسمع به ما بين الخافقين
الیّ اوليائی الیّ احبائی - فاما الذی
خلق فسوی والذی قدر فهدی انا ربكم الاعلی
كذب عدو الله ليس ربكم كذلك - الا ان الدجال
اكثر اشياعه واتباعه اليهود واولاد الزنا - يقتله
الله تعالی بالشام علی عقبة يقال لها عقبة
افيق لثلاث ساعات مضين من النهار علی
يدی عيسی ابن مريم فعند ذلك خروج الدابّة
من الصفا معها خاتم سليمان بن داؤد وعصی موسی
بن عمران تنكت بالخاتم جبهة كل مومن
هذا مومن حقا حقا ثم تنكت بالعصی جبينة
كل كافر هذا كافر حقا حقا - الا ان المؤمن جبينه
يقول الكافر ويلی يا كافر - الحمد لله الذی لم

اور عورتیں ممبروں پر چڑھ کر لکچر دیتی ہوں اور مردوں
کے مشابہ ہوں - اور سلام صرف جان پہچان پر ہوتا
ہو اور گواہ بغیر طلب گواہی کے گواہی دے اور بغیر
طلب قسم کے قسم کھائے - اور انسان ایسی صورت
بنائیں کہ بظاہر بکری جیسا نرم ہو لیکن باطن میں بھیڑیا
جیسا دل ہو - اُنکے دل صبر سے بھی زیادہ کڑوے
ہونگے اور اُنکی زبانیں شہد سے زیادہ میٹھی ہونگی او
انکی چھپی باتیں مُردار سے زیادہ بدبودار ہونگی اور
دین تھے سوا اور باتوں میں تفقہ اور غور ہوگی اور نیک
باتیں بُری اور بُری باتیں نیک سمجھی جائینگی، اُسوقت
خرابی ہی خرابی ہوگی جنسے بچنا ضروری ہے اُس
وقت اچھا مکان عبادان ہوگا جسمیں ہونے والا
مجاہد فی سبیل اللہ کے برابر ہوگا اور وہ پہلا مقام ہے
جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام (نبی ناصری) پر ایمان
لائے تھے - لوگوں پر ضرور ضرور ایسا زمانہ آئیگا کہ
ہر ایک کہیگا کاش میں عبادان کے مکانوں کی اینٹوں
کے ذرات ہوتا - پھر اصبغ بن نباتہ اُٹھا اور عرض کیا کہ
اے امیر المؤمنین دجال کون ہے اُنہوں نے کہا کہ
صافی بن صائد - جو شخص اُسکی تصدیق کریگا وہ شقی
ہے اور جو اُسکی تکذیب کریگا وہ سعید ہے - خبردار
دجال کھانا کھائیگا اور شراب پیئے گا اور بازاروں میں
چلا کریگا - اور اللہ تعالےٰ ایسی باتوں سے بلند تر ہے
اور دجال کا طول چالیس گز ہے جو آدم کے وقت تھا
اُسکے نیچے سفید گدھا ہوگا اور اُسکے دونوں کانوں

يجعلني مثلك وحتى ان الكافر ليقول للمؤمن طوبى لك يا مؤمن ياليتني كنت معكم فافوز فوزا عظيما- لا تسألوني عما بعد ذلك فان رسول الله صلى الله عليه وسلم عهد الى ان اكتمه- رواه ابن المنادى-

کے درمیان تیس گز کا فاصلہ ہوگا اور اُسکے گھر یعنے قدم اول سے دوسرے قدم تک ایک رات دن کے سفر کے برابر ہوگا- مراد ایک سٹیشن سے دوسرے سٹیشن تک ہے- زمین اُسکے ذریعہ سے باآسانی طے ہوگی- بادل اُسکے دائیں طرف رہ جایا کریگا اور سورج کو اُسکے غروب کے مقام سے پیچھے چھوڑ جائیگا- سمندر میں اپنے ٹخنوں تک غوطہ زن ہوگا- اُسکے آگے دھوئیں کا پہاڑ اور اُسکے پیچھے سبز پہاڑ ہوگا- وہ آواز نکالیگا جو زمین کے دونوں کناروں تک کے لوگوں کو سنائی دیگا اور وہ آواز یہ ہوگا کہ اے پیارے دوستو میرے پاس آؤ- میں وہ ہوں جسنے پیدا کرکے ٹھیک ٹھاک کیا اور جس نے اندازہ کرکے ہدایت کی راہ بتائی اور میں ہی تمہارا بڑا رب ہوں- اللہ کا دشمن جھوٹ کہیگا وہ تمہارا رب نہیں- یہ یاد رکھو دجال کے بہت سے گروہ ہونگے اور اُس کے تابعدار یہودی اور ولد الزنا ہونگے- اللہ تعالے اُسکو شام میں ایک ٹیلے پر جسکو افیق کہتے ہیں دن کے تین ساعت میں عیسےٰ ابن مریم کے ہاتھ سے قتل کرائیگا- وغیرہ وغیرہ دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۶۶-

اس حدیث سے بخوبی واضح ہوگیا کہ حضرت علی نے دجال کے وقت ظہور کی علامات بتادی ہیں جو اوپر بیان ہوچکی ہیں- اب میں پوچھتا ہوں کیا نمازوں کو لوگوں نے ترک نہیں کردیا اور جو پڑھتے بھی ہیں تو کیا وہ اُس طریق پر پڑھتے ہیں جس طریق پر پیارے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عمل کرکے دکھایا تھا نہیں ہرگز نہیں بلکہ رسم و عادت کے طور پر پڑھتے ہیں- خدائے علیم وخبیر کی کچھ عظمت دل میں نہیں ہوتی اور نہ جانتے ہیں کہ ہمارے منہہ سے کیا نکل رہا ہے- یہ تو نمازوں کا حال ہے- اب امانت کی سنئے آجکل کے زمانہ میں امانت عنقا ہو رہی ہے- بیوی کو اپنے خاوند پر اور خاوند کو اپنی بیوی اور اولاد پر بھروسہ نہیں کہ کوئی امانت محفوظ رہے- اور دین کا ذکر ہی جانے دو-

اللہ کے حکم میں ضعف یہانتک آگیا کہ کسی حکم خدا کی قدر نہیں رہی بلکہ یہی ثابت ہوتا ہے کہ ہر ایک شخص اپنے نفس کی تمنیات اور خواہشات کو مقدم سمجھتا اور اپنی اغراض دلی کی پیروی کرنا سب سے ضروری اور اہم خیال کرتا ہے- جسقدر قرآن کریم میں احکام ہیں اُن میں سے ایک بھی ایسا دکھلائی نہیں دیتا جسکی تعظیم و تکریم ہوتی ہو-

ظلم کا یہ حال ہے کہ جسکی حد نہیں- ایک ایک ادنے سے ادنے آدمی بھی جہاں بس چلے ظلم اور حق تلفی

کے بغیر رہ نہیں سکتا۔ حق اللہ اور حق العباد کی ایک رائی کے برابر بھی وقعت نہیں پائی جاتی۔ باوجود ان سب باتوں کے مجلسوں میں ہمجنسوں کے آگے فخر کیا جاتا ہے۔

امراء کے فسق و فجور کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ میں قریباً تمام ہندوستان میں پھرا۔ مجھے ابتک کوئی ایسا امیر نہیں ملا یا کم از کم نہیں سُنا جو فسق کے الزام سے بری ہو۔ نہایت دلیرانہ طور سے فسق کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔ بلکہ طرز زندگی ظاہر کرتی ہے کہ گویا یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ ہم پیدا ہی اسی غرض کے لئے ہوئے ہیں۔

وزراء کا حال سُنئے۔ جہانتک اس زمانہ کے بادشاہ یا نواب ہیں آئے دن یہی سنا جاتا ہے کہ فلاں وزیر نے اپنے آقا سے یہ بے وفائی کی اور فلاں نے فلاں قوم سے اتنا روپیہ لے کر بادشاہ یا نواب یا راجہ سے غداری کی۔ یہ امر بھی روز روشن کی طرح اظہر من الشمس ہے۔

اراکین سلطنت کا حال بھی ناقابل ذکر ہے۔ ہر ایک خائن پیشہ اور غدار طینت معلوم ہوتے ہیں۔ بڑی جرأت سے ظلم کیا جاتا ہے۔ الا ماشاء اللہ۔

قاریوں کا یہ حال ہے کہ زناکاری اور لواطت کو اپنا ضروری پیشہ سمجھتے ہیں۔ آئے دن یہی سُنا جاتا ہے کہ فلاں حافظ صاحب یا فلاں قاری صاحب۔ فلاں واعظ صاحب زنا کرتے ہوئے یا اغلام میں مبتلا دیکھے گئے۔

ظلم نہایت عام ہے۔ زنا اس کثرت سے ہے کہ گلی کوچوں میں گذرنا مشکل ہو گیا ہے۔ بہت ہی کم ایسے خدا کے بندے نکلیں گے۔ جو ایمان کے اس غارتگر فعل سے بچے ہوئے ہوں ورنہ تمام طبائع اس فعل قبیح کیطرف تُلی ہوئی ہیں اور آنکھ کا زنا تو شیر مادر کی طرح حلال سمجھا جاتا ہے شائد ہزار میں سے ایک بزرگ ایسا ہو جو آنکھ کے زنا سے محفوظ ہو۔

سود کی نسبت بھی جہانتک دیکھا جاتا ہے عام رواج ہو گیا ہے۔ اور قوموں میں تو سُود کی کوئی ممانعت ہی نہیں اور مسلمانوں میں اسکی سخت ممانعت ہے یہانتک کہ لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکل الربوا وموکلہ وشاھدیہ وکاتبہ۔ اخرجہ ابوداؤد والترمذی عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ یعنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سُود کے دینے والے اور لینے والے اور گواہوں اور کاتب پر لعنت ہے۔ دیکھو تیسیر الوصول الے جامع الاصول مطبوعہ مطبع نولکشور۔ جلد اول صفحہ ۱۴۱۔ مگر پھر بھی ربا کا استعمال اس کثرت سے ہو گیا ہے کہ کوئی بھی بچا ہُوا نہیں معلوم ہوتا اور جو بچے بھی ہوئے ہیں تو اُن پر رسول اللہ صلعم کی اس حدیث کی صداقت ضرور ہوتی ہے۔

عن ابی هریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیاتین علی الناس زمان لا یبقی احد الا اکل الربوا فمن لم یاکلہ اصابہ من بخارہ۔ اخرجہ ابوداود والنسائی۔

ابوداود اور نسائی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئیگا کہ کوئی بھی ربا کھانے سے نہ بچے گا اور کوئی نہ بھی کھاتا ہوگا تو بھی اُسکا بخار تو اُسکو ضرور پہنچے گا۔

سو یہی حال اسوقت ہے۔ یا تو سُود لینے والے یا سُود دینے والے نظر آتے ہیں اگر ایسے نہیں تو ایسے محکموں میں ملازم ہیں جنکا کل کاروبار سُود پر چلتا ہے جس سے ایک فرد بشر بھی بچا ہؤا معلوم نہیں ہوتا۔ رحم کا تعلق ماں اور اُس کے رشتہ داروں اور بیوی اور اُسکے رشتہ داروں سے ہوتا ہے اور حدیث میں اس رحمی متعلقین کی طرف اشارہ ہے کہ ان سے قطع تعلق نہیں چاہئیے لیکن عموماً دیکھا جاتا ہے کہ لوگ ماؤں سے بہنوں سے اور ماں کے جسقدر رشتہ دار ہوتے ہیں اُن سب سے تعلقات توڑ چکے ہیں۔ اور ایسا ہی حال بیوی کے متعلقین سے ہے۔ اگر ماں یا بیوی اپنے ماں باپ یا بھائی بہن یا کسی رشتہ دار کو کوئی چیز دینی چاہے تو گھر کا گھر مخالفت پر آمادہ ہوجاتا ہے اور کہنے لگ جاتا ہے کہ گھر کو لوٹکر اپنے میکے کو بھر رہی ہے۔ الغرض سُسرال وغیرہ کی سخت بیقدری اور بے عزتی ہورہی ہے حتے کہ لفظ سسرہ یا سالہ بڑی حقارت سے لیا جاتا ہے بلکہ گالی کے مقام پر بولا جاتا ہے۔

گانے والیوں کا وہ زور شور ہے کہ غریب سے غریب آدمی بھی جسکا گذارہ مزدوری پر ہو اپنے بیٹے کے تولد یا ختنہ یا شادی کے موقع پر کم از کم ایک رنڈی تو ضرور بولاتا ہے۔ اور جُوں جُوں حیثیت زیادہ ہو اُسیقدر زیادہ طوائف بولائے جاتے ہیں۔ اس سے مولوی لوگ بھی بری نہیں۔ الا ماشاء اللہ۔ اور جسقدر عزت اور تعظیم اِن بدکار فاسقہ عورتوں کی ہوتی ہے اتنی نہ کسی بزرگ پیر و مرشد کی ہوتی ہے اور نہ ماں باپ کی۔

شراب خوری کی یہ حالت ہو کہ ہر شہر بلکہ ہر گائوں میں بکثرت شراب کی دُکانیں کھل گئی ہیں اور گلی کوچوں میں شراب پی کر لوگ بدمست پھرتے ہیں۔ اور چونکہ اعلےٰ سے اعلےٰ اور ادنےٰ سے ادنےٰ اقسام کی شرابیں بیسیوں قسم کی پیدا ہوگئی ہیں اسلئے ہر منصب کا آدمی بآسانی اُسکو خرید کر استعمال کرتا ہے اگر صرف ہندوستان کی شراب خوری کا اندازہ لگایا جاوے تو ایک ماہ میں کروڑ سے کم قیمت کی شراب نہیں خرچ ہوتی۔ خفیہ طور سے نہیں پی جاتی۔ علانیہ سر بازار اور مجمعوں میں بوتلوں کی بوتلیں

انڈیلی جاتی ہیں۔

عہد شکنی کا یہ حال ہے کہ اِدھر عہد ہُوا اُدھر توڑ دیا گیا اور ایک ذرہ بھر بھی پرواہ نہیں کی جاتی ذرہ اپنا کام نکلا اور جھٹ پیمان توڑا۔ یہاں تک کہ باپ کو بیٹے پر اور بیٹے کو باپ پر بھروسہ نہیں۔ اور اراکین سلطنت کا تو حال ہی نہ پوچھو۔ بات بات پر عہد شکنی ہو رہی ہے۔

قسموں کا یہ عالم ہے کہ ادنےٰ ادنےٰ بات پر بے ایمانی کی جاتی ہے۔ اور ٹھیک طور پر تقسیم نہیں ہوتی خدا تعالیٰ کی مقرر کردہ تقسیم میں بھی رعایت اور خیانت کیجاتی ہے۔

جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا تو درکنار نماز ہی ادا نہیں کرتے اور جو کرتے بھی ہیں تو اسی کو غنیمت سمجھ لیتے ہیں کہ گھر میں نماز پڑھ لیں اور اگر کہیں مسجد کے پاس سے گذر بھی ہو گیا تو بھی وہ جماعت کی انتظار کئے فوراً جلدی جلدی ٹکریں لگائیں اور بھاگ کھڑے ہوئے۔

مسجدوں کے سجانے کا یہ حال ہے کہ جن لوگوں کو کبھی مسجد کے اندر گذر بھی نہ ہُوا ہو وہ مولود خوانی یا کسی اور تقریب پر وہ وہ آراستگی اور پیراستگی کرتے ہیں کہ بادشاہوں کے گھروں کو مات کیا جاتا ہے ہزارہا جھاڑ و فانوس روشن کئے جاتے اور مومی بتیاں جلائی جاتی ہیں اور مطلا و مذہب چوکھٹے دیواروں پر چسپاں کئے جاتے اور خوبصورت اور بیش بہا کپڑے نصب کئے جاتے اور درخت مصنوعی نہایت خوش وضع جابجا لگائے جاتے ہیں اور شربت کے مٹکے رکھے جاتے اور چائیں پلائی جاتی ہیں خوش آواز سے خوش آواز گانے والے بلائے جاتے ہیں اور ہر قسم کے زن و مرد شریک مجلس ہو کر مسجدوں کو بارونق بنایا جاتا ہے۔

منبروں کا یہ حال ہے کہ چھوٹی سے چھوٹی مسجد میں بھی ممبر دکھلائی دیتے ہیں۔ اور بڑے بڑے منبر تیار کئے جاتے ہیں حتےٰ کہ بعض مساجد میں سنگ مرمر کے ممبر نظر آئیں گے۔

قرآن کریم کی تعلیم پر تو ذرہ عمل نہیں لیکن کوئی گھر نہیں جسمیں دو چار قسم کے قرآن شریف نہوں اور اُنپر بڑے بڑے خوبصورت غلاف چڑھائے جاتے اور اُنکی قیمتی سُنہری و روپہری جلدیں بندھوائی جاتی ہیں۔

رشوت کا اسقدر بازار گرم ہے کہ ادنےٰ چپڑاسی سے لیکر اعلےٰ سے اعلےٰ عامل اپنی اپنی حیثیت کے بموجب رشوت لینا فرض منصبی سمجھتے ہیں۔ بہت ہی تھوڑے ہیں جو اس سے پرہیز کرتے ہیں۔ اگر سلطنت کی طرف سے سخت دھمکی نہ ہوتی تو پھر خدا جانے کہانتک نوبت پہنچتی لیکن دیگر سلطنتوں میں ایسا بندوبست نہیں وہاں تو اندھیر پڑا ہُوا ہے۔ یہ گورنمنٹ برطانیہ کی نیک نیتی اور عالی حوصلگی

ہے کہ رشوت ستانی کو نظر حقارت سے دیکھتی ہے ۔ رشوت ستانی کے عجیب در عجیب طریقے ایجاد کئے گئے ہیں۔ کہیں کسی دوائی کے بہانہ سے پڑیوں میں روپیہ دیا جاتا ہے۔ کہیں کہدیا کہ ہمارے گھر میں سو پچاس من غلہ پہونچا دو۔ کہیں بھوسہ۔ کہیں لکڑیوں کے گڈے طلب کرلئے۔ کہیں کہدیا کہ اتنے من گھی خرید دو۔ کہیں کوئی گھوڑا یا گائے طلب کرلی غرض جس پہلو سے آسانی دیکھی کر کرالیا۔

عاملوں کا یہ حال ہے کہ اگر کل اُسکی ماں چکی پیس کر اور چرخہ کاتکر اور لوگوں کی خدمت گذاری کرکے اُس کی پرورش کرتی تھی اور آج وہ تعلیم حاصل کرکے اعلےٰ مراتب پر پہونچکر حکومت کی کرسی پر بیٹھا ہے۔ ہزارہا بلکہ لاکھہا اِس قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں اور شاہوں اور امیروں کی اولاد اب افلاس اور تنگدستی میں گرفتار دربدر پھرتی ہے یا وہ ادنےٰ سے ادنےٰ خدمت پر مامور ہوکر نہایت ذلت اور خواری کے ساتھ روزگار بسر کر رہے ہیں۔ اور عاملوں کی فطرت میں چونکہ کمینگی اور سفلہ پنی کوٹ کوٹ کر بھری ہے اِسلئے جہانتک اُن سے ہوسکتا ہے شرفاء کو ذلیل کرنے میں کوئی فروگذاشت نہیں کرتے۔

خون کی ذرہ بھی پرواہ نہیں کی جاتی ہے۔ اِس سے دو مفہوم نکلتے ہیں۔ یعنے یا تو شریفوں کی بے قدری کی جاتی ہے یا قتل بے دریغ کیا جاتا ہے اور کچھ بڑی بات نہیں سمجھی جاتی۔ یہ دونوں باتیں عیاں ہیں۔ نہ شرفا کی قدرومنزلت ہے اور نہ ہی خون کی پرواہ کیجاتی ہے۔ گاجر مولی کی طرح اِنسان ذبح کردیا جاتا ہے۔ اور اکثر دیکھا گیا ہے دو دو روپیہ کے لئے اِنسان کی جان لینے میں کوئی دریغ نہیں کیا گیا۔ نہایت بیرحمی سے ادنےٰ ادنےٰ تحریک پر خونریزی کیجاتی ہے۔

دین فروشی کا یہ عالم ہے کہ اسوقت ایک مُفتی بھی ایسا نظر نہیں آتا کہ بغیر معاوضہ لئے فتوےٰ دیتا ہو۔ الاماشاءاللہ۔ ابھی تھوڑی سی نذر پیش کردو۔ پھر مرضی کے موافق فتوے لے لو۔ جہاں کہیں کسی فاسق سے فاسق نے دعوت کردی اور خوب حلوا پلاؤ پکاکر کھلادیا اُسکی کل کمائی خواہ وہ چوری کی ہو یا رشوت کی یا سُود کی یا کسی اور ناجائز طریقے سے ہو سب حلال اور طیب ہوجاتی ہے۔ بالخصوص کوئی رنڈی طلب کرے تو اُسکی دعوت پر اسطرح بھاگتے ہیں جیسے گدھ کسی مُردار پر۔ جہاں کہیں سے چند پیسے ملنے کی اُمید ہو خواہ کتنا ہی فسق و فجور کا ارتکاب ہو رہا ہو امر بالمعروف سے زبان کو مُہر سکوت لگالیں گے۔

عورتوں کا مردوں کی تجارت میں شریک ہونا بھی عیاں ہے۔ بڑے بڑے شہروں میں جاکر دیکھ لو

ہر چیز میں عورتیں مردوں کے ساتھ شریک تجارت ہو رہی ہیں اور ہر طرح کی خرید و فروخت بذات خود کر رہی ہیں۔

مستورات کا ممبروں پر چڑھنا اور لکچر دینا روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ کثیر عورتیں ممبر کی جگہ کھڑے ہو کر مردوں کو لکچر سناتی ہیں اور اپنی جادو بیانی سے مخلوقات کو محو کرتی پھرتی ہیں مسس بیسنٹ اور راما بائی وغیرہ اسکی کافی دلیل ہیں۔

بہت سی عورتیں مردوں کا بھیس بدلکر اور مرد عورتوں کا بھیس بدلکر تماشوں اور تھیٹروں میں سوانگ بھرتے اور گلی کوچوں میں گاتے بجاتے پھرتے ہیں۔

سلام جان پہچان پر ہی ہوتا ہے۔ خواہ کیسا ہی بزرگ سے بزرگ پاس سے گذرے ممکن نہیں کہ بصورت عدم واقفیت سلام کیجائے۔ اور بزرگوں اور مولویوں کا یہ حال ہے کہ وہ بھی جان پہچان اور سابقہ معرفت کے بغیر سلام نہیں کہینگے اور اگر کہیں جان پہچان بھی ہو تو بھی اسبات کی خواہش کرینگے کہ لوگ ہمیں سلام کریں خود ابتدائے سلام کو گویا حرام سمجھتے ہیں۔

شہادت کا یہ حال ہے کہ بغیر ضرورت یا بغیر طلبی گواہی کیلئے آمادہ ہو جاتے ہیں اور جہاں ضرورت ہوتی ہو وہاں طلب بھی کرائیں تو کتمان شہادت ہوتی ہے۔ ہرگز سچی گواہی نہیں دیتے۔

ایسا ہی حال قسموں کا ہے کہ بغیر ضرورت کے ادنےٰ ادنےٰ بات پر قسم کھائی جاتی ہے۔ اور پھر انکی کچھ بھی پرواہ نہیں کی جاتی۔

تہذیب زمانہ کی وجہ سے لوگ بظاہر بڑے نرم دل اور حلیم معلوم ہوتے ہیں لیکن جب کوئی کام آن پڑتا ہے تو پھر بھیڑیوں کی طرح پھاڑنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ عموماً یہی حالت ہو رہی ہے۔ جو زبان ایک لمحہ بھر پہلے نہایت شیریں اور میٹھی تھی اب ایسی کڑوی اور درشت ہو جاتی ہے۔ کہ گویا اس میں خوش خلقی کا نام و نشان تک نہیں۔

یہ بات بھی طشت ازبام ہے کہ لوگ ہزاروں میل کا سفر کر کے دنیاوی علوم کے حاصلکرنے اور ہزار ہا روپیہ صرف کرنے میں کچھ تامل نہیں کرتے اور بڑے بڑے بزرگوں کی اولاد منطق اور فلسفہ جو ایمان کے غارت گر یونانیوں کے ہذیانات ہیں عمریں بسر کر دیتے ہیں لیکن قرآن کریم اور احادیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں کبھی بھی غور نہیں کرتے۔ صرف دینی علوم عالیہ کو پڑھ کر فضیلت کی دستار حاصلکرنا مقصود بالذات ہوتا ہے۔ دین کی خدمتگذاری کی ذرہ پرواہ نہیں۔ قرآن اور حدیث کو

علوم عالیہ میں داخل ہی نہیں کرتے ۔ بلکہ اگر کوئی قرآن کریم بڑی عمر میں پڑھتا ہو تو اُسکو کند ذہن اور احمق خیال کرتے ہیں کیونکہ وہ خود تو بچپن کے زمانہ میں قرآن کو پڑھ لیتے ہیں جبکہ سوچنے اور سمجھنے کی پوری عقل ہی نہیں آتی اور جب کچھ سمجھ آئی تو صرف نحو اور منطق فلسفہ میں ساری کوشش خرچ کردی ہیں تمام ہندوستان میں پھرا مجھے سوائے قادیان کے کسی جگہ بھی ایک عالم نہیں ملا جو قرآن کریم پر تدبر و تفکر کرتا ہو۔ سب نے اُنہی تراجم پر جو صدی پہلے شاہ رفیع الدین صاحب یا شاہ عبد القادر صاحب نے کیا تھا اکتفا کرلیا اور فارغ ہو بیٹھے ۔ یا چند قصے کہانیوں سے بھری ہوئی تفسیریں دیکھ لیں اور عالم بن گئے ۔ ان اندھوں کو اتنا بھی نہ سوجھا کہ اگر کسی خاص زمانہ کی تفسیر کافی ہوتی تو پھر ہر صدی میں کیوں اسقدر تفسیریں لکھی گئیں ۔ صرف ابتدائی تفسیر ہی کافی سمجھی جاتی ۔ لیکن اگر یہ لوگ دینی تعلیم پر غور اور خوض کرنے والے ہوتے تو دجال کیوں کر آسکتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کیونکر پوری ہوتی ۔ لہٰذا اشد ضروری تھا کہ اس زمانہ میں علماء کی ایسی ہی حالت ہوتی ۔

اب جبکہ ان تمام امور متذکرہ بالا کا عین حدیث نبوی کے مطابق ظہور ہو رہا ہے اور ایک امر بھی ایسا نظر نہیں آتا جس کی نسبت کہہ سکیں کہ ابھی اسکا وقوعہ نہیں ہوا ۔ اور یہ باتیں آجکل ہی نہیں بلکہ ایک صدی کامل ہو چکی ہے ۔ جب سے انکا مشاہدہ ہو رہا ہے ۔ اب کوئی ہے کہ ان کا انکار کرے ۔ جب ان باتوں کا وقوع حق الیقین تک پہنچ چکا ہے تو پھر دجال کے وجود سے کیوں انکار کیا جاسکتا ہے ۔

(۲) مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے دجال کا موجود ہونا ضروری ہے چنانچہ حدیث ذیل واضح ہے

عن حذیفۃ بن الیمان قال قلت یا رسول اللہ الدجال قبل عیسٰی او عیسی بن مریم قال الدجال ثم عیسی بن مریم ثم لو ان رجلا انتج فرسا لم یرکب مھرھا حتی تقوم الساعۃ ۔ رواہ نعیم بن حماد ۔

نعیم بن حماد نے حذیفہ بن الیمان سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا دجال پہلے ہوگا یا عیسٰے ۔ فرمایا اول دجال ہوگا پھر عیسٰے بن مریم ۔ پھر اگر کسی شخص کی گھوڑی بچہ دیگی تو بچہ پر سواری نہیں کرنے پائینگے کہ قیامت برپا ہو گی ۔ دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۶۱ ۔

اس حدیث سے واضح ہے کہ اول دجال کا ہونا ضروری ہے اور ہم اُوپر دکھا چکے ہیں کہ ایک مدت پہلے دجال دُنیا پر مسلط ہو چکا ہے ۔

(۳) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دجال کے نکلنے کی سمت بھی بتادی تھی۔ چنانچہ حدیث ذیل اس کی تصدیق کرتی ہے۔

حدثنا قتيبة بن سعيد حدثنا ليث عن نافع عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما انه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو مستقبل المشرق يقول الا ان الفتنة ههنا من حيث يطلع قرن الشيطان۔

ابن عمر سے روایت ہے کہ اُس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو جبکہ وہ مشرق کی طرف رُخ کئے ہوئے تھے کہتے ہوئے سُنا کہ دجالی فتنہ اُس جگہ سے جہاں شیطان کی قرن یعنی سُورج نکلتا ہے پیدا ہوگا۔ دیکھو عمدۃ القاری جلد ۱۱ صفحہ ۳۵۳۔

ہندوستان اور چین ہی عرب کے مشرق کی طرف ہیں جسقدر فتنہ ان لوگوں نے ان ممالک میں کیا ہے اسکی نظیر کہیں نہیں ملتی چنانچہ ہم پیچھے دکھا چکے ہیں کہ جس قدر زور ان ملک مشرقی میں ہے مغرب یا شمال یا جنوب کے کسی ملک میں ثابت نہیں ہوتا۔ اور وہ جو تمیم داری کی حدیث میں آیا ہے کہ دجال کو کسی مغربی جزیرہ میں بند دیکھا۔ یہ بات بالکل صحیح ہے۔ واقعی دجال بوجہ ضعف و کمزوری اُسوقت ایک جزیرہ میں بند تھا جو مغرب کی طرف ہے لیکن جب وہ کھلا تو اُس نے اپنا سر مشرق میں دکھلایا۔ چنانچہ میں دکھلا چکا ہوں کہ جس قدر طاقت اور زور ممالک مشرقی میں دجال نے کیا ہے اسکی نظیر کسی ملک غربی میں نہیں پائی جاتی اور اسی حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی فرما دیا کہ وہ مشرق کی طرف ہے۔

(۴) دجال کا حلیہ بھی بتا دیا ہے جس سے انسان پہچان سکے کہ وہ کس صورت شکل کا ہے یسو واضح ہو کہ حلیہ میں چند امور پر الگ الگ بحث ہوگی تاکہ ناظرین کو پڑھنے میں آسانی ہو۔

(الف) دجال کے سر پر اسطرح بال ہونگے جیسے درخت پر شاخیں ہوتی ہیں۔ چنانچہ حدیث ذیل سے اسکی تائید ہوتی ہے۔

الدجال جعد هجان اقمر كان رأسه غصن شجرة مطموس عينه اليسرى والاخرى كانها عنبة طافية اشبه الناس به عبد العزى ابن قطن فاما هلك الهلك فانه اعور و

طبرانی اور احمد اور ابو داود طیالسی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے دجال کے بال گھونگر والے ہیں سفید اونٹ کی طرح چلنے والا گویا کہ اسکا سر

ان ربكم ليس باعور- رواه الطبراني و
احمد و ابوداود الطيالسي عن ابن عباس

درخت کی شاخ ہے۔ اُسکی بائیں آنکھ اندھی ہے
اور دوسری انگور کے دانہ کی کیسی ہے جو نکلا ہُوا
ہو اور زیادہ تر عبد العزی ابن قطن کے مشابہ ہے لیکن جسنے ہلاک ہونا ہے وہ ہلاک ہوگا کیونکہ وہ کانا ہو
اور تمہارا رب کانا نہیں ہے۔ دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۹۹۔

اِس مضمون کی اور حدیث بھی ہے:

الدجال فيلمانيا اقمر هجانا احدى عينيه
قائمة كانها كوكب دري كان شعرات
راسه كاغصان شجرة الى آخره- رواه
احمد عن ابن عباس۔

احمد بن حنبل نے ابن عباس سے روایت کی ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دجال
ہاتھی کی طرح مضبوط سفید رنگ۔ اونٹ کی طرح
ثابت قدمی سے چلنے والا اوسکی ایک آنکھ ستارہ کیطرح
چمکنے والی اور اُسکے سر کے بال درخت کی شاخوں کی طرح ہیں۔

اِس سے صاف واضح ہے کہ پادریوں کے سر کے بال اسیطرح دیکھے جاتے ہیں جسطرح احادیث میں ہے۔

(ب) آنکھ سے کانا ہوگا۔ چنانچہ حدیث ذیل اس کی مصدق ہے:-

عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
ما من نبي الا قد انذر امته الاعور الكذاب
الا انه اعور وان ربكم ليس باعور مكتوب بين
عينيه ك ف ر- متفق عليه۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت انس سے روایت
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔
کوئی بھی ایسا نبی نہیں گذرا جسنے اپنی اُمت کو کانے
دجال سے جو بڑا جھوٹ بولنے والا ہے نہیں ڈرایا تم
خبردار رہو کہ وہ کانا ہے اور تمہارا رب کانا نہیں ہے۔ اور اُسکی دو آنکھوں کے درمیان ک ف ر لکھا ہے
دیکھو مشکوۃ مطبوعہ مطبع احمدی صفحہ ۳۸۰۔

اِس مضمون کی دوسری حدیث یہ ہے:-

عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه
وسلم الا احدثكم حديثا عن الدجال ما حدث
به نبي قومه انه اعور وانه يجيئ معه مثل
الجنة والنار فالتي يقول انها الجنة هي النار و
اني انذركم كما انذر به نوح قومه متفق عليه۔

ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا۔ میں تمہیں دجال کی نسبت ایک ایسی
بات سناتا ہوں جو کسی نبی نے اپنی قوم کو نہیں سنائی
اور وہ یہ ہے کہ دجال کانا ہوگا اور وہ ضرور آئیگا
اور اُسکے ساتھ جنت اور نار کی مثال کچھ ہوگا جسکو

وہ کہیگا کہ وہ جنت ہے وہ حقیقت میں نار ہوگی اور میں تمہیں اُس سے اُسی طرح ڈراتا ہوں جسطرح نوح نے اپنی قوم کو ڈرایا تھا۔ اس حدیث کو بھی بخاری اور مسلم دونوں نے بیان فرمایا ہے۔ دیکھو مشکوۃ صفحہ ۴۷۰۔

(ت) دائیں آنکھ سے کانا ہوگا۔ چنانچہ ذیل کی حدیث سے اسکی تصدیق ہوتی ہے:۔

ارانی اللیلة عند الکعبة فرأیت رجلا آدم کاحسن ما انت راءٍ من ادم الرجال له لمة کاحسن ما انت راءٍ من اللمم قد رجلها فهی تقطر ماء متکئا علی رجلین یطوف بالبیت فسألت من هذا فقیل المسیح بن مریم ثم اذا انا برجل جعد قطط اعور العین الیمنی کانها عنبة طافیة۔ فسألت من هذا فقیل المسیح الدجال۔ رواه مالک واحمد بن حنبل والبخاری عن ابن عمر۔

مالک اور احمد بن حنبل اور بخاری نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے کعبہ کے نزدیک ایک رات کو رویا میں دکھلایا گیا کہ ایک آدمی گندمی رنگ خوبصورت تر ہے اُنسے جو تم گندمی رنگ دیکھتے ہو۔ اور اُسکے سر کے بال کانوں تک جیسے تم دیکھا کرتے ہو لٹکتے ہوئے ہیں اور اُنپر کنگھی کی ہوئی ہے اور اُنسے پانی کے قطرے ٹپکتے ہیں۔ دو آدمیوں پر تکیہ کئے ہوئے بیت اللہ کا طواف کرتا ہے میں نے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے جواب ملا کہ وہ مسیح ابن مریم ہے۔ پھر میری نظر ایک شخص پر پڑی جسکے بال گھنگروالے ہیں اور اسکی دائیں آنکھ کانی ہے اور ایسی معلوم ہوتی ہے کہ گویا انگور کا دانہ ہے جو باہر نکلے پڑتا ہے میں نے دریافت کیا کہ یہ کون ہے کہا گیا کہ مسیح الدجال ہے۔ دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۲۶۔

(ث) دوسری حدیث میں ہے کہ دجال کی بائیں آنکھ کانی ہے۔ چنانچہ وہ حدیث یہ ہے:۔

الدجال اعور العین الیسری جفال الشعر معه جنة ونار فناره جنة وجنته نار۔ رواه احمد ومسلم وابن ماجه عن حذیفة دیکھو کنز العمال جلد ۷۔ صفحہ ۱۹۷۔

دجال بائیں آنکھ سے کانا ہے اور اُسکے بال گھنے ہیں اُسکے ساتھ جنت اور آگ ہے۔ اسکو احمد اور مسلم اور ابن ماجہ نے حذیفہ سے بیان کیا ہے

ان احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ حدیثوں میں دجال کا ایک چشم ہونا پایا جاتا ہے اور بعض میں ہو کہ دائیں آنکھ سے اور بعض میں بائیں آنکھ سے کانا ہوگا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ واقعی وہ ظاہری آنکھوں سے اندھا ہوگا یا کچھ اور مراد ہے۔ ہماری رائے میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ اُسکی بصیرت نہیں ہوگی اور وہ دل کی آنکھوں سے اندھا ہوگا اور اسمیں کوئی حرج نہیں کہ اُسکی دائیں آنکھ یا بائیں آنکھ یا دونوں ناقص مان لیجائیں کیونکہ دل کی آنکھوں کی ہی وجہ سے انسان حق پا سکتا اور قبول کر سکتا ہے جب اُس کی بصیرت ہی نہ ہو تو کیا حاصل

کر سکتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ دنیا میں دونوں قسم کے دجال جنکا آجکل ظہور ہے اس قسم کی بصیرت سے محروم ہیں۔ وہ دجال جو فلاسفروں کی صورت میں ہیں اُن کی تو ایک ہی آنکھ اندھی معلوم ہوتی ہے یعنے دین کی آنکھ اب یہ اختیار ہے کہ خواہ اُسکو انہیں آنکھ سے کانا مان لو یا بائیں آنکھ سے کیونکہ وہ بہر حال دین کی آنکھ مطلق نہیں رکھتا بلکہ دین کو ایک لغو اور بیہودہ اور حماقت کا موجب سمجھتا ہے۔ لیکن اُس کی دوسری آنکھ یعنے دنیا کی آنکھ ایسی تیز ہے کہ اُسنے عجیب و غریب صنائع بدائع پیدا کر کے لوگوں کو خدا تعالیٰ کی طرف سے بالکل غافل کر دیا ہے۔ بلکہ لوگ اِن کی ایجادات کو دیکھکر خدا تعالیٰ کی ہستی کے منکر یا کم از کم مذبذب یا متشکک ہو گئے ہیں اور ہم اِس واقعہ کو اِن آنکھوں سے مشاہدہ کر رہے ہیں۔ کیا فوٹو گریفی۔ فوٹو گرافی۔ ہیلیو گرافی۔ تار برقی۔ ریل۔ فن جراحی۔ فن ٹائیپ۔ اور طرح طرح کی مشینیں اِس امر کی شاہد ناطق نہیں ہیں۔ پس جب ہم دنیا کی تمام شاخوں پر بہ نظر امعان دیکھتے ہیں تو ایک حیرتناک سین نظر آتا ہے اور انسان کے منہہ سے بے اختیار نکل پڑتا ہے کہ کیا یہ انسانی صنعتیں ہیں جسنے دُنیا کو ایک حیرت اور تعجب کے بحر میں ڈال رکھا ہے لیکن جب ہم اِنہی کی دینی پہلو کی طرف توجہ کرتے ہیں تو وہاں صاف چٹیل میدان نظر آتا ہے۔ اِن میں سے کسی کو بھی دین کی لگن نہیں۔ لگن کیا اُسطرف خیال تک نہیں بلکہ دینداروں کو پاگلوں اور احمقوں کی جماعت قرار دیتے ہیں۔ پس پیارے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بات کہ دجال کی آنکھ کانی ہوگی انگلستان کے طبعی والوں پر کیسی صادق آرہی ہے۔

دوسری قسم کا دجال واقعی بصیرت ہی نہیں رکھتا۔ وہ دونوں باتوں یعنے دین اور دُنیا دونوں سے محروم ہے۔ کیونکہ یہ گروہ دُنیا کی صنعتوں کی عقل ہی نہیں رکھتا۔ اسلئے دُنیا کے پہلو سے محض عاری اور تہیدست ہے اور رہا دین کا پہلو سو اُسمیں بھی یہ ناقص ہے۔ کیونکہ وہ ایک غریب بیکس عورت کے شرمگاہ سے نکلے ہوئے بچہ کو جو مادر کے شکم میں معمولی بچوں کیطرح خون حیض سے پرورش پا کر اور نو ماہ اُس تنگ و تاریک کوٹھڑی میں اسیر رہ کر جسمیں تمام بنی آدم کے بچے رہتے ہیں باہر آیا اور پھر بچپن سے لیکر جوانی تک معمولی انسانوں کی طرح روٹی کھاتا اور پانی پیتا۔ ہگتا موتتا۔ ہنستا۔ روتا۔ محنت کرتا۔ غرض تمام حوائج ضروریہ کا محتاج انسان مسیح ابن مریم کو خدائے قادر مطلق مان لیا۔ اور اُسکو خالق و مالک تصور کر کے اُسی کی عبادت کرنی شروع کر دی اور پھر عقل یہ کہ اُسی کو خدا کا بیٹا بھی ساتھ ہی تسلیم کرتے ہیں کہ دُنیا کے گناہ اُٹھانے کے لئے باپ کی طرف سے دُنیا کے چھڑانے کے لئے آیا اور دُنیا کیلئے پھانسی پا کر پھر باپ کے پاس عرش پر جا بیٹھا۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کس قسم کی عقل ہے کہ اُس عاجز کو جو یہودیوں کے ہاتھ ماریں کھاتا رہا منہہ پر تھوکا گیا اور صلیب پر

چڑھایا گیا حالانکہ صلیب سے پہلے رات بھر دردناک طور سے دعائیں مانگتا رہا کہ اے باپ جسطرح ہوسکے یہ پیالہ مجھ سے ٹال دے اور پھر صلیب پر ایلی ایلی لما سبقتنی پکارتا ہوا جان بحق ہوا۔ اگر وہ رحم کے تقاضا سے باپ کے عدل کو قائم رکھنے کے لئے بطیب خاطر دنیا کے گناہوں کا بوجھ اٹھانے کے لئے آیا تھا تو پھر وہ کیوں چلایا اور کیوں اس پھانسی سے بچنے کی دعائیں کیں۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ بطیب خاطر نہیں آیا تھا یہ صرف اس کم عقل گروہ نے ایسا عقیدہ خود بخود پیدا کر لیا ہے۔ اور پھر جب ہم غور کرتے ہیں کہ واقعی اسطرح اللہ تعالے کا عدل قائم رہ سکتا ہے تو ہمیں تعجب ہوتا ہے کہ ایسا خدا بھی کیا کم عقل خدا ہے کہ عدل کی بجائے وہ تو اور بھی ظالم تر ثابت ہوتا ہے کیونکہ اسنے بیگناہ معصوم کو پکڑ سزا دیدی اور کروڑہا گنہگاروں کو بلاوجہ معاف کر دیا اور پھر یہ بیٹا بھی کیسا نالائق ہے کہ رحم کے تقاضے میں باپ کو ظالم ترین ثابت کیا اور خود عدل سے محروم رہا جسکا یہ نتیجہ ہوا کہ باپ رحیم نہیں اور بیٹا عادل نہیں۔ پھر معلوم نہیں کہ کس برتی پر یہ لوگ ایسے ناپاک اور گندے عقیدے پر جمے ہوئے ہیں جسنے انسانی اخلاق کا ستیاناس کر دیا ہے اور اسی جرأت سے لوگ ہر قسم کے معاصی میں گرفتار ہو گئے ہیں اور ناگفتنی اور ناکردنی گناہوں اور جرموں کو ایسے بے دھڑکے کرتے ہیں کہ گویا انکو کوئی خوف ہی نہیں رہا۔ حالانکہ وہ اسی دنیا میں سزائیں بھی پاتے ہیں۔ اگر مسیح نے انکو پاک کر دیا تھا تو اول تو وہ ان جرائم کے مرتکب ہی نہوتے اور جب ہوتے بھی تو بھی وہ اس سزا سے ہمیشہ کیلئے محفوظ رہتے لیکن مہذب گورنمنٹ بلکہ اسی قوم کی گورنمنٹ انکو سزا دئے بغیر نہیں چھوڑتی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ساری کہانی کفارہ بے بنیاد اور فضول ہے۔

جب ہم دنیا کی مہذب سے مہذب گورنمنٹ کی طرف دیکھتے ہیں تو ہمیں ایک مثال بھی اس قسم کی نہیں ملتی کہ کسی مجرم کو جسکے جرم کی کمال درجہ تک تحقیقات ہو کر خود مجرم کی زبانی بھی تصدیق ہو چکی ہو رہائی دیکر کسی بیگناہ شخص کو اس مجرم کے بدلہ میں سزا دی ہو۔ بلکہ اگر کوئی گورنمنٹ ایسا کرے بھی تو وہ ظالم ترین گورنمنٹ متصور ہو اور یہی وجہ ہے کہ کوئی ظالم سے ظالم گورنمنٹ بھی ایسا نہیں کرتی۔ پھر وہ احکم الحاکمین جو ہر طرح کی قدرت رکھتا ہے اور قدوس اور سبوح خدا ایسا کب گوارا کرتا ہے۔ لہذا یہ سب باتیں انکی اپنی بیوقوفی سے پیدا ہوئی ہیں۔

جب ثابت ہو گیا کہ انکا عقیدہ ایسا بیہودہ اور نادانی کا عقیدہ ہے اور دنیا کی ایجادات میں بھی انکو کوئی حصہ نہیں تو بلاشک دونوں آنکھوں سے اندھے ہیں اور یہ بات روز روشن کی طرح ہویدا ہے۔ پھر کون انکار کر سکتا ہے کہ یہ پادری دوسری قسم کے دجال نہیں ہیں۔ اور انکی دجالیت انکی اسی کارروائی سے

ثابت ہے جو ہمنے دُنیا کے تمام مشنوں سے ظاہر کی ہے جنکے مذہب کی بنیاد پانی پر ہو اور پھر وہ جان و مال کو اُس کی حمایت میں صرف کر کے کن کن حیلوں اور مکروں اور مکروہ اور قابل شرم چالوں سے لوگوں کو اپنے مذہب کی طرف بلاویں جس کی نظیر آغاز دنیا سے اِس وقت تک نہ ملے۔ اگر پھر بھی اُن کو دجال نہ کہیں تو پھر اور کون ہو سکتا ہے۔

(ج) اُسکے ماتھے پر ک ف ر لکھا ہوگا۔ چنانچہ حدیث ذیل اِس کی مصدق ہے۔

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من نبی الا قد انذر امتہ الاعور الکذاب الا انہ اعور وان ربکم لیس باعور مکتوب بین عینیہ ک ف ر۔ متفق علیہ۔	بخاری اور مسلم نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کوئی بھی نبی ایسا نہیں جسنے اپنی امت کا نے دجال سے نہ ڈرایا ہو۔ خبردار ہو جاؤ کہ وہ کانا ہوگا اور تمہارا

رب کانا نہیں ہے۔ اور اُسکی دونوں آنکھوں کے درمیان ک ف ر لکھا ہوگا۔ دیکھو مشکوۃ صفحہ ۴۷۸

(د) قریب قریب اِس مضمون کے اور حدیث ہے مگر فرق یہ ہے کہ بجائے ک ف ر کے کافر کا لفظ آیا ہے چنانچہ وہ حدیث یہ ہے :۔

الدجال ممسوح العین الیسری علیھا ظفرۃ۔ مکتوب بین عینیہ کافر رواہ احمد عن انس۔	حضرت احمد بن حنبل نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ دجال کی بائیں آنکھ خراب ہوگی جسپر ناخنہ ہوگا اور اُس کی پیشانی پر کافر لکھا ہوگا۔

دیکھو کنز العمال۔ جلد ۷۔ صفحہ ۱۹۷

(خ) اسی مضمون کی اور حدیث ہو مگر اُسمیں لکھا ہے کہ جو کچھ اُسکی پیشانی پر لکھا ہوگا اُسکو ہر مومن پڑھ لیگا۔ وہ حدیث یہ ہے :۔

ما بعث اللہ من نبی الا قد انذر امتہ الدجال الاعور الکذاب الا وانہ اعور وان ربکم لیس باعور مکتوب بین عینیہ کافر یقرؤہ کل مومن رواہ احمد والبیہقی وابو داؤد والترمذی عن انس۔	احمد بن حنبل اور بیہقی اور ابو داؤد اور ترمذی حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے جس نبی کو بھیجا اُسنے اپنی امت کو کانے اور پرلے درجہ کے جھوٹ بولنے والے دجال سے ڈرایا اور فرمایا کہ یاد رکھو دجال کانا ہوگا

اور تمہارا رب کانا نہیں ہے اور اُسکی پیشانی پر کافر لکھا ہوگا جسکو ہر مومن پڑھ لیگا۔ دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۹۵

(د) دجال کی ناک نوکدار ہوگی۔ چنانچہ حدیث ابی بکرہ سے جو احمد بن حنبل اور ترمذی نے بیان کی ہے۔ یہ الفاظ ہیں۔ کان انفہ منقاد۔ یعنے اُس کی ناک چونچ کیسی ہوگی۔ اب ظاہر ہے کہ فرنگستان کے طبیبوں اور پادریوں کی ناک چونچ کی طرح ہی ہوتی ہے۔

اب اِن احادیث سے واضح ہے کہ دجال کی پیشانی پر کفر یا کافر کا لفظ لکھا ہوگا جسکو ہر مومن پڑھ لیگا بلکہ صحیحین کی ایک اور حدیث میں لکھا ہے کہ پڑھا اور غیر پڑھا بھی اُسکو پڑھ لیگا۔ دیکھو مشکوۃ صفحہ ۴۷۷۔

اب اگر اس سے مراد یہی ہے کہ ظاہری طور پر لکھا ہؤا ہوگا تو اُن احادیث پر جو ابن صیاد کی نسبت آئی ہیں کیا کہنا پڑیگا۔ حالانکہ وہ بھی بالکل صحیح حدیثیں ہیں اور جنپر کسی قسم کی جرح نہیں ہے۔ اور پھر باوجود اسکے ابن صیاد نہ تو بظاہر کانا تھا اور اندھا اور نہ اُسکے چہرہ پر ک۔ ف۔ ر لکھا تھا۔ اور نہ کافر کا لفظ۔ اور پھر اسکو دجال موعود تسلیم کیا گیا تھا۔ چنانچہ حضرت علی اور حضرت ابن عمر اور حضرت عمر اور محمد بن المنکدر و جابر نے ابن صیاد ہی کو دجال اکبر مانا ہے۔ چنانچہ ابن المنذر کی طول حدیث میں جو ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں۔ حضرت علی بموجب سوال اصبغ بن نباتہ کہ دجال کون ہے فرمایا قال صافی بن صائد الشقی۔ یعنے صافی بن صائد شقی ہے۔ اسی کو ابن صیاد بھی کہتے ہیں۔

اور حضرت عمر وغیرہ کی نسبت حدیث ذیل سے واضح ہے۔ کہ اسی ابن صیاد ہی کو دجال موعود کہتے تھے وہ حدیث یہ ہے۔

عن محمد بن المنکدر قال رأیت جابر ابن عبد اللہ یحلف باللہ ان ابن الصیاد الدجال قلت تحلف باللہ قال انی سمعت عمر یحلف علی ذلک عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلم ینکرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم متفق علیہ۔

امام بخاری اور مسلم نے روایت کی ہے کہ محمد بن منکدر نے کہا کہ مینے حضرت جابر بن عبد اللہ کو اللہ کی قسم کھا کر کہتے ہوئے سُنا کہ ابن صیاد ہی دجال معہود ہے مینے کہا کہ تو اللہ کی قسم کھاتا ہے۔ اُسنے درجواب کہا کہ میں قسم کھا کر کہوں کیونکہ مینے حضرت عمر کو اسی بات پر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے قسم کھاتے ہوئے سنا ہے۔ اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی نفی نہیں کی۔ دیکھو مشکوۃ شریف صفحہ ۴۸۷۔

ابن عمر کی نسبت اس حدیث سے تصدیق ہوتی ہے۔ عن نافع قال کان ابن عمر یقول واللہ ما اشک ان المسیح الدجال ابن صیاد رواہ ابو داود والبیہقی فی کتاب البعث و النشور۔ یعنے ابو داؤد اور بیہقی نے کتاب بعث و النشور میں حضرت نافع سے روایت کی ہے کہ ابن عمر کہا کرتے تھے کہ اللہ کی قسم کچھ شک

نہیں کہ مسیح الدجال ابن صیاد ہی ہے۔

پھر حدیث ذیل سے واضح ہے کہ خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ابن صیاد کے دجال معہود ہونے میں کچھ خیال ہو گیا تھا۔ چنانچہ وہ حدیث یہ ہے:۔

عن جابر قال ان عمر قال یا رسول اللہ ائذن لی فاقتل ابن صیاد قال ان یکن ہو فلست صاحبہ انما صاحبہ عیسی بن مریم وان لم یکن ہو فلیس لک ان تقتل رجلا من اہل العہد رواہ احمد و حافظ ضیاء الدین المقدسی۔

احمد بن حنبل اور حافظ ضیاؤ الدین مقدسی نے حضرت جابر سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت دیں کہ ابن صیاد کو قتل کر ڈالوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ابن صیاد ہی دجال معہود ہے تو اسکا قاتل نہیں کیونکہ اُسکا صاحب تو عیسے بن مریم ہے اور اگر وہ نہیں تو تجھے لائق نہیں کہ اس زمانہ کے آدمی کو تو قتل کرے۔ دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۰۲۔

اِس مضمون کی حدیث مسلم میں بھی ہے اور وہ یہ ہے:۔

عن ابن مسعود قال ان عمر استأذن النبی صلے اللہ علیہ وسلم فی قتل ابن صیاد فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعہ فان یکن الذی تخاف فلن تستطیع قتلہ۔ رواہ مسلم۔

مسلم نے حضرت ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ عمر نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے ابن صیاد کے قتل کی اجازت مانگی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسکو چھوڑ دے۔ اگر یہی دجال ہے جس سے ہم خوف کھاتے ہیں تو تو ہرگز اس کے قتل پر قادر نہیں ہو سکتا۔ دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۰۲۔

اِن احادیث سے واضح ہو گیا کہ بہت سے صحابہ اور خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی ابن صیاد کی نسبت یقین ہو گیا تھا کہ یہی دجال ہے لیکن حضرت عمر کو اسوجہ سے روک دیا کہ اگر وہی ہے تو اسکے لئے حضرت عیسے مقرر ہیں۔ لیکن نتیجہ تو صاف یہ نکلتا ہے کہ ابن صیاد ایک معمولی انسان مثل دیگر انسانوں کے تھا اور نہ وہ کانا تھا اور نہ اُسکی کسی آنکھ میں کچھ نقص تھا اور نہ اُسکی پیشانی پر ک ف ر یا کافر کا لفظ لکھا ہوا تھا۔ اگر لکھا ہوا ہوتا تو پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضرت عمر کو کیوں روکتے حالانکہ یہ بھی فرماتے تھے کہ میرے زمانہ میں نکلا تو میں اُسکا مقابلہ کرونگا ورنہ ہر مومن اُسکے مقابلے کے لئے تیار رہے گا چنانچہ حدیث ذیل سے اِسکی تصدیق ہوتی ہے:۔

غیر الدجال اخوفنی علیکم ان یخرج وانا فیکم فانا حجیجہ دونکم وان یخرج ولست فیکم فامرأ حجیج نفسہ واللہ خلیفتی علی کل مسلم الی آخرہ۔ رواہ احمد و مسلم والترمذی عن النواس بن سمعان۔

دجال کے سوا تمہارے لئے کوئی زیادہ خوفناک چیز نہیں ہے۔ اگر وہ نکلے اور میں تم میں موجود ہوں تو اُسکا مقابلہ میں کرونگا۔ اور اگر وہ ایسے وقت میں کہ میں موجود نہیں ہوں نکلے تو ہر آدمی اپنے نفس سے اُسکا مقابلہ کریگا۔ اور اللہ تعالےٰ ہر حال میں ہر مسلمان کا نگہبان ہے۔ اسکو احمد بن حنبل اور مسلم اور ترمذی نے نواس بن سمعان سے روایت کیا ہے۔

اگر وہ معمولی انسان سے زیادہ کوئی چیز ہوتی تو ہر مسلمان اُسکا مقابلہ کیونکر کرسکتا۔ اور وہ بات کہ اسکا قد چالیس گز کا ہوگا صریحاً غلط نکلا۔ بلکہ اُسکی تاویل یہ ہوگی کہ وہ اپنے مکر و فریب میں کمال درجہ تک پہونچیگا۔ کیونکہ چالیس کا لفظ انسانی عمر کے کمال ترقی کی انتہائی حد ہے۔ جب اُس سے گذرتا ہے تو ضعف اور کمزوری کا زمانہ شروع ہوتا ہے۔

جب آنکھ پیشانی اور قد کی کوئی بات جو بظاہر الفاظ احادیث سے واضح ہے ابن صیاد میں نہیں پائی جاتی نہیں۔ اور باوجودیکہ حضرت عمرؓ جیسے بزرگ صحابی نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور میں اللہ کی قسم سے مؤکد کر کے قسم کھائی اور کہیں کہ ابن صیاد ہی دجال موعود ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی تسلیم کرلیں تو صاف مستنبط ہوا کہ اُن الفاظ کے کوئی روحانی معنے ہیں۔ اور پھر یہی معنے ہونگے کہ آنکھ کے کانا سے مراد دین کی پہلو سے ناقص ہوگا اور پیشانی پر کافر کے لفظ سے مُراد یہ ہے کہ وہ ازلی اور ابدی کافر ہوگا اُسکو کوئی تعلیم اثر نہیں کریگی اور یہی وجہ ہے کہ ہر مومن اُسکو دیکھ کر پہچان لیگا اور قد کی کلانی سے مراد اپنے کمال عروج کو پہونچیگا۔ اور یہ تینوں باتیں پادریوں اور فرنگستان کے طبعی والوں میں پائی جاتی ہیں۔ پھر کیونکر انکار ہوسکتا ہے کہ وہ دجال نہیں۔

اور وہ جو لکھا ہے کہ انگور کی طرح اُسکی آنکھیں ہونگی سو یہ بات بھی مشاہدہ کے اندر آتی ہے کہ اس قوم کے کل افراد کی آنکھیں انگوری رنگ ہیں۔ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ یہاں تاویل کیوں نہیں کی جاتی۔ سو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ کوئی لازمی نہیں کہ ہر ایک بات کی تاویل کیجاوے۔ ہم ابتداء میں رویاء اور مکاشفات کے متعلق پوری بحث کرچکے ہیں کہ بعض حصہ بجنسہ وقوع میں آتا ہے اور بعض کی تاویل ہوتی ہے۔

(۶) دجال کا رنگ کیا ہوگا۔ حجج الکرامہ میں لکھا ہے کہ دجال جسیم و سُرخ رنگ باشد و در روایتے

سفید رنگ ابلق و در حدیث عبد اللہ بن مغفل آمدہ وے گندم گون ست۔ جسکی تصدیق حدیث ذیل سے ہوتی ہے:۔

ما اهبط الله عز وجل الی الارض منذ خلق ادم الی ان تقوم الساعة فتنة اعظم من فتنة الدجال وقد قلت فيه قولا لم يقله احد قبلي انه ادم جعد ممسوح عين اليسار على عينه ظفرة غليظة يبرأ الاكمه والابرص الخ۔ رواه الطبرانی عن عبد الله بن مغفل

طبرانی نے عبد اللہ بن مغفل سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے روز آفرینش آدم علیہ السلام سے تا قیام قیامت زیادہ سے زیادہ خطرناک فتنہ زمین پر نازل نہیں کیا اور مینے اُسکے بارے میں ایسی بات بتائی ہے جو مجھ سے پہلے کسی نے نہیں بتائی۔ دجال گندم گون ہے اُسکی بائیں آنکھ مٹی ہوئی ہے اور اُسکی آنکھ پر موٹا ناخنہ ہے اندھوں اور مبروصوں کو اچھا کریگا۔ دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۹۹۔

دجال بھاری جسم والا اور سُرخ رنگ ہوگا جس کی تصدیق اس حدیث سے ہوتی ہے:۔

بینا انا نائم رأيتني اطوف بالكعبة فاذا رجل ادم سبط الشعر بين رجلين ينطف راسه ماء فقلت من هذا قال هذا ابن مريم ثم ذهبت التفت فاذا رجل احمر جسيم جعد الرأس اعور العين كان عينه عنبة طافية قلت من هذا قالوا الدجال اقرب الناس منه شبها ابن قطن رواه مسلم عن ابن عمر۔

مسلم نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت میں سویا ہوا تھا تو کیا دیکھا کہ میں خانہ کعبہ کا طواف کرتا ہوں! چانک ایک آدمی پر نگاہ پڑی جو گندم گون تھا اور اُسکے سر کے بال کانوں تک لٹکے ہوئے تھے اور وہ دو آدمیوں کے درمیان تھا۔ اُسکے سر سے پانی ٹپکتا تھا مینے پوچھا یہ کون ہی تو جواب ملا کہ ابن مریم ہے پھر میں آگے چلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اور شخص سُرخ رنگ بھاری جسم والا ہے جسکے سر کے بال گھونگر والے ہیں اور آنکھ سے کانا ہے گویا اُسکی آنکھ انگور سی ہی جو باہر نکلی پڑتی ہے۔ مینے پوچھا کہ یہ کون ہے۔ جواب ملا یہ دجال ہے اور اسکی مشابہت زیادہ تر ابن قطن سے تھی۔ دیکھو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۲۶۔

اور ایک روایت میں ہے کہ سفید داغدار ہوگا۔ اور عبد اللہ بن مغفل کی حدیث میں آیا ہے کہ گندم گون ہوگا۔ دیکھو حجج الکرامہ۔ صفحہ ۴۰۱۔

ان تمام روایات سے واضح ہوتا ہے کہ حلیہ دجال میں اختلاف ہے اگر ایک شخص ہی مراد ہوتی تو کیونکر

ممکن تھا کہ ایک ہی شخص کے مختلف رنگ بتائے جاتے۔ فی الحقیقت چونکہ جماعت سے مراد تھی اسلئے جماعت میں سے کسی کا سفید رنگ کسی کا سرخ رنگ اور کسی کا گندمی رنگ بتایا۔ معلوم ہوتا ہے کہ مختلف وقت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کشف دجال کی مختلف صورت دکھلائی گئی ہے اور چونکہ یہ سب باتیں مشاہدہ میں آرہی ہیں اسلئے یہ سب روایات صحیح ہیں۔ کون انکار کر سکتا ہے کہ پادری لوگ مختلف رنگ کے نہیں پائے جاتے۔

(۴) دجال جب آئیگا تو اُس کی عمر کیا ہوگی۔ سو واضح ہو کہ بعض روایات میں ہے کہ دجال جوان ہوگا اور بعض میں لکھا ہے کہ بوڑھا ہوگا۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خاں صاحب حجج الکرامہ میں لکھتے ہیں۔ پس وے مرفے جوان باشد و در روایتے آمدہ کہ پیر باشد یعنے دجال جوان ہوگا اور دوسری روایت میں آیا ہے کہ بوڑھا ہوگا۔ در اشاعہ گفتہ سند ایں ہر دو قول صحیح است یعنے کتاب اشاعہ میں جو امام سیوطی کی کتاب ہے لکھا ہے کہ ان ہر دو اقوال کی سند صحیح ہے۔ جب دونوں باتیں صحیح ہیں تو صاف معلوم ہوا کہ دجال ایک ہی نہیں بلکہ کئی ہیں کہ بعض بوڑھے ہونگے اور بعض جوان۔ اور مشاہدہ اسبات کا شاہد ہے کہ واقعی یہ دونوں روایات بالکل سچی ہیں۔ جنمیں ذرہ بھی خلاف نہیں۔

(۵) (الف) دجال کے ساتھ جنت اور نار ہوگی۔ چنانچہ حدیث ذیل سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

عن ابی ھریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الا احدثکم حدیثا عن الدجال ما حدث به نبی قومه انه اعور وانه یجیئ معه مثل الجنة والنار۔ فالتی یقول انها الجنة ھی النار وانی انذرکم کما انذر به نوح قومه متفق علیه۔

بخاری اور مسلم نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں دجال کی نسبت ایسی خبر سناؤں جو کسی نبی نے اپنی قوم کو نہ سنائی ہو۔ یاد رکھو کہ وہ کانا ہے اور جب وہ آئیگا تو اُسکے ہمراہ جنت اور نار کی مثال ہوگی جسکو وہ جنت کہیگا وہ آگ ہوگی۔ اور میں تمہیں اُسیطرح ڈراتا ہوں جسطرح نوح نے اپنی قوم کو ڈرایا۔ دیکھو مشکوۃ صفحہ ۴۷۳۔

(ب) دوسری روایت میں ہے کہ اُسکے ہمراہ پانی اور آگ ہوگا چنانچہ وہ روایت یہ ہے:-

عن حذیفة عن النبی صلے الله علیه وسلم قال ان الدجال یخرج وان معه ماء ونارا فاما الذی یراه الناس ماء فنار تحرق واما الذی یراه الناس نارا فماء بارد عذب فمن ادرک ذلک منکم فلیقع فی الذی یراه نارا فانه ماء عذب طیب

مسلم اور بخاری نے حذیفہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دجال خروج کریگا اور اُسکے ساتھ پانی اور آگ ہوگی اور جب لوگ پانی کو دیکھیں گے تو وہ فی الحقیقت جلانیوالی آگ ہوگی اور وہ چیز جسکو لوگ آگ معلوم کریں گے

متفق علیه وزاد مسلم وان الدجال ممسوح العین علیها ظفرۃ غلیظۃ مکتوب بین عینیہ کافر یقراٗہ کل مومن کاتب و غیر کاتب۔

وہ ٹھنڈا اور میٹھا پانی ہوگا پس جب کسی کو تم میں ایسا اتفاق ہو جائے تو چاہیئے کہ اُس چیز میں پڑے جو آگ دِکھلائی دیتی ہو کیونکہ وہ میٹھا اور عمدہ پانی ہے۔ اور مسلم نے اِسقدر اور زیادہ کیا ہو کہ دجال کی آنکھ مٹی ہوئی ہے جسپر سخت ناخنہ ہوگا اور اُنکی پیشانی پر کافر کا لفظ لکھا ہوا ہوگا۔ جسکو پڑھا ہوا اور اَن پڑھ بھی پڑھ لیگا۔ دیکھو مشکوۃ صفحہ ۴۸۷۔

(ت) ایک اور روایت میں ہے کہ دجال کے ہمراہ دو نہریں ہونگی ایک نہر پانی کی اور ایک نہر آگ کی۔ چنانچہ حدیث ذیل اسکی مؤید ہے۔

لانا اعلم بما مع الدجال من الدجال معه نهران یجریان احدهما رائ العین ماء ابیض والآخر رائ العین نار تاجج فاما ادرکن واحد منکم فلیات النهر الذی یراه نارا ثم لیغمض ثم لیطاطی راسه فلیشرب فانه ماء بارد وان الدجال ممسوح العین الیسری علیها ظفرۃ غلیظۃ مکتوب بین عینیه کافر یقراؤہ کل مومن کاتب و غیر کاتب۔ رواہ احمد والبیهقی وابوداود عن حذیفۃ وابی مسعود معا۔

احمد بن حنبل اور بیہقی اور ابوداود نے حذیفہ اور ابومسعود سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ضرور میں اُن لوگوں کو جانتا ہوں جو دجال کے ساتھ ہونگے۔ اُسکے ساتھ دو جاری رہنے والی نہریں ہونگی۔ ایک تو بظاہر آنکھوں میں سفید پانی کی اور دوسری بظاہر شعلہ مارتی ہوئی آگ ہوگی پس جسکو تم میں سے اُن تک پہنچنے کا اتفاق ہو تو چاہئیے اُس نہر پر جائے جسکو آگ دیکھتا ہے پھر آنکھ بند کر لے پھر اپنے سر پر ڈالے اور پی لے کیونکہ وہ ٹھنڈا پانی ہے اور دجال کی بائیں آنکھ بگڑی ہوئی ہوگی جسپر غلیظ ناخنہ ہوگا اور اُسکی پیشانی پر کافر لکھا ہوا ہوگا جسکو ہر مومن لکھنے والا اور نہ لکھنے والا بھی پڑھ لیگا۔ دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۹۵۔

اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بظاہر بھی نہریں ہونگی۔ یہ حدیث طبعی والوں کی طرف اشارہ کرتی ہے کیونکہ پانی اور آگ کی نہریں انکے ساتھ ضرور ہوتی ہیں چنانچہ بڑے بڑے دریاؤں کو ملاحظہ کریں اور بڑی بڑی نہروں میں آگ کے کارخانوں کو دیکھیں اِن کی پوری تصدیق ہو جائیگی۔ اور ہمارے اِن معنوں کی تائید خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کردی ہے۔ چنانچہ حدیث ذیل اسکی مصدق ہے:۔

کیف بکم اذا ابتلیتم بعبد قد سخرت له انهار الارض وثمارها فمن اطعمه واکفره ومن عصاه

طبرانی نے اسماء بنت عمیس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُس وقت تمہارا

جهه ومنعه ان الله تعالیٰ یعصم المومن یومئذ
بما عصم به الملائکة من التسبیح ان بین عینیه
کافر یقرأه کل مومن کاتب وغیر کاتب رواه
الطبرانی عن اسماء بنت عمیس۔

کیا حال ہوگا جب تم ایک آدمی کے سبب سے ابتلا میں
پڑ جاؤگے کیونکہ اسکے واسطے زمین کی نہریں اور پھل مسخر
کردئے گئے ہیں۔ جسکو وہ غلہ دیگا اسکو کافر بنا دیگا
اور جو اسکی نافرمانی کریگا تو روٹی اسپر حرام کرلیگا اور
روک رکھیگا۔ اللہ تعالیٰ مومنوں کو اسدن محفوظ رکھیگا جسطرح ملائکہ کو تسبیح کے ذریعہ محفوظ رکھتا ہے اور اسکی
پیشانی پر کافر لکھا ہوگا جسکو لکھا ہوا اور ان پڑھ بھی پڑھ لیگا۔

پس صاف واضح ہے کہ دریاؤں سے نہریں کن لوگوں نے نکالی ہیں اور کن کے قبضہ تصرف میں ہے۔ دیکھو کنز العمال
جلد ۷ صفحہ ۱۹۹۔

(ث) ایک اور روایت میں ہے کہ اسکے ہمراہ دو وادیاں ہونگی ایک وادی تو جنت ہے اور دوسری وادی آگ
ہے۔ چنانچہ حدیث ذیل اسکی مصدق ہے:۔

انه لم یکن نبی قبلی الا حذر امته الدجال
وهو اعور عینه الیسریٰ بعینه الیمنیٰ ظفرة غلیظة
بین عینیه مکتوب کافر یخرج معه وادیان
احدهما جنة والاٰخر نار الیٰ آخره۔ رواه الطبرانی
واحمد والبغوی وابوداود طیالسی والحاکم عن سفینة

طبرانی اور احمد اور بغوی اور ابو داود طیالسی اور حاکم
نے سفینہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ جو نبی مجھ سے پہلے گذرا ہے اسنے
اپنی امت کو دجال سے ڈرایا ہے اور دجال بائیں آنکھ
سے کانا اور اسکی بائیں آنکھ میں موٹا ناخنہ ہے اور
اسکی پیشانی پر کافر لکھا ہوا ہے جب وہ نکلے گا تو اسکے ہمراہ دو وادیاں بھی ہونگی جنمیں سے ایک تو جنت ہے اور
دوسری دوزخ ہے۔ الی آخرہ دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۹۷۔

(ج) دجال کے ساتھ روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کی نہر ہوگی۔ چنانچہ حدیث ذیل سے واضح ہے:۔

ما شبه علیکم منه یعنی الدجال فان الله لیس
باعور یخرج فیکون فی الارض اربعین صباحا یرد
منها کل منهل الا الکعبة وبیت المقدس و
المدینة الشهر کالجمعة والجمعة کالیوم ومعه
جنة ونار فناره جنة وجنته نار ومعه جبل
من خبز ونهر من ماء یدعو برجل لا یسلط

طبرانی نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دجال کا حال تم پر مشتبہ
نہیں رکھا گیا۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ اعور نہیں ہے۔ وہ نکلیگا
اور زمین میں چالیس روز ٹھہریگا اور بجز کعبہ شریف
اور بیت المقدس اور مدینہ زمین کی ہر گھاٹ پر وارد
ہوگا۔ اسکے وقت میں مہینہ ہفتہ کا ہوگا اور ہفتہ مثل

الله الا عليه فيقول ماتقول فی فيقول انت عدو
الله الدجال الكذاب فيدعو بمنشار فيضعه حذو
راسه فيشقه حتى يقع على الارض ثم يحييه فيقول
ماتقول فی فيقول والله ماكنت اشد بصيرة
منی فيك الأن انت عدو الله الدجال الذی
اخبرنا عنك رسول الله صلى الله عليه وسلم
فيهوی اليه بسيفه فلا يستطيعه فيقول اخروه
عنی - رواه الطبرانی عن ابن عمر -

ایک دن کے اور اُسکے ساتھ جنت اور دوزخ بھی ہوگا
لیکن اُسکا جنت دوزخ اور دوزخ جنت ہوگا -
اور اُس کے ساتھ روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کی
نہر ہوگی - الٰی آخرہ -
دیکھو کنز العمال - جلد ۷ صفحہ ۱۹۹ -

اور یزید بن ہارون کی روایت میں آیا ہے - کہ دجّال کے ساتھ طعام اور شراب ہوگا - اور مسلم کی روایت میں ہے کہ دجال کے ہمراہ روٹیوں کا پہاڑ اور گوشت اور پانی کی نہر ہوگی - دیکھو حجج الکرامہ - صفحہ ۴۴ -

ان تمام روایات سے اختلاف ثابت ہوتا ہے جس سے صاف مترشح ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مختلف اوقات میں دجال کے مختلف تمثلات دکھلائے گئے ہیں ورنہ اس قدر اختلاف کیوں بیان فرماتے

اگر کوئی نادان انکے ظواہر الفاظ پر جمکر کہے کہ فلاسفروں اور پادریوں کے پاس کہاں جنت اور دوزخ ہے یا کہاں اُنکے ساتھ ساتھ بہشت اور دوزخ کی نہریں چلتی ہیں یا کہاں اُنکے ہمراہ وادیاں ہیں تو اُسکا ایسا سوال کرنا اُسکی حماقت کی دلیل ہوگی کیونکہ ہم نمبر ۵ - مد الف میں دکھا چکے ہیں کہ خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا ہے کہ اُسکے ہمراہ جنت اور دوزخ کی مثال کوئی چیز ہوگی - اور بعض احادیث میں تمثال الجنة والنار آیا ہے - اگر ان کو تمثلی صورت میں قبول نہ کریں تو پھر ماننا پڑیگا کہ دجال ایسا زبردست ہے کہ اُس نے اللہ تعالیٰ سے بھی دوزخ اور بہشت چھین کر اپنے قبضہ تصرف میں کر لئے ہیں حالانکہ ایسا خیال کرنا کفر اور شرک ہے -

چنانچہ ابن حبان کہتے ہیں کہ دجال خوار تر ہے اور یہ کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ خدائی صفات اُس ذلیل مخلوق میں پائی جائیں - ہاں دیکھنے میں ایسا دکھلائی دیگا - لیکن حقیقت میں وہ کچھ بھی نہ ہونگی - دیکھو حجج الکرامہ صفحہ ۴۴ -

اور پھر حدیث حذیفہ میں ہے یخرج الدجال ومعه نهر ونار فمن دخل نهره وجب وزره وحط اجره ومن دخل ناره وجب اجره وحط وزره ثم انما هی قيام الساعة رواه احمد وابوداود والحاكم عن حذيفة - الفاظ وزر اور اجر ظاہر کر رہے ہیں کہ ظاہری نہر اور آگ مراد نہیں ہے بلکہ کچھ معنوی باتیں ہیں جنکا بوجھ اور اجر داخلین پر ہوگا اور یہ ظاہر ہے کہ جو دجال کے ساتھ تعلق پیدا کریگا اُسکو اُسکا نتیجہ بھگتنا پڑیگا -

اور پھر یہ عجیب بات کہ دجال جسکو جنت بتلاتا ہے اُسکو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دوزخ اور جسکو دوزخ بتلاتا ہے اُسکو مخبر صادق علیہ السلام بہشت ظاہر کرتے ہیں جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دجال لوگوں کو آسائش اور آرام اور عیش و عشرت کے سامان پیش کریگا جسکو دوسرے لفظوں میں بہشت کہہ سکتے ہیں اور جسکو لوگ دیکھکر لوبھ میں آجائینگے اور اُنکے دام تزویر میں گرفتار ہوکر وارث دوزخ ہو جائینگے۔ اور جو اپنی بھوک اور پیاس اور افلاس کی حالت کو جسکو دوسرے لفظوں میں نار کہہ سکتے ہیں پسند کرکے دجال کے پیش کردہ جنت کو لات مار کر ہٹا دیگا وہ فی الحقیقت وارث بہشت حقیقی ہوگا۔ اور اسکی تصریح نمبر ۵ کی مدد سے بخوبی ہوتی ہے کیونکہ اُسمیں ہے کہ دجال کے ہمراہ روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کی نہر ہوگی۔ کیونکہ مشاہدہ ظاہر کرتا ہے کہ فی الحقیقت معیشت کے سامان اس زمانہ میں اس دجال کے ہاتھ میں ہیں جسکو چاہیں کھانے کو دیں اور پانی پلائیں۔ اور جسکو چاہیں بھوکا پیاسا رکھیں۔ واٹروکس کی طرف غور کرو جو قریبًا تمام بڑے بڑے شہروں میں جاری ہیں اور روٹیوں کی نسبت مشنریوں کے اخراجات ملاحظہ کرو بخوبی پتہ لگ جائیگا کہ ضرور ضرور اُنکے ساتھ روٹیوں کے پہاڑ بھی ہیں جیسے پہلے دکھایا ہے کہ مشنریوں کی بیسیوں جماعتیں ہیں جو مخلوقات خدا کو صلیب کی طرف بُلاتی ہیں اگر اُن سب کی رقوم لکھی جائیں تو جو وہ خرچ کرتے ہیں تو دُنیا کی چند زبردست سلطنتوں کی آمد کے برابر ہو جاتی ہیں ہم صرف چرچ مشن سوسائٹی کی تعداد دکھاتے ہیں جس سے باقیوں کی رقوم کا اندازہ معلوم ہو سکتا ہے۔ رپورٹ سنہ ۱۸۹۷ء سے جو لنڈن کی چرچ مشن سوسائٹی کی طرف سے شائع ہوئی ہے اُسمیں صرف سنہ ۱۸۹۷ء کا اخراجات قریبًا ۵۵ لاکھ روپیہ کے ہیں۔ اور یہ رقوم صرف فرقہ پروٹسٹنٹ کی ایک شاخ کی طرف سے ہے حالانکہ اور بھی بکثرت پروٹسٹنٹ جماعتیں ہیں جو الگ طور سے اپنی آمد وخرچ رکھتی ہیں۔ اور پھر رومن کیتھلک گروہوں کے اخراجات اُنسے بھی بڑھکر ہیں کیونکہ اس مذہب کے عیسائی دنیا میں بکثرت ہیں۔

علاوہ ان اخراجات کے جو وہ اپنے فنڈوں سے خرچ کرتے ہیں حکام وقت سے جو اُنہی کے ہم مذہب ہیں لوگوں کو ملازمت کے طمع سے اپنے مذہب میں لاکر اُن کی شکم پُری کا بندوبست کرا دیتے ہیں۔ پس بخوبی واضح ہے کہ ان کے پاس روٹیوں کے پہاڑ بھی ہیں۔

مزید براں کلوں کے ذریعہ ڈبل روٹیاں اور بسکٹ اور اور خوردنی اشیاء اس کثرت سے تیار کیجاتی ہیں کہ اگر اُن کو جمع کیا جاوے تو ایک پہاڑ ہی بنجاتا ہے۔ اس سے بھی مضمون حدیث کی تصدیق ہوتی ہے غرضکہ ہر طرح سے انکا دجال ہونا پایہ ثبوت کو پہنچتا ہے۔

پھر جب ہم اور بھی نظرِ وسیع سے دیکھتے ہیں تو ثابت ہوتا ہے کہ پانی اور آگ ہی دو چیزیں اس قوم کے پاس ہیں جس سے اُن کے کُل کاروبار کا انحصار ہے۔ کوئی دریا نہیں ہے جس سے نہریں نہ نکالی ہوں جہاں چاہتے ہیں اُنکو لیجاتے ہیں۔ پھر اگر دریاؤں کے علاوہ بکثرت کوئیں نکالکر پمپ کے ذریعہ گلی کوچوں میں بلکہ جس مکان میں چاہیں پانی پہونچاتے ہیں۔ اور ساتھ ہی آگ سے کام لیا جاتا ہے۔ جب تک آگ کے ذریعہ انجن نہ چلائے جائیں تو پانی کنوؤں سے نہیں نکل سکتا۔ اور دُنیا میں جسقدر بڑے بڑے کارخانہ ہیں مثلاً سوت کاتنے۔ روئی کے صاف کرنے۔ کپڑے بُننے۔ بُوٹ بنانے۔ آٹا پیسنے آہنی آلات تیار کرنے۔ بسکٹ وغیرہ پکانے۔ لکڑی کاٹنے اور چیرنے۔ ریلوں کے چلانے۔ برقی پیدا کرنے اور اُسکے ذریعہ گاڑیاں چلانے۔ سڑکوں پر روڑ کوٹنے۔ گیس پیدا کرنے۔ اور اُنکے ذریعہ بازاروں اور سٹیشنوں پر روشنی بہم پہونچانے۔ قسم قسم کی ادویات کو ترکیب دینے۔ جہازوں اور کشتیوں کے چلانے۔ ٹریموے کے دوڑانے۔ کتابوں کے چھاپنے۔ برفوں کے ڈھالنے۔ کاغذوں کے بنانے وغیرہ۔ ان سب میں آگ اور پانی ہی کا استعمال ہے۔ اور جس تیزی سے چیزیں تیار کیجا سکتی ہیں اسکی کوئی حد نہیں۔ انسان تو دیکھکر مارے حیرت کے ششدر رہجاتا ہے۔ پھر کیونکر نہ تسلیم کریں کہ اس قوم کے ساتھ آگ اور پانی نہیں ہے۔

مزید براں کوئی پادری یا کوئی طبیبی دان ایسا نہیں پایا جاتا جس کی کوٹھی کے گرد اگرد باغ نہو۔ یہ بھی ایک جنت ہے۔ اور جنت کہتے بھی ہیں درختوں کے جھنڈ کو۔ ہر ایک کے مکان کے ساتھ ساتھ باغ چھوٹا یا بڑا ضرور ہوتا ہے۔ جنکو عیسائی بناتے ہیں تو اُنکو بھی عموماً اُن کوٹھیوں میں رکھتے ہیں جنکے گرد باغ ہو۔ اگر کہیں باغ نہ بھی ہو تو بھی کچھ نہ کچھ گملے ضرور ہونگے۔

اور اَور بھی نظرِ وسیع سے دیکھیں تو بھی ثابت ہوتا ہی کہ جہاں ان لوگوں کا گذر ہو وہاں ضرور باغوں اور درختوں کا لگانا ان کا ایک بھاری نشان ہی۔ کوئی جگہ ایسی نہیں معلوم ہوتی کہ جہاں یہ گئے ہوں اور وہاں باغوں اور درختوں سے وہ جگہ خالی رہی ہو۔ اور پھر آگ کا یہ حال ہے کہ دیا سلائی کا کارخانہ جاری کرکے اس کثرت سے ممالک میں بہم پہونچائی جاتی ہیں کہ کوئی دنیا کا قطعہ نہیں جہاں دیا سلائی موجود نہو۔ جنگلی وحشی سے وحشی قومیں بھی اس سے محروم نہیں۔ پس اسی قوم کا یہ نتیجہ ہے کہ آگ کو تمام جگہ لیگئے ہیں۔ پھر کیونکر نہیں کہہ سکتے کہ یہ دجال نہیں۔

اگر ہم اسمیں اور بھی وسعت دیں تو دجال کے بہشت اور دوزخ کا پورا پتہ لگ جاتا ہے۔ یعنے واقعی جیسے حدیث میں آیا ہی دجال جنت اور دوزخ کو ہمراہ لئے پھرتا ہی۔ چنانچہ وہ تمام بنی آدم کو آدم کی اولاد ہونے کی

وجہ سے گنہگار قرار دیتا ہے اور دلیل یہ پیش کرتا ہے کہ حضرت آدم نے اپنے اللہ کی نافرمانی کرنیسے گنہگار ٹہرا اسلیئے وراثتاً اُسکی اولاد کو بھی گناہ کا حصہ ملا۔ لہٰذا کوئی بنی نوع انسان گناہ سے بچ نہیں سکتا۔ لابد اُسکو گناہوں کا ارتکاب کرنا پڑتا ہے حتےٰ کہ کوئی مرسل اور کوئی نبی بھی بوجہ اولاد ہونے آدم علیہ السلام کے گناہ سے بری نہیں بلکہ بربلا اُنکو بٹ مار اور زانی وغیرہ وغیرہ ظاہر کرتے ہیں۔ اور اُدھر چونکہ خدا عادل ہے اسلیئے اُسکے عدل کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ کل اولاد آدم کو دوزخ میں ڈالے۔ مگر خدا کا ایک بیٹا تھا جس کا نام عیسےٰ بن مریم ہے اُسنے یہ دیکھ کر کہ باپ تو کسی صورت میں بتقاضائے عدل عذاب دینے سے ٹل نہیں سکتا تو اُسنے باپ کو کہا کہ تو مجھے ان سب کے گناہوں کے بدلے پھانسی دیدے اور ان کو سزا سے معاف رکھ۔ باپ نے اس بات کو قبول کرکے بیٹے کو پھانسی دیدی اور اُسکو تین روز تک دوزخ میں رکھ کر پھر زندہ کرکے آسمان پر اٹھا لیا۔ اور اب وہ اُسکے داہنی طرف عرش پر بیٹھا کل زمین و آسمان کی حکومت کر رہا ہے۔ اب جو کوئی اُسپر ایمان لائے وہ ہر قسم دکھوں اور دردوں سے بچ جائیگا اور ضرور ضرور بہشت میں جائیگا اور جو مسیح پر ایمان نہیں لائیگا اپنے گناہوں کی وجہ سے دوزخ میں جائیگا۔

اس کی طرف احادیث میں اشارہ ہی کہ اُسکے ساتھ دوزخ اور بہشت ہونگے۔ ورنہ یہ کب ممکن ہے کہ خدا تعالے کے دوزخ اور بہشت کو اپنے قبضہ تصرف میں رکھتا ہو۔ اس میں تو خدا تعالی کی کسر شان ہے۔ مگر اگر غور سے دیکھو تو اسیوجہ سے دجال کا کانا یا اندھا ہونا ثابت ہے۔ کیونکہ جب ہم اُسکے اُس خدا کے بیٹے کی زندگی کیطرف دیکھتے ہیں تو ثابت ہوتا ہے کہ معمولی آدمیوں کی طرح اُسکا تولد و تعلیم و تربیت ہوئی۔ چنانچہ وہ ایک کواری کے پیٹ میں داخل ہوا اور ۹ ماہ تک اُسکا خون حیض کھا کر باہر نکلا اور حسب معمول آدمزادوں کی طرح دودھ پیتا اور پاخانہ پیشاب کرتا رہا۔ اور ماں کو بھی زانیہ اور اپنے آپ کو ولد الزنا کہلایا۔ اور پھر اپنے باپ یوسف نجار کے پاس جسکے ساتھ اُسکی ماں نے بالآخر نکاح کر لیا تھا نجاری کا کام سیکھتا رہا اور یہودیوں کے طعن و لعن سے تنگ آکر مصر میں گیا جہاں کچھ تعلیم پاتا رہا۔ جب ۳۰ برس کا ہوا تو دعوے نبوت کر دیا اور اپنے آپ کو داؤد کا بیٹا ظاہر کرکے شاہزادگی کا لقب اختیار کیا۔ اور یہودیوں کو کہا کہ اگر تم مجھپر ایمان نہیں لاؤگے تو دوزخ میں جاؤگے۔ مگر یہودیوں کے علماء و فقراء نے اتفاق کرکے اُسکو کافر قرار دیا اور حکام وقت کی مدد سے اُسکو پھانسی دلوا دی۔ مگر اُسکو اُسکی اپنی موت کا اتنا غم تھا کہ سولی سے پہلے رات بھر خود بھی دعا کرتا رہا اور اپنے حواریوں سے بھی دعا کرواتا رہا کہ کسی طرح یہ پیالہ موت ٹل جائے اور پھر جب صلیب پر چڑھایا گیا تو وہاں بھی ایلی ایلی لما سبقتنی پکارتا ہوا جاں بحق ہوا۔

اب نادان اندھے کانے دجال سے پوچھنا چاہئیے کہ اگر وہ رحم کھاکر مخلوقات کو عذاب سے چھوڑانے آیا تھا تو پھر از سرِ نو کسی غریب عورت کے پیٹ میں داخل ہونے کی ضرورت ہی کیا تھی اور پھر عاجز ناتوانوں کی طرح دنیا میں مارے مارے کیوں پھرتا رہا۔ اور جنکے چھوڑانے کے لئے آیا انہوں نے ہی اُسکو پھانسی دلوادی۔ اور اُس کا پھانسی چڑھنا خود اُس کا اپنا مدعا تھا تو پھر موت سے کیوں ڈرا اور کیوں بچنے کے لئے چلاتا اور دُعا مانگتا رہا۔ اور جب وہ خود عاجز ناتوانوں کی طرح صلیب پر چلاتا چلاتا مر گیا تو آپ دوسروں کو اُس سے کیا اُمید نجات ہو سکتی ہے۔ باوجود اِن تمام باتوں کے یہ دجال لوگوں کو بہکانے میں کس جانفشانی سے کوشش کر رہے ہیں۔ اور پھر کہتے پھرتے ہیں کہ بہشت جس نے لینا ہو وہ ہمارے پاس موجود ہے اور جو مسیح کے کفارہ پر ایمان نہیں لائیگا وہ دوزخ میں جائیگا۔ پھر کیونکر اِن کو دجال نہیں کہسکتے۔ الفاظ وادیان اور نہران ظاہر کرتے ہیں کہ آگ اور جنّت کی وسعت اور کثرت ہوگی ورنہ آگ کی نہر بھی کبھی ہوسکتی ہے۔ اور نہ آگ کی وادی ہوسکتی ہے۔ اور پھر طرفہ یہ کہ دجال کے ساتھ چلتی پھرتی ہونگی۔ کیا ایسا ممکن ہوسکتا ہے۔ ہاں اگر یہ مان لیں کہ جہاں جہاں دجال کا گذر اور قیام ہوگا وہاں باغات بھی موجود ہوجاتے ہیں اور آگ کے کارخانے بھی تو اُسمیں کسی قسم کی جرح نہیں ہوسکتی۔ اور یہ بات مشاہدہ میں بھی آرہی ہے۔

(۶) (الف) دجال کے ساتھ اُسکا گدھا بھی ہوگا چنانچہ حدیث ذیل سے اِسکی تصدیق ہوتی ہے:-

یخرج الاعور الدجال من یھودیۃ اصبھان لم تخلق لہ عین والاخری کانھا کوکب ممزوجۃ من دم یشوی فی الشمس شیئاً بیتناول الطیر من الجولۃ ثلاث صیحات یسمعھا اھل المشرق والمغرب لہ حمار ما بین عرض اذنیہ اربعین باعاً یطأ کل منھل وفی کل سبعۃ ایام یسیر معہ جبلان احدھما فیہ اشجار وثمار وماء واحدھما فیہ دخان ونار یقول ھذہ الجنۃ وھذہ النار رواہ الحاکم وابن عساکر عن ابن عمر۔

حاکم اور ابن عساکر نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ کانا دجال اصفہان کے یہودیوں میں سے نکلیگا اور اُسکی آنکھ پیدا ہی نہ ہوئی ہوگی اور اُسکی دوسری آنکھ ستارہ کی سی ہوگی جس میں خون ملا ہو۔ سورج میں کوئی چیز بھونے گا اور اُڑتے ہوئے جانور کو پکڑ لیگا تین آوازیں کریگا جسکو مشرق والے اور مغرب والے سُن لینگے۔ اُسکا ایک گدھا ہوگا۔ اُسکے دو کانوں کے درمیان چالیس باع کا عرض ہوگا ہر گھاٹ کو ہر ہفتہ میں طے کریگا اور اُس کے ساتھ دو پہاڑ ہونگے ایک میں تو درخت اور پھل اور پانی ہوگا اور دوسرے میں دھوآں اور آگ۔ دجال کہیگا کہ یہ جنّت ہے اور یہ دوزخ ہے۔ دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۰۰۔

اس حدیث سے بخوبی واضح ہے کہ دجال کا ایسا گدھا ہوگا جو بہت ہی تیز رو ہوگا اور ایک ہفتہ میں کُل سٹیشنوں کو طے کریگا - اور ہم دیکھتے ہیں کہ کراچی سے کلکتہ تک اور مدراس سے پشاور تک ایک ایک ہفتہ میں کل سٹیشنوں کو طے کرتا ہے جسکو شک ہو ریلوے کے تقسیم اوقات کے نقشوں کو ملاحظہ کرے اور پھر اس گدھے کی تعریف میں یہ بھی لکھا ہے کہ اُسکے ہمراہ دو پہاڑ ہونگے - واقعی جسقدر گاڑیاں اُسکے ساتھ ہیں وہ پہاڑ ہی کی شکل میں دکھلائی دیتی ہیں اور فی الحقیقت اُن گاڑیوں میں درختوں کے پودے - میوہ جات اور پانی بھی ہوتا ہے اور انجن اور اس کے ساتھ کی گاڑی میں آگ اور آگ کا سامان اور دھوآں بھی ہوتا ہے پھر تعجب کہ نادان کہتے ہیں کہ ریل دجال کا گدھا نہیں اور طرفہ یہ کہ ہر ریلوے میں دو ہی گارڈ ہوتے ہیں جو اشاروں سے گاڑی کو چلاتے ہیں - اور واقعی ایک گارڈ ریلوے کی اگلی گاڑی میں اور ایک اُس کی پچھلی گاڑی میں ہوتا ہے جب دونوں کا اتفاق ہوتا ہے تو گاڑی چلتی ہے اور اگر دونوں گارڈوں کے درمیانی فاصلہ کو ماپا جائے تو ستر باع باع سے کم نہیں ہوتا ہے - باع کہتے ہیں دونوں ہاتھوں کے پھیلاؤ کو - اگر کسی کو شک ہو تو ماپ کر دیکھ لے

حمار یعنی گدھا کا لفظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں بولا اُونٹ یا گھوڑا کیوں نہ کہا سو اسکا جواب یہ ہے کہ اپنے صحابہ کو سمجھانے کیلئے بطور مثال بیان کیا ہے کیونکہ گدھا بوجھ لادنے اور سواری دینے میں کام آتا ہے ایک تو اسوجہ سے حمار کا لفظ استعمال کیا اور دوسری وجہ سے کہ گدھے کی آواز بہت مکروہ ہوتی ہے ان انکر الاصوات لصوت الحمیر اسکی مصدق ہے - اور چونکہ ریل کی آواز بھی سخت مکروہ ہے اسلئے اُسکو حمار کے لفظ میں تعبیر کیا گیا -

(ب) اس کی تائید ایک اور حدیث سے ہوتی ہے اور وہ یہ ہے :-

عن رافع بن بشر السلمی عن ابیہ یوشك ان تخرج نار من حبس سیل تسیر سیر بطیئة الابل تسیر بالنهار وتقیم باللیل تغدو وتروح یقال غدت النار ایها الناس فغدوا وقالت النار ایها الناس فقیلوا راحت النار ایها الناس فروحوا من ادرکته اکلته. رواہ احمد وابو یعلی والبغوی والباوردی وابن قانع وابن حبان والطبرانی والحاکم وابو نعیم والبیهقی -

احمد بن حنبل اور ابو یعلی اور بغوی اور باوردی اور ابن قانع اور ابن حبان اور طبرانی اور حاکم اور ابو نعیم اور بیہقی نے رافع بن بشر السلمی سے روایت کی اُنہوں اپنے باپ سے قریب ہے کہ پانی کے بند کرنے سے ایک قسم کی آگ نکلے گی جو اونٹ کی سی رفتار کریگی اور دن کو چلیگی اور رات کو قیام کریگی - صبح کو بھی چلیگی اور شام کو بھی چلیگی ہمراہ ہر وقت چلیگی اور پکار ہوگی کہ اے لوگو دن کو چلنے لگی تم بھی تیار ہو جاؤ

پھر آواز ہوگی دوپہر کو چلی تم بھی چلو۔ پھر شام کو چلیگی تم بھی چلو۔ اور وہ جسکو گھیر لیگی کھا جائیگی دیکھو کنز العمال جلد صفحہ

اس حدیث میں مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ریل گاڑی کا فوٹو کھینچدیا ہے اور اُسکا گھنٹی بجنا اور لوگوں کو خبردار کردینا کہ ریل تیار ہے تم بھی تیار ہوجاؤ۔ اور نیز ریلوں کی تعداد بتادی کہ بعض مقامات پر دو دفعہ یعنے صبح وشام ریلوے چلتی ہے اور بعض میں تین وقعہ اور اس سے زیادہ کہیں کہیں ہوتی ہیں اسلئے صرف کثرت وقوعہ کا ذکر فرمادیا ہے۔ اور اسمیں کوئی حرج نہیں ہے۔

علاوہ بریں یہ بھی بتلادیا کہ وہ سواری یعنے حمار آگ اور پانی کے ذریعہ چلیگی۔ سو کون نہیں جانتا کہ انجن میں پانی بند کرکے آگ دیجاتی ہے اور جب پانی سو درجہ تک گرم ہوجاتا ہے تو اُس سے بھاپ پیدا ہوجاتی ہے جسکے زور سے وہ چلتی ہے۔

(ت) حدیث ابن المنادی میں جو حضرت علی کی روایت سے ہے یہ بھی درج ہے کہ دجال کا گدھا ایسا ہوگا کہ اُس کے چلنے کے مقام سے ٹھہرنے کے مقام تک ایک دن اور ایک رات کا سفر ہوگا یعنے جتنا ایک آدمی رات اور دن میں سفر کرے اُتنا ہوگا۔ چنانچہ الفاظ حدیث یہ ہیں۔ ما بین حافر حمارہ الی الحافر الآخر مسیرۃ یوم ولیلۃ۔ اور واضح ہے کہ ایک سٹیشن سے دوسرے سٹیشن تک جہاں اور انجن کو بدلنا پڑتا ہے قریب تیس چالیس کوس کے فاصلہ ہوتا ہے جسکو انسان ایک دن اور رات میں طے کرسکتا ہے۔

(ث) پھر اُسی حدیث میں دجال کے گدھے کی یہ بھی تعریف ہے کہ اتنا تیز چلیگا کہ اُسکے دائیں طرف بادل ہو تو فوراً وہاں تک پہنچ جائیگا۔ چنانچہ الفاظ حدیث یہ ہیں یتناول السحاب بیمینہ ویسبق الشمس الی مغیبہا۔ پس کون نہیں جانتا کہ ریلوے گاڑی اتنی سرعت سے چلتی ہے کہ بادلوں کو پیچھے چھوڑ جاتی ہے۔ اور سورج کے غروب ہونے سے پہلے کہیں کی کہیں چلی جاتی ہے۔

(ج) اُسکا گدھا صرف خشکی پر ہی نہیں چلے گا بلکہ سمندر میں بھی اپنی پوری رفتار سے چلیگا۔ چنانچہ الفاظ حدیث حسب ذیل ہیں یخوض البحار الی کعبیہ۔ یعنے سمندر میں ٹخنوں تک غوطہ لگائیگا۔ جن لوگوں نے بندرگاہوں کا معائنہ کیا ہوگا تو دخانی جہازوں اور اگنبوٹوں میں سیر کی ہوگی اُنپر بخوبی روشن ہے کہ انجن جہاز یا کشتی دخانی کا ایک حصہ پانی میں ہوتا ہے۔

(ح) دجال کے گدھے کی ایک علامت یہ بھی لکھی ہے کہ اُسکے آگے آگے ایک دھوئیں کا پہاڑ اور پیچھے سبزی نما پہاڑ ہوگا۔ جو حدیث کے الفاظ ذیل سے ہویدا ہے۔ امامہ جبل دخان وخلفہ جبل دخان۔ جن لوگوں نے ریلوں اور جہازوں کو چلتے ہوئے دیکھا ہے اُن کو معلوم ہے کہ انجن چونکہ آگے آگے ہوتا ہے اُس سے بکثرت

دھواں نکلتا ہے جو آسمان میں بلند ہوکر ایک پہاڑ سا دکھلائی دیتا ہے اور جب دھواں ہوا میں منتشر ہوکر ریلوے کے پیچھے آجاتا ہے تو سبز پہاڑ کیصورت اختیار کرلیتا ہے۔

(خ) وہ گدھا آواز کریگا جو دور دور تک سُنائی دیگی گویا اُس سے وہ اُن لوگوں کو جو اُسمیں سوار ہونے کے لئے منتظر ہوتے ہیں بُلاتا ہوگا۔ چنانچہ الفاظ حدیث یہ ہیں۔ ینادی بصوت له یسمع به ما بین الخافقین الی اولیائی الی اولیائی الی احبائی۔ پس صاف واضح ہے کہ یہ باتیں ریل گاڑی میں پائی جاتی ہیں پھر اگر اسکو دجال کا گدھا نہ مانا جائے تو بتاؤ کہ ایسی عظیم الشان بے نظیر گاڑی کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہاں خبر دی ہے۔ اور یہ تو سب مسلمانوں کا ایمان ہے کہ اُس مخبر صادق علیہ الصلوۃ والسلام نے قیامت تک کی خبریں دی ہیں۔ اگر دجال کے گدھے کے علاوہ وہ کوئی اور چیز ہے تو بتاؤ کہ اسکی اطلاع کس حدیث میں ہے۔ دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۶۷۔

(۷) دجال کی علامت ایک یہ بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بتائی ہے کہ کھانا کھایا کریگا اور شراب پیا کریگا اور بازاروں میں پھرا کریگا۔ چنانچہ حدیث ابن منادی میں آیا ہے۔ الا ان الدجال یطعم الطعام و یشرب الشراب ویمشی فی الاسواق واللہ تعالیٰ عنہ - یعنے دجال کھانا کھائیگا شراب پیے گا اور بازاروں میں چلیگا اور اللہ تعالےٰ ان باتوں سے بلند تر ہے۔ اس حدیث سے صاف واضح ہے کہ جو خود حوائج انسانی کا محتاج ہے اُسمیں خدائی صفات کیونکر آسکتے ہیں۔ تُف ہے اُن لوگوں کی عقلوں پر کہ جو اُنکے افعال مجازی کو حقیقت پر حمل کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ سب باتیں جو حدیث میں آئی ہیں زمانہ حال کے طبیبوں اور پادریوں پر صادق آگئی ہیں

(۸) دجال کی یہ بھی علامت ہے کہ اُسکے ساتھی اور پیرو یہود اور ولد الزنا ہونگے۔ چنانچہ اسکی تصدیق حدیث ابن المنادی کے الفاظ ذیل سے ہوتی ہے۔ الا ان الدجال اکثر اشیاعه واتباعه الیهود واولاد الزنا۔ دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۶۷۔ اور ہم دیکھتے ہیں پادریوں کے ساتھ اکثر یہودی خصلت انسان جنہوں نے محض نفس پرستی اور شکم پروری کو مقدم رکھکر دین و ایمان سے ہاتھ دھولیا ہے اور اکثر ایسے لوگ بھی یقیناً ہیں جو زنا سے پیدا ہوتے ہیں اور جنکو اُن کی بدکار مائیں جن کر سڑکوں یا بارکوں میں چھوڑ کر چلی جاتی ہیں جہاں سے پادری لوگ اُٹھا کر لیجاتے اور پرورش دیتے ہیں۔ جس نے تحقیقات کرنی ہو وہ مسٹریز آف دی کورٹ آف لنڈن وغیرہ میں دیکھے۔

(۹) دجال کے ساتھ عورت ہوگی جو دجال سے پہلے سب گاؤں میں پھر جائیگی۔ چنانچہ ذیل سے اسکی تائید ہوتی ہے:۔ عن ابی سعید الخدری قال مع الدجال امراۃ یقال لها الليبه لا یوم قریة الاسبقته الیها فتقول هذا الرجل

داخل علیکم فاحذروہ رواہ نعیم بن حماد فی الفتن۔ یعنے نعیم بن حماد نے کتاب الفتن میں ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ دجال کے ہمراہ ایک عورت ہوگی جسکو لیثبہ کہتے ہیں۔ جس قریہ میں دجال جائیگا اُس سے پہلے وہ عورت پھر آئیگی اور بتادیگی کہ اے دیہاتیو یہ آدمی تمپر داخل ہونے والا ہے اس سے بچیو۔ یہ بات بھی روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ پادریوں کے ساتھ مسیں ہوتی ہیں جو گاؤں گاؤں پھرا کرتی ہیں اور یہ عورتیں اپنی کارروائی سے اہل دیہہ کو متنبہ کر دیتی ہیں کہ اب اس کے بعد پادری بھی آنیوالا ہے جو اپنا مشن آنکر قائم کریگا اور اپنا مضبوط قدم جمائیگا۔

(۱۰) دجال کے ساتھ ایک جساسہ بھی ہوگی۔ چنانچہ حدیث تمیم داری میں یوں ہے:۔

فدخل الجزیرۃ فلقیتھم دابۃ اھلب کثیر الشعر لایدرون ما قبلہ من دبرہ من کثرۃ الشعر فقالوا ویلک ما انت قالت انا الجساسۃ۔ قالوا وما الجساسۃ قالت ایھا القوم انطلقوا الی ھذا الرجل فی الدیر فانہ الی خبرکم بالاشواق۔ الی اٰخرہ۔ رواہ احمد و مسلم والطبرانی عن فاطمۃ بنت قیس۔

احمد بن حنبل اور مسلم اور طبرانی نے فاطمہ بنت قیس سے روایت کی ہے کہ اہل کشتی جزیرہ میں داخل ہوئے تو انکو ایک جاندار چیز ملی جسکے بہت ہی بال تھے اور بالوں کی کثرت کی وجہ سے اُسکا سامنا اور پیچھا نہیں دکھلائی دیتا تھا۔ اُنہوں نے اُس سے پوچھا کہ تو کون ہے اُسنے جواب دیا کہ جساسہ ہوں اُنہوں نے کہا کہ کون جساسہ۔ اُسنے کہا اے لوگو اُس شخص کی طرف چلو جو فلاں گرجے میں ہے اور وہ تمہاری خبر سُننے کا بڑا مشتاق ہے اس حدیث سے واضح ہے کہ دجال کے ساتھ ایک عورت بھی ہوگی جو جاسوسی کا کام دیگی۔ چنانچہ پادریوں کے ساتھ عورتیں ہیں جو لوگوں کے گھروں میں پڑھانے یا دستکاری کے بہانہ سے مسلمانوں کی عورات کے دلی بھید کو لیکر آخر نکالکر گرجوں میں لیجاتی ہیں۔ کیا کوئی انکار کرسکتا ہے؟

ابن ماجہ کے حاشیہ صفحہ ۲۶۳ میں ابوالحسن محمد بن عبدالہادی نزیل مدینہ منورہ مشہور بسندھی جساسہ کی نسبت لکھتے ہیں الجساسۃ قیل ھی تجسس الاخبار فتاتی بھا للدجال یعنے جساسہ وہ ہے جو ملک اور شہروں سے خبریں مخفی لاکر دجال کو بتایا کریگی۔ اور سب لوگ جانتے ہیں کہ مسیں جو لوگوں کے گھروں میں جاتی ہیں وہ راز کی خبریں دجال کو جاکر بتاتی ہیں۔

(۱۱) دجال کا عقیدہ بتایا گیا ہے کہ وہ کون سے عقائد رکھتا ہوگا۔ دیکھو سورۃ الاخلاص۔ اور وہ یہ ہے:۔

قل ھو اللہ احد۔ اللہ الصمد۔ لم یلد۔ ولم یولد۔ ولم یکن لہ کفوا احد۔ یعنے اے رسول کہدے کہ اللہ ایک ہے اور وہ بے نیاز ہے۔ نہ اُسکا کوئی بیٹا ہے اور نہ وہ کسی کا بیٹا ہے اور نہ اُسکے برابر کا کوئی ہے۔

اِس سورۃ شریف میں اللہ تعالےٰ نے خبر دیدی ہے کہ آخری زمانہ میں کوئی ایسا فتنہ برپا ہونیوالا ہے کہ جس کی وجہ سے لوگ سخت ابتلا میں پڑینگے اور یقیناً وہ فتنہ دجال ہی تھا جس سے بہت ڈرایا گیا تھا تو اسواسطے اس سورہ میں دجال کی پہچان کے لئے اُمّت کو آگاہ کردیا کہ دجال کا عقیدہ ہوگا کہ خُدا کو واحد نہ مانیگا بلکہ یہ کہیگا خدا کا بیٹا ہے اور خدا مخلوق بنکر آیا ہے اور وہ خود خُدا کے برابر ہے۔ سو یہ بات اِن پادریوں میں صاف عیاں ہے پھر کیونکر دجال نہیں۔

پھر خدائے علیم وحکیم نے مابعد کی سورتوں میں ظاہر بھی کردیا کہ ضرور سورۂ اخلاص دجال کے بارہ میں ہے کیونکہ اُن میں دجال سے پناہ مانگنے کی ہدایت کی ہے۔ دیکھو سورۃ الفلق و سورۃ النّاس جنمیں ہے:۔

قُلْ اعوذ بربّ الفلق۔ من شرّ ما خلق۔ ومن شرّ غاسق اذا وقب۔ ومن شرّ النفّٰثٰت فی العقد ومن شرّ حاسد اذا حسد۔

قل اعوذ بربّ النّاس۔ ملک النّاس۔ اِلٰہ النّاس۔ من شرّ الوسواس۔ الخنّاس الذی یوسوس فی صدور النّاس۔ من الجنّۃ والنّاس۔

(۱۲) دجال بجز مکّہ اور مدینہ کے تمام روئے زمین پر پھر جائیگا۔ جیسے اِس حدیث سے ظاہر ہے:۔

لیس من بلاد الّا سیطأہ الدجال الّا مکّۃ و المدینۃ ولیس نقب من انقابہا الّا علیہ الملٰئکۃ حافین تحرسہا الی اٰخرہ۔ رواہ البیہقی و النسائی عن انس۔

امام بیہقی اور نسائی نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ مکّہ اور مدینہ کے سوا کوئی شہر نہیں جسپر دجال کا گذر نہ ہوگا اور کوئی سُوراخ نہیں جسپر فرشتے متعین ہوں اور ان دونوں مبارک شہروں کی گرد اگرد حفاظت نہ کرتے ہوں۔

دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۴۹۔

اِس حدیث سے واضح ہے۔ کہ دجال تمام روئے زمین پر پھر جائیگا اور ہم پہلے ثابت کرچکے ہیں کہ پادری لوگ دنیا کے کل کونوں میں پھر چکے ہیں جس سے صاف عیاں ہے کہ یہی لوگ دجال ہیں۔

(۲۰) **یاجوج ماجوج** مسیح کے وقت میں تمام روئے زمین پر تسلط پاجائینگے اور اُنکی موجودگی میں کوئی بھی حکومت نہیں ہوگی جو ان سے سربلندی میں فخر کرسکے۔ اور نہ کوئی اہل صنعت وحرفہ ہوگا جو اپنی صنعت اور حرفہ میں اُن کی برابری کرسکیگا اور نہ کوئی مدبر سے مدبر ہوگا جو اُن کی تدبیر سے گوئے سبقت لیجائیگا۔ غرض ہر پہلو سے مخلوقات اُنکے سامنے عاجز ہوجائیگی۔ جسکی تصدیق آیت ذیل سے ہوتی ہے۔ حتّٰی اذا فتحت یاجوج و ماجوج وھم من کل حدب ینسلون۔ اور جب یاجوج ماجوج کو آزاد کردیا جائیگا۔ تو وہ ہر بلندی سے ٹوٹ

پڑینگے۔ دیکھو سورۃ الانبیاء ع ٧ - پارہ ١٧ -

اور حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بکی اور بھی وضاحت کرتی ہے اور وہ یوں ہے :-

فتفتح یاجوج ماجوج فیخرجون علی الناس کما قال
اللہ عزوجل من کل حدب ینسلون - فیغشون
الناس وینحاز المسلمون عنہم الی مدائنہم وحصونہم
ویضمون الیہم مواشیہم ویشربون میاہ الارض
حتی ان بعضہم لیمر بالنہر فیشربون ما فیہ حتی
یترکوہ یبسا - حتی ان من بعضہم لیمر بذالک
النہر فیقول قد کان ہہنا ماء مرۃ حتی اذا لم یبق
من الناس احد الا اخذ فی حصن او مدینۃ
قال قائلہم ہؤلاء اہل الارض قد فرغنا منہم
بقی اہل السماء ثم یہز احدہم حربتہ ثم یرمی
بہا الی السماء فترجع الیہ مخضبۃ دما للبلاء والفتنۃ
فبینما ہم علی ذلک اذ بعث اللہ دودا فی اعناقہم
کنغف الجراد الذی یخرج فی اعناقہ فیصبحون
موتی لا یسمع لہم حس فیقول المسلمون الا رجل
یشتری لنا نفسہ فینظر ما فعل ہذا العدو فیتجرد
رجل منہم محتسبا نفسہ قد اوطنہا علی انہ مقتول
فینزل فیجدہم موتی بعضہم علی بعض فینادی
یا معشر المسلمین الا ابشروا ان اللہ عزوجل قد
کفاکم عدوکم فیخرجون من مدائنہم وحصونہم
ویسرحون مواشیہم فما یکون لہا مرعی الا لحومہم
فتشکر عنہ کاحسن ما شکرت عن شیئ من النبات اصابتہ
قد رواہ احمد وابن ماجہ وابن حبان والحاکم عن ابی سعید

احمد بن ضبل اور ابن ماجہ اور ابن حبان اور حاکم ابو سعید
سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ یاجوج ماجوج کھول دئیے جائیں گے
اور وہ لوگوں پر بموجب آیت اللہ من کل حدب
ینسلون خروج کرینگے اور لوگوں کو اپنے ماتحت کر لینگے
اور مسلمان اُنسے اپنے اپنے شہروں اور قلعوں میں پناہ
لینگے اور اُنکے مواشیوں پر اپنا قبضہ کر لینگے اور نہروں
کا پانی پی جائینگے یہانتک نوبت ہوگی کہ اُن میں
کوئی ایک شہر کے پاس جائیگا اور جو کچھ پانی نہر میں
ہوگا پی جائیگا اور نہر خشک ہو جائیگی اور پھر اُن کے
بعد کوئی اور گذریگا تو کہیگا کہ یہاں کبھی پانی ہوتا تھا
اور جب کوئی آدمی بھی باقی نہیں رہینگے جنکو وہ تحت
میں لاویں تو پھر اُن کا مواخذہ کریں گے جو قلعہ
یا شہر میں پناہ گیر ہونگے - اُن میں سے پھر ایک
شخص کہیگا کہ یہ تو زمینی لوگ ہیں اِن سے فراغت
ہوگئی اب آسمان والے باقی رہگئے ہیں - اُسکے
بعد اُنمیں سے ایک ہتھیار تیار کرکے آسمان کی طرف
پھینکیگا (یعنے آسمانی اجرام میں خوض اور فکر کریگا
یا اُن امور میں دخل دیگا کہ جنکو آسمان سے تعلق ہے
جیسے بارش وغیرہ) اور وہ خون آلودہ ہوکر آئیگا -
(یعنے اُن میں اُن کو کسیقدر کامیابی ہوگی)
اسے آخر رہ

آیت کلام اللہ و حدیث رسول اللہ (صلعم) سے ظاہر ہے کہ یاجوج ماجوج تمام روئے زمین پر غالب آجائیں گے اور ہم دیکھتے ہیں کہ آجکل سوائے روس و طاقتہائے یوروپ اور کوئی قوم روئے زمین پر دکھلائی نہیں دیتی جنپر کلمات کلام اللہ و احادیث رسول اللہ صادق آئیں۔ اور ہمارے خیال میں یقیناً یقیناً یہی قومیں ہیں جنہوں نے ہر پہلو سے مخلوقات خدا کو گھیر لیا ہے۔ کوئی ریاست نہیں کوئی ملک نہیں جنپر ان اقوام کا تسلط نہو۔ کوئی صنعت نہیں کوئی حرفت نہیں کوئی تدبیر نہیں کوئی حکمت نہیں جو ان کی صنعت اور حرفت اور تدبیر اور حکمت کا مقابلہ کر سکے غرض ہر بلند پروازی کے کام جسکا وہم و گمان میں بھی تصور ہو سکتا ہو وہ اب سب انہی کے ہاتھ میں ہیں۔ لیکن اس زمانہ کے علماء ان کو یاجوج و ماجوج قرار نہیں دیتے بلکہ کہتے ہیں کہ وہ کسی ایسے قطعہ دنیا میں بستے ہیں کہ جہاں انسانی قدم نہیں جا سکتا اور کہتے ہیں کہ انکے بڑے بڑے لمبے قد ہیں اور اُن کے کان اتنے بڑے ہیں کہ ایک کان نیچے اور ایک کان اوپر اوڑھتے ہیں اور سمندر میں کھڑے ہو کر مچھلی آسمان پر بھون لیتے ہیں اور ان کی اولاد اس کثرت سے ہوتی ہے۔ کہ جب ایک مرتا ہے تو ہزار بچہ چھوڑ جاتا ہے۔ الغرض اس قسم کی باتیں کہکر جہالت کا ثبوت دیتے ہیں۔ ان نادانوں کو ابتک معلوم نہیں کہ اس زمانہ میں چپہ چپہ زمین ماپی گئی ہے اور کوئی جنگل و بیابان اور کوئی دریا و سمندر اور کوئی پہاڑ کی غار باقی نہیں رہی جہاں انسان کی رسائی نہ ہوئی ہو۔ تمام جغرافیہ اور تمام کرۂ ارض ان تمام باتوں کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور پھر ان نادان ملانوں کی عقل و فکر پر تعجب پر تعجب ہے کہ وہ یاجوج ماجوج کے قد پہاڑ کے برابر اونچے بیان کرتے ہیں جنکے کان بھی اس قدر طویل کہ بستر ے اور رضائی کا کام دیتے ہیں اور پھر کثرت اتنی کہ جس کی حد نہیں لیکن وہ کہیں بھی پتہ نہیں دیسکتے کہ وہ کہاں اور کس ملک میں ہیں۔ ہزار ہا سیاح مارے مارے جنگلوں۔ بیابانوں اور سمندروں اور پہاڑوں میں پھرتے ہیں اُنکو کہیں بھی نظر نہ پڑے حالانکہ اسوقت تک ایسی ایسی مخلوقات کا پتہ لگا ہے کہ پہلے کہیں دیکھنے میں نہیں آئی تھیں اور اب تو قطب شمالی و قطب جنوبی کے حالات مفصل کُھل گئے ہیں جہاں آدمزاد کا کوئی نشان نہیں پھر ہم کیونکر تسلیم کریں کہ ابھی تک دنیا کا کوئی کونہ انسانی دخل سے مخفی و محفوظ ہو۔ حاشا و کلا۔

اب ہم ذیل میں دکھاتے ہیں کہ یاجوج ماجوج کون ہیں۔ کن کی اولاد ہیں۔ کہاں رہتے تھے اور کہاں سے کہاں چلے گئے۔ ہمارا بیان لغت عرب۔ توریت شریف۔ قرآن کریم۔ احادیث نبویہ اور جغرافیہ بلدان و دیگر محققین سے مؤید ہوگا ہم صرف ان جاہل مدعیان علم کی طرح خیالی اور بے بُنیاد ڈھکوسلوں سے کام نہیں لینگے بلکہ پورے پورے ثبوت پیش کرینگے جنسے انکو بجز تسلیم کئے کچھ چارہ نہیں ہوگا۔

سو واضح ہو کہ یاجوج ماجوج لفظ یااج یا اجیج سے نکلا ہے جسکے معنے پانی اور آگ کے ہیں۔ چنانچہ اقرب الموارد میں جو لغت کی بہت بڑی کتاب ہے یوں لکھا ہے۔ الیاجوج ذکر فی ترجمۃ اج ویاجوج اویقال جوج واجوج وماجوج علمان۔ دیکھو اقرب الموارد جلد ۲۔ صفحہ ۱۴۹۴۔ پھر اسی لغت میں لکھا ہے اجت النار اجیجا۔ تلھبت یعنے آگ روشن ہوئی۔ اور بھڑکی۔ اجّ۔ ا لماء اجوجًا۔ پانی موجزن ہوا۔ پس ثابت ہوا کہ یاجوج ماجوج ایسی قومیں ہونگی جو آگ اور پانی سے زیادہ تر کام لینگی۔ اور اس کی تصدیق قرآن کریم کی سورۃ تبت کی آیت تبت یدا ابی لہب وتب سے ہوتی ہے کیونکہ صاف ظاہر ہے کہ صاحب لہب یعنی شعلہ بھی یاجوج ماجوج قوم ہے اور قرآن کے اخیر میں اس قوم کا ذکر اللہ تعالےٰ نے کیا ہے کہ وہ قوم شعلہ والی ہے یعنے آگ سے کام لینے والی اور پھر اگلی صورت میں اُن کی اعتقادی حالت بھی جتلادی ہے تاکہ لوگ شک وشبہ میں نہ پڑیں کہ کیونکر ابی لہب یاجوج ماجوج ہو سکتے ہیں۔ لہذا فرمایا۔ قل ہواللہ احد اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد۔ یعنے وہ قوم ایسی ہے کہ اللہ کو واحد نہیں مانیگی اور نہ اللہ تعالےٰ کو بے نیاز ہی مانیگی بلکہ اپنی عقل ودانائی کو اپنا کارساز سمجھے گی اور کہیگی کہ اُسکا معبود خدا کا بیٹا ہے اور اُسکی ماں بھی ہے۔ اسی پر اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ کو وحی کی کہ اُمت کو سنادے کہ آخری زمانہ میں ایک ایسی قوم ظاہر ہوگی کہ جنکا مت ذکرہ بالا اعتقاد ہوگا اسلئے اس اُمت کے لوگ خبردار ہو جائیں کہ اللہ ایک ہے اُسکا کوئی شریک نہیں اور ہر قسم کی احتیاج سے پاک اور بے نیاز ہے اُسکا نہ کوئی بیٹا ہے اور نہ خود کسی کا بیٹا ہے اور نہ اُسکی کوئی بیوی وغیرہ ہے۔ پس اس سورۃ نے بخوبی ظاہر کردیا کہ شعلے سے کام لینے والی قوم ایسے اعتقاد کی پابند ہوگی جسکی مدافعت اللہ تعالےٰ نے کردی ہے۔ بنابراں ثابت ہے کہ یہ صفات بجز روسیوں اور فرنگیوں کے کسی میں نہیں پائی جاتیں۔ لہذا یہی لوگ یاجوج ماجوج ہیں۔

اب ہم توریت شریف پر غور کرتے ہیں تو وہاں صاف الفاظ میں لکھا ہے کہ یاجوج روس ہے اور ماجوج دیگر اقوام یوروپ ہیں چنانچہ حزقیل نبی کی کتاب میں لکھا ہے۔ اے جوج روس اور مسک اور ٹوبال کے سردار میں تیرا مخالف ہوں۔ دیکھو حزقی ایل باب ۳۸۔ درس ۳۔ اس آیت سے صاف کھلگیا کہ روس ہی جوج ہے کیونکہ مسک جسکو ماسکو بھی کہتے ہیں اور ٹوبال جسکو ٹوبالسک بھی کہتے ہیں دونوں روس کے بڑے شہر ہیں ایک یورپی روس میں ہے یعنے ماسکو جو تھوڑا عرصہ پہلے دار الخلافہ تھا اور ٹوبالسک ایشیائی روس میں بڑا شہر ہے اور سائبیریا کا دار الخلافہ ہے۔

رہا ماجوج سو اُسکی نسبت لکھا ہے۔ اور میں ماجوج پر اور اُن پر جو جزیروں میں بے پرواہی سے سکونت

رہتے ہیں ایک آگ بھیجونگا۔ دیکھو حزقی ایل باب ۳۹۔ درس ۵۔ اس آیت سے ظاہر ہوگیا کہ جزیروں کے رہنے والے یعنے انگریز اور امریکن لوگ وغیرہ ماجوج ہیں۔

اب ہم یہ بھی دکھلاتے ہیں کہ آیا یاجوج ماجوج آدم کی اولاد ہیں یا بقول مولویان زمانہ کوئی ایسی مخلوق ہیں جو ان آدمیوں سے نرالی ہو کیونکہ وہ ان کے قد و قامت اور کان وغیرہ ایسے بیان کرتے ہیں جو بنی آدم میں ثابت نہیں ہوتے لہذا ضروری ہوا کہ دکھلایا جائے کہ وہ کس کی اولاد ہیں۔

واضح ہو کہ یاجوج ماجوج ہماری ہی طرح انسان ہیں جو حضرت آدم کی اولاد ہیں جس کی تصدیق اسی حدیث نبویہ سے ہوتی ہے:۔

ان یاجوج وماجوج من ولد ادم ولو ارسلوا لافسدوا علی الناس معایشہم ولن یموت منہم الا ترک من ذریتہ الفا فصاعدا وان من وراءہم ثلث امم تاویل وتاریس ومنشک رواہ عبد بن حمید فی التفسیر وابن المنذر والطبرانی وابن مردویہ والبیہقی فی البعث عن ابن عمر۔

یعنے عبد بن حمید تفسیر میں اور ابن منذر اور طبرانی اور ابن مردویہ اور بیہقی بعث میں حضرت ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ یاجوج اور ماجوج آدم کی اولاد ہیں۔ الے آخرہ

پس ثابت ہوا کہ یاجوج ماجوج آدم زاد ہیں۔ اور یافث بن نوح کی ذریت سے ہیں چنانچہ مولوی محمد حسن امروہی لکھتے ہیں کہ آرمینی وجرمنی و فرانسیسی تجرمہ بن گومر بن یافث کی اولاد ہیں دیکھو تلخیص التاریخ صفحہ ۱۲۔ اور ماجوج کی نسبت بھی وہ لکھتے ہیں کہ ماجوج یافث کا بیٹا تھا۔ دیکھو تلخیص التاریخ۔ صفحہ ۶۲۔

یہ تو ثابت ہوگیا کہ یاجوج ماجوج حضرت آدم کی اولاد ہیں اور نوح علیہ السلام کی بہت ہی قریبی نسل ہیں۔ لیکن اب تک ہمنے نہیں بتایا کہ اول اُن کی رہائش کہاں تھی اور پھر رفتہ رفتہ کہاں تک انکی سکونت ہوئی سو واضح ہو کہ ابتداء میں یہ لوگ چینی تاتار کے حصہ مانچوریا سے لیکر کوہ یورال تک سکونت رکھتے تھے اور یہ ایک ایسی قوم تھی کہ اپنی حدود ملک سے نکلکر آسپاس کے ممالک پر یورش کرکے باشندگان کو لوٹ گھسوٹ سے ہمیشہ پریشان کرتے تھے۔ چنانچہ مسٹر ولیم سونٹن کی تاریخ قدیم و جدید دنیا میں لکھا ہے کہ ہم ابھی دکھلا چکے ہیں کہ تمام بڑے بڑے یورپین لوگوں کے آباواجداد فے الاصل ایشیائے مغربی سے آئے تھے۔ دیکھو تاریخ انگریزی مذکور صفحہ ۵۰۔ اور مسٹر لتھبرج اپنی تاریخ ہند میں لکھتے ہیں۔ یہ لوگ صرف اُسی جرگہ کے بزرگ نہ تھے جو بعد ازاں وہاں سے ہند میں چلا آیا اور ہندو کہلایا بلکہ اہل فرنگ جو وہاں سے جاکر یوروپ میں آباد ہوئے اور پارسی جو فارس

جا کر بسے اِن سب کے بزرگ کبھی وہی تھے۔ دیکھو صفحہ ۱۹۔ تاریخ مذکور۔
اور صاحب تلخیص التواریخ لکھتا ہے۔ ماجوج ابتداءً شمال بخارا و شرق بحر اخضر میں جہاں مانچوریہ ہے بستا تھا جہاں خلیج وہارہ وہابواہ و نہر جوران تھی جہاں جوزانہ و گوزانہ شہر ابتک موجود ہیں اُس کی اولاد شرق میں ماچین تک اور غرب میں تا جنوب و شمال جرمن و شمال فرانس و نارمنڈی کو پھیل کر ۱۹-۲۰ قبیلے ہو گئے۔ دیکھو تلخیص التواریخ۔ صفحہ ۶۳۔

یہی سبب ہے کہ ایک طرف سے چین والوں نے بھی ایک بہت بڑی دیوار جو ۱۲-سو میل لمبی ہے اور اونچی ہے اُن کی روک کے لئے بنائی تھی اور دوسری طرف سے یعنے کوہ یورال اور جھیل کیسپین کے مابین بمقام دربند ایک دیوار ۳۰ میل لمبی ایک مادی بادشاہ کیقباد نے جسکا لقب ذوالقرنین تھا انہی یاجوج ماجوج کی روک تھام کے لئے بنائی تھی چنانچہ قرآن کریم نے بھی اِس قصّہ کو مختصر طور سے ذکر فرمایا ہے۔ اور وہ یوں ہے:۔

حتیٰ اذا بلغ بین السدین وجد من دونهما قوماً لا یکادون یفقهون قولا۔ قالوا یٰذ القرنین ان یاجوج و ماجوج مفسدون فی الارض فهل نجعل لک خرجا علیٰ ان تجعل بیننا و بینهم سدًّا۔ قال ما مکنی فیه ربی خیرٌ فاعینونی بقوة اجعل بینکم و بینهم ردما۔ اٰتونی زبر الحدید حتیٰ اذا ساوی بین الصدفین قال انفخوا حتیٰ اذا جعله نارا قال اٰتونی افرغ علیه قطرا فما اسطاعوا ان یظهروه وما استطاعوا له نقبا۔

جب ذوالقرنین دو آڑ کے درمیان پہنچا تو اُنکے ورے ایک قوم کو پایا کہ وہ بات کو سمجھ نہیں سکتی تھی۔ اُس قوم کے لوگوں نے کہا کہ اے ذوالقرنین یاجوج اور ماجوج اِس ملک میں فساد آنکر کرتے ہیں۔ ہم آپ کے لئے کچھ خراج اس شرط پر مقرر کر دیتے ہیں کہ آپ ہمارے اور اُن کے درمیان ایک دیوار بنا دیں۔ ذوالقرنین نے جواب میں کہا کہ جو کچھ میرے ربنے دیا ہوا ہے وہی کافی اور بہتر ہے۔ تم محنت میں میری مدد کرو تمہارے اور اُن کے درمیان ایک روک بنا دیتا ہوں۔ مجھے لوہے کے ٹکڑے لا دو اور جب بنتے بنتے پہاڑ کی دو چوٹیوں تک پہنچ گئی تو فرمایا کہ اب آگ گرم کرو اور جب وہ آگ تیار ہو گئی کہا میرے پاس لاؤ تاکہ میں اُسپر پگلا ہوا تانبا ڈالدوں۔ جب وہ دیوار اسطرح تیار ہو چکی تو یاجوج ماجوج اُس دیوار پر نہ تو چڑھ سکے اور نہ اُن میں نقب لگا سکے۔ دیکھو سورۃ کہف ع ۱۱۔ پارہ ۱۶-۵۔ یہ واقعہ ۳۵۰ برس قبل مسیح علیہ السلام کے ہوا۔

قرآن کریم سے اتنا تو پتہ چلا کہ ذوالقرنین مادی نے ایک روک یاجوج ماجوج کی روک کیلئے دو

پہاڑوں کے درمیان اقوام تاتار ومسک کی درخواست پر بنائی تھی۔ دیکھو تلخیص التاریخ صفحہ ۶۴۔

وہ دیوار کوہ یورال کے ایک درہ میں جو ۳۰ میل کا تھا بنائی تھی اور اب وہ دربند کے نام سے مشہور ہے اور صرف یہی نہیں بلکہ آرمینیہ اور آذربیجان کے وسط میں بارہ دربند بنائے اور پلونہ کے شمال میں کئی قلعے محکم گڑھ گھڑ جس سے اُن قوموں سے خوب حفاظت ہوگئی۔

آخر یہ قومیں رفتہ رفتہ مغرب کی طرف بڑھتی گئیں اور اُس تمام سرزمین میں پھیل گئیں جسکو اب براعظم یورپ کہتے ہیں وہ مفصلہ ذیل ۲۲ قبائل پر منقسم ہوگئیں۔

۱۔سویڈش۔ ۲۔ناروجین۔ ۳۔ڈینش۔ ۴۔سکاچ۔ ۵۔انگلش۔ ۶۔آئرش۔ ۷۔ویلز۔ ۸۔پولش۔ ۹۔پرشین ۱۰۔جرمن۔ ۱۱۔البجیم۔ ۱۲۔ڈچ۔ ۱۳۔نارمن۔ ۱۴۔آسٹریلین۔ ۱۵۔اکاسک۔ ۱۶۔لیپلینڈرز۔ ۱۷۔پورچوگیز۔ ۱۸۔آئیسلنڈر ۱۹۔فرنچ۔ ۲۰۔اٹالینز۔ ۲۱۔اسپینز۔ ۲۲۔ترک۔

یہ سب قومیں ایک ہی ہیں جو یاجوج ماجوج میں داخل ہیں۔ شائد ترکوں کا نام سُنکر کوئی مسلمان حیرت میں آجائے سو ہم اس تعجب کے دور کرنے کیلئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث پیش کرتے ہیں جنہوں نے ترکوں کو بھی یاجوج ماجوج کی نسل قرار دیا ہے۔ اور وہ حدیث یہ ہے:۔

ولد نوح ثلاثۃ سام وحام ویافث فولد سام العرب وفارس والروم والخیر فیھم وولد یافث یاجوج وماجوج والترک والصقالبۃ ولاخیر فیھم وولد حام بربر والقبط والسودان رواہ ابن عساکر عن ابی ھریرۃ

ابن عساکر نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نوح کے ۳ بیٹے تھے ایک سام دوسرا حام تیسرا یافث۔ سام کی اولاد عرب۔ فارس اور روم ہیں جنمیں خیر و برکت ہے اور یافث کی اولاد یاجوج وماجوج اور ترک اور صقالبی ہیں جنمیں خیر نہیں اور حام کی اولاد بربری قبطی اور سودانی ہیں۔ دیکھو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲۱۲

لیکن یہ یاد رہے کہ جو ترک اسلام لائے اور اُسپر پورے کاربند ہوگئے۔ وہ یاجوج ماجوج سے خارج کئے گئے ہیں بلکہ اسیواسطے اُن کا نام ترک ہوا کہ یاجوج ماجوج سے متروک کئے گئے۔ دیکھو مجمع البحار صفحہ۔

جب حدیث نبوی سے ثابت ہوگیا کہ یاجوج ماجوج ترکوں کے بھائی ہیں تو ساتھ ہی فیصلہ ہوگیا کہ اُنکے قد وقامت اور کان وغیرہ بھی ترکوں کے برابر ہونگے۔ سو ترک تو ہم لوگوں نے بچشم خود دیکھ لئے ہیں اُنکے قد وقامت معمولی انسانوں کے سے ہیں۔ اگر معمولی انسانوں سے بڑھ کر کوئی بات بھی اُن میں ہوتی تو ہزارہا اخباروں میں اُنکا ذکر شائع ہوتا۔ اور جن لوگوں نے ترکوں کو نہیں دیکھا وہ بھی اُن کے حالات سے آگاہ ہو جاتے۔ بالخصوص آجکل جو ترکوں کا بادشاہ تخت نشین ہے یعنے عبد الحمید خاں صاحب وہ مسلمانوں میں بوجہ دیندار ہونیکے

ہر دلعزیز ہیں۔ انکی عکسی تصاویر اکثر گھروں میں موجود ہیں ہیں اُنکے ناک کان وغیرہ معمولی انسانوں جیسے نظر آتے ہیں۔ پھر اب بھی اگر کوئی کہہ جائے کہ یاجوج ماجوج کے بڑے بڑے لمبے کان ہیں تو ان کی حماقت کی پوری دلیل ہوگی۔ اصل میں یہ لوگ پیشگوئیوں اور استعارات کے علم سے محض نابلد ہیں ورنہ وہ کبھی بھی اتنی جسارت نہ کرتے۔ اصل بات یہ ہے کہ لمبے کانوں سے مراد دُور دُور کی خبریں معلوم کرنیوالے مراد ہیں اور یہ امر ترکوں اور یورپین اقوام پر صادق آتا ہے۔ ہر جگہ جاسوس رکھتے ہوئے ہیں جو ذرہ ذرہ کی خبریں متواتر پہونچاتے رہتے ہیں بلکہ تاریں ایجاد ہوگئی ہیں جنکے ذریعہ سے ہزاروں کوسوں کی خبریں آن کی آن میں پہونچائی جاتی ہیں۔ خواہ انسان سویا ہوا ہو تو بھی اور اگر جاگتا ہو تو بھی خبریں بلا روک ٹوک پہنچ جاتی ہیں اسی کی طرف اشارہ ہے کہ ایک کان اوپر اور ایک کان نیچے اوڑھکر سوتے ہیں اور بڑے بڑے قدموں سے مراد یہ ہے کہ وہ ایسے بہادر اور طاقتور ہونگے کہ دشوار گذار پہاڑوں کی چوٹیوں اور جنگلوں کے ناقابل گذر میدانوں کو چیرتے ہوئے چلے جائیں گے اور کسی مصیبت کو مصیبت نہ سمجھینگے اور اُنکے عزم پہاڑوں کی طرح مضبوط ہونگے۔ سو ہم روزمرہ مشاہدہ کرتے ہیں کہ یہ لوگ کیسے بہادر ہیں اور اُنکے ارادے کیسے مضبوط ہیں کہ نہ انکو کوئی پہاڑ روک سکتا ہے نہ دریا۔ جس بات کو کرنا چاہتے ہیں اُسکو کئے بغیر نہیں چھوڑتے۔

قرآن کریم سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ اُس دیوار کو توڑ کر نکل آئیں گے۔ چنانچہ آیت کریمہ یہ ہے۔ فاذا جاء وعد ربی جعلہ دکاۗء۔ وکان وعد ربی حقا۔ یعنے جب میرے رب کا وعدہ آجائیگا تو دیوار ٹکڑے ٹکڑے کردیگا اور اللہ کا وعدہ حق ہے جسمیں ذرہ بھی خلاف نہیں۔ دیکھو سورۃ کہف ع ١١۔ پارہ ١٦۔

اب ہم دکھاتے ہیں کہ وہ وعدہ کب پُورا ہونا تھا۔ سو واضح ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارہ میں ایکدفعہ یوں فرمایا ہے کہ جب قسطنطنیہ فتح ہوجائیگا اُسکے بعد یاجوج ماجوج خروج کرینگے۔ دیکھو حدیث ذیل۔

عن معاذ ابن جبل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمران بیت المقدس خراب یثرب خراب یثرب خروج الملحمۃ وخروج الملحمۃ فتح القسطنطنیۃ وفتح قسطنطنیۃ خروج الدجال۔ رواہ ابوداود۔ دیکھو ابوداؤد جلد ٢ صفحہ ٢٣٤

اسکی تصدیق کامل طور سے تاریخ سے ہوتی ہے۔ قسطنطنیہ ١٤٥٣ء میں سلطان محمد ثانی کے ہاتھ سے فتح ہوا دیکھو تاریخ قدیم وجدیدہ لیم سونٹن صاحب صفحہ ٣۔ اور سب سے اول انگریزوں نے جہازرانی میں کمال پیدا کر کے ١٤٩٧ء میں ایک جہاز بزیر نگرانی مسٹر واسکوڈی گاما ہند کیطرف روانہ کیا اور ١٥١٠ء میں مسٹر البوکرک کو نائب مقرر کیا جسنے آنگو فتح کرکے بہت سے مقامات پر اپنا تسلط جمالیا۔ دیکھو تاریخ لتھبرج صفحہ ١٣۔

پس اس پیشگوئی کا پورا وقوعہ ہوگیا۔ یہ پیشگوئی اُس پیشگوئی سے الگ ہے جو سد ذوالقرنین کے توڑنے کی نسبت ہے اور پھر ایک اور موقعہ پر فرمایا کہ یاجوج ماجوج سد ذوالقرنین توڑ کر آگے بڑھینگے۔ اور ایک ہزار سال کے بعد کھول دئے جائینگے۔ چنانچہ اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے ایک ہزار سال کی تصدیق کر دی۔ حدیث مذکور یہ ہے

عن زینب بنت جحش ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دخل علیھا یوماً فزعا یقول لا الٰہ الا اللہ ویل للعرب من شر قد اقترب فتح الیوم من ردم یاجوج وماجوج مثل ھذہ وحلق باصبعیہ الابھام والتی تلیھا قالت زینب فقلت یا رسول اللہ افنھلک وفینا الصالحون قال نعم اذا کثر الخبث۔ متفق علیہ

جب ہم عیسائیوں کی مقدس کتاب میں غور کرتے ہیں تو وہاں بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ بادشاہوں کے بادشاہ اور خداوندوں کا خداوند جب دنیا پر مسلط ہوگا اُسکے ایک ہزار سال بعد شیطان بند رہیگا تاکہ وہ یاجوج ماجوج کو نہ اُکسائے اور جب ایکہزار سال منقضی ہوگا تب وہ شیطان چھوٹ جائیگا اور یاجوج ماجوج کی قوموں کو برانگیختہ کریگا تاکہ دنیا میں جاؤ اور مسلط ہو جاؤ۔ ہم بجنسہ مکاشفات یوحنا کی اصل عبارت نقل کر دیتے ہیں تاکہ ناظرین کو زیادہ یقین ہو اور واضح ہو جائے کہ مخبر صادق کی پیشگوئیاں کس صفائی سے پوری ہوتی ہیں۔

یوحنا حواری باب ۲۰ درس ۱ لغایت ۳ میں فرماتا ہے "پھر میں نے ایک فرشتہ کو آسمان سے اُترتے ہوئے دیکھا جسکے ہاتھ میں اتھاہ کوئی کی کنجی اور ایک بڑی زنجیر تھی اور اُسنے اُس اژدہے کو جو پرانا سانپ ہے یعنے ابلیس اور شیطان کو پکڑا اور ہزار برس تک جکڑ رکھا اور اُسکو اُس اتھاہ کوئے میں ڈالا اور اُسے بند کر دیا اُسپر مہر کر دی تاکہ وہ آگے لوگوں کو دغا نہ دے جبتک کہ ہزار برس تمام نہوں۔

پھر باب ۲۰ درس ۷ لغایت ۹ میں ہے "اور جب ہزار سال ہو چکینگے شیطان اپنی قید سے چھوٹیگا اور نکلیگا تاکہ اُن قوموں کو جو زمین کے چاروں کونوں میں ہیں یعنے جوج و ماجوج کو فریب دے اور اُنہیں لڑائی کے لئے جمع کرے۔ وے شمار میں سمندر کی ریت کی مانند ہیں اور وے زمین کی وسعت پر چڑھ گئے اور اُنھوں نے مقدسوں کی چھاؤنی اور عزیز شہر کو گھیر لیا۔ تب آسمان پر سے خدا کے پاس سے آگ اُتری اور اُنکو کھا گئی۔

حدیث اور مکاشفات یوحنا سے صاف ظاہر ہو گیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ایکہزار سال تک یاجوج ماجوج اسلامی ممالک پر نہیں آسکینگے۔ بعد ایکہزار سال کے شیطان یعنی دجال خروج کریگا اور تمام ممالک میں پھر کر آخر کو یاجوج اور ماجوج کو ملکوں کے حالات سے آگاہ کر کے اُنکو اُکسائیگا۔ سو ایسا ہی وقوع میں آیا چنانچہ روس اور انگریز اور دیگر اقوام یورپ نے جب مسلمانوں کو عیاشی وغیرہ میں مبتلا پایا تو اپنے ملکوں سے تاجروں کی

صورت میں سولھویں صدی عیسوی مطابق گیارھویں صدی ہجری میں نکل کھڑے ہوئے اور رفتہ رفتہ پولٹیکل دخل پاکر تمام ممالک اسلامی پر تسلط ہو گئے۔

تاریخ ہند مصنفہ مسٹر تھمبرج میں لکھا ہے اس کے بعد راس امید کے سیدھے رستے سے انگریزوں کا اول بیڑا ہند کی طرف ۱۵۹۱ء میں روانہ ہوا۔ اسکا سردار لین کاسٹر تھا۔ دیکھو صفحہ ۱۳۹۔ تاریخ مذکور۔

اب جب ہم سنہ ہجری سے ایک ہزار لیکر مطابق کریں تو ٹھیک ۱۵۹۱ء میں نکلتا ہے۔ دیکھو اسوقت ۱۳۱۶ ہجری ہے، جب ایکہزار منفی کر دیا گیا تو ۳۰۰ برس باقی رہا۔ اور یہ تو سب کو معلوم ہے کہ سنہ ہجری قمری ہوتا ہے اور سنہ عیسوی شمسی جن میں تین سال میں ایک ماہ کا فرق ہوتا ہے۔ جب اس فرق کو جو ۹ سال ہوتے ہیں ۳۰۰ میں سے نکال ڈالیں تو ٹھیک ۱۵۹۱ء نکل آتے ہیں۔

ایسا ہی ادھر تو انگریز ڈچ اور فرانس بڑھے۔ دوسری طرف وسط ایشیا سے روس بڑھا اور اول الذکر نے ہندوستان و برھما و افغانستان و بلوچستان وغیرہ پر اپنا سکہ بٹھا لیا اور مؤخر الذکر نے تمام تاتار و ترکستان کا ملک ہضم کر لیا اور فارس پر اپنا پورا اثر جما لیا اور چین کو سب اقوام یوروپ نے بلکہ حصہ بخرا کر لیا۔ اور افریقہ اور امریکہ اور سمندر کے کل جزائر انہی اقوام کے قبضہ میں آ گئے۔ اور ملک بربر میں جرمنوں فرانسیسیوں اور اٹالین قوموں کا تسلط ہوگا۔ اب کوئی قطعہ باقی نہیں رہا جہاں ان اقوام کا تسلط و تصرف نہ ہو یاد رہے کہ ۱۵۹۱ء وہ تاریخ ہے جو سد ذوالقرنین کے ٹوٹنے کی مخبر صادق علیہ السلام نے خبر دی تھی جو ہو بہو وقوع میں آیا۔ اب ان واقعات کو کون جھٹلا سکتا ہے۔

اور سب سے بڑھ کر قرآن کریم بھی انہی الفاظ حدیث و مکاشفات یوحنا کی حرف حرف تصدیق کرتا ہے۔ دیکھو آیات وترکنا بعضهم یومئذ یموج فی بعض ونفخ فی الصور فجمعنٰهم جمعاً وعرضنا جهنم یومئذ للکفرین عرضا۔ یعنے یاجوج اور ماجوج کو ہم نے ان دنوں میں یعنے ہزار سالہ وعدہ کے بعد ایکدوسرے پر چڑھائی کرنے کے لئے چھوڑ دیا۔ پھر ایک بگل بجایا جائیگا اور یقیناً یقیناً انکو ایک جگہ جمع کیا جائیگا اور پھر اس روز ان کفار پر جہنم پیش کیا جائیگا۔ دیکھو قرآن کریم سورۃ کہف ع ۱۱۔

علاوہ ازیں ہم پہلے دکھا چکے ہیں کہ آیت حتی اذا فتحت یاجوج وماجوج وهم من کل حدب ینسلون میں اللہ تعالے نے انکی تمام سلطنتوں و ریاستوں پر غالب آنیکی خبر دی ہے اور ان آیات میں باہم لڑائی کرنے کی خبر دی ہے اور یہ بتا دیا ہے کہ آگ کے ذریعہ انکو ہلاک کیا جائیگا اور اسی کی تائید میں سورۃ تبت کی یہ آیات ہیں۔ تبت یدا ابی لهب وتب۔ ما اغنی عنه ماله وما کسب۔ سیصلی نارا ذات لهب۔

یعنے آگ سے کام لینے والی قوم کے ہاتھ تباہ ہو گئے اور برباد ہو گئے کیونکہ اسکو مال اور عیال اور تدبیروں نے کچھ امداد نہ دی اور وہ عنقریب شعلے مارنیوالی آگ میں ڈالی جائیگی۔

اب ہم اس جگہ پر اور واضح کرنے کے لئے کہ یہ ساری باتیں یاجوج ماجوج کی ابتدائی ترقی اور انتہائے نتیجہ کی نسبت ہیں جنسے ظاہر ہوتا ہے کہ ابتداء میں یہ قومیں تمام روئے زمین پر مسلط ہو جائینگی اور آخر ایک جگہ جمع کیجائینگی جہاں آگ اور وباء کے ذریعہ ہلاک ہونگی۔ چنانچہ حزقیل نبی کی کتاب باب ۳۹ میں اسی کیطرف اشارہ ہے باوجود ان واقعات یقینیہ کے پھر بھی اگر کوئی انکار کرے کہ اہل یوروپ یاجوج ماجوج نہیں تو بجز انکی حماقت اور جہالت کے کچھ اور ظاہر نہیں ہوگا۔ لاریب یہی قومیں ہیں جبکا مسیح کے زمانہ میں موجود ہونا پایہ ثبوت کو پہنچ گیا ہے

۲۱۔ مسیح موعود کے ثبوت دعوے کے لئے ماہ رمضان میں کسوف وخسوف ہوگا جس کی تائید میں اللہ تعالی اپنی کلام پاک میں یوں فرماتا ہے۔ فاذا برق البصر وخسف القمر وجمع الشمس والقمر یقول الانسان یومئذ این المفر یعنے جب آنکھ چوندلا جائیگی اور چاند کو گہن لگے گا اور سورج اور چاند جمع کئے جائیں گے کیونکہ سورج کو گہن جب ہی لگا کرتا ہے جب چاند سورج اور زمین کے درمیان حائل ہو جاتا ہے گویا چاند اور سورج جمع ہو جاتے ہیں۔ جب ایسا وقت ہوگا تو انسان کو اس روز کوئی مفر نہیں رہیگا۔ سو ایسا ہی ہوا

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کسوف وخسوف کی نسبت یوں فرمایا ہے:۔

حدثنا ابو سعید الاصطخری ثنا محمد بن عبد اللہ بن نوفل ثنا عبید بن یعیش ثنا یونس بن بکیر عن عمرو بن شمر عن جابر عن محمد بن علی قال ان لمھدینا آیتین لم تکونا منذ خلق السموت والارض تنکسف القمر لاول لیلۃ من رمضان وتنکسف الشمس فی النصف منہ ولم تکونا منذ خلق اللہ السموت والارض۔

علی الباقر علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمارے مہدی کی دو نشانیاں ہیں اور جب سے آسمان وزمین پیدا ہوا ہے انکا وقوعہ نہیں ہوا ایک یہ کہ ماہ رمضان میں چاند اپنی مقررہ راتوں میں سے پہلی رات کو گہنا جائیگا۔ اور سورج کو بھی اُنہی مقررہ دنوں میں سے درمیان کے دن گہن ہوگا اور ایسا جب سے آسمان وزمین کی پیدائش ہے نہیں ہوا۔

دیکھو سنن دارقطنی جلد ۱ صفحہ ۱۸۸۔ مطبوعہ مطبع انصاری دہلی۔

قرآن اور حدیث سے ظاہر ہے کہ چاند اور سورج گرہن کا ماہ رمضان میں ہونا مہدی اور مسیح کی ایک بہت بڑی نشانی قرار دیگئی ہے اور یہی تو سبب ہے کہ اللہ تعالے نے اپنے کلام پاک میں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی حدیث میں بڑے زور وشور سے قسم کھا کر فرمایا کہ ابتدائے دنیا سے اسوقت تک کہ جبکہ مدعی مہدویت پیدا ہوئے کبھی بھی واقع نہوگی سو ایسا ہی وقوع میں آیا۔ لیکن مخالف مولویان نے جب دیکھا کہ اب تو کام ہاتھ سے جاتا ہے

توحسد اور کینہ کی آگ سے اندھے ہو کر بلا سوچے سمجھے بول اُٹھے کہ حدیث میں لکھا ہے کہ رمضان کی پہلی رات ہوگی جب چاند گہن ہوگا اور رمضان کی پندرھویں کو سورج گہن ہوگا۔ اور یہ چاند گہن تو تیرھویں اور اٹھائیسویں رمضان کو ہوئے۔ ان عقل کے اندھوں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ اللہ تعالےٰ نے چاند گہن اور سورج گہن کیلئے قانون مقرر کیا ہوا ہے اور وہ اس سے بموجب آیت والشمس تجری لمستقر لہا ذٰلک تقدیر العزیز العلیم ۝ والقمر قدرنہ منازل حتی عاد کالعرجون القدیم کے ایک ذرہ بھی تجاوز نہیں کر سکتے۔ دیکھو سورۃ یٰس ع۔۳۔ پارہ ۲۳۔ پس ظاہر ہے کہ سورج اور چاند کے لئے اللہ تعالےٰ نے ضوابط بنادئے ہیں جنکے مطابق وہ فرمانبرداری میں لگے ہوئے ہیں اگر ان لوگوں کو قرآن کریم پر خوض اور غور کرنیکا مادہ نہیں تو قانون قدرت پر جو خدا تعالیٰ کی فعلی کتاب ہی جسطرح آسمانی کتابیں اُسکی قولی کتابیں ہیں نگاہ کرتے اور اگر خود اتنی بھی عقل نہیں رکھتے تو اُن لوگوں کے مشاہدات و تجارب صحیحہ کا مطالعہ کرتے جنہوں نے ابتدائے آفرینش دنیا سے اسوقت تک بڑی بڑی تحقیقاتوں کے بعد کتابیں لکھی ہیں اور اُنہوں نے ثابت کیا ہے کہ چاند گہن کے لئے قانون قدرت میں صرف تین راتیں ہیں یعنی تیرھویں چودھویں اور پندرھویں اور سورج گہن کے ۲۷ ویں ۲۸ ویں ۲۹ ویں۔ جب انپر واضح ہو جاتا کہ یہ ہر دو اجرام سماوی کے گہن کی یہ تاریخیں ہیں جنکے بغیر اُنکا گہن ممکن ہی نہیں۔ تو پھر اس حدیث کے مضمون پر غور کرکے دیکھ لیتے کہ آیا اُن کی مقررہ تاریخوں میں سے کس کس تاریخ پر چاند اور سورج کا گہن ہوا۔ پھر وہ صحیح نتیجہ تک پہنچ جاتے۔ لیکن اُنہوں نے ایسا نہیں کیا۔ اگر وہ ذرہ سی بھی توجہ کرتے تو اُنپر کھلجاتا کہ مخبر صادق کے الفاظ حدیث تیرہ سو برس کے بعد کیسے صادق آئے کہ چاند گرہن مقررہ راتوں میں سے پہلی رات کو ہوا یعنے تیرھویں رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ کو۔ اور سورج گرہن مقررہ دنوں میں سے درمیانی یعنے اٹھائیسویں رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ کو ہوا۔ اسپر چاہیئے تھا کہ سجدات شکر بجالاتے اور صدقات ادا کرتے مگر یا تو جہالت کی وجہ سے اور یا بغض اور حسد کی وجہ سے وہ کچھ بھی نہ کر سکے۔

اگر یہاں پر کوئی اعتراض کرے کہ کیا خدا کو طاقت نہیں کہ معجزہ کے طور پر قانون قدرت بدل کر رمضان کی پہلی رات کو چاند گرہن اور پندرھویں رات کو سورج گرہن کر دے۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ سراسر دھوکا ہے۔ ہم پیشتر اس کے کہ لغت کی طرف توجہ دلاویں ہم ایک مستند اور مسلم الثبوت علامہ یعنے شیخ الاسلام احمد بن حلیم بن تیمیہ الشہیر با بن تیمیہ کی رائے ظاہر کرتے ہیں جو چاند گرہن و سورج گرہن کی تاریخوں کے متعلق اپنی کتاب میں شائع کر چکے ہیں۔ وہو ہذا۔

وکسوف الشمس انما یکون وقت استسرار

ابن تیمیہ فرماتے ہیں سورج گرہن چاند کے

القمر آخر الشهر وخسوف القمر انما يكون في ليالي الابدار الثالث عشر والرابع عشر والخامس عشر۔ کما ان الهلال قد يكون ليلة الثلاثين او الحادى والثلاثين هذا الذى اجرى الله عادته فى حركات الشمس والقمر۔ وما ذكره بعض الفقهاء من تقريبها اجتماع الكسوف و صلوة العيد فهذا لم يقله احد من الصحابة ولا ذكره اكثر العلماء لا احمد ولا غيره۔

بے روشن ہونے یعنے آخری حصّہ ماہ میں ہوتا ہے اور چاند گرہن روشن راتوں یعنی تیرھویں چودھویں اور پندرھویں رات کو ہوتا ہے۔ جیسے ہلال تیس یا اکتیس کو ہوا کرتا ہے۔ یہی عادت اللہ سورج اور چاند کی حرکات کے متعلق جاری ہے اور بعض فقہاء نے جو اجتماع کسوف و صلوۃ عید کے متعلق تقریریں لکھی ہیں وہ کسی صحابی سے ثابت نہیں اور نہ اکثر علماء نے اسکا ذکر کیا ہے اور نہ احمد بن حنبل وغیرہ سے کچھ ثبوت ہے۔ دیکھو کتاب التعارض بین العقل والنقل صفحہ ۲۴۶۔

اگر ابن تیمیہ جیسے علامہ کی بات پسند خاطر نہ تھی تو لغت عرب و محاورہ عرب پر توجہ کی ہوتی۔ کیا اے نادانو! تم نہیں جانتے اہل عرب میں قمر کا استعمال کب ہوتا ہے۔ سو واضح ہو اہل عرب نے قمر کا لفظ چوتھی یا ساتویں رات کو استعمال ہوتا ہے اُس سے پہلے ہلال کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور یہ ہرگز ممکن نہیں کہ ہلال کی راتوں میں قمر کا لفظ منہ سے بولیں۔ پس اگر یہاں اول شب رمضان کو چاند گرہن ہونا تھا تو قمر کا لفظ عرب کے افصح الفصحاء و ابلغ البلغاء کے مُنہ سے جنکو جوامع الکلم دئے گئے ہیں ہرگز نہ نکلتا بلکہ ہلال کا لفظ صادر ہوتا۔ کیا وہ انسان جو فخر کے طور سے اوتیت جوامع الکلم بیان فرماوے لغت عرب اور محاورہ عرب کے خلاف کوئی کلمہ نکال سکتے تھے۔ ہرگز نہیں۔ لغت عرب میں تو لکھا ہے يُسَمّٰى هلالا لليلتين او الى ثلاث او الى سبع الليلتين من آخر الشهر وفى غير ذلك قمر دیکھو اقرب الموارد۔ جلد ۲ صفحہ ۱۳۹۹۔

صحاح جوہری میں لکھا ہے۔ الهلال اول ليلة والثانية والثالثة والقمر بعد ثلاث ليال الى آخر الشهر سمى قمرا لبياضه۔ یعنے پہلی اور دوسری اور تیسری رات تک ہلال کہتے ہیں اور تیسری رات کے بعد سے اخیر ماہ تک قمر اور قمر بوجہ روشن ہونیکے کہتے ہیں۔

لسان العرب میں قمر کے لفظ کی نسبت لکھا ہے۔ هو بعد ثلث ليال الى آخر الشهر۔ یعنی قمر تین رات کے بعد سے اخیر مہینے تک بولا جاتا ہے۔

جن علماء نے اس حدیث کا ترجمہ رمضان کی پہلی اور پندرھویں رات کا کیا ہے اُنہوں نے سخت

غلطی کھائی ہے کیونکہ وہ علم ہیئت سے محض نابلد ہیں اُنکا ترجمہ قابل حجّت نہیں ہو سکتا۔

بعض علماء جب اس تقریر سے عاجز ہو جاتے ہیں تو پھر یہ کوشش کرتے ہیں کہ یہ حدیث ہی ضعیف ہے۔ اول تو یہ بات اُن کی سراسر بے بنیاد ہے۔ امام دار قطنی جو اول درجہ کے نقاد احادیث ہیں کہ وہ صحاح ستّہ تک کی حدیثوں پر جرح کئے بغیر نہیں رہے وہ کیونکر بحالت ضعیف ہونے حدیث ہذا خاموش رہتے۔ اُنکا سکوت ہی اس امر کا دال ہے کہ وہ ضرور صحیح حدیث ہے۔ اس بحث کو فاضل امروہی نے سواء السبیل حصّہ دوم میں بسط کیساتھ لکھا ہے جسنے مفصل دیکھنا ہو اُسکو پڑھے۔

علاوہ بریں اصول حدیث میں یہ امر مسلم ہے کہ جس امر میں اجتہاد کو دخل نہو اور پھر اُسکو کوئی صحابی یا اہلبیت روایت کرے تو وہ صحیح اور مرفوع حدیث کے حکم میں ہوگی۔ لہذا حدیث زیر بحث ایک پیشگوئی ہے جسمیں کسی انسانی اجتہاد کا دخل نہیں اگر اُس میں کسی اسناد کا ضعف بھی ہو تو بھی اُسکی صحت میں کلام نہیں ہو سکتا پس بلا شک وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے نکلی ہوئی ہے۔ اور جب تیرہ سو برس کے بعد اُسکا وقوعہ بھی اُسیطرح ہو گیا جسطرح بیان کیا گیا تھا تو اُسکے پختہ اور صحیح ہونے میں کس کو کلام ہے۔ بلکہ اصح الاحادیث میں داخل ہے۔

تعجب تو یہ ہے کہ جب تک اسکا وقوعہ نہیں ہُوا اور اسکا مصداق پیدا نہیں ہُوا تھا تب تک یہ حدیث برابر کتابوں میں درج ہوتی رہی اور منبروں پر پڑھی جاتی رہی اور جبکہ ایک مدعی نے میدان میں نکلکر کہا کہ یہ نشان جو حدیث میں میری نسبت تھا وہ پورا ہو گیا اب تمکو میرے ماننے میں کیا عذر ہے تو جھٹ ضعیف ہونیکا اعتراض کر دیا۔ حالانکہ سُنّی۔ شیعہ۔ حنفی وہابی سب اپنی کتابوں میں اس حدیث کو مہدی کا نشان قرار دیتے رہے ہیں۔

چنانچہ علامہ شیخ احمد شہاب الدّین بن حجر الہیتمی فتاوی حدیثیہ میں لکھتے ہیں:۔

عن عمرو ابن العاص رضی اللّٰہ عنہ ان علامۃ خروج المھدی ان یخسف بجیش فی البیداء ولما جاء عن اکابر اھل البیت فیہ قول محمّد بن علی لمھدینا اٰیتان لم یکونا منذ خلق السمٰوٰت والارض ینکسف القمر لاول لیلۃ من رمضان وتنکسف الشمس فی النصف ولم یکونا منذ،

منذ خلق اللّٰہ السمٰوٰت والارض

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مہدی کے نکلنے کی علامت یہ ہے کہ میدان میں ایک لشکر خسف ہوگا اور اکابر اہلبیت سے جنمیں محمد بن علی بھی ہیں یہ بات آئی ہے کہ ہمارے مہدی کیلئے دو نشان ہیں جو آسمان اور زمین کی پیدائش سے لیکر آجتک نہیں ہوئے ایک تو ماہ رمضان کے

اندر چاند کا اپنی مقررہ راتوں میں سے پہلی رات کو گرہن ہونا اور سورج کا اپنے مقررہ دنوں میں سے درمیانی دن میں کسوف ہونا اور یہ ابتدائے آفرینش آسمان و زمین سے واقع نہیں ہوئے۔ دیکھو فتاوی حدیثیہ علامہ مذکور مطبوعہ مصر صفحہ ۳۱۔

مولوی حافظ محمد صاحب لکھوکے والے اپنی کتاب احوال الآخرۃ میں مہدی کی علامات میں نظم میں لکھتے ہیں

تیرہویں چن ستیویں سورج گرہن ہوسی اُس سالے	اندر ماہ رمضانے لکھیا اک روایت والے

یعنے اُس سال ماہ رمضان کے اندر تیرھویں شب کو چاند گرہن ہوگا اور ستائیسویں کو سورج گرہن۔ یہاں کسیقدر ترجمہ حدیث میں ان سے بھی غلطی ہوئی ہے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے مولوی محمد رمضان کی کتاب سے لیا ہے جنہوں نے نصف کے لفظ پر غور نہیں کی یا انکو علم ہیئت سے آگاہی پوری نہ تھی۔ غالباً وہ چھبیس ستائیس اور اٹھائیس کو سورج کا گرہن مانتے ہونگے اسواسطے ستائیس کو اختیار کیا ورنہ یہ لوگ اُس حدیث کے سمجھنے میں بہت قریب پہنچ گئے تھے۔ مولوی حافظ محمد صاحب فرقہ اہل حدیث یعنے وہابیہ میں سے تھے۔

مولوی محمد رمضان اپنی کتاب آخر گت میں لکھتے ہیں :-

کہیں ہیں کہ اُس سال رمضان میں پہل تیرھویں چاند کا گہن ہو	سورج چاند کی گہن دونوں سنیں ستائیسویں گہن سورج کا ہو

مولوی محمد رمضان صاحب حنفیوں کے بڑے مستند علماء تھے جو بوہروں کے ہاتھ سے حج کو جاتے ہوئے راستہ میں قتل کئے گئے تھے۔ دیکھو آخری گت مصنفہ رمضان شاہ صاحب مطبوعہ مطبع مجتبائی ۱۲۷۸ھ ہجری

ایک اور بزرگ کا شعر ہے جسنے کسوف و خسوف کا سن بتا دیا ہے :-

در سنِ غاشی دو قران خواہد بود	از پئے مہدی و دجال نشان خواہد بود

غاشی کے اعداد بحساب ابجد ۱۳۱۱ ہوتے ہیں اور سب جانتے ہیں کہ کسوف و خسوف ۱۳۱۱ھ ہجری میں ہوا تھا شیعوں کی کتابوں میں بھی یہ حدیث آئی ہے مگر وہ بھی ترجمہ غلط کرتے ہیں اسلئے یہاں درج کرنیکی ضرورت نہیں نواب صدیق حسنخانصاحب نے حجج الکرامہ میں۔ اور نور الحسن خانصاحب نے اقتراب الساعہ میں اور دیگر بہت سے علماء نے اپنی کتابوں میں اس حدیث کو مہدی کی نشانی ٹھہرایا ہے ہم بوجہ طوالت درج نہیں کرتے مزید براں اگر انسان اس غلط ترجمہ پر جسپر آجکل کے علماء زور دیتے ہیں ذرہ سی بھی غور کرے تو بالکل قابل مضحکہ بات ٹھہرتی ہے کیونکہ اول رات کو ہلال اول تو دکھلائی ہی مشکل سے دیتا ہے اگر اُسکو گرہن لگ گئے تو کون مان سکتا ہے اور کسکو نظر آسکتا ہے کہ گہن لگا ہوا ہے۔ اگر ہلال ۲۹ تاریخ کے بعد کا ہو جسکی تلاش

میں صرف تیز نظر آدمی پیچھے پڑ کر مشکل سے دیکھ سکتے ہیں تو پھر بحالت خسوف کیونکر دیکھ سکتے ہیں اور اگر مہدی موعود اصلی جو انکے ذہن میں ہو وہ بھی نکل آوے تو اُسکو ایسی حالت میں کیونکر قبول کیا جاسکتا ہے۔ جب پہلی رات کا گہن محسوس ہی نہیں ہؤا۔ اور اگر کامل ماہ کے بعد ہلال نکلے اور اُسکو گہن ہو تو وہ نظر ہی نہیں آئیگا۔ تو ایسی حالت میں رمضان کا روزہ بھی ضائع جائیگا کیونکہ شبہہ پیدا ہوگا کہ شائد آج ۲۹ ویں تھی اسواسطے ہلال دکھلائی نہیں دیا پس ہر حالت میں نقصان ہی نقصان ہے۔

الغرض یہ پیشگوئی قرآن حمید اور حدیث نبویہ اور اقوال آئمہ و علماء متاخرین سے مہدی اور مسیح کی نسبت پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے اور اُسکے وقوعہ نے اُسکی صداقت پر مُہر لگادی ہے پھر کیونکر شک و شبہ ہوسکتا ہے۔

۲۲ دابۃ الارض نکلے گا۔ جیسے کہ حدیث ذیل سے ظاہر ہے۔ واذا وقع القول علیھم اخرجنا لھم دابۃ من الارض تکلمھم ان الناس کانوا بایٰتنا لایوقنون۔ یعنے جب فرد جرم ان یہود پر لگ چکا تو ہمنے دابۃ الارض اُنکے لئے کھڑا کردیا جو اُن سے ہمکلام ہوگا یہ اسواسطے اُن کے لئے سزا مقرر کیگئی ہے کہ لوگ ہماری آیتوں پر ایمان نہیں لاتے تھے۔ اِس سے صاف ظاہر ہے کہ جب لوگ کسی مامور من اللہ کی تکذیب میں پختہ ہوجاتے ہیں تو اللہ تعالےٰ کی سُنت یہ ہے کہ پھر اُن لوگوں کے جو نیک کہلاتے ہوں ہم نشین و ہم پیالہ و ہم نوالہ یا ناصح یا مشیر ایسے لوگ مقرر کردیتا ہے جو گندے اور ناپاک ہوتے ہیں اور زمینی عقل اور زمینی خصلت اور پست خیالات رکھتے ہیں اور اُنکو آسمان سے کچھ بھی تعلق نہیں ہوتا۔ چنانچہ تاریخ گواہی دیتی ہے کہ جب یہودیوں نے حضرت عیسےٰ علیہ السّلام کی تکذیب کی اور پھر یہودیوں اور نصاریٰ نے حضرت اقدس۔ افضل الرسل وخاتم النبیین کی تکذیب کی تو اُن لوگوں کے مشیر و صلاحکار گندے فطرت کے لوگ ہوئے تھے۔

اور جہانتک ہم قرآن کریم میں غور کرتے ہیں تو صرف دو جگہہ پر یہ لفظ ملتا ہے ایک تو اسی آیت میں اور دوسرا حضرت سلیمان کے بیٹے کی نسبت استعمال کیا گیا ہے دونوں جگہ نیک اور عمدہ معنوں میں استعمال نہیں ہؤا آیت زیر بحث میں تو ظاہر ہے کہ گندے اور ناپاک آدمی ہم نشین یا ناصح کئے جاتے ہیں اور دوسری آیتہ یہ ہے فلما قضینا علیہ الموت ما دلھم علی موتہ الا دابۃ الارض تاکل منساتہ۔ یعنے جب سلیمان علیہ السّلام کو ہمنے وفات دی تو اُسکی موت کو ایک دابتہ الارض نے جتلادیا جسنے اُسکے عصا کو کھالیا۔

یہ ظاہر ہے کہ لغت عرب میں عصا کے معنے جماعت اور حکومت کے ہیں۔ سو مطلب یہ ہے کہ

حضرت سلیمان کی وفات کے بعد اسکا بیٹا رحبعام تخت نشین ہوا۔ جو بالکل زمینی کیڑا تھا اور اُسکو آسمان سے کچھ تعلق نہ تھا۔ اِسلئے اُسنے اپنے باپ دادوں کی ساری کمائی کو زائل اور ان کی جماعت و حکومت کو برباد کردیا۔ دیکھو ۲ تواریخ باب ۱۱ و ۱۲۔

صرف قرآن کریم سے ہی اِسکے بُرے معنے ظاہر نہیں ہوتے بلکہ حدیث سے بھی ایسا ہی نکلتا ہے دیکھو حدیث ذیل:- عن عاصم بن حبیب بن صهبان قال سمعت علیا علی المنبر یقول ان دابة الارض تاکل بفیها و تحدث من استها فقال له رجل اشهد انك تلك الدابة فقال له علی قولا شدیدا رواه عقیل۔ کنز العمال جلد ۷۔ صفحہ ۲۶۹۔

عقیل نے عاصم بن حبیب بن صهبان سے روایت کی ہے کہ اُسنے حضرت علی کو منبر پر کہتے ہوئے سُنا کہ دابۃ الارض اپنے منہ سے کھائیگا اور مقعد سے بات کریگا اُنکو ایک شخص نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو وہی دابہ ہے جسپر حضرت علی نے اُسکو گالی دی یا سرزنش کی۔ پس ظاہر ہے کہ اگر دابۃ الارض کسی اچھے معنوں میں ہوتا تو حضرت علی کیوں کہتے کہ وہ منہ سے کھائیگا اور پاخانہ کے رستے سے بات کریگا۔ اور پھر خود حضرت علی دوسرے شخص کے کہنے پر کہ دابۃ الارض تو ہی ہے کیوں خفا ہوتے پس ظاہر ہے کہ دابۃ الارض خراب معنوں میں مستعمل ہوا ہے۔

اور اِس بارہ میں یہ قصہ جو مشہور ہے کہ قیامت کے پہلے صفا پہاڑ پھٹ جائیگا اُسمیں سے ایک جانور نکلیگا جو لوگوں سے باتیں کریگا کہ اب قیامت نزدیک ہے اور سچے ایمان والوں کو اور جھوٹے منکروں کو الگ الگ کر دیگا۔ یہ ایک واہی تباہی قصہ ہے جسکی کسی قرآنی آیت سے تصدیق نہیں ہوتی البتہ بعض احادیث اِس بارہ میں آئی ہیں جنکے سمجھنے میں غلطی کیگئی ہے۔

اب ہم اُن احادیث کو نقل کرتے ہیں اور اُنپر بحث کرتے ہیں۔

(۱) بئس الشعب جیاد تخرج الدابة فتصرخ فیسمعها من بین الخافقین رواه الطبرانی فی الاوسط عن ابی هریرة۔ کنز العمال۔ جلد ۷ صفحہ ۲۰۴۔

طبرانی ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ جیاد کی غار بڑی ہے کیونکہ دابہ اُس سے نکلیگا اور ایسی چیخ ماریگا کہ اُس کی آواز مشرق مغرب تک سُنائی دیگی۔

(۲) تخرج الدابة و معها خاتم سلیمان و عصی موسی فتجلو وجه المؤمن بالعصی و تخطم انف الکافر بالخاتم حتی ان اهل الخوان لیجتمعون فیقول

احمد اور ترمذی اور ابن ماجہ اور حاکم ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ دابہ خروج کریگا اور اُسکے ساتھ سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی ہوگی اور موسی علیہ السلام

هذا یا مومن و یقول هذا کافر رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ والحاکم عن ابی هریرۃ۔

کا عصا ہوگا۔ اور مومن کے چہرہ کو عصا سے نشان کریگا۔ اور انگوٹھی کے ساتھ کافر کی ناک پُر مہر کریگا یہانتک کہ لوگ گھروں سے نکلکر ایک جگہ جمع ہونگے اور وہ کہیگا کہ یہ مومن ہے اور یہ کافر ہے۔ دیکھو کنز العمال۔ جلد ۷۔ صفحہ ۲۰۴۔

(۳) مثل امتی ومثل الدابۃ حین تخرج کمثل حیز بنی ودفعت حیطانہ وسدت ابوابہ وطرح فیہ من الوحش کلها ثم جئی بالاسد فطرح وسطها فارتعدت واقبلت الی النفق یلحسنہ من کل جانب کذلک امتی عند خروج الدابۃ لایفر منها احد الاملک بین عینیہ ولها سلطان من ربنا عظیم۔ رواہ ابونعیم والدیلمی عن سلمان

میری امت اور دابہ کی مثال جبکہ وہ خروج کریگا اُس مکان کیطرح ہے جو بنایا جاوے اور اُسکی دیواریں بلند اور دروازے بند کیے جائیں اور اُس میں جانور ہر قسم کے چھوڑے جائیں پھر اُنمیں شیر چھوڑ دیا جائے اور وہ جانور اُس سے بھاگیں اور متزد ہوں بلکہ ہرطرف سے اسکے ساتھ میلکریں یہی حال میری امت کا دابہ کے خروج کے وقت ہوگا اُس سے کوئی نہیں بھاگیگا مگر تیرے جیسا انسان اُسکے سامنے سے چلا جائیگا اور اُس دابہ کو رب عظیم کیطرف سے ایک دلیل بڑی ملی ہوئی ہوگی۔ دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۰۴۔

ان احادیث سے واضح ہے کہ دابۃ الارض کے معنے اچھے نہیں لئے گئے ہاں دوسری حدیث سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ بظاہر وہ مقدس ہوگا کہ کوئی انبیاء کے نشان رکھتا ہوگا جسکی وجہ سے کسی کو کافر اور کسی کو مومن قرار دیگا۔ لیکن تیسری حدیث سے ہویدا ہے کہ فے الاصل وہ بکریوں میں بھیڑیا ہوگا۔ گو بعض باتیں اُسکی اچھی بھی ہونگی لیکن چونکہ وہ فے الاصل زمینی کیڑا ہے جسکو آسمان سے کچھ واسطہ نہیں اسلئے وہ مسلمانوں کے اخلاق اور عادات کو تباہ ہی کیا کریگا۔ گو لوگ اُنکو اچھا سمجھینگے اور اُن سے محبت رکھیں گے۔

اب ناظرین خود سوچ سکتے ہیں کہ یہ صفات کن لوگوں میں پائی جاتی ہیں۔ کیا یہ بات کسی پر مخفی ہو کہ ان صفات سے موصوف زمانہ حال کے واعظ ہیں جو لمبے لمبے عصاء اور خوبصورت انگوٹھیاں پاس رکھتے ہیں اور جابجا وعظ کرتے اور بعض کو کافر اور بعض کو مومن کا فتوے دیکر مُہریں ثبت کرتے پھرتے ہیں۔ اور عموماً لوگ اُن کو نیک سمجھ کر اُن سے محبت کرتے اور اُنسے میل جول کرتے ہیں لیکن آخری حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت سلمان فارسی سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

نے کہا کہ تیرے بیٹے اُنسے الگ ہونگے۔ یہ اس بات کی طرف صریح اشارہ ہے کہ تیری نسل ہی
ایک شخص اُس زمانہ میں پیدا ہوگا جو اُن لوگوں سے خود بھی پرہیز کریگا اور اُن کی ساری قلعی
کھولدیگا۔ کیونکہ یہ کام ہر ایک کا نہیں کیونکہ واعظوں کے پاس ایک غلبہ عظیم ہوگا اور وہ اس وجہ سے
کہ بظاہر قرآن کریم اُن کی بغلوں میں ہوگا اور اسوجہ سے اُن کو گویا اللہ تعالےٰ کی جانب سے ایک
پشت پناہ ہوگی۔ سو الحمدللہ کہ اہل فارس ہی نے ان کی قلعی آنکر کھولی ہے۔

پس صاف ثابت ہے کہ دابۃ الارض اچھے معنوں میں نہیں آتا اور وہ جو بعض روایات میں آتا ہے کہ
اُسکا سر شیر کا ہوگا اور بدن چیتا کا اور پاؤں اونٹ کے وغیرہ وغیرہ۔ وہ اُسکے مختلف اخلاقی صفات
کے فوٹو ہیں جو مختلف اوقات میں اُن سے ظاہر ہونگے اور صرف دابۃ کے لفظ سے ایسا جانور سمجھ
لینا یہ نادانی پر دال ہے ورنہ دابۃ کا لفظ کل ذی روح کے لئے آتا ہے چنانچہ قرآن کریم میں
ہے وما من دابۃ الا علے اللّٰہ رزقھا۔ یعنے روئے زمین پر ایک بھی جاندار چیز نہیں جسکا رزق
اللہ تعالےٰ نے اپنے ذمہ نہ رکھا ہو۔ کیا یہاں بھی چارپاؤں والے جانور کو ہی دابۃ قرار دوگے۔ ہرگز
نہیں پھر کیوں حدیث کے ایسے معنے کرتے ہو جو قرآن کے خلاف ہوں۔

حدیث شریف میں دابۃ الارض کے مقابل دابۃ الجنۃ آتا ہے اور وہ ہر حال میں نیک معنوں
میں مستعمل ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث ذیل سے اسکی تصدیق ہوتی ہے :۔

یا عمر ھل رایت دابۃ الجنۃ تاکل الطعام وتشرب الشراب وتمشے فی الاسواق ھذہ دابۃ الجنۃ واشار الی علی بن طالب رواہ الطبرانی عن عمرو ابن الحمق۔

طبرانی نے عمرو ابن الحمق سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمر کیا تونے دابۃ الجنۃ کو دیکھا ہے کہ کھانا کھاتا اور پانی پیتا اور بازاروں میں چلتا ہے اور وہ دابۃ الجنۃ یہ شخص ہے
یعنے علی بن طالب۔ دیکھو کنز العمال جلد ۷۔ صفحہ ۳۰۴۔

اس حدیث سے واضح ہوگیا کہ دابۃ الارض کے مقابل لفظ دابۃ الجنۃ ہے۔ اور اول بُرے
معنوں میں اور دوسرا اچھے معنوں میں مستعمل ہوا ہے۔ پس ہم دیکھتے ہیں کہ اس زمانہ میں
واعظوں اور لکچراروں کی کسقدر کثرت ہے جو محض دنیا کمانے اور لوگوں کو باہم لڑانے اور
پھوٹ ڈالنے یا اپنی شہرت کے لئے مارے مارے پھرتے ہیں

۲۲- جب مسیح آئے گا تو اُس وقت صلیب پرستی کا بڑا عروج ہوگا چنانچہ حدیث ذیل سے اسکی تصدیق ہوسکتی ہے۔ عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم والذی نفسی بیده لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الحرب رواه البخاری یعنے بخاری ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ ابن مریم حکم عدل ہو کر تم میں مامور ہوگا اور صلیب کو پامال اور خنزیر کو قتل کرے گا اور جنگ و جدال کو اٹھا دے گا دیکھو صحیح بخاری صفحہ ۴۹۰ مطبوعہ مطبع احمدی۔

اس حدیث سے واضح ہے کہ صلیب پرستی اس زور و شور سے دنیا میں ہوگی کہ جس کے فرو کرنے کے لئے مسیح کا ایک اہم اور اعلےٰ فرض قرار دیا گیا ہے سو یہ امر بخوبی نظر آرہا ہے کوئی حصہ دنیا کا باقی نہیں جہاں صلیب موجود نہ ہو بلکہ عیسائیوں کا بڑا زور اس بات پر ہے کہ تمام مخلوقات دنیا کو صلیبی مذہب پر لایا جائے اور یہی وجہ ہے کہ مسیح آخر الزماں کے سپرد یہ ڈیوٹی کی گئی۔ ورنہ صلیب کا وجود خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں موجود تھا جسکی تصدیق وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ سے ہوتی ہے اگر کسر صلیب سے یہ مراد تھی کہ وہ صلیب جو دو لکڑیوں کے باہم ملانے سے بنائی جاتی ہے اسی کو توڑ دیا جائیگا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے منگوا کر کیوں نہ توڑ ڈالی اور جب ہم اس وقت غور کرتے ہیں تو کروڑہا بلکہ ارب کھرب صلیبیں دنیا میں موجود ہیں اگر بفرض محال مسیح نے صرف ایک ہی صلیب لیکر توڑ ڈالی تو اس سے کیا فائدہ اور اگر اسکے یہی حقیقی معنے ہیں تو حضرت مرزا صاحب مسیح موعود اس قسم کی صلیبیں بطور خود توڑ سکتے ہیں کیا اس سے وہ کسر صلیب ہوجائیگی جو حدیث کا عین منشاء ہے ہرگز نہیں تو پھر اس کے یہ معنے نہیں بلکہ اس کے معنے اصلی اور حقیقی یہ ہیں کہ عیسائی مذہب کا جسکی بنا صلیب پر ہے براہین قاطعہ و حجج ساطعہ سے ایسا ابطلان کیا جائے گا کہ بالکل اُس مذہب کے بخئے اُدھیڑ دیئے جائینگے اور اسقدر صلیبی مذہب کی کمزوری دکھلا دیجائیگی کہ پھر کوئی شخص بھی اس طرف عزت اور وقعت کی نگاہ سے نہ دیکھے گا بلکہ ایسے بودے اور لایعقل عقیدے پر نفرت کی نگاہ سے دیکھیگا۔ اس بارہ میں صرف ہماری ہی رائے نہیں بلکہ اس باب میں شارحین حدیث کی بھی یہی رائے ہے جو ہم بجنسہ درج کرتے ہیں تاکہ اس زمانہ کے علماء کی جہالت ثابت ہو اور پھر ان کا کوئی عذر نہ رہے۔

امام محمد بن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب فتح الباری شرح صحیح بخاری میں زیر الفاظ فیکسر الصلیب لکھتے ہیں ای یبطل دین النصرانیۃ بان یکسر الصلیب حقیقۃ ویبطل ما تزعمہ النصاریٰ من تعظیمہ یعنے کسر صلیب کے یہ معنے ہیں کہ دین نصاریٰ کو باطل کرے گا تاکہ حقیقۃً صلیب ٹوٹے جائے اور نصاریٰ جس امر کو عظمت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں وہ بالکل باطل ہو جائے دیکھو فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۳۵۶

نواب قطب الدین خان اپنی کتاب مظاہر حق شرح مشکوۃ میں یکسر الصلیب کے نیچے لکھتے ہیں یعنے باطل کرینگے دین نصرانیت کو پھر آگے چلکر لکھتے ہیں مقصود باطل کرنا نصرانیۃ کا اور مٹانا احکام اور آثار اس کے کا اور حکم کرنا ساتھ شرایع دین اسلام کے ہے دیکھو مظاہر حق جلد ۴ صفحہ ۳۸۴

جب ثابت ہو گیا کہ کسر صلیب کے معنے بطلان مذہب نصرانیۃ ہے تو اب ہم کہتے ہیں کہ جسقدر صلیبی مذہب کی خبر حضرت مرزا صاحب نے لی ہے ابتدائے اسلام سے آج تک اسکی ایک نظیر بھی نہیں ملتی ہاں یہ ہم مانتے ہیں کہ بعض علماء نے رد نصاریٰ میں رسالے لکھے اور مباحثات کئے لیکن اُن کا اثر مذہب نصاریٰ پر ایک ذرہ بھی نہیں ہوا بلکہ انکی اسقدر جرات بڑھ گئی کہ الٹا اسلام پر خطرناک حملے کرنے لگے۔
لیکن جب سے حضرت مسیح موعود نے قلم اٹھایا ہے تب سے نصاریٰ کی کمریں ٹوٹ گئیں ہیں اور کوئی پادری اُنکے مقابل میں کھڑے ہونیکی جرات نہیں کرسکتا اور جب سے ثابت کر دیا ہے کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا بلکہ وہ وہاں سے بچکر بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں یعنے بنی اسرائیل کے ۱۰ گم شدہ قبائل کی ہدایت و تبلیغ کے لئے حسب وعدہ توریت انجیل سے ہوتے ہوئے نصیبین کی راہ سے افغانستان گئے اور پھر وہاں پر تبلیغ کا کام پورا کر کے تبت و کشمیر میں گئے اور ۱۲۰ برس عمر پاکر شہر سرینگر میں فوت ہو گئے انکی قبر ابتک محلہ خان یار میں موجود ہے تب ہی سے عیسائیوں کے گھروں میں ماتم پڑ گیا ہے اور عنقریب ہے کہ اس ایمان کے غارتگر عقیدہ کا دنیا سے ستیاناس ہو جائے۔

۲۴ مسیح آن کر خنزیر کو قتل کریگا جیسے کہ حدیث بخاری کے لفظ یقتل الخنزیر سے واضح ہے یہاں خنزیر سے مراد خنزیر خصلت انسان سے ہے نہ جنگلی سور سے کیونکہ جنگلی سور یا پالتو سور دنیا میں اس کثرت سے ہیں کہ شمار میں نہیں آسکتے اگر ایک آدھ سور کو آن کر قتل کر دیا تو اس سے کیا خوبی ہو سکتی ہے جنگلی اقوام ہزارہا سور قتل کرتی پھرتی ہیں اور پھر یورپ میں لاکھوں سور ہر روز کھانے کے لئے قتل کئے جاتے ہیں اگر مسیح نے کسی سور کو قتل کر دیا تو پھر کیا خوبی ہو سکتی ہے بعض علماء یہ معنے کرتے ہیں کہ اُنکی

حرمت کا حکم دینگے سو یہ امر بھی کوئی فخر کے قابل نہیں قرآن کریم میں پہلے ہی سے اسکی حرمت ثابت ہے دیکھو آیۃ وَحُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ پارہ ۶ سورۃ المائدۃ ع ۴ پس اس کے معنے یہ نہیں جو اس وقت کے اکثر علما کرتے ہیں بلکہ اس کے اصلی اور حقیقی معنے یہ ہیں کہ ایسے انسان جن کی خصلت خنزیروں کیسی ہوگی۔

پیشتر اس کے کہ ہم اسکی تفصیل کریں کہ وہ کون لوگ ہیں اس امر کا جتلا دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ خنزیر کی کیا خصلت ہوتی ہے سو واضح ہو کہ سب سے بری خصلت خنزیر کی یہ ہوتی ہے کہ وہ نجاست خور ہوتا ہے دوسری یہ کہ وہ پرلے درجے کا بے غیرت ہوتا ہے تیسرا یہ کہ وہ سخت ناعاقبت اندیش ہوتا ہے اور اپنے دشمن پر سیدھا تیر کی طرح حملہ کرتا ہے۔

اب ہم دکھاتے ہیں کہ دنیا میں وہ کون سے لوگ ہیں جنکو خنزیر سے مشابہت تامہ ہے سو واضح ہو کہ وہ قوم ہنود ہے ان میں سے بعض ایسے لوگ پیدا ہو گئے ہیں جنکو اہل اسلام سے جو فاتح قوم ہے خالص عداوت اور کینہ ہو گیا جسکی وجہ سے وہ لگے اُن سے ظلم اور عداوت کرنے۔ اور جا بجا قومی سماجیں قائم کرکے اپنی قوم کو مسلمانوں کی نسبت نفرت شدید دلانے لگے اور اس طرح مسلمانوں کے خون کے سخت پیاسے ہوگئے اور چونکہ ناعاقبت اندیشی کا مادہ ان میں کوٹ کوٹ کر بھرا تھا اس لئے انکو یہ نہ سوجھا کہ حکومت و ملک کسی کا دائمی ملک نہیں جب وہ خود اس ملک کے اصلی باشندہ نہیں تھے بلکہ ممالک غیر سے آئے تھے تو انہیں صرف اس وجہ سے کہ ہم نے آکر اس ملک کو اُنسے فتح کرلیا تھا اور صدیوں تک اس ملک پر ہماری حکمرانی رہی تھی کیا حق حاصل ہو سکتا ہے جبکہ وہ خود اصلی باشندوں کی طرح مفتوح ہوگئے اور حکومت اُنکے ہاتھ سے جاتی رہی ہے جسکی لاٹھی اسی کی بھینس پس اس بنا پر کہ مسلمان ہندوستان میں آکر کیوں مالک ہوگئے عداوت کرنا محض نادانی ہے مسلمانوں نے تمہارا بگاڑا ہی کیا تھا تم تو اصلی باشندوں کو غلام بنا کر ذلیل سے ذلیل کام اُن سے لیتے رہے یا اُن کو پہاڑوں اور جنگلوں میں بھگا کر ان کے مال و دولت پر متصرف ہوگئے اور قومیت کے لحاظ سے ان کو شودر قرار دے کر ان کے کل حقوق زائل کر دیئے لیکن برخلاف اس کے مسلمانوں نے تم کو اصلی حالت میں رہنے دیا بلکہ بڑے بڑے ملکی و قومی عہدہ آپ کو دیئے اور اگر تم میں سے کچھ مسلمان بھی ہوگئے تو انکو ہر طرح سے اپنی سوسائیٹیوں میں لے لیا باہم مناکحت روا رکھی پھر بتاؤ مسلمانوں نے تمہارا کیا بگاڑا اب اس کا بدلہ یہ دینے لگے کہ جب مسلمان اپنے اعمال بد کی وجہ سے ایک اور زبردست قوم کے مطیع

ہو گئے اور اپنی حکومت کھو بیٹھے۔ تو تم نے بجائے اس کے کہ مسلمانوں کے ساتھ ٹھیک برتاؤ کرکے اُن کے اُٹھائے احسان فراموش بنکر غریب مسلمانوں کو ایذا دینے پر کمر بستہ ہو گئے پس یہ ناعاقبت اندیشی نہیں تو اور کیا ہے۔

رہا انکی بے غیرتی کا حال سو افسوس کیساتھ لکھا جاتا ہے کہ صفحہ ہستی پر کوئی وحشی سے وحشی قوم بھی ایسی نظر نہیں آتی جو اپنی منکوحہ جایز عورتوں کو اپنی موجودگی میں دوسرے غیر کے سپرد کرکے بڑی خوشی سے اسکی ہم بستری کو روا رکھے اور اس کے نطفہ سے اولاد حاصل کرکے اپنی اولاد اور اپنی جائداد کی وارث جایز قرار دے یہ مانا کہ یہ اجازت ان کو اپنے مذہب کے رو سے حاصل ہے مگر دیکھنا یہ ہے کہ تعلیم اخلاقی کیسی ہے

چنانچہ جناب سوامی پنڈت دیانند صاحب سرسوتی کی کتاب ستیارتھ پرکاش سے ویدکی ان شرتیوں کی تفسیر جنمیں نیوگ کا ذکر ہے مفصل تحریر کرتے ہیں تاکہ ناظرین کو پوری آگاہی ہو۔

جب بیاہ کئے ہوئے مرد کو کوئی کنواری لڑکی اور بیوہ عورت کو کوئی کنوارا مرد پسند نہ کریگا تب مرد اور عورت کو نیوگ کرنے کی ضرورت ہوگی اور یہی دہرم ہے کہ جیسے کے ساتھ ویسے ہی کا رشتہ ہونا چاہیے دیکھو ستیارتھ پرکاش مترجمہ پنڈت رمبل داس جی و لالہ آتمارام جی مطبوعہ مطبع آریہ پتر کا لاہور دفعہ ۱۲۸۔

عبارت بالا سے ہویدا ہے کہ جب جایز طور سے نکاح کی کوئی صورت پیدا نہو سکے تو پھر اجازت ہے کہ مرد غیر عورت سے اور عورت غیر مرد سے جو باہم ایک دوسرے کو پسند کرلیں نیوگ کا تعلق کر لیں یہاں پر صرف رنڈوا مرد اور رانڈ عورت تک نیوگ محدود ہے لیکن ناظرین کو اس سے یہ خیال نہیں کر لینا چاہیئے کہ بس نیوگ کا خاتمہ ہو گیا نہیں نہیں بلکہ ہم دکھاتے ہیں کہ وید خاوند والی عورتوں کو بھی نیوگ کی اجازت دیتا ہے۔

چنانچہ اسی کتاب میں لکھا ہے جب خاوند اولاد پیدا کرنے کے ناقابل ہو تب اپنی عورت کو اجازت دے کہ اے نیک بخت اولاد کی خواہش کرنیوالی عورت تو مجھ سے علاوہ دوسرے خاوند کی خواہش کر کیونکہ اب مجھ سے تو اولاد نہیں ہو سکے گی تب عورت دوسرے کے ساتھ نیوگ کرکے اولاد پیدا کرے لیکن اُس بیاہے مہاشی خاوند کیخدمت میں کمر بستہ رہے ویسے ہی عورت بھی جب بیماری وغیرہ امراض میں مبتلا ہو کر تولد اولاد کے ناقابل ہو تب اپنے خاوند کو اجازت دے کہ اے مالک آپ تولد اولاد کی خواہش مجھ سے چھوڑ کر کسی دوسری بیوہ عورت سے نیوگ کرکے اولاد پیدا کیجئے دیکھو ستیارتھ پرکاش

مترجمہ مذکورہ بالا صفحہ ۱۵۴ و ۱۵۵ اِس شلوک میں مریض خاوند اور مریضہ عورت کو نیوگ کی اجازت ہے حالانکہ انسان کو بسا اوقات امراض لاحق ہوجاتے ہیں اور کچھ عرصہ کے بعد جلد یا دیر سے شفا بھی حاصل ہوجاتی ہے لیکن ہماری سمجھ میں نہیں آسکتا کہ کیونکر گوارا کیا جاتا ہے کہ اپنی عورت کو غیر مرد کے پاس اولاد لینے کے لئے بھیجا جائے اور جب دوسرے خاوند سے محبت ہوجائے تو برخلاف پہلے خاوند کے کیونکر محبت رکھ سکتی ہے

اِس سے بڑھ کر اور غضب کی بات سنو کہ صرف مریض ہی تک نیوگ محدود نہیں کیا گیا بلکہ کل تجارت پیشہ مردوں اور بہادر جنگ جوؤں اور کل طالب علموں کی عورتوں کو عام اجازت ہے کہ ان کے پیچھے اولاد حاصل کریں کیونکہ وہ جایز اولاد سمجھی جائیگی چنانچہ بحوالہ شلوک منوسمرتی پنڈت دیانند صاحب لکھتے ہیں اگر بیاہا خاوند دہرم کی غرض سے غیر ملک میں گیا ہو تو بیاہی عورت آٹھ برس اور اگر علم و نیکنامی کے لئے گیا ہو تو چھ برس اور دولت وغیرہ بھوگ کیلئے گیا ہو تو تین برس تک انتظار کرکے پھر نیوگ کرکے اولاد پیدا کرے دیکھو صفحہ ۱۵۵ کتاب مذکورہ۔

گو شلوک مذکورہ بالا میں ایک مدت انتظار ظاہر کی گئی ہے لیکن آگے ہم دکھاتے ہیں کہ بعض حالت میں انتظار کی بھی ضرورت نہیں اگر خاوند نے کسی مصلحت سے کبھی اپنی جورو کو سخت سُست کہدیا ہو تو فوراً اس کو چھوڑ کر دوسرے آدمی سے نیوگ کرسکتی ہے چنانچہ اسکی تصدیق منتر ذیل سے ہوتی ہے اگر مرد نہایت تکلیف دہندہ ہو تو عورت کو چاہیئے کہ اس کو چھوڑ کر دوسرے مرد سے نیوگ کرکے اولاد پیدا کرکے اس بیاہے خاوند کی وارث اولاد کرے اور ایسا ہی جو بد کلام بولنے والی عورت ہو تو جلدی ہی اس عورت کو چھوڑ کر دوسری عورت سے نیوگ کرکے اولاد پیدا کرے دیکھو ستیارتھ پرکاش مترجمہ صفحہ ۱۵۵ دفعہ ۱۴۰ اِس عبارت میں کتنی بڑی گنجائش ہے کہ اگر کسی عورت یا مرد نے بد کلامی کی تو جھٹ دوسری عورت یا مرد سے تعلق دوستی کا ملسکتا ہے کیونکہ بسا اوقات خاوند عورت میں شکر رنجی ہوجایا کرتی ہے یا فطرتاً کسیکے مزاج میں تیزی ہوتی ہے جسکی وجہ سے ناراضگی ہو ہی جاتی ہے تعجب کہ خاوند تو اس سے ناراض ہو اور اسکے سامنے دوسرے خاوند سے اولاد حاصل کرے

یہ حوالہ ہم نے صرف اُسی کتاب سے دیئے ہیں جو بڑی کوشش کے بعد ترمیم کرکے دنیا میں پیش کی گئی ہے اور جو اس کتاب سے پہلے دو ترجمہ ہوکر شائع ہوئے ہیں اُنمیں حاملہ عورتوں کو بھی نیوگ کی اجازت ہے یہاں اِس امر کو بھی ظاہر کئے دیتے ہیں کہ بموجب تعلیم وید ایک ایک عورت گیارہ آدمیوں سے نیوگ کرسکتی ہے چنانچہ وید کا منتر جس سے مسئلہ مذکور پایۂ ثبوت کو پہونچتا ہے حسب

ذیل ہے اے عورت تجھ کو جو تیرا پہلا بیاہا خاوند ملتا ہے اس کا نام کنوارپن وغیرہ اوصاف والا ہونیسے سُوم ہے جو دوسرا نیوگ سے ہوتا ہے وہ گندھرو ہے ایک عورت سے ہم بستری ہو چکنے سے گندھرو جو دو کے پیچھے تیسرا خاوند ہوتا ہے وہ بہت حرارت رکھنے سے اگنی نام والا اور جو تیسرے چوتھے سے لیکر گیارہویں تک نیوگ سے خاوند ہوتے ہیں وے منش نام سے موسوم ہوتے ہیں۔

جیسے عورت گیاراں برج دانوں سے نیوگ کرسکتی ہے ایسا ہی مرد بھی گیاراں عورتوں سے تعلق زن وشوی پیدا کرسکتا ہے دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۵۳ دفعہ ۱۳۶

غرض اس قسم کے انسان بھی ہندوستان کے باشندوں میں ہیں جنکو خنزیر سے مناسبت ہے اور اس مناسبت کی وجہ سے حدیث میں خنزیر کا لفظ آیا سو کون نہیں جانتا کہ اس صفات کا کامل نمونہ ایک پنڈت تھا جو حسب الفاظ رسول خدا علیہ افضل الصلواۃ والسلام اس امام کی دعا سے قتل ہوا کیونکہ عیسائیوں کے گندے اعتراض اسنے لئے اور نجاست خور ہوکر عاقبت اندیشی ایسی کہ مدت سے باہم ملکر رہنے والی قوموں میں عداوت قائم کرادی اور شب و روز نیوگ کی ترویج کی سعی اس پنڈت صاحب نے کی یہ یاد رہے کہ اس سے ہماری منشا کسی کے دل دکھانے کی نہیں صرف جیسے اور پیشگوئیوں کے پورا ہونے کی نسبت بعض واقعات کو مصداق ٹھہرایا ہے ایسا ہی اس واقعہ کو نہ کہ کسی قوم یا شخص کی ذات پر توہین کی غرض سے اس کو درج کیا گیا ہے۔

۲۵۔ مسیح مذہبی جنگ کو دنیا سے اٹھادے گا جیسے کہ حدیث بخاری کے الفاظ یضع الحرب سے واضح ہے سو یہ امر بھی روز روشن کیطرح ہویدا ہے کیونکہ اسوقت مذہبی آزادی ہے ہر ایک شخص بڑی آزادی کے ساتھ جس طرح چاہیے بلا روک ٹوک اپنے مذہب کی اشاعت کرسکتا ہے جب امر واقعہ یہ ہے تو پھر کیونکر ایسی حالت میں جہاد روا رکھا جاسکتا ہے مگر ناسمجھ خونی مولوی جو اس وقت کے علماء کہلاتے ہیں ہر حالت میں خواہ ان کے دین میں کتنا ہی امن و امان ہو کفار کے ساتھ جہاد کرنا ضروری سمجھتے اور ان کا خون گرانا کار ثواب جانتے اور انکے مالوں کو زبردستی سے چھیننا یا سرقہ سے قبضہ میں لانا شیر مادر خیال کرتے ہیں حتٰے کہ بادشاہ وقت سے بھی اڑے وقت پر لڑائی کرنا جائز سمجھتے ہیں حالانکہ حکام وقت کی اطاعت اور تابعداری کا مسلمانوں کو کسقدر تاکیدی حکم دیا گیا ہے لیکن یہ علماء جن کو دین کے راہزن کہئے یا ڈاکوٹی کی آڑ میں جہلا کو ورغلا کر بے قصور اور بے گناہ آدمیوں کو مروا ڈالتے ہیں اور ایسے قاتلوں کو غازی کا خطاب دیتے ہیں ناحق اسلام کو داغ لگاتے اور بدنام کرتے ہیں لہذا مسیح کا یہ بھی ایک بھاری نشان

تھا کہ اس قسم کے جہاد کو دنیا سے اُٹھائے سو انہوں نے متواتر تحریروں سے اس امر کا بڑے شد و مد سے تصفیہ کر دیا ہے کہ اب اس زمانہ میں بحالت موجودہ ہرگز جہاد جائز نہیں بلکہ ایسا ارتکاب کرنے والا خدا تعالیٰ کے نزدیک مجرم ہے اس امر کی تصدیق قرآن کریم کی آیت حتی یضع الحرب اوزارھا سے بھی ہوتی ہے کیونکہ اکثر مفسرین لکھتے ہیں کہ اس کا مصداق مسیح کا زمانہ ہے جس میں جنگ وجدال بند ہو جائے گا مگر ہم صرف مفسرین کی بات پر ہی اس آیت کے معنے کو محدود نہیں کرتے بلکہ ہم حدیث سے بھی دکھلاتے ہیں کہ یقیناً یقیناً اس آیت کا مصداق مسیح علیہ السلام کا ہی زمانہ ہے جس کا بھاری فرض ہے کہ جہاد کے غلط مفہوم کو اٹھا دے چنانچہ الفاظ حدیث یہ ہیں وتملأ الارض من السلم کما یملأ الاناء من الماء وتضع الحرب اوزارھا یعنے ملک میں امن قائم ہو جائیگا جس طرح برتن بھرا ہوا ایک امن کی حالت میں ہو جاتا ہے اور کچھ آواز نہیں نکالتا اور جنگ کے ہتھیار سب رکھ دئیے جائینگے کوئی اُن کو استعمال نہیں کریگا اس سے صاف واضح ہو گیا کہ مسیح کے زمانہ میں مذہبی جنگ نہیں ہوگی اور نہ ہتھیاروں کی ضرورت پڑے گی۔

اس حدیث کے الفاظ سے اور بھی جنگ کی ممانعت ثابت ہوتی ہے چنانچہ وہ الفاظ یہ ہیں۔

ویکون الفرس بالدریھمات قالوا یا رسول اللہ وما یرخص الفرس قال لا ترکب لحرب ابدا۔

یعنے گھوڑے درہموں کے نرخ آئینگے اصحاب نے پوچھا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم گھوڑے کیوں ارزاں ہو جائینگے فرمایا کہ جنگ کے لئے ان پر سواری نہیں کیجائیگی پس واضح ہوا کہ مسیح کے زمانہ میں جہاد قطعی بند ہوگا کیونکہ خدائے علیم وخبیر کو معلوم تھا کہ مسیح ایسے زمانہ میں آئے گا جبکہ قلم کا زور ہوگا اور قلم ہی کے ذریعہ اسلام پر حملے ہونگے اس لئے اس مسیح کو قلمی طاقت عطا کر کے اس دنیا میں مبعوث فرمایا اور اُسکی قلم میں اسقدر رعب بخشا کہ سب دشمنان دین انکے مقابل میں عاجز آکر دم دبا کر گوشہ نشین ہو گئے بلکہ بے اختیار دوست و دشمن کے منہ سے نکلنے لگا کہ یہ شخص کیا سلطان القلم ہے و ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔ اور آیت واستعدوا ما استطعتم بھی اسکی موید ہے

۲۶۔ آل محمد اور آل عیسے میں جنگ ہوگی گو ابتدا میں یہ بچوں کی کھیل تصور ہوگی مگر بالآخر نوبت یہاں تک پہونچیگی کہ تمام ملک کے لوگ یک زبان ہو کر کہینگے کہ آل عیسے کو فتح ہوئی لیکن آسمان سے آواز آئیگی کہ آل محمد کو فتح ہوئی ہے جسکی تصدیق حدیث ذیل سے ہوتی ہے وعن جعفر الباقر علیہ السلام قال ینادی مناد من السماء ان الحق فی آل محمد وینادی من الارض الا ان الحق فی آل عیسی او قال

العباس نشك فيه وانما الاسفل كلمة الشيطان والصوت الاعلى كلمة الله العليا رواه نعيم۔ یعنے امام جعفر باقر علیہ السلام سے نعیم بن حماد نے روایت کی ہے کہ آسمان سے ایک پکارنے والے کی آواز آئیگی کہ حق آل محمد میں ہے اور زمین سے آواز کرنے والا کہے گا کہ حق آل عیسےٰ میں رہا اور یاد رہے کہ وہ جو زمین کی طرف سے آواز آئی ہے وہ شیطانی کلمہ ہے اور وہ جو اوپر کی طرف سے آواز ہے وہ اللہ تعالیٰ کا الہام ہے جو ہمیشہ بلند ہے دیکھو اقتراب الساعۃ صفحہ ۱۰۸ و فتاوی حدیثیہ علامہ ابن حجر الہیثمی صفحہ ۳۱ مطبوعہ مصر یہ حدیث اُس واقعہ کی طرف اشارہ کرتی ہے جو حضرت مرزا صاحب مسیح موعود اور پادریان امرتسر کے درمیان ظہور پذیر ہوا ہم اسکی تفصیل آگے چلکر کرینگے سب سے پہلے ہم یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ تبلادیں کہ ابتدا میں اسکی کیونکر صورت پیدا ہوئی سو واضح ہو کہ قصبہ جنڈیالہ میں جو امرتسر کے ضلع میں ہے پادریوں نے ایک لڑکے محمد اسمعیل نامی کو عیسائی کرلیا اس لئے باہم عیسائیوں اور مسلمانوں میں بحث و تکرار ہوا اور آخر یہ فیصلہ ہوا کہ عیسائیوں کی طرف سے بھی کوئی نامی آدمی بحث کے لئے تیار ہو اور مسلمانوں کی طرف سے بھی کوئی بزرگ میدان مباحثہ میں نکلے عیسائیوں نے اس خیال سے کہ اس زمانہ میں کوئی ایسا مولوی نظر نہیں آتا کہ انکا مقابلہ کرسکے پیشقدمی کرکے اشتہار دیدیا کہ جنڈیالہ والوں کو اختیار ہے جس مولوی کو چاہیں بلوالیں اسپر جنڈیالہ والوں نے بڑی سوچ بچار کے بعد حضرت مرزا صاحب کی طرف بڑی عاجزی کے خطوط لکھے جناب مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تو پہلے ہی سے اس تاک میں تھے کہ عیسائی کوئی موقع دیں اور مقابلہ ہو بمجرد خط پہونچتے ہی ایک آدمی جنڈیالہ روانہ کردیا کہ تم تیار ہو جاؤ ہم پادریوں کے ساتھ مباحثہ کو تیار ہیں اور بالآخر دارالامان قادیاں سے ایک جماعت امرتسر میں ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک کی کوٹھی پر پہونچی۔ اور شرائط مباحثہ بتراضی فریقین قلمبند کیگئیں اور ۲۲ مئی ۱۸۹۳ء تاریخ مباحثہ قرار دیگئی مسلمانوں کی طرف سے حضرت مرزا غلام احمد صاحب اور عیسائیوں کی سے ڈپٹی عبداللہ آتھم مباحث مقرر ہوئے سو ظاہر ہے کہ ابتدا میں یہ بات ایک بچوں کی کھیل سمجھی گئی تھی اور بچوں کی طرف سے ابتداء ہوئی تھی اس واقعہ کی خبر بھی مخبر صادق علیہ السلام نے پہلے ہی سے دیدی ہوئی تھی چنانچہ وہ حدیث یہ ہے عن سعيد بن المسيب قال تكون فتنة كان اولها لعب الصبيان فلا تتناهى حتى ينادي مناد من السماء الا ان الامير فلان ذلكم الامير حقاً ثلث مرات رواه نعيم۔ یعنے نعیم بن حماد نے سعید بن مسیب سے روایت کی ہے کہ ایک فتنہ ہوگا جو ابتداء میں بچوں کی سی کھیل ہوگا لیکن یہ

معاملہ ترقی کرے گا یہاں تک کہ آسمان سے آواز آئیگی کہ سچ مچ تمہارا فلاں امیر ہے یہ بات تین دفعہ کہی اس حدیث نے صاف صاف اس واقعہ کو ہو بہو بتا دیا کیونکہ ابتدا میں یہ امر بچوں کی کھیل سمجھا گیا تھا اور آخر اللہ تعالیٰ نے جنڈیالہ والوں کے دل میں القا کیا کہ وہ اپنا امیر حضرت مرزا صاحب کو مقرر کریں چنانچہ جب وہ امیر مباحثہ مقرر ہوئے تو دہ روز تک ڈاکٹر مارٹن کلارک کی کوٹھی پر مباحثہ ہوتا رہا اور پادری لوگ مباحثہ میں سخت ذلیل اور عاجز ہوئے مگر اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہ آئے اس لئے اسلام کے پہلوان نے خدا تعالیٰ سے الہام پا کر شائع کیا کہ وہ فریق جو جھوٹ پر ہے ۔ اور جھوٹے خدا کو مانتا ہے پندرہ ماہ میں ہاویہ میں گرایا جائے گا بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اس پیشگوئی کے سنتے ہی ڈپٹی عبداللہ آتھم کے چھکے چھوٹ گئے اور حواس باختہ ہو کر اُس نے اپنے اعضا اور زبان سے اس کا ثبوت دے دیا اور چہرہ پر سیاہی پھر گئی راقم بالکل اسکے قریب موجود تھا چشم خود اس نظارہ کو مشاہدہ کرتا رہا تھا غرض جو لوگ شریک جلسہ تھے وہ سب کہہ سکتے ہیں کہ کل پادریاں پر عموماً اور عبداللہ آتھم پر خصوصاً اس ہیبت ناک پیشگوئی کا اثر پڑا چنانچہ ان ۱۵ ماہ میں فریق عیسائیاں میں سے چند ایک ہلاک بھی ہو گئے بعض طرح طرح کے مصائب میں مبتلا ہوئے اور عبداللہ آتھم پر اس قدر خوف اور ہیبت طاری ہوئی کہ وہ نقل مکان کرتا رہا گرجے جانا بند کر دیا اسلام کے برخلاف نہ تحریری نہ تقریری مخالفت کی یہاں تک کہ میعاد عذاب گذر گئی اس پر عیسائیوں نے شور مچایا کہ عبداللہ آتھم نہیں مرا اور پیشگوئی غلط گئی اس کے ساتھ تمام مسلمان آریا و ہندو سکھ وغیرہ اقوام عیسائیوں کے ہم آہنگ ہو گئیں گویا ساری زمین بول اُٹھی کہ آل عیسےٰ کو فتح ہوئی۔ ادھر الہام الٰہی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خبر دی کہ عبداللہ آتھم نے ہمارے ہاں ہم وغم کیا اور اس واسطے ہم نے اسکی عمر میں تاخیر ڈالدی اور اس الہام کی بناء پر حضرت حجۃ اللہ نے چار اشتہار متواتر دیئے اور ایک اشتہار کے ساتھ ایک ہزار سے چار ہزار تک روپیہ کے انعام کی شرط بھی لگا دی کہ اگر عبداللہ آتھم نے خدا تعالیٰ کے ہاں رجوع نہیں کیا اور وہ اُسی عقیدہ پر جما رہا جس پر وہ مباحثہ سے پہلے تھا تو وہ چند آدمیوں کے سامنے قسم کھائے بعد ازاں ایک سال تک اگر وہ موت سے بچ گیا تو ہمارا سارا دعویٰ جھوٹا اور ساتھ ہی ہم چار ہزار روپیہ دینگے اور اس بات کا بھی اقرار کرتے ہیں کہ پھر جو نسی سزا ہمارے واسطے تجویز کیجائے وہ ہم بھگتنے کو تیار ہیں بلکہ ایک اشتہار میں تو لکھدیا تھا کہ اگر تین روز تک موت سے بچ گیا تو بھی ہمارا دعوےٰ جھوٹا ہوگا مگر عبداللہ آتھم اگر وہ اپنے قدیمی عقیدہ پر ہوتا تو بولتا ادھر سے

صدائے برنخاست کا مضمون صادق آیا بعض پادریوں نے چالاکی سے عبداللہ آتھم کے نام پر اشتہار دیا کہ قسم کھانا مذہب عیسائی میں منع ہے لیکن ادھر سے حضرت مسیح کا قسم کھانا پولوس کا قسم کھانا دیگر حواریوں کا قسم کھانا اور شہادت میں کل عیسائیوں کا قسم کھانا حتے کہ خود عبداللہ آتھم صاحب کا دو دفعہ عدالت میں قسم کھانا ثابت کیا گیا جب عیسائیوں پر ایسی مہر سکوت لگی کہ پھر کوئی بھی نہ بولا اسکے بعد امام صادق علیہ السلام نے آتھم کا تعاقب نہ چھوڑا حتے کہ سات دفعہ بذریعہ تحریر حجت پوری کی گئی اور آخری اشتہار میں اسکو الٹی میٹم دیا۔ کہ ہمیں پھر اللہ تعالیٰ نے بذریعہ الہام خبر دی ہے کہ اگر حق کی گواہی دینے سے پہلو تہی کریگا تو پھر پیشگوئی کا اجرا ہوگا اس پر بھی وہ خاموش رہا اور اس خاموشی کی وجہ بجز اسکے اور نہیں کہ اسکی اولاد سب عیسائی تھی اور اُسکے داماد بڑے بڑے عہدوں پر ممتاز تھے اور خود بوڑھا آدمی تھا اسکے لحاظ سے سچی گواہی سے اس نے مدگذر گیا جب اس نے دنیا کو ترک نہ کیا اور خدا کے ملہم کا بھی پاس نہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے آخری اشتہار سے ۷ ماہ کے اندر اسکو ہلاک کر کے جہاں پہونچانا تھا پہونچا دیا جس سے اسلام کی ڈبل طور سے صداقت ظاہر ہوئی پہلی صورت میں بوجہ اہل کتاب ہونے کی شرط سے فائدہ اُٹھا کر بچ رہا اور دوسری صورت میں اخفائے شہادت پر وعید موت میں گرفتار ہوگیا بعض نادان ابتک اس بات پر اڑے ہوئے ہیں کہ آتھم صاحب والی پیشگوئی غلط گئی ان عقل کے اندھوں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ خدائے علیم و خبیر نے پیشگوئی میں رجوع کی شرط لگادی تھی اگر اس کے نزدیک وہ کسی بھاری مصلحت پر مبنی نہیں تھی تو وہ کیوں عبث کام کرنے لگا تھا اے خدا کی سنت سے ناواقفو اس شرط میں کثیر التعداد فوائد مرکوز تھے اول تو یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ پورے ہوئے کیونکہ وہ اس واقعہ کو پہلے ہی سے فرما گئے تھے کہ آخری زمانہ میں ایک ایسا واقعہ ہوگا دوم عوام کی توجہ کو اس طرف منعطف کرنا مقصود تھا سوم حضرت مرزا صاحب کی جماعت کے بعض کچے اور منافق طبع لوگ الگ ہوتے تھے چہارم مخلص طبع لوگوں کی صداقت کا اظہار مد نظر تھا پنجم پیشگوئیوں کی حقیقت پر مسلمانوں کو آگاہی ہونی ضروری تھی کیونکہ وہ بالکل آسمانی کتابوں کی پیشگوئیوں سے ناواقف اور نابلد ہو رہے تھے ششم اسلام کی صداقت دو طور سے ثابت ہو کہ شرط کی حالت میں پیشگوئی کیونکر پوری ہوئی اور بالآخر جب شرط اڑا دی گئی تو کیونکر پوری ہوئی اور سب سے آخر یہ بات قابل توجہ ہے کہ اس پیشگوئی کی غایت یہ تھی کہ جو حق پر نہیں وہ فریق مقابل کے روبرو جو سچ پر ہے اور سچے مذہب کا پابند ہے مر جائے گا اور سچے کی عمر اللہ تعالیٰ دراز کرے گا سو اللہ تعالیٰ نے آتھم عیسائی کو اپنے وعدہ حتمی کے موافق دنیا سے اُٹھا لیا کوئی دکھا سکتا ہے کہ اب وہ کہاں ہے

اور حضرت مرزا صاحب مسیح موعود علیہ السلام خدا کے فضل سے زندہ موجود ہیں پس اُنکی صداقت میں کیا کلام ہو سکتا ہے لیکن عقل کے اندھوں کا کچھ علاج نہیں ہو سکتا وہ پھر بھی اس پیشگوئی کی صداقت میں شک ہی کرتے چلے جاتے ہیں کہ پیشگوئی غلط گئی۔

۲۷۔ مہدی موعود کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ اُسکی شہادت کے لئے ستارہ ذوالسنین نکلیگا۔ دیکھو حدیث عن محمد بن علی الباقر قال اذا بلغ العباس خراسان طلع بالمشرق القرن ذوالسنین وکان اول ما طلع بھلاك قوم نوح اغرقهم الله وطلع فی زمن ابراهیم حین القی فی النار وحین اهلك الله قوم فرعون ومن معه حین قتل یحیٰی بن زکریا فاذا رأیتم ذلك فاستعیذوا بالله من شر الفتن ویکون طلوعه بعد انکساف الشمس والقمر ثم لا یلبثون حتی یطلع الابقع بمصر رواه نعیم بن حماد یعنے جب بنی عباس خراسان پہونچ جائیگے تو ایک دنبالہ دار ستارہ مشرق کی طرف سے طلوع ہوگا اور یہی ستارہ پہلے بھی حضرت نوح کی قوم کی ہلاکت کے وقت نکلا تھا اور نیز اسوقت جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تھا اور جبکہ قوم فرعون معہ ہمراہیوں کے غرق ہوئی تھی اور جبکہ حضرت یحیٰی بن زکریا قتل کئے گئے تھے حضرت مسیح علیہ السلام کے زمانہ میں بھی یہ ستارہ نکلا تھا کیونکہ حضرت یحیٰی اور حضرت عیسےٰ کا ایک ہی زمانہ تھا جس کی تصدیق تاریخ اورشلیم سے یوں ہوتی ہے وفی ذات هذ المدة جاء ایضاً مجوس من المشرق الی اورشلیم قائلین این هو المولود ملك الیهود لاننا راینا نجمه فی المشرق یعنے اس مدت میں مشرق کیطرف سے مجوسی یوروشلیم میں پوچھتے ہوئے آئے کہ وہ لڑکا جو یہود کا بادشاہ ہے کہاں ہے کیونکہ ہم نے مشرق کی جانب اس کا ستارہ دیکھا ہے دیکھو تاریخ اورشلیم صفحہ ۹۵ پس جسوقت تم اس ستارہ کو نکلا ہوا دیکھو تو تم فتنوں کے شر سے اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگو الی آخرہ دیکھو اقتراب الساعۃ صفحہ ۱۰۲ و حجج الکرامہ و مسک العارف صفحہ ۲۲-۲۳ اور مجدد الف ثانی نے بھی اس ستارہ کا ذکر مکتوب ۲۷ جلد ثانی میں کیا ہے دیکھو مکتوب امام ربانی غرض ذوالسنین قریباً کل فرقہائے اسلام میں مہدی کی علامت قرار دیا گیا ہے چنانچہ علاوہ فرق اہل سنت والجماعت یہ علامت اہل تشیعہ میں بھی موجود ہے علی حائری لاہوری غایت المقصود نام کتاب میں لکھتے ہیں منہا طلوع نمودن ستارہ از مشرق کہ نور وہد مثل نور قمر پس ازاں منعطف گردد بنحویکہ نزدیک باشد کہ ہر دو طرف او بہم برسد دیکھو غایت المقصود حصہ اول صفحہ ۱۶۲

یہ ستارہ بھی ۱۲۹۹ھ ہجری مطابق ۱۸۸۲ء میں نکل چکا چنانچہ جریدہ روزگار مدراس مورخہ ۴۔ ستمبر ۱۸۸۲ء میں لکھا ہے شہر مدراس مینو اساس میں قبل طلوع آفتاب ایک ستارہ دنبالہ دار جسکی دم مانند مورچل کے ہے نمودار ہوا ہے جس کو عام لوگ نہایت منحوس خیال کرتے ہیں اس کی صورت یوں ہے  دیکھو اخبار مذکور

۲۸- ایک دمدار ستارہ قریب ظہور مہدی نکلے گا چنانچہ حجج الکرامہ میں لکھا ہے از انجملہ است ظہور ستارہ دنبالہ دار از ابن عباس رضی اللہ عنہ آمدہ کہ فرمود رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم اے مسلماناں چوں باشد حج بادشاہاں بطور نزہ وحج تونگراں بطور تجارت وحج مساکین برائے سوال وحج قاریاں از روے ریا و سمعہ پس نزدیک ایں حال ظاہر شود ستارہ کہ اورا دنبالہ باشد رواہ ابن مردویہ دیکھو حجج الکرامہ صفحہ ۲۵۰ یہ ستارہ بھی ۱۲۷۵ھ ہجری میں نکل چکا ہے راقم نے خود دیکھا تھا اسکی بڑی روشن اور دراز دم تھی اور جانب شمال مغرب دکھلائی دیتا تھا اور دم مشرق کیجانب تھی شام کے وقت نظر آتا تھا اور بہت دنوں تک رہا تھا گورنمنٹ کالج کی ایک دوربین بھی لائی گئی تھی اور جب اسکے ذریعہ دیکھا گیا تو چھوٹے چھوٹے ستاروں کی ایک سلسل لڑی کی صورت میں نظر آتے تھے۔

نواب صدیق حسن خان صاحب بھی لکھتے ہیں در سال یکہزار و دو صد و ہفتاد و پنج ہجری ایں کوکب میان شمال و مغرب تا نیمہ ماہ یا زیادہ مرئی شد و طلوع وے متصل غروب آفتاب مے بود و دم او دراز بہ یک نیزہ داشت و مماثل جستہ جستہ نزدیک ہم بود گویا خطے از چند کواکب کشیدہ اند کاتب حروف نیز آں را در موضع کلیا کیہری از عمل بھوپال دیدہ دیکھو حجج الکرامہ صفحہ ۲۵۱-

اخبار مظہر العجائب مدراس نمبر ۸ جلد ۶ صفحہ ۴ مورخہ ۲۲ ربیع الثانی ۱۲۹۹ھ ہجری میں اس ستارہ کی نسبت لکھا ہے نامہ نگار مظہر العجائب تحریر کرتے ہیں کہ یہاں میروال میں بعد نماز مغرب کی طرف ایک دم دار ستارہ طلوع پاتا ہے اور بعد طلوع ماہتاب نظر سے غائب ہو جاتا ہے اور یہ خیال کرتے ہیں کہ بیس تیس کوس کے فاصلہ پر یعنے امرتسر- لاہور- سیالکوٹ تک ضرور دکھائی دیتا ہو گا لوگ افسوس کرتے ہیں کہ دمدار ستارہ کا طلوع ہونا علامت سے خالی نہیں دیکھو اخبار مذکور

۲۹- قرب ظہور مہدی کے وقت آفتاب سے ایک نشان ظاہر ہو گا جسکی حدیث ذیل مصدق ہے عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال لا یخرج المہدی حتی تطلع من الشمس آیۃ رواہ البیہقی ونعیم بن حماد یعنے بیہقی اور نعیم بن حماد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت

کی ہے کہ جبتک سورج سے ایک نشان ظاہر نہ ہو تب تک مہدی نہیں نکلے گا دیکھو اقتراب الساعۃ
صفحہ ۱۰۶ سو واضح ہو کہ یہ نشان بھی ۱۳۰۰ھ ہجری میں ہو چکا چنانچہ اخبار مظہر العجائب مدراس نمبر ۴۴ جلد
۵ مورخہ ذالحج ۱۳۰۰ھ ہجری مطابق ۲ - اکتوبر ۱۸۸۳ء میں یوں لکھا ہے املا پور - چاپل ماریا - ویلور - میسور
بلہاری سے آئی ہوئی - اخبارات سے معلوم ہوا کہ ۲۲ تاریخ کو مذکورہ شدہ مقامات میں طلوع و غروب
کے وقت آفتاب سبز نظر آیا اور شمس کی شعاعیں بالکل بے رونق تھیں اور تیزی نہ تھی لوگ اس کو بغیر کسیقدر تکلیف
کے دیکھتے تھے دیکھو اخبار مذکور۔

اخبار جریدۂ روزگار مدراس نمبر ۳۷ جلد ۹ صفحہ ۵ مورخہ ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۰۰ھ ہجری مطابق ۵ ستمبر ۱۸۸۳ء
میں یوں لکھا ہے ہفتہ گذشتہ سے تا الی الان جو جو حالات اور عجیب و غریب واقعات وقوع
میں آئے وہ ایسے ہیں کہ ہم کو ایسا دیکھنے اور سننے کا اتفاق شاید بہت ہی کم ہوا ہو گا ہمارے ناظرین اخبار
اپنے خیالات کو ضرور ادھر پلٹینگے اور متوجہ ہونگے۔

ازانجملہ ہمارے شہر میں شنبہ کے روز سے پنج شنبہ کی شام تک آفتاب کے طلوع سے ساڑھے
سات بجے تک اور چار بجے سے غروب تک قرص خورشید پھیکا ہو جاتا تھا اور تیزی و التہاب اس میں
جیسی چاہیئے ویسی نہیں دکھلائی دیتی تھی حتے کہ اس وقت لوگ مانند ماہتاب کے بے کھٹکے آفتاب
کو دیکھتے تھے اور ٹھنڈی نظر سے قدرت خدا کا معائنہ کرتے تھے جیوں جیوں آفتاب نیچے ہوتا جاتا تھا تیوں
تیوں فیروزہ رنگ لیتا تھا اور دھوپ نیلگوں پڑتی تھی ہم اس کی کیفیت دریافت کرنے کے لئے
قصد سے رصد خانہ پر گئے تو مسٹر فاکس جو علم نجوم میں اپنا نظیر نہیں رکھتی ہیں وہ دوربین سے بہت
کچھ دیکھتی رہیں اور دوسرے روز اپنی تحقیقات ہمارے دفتر میں بھیجی جس کو ہم ہدیہ ناظرین کرتے ہیں کل
کے روز ہم نے دوربین سے بغور دیکھا تو پایا کہ آفتاب کے شمالی جانب دو داغوں کا جھرمٹ تھا۔
جس میں کئی ایک داغ کم روشن تھے اور اس میں ایک داغ بہت بڑا لمبا مستطیل طور پر نمایاں تھا اور
اوس کے اطراف میں ایک حلقہ تھا جو دو چند اُس داغ سے تھا اور یہ قریب خط استوا کے زمین کی محاذی
واقع ہوا ہے دیکھو اخبار مذکور کیا اس کے ایک عجیب نشان ہونے میں شک ہو سکتا ہے۔

۳۰- مشرق کی طرف سے آگ ظاہر ہو گی دیکھو حدیث ذیل عن حسین بن علی رضی اللہ عنہما
قال اذا رایتم علامۃ من السماء نارا عظیمۃ من قبل المشرق تطلع لیلاً فعندھا فرج الناس
وھی اقدام المھدی یعنے حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب تم آسمان پر ایک

بڑی آگ کی علامت مشرق کیجانب دیکھو جو رات کے وقت ظاہر ہوگی تو اُس وقت جان لو کہ لوگوں کیلئے فراخی کے ایام آگئے کیونکہ اسوقت مہدی نکلیگا یہ نشان بھی وقوع میں آچکا کیونکہ نواب صدیق حسن خانصاحب اپنی کتاب حدیث الغاشیہ میں لکھتے ہیں کہ سنہ ۱۸۸۲ء میں بعد غروب آفتاب سارا آسمان مثل انگارے کے لال ہوگیا ایک گھنٹہ کے بعد وہ سرخی سمٹ کر شکل ستارہ دمدار ظاہر ہوئی پھر ستارہ ٹوٹ ٹوٹ کر زمین پر گرنے لگا دیکھو کتاب حدیث الغاشیہ صفحہ ۳۰۹۔

۴۱۔ مشرق کی طرف سے آگ ظاہر ہوگی جو تین یا سات دن تک رہیگی چنانچہ وہ حدیث حسب ذیل ہے اذا رایتم النار من المشرق ثلاثة ایام او سبعة ایام فتوقعوا فرج آل محمد ان شاء اللہ تعالیٰ رواہ محمد بن علی الباقر رضی اللہ عنہ یعنے محمد بن علی باقر رضی اللہ عنہم روایت کرتے ہیں کہ جب تم مشرق کی طرف سے تین دن یا سات دن تک آگ نکلتی ہوئی دیکھو تو امید کرو کہ اب انشاء اللہ تعالیٰ آل محمد کیلئے آسودگی کے دن ہیں دیکھو اقتراب الساعہ صفحہ ۱۰۷۔

یہ نشان بھی بڑی وضاحت کے ساتھ پورا ہوا سنہ ۱۳۰۰ھ ہجری میں جزیرہ جاوا میں کوہ آتش فشاں پھوٹ نکلے جس کی وجہ سے اسقدر آگ روشن ہوئی کہ ایک ہفتہ تک نمودار رہی اور جزیرہ جاوا کا اکثر حصہ بالآخر خاک سیاہ و غرق آب ہوگیا اخبار جریدہ روزگار مدراس جاوا کی تباہی کے بارہ یوں رقم طراز ہے اخبار مدراس ٹائمز کا مراسلہ نگار جاوا سے لکھتا ہے جو سنڈ اسٹیٹ میں واقع ہے کہ کراکیٹو کا آتش فشاں پہاڑ کے پھٹ جانیکے باعث یہاں کی تباہی و بربادی اس قدر ہوئی ہے کہ جس کا اظہار ممکن ہی نہیں ہنوز پوری آفت رسیدگوں کی تفصیل غیر معلوم فقط ایک ضلع ترنجن نامی کے دس ہزار آدمی غرقاب ہوئے اور اسی ضلع کے متعلق یا نام کے موضع کے لوگ فقط جلکر خاک ہوئے کہ جن کا شمار نہیں کر سکے۔ سماٹرا کے کنارے پر موضع ٹی لاک بھوٹھان کا کُل سمندر میں غرق ہوگیا دیکھو اخبار جریدہ روزگار نمبر ۳۸ صفحہ ۵ مورخہ ۱۹ ماہ ذیقعد سنہ ۱۳۰۰ھ ہجری مطابق ۲۲۔ ستمبر سنہ ۱۸۸۳ء

مولوی نور الحسن خاں صاحب بھی اس آگ کی نسبت اقتراب الساعہ میں لکھتے ہیں۔ جاوا کی آگ بھی گویا اسی کا نمونہ ہے جو کہ سنہ ۱۳۰۰ھ ہجری میں ظاہر ہوئی دیکھو اقتراب الساعہ صفحہ ۶۷۔

۴۲۔ آسمان پر سُرخی نمودار ہوگی جو آسمان کے کناروں میں پھیلجائیگی اور سُرخی شفق کیسی ہوگی دیکھو اقتراب الساعہ صفحہ ۶۷ یہ نشان بھی ہوچکا سنہ ۱۳۰۰ھ ہجری میں بہت سے جزیروں میں کوہ ہائے آتش فشاں کے پھوٹ نکلنے سے تمام آسمان پر ایک قسم کی سرخی پھیل گئی اور مدتوں تک نظر آتی

ہی راقم نے بچشم خود لاہور میں دیکھی تھی اُسوقت اس سرخی کو دیکھکر لوگوں کے بڑے بڑے خیالات تھے اُس وقت کی کل ہندوستان کی اخباروں میں اسپر عجیب عجیب رائیں لگتے تھے۔

نواب صدیق حسن خاں صاحب اس سرخی کے بارہ میں لکھتے ہیں یکم ستمبر ۱۸۸۳ء مطابق ۲۸ شوال ۱۳۰۰ ہجری سے صبح وشام مشرق مغرب کے کنارے پر سرخی آسمان پر نمودار ہوئی چار ماہ کامل سے ابتک یہ سرخی موجود ہے کبھی بہت کبھی کم۔ یوروپ وامریکہ وہند کے منجم کہتے ہیں کوئی بڑا فساد ہوگا ایک گروہ امریکہ نے کہا یہ عیسےٰ علیہ السلام کے نزول کی علامت ہے یہ جماعت امریکہ سے ایلیا کو بانتظار مسیح چلی گئی اسلام میں پہلے بھی کئی بار سرخی فلک دیکھی گئی ہے مگر یہ سرخی ایک علامت قرب ظہور مہدی علیہ السلام سمجھی جاتی ہے۔ دیکھو کتاب حدیث الغاشیہ صفحہ ۳۰۷

نور الحسن صاحب اقتراب الساعۃ میں بھی لکھتے ہیں فی الحال جو سرخی صبح وشام چھ ماہ سے ابتک ہوتی ہے اور افق میں منتشر ہے کیا تعجب ہے کہ یہی نشانی ہو دیکھو اقتراب الساعۃ صفحہ ۶۷۔ ہم کہتے ہیں کہ ضرور یہی نشانی ہے اس میں کیا کلام ہو سکتا ہے۔

۳۳۔ آسمان میں اندھیر ظاہر ہوگا دیکھو اقتراب الساعۃ یہ نشان بھی بڑے زور وشور کیساتھ ۱۸۹۸ء میں واقع ہوگیا چنانچہ ہند کی کل اخباروں نے اس واقعہ کو لکھا ہے ہم مختصر سی کیفیت اخباروں سے ہدیہ ناظرین کرتے ہیں تاکہ ان کو معلوم ہو جائے کہ یہ نشان بھی انہیں پورے معنوں میں ظاہر ہوا پیشتر اس کے کہ ہم اخباروں کا حوالہ دیں یہ ظاہر کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ اس نشان کے لئے امریکہ ویوروپ اور مختلف ممالک دنیا سے لوگ ہندوستان میں آئے کیونکہ اس کا ظہور صرف ہندوستان میں ہی ہونا تھا چنانچہ اخبار دارالسلطنت کلکتہ واردو گائیڈ نمبر ۱ جلد ۴۱ مورخہ ۶ جنوری ۱۸۹۸ء میں یوں لکھا ہے پورا سورج گرہن جو ۲۲ جنوری ۱۸۹۸ء کو واقع ہونے والا ہے اس نے قدرتی طور پر اس ملک میں بہت ہی دلچسپی پیدا کردی ہے زیادہ تر اس سبب سے کہ یہ ملک ایسا ہے جہاں ممالک غیر کے مہذب باشندے بسہولیت پہنچکر قدرت کا تماشا دیکھ سکتے ہیں یہ سورج گرہن صرف نادر الوقوع ہی نہیں ہے بلکہ یہ ایک خاص خط سے دکھلائی دیگا اور اس میں مشاہدات عجیب دکھلائی دینگے دیکھو اخبار مذکور اب ہم وقوعہ تاریکی کی شہادت اخبارات ذیل سے پیش کرتے ہیں۔

دارالسلطنت کلکتہ واردو گائیڈ نمبر ۴۱ صفحہ ۴ جلد ۴۱ مورخہ ۲۷ جنوری ۱۸۹۸ء میں یوں درج ہے سورج گرہن بکسر اور دیگر مقامات میں نہایت کامیابی سے دیکھا گیا اور اس کے بارہ میں جس قدر

پیشگوئی ہوئی تھی حرف بحرف سچی ہوئی چنانچہ نامہ نگار خاص مظہر ہے کہ سیاہی اسقدر اب آگئی تھی کہ آدمیوں کا چہرہ بالکل دہندلا معلوم ہوتا تھا اور کھیتوں کا سبزہ دیکھنے والوں کو بالکل ارغوانی رنگ کا نظر آتا تھا تقریباً دو منٹ تک آفتاب بالکل روپوش رہا اس اثنا میں ستارہ زہرہ آفتاب کے قریب واضح طور پر دکھلائی دیتا تھا دیکھو اخبار مذکورہ

پیسہ اخبار لاہور مورخہ ۲۲ جنوری ۱۸۹۸ء یوں رقمطراز ہے کہ آج ۲۲ جنوری ہے اور دن کے بھی ۱۱ بج چلے ہیں اور یک رنگ میلہ کی سیر دیکھنے والے خاص اس تالاب کے کنارہ پر کھڑے ہو گئے ہیں جہاں پر یہ سب لوگ نہانے کو آئے ہیں۔ اب اس وقت آدمی بھی قریب ۹ یا ۱۰ لاکھ کے ہیں۔

نظام الملک نمبر ۱۴ جلد ۱۵ صفحہ ۲ مورخہ ۳۱ جنوری ۱۸۹۸ء یوں لکھتا ہے ۲۲ جنوری شاہ دول شاہی منجم کے کمپ میں سورج گرہن دیکھنے کے لئے عمدہ موقع تھا مطلع بالکل صاف تھا جب کسی قدر گہن پڑا تو گرمی کم ہو گئی اور جب بالکل پڑ گیا تو نہایت سردی پیدا ہو گئی پورا سورج گہن پڑنے سے پہلے کئی مرتبہ ستارہ زہرہ نظر آیا اور پورا گہن پڑنے کے بعد کئی مرتبہ مریخ اور عطارد نظر آئے ... پرندوں پر سورج گہن کا بہت کچھ اثر پڑا خوب تیز بول رہے تھے دیکھو اخبار مذکور

ایسا ہی الحامی مدراس و جریدہ روزگار مدراس نے بھی لکھا ہے زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔

الغرض یہ پیشگوئی مخبر صادق علیہ السلام کی کامل طور سے پوری ہو گئی۔

۲۴۔ رمضان شریف میں دو دفعہ چاند گرہن ہو گا چنانچہ حدیث ذیل اس کی مصدق ہے۔ عن شريك قال بلغنی ان قبل خروج المهدی ينكسف القمر في شهر رمضان مرتين رواہ نعیم سو یہ بھی نشان پورا ہوا کیونکہ اول ماہ رمضان ۱۳۱۱ھ ہجری میں ممالک شرقیہ میں ہوا اور پھر اسی تاریخ ماہ رمضان یعنی ۱۳۱۲ھ ہجری میں ملک امریکہ میں ہوا۔

۲۵۔ جب آسمان سے ایک آواز آئیگی کہ آل محمد ہی حق پر ہیں تو اس وقت مہدی کا ظہور ہو گا اور لوگ ہر جگہ انہی کا ذکر کیا کرینگے دیکھو حدیث عن علی رضی اللہ عنہ قال اذا نادی مناد من السماء ان الحق فی آل محمد فعند ذلك يظهر المهدی علی افواه الناس ويشربون حبه ولا يكون لهم ذكر غيره رواه نعيم دیکھو اقتراب الساعہ صفحہ ۱۰۸۔ اس حدیث میں اس اشتہار کی طرف اشارہ ہے جو حضرت اقدس جناب مسیح موعود علیہ السلام نے بالہام ربانی براہین احمدیہ کے حصہ

اول میں شائع کیا تھا جس کے بعد گھر گھر میں ان کا ذکر خیر ہوتا تھا اور دلوں میں کمال درجہ کی محبت پیدا ہو گئی تھی اگر کوئی یہ دھوکا کھائے کہ وہ اشتہار تو زمین سے نکلا تھا وہ آسمان کی منادی کا کیوں کر آواز ہو سکتا ہے تو اس کو معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ وسائط سے کام لیتا ہے اللہ تعالیٰ کے وسائط فرشتہ وغیرہ میں اور فرشتہ کی ندا کو ضروری نہیں کہ ہر شخص سن سکے جس کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اسی کو وہ ندا سنائی دیتی ہے اور یہ تو سنت اللہ کے برخلاف ہے کہ علانیہ آسمان سے اس قسم کی آوازیں آئیں پس بحکم الٰہی فرشتہ نے حضرت مرزا صاحب کو وہ ندا جو آسمانی تھی سنادی کہ بخرام کہ وقت تو قریب رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند محکم تر افتاد جس پر وہ اشتہار شائع کیا گیا جس کے بعد لوگوں میں محبت بدرجہ کمال ہو گئی۔

۲۶۔ جب دنیا میں سخت اختلاف اور بڑا فتنہ ہوگا تو ایسے وقت میں ایک آسمانی منادی پکارے گا کہ فلاں شخص پیدا ہو گیا ہے اس کے پاس جاؤ اسکی تصدیق حدیث ذیل سے ہوتی ہے عن اسحق بن یحیی عن امہ وکانت خذیمیة قالت تکون فتنة تہلک الناس مستقیم امرھم حتے ینادی مناد من السماء علیکم بفلان رواہ نعیم بن حماد اسحق بن یحیی اپنی ماں سے جو قبیلہ خذیمہ سے تھی روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک فتنہ ہوگا جس سے مخلوقات ہلاک ہوگی یہ اختلاف عظیم کی طرف اشارہ ہے اور یہ صورت یہاں تک ہوگی کہ ایک پکارنے والا کہے گا کہ فلاں شخص کو لازم پکڑو دیکھو اقتراب الساعہ صفحہ ۱۰۹۔ یہ حدیث اس اشتہار کی طرف اشارہ کرتی ہے جو صوفی احمد جان صاحب نے ایسے وقت میں جبکہ دنیا اختلاف میں ہلاک ہو رہی تھی ۱۸۸۰ء کے قریب قریب شائع کر کے عام لوگوں کو متوجہ کیا کہ فلاں شخص یعنی حضرت مرزا غلام احمد خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہوا ہے سب کو انکی تابعداری کرنی چاہیئے دیکھو اشتہار صوفی صاحب مذکور

۲۷۔ آسمان سے ایک ہاتھ نکلے گا جبکہ لوگ اختلاف کے سبب سے فرقہ فرقہ ہو رہے ہونگے۔ اس کی تصدیق حدیث ذیل سے ہوتی ہے عن سعید بن المسیب قال تکون فرقة واختلاف حتی تطلع کف من السماء وینادی منادی من السماء ان امیرکم فلان دیکھو اقتراب الساعہ صفحہ ۱۰۹ یہ اس اشتہار کی طرف اشارہ ہے جو حضرت امام ہمام نے بالہام ربانی بدیں مضمون شائع کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں مامور کیا ہے کہ ہم لوگوں سے بیعت لیں پس جو اس زمانہ اختلاف میں ہمارے ہاتھ پر ہاتھ دیگا وہ تمام ابتلاؤں سے محفوظ ہو جائے گا دیکھو اشتہار مورخہ مارچ ۱۸۸۹ء۔

۲۸۔ آخری زمانہ میں میری امت یہودیوں کے قدم بقدم ہو جائیگی جس کی تصدیق حدیث ذیل سے ہوتی ہے۔

لیاتین علی امتی ما اتی علی بنی اسرائیل حذو النعل بالنعل حتی ان کان منھم من اتی امہ علانیۃ لکان فی امتی من یصنع ذلک وان بنی اسرائیل تفرقت علی ثنتین وسبعین ملۃ وتفترق امتی علی ثلاث وسبعین ملۃ کلھم فی النار الا واحدۃ قالوا من ھی یا رسول اللہ قال ما انا علیہ و اصحابی رواہ البیھقی عن ابن عمر

یعنے بیہقی نے حضرت ابن عمر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت پر بھی بعینہ وہی واقع ہوگا جو بنی اسرائیل کے ساتھ ہوا یہانتک کہ اگر بنی اسرائیل میں کسی نے برملا ماں سے زنا کیا ہے تو میری امت سے ایسا کرینگے اور بنی اسرائیل ۷۲ فرقوں میں منقسم ہوگئے تھے لیکن میری امت کے لوگ ۷۳ فرقے بنجائینگے اور بجز ایک فرقہ کے باقی سب جہنم میں جائینگے جب پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ وہ ناجی فرقہ کون سا ہے تو فرمایا کہ جس میں میں اور میرے اصحاب ہیں دیکھو کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۴۶۔ اس حدیث سے واضح ہے کہ امت محمدیہ کمال درجہ کی مشابہت یہودیوں سے پیدا کریگی جب ایسا ہوگا تو اس اُمت میں ایک امام بھی آنا چاہئے جو مجازی طور سے مسیح ہو کیونکہ جب مجازی طور سے یہ اُمت مثیل بنی اسرائیل ٹھہری تو مجازی طور سے اس امت میں سے مثیل عیسےٰ بھی ہونا ضروری ہے اور یہ امر کسی پر مخفی نہیں کہ جس قدر افعال شنیعہ اور کردار قبیحہ بنی اسرائیل کے قرآن کریم یا توریت شریف میں آئے ہیں وہ سب اس وقت میں مسلمانوں میں پائے جاتے ہیں جو لوگ قرآن کریم کی صورت البقرہ کو غور سے پڑھینگے تو وہ سب باتیں اہل اسلام کے افراد میں پائینگے جو سورہ مذکور میں یہودیوں کی نسبت بیان کی گئی ہیں حتے کہ علما کی پوری مماثلت یہودیوں کے فقیہوں اور اہل اسلام کے پیروں اور مرشدوں کی مماثلت تامہ یہودیوں کے کاہنوں اور ربیوں سے پائینگے اگر خوف طوالت نہ ہوتا تو ہم ایک ایک بات الگ الگ مسلمانوں میں کھول کر دکھلاتے۔

۲۹۔ ایک زمانہ آئیگا کہ دولت مندوں کو عزت کی نگاہ سے دیکھیں گے خواہ کسی ذلیل قوم سے ہی کیوں نہ ہو اور نیک اور خدا پرستاروں کو حقارت کی نظر سے دیکھیں گے اور قرآن کریم کی صرف انھی آیات پر عمل کرینگے جو انکی مرضی کے موافق ہونگی اور باقی کو متروک کر دینگے اور خدا پر اُن کو توکل نہ ہوگا بلکہ اپنی سعی کو رزق کا باعث تصور کرینگے اور جس امر میں کوشش کرنی چاہئے اسمیں تو کوشش

نہیں کرینگے اور جس میں نہیں چاہتے اس کے لئے بڑی جان توڑ کوشش کرینگے - اسکی تصدیق حدیث ذیل سے ہوتی ہے - ما بال اقوام یشرفون المترفین ویستخفون بالعابدین ویعملون بالقران ما وافق اھواءھم وما خالف ترکوہ فعند ذلک یومنون ببعض الکتاب ویکفرون ببعض یسعون فیما یدرک بغیر سعی من القدر المقدور والاجل المکتوب والرزق المقسوم ولا یسعون فیما لا یدرک الا بسعی من الجزاء الموفور والسعی المشکور والتجارۃ التی لا تبور رواہ الطبرانی وابن مندۃ فی غرائب شعبۃ وابو نعیم فی الحلیہ وحسین حلیمی فی شعب الایمان والخطیب عن ابن مسعود دیکھو کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۵۰

یہ تمام امور جو حدیث میں مذکور ہیں بخوبی مشاہدہ میں آرہے ہیں واقعی قرآن کریم کو متروک کر دیا گیا ہے بعض آیات کو جن سے انکی مطلب براری ہوتی ہے مان رہے ہیں اور جو آیات اُن کے مطلب کے برخلاف ہوتی ہیں انکو ردی کی طرح پھینکدیتے ہیں اس زمانہ کے بعض علما کی یہی حالت ہو رہی ہے مسیح موعود نے آیات قرانی سے کھول کھول دکھایا کہ ہمارا دعوے ان آیات قرانیہ پر مبنی ہے مگر وہ لوگ اُن آیات کی طرف نظر بھی اُٹھا کر نہیں دیکھتے اور سعی کا یہ حال ہے کہ جائز طریق سے روزی کو منحصر نہیں رکھتے بلکہ کس کس مکر وفریب کو کام میں لاتے اور پیٹ پالتے ہیں -

۴ - رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت آخری زمانہ میں یہودیوں سے کمال درجہ کی مشابہت پیدا کریگی حتے کہ ان کے بد سے بدکرتوتوں سے بھی مناسبت تامہ رکھتے ہونگے جس کی تصدیق حدیث ذیل سے ہوتی ہے -

لیاتین علی امتی ما اتی علی بنی اسرائیل حذو النعل بالنعل حتی ان کان منھم من اتی امہ علانیۃ لکان فی امتی من یصنع ذلک وان بنی اسرائیل تفرقت علی ثنتین وسبعین ملۃ وتفترق امتی علی ثلاث وسبعین ملۃ کلھم فی النار الا واحدۃ قالوا من ھی یا رسول اللہ قال ما انا علیہ واصحابی رواہ البیھقی عن ابن عمر دیکھو کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۴۶

بیہقی نے حضرت ابن عمر سے روایت کی ہے کہ میری امت کیساتھ ہو بہو وہی ہوگا جو بنی اسرائیل کے ساتھ ہوا یہانتک کہ بنی اسرائیل میں سے کسی نے اپنی ماں سے علانیہ زنا کیا ہوگا تو میری امت میں سے بھی کوئی شخص اس فعل شنیع کا مرتکب ہوگا اور بنی اسرائیل ۷۲ فرقوں میں منقسم ہوگئے تھے اور میری امت کے ۷۳ فرقے ہو جائینگے جن میں سے سوائے ایک فرقہ کے باقی سب آگ میں جائینگے صحابہ

نے سوال کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ ناجی فرقہ کونسا ہے فرمایا کہ وہ وہ فرقہ ہے جو میری سنت اور صحابہ کی چال اختیار کرے گا۔

ایک دوسری حدیث میں یوں آیا ہے عن ابی سعید ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لتتبعن سنن من قبلکم شبرا بشبر وذراعا بذراع حتی لو سلکوا جحر ضب سلکتموہ قلنا یا رسول اللہ الیہود والنصاری قال فمن رواہ البخاری بخاری نے ابوسعید سے روایت کی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اُن قوموں سے جو تم سے پہلے ہوئی ہیں ایسی موافقت تامہ پیدا کرلوگے کہ اگر وہ لوگ سوسمار کے بل میں گھسے ہیں تو تم بھی گھسوگے ہم نے کہا یارسول اللہ صلعم کیا یہود اور نصاری سے موافقت ہوگی فرمایا اور کیا دیکھو عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد ۷ صفحہ ۴۵ اور علامہ عینی بھی اس کی شرح میں فرماتے ہیں وھذا کنایۃ عن شدۃ الموافقۃ لھم فی المخالفات والمعاصی لا فی الکفر یعنے یہ شدت موافقت کی کنایہ ہے جو مخالفتوں اور معاصی میں تم سے ظہور ہوگا اور کفر میں موافقت نہ ہوگی دیکھو عمدۃ القاری جلد ۷ صفحہ ۴۵۷

اس حدیث سے واضح ہے کہ اس امت محمدیہ میں آخری زمانہ میں یہودیت پھیل جائیگی چنانچہ ہم جب نظر غور سے بنی اسرائیل کے اُن تمام قصص کو پڑھتے ہیں جو سورۃ البقرہ یا دیگر سور قران کریم میں آئے ہیں۔ تو ہم ایک قصہ بھی ایسا نہیں پاتے جس کا پورا پورا مصداق اس امت کے لوگ نہ ہوں اگر طوالت کا خوف نہ ہوتا تو ہم ایک ایک قصہ کامل طور سے ثابت کرکے دکھاتے اگر خدا نے چاہا اور کبھی موقع ملا تو اس بارہ میں ایک الگ رسالہ لکھا جائے گا پس لازمی اور ضروری تھا کہ جب امت ہی کلھم یہودی ہو جائیگی۔ تو امت میں ہی ایک ایسا شخص پیدا ہونا چاہئے تھا جو مسیح کا نام حاصل کرکے اُمت کی اصلاح کرتا کیونکہ اصلی یہودیوں کی اصلاح کے لئے جب اصلی حضرت عیسےٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے تو مجازی یہودیوں کے لئے مجازی عیسےٰ کا ہونا ضروری تھا ورنہ مشابہت کیونکر قرار پاتی۔

۴۱۔ اُس وقت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بالکل متروک ہوگا اور علماء اسلام یہودیوں کی کاہنوں اور فریسیوں کی طرح ہو جائینگے جس کی تصدیق حدیث ذیل سے ہوتی ہے ابن عساکر اور ابن النجار

عن انس قال قلت یا رسول اللہ متی یترک الامر بالمعروف والنہی عن المنکر قال اذا ظھر فیکم ما ظھر فی بنی اسرائیل قبلکم قلت وما ذلک

حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ترک ہوگا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ

یارسول اللہ قال اذا ظهر الادهان فی خیارکم والفاحشة فی شرارکم وتحول الملك فی صغارکم والفقهة فی رذالکم رواہ ابن عساکر وابن النجار

وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں وہ باتیں ظاہر ہونگی جو تم سے پہلے بنی اسرائیل میں ظاہر ہو چکی ہیں میں نے کہا کہ یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وہ کب ہوگا فرمایا کہ جب تم میں سے نیک آدمی دینی کاموں میں سستی کرنے لگ جائینگے اور شریروں میں برائی بڑھ جائیگی اور تم میں سے چھوٹی قوموں میں سلطنت چلی جائیگی اور علم فقہ رذیل آدمیوں میں آجائیگی دیکھو کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۱۳۹ - سو یہ امر بھی روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ علماء کا امر بالمعروف کرنا تو درکنار خود طرح طرح کی گمراہی میں گرفتار ہیں -

۲۴ - اس زمانہ میں خطبہ پڑھنے والے اور وعظ کرنے والے بڑے کذاب اور بکواسی ہونگے اور لوگوں کے مال بڑی بے رحمی سے کھائینگے چنانچہ یہ امر حدیث ذیل سے واضح ہوتا ہے -

یاصهیب لیاتین علی الناس زمان کثیر امراؤہ قلیل فقهاؤہ کذاب خطباؤہ مراؤن قراؤہ یتفقهون فی غیر الدین یاکلون الدنیا کما یاکل النار الحطب الا ان النار مثوی لهم وبئس للظالمین منزلا رواہ الدیلمی عن صهیب

دیلمی نے صہیب سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے صہیب لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اسوقت امیر بکثرت ہونگے اور فقہا تھوڑے اور خطبہ پڑھنے والے بڑے جھوٹے دغاباز اور قاری ریاکار اور فریبی دین کو چھوڑکر اور اور باتوں میں تفقہ کرینگے اور دنیا کو اس طرح کھائینگے جس طرح آگ لکڑی کو کھاتی ہے لیکن یاد رکھو کہ ایسے لوگوں کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کو ہمیشہ بڑا ہی ٹھکانا ملا کرتا ہے دیکھو کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۲۱۴ - ہم دیکھتے ہیں کہ یہ ساری باتیں اس زمانہ میں پائی جاتی ہیں کن کن مکروں سے لوگوں کا مال کھایا جاتا ہے یہ امر زمانہ حال کے لوگوں پر مخفی نہیں لہذا زیادہ تفصیل کی ضرورت نہیں -

۲۴ - اس زمانہ کے علماء عامی لوگ ہونگے جو ایسی ایسی عبادتوں کے طریق نکال لینگے کہ شرک میں مبتلا ہو جائینگے مگر وہ اس کو شرک تصور نہیں کرینگے اور دجال اعور کے ساتھی ہونگے جسکی وضاحت حدیث ذیل سے ہوتی ہے -

یاتی علی الناس الزمان یکون عامتهم یقرأون القرآن ویجتهدون فی العبادة ویشتغلون

اسماعیلی نے اپنے معجم میں اور دیلمی نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ

یاھل البدع یشرکون من حیث لا یعلمون یاخذون علی قرائتھم وعلمھم الرزق یاکلون الدنیا بالدین وھم اتباع الدجال الاعور رواہ الاسماعیلی فی معجمہ والدیلمی عن ابن مسعود

وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک زمانہ آئیگا جبکہ عام لوگ قران پڑھینگے اور عبادت میں مجاہدہ کرینگے اور اہل بدعت کے ساتھ شغل رکھینگے اور اس طرح شرک میں مبتلا ہونگے کہ خود انکو شرک معلوم نہ ہوگا اور قرآن پڑھنے اور علم سے روٹیاں لیا کرینگے اور دین کے بدلے دنیا کمائینگے اور یہی لوگ دجال اعور کے تابعدار ہونگے دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۱۴۔

۴۴۔ آخری زمانہ میں ایک ایسی قوم برآمد ہوگی کہ رئیس کہلائینگے اور وہ جاہل ہونگے مگر لوگوں میں فیصلے کرینگے جس سے اور بھی پیچیدگی ہوجایا کریگی اس کا ثبوت اس حدیث سے ہوتا ہے۔

یخرج فی اخر الزمان قوم رؤساجھالا یفتون الناس فیضلون رواہ ابونعیم والدیلمی عن ابی ھریرۃ

ابونعیم اور دیلمی نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ آخری زمانہ میں رئیس جاہل پیدا ہونگے۔ کہ لوگوں کو فتوے دیا کرینگے جس سے وہ لوگوں کو بھی گمراہ کرینگے اور خود بھی بھول میں ہونگے دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۱۴

یہ امر بھی کیسا اظہر من الشمس ہے کہ آجکل کے اکثر رئیس ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں کیونکہ وہ کسی نہ کسی طرح سے دولت حاصل کرکے رئیس بنجاتے ہیں حالانکہ بالکل جاہل ہوتے ہیں اور عموماً لوگوں کے جھگڑے فیصل کیا کرتے ہیں جس سے لوگ اور بھی حق سے دور چلے جاتے ہیں۔

۴۵۔ اس زمانہ میں علم قران دنیا سے اٹھ جائیگا باوجودیکہ قران کریم موجود ہوگا جس کی تصدیق حدیث ذیل سے ہوتی ہے۔

یا ایھا الناس خذوا من العلم قبل ان یقبض العلم وقبل ان یرفع العلم قیل یا رسول اللہ کیف یرفع العلم وھذا القران بین اظھرنا فقال ای ثکلتک امک وھذہ الیھود والنصاری بین اظھرھم المصاحف لم یصبحوا یتعلقون بالحرف مما جاءت بہ انبیاءھم الا وان ذھاب

احمد بن حنبل اور دارمی اور طبرانی اور ابوالشیخ اپنی تفسیر میں اور ابن مردویہ ابی امامہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو علم کے قبض ہونے یا علم کے اٹھائے جانے سے پہلے کچھ علم حاصل کرلو۔ پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم علم کیونکر اٹھایا

العلم ان یذهب حملته ثلاث مرات رواه
احمد والدارمی والطبرانی وابو الشیخ فی
تفسیره وابن مردویه عن ابی امامة۔

جائے گا حالانکہ یہ قرآن شریف ہمارے درمیان
موجود ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے جواب
دیا کہ تیری ماں تجھے پیٹے کیا تو نہیں جانتا کہ یہودی
اور نصرانی باوجودیکہ صحیفے انہیں موجود ہیں لیکن پھر بھی اُن کو اُس تعلیم سے ذرہ بھی تعلق نہیں ہے جو تعلیم ان کے انبیاء لائے تھے خبردار یاد رکھو کہ علم کے چلے جانے سے مراد یہ ہے کہ علم پر عمل کرنیوالے نہیں رہینگے اس جملہ کو تین دفعہ فرمایا دیکھو کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۲۰۷

اس زمانہ میں مدت سے یہ بات دیکھی جارہی ہے کہ اہل اسلام میں قرآنی تعلیم کا ذرہ بھر اثر نہیں معلوم ہوتا جو جی میں آتا ہے کرتے ہیں حتےٰ کہ علماء بھی عمل بالقرآن سے محض عاری ہیں

۴۶۔ اس زمانہ میں مال حلال وحرام میں تمیز نہیں ہوگی یعنے لوگ اس بات سے عار نہیں کرینگے کہ آیا یہ مال جایز طریق سے حاصل ہؤا ہے یا ناجایز طریق سے۔ اسکی تصدیق اس حدیث سے ہوتی ہے

یاتی علی الناس زمان لایبالی الرجل من این
اصاب المال من حلال اوحرام رواه
النسائی عن ابی هریرة

امام نسائی حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں
کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ آدمی اس
بات کی پرواہ نہیں کرینگے کہ یہ مال کہاں سے آیا
حلال سے یا حرام سے دیکھو کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۳۲

یہ بات بھی کسی پر مخفی نہیں کہ آجکل طریق کمائی ایسے نکلے ہوئے ہیں کہ جن میں سراسر بے ایمانی اور دغا بازی ہے مثلاً رشوت ستانی یا رباخوری یا جھوٹے اشتہاروں کے ذریعہ مال حاصل کرنا وغیرہ وغیرہ۔

۴۷۔ میری امت پر بڑے بڑے فتنے آئینگے اور آخری فتنہ وہ فتنہ ہوگا کہ جس سے لوگ کفر میں گرفتار ہوجائینگے اور کوئی ان کا امام نہیں ہوگا اور نہ کوئی مستقل جماعت ہوگی اس کی تصدیق حدیث ذیل سے ہوتی ہے۔

تکون فی امتی اربع فتن یصیب امتی فی اخرها
فتن مترادفة فالاولی یصیبهم فیها بلاء یقول
المؤمن هذه مهلکتی ثم تنکشف الثانیة
یقول المؤمن هذه مهلکتی ثم تنکشف الثالثة

نعیم بن حماد کتاب الفتن میں حکم بن نافع سے روایت
بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ میری امت میں چار فتنے ہونگے اور یہ
فتنے آخری حصہ امت میں واقع ہونگے جو یکے بعد

كلما قيل انقطعت تمادت والفتنة الرابعة يصيرون فيها الى الكفر اذا كانت الامة ومع هذا امرة ومع هذا امرة ومع هذا امرة بلا امام وجماعة ثم المسيح ثم طلوع الشمس من مغربها ودون الساعة اثنان وسبعون دجالا منهم من لا يتبعه الا رجل واحد رواه نعيم بن حماد فى الفتن عن الحكم بن قانع بلاغا

دیگرے آئینگے جب پہلا فتنہ ظاہر ہوگا جس میں کوئی مصیبت ہوگی تو مومن کہے گا کہ یہ فتنہ تو مجھے ہلاک کرڈالیگا پھر جب دوسرا فتنہ رونما ہوگا تو مومن کہے گا اس سے میری ہلاکت ہے۔ پھر جب تیسرا فتنہ ظاہر ہوگا تو اس وقت لوگ کہیں گے اب اس کا خاتمہ ہوگیا مگر وہ ترقی پکڑیگا اور لمبا ہو جائے گا اور چوتھا فتنہ ایسا ہوگا کہ لوگوں میں کفر تک نوبت پہونچ جائیگی جب امت میں کبھی یہ کبھی وہ اور کبھی اور بات ہوگی اور نہ ان کا کوئی امام ہوگا اور نہ کوئی جماعت ہوگی تو اس وقت مسیح خروج کریگا پھر سورج مغرب سے طلوع ہوگا یعنے شریعت اسلامی جو بالکل متروک ہو چکی ہوگی مسیح کے آنے کے بعد زندہ ہو کر منور ہوگی اور قیامت سے پہلے ۷۲ دجال ہونگے کہ ایک شخص کے سوا کوئی پیروی نہ کریگا۔ دیکھو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹

یہ باتیں بھی واقع ہو چکیں اول مسلمانوں کے ہاتھ سے سلطنت کا چھن جانا اس کے بعد دجال کا دنیا میں پھیلجانا اس کے بعد طاعون کا نمودار ہونا پھر قحط سالی کا زور پکڑنا اور لوگوں کا بلا امام وجماعت ہونا کامل طور سے نظر آرہا ہے کوئی آدمی دوسرے کی عزت اور بزرگی کو تسلیم نہیں کرتا بلکہ اپنے نفس کو مقدم جانتا ہے جن لوگوں نے بظاہر امام بنا رکھے ہیں وہ فی الحقیقت اُن کو امام نہیں مانتے کیونکہ جب اپنے مزاج کے خلاف بات پاتے ہیں تو فوراً کنارہ کش ہو جاتے اور اُنکی بات کو عملی طور سے رد کر دیتے ہیں۔

۸۴۔ اسلام دنیا میں برائے نام ہوگا ہر ایک شعار اسلام بطور رسم ادا ہوگا حتے کہ علماء بدترین خلائق ہونگے جس کی تصدیق حدیث ذیل سے بخوبی ہوتی ہے

سيأتى على الناس زمان ما يبقى من القران الا رسمه ولا من الاسلام الا اسمه يتسمون به وهم ابعد الناس منه مساجدهم عامرة وهى خراب من الهدى فقهاء ذلك الزمان

حاکم نے تاریخ میں ابن عمر سے اور دیلمی نے معاذ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ قران میں سے سوائے رسم کے اور اسلام سے بجز نام کے کچھ نہ رہے گا۔

شر فقھاء تحت ظل السماء منھم خرجت الفتنة والیھم تعود رواہ الحاکم فی تاریخہ عن ابن عمر والدیلمی عن معاذ

اور وہ لوگ اسلام سے نہایت ہی دور جا پڑے ہونگے مسجدیں تو اُن کی بھر جایا کرینگی مگر وہ فی الحقیقت ہدایت کے نہ ہونے سے خراب ہونگے اس زمانہ کے فقہا آسمان کے سایہ کے نیچے سب سے خراب ہونگے اُنھی سے فتنے نکلا کرینگے اور انھی کی طرف عود کرینگے دیکھو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۳

یہ امر بھی کسی پر مخفی نہیں آجکل اسلام کی صورت ایسی بگاڑ دیگئی ہے کہ اس کو اسلام کہہ ہی نہیں سکتے صرف نام ہی نام ہے ورنہ ایک بات بھی اسلام کی اس وقت پائی نہیں جاتی اور جن شعار اسلام کا کہیں نام ونشان ہے بھی تو صرف رسم ورواج کے طور پر ہے ورنہ اس کی اصل حقیقت سے کچھ بھی دلچسپی نہیں دیکھی جاتی اور ان کو صرف اس واسطے نہیں مانا جاتا کہ اللہ تعالیٰ ہی نے اُن کے کرنے کا حکم دیا ہے بلکہ اس واسطے کرتے ہیں کہ ہمارے آبا و اجداد ایسا کرتے چلے آئے ہیں کوئی عظمت اسلامی شعار کی نہیں ہے سب سے بڑا شعار نماز تھی اول تو کوئی پڑھتا ہی نہیں ہزار میں سے بالاوسط ایک پڑھتا ہوگا اور ان پڑھنے والوں کی یہ حالت ہے کہ نہایت بے پرواہی سے پڑھتے اور ارکان نماز کو نہایت بد اسلوبی سے ادا کرتے ہیں اور اتنی پھرتی سے ۔ کہ گویا ایک مصیبت ہے جس کو وہ بصد مجبوری گلے سے اتارنا چاہتے ہیں یہ تو حال ہے اُن کا جو دیندار کہلاتے ہیں آجکل تعلیم یافتہ تو ان شعار اسلام کو زمانہ جہالت کا نشان قرار دیتے یا وحشیوں کے غیر مہذبانہ حرکات تصور کرتے ہیں رہے عامی وہ تو جانتے ہی نہیں کہ اسلام کس چیز کا نام ہے حتےٰ کہ کلمہ اسلام سے محض ناآشنا ہیں جب اہل اسلام کی یہ حالت ہو تو پھر اور کون سا وقت ہوگا کہ مسیح آئیگا کیا اس سے بڑھ کر کوئی گمان کر سکتا ہے کہ اسلام والوں کی اور بھی بد حالت ہو سکتی ہے اگر مسیح اسوقت نہ آتا تو پھر اس کے آنیکی ضرورت ہی کیا تھی ۔

۴۹- اس زمانہ میں لوگ دنیا کی باتیں مسجدوں میں کیا کرینگے اور خدا کے ذکر کی ذرہ بھی پرواہ نہ کرینگے سو اس امر کی تصدیق حدیث ذیل سے ہوتی ہے

یاتی علی الناس زمان یکون حدیثھم فی مساجد ھم فی امر دنیاھم فلا تجالسوھم فلیس اللہ فیھم رواہ الحسین الحلیمی عن الحسن مرسلا

حسین حلیمی نے حضرت حسن سے مرسلاً روایت کی ہے کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ وہ مسجدوں میں دنیا کی باتیں کیا کرینگے تم اُن کے ساتھ مت

بیٹھنا اور اللہ کو بھی انکی حاجت نہیں دیکھو کنز العمال جلد ٦ صفحہ ٤٦

اس حدیث کا مصداق بھی کامل طور پر مشاہد ہو رہا ہے عموماً مسلمان ذکر سے ایسے متنفر ہیں کہ ذکر اللہ کا ذرہ بھی خیال نہیں کرتے بلکہ جب دو چار جمع ہوئے تو دنیا کی باتوں میں مصروف ہوئے حتے کہ باہم جنگ وجدال تک نوبت پہونچ جاتی ہے۔

٥٠- اُس زمانہ میں ایسے لوگ ہونگے جنکی ہمت سراسر پیٹ پالنے کی طرف ہوگی اور وہ اس کو شرف سمجھتے ہونگے کہ اُن کے ہاں بہت مال ومتاع ہو اور اُن کا قبلہ اُنکی عورتیں ہونگی اور اُن کا دین صرف روپیہ ہوگا اسکی تصدیق پورے طور سے حدیث ذیل سے ہوتی ہے۔

یاتی علی الناس زمان ہمتہم بطونہم ودینہم دراہمہم ودنانیرھم اولئک شر الخلق لا خلاق لھم عند اللہ رواہ الدیلمی عن علی

دیلمی نے حضرت علی سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئیگا جبکہ اُنکی ہمت اُنکی شکم پروری اور ان کا شرف اُن کے مال واسباب اور اُن کا قبلہ اُنکی عورتیں اور اُن کا دین اُنکے درہم ودنانیر ہونگے۔ یہ لوگ بدترین خلائق ہونگے اور اللہ تعالی کے ہاں اُن کا کوئی قدر نہیں ہوگا۔ دیکھو کنز العمال جلد ٦ صفحہ ٤٦

یہ بات بھی کیسی صاف نظر آرہی ہے آجکل شریف وہی کہلاتا ہے جس کے پاس بہت دولت اور اسباب ہو اور عموماً لوگ پیٹ کی فکر میں لگے ہوئے ہیں ایک بھی ایسا نظر نہیں آتا جس کو آیتہ وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا پر ایمان ہو اور یہ بات بھی ایسی عام ہے کہ لوگ عورتوں کے متوالے ہو رہے ہیں ہر وقت خوبصورت عورتوں کی تلاش لگی ہوئی ہے ورنہ فسق وفجور سے تو بہت ہی کم لوگ ہونگے جو بچے ہوئے ہوں اور یہ امر بھی بالکل سچ ہے کہ لوگوں کو کہیں سے روپیہ پیسہ مِل جائے بس اسی کو غنیمت سمجھتے ہیں خواہ دین ہاتھ سے جائے۔

٥١- جب مسیح آئیگا تو تمام مذاہب مغلوب ہو جائینگے گو میری امت کے بعض لوگ مخالفان اسلام سے مقابلہ کرتے رہینگے اور وہ غالب بھی ہوتے رہینگے مگر آخری زمانہ یعنے مسیح کی جماعت کے لوگ تو بڑے ہی غالب ہونگے جس کی تصدیق حدیث ذیل سے ہوتی ہے

لا تزال طائفۃ من امتی یقاتلون علی الحق ظاھرین علی من ناواھم حتی یقاتل اٰخرھم الدجال رواہ احمد وابو داؤد والحاکم عن عمران

احمد بن حنبل اور ابو داؤد اور حاکم نے عمران بن حصین سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ مخالفوں پر غالب

بن حصین	آتا رہیگا یہانتک کہ آخری زمانہ یعنے مسیح کی جماعت

دجال پر بمقابلہ غالب آئیگی دیکھو کنز العمال جلد ٦ صفحہ ۲۳۲

۵۲ - اُس زمانہ میں مسجدیں اور پڑھنے والے تو بہت ہونگے مگر عالم علم دین کم ہونگے جسکی تصدیق حدیث ذیل سے ہوتی ہے -

یاتی علی الناس زمان علماءھا فتنۃ وحکماءھا فتنۃ تکثر المساجد والقراء لا یجدون عالما الا الرجل بعد الرجل رواہ ابونعیم عن بھز عن ابیہ عن جدہ	ابونعیم نے بھز سے اس نے اپنے باپ سے اُس نے اپنے دادا سے روایت کی ہے کہ لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا جبکہ ان کے علماء اور حکماء فتنہ ہونگے مسجدیں اور قاری بکثرت ہونگے مگر ایک

عالم دین بھی اُن کو نہیں ملے گا صرف عامی لوگ ہونگے دیکھو کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۴٦

اہل دنیا پر یہ بات بھی مخفی نہیں کہ مسجدیں اس کثرت سے شہروں میں موجود ہیں کہ جنکی انتہا نہیں اور حافظ قران اور لکھے پڑھے بیشمار آدمی دنیا میں ہیں مگر عالم ربانی بہت کم نظر آتے ہیں پھر کونسی وجہ ہے کہ مسیح نہ آتا۔

۵۳ - اس زمانہ میں مومن لوگوں سے اس طرح چھپا پھرے گا جس طرح آجکل منافق صحابہ کی جماعت سے چھپا پھرتا ہے۔ اسکی وضاحت حدیث ذیل سے ہوتی ہے

یاتی علی الناس زمان یستخفی المومن کما یستخفی المنافق فیکم الیوم رواہ ابن السنی عن جابر	ابن سنی نے حضرت جابر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ مومن لوگوں سے اس طرح چھپتا

پھرے گا جس طرح منافق آجکل تم سے چھپتا پھرتا ہے دیکھو کنز العمال جلد ٦ صفحہ ۴۲

یہ بات بھی اظہر من الشمس ہے کہ آجکل حضرت مسیح کی جماعت اسقدر کمزور ہے کہ لوگوں کے شر سے پناہ ڈھونڈتی پھرتی ہے بدمعاش سے بدمعاش لوگ بھی اُن کو گالیاں دیتے اور اُن کی عزت اور جان و مال پر حملہ کرتے ہیں مگر وہ اسمیں بھلائی سمجھتے ہیں کہ خاموش ہو کر چلے جائیں اور کچھ جواب نہ دیں -

۵۴ - اُس وقت تقارب زمان ہوگا یعنے ایسے سامان آسایش پیدا ہو جائینگے کہ ہر ایک چیز بہت جلدی میسر ہوسکیگی جسکی تصدیق حدیث ذیل سے ہوتی ہے -

لاتقوم الساعۃ حتی یتقارب الزمان فتکون السنۃ کالشہر وتکون الشہر کالجمعۃ وتکون الجمعۃ کالیوم ویکون الیوم کالساعۃ و تکون الساعۃ کاحتراق السعفۃ رواہ احمد ونعیم بن حماد عن ابی ھریرۃ	احمد بن حنبل ونعیم بن حماد نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہو گی جب تک زمانہ میں تقارب نہ ہو جائے یعنے یہ کہ ایک سال ایک ماہ کے برابر اور ماہ ایک ہفتہ کے برابر اور ہفتہ ایک دن کے برابر اور ایک دن

ایک گھنٹہ کے برابر اور گھنٹہ اتنے وقت کے برابر ہو گا جتنا کہ ایک سعہ کھوپری کے جلنے میں وقت لگتا ہے دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۷۷

اس امر سے بھی ہر ایک شخص واقف ہے کہ جب سے سٹیم یعنے بھاپ اور الکٹری سٹی یعنے بجلی وغیرہ سے کام لینے لگے ہیں جب سے اس قدر آسانی ہو گئی ہے کہ جو چیز سال میں میسر ہو سکتی تھی وہ اب مہینے میں اور جو چیز مہینے میں میسر ہو سکتی تھی وہ اب ہفتہ میں اور جو چیز ہفتہ میں میسر ہو سکتی تھی وہ اب دن میں اور جو دن میں حاصل ہو سکتی تھی وہ گھنٹہ میں حاصل ہوتی ہے ہمیں اس بارہ میں زیادہ دور جانیکی ضرورت نہیں ریل کے سفر کو ہی دیکھو یا طرح طرح کی کلوں کو دیکھو تو آپ کو تقارب زمانہ کا پورا حال منکشف ہو جائے گا اور اس سے یہ مراد ہرگز نہیں کہ انتظام قدرت میں فرق آجائے گا کیونکہ آیۃ ولا الشمس ینبغی لھا ان تدرک القمر ولا اللیل سابق النھار اسکی شاہد ناطق ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ تقارب زمان کی یہ تاویل دور از قیاس ہے تو ہم ایک امام جلیل القدر و محدث بے بدل کے معنے لکھ دیتے جو انہوں نے تقارب زمان کے کیے ہیں اور وہ یہ ہیں وقال الخطابی یتقارب الزمان حتی یکون السنۃ کالشہر وھو کالجمعۃ وھی کالیوم وھو کالساعۃ وھو من استلذاذ العیش کانہ دیکھو عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد ۱۱ صفحہ ۲۲۶

۵۵۔ اس زمانہ میں قلم یعنے تحریر کا بڑا زور ہو گا جس کی تائید حدیث ذیل سے ہوتی ہے۔

ان بین یدی الساعۃ تسلیم الخاصۃ وفشو التجارۃ حتی تعین المرأۃ زوجھا علی التجارۃ وقطع الارحام وظھور شھادۃ الزور و کتمان شھادۃ الحق وظھور القلم رواہ احمد والحاکم عن ابن مسعود	احمد اور حاکم نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ قیامت سے پہلے خواص کا عوام کی باتوں کا ماننا اور کثرت تجارت ہو گی یہاں تک کہ عورت اپنے خاوند کو تجارت میں مدد دیا کریگی اور قطع رحمی اور جھوٹی شہادت دینا اور سچی

شہادت کا اخفا اور قلم کا زور ہوگا دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۷۸

اس حدیث کی بھی کیسی صداقت ہو رہی ہے کہ آجکل جسقدر قلم یعنے تحریر کا زور ہے زمانہ سابق میں اسکی نظیر نہیں ملتی اس کثرت سے چھاپہ خانہ دنیا میں پیدا ہو گئے ہیں کہ جن کا شمار مشکل ہو گیا ہے ہر روز لاکھوں من کاغذ طبع ہو کر شائع ہوتا ہے کتابوں کو دیکھو رسالوں کو پڑھو اخباروں پر غور کرو اشتہاروں پر نگاہ کرو ہر روز دنیا کے مختلف کونوں سے اس کثرت کے ساتھ شائع ہوتے ہیں کہ اگر ان کو ایک جگہ جمع کیا جائے تو کوہ ہمالیہ سے کم بلندی میں نہ رہیں۔

۵۶- اس زمانہ میں تجارت و سفر کی نوبت یہاں تک پہونچ جائیگی کہ لوگ تمام دنیا کی کناروں تک پھر کر آجایا کرینگے اسکی تائید اس حدیث سے بخوبی ہوتی ہے۔

ان بین یدی الساعۃ تسلیم الخاصۃ وفشو التجارۃ حتی تعین المرأۃ زوجہا علی التجارۃ وحتی یخرج الرجل بمالہ الی اطراف الارض فیرجع فیقول لم اربح شیئا رواہ الحاکم عن ابن مسعود

حاکم نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت سے پہلے خواص کا عوام کے تابع ہونا اور تجارت کا یہاں تک پھیلنا ہوگا کہ عورت اپنے خاوند کی تجارت میں مددگار ہوگی اور آدمی اپنا مال لیکر زمین کے اطراف میں نکلے گا اور پھر واپس آ کر کہے گا کہ مجھے کچھ منافع نہیں ہوا دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۷۸

آجکل تجارت کا اس قدر زور ہے کہ کثیر التعداد آدمی اپنے گھروں سے نکلکر ایک طرف تو چین اور جاپان دوسری طرف یورپ اور امریکہ میں ادہر روس کے ملک اُدہر آسٹریلیا میں جاتے ہیں اور سالہا سال ان ممالک میں بسر کرتے ہیں اور بکثرت عورتیں اپنے خاوندوں کی تجارت میں شریک ہوتی ہیں جنکو شک ہو وہ بڑے بڑے شہروں میں خاص بندرگاہوں پر جا کر دیکھ لے۔

۵۷- اس وقت خواص لوگ یعنے علماء و امراء عوام کے تابع ہونگے جسکی تائید الفاظ حدیث ماقبل یعنے ان بین یدی الساعۃ تسلیم الخاصۃ سے ہوتی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ آجکل امراء و علما اپنے امارت اور اپنی علمیت اس بات میں منحصر رکھتے ہیں کہ عوام لوگ اُن سے راضی رہیں خواہ خدا و رسول ناراض ہی کیوں نہ ہو جائیں وجہ یہ ہے کہ جہالت عام ہے دین سے محض بے خبری ہے اور علماء کو لالچ اور طمع نفسانی نے حق کلمہ کے کہنے سے روک رکھا ہے اور امراء کو بوجہ عدم واقفیت شریعت اسلام سے بات دور ہی ہے عموماً فسق و فجور میں گرفتار ہیں لہذا وہ عوام کو کچھ کہہ

نہیں سکتے بلکہ وہ اس میں خیر سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ ہم سے راضی ہیں اور اس طرح ہماری عزت بنی رہے۔

۵۸۔ اُس زمانہ میں حکومت نصاریٰ کی ہوگی اسکی تائید حدیث ذیل سے ہوتی ہے۔

تقوم الساعة والروم اکثر الناس رواہ احمد وابوداؤد	احمد اور ابو داؤد نے روایت کی ہے کہ جب قیامت قائم ہوگی تو نصاریٰ سب سے زیادہ

ہونگے دیکھو مسالک العارف صفحہ ۵۰

اسکی وضاحت حجج الکرامہ میں یوں لکھی ہے کہ از انجملہ کثرت حکومت نصاریٰ است و مسلم از مستورد روایت کردہ کہ فرمود رسول خدا صلعم برپا شود قیامت و باشند روم بیشتر از ہمہ کس مراد بروم درینجا نصرانیانند کہ قریب زمانہ قیامت بسیار شوند و حاکم اکثر روئے زمین گردند و مصداق این خبر از مدت یک سال بلکہ زیادہ در عالم موجود و مشہود است دیکھو حجج الکرامہ

اور رسالہ حشریہ میں لکھا ہے چون جملہ علامات حاصل شود قوم نصاریٰ غلبہ کنند و بر ملکہائے بسیار متصرف شوند اب ناظرین پر مخفی نہیں کہ بہت سی علامات ظہور مسیح و مہدی ظاہر ہو چکی ہیں اور اقوام نصاریٰ بھی ممالک دنیا پر متصرف ہو چکی ہیں پھر کیونکہ ممکن تھا کہ مسیح دنیا میں نہ آتا پس وہ آگئے۔ مبارک وہ جنہوں نے اُن کو تسلیم کر لیا۔

۵۹۔ دجال سوائے مکہ اور مدینہ کل دنیا میں محیط ہو جائے گا جسکی تائید حدیث ذیل سے ہوتی ہے

عن انس بن مالک قال لیس من بلد الا سیطاہ الدجال الا مکۃ والمدینۃ لیس من نقابھا نقب الا علیھا الملائکۃ صافین یحرسونھا الحدیث رواہ البخاری	بخاری نے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ کوئی شہر ایسا نہیں رہیگا جس پر اُس کا گذر نہ ہوگا بجز مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے جنکے دروازوں میں کوئی ایسا دروازہ

نہیں ہوگا کہ جس پر فرشتہ حفاظت کے لئے صفیں باندھ کر نہ کھڑے ہونگے دیکھو بخاری مطبوعہ ہند صفحہ ۲۵۳۔

اب اس حدیث کے صداقت میں کون شک کر سکتا ہے سب کو معلوم ہے کہ اس زمانہ میں تمام روئے زمین پر دجالوں کا گذر ہو چکا ہے ایک شہر بھی نہیں جو انکے پاؤں کے نشانوں سے باہر ہو صرف مکہ اور مدینہ ہی اس وقت تک بچے ہوئے ہیں۔

۶۰۔ اس زمانہ میں حج بیت اللہ بند ہو جائے گا جس کی تصدیق حدیث ذیل سے ہوتی ہے

عن ابن مسعود لا تقوم الساعة حتی لا یحج البیت رواہ ابو یعلی والحاکم

ابو یعلی اور حاکم نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ جب تک حج بند نہ ہو قیامت قائم نہیں

ہوگی دیکھو منتخب کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۳ - چنانچہ فخر المحدثین مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب فاضل امروہی نے بھی لکھا ہے کہ یہ علامت پوری ہو گئی دیکھو مسلک العارف صفحہ ۴۸

یہ امر تو کسی پر مخفی نہیں رہا - کہ بوجہ طاعون تمام ممالک یورپ و ایشیا و افریقہ سے حج کی ممانعت شاہان وقت سے ہو چکی ہے اور چند سال سے غیر ممالک کے لیئے حج دشوار ہو گئی ہے -

۶۱ - اُس زمانہ میں وبا، طاعون بکثرت پھیلجائیگی - اس کی تائید مہدی نامہ مصنفہ قاضی القضاۃ مولوی ارتضا علیخاں سے جس کا ترجمہ مولوی غوث محی الدین صاحب نے اردو زبان میں کرکے ماہ ربیع الاول ۱۳۰۱ ہجری میں طبع کرکے شائع کیا ہے ہوتی ہے جس میں لکھا ہے اور وبا طاعون اکثر نمودار ہوگی دیکھو مہدی نامہ مطبوعہ مطبع مظہر العجائب مدراس صفحہ ۴۸ - نیز امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ مہدی ظاہر نہونگے جب تک لوگوں میں خوف شدید نہو طاعون نہ ہو - الحدیث دیکھو حدیث الغاشیہ صفحہ ۳۴۹

سو کون نہیں جانتا کہ مرض طاعون چند سال سے کس زور شور کے ساتھ دنیا میں پھیلی ہوئی ہے بالخصوص ہندوستان میں جہاں مہدی موعود موجود ہیں -

۶۲ - ایک سواری نکلے گی جس کی چال اونٹ کیسی ہوگی اور آواز گدھے کی سی اور وہ پانی اور آگ کے ذریعہ چلے گی اسکی تائید حدیث ذیل سے ہوتی ہے -

عن رافع بن بشر السلمی عن ابیہ یوشک ان تخرج نار من حبس سیل تسیر سیر مطیۃ الابل تسیر بالنہار وتقیم باللیل تغدو و تروح یقال غدت النار ایہا الناس غدوا قالت النار ایہا الناس فقیلوا راحت النار ایہا الناس فروحوا من ادرکتہ اکلتہ رواہ احمد وابو یعلی والبغوی والباوردی وابن

احمد اور ابو یعلے اور بغوی اور باوردی اور ابن قانع اور ابن حبان اور طبرانی اور حاکم اور ابو نعیم اور بیہقی نے رافع بن بشر السلمی سے اُس نے اپنے باپ سے روایت کی ہو کہ ضرور ایک رواں آگ جو پانی کے بند کرنے سے چلیگی اور اس کا چلنا اونٹ کی طرح تکر اگر چلنا ہوگا دن کو لیجائیگی اور رات کو ٹھہر اویگی صبح کو بھی چلے گی اور شام کو بھی چلیگی پیرا دمیوں کو کہ ہر وقت

قانع وابن حبان والطبرانی والحاکم وابونعیم والبیھقی کذا فی اشراط الساعۃ الکبری	چلے گی آواز ہوگی کہ لوگو وہ صبح کو چلے گی تم بھی چلو دوپہر کو چلی اور شام کو چلی اے لوگو تم بھی چلو۔

جس شخص کو پالیگی اُس کو کھالیگی مراد سب کو اپنے اندر بٹھالیگی اور کوئی بھی باہر نہ رہجائیگا دیکھو کنز العمال منتخب علامات کبری قیامت ومسالک العارف صفحہ ۱۵۔

یہ علامت ایسی ہو کہ شاید ہی دنیا میں ایسا شخص کوئی ہو گا جسکو دیکھنے یا چڑھنے کا اتفاق نہ ہوا ہو۔ ریل سے کون ناواقف ہے دنیا کا کوئی ملک اس سے خالی نہیں رہا۔ رسالہ مہدی نامہ ارتضا علی صاحب کے صفحہ میں لکھا ہے کہ اسکی سواری کو ۴۰ گز کا ایک گدھا ہوگا یہاں بھی مراد یہی ہے کہ اُسکی آواز گدھے کیسی مکروہ ہوگی ورنہ دنیا میں ۴۰ گز کا طول طویل گدھا کہاں سے پیدا ہوسکتا ہے۔ یہ ریل انیسویں صدی کے شروع حصہ میں ایجاد ہوئی اول بھاپ سے کام لینے والا مسٹر واٹ ہے اُس کے بعد سٹیفن سن نامی نے انجن ریل تیار کرکے کام لینا شروع کیا اور پھر رفتہ رفتہ ترقی ہوتے ہوتے ریلوے تیار ہوگئی سب سے پہلے ہندوستان میں انگلستان کی دو کمپنیوں نے ۱۸۴۵ء میں ٹھیکہ لیا اور ۱۸۶۴ء تک ۳۴۹۰ میل ریلوے بن چکی تھی۔ اول اول لارڈ ایلن برا کے زمانہ میں ریلوے کی تجویز ہوئی تھی لیکن کورٹ آف ڈائرکٹرز نے اس تجویز کو منظور نہ کیا۔ مگر بعد ازاں اُس کورٹ نے بزمانہ لارڈ ہارڈنگ بہادر کلکتہ سے دہلی تک ریلوے بنانے کی اجازت دی۔ سب سے پہلے ایسٹ انڈین اور گریٹ انڈین پننشولا ریلوے کو ترقی دیگئی اور بمبئی میں سب سے اول ریلوے ۱۸۵۳ء میں چلنے لگی اور ۱۸۶۵ء سے ۱۸۷۰ء تک کلکتہ کو لاہور سے ملا دیا گیا اور باقی جس قدر ریلوے تیار ہوئی ہیں وہ اسکے بعد ہوئی ہیں اور اب دنیا کا کوئی ملک اس سے خالی نہیں رہا۔ دیکھو سائیکلوپیڈیا آف انڈیا جلد ۷ صفحہ ۱۰ مصنفہ ای بلفورڈ صاحب

۶۳۔ رمضان شریف میں رات کے وقت ایک آواز آئیگی جس کے سننے اور قبول کرنے کی بڑی تاکید فرمائی گئی ہے چنانچہ وہ حدیث جس سے اسکی تصدیق ہوتی ہے حسب ذیل ہے۔

وعن ابی جعفر الباقر علیہ السلام قال انا کان الصوت فی شہر رمضان فی لیلۃ جمعۃ فاسمعوا واطیعوا رواہ نعیم بن حماد دیکھو مسالک العارف صفحہ ۲۱	نعیم بن حماد نے ابو جعفر باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب سنو کہ ایک آواز رمضان کے مہینے میں جمعہ کی رات کو ہوئی ہے تو اُس کو سنو اور قبول کرو

اس حدیث کا وقوعہ بھی ہوچکا چنانچہ ۱۴۔ رمضان المبارک ۱۳۱۰ ہجری مطابق ۲۔ اپریل ۱۸۹۳ء

بوقت شب حضرت مرزا صاحب مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مکاشفہ میں دکھلایا گیا کہ ایک نئی خلقت اور شمایل کا شخص ہے کہ گویا وہ انسان نہیں بلکہ ملائک شداد اور غلاظ میں سے ہے اور اسکی ہیبت دلوں پر طاری تھی اور وہ آن کر باواز بلند کہتا ہے کہ لیکھرام کہاں ہے۔ دیکھو برکات الدعا صفحہ اخیر ٹائیٹل پیج۔

۶۴۔ دن کے آخری حصہ میں ایک شیطانی آواز بلند ہوگی کہ فلاں شخص مظلوم مارا گیا جس کے بعد لوگوں پر مشکلات پیش آئینگی اور وہ فتنہ میں مبتلا ہونگے جسکی تصدیق حدیث ذیل سے ہوتی ہے۔

وفی اخر النہار صوت اللعین ابلیس ینادی الا ان فلانا قد قتل مظلوماً یشکل علی الناس ویفتنہم فکم فی الیوم من شاک تحیر فاذا سمعتم الصوت فی رمضان یعنی الاول فلا تشکوا انہ صوت جبریل وعلامۃ ذلک انہ ینادی باسم المھدی واسم ابیہ رواہ نعیم بن حماد

نعیم بن حماد نے روایت کی ہے کہ دن کے آخری حصہ میں ابلیس لعین آواز دے گا کہ فلاں شخص مظلوم مارا گیا اور یہ واقعہ لوگوں کو مشکلات اور فتنہ میں ڈالے گا اور بہت لوگ شک اور حیرت میں پڑینگے لیکن جب رمضان میں پہلی ہی سے ایک آواز سن چکے ہوگے پھر تم شک نہ کیجیو کیونکہ وہ آواز تو جبریل کی ہوگی اور وہ ایک علامت اس بات کی ہے کہ اس سے مہدی اور اس کے باپ کا نام بلند ہوگا۔ دیکھو اقتراب الساعۃ صفحہ ۱۰۸+

اِس حدیث کا مصداق روز روشن کی طرح ہو چکا جس کی کیفیت یوں ہے کہ لیکھرام پشاوری حسب پیشگوئی جناب مسیح موعود علیہ الصلوات والسلام ۶ مارچ ۱۸۹۷ء کو شام کے وقت یعنے دن کے آخری گھنٹہ میں مارا گیا اور ہندو اخباروں نے لکھا کہ مظلوم مارا گیا حتےٰ کہ شیخ محمد حسین صاحب بٹالوی المعروف بمولوی ابو سعید محمد حسین کی قلم سے بھی یہی لفظ مظلوم کا نکلا۔ اِس قتل کے موقع پر بہت سے لوگوں پر مشکلات پیش آئیں انجمن حمایت اسلام کے دفتر کی تلاشی ہوئی انجمن موصوف کی جنرل سکرٹری کی تلاشی لیگئی انجمن نعمانیہ کے سکرٹری مولوی تاج الدین صاحب کے گھر کی تلاشی ہوئی بمبئی وغیرہ مقامات میں لوگوں پر شبہ کیا گیا خود مسیح موعود علیہ الصلوات والسلام کے مکان کی تلاشی ہوئی اور کئی ایک لوگ مختلف مقامات پر اشتباہ میں ماخوذ ہوئے الغرض اشکال بھی واقعہ ہوا اور فتنہ بھی پڑا اور لوگوں میں اس موت کے وقوعہ سے شکوک بھی پیدا ہوئے اور حیرت بھی ہوئی لیکن اُن لوگوں کے ایمان تازہ ہوئے جو رمضان شریف کی آواز یعنے الہام کو سن چکے تھے کہ خدا کے مُنہ کی باتیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مُنہ

سے نکلے ہوئے کلمے پورے ہوئے والحمد للہ علی ذالک +

۶۵ - مہدی موعود کی ایک یہ علامت بھی ہے کہ اسکی جماعت کے لوگ ایسے ہونگے کہ باہم ایک دوسرے سے اُلفت کرینگے اور باوجود ایسی محبت اور الفت کسی کے چلے جانے پر نہ تو متوحش ہونگے اور نہ داخل ہونیکی خوشی سے چنداں اترائینگے جس کی تائید حدیث ذیل سے ہوتی ہے -

اخرج نعیم بن حماد عن محمد بن الحنفیۃ قال کنا عند علی فسالہ رجل عن المھدی فقال ھیھات ثم عقد بیدہ تسعا فقال ذالک یخرج فی آخر الزمان اذا قیل للرجل اللہ اللہ قال فیجمع اللہ لہ قوما قزعا کقزع السحاب یولف بین قلوبھم لا یستوحشون علی احد خرج منھم ولا یفرحون باحد دخل فیھم علی عدۃ اصحاب بدر لم یسبقھم الاولون ولا یدرکھم الآخرون وعلی عدۃ اصحاب طالوت الذین جاوزو معہ النھر

نعیم بن حماد نے حضرت محمد بن حنفیہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ ہم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ایک شخص نے اُن سے مہدی کی نسبت سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ ابھی بہت دور کی بات ہے پھر ہاتھ سے نو کی صورت بنائی اور کہا کہ وہ آخری زمانہ میں خروج کریگا۔ جبکہ آدمی کو کہا جائیگا کہ اللہ سے ڈر و اور جب وہ ظاہر ہوگا تو اس کے پاس اللہ تعالیٰ ایک ایسی جماعت جمع کرے گا جو ابر بہار کی طرح آنسو بہایا کریگی اور ان کے دلوں میں الفت ہوگی اور نہ وہ کسی کے جانے پر وحشت کرینگے اور نہ کسی کے آنے پر اترائینگے اور انکی تعداد اصحاب بدر کی تعداد کے برابر ہوگی نہ پہلے لوگ ان سے سبقت لے گئے ہونگے اور نہ پچھلے آنیوالے لوگ اُن کے مرتبہ کو پہونچینگے - اور وہ اصحاب طالوت کے برابر ہونگے جو انکے ہمراہ نہر سے پار اترے تھے - دیکھو ہدیہ مہدویہ صفحہ ۱۱۴

اِس حدیث سے حضرت مسیح موعود و مہدی معہود کی جماعت کی کیسی بزرگی اور شان معلوم ہوتی ہے جس قدر ان لوگوں کو امام ہمام سے محبت ہے اسکی نظیر آجکل کسی اور میں نہیں پائی جاتی حضرت اقدس کو کچھ تکلیف ہو یا وہ کچھ بیان اسلام کی حالت زار پر کریں تو واقعی ابر بہار کیطرح آنسو روتے ہیں اور باہم بھی روز بروز محبت میں ترقی کر رہے ہیں

۶۶ - اسلامی ملکوں میں کفر و فسق و فجور بہت پھیلے گا تب مہدی کا ظہور ہوگا دیکھو مہدی نامہ قاضی القضاۃ ارتضا علی خانصاحب صفحہ ۲ - سو یہ بات بھی کسی پر مخفی نہیں کہ اسلامی ممالک

میں کفر اور فسق و فجور کا اس قدر زور ہے کہ جس کی انتہا نہیں حتٰے کہ عرب کا مقدس ملک بھی اس سے بچا ہوا نہیں۔

۶۷۔ مخالفوں کا بلوا چو طرف سے مسلمانوں پر ہوگا دیکھو مہدی نامہ قاضی القضاۃ صفحہ ۲۔ سو کون نہیں جانتا کہ اس زمانہ میں مخالفوں کی طرف سے ہر طرف سے حملے مسلمانوں پر ہو رہے ہیں ان کے دین پر ان کے ایمان پر ان کی عزت پر ان کی جان پر ان کے اموال پر کفار کی طرف سے حملہ ہو چکے اور ہو رہے ہیں۔ کیا ابھی کچھ کسر باقی ہے۔

۶۸۔ اس وقت باطل مذاہب رواج پاوینگے دیکھو مہدی نامہ بالا صفحہ ۲۔ یہ بات بھی کامل طور سے پوری ہو چکی جن کا ذکر ہم گذشتہ فصلوں میں بخوبی کر چکے ہیں غرضیکہ بہت سے باطل مذاہب بڑے زور و شور کے ساتھ صفحہ دنیا پر قائم ہو گئے ہیں۔

۶۹۔ جھوٹی باتیں بُری بدعتیں اور امانتوں میں خیانت۔ رواج پائیگی۔ دیکھو مہدی نامہ متذکرہ بالا صفحہ ۲۔ سو جھوٹی باتوں اور بدعات سے اور امانتوں میں خیانت کا یہاں تک گرم بازار ہے کہ ذرہ ذرہ سے امور میں جھوٹ بولا جاتا ہے اور بدعات کی یہ حالت ہے کہ جو باتیں کفار کے ہاں پائی جاتی ہیں وہ سب کی سب بلا استثنا مسلمانوں میں دیکھی جاتی ہیں اور امانت میں خیانت کا یہ حال ہے کہ آجکل کے اگر مولوی بھی اس قابل نہیں سمجھے جاتے کہ ان کے سپرد کوئی امانت کیجاوے اور دیانت کے ساتھ واپس ہو سکے حتٰے کہ خاوند اپنی بیوی پر اور بیوی اپنے خاوند پر اعتماد نہیں کر سکتی اور نہ باپ اپنے بیٹے پر اور بیٹا اپنے باپ پر اعتماد کر سکتا ہے پھر کیوں کر مان لیا جائے کہ ابھی مہدی کے ظہور کا وقت نہیں آیا۔

۷۰۔ کافروں فاسقوں سے دوستی اور صالحوں سے دشمنی رواج پاویگی دیکھو مہدی نامہ متذکرہ بالا صفحہ ۲۔ یہ امر بخوبی ظاہر ہے کہ آجکل صالحین کے لئے کوئی جائے پناہ نہیں اُن سے سخت عداوت اور کینہ کیا جاتا اور کافروں اور فاسقوں کی اتنی عزت کیجاتی ہے کہ جس کی حد نہیں اور وہی لوگ ان کے ہم نوالہ و ہم پیالہ ہو رہے ہیں۔

۷۱۔ مسلمان باہم ایک دوسرے کو ایذا پہونچاوینگے دیکھو مہدی نامہ متذکرہ بالا صفحہ ۲۔ سو اس بات سے کون ناواقف ہے کہ مسلمان مسلمان کو ایسی ایسی ایذائیں اور تکلیفیں دیتے ہیں کہ جس کے لکھنے کی ضرورت نہیں کوئی ایسا مسلمان نظر نہیں آتا جس کو ایذا کا تجربہ نہ ہو چکا ہو حتٰے کہ قریب

قریب رشتہ اور پڑوسی بھی اس بات سے مستثنے نہیں ہیں۔

۷۲۔ شراب پینا۔ جوا کھیلنا۔ عورت سے عورت مرد سے مرد لواطت کرے گا دیکھو مہدی نامہ صفحہ ۲۔ یہ امر بھی سب پر روشن ہے کہ شراب کی اس قدر کثرت ہے کہ کوئی شہر کوئی گاؤں اس سے خالی نہیں علانیہ بر سر بازار شراب پی جاتی ہے جوا کا یہ حال ہے کہ کوئی شہر نہیں جہاں جوا نہ کھیلا جاتا ہو اور جوا کے اس قدر طریقے نکلے ہیں کہ لوگ خواہ مخواہ اُس میں شریک ہو سکتے ہیں لاکھوں آدمی اس مرض میں گرفتار ہیں۔ عورتوں کا عورتوں سے مساحقہ بھی ہوتا ہے جس نے تجربہ کرنا ہو لکھنؤ میں جا کر تحقیقات کرے گو اس سے کوئی بڑا شہر خالی نہیں رہا مرد کا مرد کیساتھ لواطت کرنا یہ تو عالمگیر ہے کوئی شہر اس سے مستثنے نہیں لیکن پشاور اس کے لئے بالخصوص مشہور ہے

۷۳۔ رشوت لینا۔ سود کھانا۔ رہزنی اور قتل کرنا رواج پا جائے گا۔ دیکھو مہدی نامہ صفحہ ۲۔ یہ سب باتیں بھی بر ملا دن دہاڑے ہو رہی ہیں رشوت اور سود کا اِسقدر گرم بازار ہے کہ اس سے بہت ہی کم ایسے لوگ ہونگے جو اُن سے بچے ہوئے ہوں اور رہزنی اور قتل بھی بکثرت ہوتی رہتی ہے خاصکر پچھلے چند سالوں میں اسقدر ڈاکے پڑے ہیں کہ لوگ چلّا اُٹھے تھے اور راستہ بند ہو گئے تھے اور قتل میں کوئی کمی نہیں رکھی گئی۔ تھوڑے تھوڑے لالچ میں آن کر جانوں کو بے رحمی سے قتل کیا جاتا ہے۔

۷۴۔ بے رحمی بے حیائی بہت ہو گی دیکھو مہدی نامہ صفحہ ۲۔ سو بیحیائی کا یہانتک حال ہے کہ بیٹا باپ سے بیٹی ماں سے۔ عورت خاوند سے بالکل حیا نہیں کرتی۔ اور بے رحمی کی یہ حالت ہے کہ اگر کوئی ہمسایہ کیسے ہی دکھ اور تکلیف میں ہو یا کوئی مسکین بھوک اور پیاس سے مر رہا ہو تو کوئی ان پر رحم نہیں کرتا۔

۷۵۔ غیبت۔ عیب جوئی۔ جھوٹی قسم کھانا۔ مکر سے شہادت دینا بکثرت ہو جائے گا دیکھو مہدی نامہ صفحہ ۲۔ یہ عیب بھی سارے کے سارے اس وقت کامل طور سے پائے جاتے ہیں عیب جوئی اور غیبت کا یہ حال ہے کہ کوئی مرد کوئی عورت کوئی جوان کوئی بوڑھا اس سے مستثنے نظر نہیں آتا۔ الّا ماشاء اللہ جہاں دو چار مرد یا دو چار عورتیں جمع ہوئیں تو جھٹ عیب جوئی اور غیبت میں مصروف ہو گئے کہ فلاں یوں ہے اور یوں ہے اور جھوٹی قسموں اور جھوٹی شہادتوں کا حال یہانتک ہے کہ سُن کر مومن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں بات بات میں جھوٹی قسمیں

کمائی جاتی اور اونے اونے بات میں جھوٹی اور مکر آمیز شہادت دیجاتی ہے +

۷۶۔ فحش گوئی۔ عورتوں کی تابعداری اور ماں باپ کی نافرمانی بہت ہوگی دیکھو مہدی نامہ صفحہ ۲۔ فحش گوئی کا حال سنو وہ انسان انسان اور عقلمند اور ہوشیار آدمی نہیں سمجھا جاتا جب تک اُس میں فحش گوئی ہیں لحال سنو لہذا مجمعوں میں حاضری کے وقت فحش گوئی ایک بڑا ہنر اور فن سمجھا جاتا ہے اور اگر کوئی مومن اُسوقت کوئی نیک بات کہدے تو اس کو بیوقوف یا ملنٹلا اولڈ فیشن کا آدمی کہہ کر ہنس دیتے ہیں۔ رہی عورتوں کی تابعداری سو یہ بھی اتم طور سے ظہور پذیر ہے لڑکے اپنے ماں باپ کی ذرہ بھی پرواہ نہیں کرتے۔ عورتوں کے ایسے گرویدہ ہیں کہ جو کہیں وہی مانتے ہیں اور ماں باپ کی باتوں کی قدر وعزت نہیں۔ بلکہ اُن سے بہت بدسلوکی کرتے ہیں گھروں سے نکالدیتے اور اکثر مارتے بھی ہیں اور اگر ماں باپ غریب ہوں تو انکی کچھ امداد نہیں کرتے

۷۷۔ دنیا کمانے کے لئے علم سیکھا جائیگا دیکھو مہدی نامہ صفحہ ۲۔ یہ بات بھی عام ہو رہی ہے جسقدر مدرسے دنیا میں قائم ہیں اُن میں طلباء دنیا کمانے کے لئے ہی علم سیکھتے ہیں جتنے کہ جو لوگ دین کے علوم حاصل کرنے کے مدعی ہیں اُن میں بھی ایک شخص ایسا نظر نہیں آتا جو دنیا کے پیچھے کتے کی طرح مارے مارے نہ پھرتا ہو بلکہ ایسے مکر و فریب سے دنیا کماتا ہے کہ دنیاوی علم حاصل کرنے والے بھی انکی کرتوتوں سے انگشت حیرت دانتوں میں چباتے ہیں +

۷۸۔ لوگ حریص۔ دغاباز۔ بہانہ جو ہوجائینگے دیکھو مہدی نامہ صفحہ ۲۔ یہ باتیں بھی اچھی طرح نظر آرہی ہیں۔ حرص لوگوں پر اسقدر غالب ہے کہ جائز و ناجائز مال پر ہاتھ مارتے ہیں جیسے کہ بعض مولویان زمان زانیوں اور رنڈیوں اور علانیہ سود کھلانے والوں اور رشوت ستانوں کی دعوتوں اور صدقات کو شیر مادر کی طرح حلال سمجھتے اور کھاتے ہیں اور دغابازی اور بہانہ جوئی کا یہاں تک حال ہے کہ جو دغاباز اور بہانہ جو ہو وہ بڑا ہی دانا اور مدبر مانا جاتا ہے اور کل امور میں اُن سے مشورہ لیا جاتا ہے +

۷۹۔ عمدہ عمدہ کام نالائقوں کے سپرد ہوگا دیکھو مہدی نامہ صفحہ ۲۔ یہ امر بھی کسی پر مخفی نہیں بڑے بڑے ذمہ واریوں کے کام نالائق آدمیوں کے سپرد ہیں اور جو ان کاموں کے اہل ہیں اُن کو نالائق سمجھا جاتا ہے +

۸۰۔ امت کے آخری لوگ اگلوں سے نفرت کرینگے دیکھو مہدی نامہ صفحہ ۲۔ یہ بات بھی بخوبی نظر

آرہی ہے روافض اہل سنت جماعت کے بزرگوں کو غیر مقلد مقلدوں کے بزرگوں کو اور مقلد غیر مقلدوں کے بزرگوں کو جو پہلے گذر چکے ہیں بہت نفرت کی نگاہ سے دیکھتے اور برا بھلا کہتے ہیں

۸۱- ہر عابد جاہل اور عالم بے عمل قاریان فاسق اور بیہودہ گو ہونگے دیکھو مہدی نامہ صفحہ ۲ یہ بات بھی کسی پر مخفی نہیں آجکل کے عابد زاہد عموماً جاہل نظر آتے ہیں اور علماء عموماً بے عمل ہیں الا ماشاء اللہ اور قاری سخت ہی فاسق اور بیہودہ گو ہیں منبروں پر چڑھ کر کیا کیا جھوٹے قصے اور لغو اور بیہودہ باتیں کرتے ہیں کہ جن کے سننے سے مومن کا دل کانپ جاتا ہے +

۸۲- مسجدوں کی تعمیر بہت ہوگی دیکھو مہدی نامہ صفحہ ۳- یہ امر بھی روز روشن کیطرح ظاہر ہے کہ شہروں اور گاؤں میں جتنے کہ سڑکوں پر مسجدیں تعمیر کیگئی ہیں +

۸۳- ولد الزنا بہت ہونگے دیکھو مہدی نامہ صفحہ ۳- زنا اس کثرت سے بڑھ گیا ہے۔ اکثر لوگ اس فعل شنیع میں گرفتار ہیں - بہت ہی کم لوگ ہیں جو زنا سے بچے ہوئے ہیں ورنہ آجکل بعض علماء اور بڑی بڑی گدیوں والے پیر اور صوفی بھی اس سے مستثنےٰ نظر نہیں آتے غیر اقوام کا حال ہی نہ پوچھئے ان کے ہاں زنا کوئی عیب ہی نہیں سمجھا جاتا لہذا اولاد زنا بکثرت ہے -

۸۴- شر فا کھیل بازی اور ناچ راگ رنگ میں مشغول رہینگے دیکھو مہدی نامہ صفحہ ۳- یہ امر بھی اپنے پورے معنوں میں پورا ہو چکا ہے کوئی امیر اور وہ شخص جسپر آجکل لفظ شریف بولا جاتا ہو کھیلوں اور ناچ اور راگ رنگ کے سننے سے خالی نہیں دن اگر شطرنج یا گنجفہ یا چوسر وغیرہ میں گزرتا ہے تو رات رنڈیوں اور معشوقوں کے ناچ اور راگ ورنگ میں بسر ہوتی ہے شاید ہی کوئی شریف خوش نصیب ہو گا جو ان حرکات ناشائستہ سے بری ہو -

۸۵- کمینے علم کی طرف مشغول ہو کر قضا اور افتا کی خدمت پر مامور ہونگے جو چاہیں گے حکم کرینگے رشوت لیکر لوگوں کا حق تلف کرینگے حاکموں کے لئے حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر دینگے دیکھو مہدی نامہ صفحہ ۳- یہ سب باتیں اسوقت کر اکثر قاضیوں اور مفتیوں میں پائی جاتی ہیں اکثر ان میں کمینہ لوگ ہیں جو علم پاکر مفتی اور قاضی بن بیٹھے ہیں جسکو چاہتے ہیں کافر قرار دیتے ہیں جسکی عورت کو چاہتے ہیں ناجائز قرار دیتے اور غیر منکوحہ کو منکوحہ اور منکوحہ کو غیر منکوحہ بیان کر دیتے ہیں یہ سب باتیں وہ طمع دنیاوی کی وجہ سے کرتے ہیں عہدہ داروں کے لئے حلال کو حرام یا حرام کو حلال نہایت رکیک طور سے کر دیتے ہیں +

٨٦۔ ناتے رشتے اور دوست آپسمیں شکایت کرینگے اور مال ناحق چھینینگے دیکھو مہدی نامہ صفحہ سو یہ ساری باتیں اسوقت پائی جاتی ہیں کوئی دوست کوئی رشتہ دار کوئی ناتے والا ایسا نظر نہیں آتا جو ایک دوسرے کی خلاف شکایت یا مصیبت نہ بیان کرتا ہو اور جس دوست یا رشتہ دار کو موقع ملجائے تو دوسرے دوستوں اور رشتہ داروں کے مال کو غبن اور خورد و برد کر جاتا ہے یہ شکایت عالمگیر طور سے پائی جاتی ہے +

٨٧۔ کاہن نجومی اور رمال کو سچا جانینگے اور قضا و قدر کو جھوٹا جانینگے دیکھو مہدی نامہ صفحہ ٣۔ اس وقت واقعی کاہنوں نجومیوں اور رمالوں کی باتوں کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور قضا و قدر سے لوگ عملاً منکر ہیں زیادہ تشریح کی ضرورت نہیں +

٨٨۔ زلزلے ہونگے۔ بجلیاں گرینگی۔ زمین شق ہوگی دیکھو مہدی نامہ صفحہ ٤۔ یہ سب باتیں گزشتہ چند سالوں میں ہو چکی ہیں کوئی اخبار نہیں جس نے ان واقعات کو لکھا ہو زلزلے شدید آئے۔ بجلیاں پڑیں جس سے جان و مال کا بہت نقصان ہوا۔ طوفان باد و باراں کے آئے جس سے بہت ہی نقصان ہوئے۔ کلکتہ و دارجیلنگ کے طوفانوں پر ہی غور کرو جو ان چار سالوں میں پے درپے ہوئے بہت سے مقامات پر زمین بھی شق ہوئی۔ ملک آسام میں چرچٹا شہر زمین میں دھس گیا جو ایک لاکھ آدمیوں کی پر آباد بستی تھی چرچٹا ایک بستی جو چھ ہزار کی تھی زیر زمین دھس گئی اور بہت سے مقامات پر زمین شق ہوگئی دیکھو اخبار عام لاہور مورخہ ١٢ نومبر ١٨٩٧ء اخبار مخبر دکن ٢ دسمبر ١٨٩٧ء

٨٩۔ قحط پڑیگا دیکھو مہدی نامہ صفحہ ٤۔ یہ قحط بھی چند سال تک دنیا کے مختلف حصوں میں رہا جس سے لاکھوں مویشی ہلاک ہوئے۔ لاکھوں آدمی بے خان و مان ہوگئے اگر مسیح موعود دعا نہ کرتا تو خدا جانے کہانتک نوبت پہنچتی +

٩٠۔ مرگ مفاجات ہوگی دیکھو مہدی نامہ صفحہ ٤۔ سو یہ امر بھی بخوبی ظاہر ہے مرض ہیضہ آئے دن نمودار ہوتی ہے اور طرح طرح کے امراض مہلک پیدا ہوجاتے ہیں جس سے ہزارہا جانیں تلف ہوتی ہیں +

٩١۔ وبا، طاعون اکثر نمودار ہوگی دیکھو مہدی نامہ صفحہ ٤۔ یہ بات بھی روز روشن کی طرح ظاہر ہے کیونکہ چار پانچ سال سے وبا، طاعون ملک ہندوستان میں بڑی شدت کے ساتھ پھیلی ہوئی ہے اور دیگر ممالک یعنے براعظم افریقہ و یورپ میں بھی ظاہر ہو چکی ہے اور ابھی تک اس کا خاتمہ نہیں ہوا۔ لاکھوں آدمی ہلاک ہو چکے ہیں اور اس خبیث وبا کی وجہ سے ملک میں ایک قیامت کا نظارہ

دکھلائی دیتا ہے کیونکہ لوگ اپنے خویش واقارب کو چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں ادھر سرکاری طور بھی گھر سے نکالے جاتے اُن کے اسباب ومکانات کو تلف کیا جاتا ہے غرضکہ ایک بُری حیثیت کا سامنا ہے

۹۲- اس زمانہ میں کتابیں اور کاغذ بہت ہونگے چنانچہ علی متقی اپنے رسالے مہدی میں لکھتے ہیں علامت دوم این ست کہ کتاب وکاغذ بسیار شوند چنانچہ بحد بیشماری نامے کسے نستانند" دیکھو مہدی نامہ قلمی علی متقی یہ امر ایسا ظاہر ہے کہ ہر کس وناکس اسکو مشاہدہ کر رہا ہے اس کثرت سے کتابیں دنیا میں پیدا ہوگئی ہیں کہ لوگ خرید نہیں سکتے اور کاغذ کی کثرت کا تو حساب ہی نہیں سینکڑوں مشینیں ایسی جاری ہیں جو ہر قسم کے کاغذ لاکھوں من روزمرہ تیار کرتی ہیں۔

۹۳- گانے بجانے والوں کی عزت ہوگی اور طالب علموں کی کچھ قدر نہ ہوگی چنانچہ علی متقی لکھتے ہیں" علامت سوم این ست کہ مطربان را ہمہ کس عزت دہند وطالب علم را نخواہند" دیکھو رسالہ مذکورہ یہ بات بھی بخوبی ظاہر ہے کیونکہ جسقدر رنڈیوں کی عزت ہوتی ہی طالب علموں سے نفرت ہے

۹۴- دانشمندوں کی کوئی عزت نہ ہوگی اور جس مجلس میں اللہ اور رسول کی کلام کا وعظ ہوگا۔ اس کو نفرت سے دیکھا جائیگا اور جو شامل مجلس بھی ہونگے تو وہ بھی دل سے تنگ ہو جائینگے۔ چنانچہ علی متقی یوں لکھتے ہیں" علامت ششم این ست کہ دانشمنداں را کسے دوست ندارد ومجلس قال اللہ وقال الرسول کنند چوں کسے بکند مسلمانان تنگ شوند واز دل وجان نشنوند" دیکھو رسالہ مذکورہ بالا۔ یہ امر بھی کسی پر مخفی نہیں اول تو ربانی علما ہی نہیں ہیں اور اگر کوئی ہے تو کوئی اُن سے وعظ نہیں سنتا اور اتفاقاً کہیں سن ہی پائیں تو تنگ ہو جاتے اور دل وجان سے نہیں سنتے بلکہ بھاگ جانا غنیمت سمجھتے ہیں +

۹۵- درویشوں کی عزت بہت کم ہوگی چنانچہ علی متقی لکھتے ہیں" علامت ہفتم این است درویشاں را کمتر دوست دارند وجاہلائے خود را مطرباں بدہند ومغرور شوند" دیکھو رسالہ مذکورہ بالا۔ یہ بات بھی دنیا میں عام ہے کہ آجکل درویشوں کو کم عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور زیادہ تر رنڈیوں کے مطربوں یا قوالوں کی عزت ہوتی ہے کپڑے اور دستاریں اتار کر دیجاتی ہیں +

۹۶- تھیٹر کے تماشہ بہت ہونگے چنانچہ علی متقی لکھتے ہیں" علامت نہم این ست کہ مرداں جامہائے زناں پوشیدہ بازی میکنند" دیکھو رسالہ مذکورہ بالا۔ یہ بات بھی بخوبی ظاہر ہے ہر شہر کلاں میں اس قسم کے تماشہ ہمیشہ ہوتے رہتے ہیں اور مرد عورتوں کا پارٹ عورت بنکر کھیلتے ہیں۔

۹۷- لوگ عورتوں سے زنا کرینگے اور پھر اس کے اظہار کو فخر سمجھیں گے چنانچہ علی متقی فرماتے ہیں کہ علامت دہم این ست کہ بیشتر مرداں بازناں فساد بکنند و باز آشکارا بکنند و شرم ندارند و از شومیت آن خیر و برکت از دنیا برود دیکھو رسالہ مذکورہ بالا سو یہ بات بھی عام ہے لوگ زنا کرتے ہیں اور پھر برملا اس کا اظہار کرتے ہیں اور ذرہ بھی شرم نہیں کرتے اور یہی وجہ ہے کہ صفحہ دنیا سے خیر و برکت رفو چکر ہے +

۹۸- بارش بے وقت آئیگی چنانچہ علی متقی لکھتے ہیں۔ علامت شانزدہم این است کہ باراں غیر منفصل بیارد و برکت از دنیا برود از تردد قحط شوند۔ دیکھو رسالہ بالا یہ بات بھی کامل طور سے مشاہدہ میں آرہی ہے کہ اکثر بارشیں بے موسم ہوتی رہی ہیں اور قحط بہت جلد برپا ہوتا ہے ہمیں زیادہ تشریح کی ضرورت نہیں ہر ایک شخص اس سے آگاہ ہے۔

۹۹ مسلمان باہم لڑینگے اور ایک دوسرے کو عداوت کی وجہ سے کافر کہیں گے چنانچہ علی متقی لکھتے ہیں علامت ہفتدہم این ست کہ مسلماناں بیکدیگر تباہ نہ و درمیان خود ہا بیفتند و کافر شوند نعوذ باللہ منہا دیکھو رسالہ مذکورہ بالا۔ یہ امر بھی ظاہر ہے کہ مسلمان باہم دنگہ فساد کرتے اور ایک دوسرے پر کفر کا فتوے لگا کر اپنے ہاتھوں کافر ہوتے ہیں۔

۱۰۰- بوڑھوں کے دلوں میں صدق نہیں رہیگا اور چھوٹے بڑوں کی عزت کرینگے علی متقی لکھتے ہیں علامت بست و یکم این ست کہ پیراں در دل صدق نماند بسبب آنکہ کسے ایشاں را حرمت ندارد دیکھو رسالہ مذکورہ بالا یہ بات بھی ظاہر ہے کہ بڑوں میں چھوٹوں کی نسبت محبت نہیں اور چھوٹوں میں بڑونکی نسبت عزت نہیں +

۱۰۱- عورتوں میں شرم اور مردوں میں مروت و حرمت نہیں ہوگی چنانچہ علی متقی لکھتے ہیں علامت بست و دوم این ست کہ زناں را شرم نباشد و مرداں حرمت و مروت ندارند۔ دیکھو رسالہ مذکورہ بالا یہ بات بھی عام ہے کہ فی الحقیقت آجکل دیکھا جاتا ہے کہ عورتیں بالکل شرم نہیں کرتیں اور مردوں کی حالت بھی افسوسناک ہے کہ اپنی عورتوں کے حقوق ادا نہیں کرتے بلکہ ان کو ذلت اور بے عزتی سے رکھتے ہیں +

۱۰۲- باپ کھانا کھاتا ہوگا تو بیٹے کو نہیں دیگا۔ اور بیٹا کھاتا ہوگا تو باپ کو نہیں دیگا چنانچہ علی متقی لکھتے ہیں علامت بست و پنجم این ست کہ پسر طعام خورد پدر را ندہد و پدر طعام خورد پسر

راند ہد دیکھو رسالہ مذکورہ بالا یہ بات بھی روزمرہ مشاہدہ ہو رہی ہے کہ باپوں کو بیٹوں کی الفت نہیں اور بیٹوں کو باپوں سے محبت نہیں رہی جو چاہتے ہیں کھاتے ہیں ایک دوسرے کو کم پوچھتے ہیں +

۱۰۳- لوگ بُرے کام کرینگے اگر ان کو بطور نصیحت مشورہ دیگا تو ان کو نہیں مانینگے چنانچہ علی متقی لکھتے ہیں کہ علامت بست و ہفتم این ست کہ مرداں کار ناپسند بکنند و اگر کسے گوید قبول نکنند دیکھو رسالہ مذکورہ بالا یہ بات بھی اکثر دیکھی جاتی ہے +

۱۰۴- جو بات کہینگے ریا اور نفاق سے کہیں گے چنانچہ علی متقی لکھتے ہیں علامت سی ام اینست کہ ہیچکس سخن نخواہد گفت مگر برائے نفاق دیکھو رسالہ مذکورہ بالا سو یہ امر بھی عام طور سے دیکھا جاتا ہے کہ جو کوئی بات کرتا ہے تو نفاق کا شعبہ ضرور رہتا ہے ہر ایک کام میں ریا نظر آتا ہے بہت ہی کم ایسے خدا کے بندے ہونگے جو ریا اور نفاق سے بری ہوں ورنہ عموماً یہ امراض سب میں پائے جاتے ہیں +

۱۰۵- عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہوگی چنانچہ علی متقی لکھتے ہیں علامت سی و دوم اینست کہ زناں بسیار شوند و مرداں کمتر دیکھو رسالہ مذکورہ بالا یہ بات بھی گذشتہ مردم شماری سے ثابت ہے

۱۰۶- آدمی جلدی بوڑھے ہو کرینگے اور اُنکے بال چھوٹی عمر میں سفید ہونے لگ جائینگے علی متقی لکھتے ہیں علامت سی و سوم این ست کہ مرداں زود پیر شوند و در پنج سال موئے سفید شوند دیکھو رسالہ مذکورہ بالا یہ امر بھی کسی سے مخفی نہیں آجکل انسان کے بال بہت جلد سفید ہو جاتے ہیں راقم نے بچشم خود تجربہ کیا ہے +

۱۰۷- ٹڈی بکثرت پیدا ہوگی چنانچہ علی حائری شیعی لکھتا ہے۔ علامت ظہور مہدی پیدا شدن ملخ بسیار بر وقت و غیر وقت۔ دیکھو رسالہ غایت المقصود جلد اول۔ یہ بات بھی واقعہ ہو چکی گذشتہ چند سالوں میں بکثرت ٹڈی دل پیدا ہو چکے ہیں جس سے نباتات کو سخت نقصان پہنچا ایک دفعہ اس کثرت سے یہ ٹڈی دیکھی گئی کہ ریلیں بند ہو گئیں اور جہاز رک گئے کیونکہ کئی کئی فٹ سڑک ریل پر اور سطح سمندر پر بیٹھ گئی تھیں جس سے آمد و رفت میں بڑی دقت ہوئی +

۱۰۸- خادم اپنے مالکوں سے برگشتہ ہو جائینگے چنانچہ علی حائری لکھتا ہے کہ ایک علامت ظہور مہدی بیروں شدن بندگاں از خدمت آقایاں خود است۔ دیکھو غایت المقصود جلد ۱۔ یہ بات عموماً پائی جاتی ہے کیونکہ آجکل خدام کی حالت غداری اور بیوفائی ہے +

۱۰۹- اُس زمانہ میں لوگوں کے دل ایسے خراب ہونگے کہ جن پر وہ اٹھے ہوئے ہونگے نہی

پر رہنا پسند کرینگے اور حق کو قبول کرنا ان کے لئے موت سے بڑھکر ہوگا جس کی تصدیق حدیث ذیل سے ہوتی ہے۔

تکون فتنۃ علی دخن قیل یا رسول اللہ ما ھدنۃ علی دخن قال قلوب لا تعود علی ما کانت علیہ ثم تکون دعاۃ الضلالۃ فان رایت یومئذ خلیفۃ اللہ تعالی فی الارض فالزمہ وان تھلک جسمک واخذ مالک وان لم تر فاضرب فی الارض ولوان تموت وانت عاض بجذل شجرۃ رواہ الطبرانی واحمد وابوداؤد وابویعلی وسعید بن منصور عن حذیفۃ

طبرانی اور احمد بن حنبل اور ابوداؤد اور ابویعلی اور سعید بن منصور نے حذیفہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں کے دل ایسے ہو جائینگے کہ جس بات پر جمے ہوئے ہونگے اُس سے نہیں ہٹینگے پھر گمراہی کے داعی بھی ہونگے ایسی حالت میں اگر تو خلیفۃ اللہ یعنے مامور من اللہ کو اُن ایام میں دیکھ لے تو لازم ہے کہ اسکا دامن پکڑ لے خواہ تیرا جسم ہلاک ہو جائے اور تیرا مال چھینا جائے اور اگر تجھ کو نظر نہ آئے تو دوسری جگہ چلا جا خواہ تجھے موت ہی کیوں نہ آجائے اور خواہ درخت کھجور پر تجھے لٹکا یا جائے دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۸۷۔

اس حدیث میں لوگوں کے دلوں کی حالت مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان کر دی ہے اور مشاہدہ دکھلا رہا ہے کہ جس قدر فرقے اس وقت موجود ہیں سب کے سب اپنی اپنی باتوں میں ایسے جمے ہوئے ہیں کہ ان سے ہٹنا نہیں چاہتے حتے کہ کل کے کل باوجود باہمی اختلاف کثیر کے ملکر مقابل میں مشورہ کرتے اور کفر کے فتوے لگاتے ہیں۔

۱۱۰ حقیقی بھائیوں میں دین کے متعلق اختلاف ہوگا جسکی تصدیق حدیث ذیل سے ہوتی ہے۔

لا تقوم الساعۃ حتے تناکر القلوب وتختلف الاقاویل وتختلف الاخوان من الاب والام فی الدین رواہ الدیلمی عن حذیفۃ

دیلمی نے حذیفہ سے روایت کی ہے کہ قیامت نہیں قائم ہوگی جب تک دلوں میں ایک دوسرے کا انکار اور باتوں میں اختلاف اور حقیقی بھائیوں میں مخالفت دین نہ ہو دیکھو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۸۳۔

یہ وہ علامات بینات ہیں جو ظہور مہدی کے لئے خود مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمادی تھیں جو شمس النہار کی طرح کھلے طور پر واقع ہو چکیں ان سے انکار کرنا گویا

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کلمات کی تکذیب کرنا ہے اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ ابھی اور بھی نشانات ہیں جو احادیث یا آثار سے ثابت ہیں جنکا ظہور اب تک نہیں ہوا تو اس کا جواب یہ ہے کہاں لکھا ہے کہ سب کے سب نشانات ایک ہی وقت میں ظاہر ہو جائینگے کیا یہ لازمی ہے کہ جب تک کل علامات ظاہر نہ ہولیں تب تک ایمان لانا ملتوی کیا جاوے ہرگز نہیں کیونکہ سنت اللہ یوں واقع ہے کہ بعض نشان پہلے اور بعض اُس نبی یا رسول یا مامور من اللہ کے بعد اور باقی رفتہ رفتہ اس کے زمانہ حیات میں ظہور پاتے ہیں یہ کبھی نہیں ہوا کہ سب کے سب نشان ظاہر ہو چکے ہوں اور پھر لوگوں نے تسلیم کیا ہو دور کیوں جائیں ہم سردار عالم فخر بنی آدم افضل الرسل و خاتم النبیین ہی کی نظیر پیش کرتے ہیں کہ بہت سے نشانات آنحضرت صلوٰۃ اللہ علیہ وسلامہ کی نسبت کتب سابقہ یعنے توریت و انجیل و زبور و دیگر صحف انبیاء میں مذکور تھے۔ منجملہ ان کے یہ نشان بھی تھا کہ وہ بادشاہ ہونگے ان کے ہاتھ میں ایک تلوار ہوگی جو دشمنوں کا کام تمام کریگی مگر جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں ہجرت کر کے گئے تو یہودیوں نے جو محض نبی آخر الزماں کی خاطر وطن مالوف کو ترک کر کے مدینہ میں آنکر آباد ہوئے تھے سب سے پہلے مخالفت کی کیونکہ انہوں نے دیکھا کہ بادشاہی کی کوئی علامت انمیں موجود نہیں بلکہ ایک بے سر و سامان انسان ہیں اسلئے وہ آنحضر رسل صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین کی شناخت سے محروم و بے نصیب ہو گئے لہذا مسلمانوں کو چاہئے کہ اس قصہ سے عبرت حاصل کر کے امام زمان کی مدد میں بلا چون و چرا حاضر ہو جائیں اور جسقدر علامات موجود ہیں یا ہو چکی ہیں ان سے فائدہ اٹھائیں باقیوں کے وقوعہ کا انتظار کریں ایسا نہو کہ یہودیوں کی سُنت پر عمل کر کے بے بہرہ و بے نصیب ہو جائیں۔

یہاں پر اس بات کا جتلا دینا ضروری ہے کہ مہدی کے متعلق جسطرح آنکی تعیین شخص و مولد و مقام ہجرت و حلیہ وغیرہ میں اختلاف ہے اسیطرح علامات کے متعلق بھی بہت اختلاف ہے کسی کتاب میں کچھ ہے اور کسی میں کچھ اصل حقیقت یہ ہے کہ بہت سی انمیں موضوع حدیثیں ہیں خاص کر کے لڑائی اور خونریزی کی جسقدر حدیثیں ہیں وہ سب بناوٹی ہیں کیونکہ جنگجو قوموں نے اپنی تلوار کی زور سے طاقت پیدا کر کے انکی منگ میں کسی کا مہدی لقب تجویز کر کے اپنے ارادوں اور خواہشوں کو پورا کرنا چاہا اسلئے ایسی ایسی حدیثیں بنا لیں اور یہی وجہ ہے کہ امام محمد اسمٰعیل بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے جو حدیث کے فن کے امام اور نقاد مانے جاتے ہیں اپنی کتاب صحیح بخاری میں جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے صرف وہی حدیث لائے ہیں جو جنگ کی مانع ہے یعنے وہ حدیث جسمیں یضع الحرب کی علامت مندرج ہے اور یہی قرآن کریم کی نص صریح حتے یضع الحرب اوزارہا کے مطابق ہے پس جسقدر جنگ کی حدیثیں آئی ہیں وہ سب وضعی و بناوٹی ہیں +

بارھویں فصل

اس بارہ میں کہ آیا قرآن کریم وکتب سابقہ واحادیث وآثار صحابہ یا اقوال آئمہ بھی ہیں جن سے صریح حضرت مرزا صاحب کے مسیح موعود اور مہدی معہود ہونے کی دلیل ملتی ہے

جب کثیر علامات ظہور مہدی کی ظاہر ہو چکیں - تو اب ہم اس فصل میں دکھلاتے ہیں کہ کوئی ایسی حدیثیں یا آثار یا اقوال آئمہ موجود ہیں - جن کا اطلاق خاص حضرت مرزا صاحب کی ذات پاک میں ثابت ہو - سو واضح ہو کہ جہاں تک ہم نے کتابوں کا مطالعہ کیا ان سے ثابت ہوتا ہے - کہ بعض ایسی آیات وحدیثیں وغیرہ بھی ہیں - جو بالخصوص حضرت مرزا صاحب کی ذات کے متعلق ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ فی الحقیقت یہی صاحب ہیں - جن کا وعدہ دیا گیا ہے - کہ وہ آخری زمانہ میں مسیح ومہدی معہود ہونگے - سنو اور غور کرو ہم مفصلہ ذیل میں درج کرتے ہیں +

(۱) وَّ اٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ سورۃ الجمعہ - یعنے ایک دوسرا گروہ بھی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتب سے فیض پائے گا - اور وہ لوگ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملحق ہو جائینگے - اور یہ بات خدا تعالے سے بعید نہیں - کیونکہ وہ عزت والا خدا ہے - جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے - اور غالب خدا ہے - جس امر کو کرنا چاہتا ہے - اُس کو کوئی روک نہیں سکتا - اور وہ حکیم ہے - اُس کا کوئی فعل عبث نہیں کہلا سکتا - جس کو قابل اور لائق سمجھتا ہے چن لیتا ہے - اس آیت کا شان نزول حدیث ذیل سے ظاہر ہے -

حدثنی عبد العزیز عبد اللہ قال حدثنی سلیمان بن بلال عن ثور عن ابی الغیث عن ابی ھریرۃ قال کنا جلوسًا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فانزلت علیہ سورۃ الجمعۃ وآخرین منھم لما یلحقوا بھم قال قلت من ھم یا رسول اللہ فلم یراجعہ حتی سال ثلثًا وفینا

بخاری نے ابو ہریرہ سے روائیت کی ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ سورہ جمعہ اور آئیت آخرین منھم لما یلحقوا بھم اُتری تو میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلعم وہ کون ہیں اس کا جواب نہ دیا یہاں تک کہ تین بار عرض کیا گیا - اس وقت ہم میں سلمان فارسی موجود تھے

سلمان الفارسی وضع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یدہ علی سلمان ثم قال لو کان الایمان عند الثریا لنالہ رجال او رجل من ھولاء رواہ البخاری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان پر اپنے ہاتھ رکھ کر کہا کہ اگر ایمان ثریا تک چلا گیا ہوگا۔ تو ان میں سے بعض شخص یا ایک شخص اُتار کر لائے گا۔ دیکھو بخاری مطبوعہ احمدی پریس

صفحہ ۷۲۷ پس اس آیت کے مصداق اہلِ فارس ہیں۔ ہم مفصل پیچھے بیان کر چکے ہیں۔ کہ حضرت مرزا صاحب فارسی النسل ہیں۔ جس کی تصدیق الہام الٰہی سے بھی ہو چکی ہے۔

(۲) ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون یعنے اللہ وہ ذات پاک ہے جس نے ہدایت اور دین حق کے ساتھ اپنے رسول کو بھیجا ہے تا کہ کل ادیان باطلہ پر اس کو غالب کرے۔ خواہ مشرک بُرا ہی مناویں۔ دیکھو سورہ صف۔ اس آیت کی نسبت قریباً سب مفسرین کا اتفاق ہے کہ غلبۂ دین مسیح کے وقت میں ہوگا۔ سو ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کے مقابل میں تمام ادیان باطلہ اس قدر عاجز آ گئے ہیں کہ کوئی اُن کے مقابل میں دم نہیں مار سکتا۔ اور حدیث ذیل بھی اس کی تائید کرتی ہے عن ابی ھریرۃ ویھلک اللہ فی زمانہ الملل کلھا الا الاسلام الحدیث رواہ ابی داؤد۔ یعنے ابوداؤد نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے۔ مسیح کے زمانہ میں اسلام کے سوا باقی سب مِلل باطلہ ہلاک ہو جائینگے۔ دیکھو ابوداؤد جلد صفحہ ۲۳۸ جلد ۲

(۳) حضرت مرزا صاحب کا نام غلام احمد ہے۔ اور اُن کا الہامی یا آسمانی نام احمد ہے۔ اور اسی نام احمد پر بیعت لیتے ہیں۔ جس کی تصدیق حدیث ذیل سے ہوتی ہے۔

لا تذھب الدنیا ولا تنقضی حتی یملک رجل من اھل بیتی یواطی اسمہ اسمی۔ اخرجہ احمد وابو داؤد والترمذی عن ابن مسعود دوسری روایت میں ہے رجل من امتی

احمد اور ابوداؤد اور ترمذی نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا ختم نہیں ہوگی۔ اور نہ گذر جائے گی تاوقتیکہ ایک شخص میرے اہلِ بیت یا امت سے پیدا نہ ہولے جو مالک ہو جائے اور جس کا نام میرے نام کے ساتھ ملتا ہوگا۔

نواب صدیق حسن خاں صاحب لکھتے ہیں کہ اکثر حدیثوں میں محمد اور بعض میں احمد نام آیا ہے۔ دیکھو اقتراب الساعۃ۔ صفحہ ۶۱۔

چونکہ اس زمانہ میں جنگ و جدال نہیں ہوتا تھا اس لئے احمد نام کا ظہور ظلی پر ہونا ضروری تھا لھذا اس مجدد کا نام احمد ہی صحیح ہے ⁂

۴۔ حلیہ بھی بالکل مطابق ہے۔ کیونکہ جو حلیہ حدیثوں میں آیا ہے۔ وہ سب انمیں پایا جاتا ہے۔ دیکھو حدیث ذیل۔

حدثنا ابراھیم بن المنذر انا ابو حمزة ثنا موسی عن نافع قال قال عبد اللہ ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوما بین ظھرانی الناس المسیح الدجال فقال ان اللہ لیس باعور الا ان المسیح الدجال اعور العین الیمنی کان عینه طافیة واراني اللیل عند الکعبة فی المنام فاذا رجل آدم کاحسن ما تری من آدم الرجال تضرب لمته بین منکبیه رجل الشعر یقطر رأسه ماء واضعا یدیه علی منکبی رجلین وھو یطوف بالبیت فقلت من ھذا فقالوا ھذا المسیح بن مریم ثم رأیت رجلا وراءہ جعدا قططا اعور عین الیمنی کاشبه من رأیت بابن قطن واضعا یدیه علی منکبی رجل یطوف بالبیت فقلت من ھذا فقالوا ھذا المسیح الدجال تابعه عبید اللہ عن نافع۔ رواہ البخاری

امام بخاری نے عبد اللہ سے روایت کی ہے کہ ایک روز لوگوں کے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر کیا۔ اور فرمایا کہ اللہ اعور نہیں ہے۔ اور مسیح الدجال دائیں آنکھ سے کانا ہے گویا کہ اس کی آنکھ کا ٹینٹ نکلا ہوا ہے۔ اور مجھے خواب میں رات کے وقت کعبہ کے نزدیک دکھلایا گیا۔ کہ ایک آدمی عمدہ گندمی رنگ ہے۔ جیسے کہ تم گندمی آدمی دیکھتے ہو۔ اُس کے سر کے بال اُس کے کندھوں کے مابین لٹکے ہوئے تھے۔ اور بالوں سے پانی ٹپکتا تھا۔ اور دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے تھا۔ اور بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا میں نے پوچھا کہ یہ کون ہے تو کہا گیا کہ یہ مسیح ابن مریم ہے۔ پھر میں نے ایک اور آدمی کو دیکھا۔ جس کے بال بہت گھرے تھے۔ اور دائیں آنکھ سے کانا تھا گویا اُس کی شبیہ ابن قطن سے ملتی تھی۔ ایک آدمی کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے تھا۔ اور بیت اللہ کا طواف کرتا تھا۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون ہے۔ تو کہا گیا کہ یہ مسیح الدجال ہے۔ دیکھو بخاری جلد اول صفحہ ۴۸۱۔

اس حدیث میں گندمی رنگ اور بال سیدھے بتائے گئے ہیں۔ یہ دونو باتیں حضرت مرزا صاحب میں موجود ہیں ⁂

صاحب اقتراب الساعۃ اپنی کتاب میں مہدی کا حلیہ یوں لکھتے ہیں:۔
گندم رنگ۔ گوشت کم۔ میانہ قد۔ کشادہ پیشانی۔ اونچی ناک۔ پتلا بانسا۔ کمان ابرو۔ دونو بھوں میں فرق۔ بڑی آنکھ۔ سیاہ چشم سرگین۔ چمکدار دانت۔ منہ ایسا روشن جیسے چمکتا تارہ۔ گھنی ڈاڑھی۔ کشادہ ران۔ رنگ عربی۔ بدن اسرائیلی۔ زبان میں بوجھ۔ دیکھو اقتراب الساعۃ صفحہ ۶۳۔ بعض اور الفاظ بھی ہیں۔ مگر چونکہ انھوں نے مختلف روایات سے لیکر حلیہ لکھا ہے۔ حالانکہ اکثر روایات مخدوش و موضوع ہیں۔ اس لئے اُن کے ہر لفظ کی تائید یا تصدیق نہیں ہوسکتی جو علامات ان میں نہیں ہیں۔ وہ پہلے بعض لوگوں میں پائی گئی ہیں۔ جنکا ذکر ہم مہدیوں میں کر آئے ہیں۔ اس لئے یہ سب باتیں جو ہم نے اوپر لکھی ہیں۔ وہ سب موجود ہیں۔ جس نے دیکھنی ہوں خود آنکر دیکھ لے:

۵۔ دمشق سے عین مشرق کو حضرت مرزا صاحب کا نزول فرمانا۔ جیسے کہ حدیث ذیل سے ظاہر ہے:

ینزل عیسے بن مریم عند المنارۃ البیضاء شرقی دمشق۔ رواہ الطبرانی عن اوس بن اوس۔ طبرانی نے اوس بن اوس سے روایت کی ہے کہ عیسے بن مریم دمشق کی مشرق کی طرف ایک روشن منارہ کے قریب نازل ہوں گے۔ دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۰۲۔

دوسری حدیث میں ہے۔ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال رأیت ابن مریم یخرج من تحت المنارۃ البیضاء شرقی دمشق رواہ ابن عساکر دیکھو کنز العمال۔ یعنے ابن عساکر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ میں ابن مریم کو منارۃ البیضا کے نیچے سے جو دمشق کی شرقی کی طرف ہے۔ نکلتے ہوئے دیکھا ہے۔

یہ امر بھی روز روشن کیطرح ظاہر ہوگیا۔ کیونکہ قادیاں شہر دمشق سے عین مشرق کی طرف ہے۔ کرہ ارضی دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ قادیاں اور دمشق ایک ہی خط عرض بلد پر واقع ہیں صرف آدھے درجہ کا فرق ہے۔ اور یہی فرق لفظ عند جو حدیث میں ہے۔ ظاہر کرتا ہے۔ کیونکہ حدیث میں بھی کوئی ایسا لفظ نہیں۔ جس سے انکا ایک ہی خط میں ہونا پایا جائے۔ قادیاں عرض بلد کے ۳۲ درجے سے کیقدر اوپر ہے۔ اور دمشق ۳۳ درجے سے کسی قدر نیچے۔ دیکھو کرہ ارض۔ مزید براں یہ بات صرف احادیث ہی سے ثابت نہیں۔ بلکہ توریت شریف سے بھی ظاہر ہے۔ دیکھو کتاب یسعیاہ نبی باب ۴۱۔

خاموش ہو جاؤ میرے آگے اسے جزیرد امت از سرِ نو سر سبز ہوگی - اور قوت پکڑیگی - وے قریب پہنچینگے - پھر سب ایک بات پر متفق ہوں گے - ہم فیصلہ کے قریب آئینگے - کس نے مبعوث کیا مشرق کی طرف سے صادق کو

۶ - دین کے علم کا اس بزرگ کے ذریعہ سے اشاعت پانا جیسے کہ حدیث شریف میں آیا ہے چنانچہ فصل الخطاب میں لکھا ہے -

وقد جاء فی الخبر انہ سیظھر العلم فی آخر الزمان ویقتل الناس سعلیٰ الله سبحانہ حتیٰ تتم حجۃ الله علیٰ عبادہ -

حدیث میں آیا ہے کہ آخری زمانہ میں اللہ تعالےٰ علم ظاہر کریگا - اور لوگ امر اللہ یعنے امام کے ساتھ جھگڑا کریں گے - یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ اپنے بندوں پر حجت پوری کردے گا - دیکھو فصل الخطاب صفحہ۱۱

اب ہم دیکھتے ہیں کہ سوائے حضرت مرزا صاحب کے کون شخص ہے جس نے علم کے اسرار کو اس قدر افشا کیا ہو - اور جس نے کل مخلوقات پر حجت پوری کرکے الزام کیا ہو صرف یہی ایک جوان مرد ہیں - جن کے سر پر اس فخر کا تاج پہنایا گیا ہے -

۷ - کسر صلیب بھی اسی امام برحق کے ہاتھ سے ہوئی ہے - جیسے کہ حدیث بخاری میں وارد ہے والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل ابن مریم حکما عادلاً - یکسر الصلیب الحدیث سو کون نہیں جانتا کہ جس قدر صلیبی مذہب کے بخئے اس بزرگ نے اُدھیڑے ہیں - ابتدائے دنیا سے اس وقت تک اُس کی نظیر نہیں ملتی - جس قدر دنیا میں لارڈ بشپ و بشپ تھے - سب کو مدعو کیا - مگر کسی نے اس طرف رخ نہیں کیا - حال ہی کا ذکر ہے کہ بشپ پنجاب نے خود ہی مسلمانوں کو للکارا اور علانیہ اسلام کے برخلاف لکچر دیئے - جب اسلام کے نامی پہلوان یعنے حضرت مرزا صاحب نے اُن کو مخاطب کیا - تو ایسا دم دبا کر بھاگا کہ لاہور چھوڑ کر شملہ چلا گیا - اور وہاں سے صاف انکار لکھ بھیجا کہ میں اُن کو مخاطب کرنا - اور اُنسے بحث کرنا ہرگز نہیں چاہتا - یہ کیوں ایسا کیا اس کی وجہ بجز اس کے اور کوئی نہیں کہ وہ خوب جانتا تھا کہ اس کا مقابلہ آسان امر نہیں ہے بلکہ سوائے شکست عظیم کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا - اسواسطے صاف منکر ہوگیا - حالانکہ ہندوستان بھر کی کل انگریزی اخبارات نے زور بھی دیا کہ بحث کا ہونا بڑا ضروری ہے - لیکن اگر بشپ صاحب کی جان ہوتی تو کیوں خاموش رہتے - سچ ہے جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا

۸- قتل خنزیر بھی انہی کے ہاتھوں سے ہوا۔ جیسے کہ حدیث میں تھا یقتل الخنزیر۔ ہم اس بارہ میں مفصل پہلے لکھ چکے ہیں۔ دیکھو صفحہ۔

۹- یکون فی اٰخر الزمان خلیفة یقسم المال ولا یعدہ رواہ احمد ومسلم من ابی سعید وجابر۔ یعنے احمد بن حنبل اور مسلم نے ابو سعید اور جابر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخری زمانہ میں ایک خلیفہ ہوگا کہ مال تقسیم کرے گا۔ اور اس کو شمار نہیں کرے گا۔ دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۸۶۔ یہ صفت بھی بالخصوص حضرت مرزا صاحب میں پائی جاتی ہے کہیں سے روپیہ آئے یا جسقدر لوگوں کو روپیہ دیتے ہیں۔ کبھی بھی اُس کا حساب وکتاب نہیں رکھتے۔ اگر کسی خادم نے حساب کا کاغذ بنا کر اُن کے پاس بھیجا بھی ہے۔ تو پھر بھی زبانی دریافت فرمایا ہے۔ کہ مجھ کس قدر دینا ہے۔

بعض نادانوں نے اعتراض بھی کئے ہیں کہ یہ حساب کیوں نہیں رکھتے۔ اگر ان کو یہ علم ہوتا کہ مہدی موعود کی صفت خاصہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۳ سو برس پہلے ہی بتادی تھی کہ وہ حساب وکتاب نہیں رکھیں گے۔ تو کبھی بھی یہ بات زبان پر نہ لاتے۔ امید ہے کہ اب وہ اس بات کو سنکر نادم ہوں گے۔ اور خدا تعالے سے اپنے گناہوں کی معافی چاہینگے۔ کہ اس کے ایک فرستادہ پر اپنی نادانی سے ناحق بدظنی کرکے مرتکب گناہ ہوئے۔

۱۰- ظلم اور جور کو اٹھا کر اُس کی جگہ عدل وانصاف سے زمین کو اس امام برحق نے بھر دیا ہی جیسے کہ حدیث نبوی میں وارد تھا۔

المھدی اجلی الجبھة اقنی الانف یملاء الارض قسطاً وعدلاً کما ملئت جوراً وظلماً یملک سبع سنین رواہ ابو داؤد والحاکم عن ابی سعید جلد ۶ صفحہ ۱۸۶۔

ابو داؤد اور حاکم نے ابو سعید سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہدی روشن پیشانی والا اور اونچی ناک والا ہے۔ زمین کو عدل اور انصاف سے ایسا ہی بھر دے گا۔ جس طرح وہ ظلم اور جور سے بھرپور تھی۔ سات سال کے لئے مالک ہوگا۔ دیکھو کنز العمال

اہل دانش پر یہ امر مخفی نہیں کہ ظلم دو ہی قسم کا ہوتا ہے۔ ایک حق اللہ کی نسبت ظلم اور دوسرا حق العباد کی نسبت ظلم۔ سو یہ دونوں ظلم اس وقت صفحہ دنیا پر کمال درجہ تک پہنچے ہوئے تھے۔

حق اللہ کا ظلم تو یہاں تک تھا کہ غیر مذاہب کا ذکر کیا تو درکنار۔ خود وہ قوم جو مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتی تھی۔ اور بالخصوص وہ فرقہ جو خالص موحد ہونے کا مدعی تھا۔ اُن کے اعتقادات کی یہ حالت تھی کہ مسیح جیسے عاجز انسان کو خدائی کی صفات دے رکھے تھے۔ اُس کو محی و ممیت۔ حی و قیوم اور خالق اور شافی خدا ہی کی طرح یا اُس سے کسی قدر کم مانتے تھے۔ اور ایک کافر دجال اعور کی نسبت انکا یہ ایمان تھا کہ گویا خدا تعالیٰ اُس کو کچھ عرصہ یعنے ۴۰ سال کے لئے اپنی خدائی کے کل اختیار دیدیگا اور وہ جس کو چاہے گا زندہ کریگا۔ اور جس کو چاہے گا مار ڈالیگا۔ جس کی نسبت پسند کرے گا روٹیاں دیگا جس کو چاہیگا بھوکا رکھے گا۔ جس کی کھیتی میں چاہیگا بارش برسائیگا۔ جس کی کھیتی کو چاہے گا پانی روک کر خشک کردے گا۔ مردوں کو زندہ بھی کرے گا۔ اور زندوں کو مارے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ دوزخ اور بہشت بھی ہوگا۔ جسے چاہیگا دوزخ میں ڈالیگا۔ اور جسے چاہیگا بہشت میں داخل کریگا۔

غرض اس قسم کے اعتقادات مسلمانوں کی ذریت میں تھے۔ ان فاسد اعتقادات کو اس امام برحق نے پاش پاش کرکے خدائے قادر ذوالجلال کی عزت اور جبروت کو ازسر نو دنیا میں قائم کر دکھایا۔ اور بتادیا کہ بیچارہ مریم کا بیٹا عام مخلوق کی طرح رحم مادر میں ۹ ماہ تک رہکر اور خون حیض سے پرورش پاکر ولادت کے دکھ و درد کو سہ کر اور پھر معمولی انسانوں کی طرح بچپن سے جوانی تک کھانے اور پینے اور ہگنے اور موتنے اور سونے اور اُٹھنے کا محتاج رہکر صلیب یہود پر میخوں سے مضروب ہوکر ہاتھوں کے زخموں کا درد برداشت کرکے مرہم حواریین سے شفا پاکر گلیل میں چھپتا ہوا پھر کر براہ نصیبین و کوہ نعمان پنجاب سے ہوتا ہوا کشمیر اور تبت میں ایک دراز عمر کے بعد جان بحق تسلیم ہوا۔ اور سری نگر محلہ خانیار میں ابتک ایک قبر میں خواب استراحت کر رہا ہے۔ اور دجال کی نسبت دکھا دیا کہ وہ ایک بھاری افسون گر تھا جس نے اپنی بڑی بڑی تدابیر سے مخلوقات خدا کے دلوں میں خدائے لایزال کی عظمت کو اوٹھا کر اپنی عظمت بٹھا دی تھی۔ اس امام برحق نے آتے ہی آسمانی حربہ سے جادوئے فرنگ کو ایسا پاش پاش کر دیا کہ اُن کا نشان ہی مٹا دیا۔ اور دجال کی حالت یہاں تک مرعوب ہو رہی ہے کہ وہ اس امام ربانی سے چھپتا پھرتا ہے۔ بلکہ مخبر صادق کے منہ سے نکلے ہوئے کلمات کی کہ دجال مسیح کے خوف سے پگھلتا جائے گا۔ کامل طور سے صداقت ہو رہی ہے۔ اس وقت پادری لوگ اس قدر مرعوب ہو گئے ہیں کہ چیخ اُٹھے ہیں اور اس امام سے تو الگ اُس کی جماعت کے افراد سے بھی بھاگتے پھرتے ہیں اور یہ یاد رہے کہ دجال صرف یہی لوگ نہیں۔ بلکہ وہ سب دجال ہیں۔ جن میں دجالیت آگئی ہے

اور یہ بات کسی پر مخفی نہیں کہ اس وقت دنیا میں کس قدر مکر و فریب ہر کاروبار میں داخل ہو گیا ہے اور بہت ہی کم افراد نظر آتے ہیں کہ جن میں دجالیت نہ پائی جاتی ہو۔ سو دیکھتے ہو کہ امام برحق کی دعا و صحبت سے کس طرح دجالیت رفو چکر ہو رہی ہے۔

(۲) حق العباد کا ظلم سو اس کو اس طرح اُٹھایا کہ اول مسلمانوں کے دلوں میں قرآن کریم کی عظمت بٹھانی شروع کی۔ کیونکہ لوگ قرآن کریم کی تعلیم سے بہت دور جا پڑے تھے۔ اور حقوق عباد کی ذرہ بھی پرواہ نہیں رکھتے تھے۔ وراثت اناث تو گویا دنیا سے بالکل اُٹھ چکی تھی۔ مساکین و یتامیٰ کی نگرانی مفقود تھی۔ دیانت اور امانت کا نام و نشان نہیں تھا۔ چوری جبر ستانی۔ رشوت وغیرہ کا بڑا ہی گرم بازار تھا۔ غرض اس طرح سے حقوق عباد تلف ہو رہے تھے۔ اور اس امام پاک نے رفتہ رفتہ اپنے انفاس طیبہ کی برکت و تاثیر سے ایک جماعت تیار کی۔ جن سے ان سب باتوں کی صفائی کرائی اور اب خدا کے فضل سے یہ جماعت روز بروز ترقی کر رہی ہے۔ اور عنقریب وہ وقت آتا ہے۔ کہ تمام روئے زمین پر اس جماعت کو غالب دیکھینگے۔ اور سب ظلمات دنیا سے مفقود ہو جائینگی۔

۱۱۔ ایک چھپی ہوئی کتاب کا جس میں ۳۱۳ نام درج ہیں۔ اس امام برحق کے زمانہ میں ظاہر ہونا اس امر کی کافی دلیل ہے۔ کہ یہی بزرگ تھے۔ جن کی نسبت مخبر صادق نے خبر دی تھی۔ چنانچہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:۔

یخرج المھدی من قریۃ یقال لھا کدعۃ و یصدق اللہ تعالے و یجمع اللہ تعالی من اقصے البلاد علی عدۃ اھل بدر بثلاث مائۃ وثلاثۃ عشر رجلا و معہ صحیفۃ مختومۃ فیھا عدد اصحاب باسمائھم و بلادھم رواہ	مہدی ایک گانو سے جس کا نام کدعہ یعنے کدیہ یا کادیاں ہے نکلے گا۔ اللہ تعالے اُس کی تصدیق کریگا۔ اور اُس کے پاس دور دراز شہروں سے اس قدر لوگ جمع کریگا جس قدر کہ بدر کے اصحاب تھے یعنے ۳۱۳ اشخاص ہوں گے۔ اور اس کے ساتھ ایک کتاب مطبوعہ ہوگی جس میں اُس کے اصحاب کے نام اور ان کے شہروں کے نام درج ہوں گے۔ دیکھو صفو

یہ پیشگوئی کامل طور سے پوری ہوئی۔ کیونکہ ۳۱۳۔ نام مطبوعہ اس امام کے وقت میں ظاہر ہوئے دیکھو کتاب انجام آتھم جس میں وہ نام معہ ہمارے سکونت کے درج ہیں۔ الحمد للہ کہ راقم آثم کا نام معہ اہلیہ اس میں درج ہے۔

۱۲- اس امام کا قادیان سے برآمد ہونا جیسے کہ حدیث سے ظاہر ہے- یعنے یخرج المہدی من قریتہ یقال لہا کدعہ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بیان کیا تو سُننے والوں نے اُس کو بوجہ عجمی نام ہونے کے پورا ضبط نہیں کیا- اور چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی ربانی سے انہی الفاظ میں جو عرف عام میں مشہور تھے- یعنے کادیاں ظاہر کیا گیا- اور چونکہ نون غنہ زبان عرب میں نہیں ہوتا- اس لئے ہائے مختفی سے ادا کیا گیا- اور ہائے مختفی عموماً نون غنہ کے طور پر پڑھی جاتی ہے- جیسے خامہ- پروانہ میں- بجائے ہائے اظہار کے نون غنہ پڑھا جاتا ہے- گویا یوں ہوتا ہے- خاماں- پرواناں- اور راوی کو بجائے ہائے کے عین ظاہر کرنا پڑا- یہ بوجہ عجمی ہونے کے یاد سے جاتا رہا- لھذا کچھ شک نہیں کہ مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قادیاں ہی سے تھی +

۱۳- اس امام کے واسطے نماز جمع کیجاتی ہے- جیسے کہ حدیث نبوی میں آیا ہے-

اخرج احمد عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینزل عیسے ابن مریم فیقتل الخنزیر ویمحوا الصلیب ویجمع لہ الصلوٰۃ ویعطی المال حتی لایقبل ویضع الخراج و ینزل الروحا فیحج منھا او یعمر او یجمعھا

احمد بن حنبل نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا- کہ عیسے ابن مریم نازل ہوگا- اور خنزیر کو قتل کرے گا- اور صلیب کو محو کردے گا- اور اس کے لئے نماز جمع ہوا کرے گی- اور مال دیا کریگا- مگر قبول نہ کیا جائے گا- اور خراج کو اٹھا دیگا- اور روحا میں آئے گا- یا حج کریگا- یا عمرہ یا دونوں کو جمع کریگا + دیکھو تفسیر روح المعانی جلد ۲- صفحہ ۲۱۳-

ایسا ہی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے- دیکھو جلد ۶- صفحہ ۳۵۸-

یہ کیسی عجیب بات ہے کہ حضرت مرزا صاحب کو تصنیف میں اس قدر مشاغلت ہے کہ بہت ہی وقت درکار ہے- اور نیز وہ اکثر بیمار رہتے ہیں- اس لئے اُن کے لئے خصوصاً نماز جمع کی جاتی ہے +

۱۴- لوگوں کو مقابلہ پر بلا کر ساتھ ہی روپیہ بھی دینا کریگا- مگر کوئی مخالف نہیں نکلے گا- کہ کہے لاؤ روپیہ ہم مقابلہ کو تیار ہیں- جیسے حدیث شریف کے الفاظ یعطی المال حتے لایقبل احد سے ہویدا ہے- ابتدائے کتاب براہین احمدیہ سے اسوقت تک کہ چالیس سے زاید کتابیں نکل چکی ہیں اکثر کتابوں

اور اشتہاروں میں معقول رقوم مخالفوں کو پیش کر کے کہا ہے کہ فلاں امر میں میرے مقابلہ میں نکلو۔ اور ساتھ ہی اس قدر انعام بھی دیا جائے گا۔ مگر باوجود دعوی علم وفضل کے کسی مذہب کا آدمی بھی نہیں نکلا۔ جس نے برملا میدان مقابلہ میں نکلنے کا اقرار کیا ہو۔ اور ساتھ ہی روپیہ کے داخل کرنے کی درخواست کی ہو۔ اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ جبکہ اس پہلوان کے مناسب حال آدمی تو آدمی فرشتے بھی آسمان پر یہ شعر پڑھ رہے ہوں +

چہ ہیبت ہا بدادند ایں جواں را
کہ ناید کس بمیدان محمدؐ

۱۵۔ ایک دوسری حدیث میں ہے۔ کہ یفیض المال اور شراح حدیث نے لکھا ہے۔ کہ یہاں مال سے مراد۔ اسرار ومعارف وخیر وبرکت ہے۔ جو مسیح موعود اپنے زمانہ کے لوگوں کو دے گا۔ سو جسقدر اسرار اور معارف قرآن کریم اس امام نے پھیلائے ہیں۔ وہ اس قدر ہیں کہ لوگ سیر ہو گئے ہیں۔ چنانچہ بدرالدین عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد ۶ میں زیر لفظ ویفیض المال لکھتے ہیں السبب فی فیضان المال نزول البرکات وظهور الخیرات وقلة الرغبات لقصر الامل یعنی مال کے فیضان سے نزول برکات وظہور خیرات ہے۔ اور امیدوں کی کمی سے رغبتوں کی کمی ہو جائے گی۔

۱۶۔ مسیح موعود جہاد کو موقوف کر دے گا۔ کہ چنانچہ بخاری کی حدیث میں یضع الحرب آیا ہے جس کے معنے یہ ہیں کہ جنگ کو اُٹھا دیگا +

ایسا ہی توریت کتاب یسعیاہ نبی کے باب ۲۔ ورس ۲۔ لغائیت ۴ سے ثابت ہے۔ کہ آخری زمانہ میں مسیح یعقوب کے گھرانہ سے اُٹھیگا۔ اور جنگ موقوف کر دیگا +

۱۷۔ اس امام کے ہاتھ سے جہاد واقع نہیں ہوگا۔ بلکہ اس زمانہ میں عدم جواز جہاد کا حکم صادر ہوگا جیسے کہ حدیث کے الفاظ یضع الحرب سے ظاہر ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے انہی کے زمانہ میں ایک ایسی حکومت برپا کی ہے۔ کہ جس نے مذہب کی عام آزادی عطا کر رکھی ہے۔ جس کی وجہ سے جہاد کی ضرورت نہیں رہی۔ اور چونکہ ابھی تک بد ذات ملاں ایسی گورنمنٹ کے بر خلاف جہاد کا خیال رکھتے اور خفیہ خفیہ جاہلوں کو بہکاتے تھے۔ جس کی وجہ سے آئے دن حکام سرکار برطانیہ قتل کئے جاتے تھے علانیہ ایک کتاب چھاپ کر بدیں مضمون شائع کر دی کہ اس زمانہ میں ہرگز جہاد جائز نہیں۔ جو لوگ ایسا

خیال رکھتے ہیں۔ وہ شرعاً گنہگار اور امام وقت کے بھی باغی ہیں۔ پس یہ پیشگوئی بھی اس امام کے ہاتھ سے پوری ہوئی ؎

۱۸۔ مسیح کا ہندوستان میں ہونا۔ جیسے کہ حدیث ذیل سے واضح ہے۔

عصابتان من امتی احرزھما اللہ من النار عصابۃ تغزو الھند و عصابۃ مع عیسے بن مریم رواہ احمد والنسائی والحافظ ضیاالدین عن ثوبان	احمد بن حنبل اور نسائی اور حافظ ضیا الدین نے ثوبان سے روائیت کی ہے کہ میری امت کے دو گروہ ہیں۔ جن کو اللہ تعالے نے آگ دوزخ سے محفوظ کر دیا ہے۔ ایک گروہ تو وہ ہے جو ہند میں جہاد کرے گا۔ اور دوسرا گروہ حضرت مسیح کا ساتھ دیگا۔ دیکھو کنز العمال جلد ۷۔ صفحہ ۲۰۲

اس حدیث سے بھی استدلال ہو سکتا ہے کہ عیسے موعود ہند ہی میں ہوگا۔ کیونکہ امام نسائی نے باب غزوۃ الھند میں دونوں گروہوں کا ذکر کیا ہے۔ اور خود رسول کریم نے جماعت مسیح موعود کو جماعت اولی غازیاں ہند کا قسم گردانا ہے۔ اور ان دونوں گروہوں کا مقسم وہی باب غزوۃ الھند ہے۔ اور دیگر احادیث سے بھی ثابت ہے کہ مہدی ہند میں ہوگا۔ لھذا کوئی شبہ نہیں کہ حسب فرمودہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسیح و مہدی موعود ہند ہی میں ہوا۔ الحمد للہ علے ذلک۔ اس بارہ میں مفصل بحث مولانا المکرم حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب فاضل امروہی نے کتاب مسک العارف میں کی ہے۔ جس کو دیکھنا منظور ہو اس کتاب کو ملاحظہ فرمائے ؎

۱۹۔ مسیح اور مہدی کے لئے سب کا اتفاق ہے کہ جب وہ دنیا میں آئے گا۔ تو اس وقت ان کی چالیس برس عمر ہوگی۔ علاوہ ان احادیث کے جو ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ ہم ذیل میں ایک مختصر روائیت درج کرتے ہیں۔ جس سے اسکی تصدیق ہوتی ہے ؎

عن قتادہ قال کان یقال ان المھدی ابن اربعین سنۃ رواہ ابن عساکر	ابن عساکر نے قتادہ سے روائیت کی ہے۔ کہ مہدی ۴۰ برس کا ہوگا۔ دیکھو کنز العمال جلد ۷۔ صفحہ ۲۶۰۔

سو الحمد للہ کہ حضرت مرزا صاحب نے جب دعوی مہدویت کیا ہے۔ اس وقت وہ شروع صدی میں ۴۰ سال ہی کے تھے ؎

۲۰۔ امام ربانی لکھتے ہیں کہ حضرت عیسے علیہ السلام کی علامت ایک یہ بھی ہوگی کہ وہ قرآن کریم سے

استنباط مسایل کریں گے - چنانچہ وہ فرماتے ہیں - خواجہ محمد پارسا در فصول ستہ نوشتہ است کہ حضرت عیسی علے نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام بعد از نزول بمذہب امام ابی حنیفہ عمل خواہد کرد - یعنے اجتہاد روح اللہ موافق اجتہاد امام اعظم خواہد بود - نہ آنکہ تقلید این مذہب خواہد کرد کہ شان او از ان بلند تر است کہ تقلید علماء امت کنند -

۲۱ - یہ بھی حدیث میں علامت مہدی لکھی ہے - کہ جب وہ ظاہر ہوگا - اُس سے پہلے ایک شخص سید پیدا ہوگا - جو تلوار کے زور سے کفار کے ساتھ لڑائی کرے گا - جس کی تصدیق حدیث ذیل سے ہوتی ہے +

عن علی قال یخرج رجل قبل المھدی من اھل بیتہ بالمشرق یحمل السیف عاتقہ ثمانیہ عشر شھرا رواہ ابو نعیم	ابو نعیم نے حضرت علی سے روایت کی ہے - کہ ایک شخص اہل بیت سے ملک مشرق میں خروج کریگا - جو ۱۸ ماہ تک تلوار کو اوٹھائے گا - دیکھو نجم الثاقب حصہ اول صفحہ ۴۷

یہ بات بھی صریح طور سے ثابت ہے کہ حضرت مرزا صاحب سے پہلے سید احمد بریلوی ہوئے ہیں - جو چار صفر ۱۲۰۱ھ ہجری میں پیدا ہوئے تھے - اور جوان ہوتے ہی کفار پنجاب یعنے سکھوں سے جو ایک ظالم قوم تھی - اور جو شعار اسلامی کے ادا کرنے سے روکتے تھے - بلکہ اگر کوئی اذان کہدیتا تو اس کو نہایت بیرحمی سے قتل کروا دیتے تھے - جہاد کیا - اور ۱۸ ماہ تک تلوار کو قایم رکھا - دیکھو تاریخ احمدی مصنفہ محمد جعفر تھانیسری -

۲۲ - حدیث میں ہے

ابو سعید خدری گفتہ پناہ گیرد امت بمہدی چنانکہ پناہ گیرد مگس شہد بسوئے یعسوب خود تا آنکہ مردم برانند امر اول نشوند - یعنے کاروبار دنیا بروش زمانہ آن حضرت گردد - امداد کند او را خدائے تعالی بسہ ہزار فرشتہ کہ روئے و پشت مخالفین او را بزنند - اخرجہ نعیم بن حماد -	نعیم بن حماد نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ اُمت مہدی کے پاس اس طرح پناہ لیگی - جسطرح شہد کی مکھی اپنے یعسوب کی طرف پناہ لیتی ہے - یہاں تک کہ لوگ اول حالت پر ہوجائینگے - یعنے انکا کاروبار دنیا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی طرح ہو جائیگا - اور اللہ تعالے تین ہزار فرشتوں سے اس کی مدد کرے گا - تاکہ وہ اس کے مخالفین کے

منہ اور پیٹھ کو توڑیں - دیکھو نجم الثاقب جلد ۲ - صفحہ ۱۹۱ - وحجج الکرامہ صفحہ ۳۶۴ -

اس حدیث کا ظہور بھی بخوبی ہو رہا ہے - دنیا اسوقت حالات زمانہ سے ایسی تنگ آگئی ہیں - کہ اب

سلیم الفطرت انسان کس کی طرح اپنے امام پاک کے پاس پناہ تلاش کر رہی ہیں۔ اور فرشتہ بھی علانیہ اپنے کاروبار میں مشغول ہیں۔ کیونکہ سیکڑوں انسانوں کے دلوں میں تحریک کر رہے ہیں۔ اور لوگ خود بخود بذریعہ خوابات رجوع لا رہے ہیں۔ اور زیادہ تر تعجب یہ کہ جہاں کوئی کتاب یا اشتہار بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نہیں پہنچا۔ وہاں خوابوں کے ذریعہ لوگ خبردار ہو کر چلے آتے ہیں۔ کیا یہ فرشتوں کا فعل نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت اقدس جناب مرزا صاحب نے بھی فتح اسلام کے صفحہ میں لکھا ہے

۲۳۔ عیسے ابن مریم موعود کی شادی اور اولاد بھی بطور نشان ہوگی۔ جیسے کہ حدیث سے ظاہر ہے

عن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ینزل عیسے بن مریم الے الارض فیتزوج ویولد لہ و یمکث خمسا واربعین سنۃ ثم یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم انا و عیسے ابن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر و عمر رواہ ابن جوزی فی کتاب الوفا۔

یعنے ابن جوزی نے عبد اللہ ابن عمر سے روایت کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عیسے بن مریم ایک خاص زمین میں نازل ہوں گے۔ پھر وہ نکاح بھی کریں گے۔ اور اُنکے لڑکے بالے بھی ہوں گے اور ۴۵ برس تک ٹھیرینگے۔ پھر فوت ہوں گے۔ اور پھر میری قبر میں دفن ہوں گے۔ پھر میں اور عیسے بن مریم ایک ہی قبر سے جو ابوبکر اور عمر کے درمیان ہے کھڑے ہوں گے۔ دیکھو مسلک العارف صفحہ ۱۲۔

اس حدیث میں خصوصیت کے ساتھ نکاح اور اولاد مسیح کا ذکر کیا گیا ہے۔ اگر اس سے صرف معمولی نکاح اور اولاد مراد ہے۔ تو یہ چنداں عجیب بات نہیں۔ اور نہ اُس کے ذکر کرنے کی ضرورت تھی۔ دنیا میں ادنے ادنے لوگوں کے نکاح ہوتے اور اولاد بھی ہوتی ہے۔ اُس مقدس منہ سے جو فرماتے ہیں عطیت جوامع الکلم ایسی بے سود بات کا ذکر ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ضرور اس نکاح اور اولاد سے کوئی آیۃ اللہ اور نشان مراد ہے۔ چنانچہ نکاح کے بارہ میں ایک عظیم الشان نشان کا وعدہ دیا گیا ہے۔ جو بطور آیۃ اللہ کے ہوگا۔ دیکھو اشتہار مورخہ یکم مارچ ۱۸۸۶ء۔ اور ایک نکاح جو ہو چکا ہے۔ وہ بھی بطور نشان ہوا ہے رہا اولاد کا ذکر سو وہ بھی اشتہاروں میں شایع ہو چکا ہے۔ کہ ایک لڑکا ان صفات کا ہوگا۔ جو حسب ذیل ہیں۔

سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملیگا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہوگا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان

آتا ہے۔ اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔ اُس کو مقدس روح دیگئی ہے۔ اور وہ رجس سے پاک ہے۔ وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اُس کے ساتھ فضل ہے۔ جو اُس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا۔ اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمتہ اللہ ہے۔ کیونکہ خدا کی رحمت وغیوری نے اُسے اپنے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین وفہیم ہوگا۔ اور دلکا حلیم اور علوم ظاہری وباطنی سے پُر کیا جائیگا۔ اور وہ تین کو چار کرنیوالا ہوگا۔ دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الاول والآخر مظہر الحق والعلا کان اللہ نزل من السماء۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور۔ جس کو خدا تعالیٰ نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا ہے اُس میں اپنی روح ڈالینگے۔ اور خدا کا سایہ اُس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھیگا۔ اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔ اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ اور قومیں اُس سے برکت پائینگی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اُٹھایا جائے گا۔ وکان امراً مقضیا عطا ہوگا۔ دیکھو اشتہار مورخہ یکم مارچ ۱۸۸۶ء

۲۴- مسیح موعود جب نکاح کریں گے تو انکی اہلیہ سے اولاد ہوگی۔ اوّل لڑکی پیدا ہوگی۔ مگر وہ مر جائیگی۔ جس کی تصدیق تفسیر بحر مواج سے ہوتی ہے۔ چنانچہ اُس میں لکھا ہے۔

مسیح زن کند واز آں زن اورا اولاد شوند۔ وبعضے گویند دختر شود اول ودختر بمیرد۔ دیکھو تفسیر بحر مواج جلد ۱ صفحہ ۳۶۰۔

یہ پیشگوئی بھی کامل طور سے پوری ہو چکی ہے۔ کہ مسیح موعود کے ہاں سب سے پہلے دختر ہی ہوئی تھی۔ اور وہ چھوٹی ہی عمر میں فوت ہوگئی تھی۔ یہ امر اشتہاروں میں بھی مشہور ہو چکا ہے۔

۲۵- اہل مشرق یعنے ہندوستان کے آدمی اسکو اپنا بادشاہ دین تسلیم کرکے اُس کا ساتھ دینگے جس کی تصدیق حدیث ذیل سے ہوتی ہے۔

یخرج ناس من المشرق فیوطئون للمهدی سلطانه۔ رواه ابن ماجه عن عبد الله بن الحارث بن جزء

ابن ماجہ نے عبد اللہ بن حارث بن جزء سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مشرق کی طرف سے کچھ آدمی برآمد ہوں گے۔ جو مہدی کو جگہ دینگے

دیکھو کنز العمال جلد ۷ - صفحہ ۱۸۶ -

اس حدیث میں مہدی کو سلطان کہا گیا ہے - اور جن لوگوں نے اُن کو مانا ہے - اُس کو دین کا سلطان ہی مانا ہے - چنانچہ حضرت مسیح موعود کو خود اللہ تعالےٰ نے بھی الہام سے سلطان احمد مختار کا لقب عطا کیا ہے - دیکھو براہین احمدیہ جلد ۴ - صفحہ

اور نیز سب سے پہلے ان کو اہلِ مشرق ہی نے قبول کیا ہے - خدا تعالیٰ اس پاک جماعت کو یوماً فیوماً ترقی دے رہا ہے - جنکی تصدیق توریت شریف سے بھی ہوتی ہے - اُسے اپنے حضور میں بلایا - اور اُس کے منہ کے آگے قوموں کو دھر دیا - اور بادشاہوں پر اُسے حاکم کیا - اُس نے اُس کی تلوار اور کمان کو خاک کی مانند کر دیا (یعنے جہاد کی ضرورت اُن کے لئے نہیں رکھی) کس نے یہ کام کیا - اور اسے انجام دیا - وہ جس نے ساری پشتوں کو ابتدا سے پڑھ سنایا میں وہی پہلا خدا ہوں - اور آخرین کے ساتھ ہوں - دیکھو کتاب یسعیاہ نبی - باب ۴۱

۲۶ - نزول عیسےٰ کے وقت سب لوگ ایمان نہیں لائیں گے - بلکہ تھوڑے لوگ لائینگے اور اُس وقت دینی اور دنیوی خیر کثیر ہوگی - جس کی تصدیق حدیث ذیل سے ہوتی ہے -

وروی مسلم واحمد والترمذی وغیرہم عن ابی ھریرۃ مرفوعاً ماھو صریح فی ذلک ویستشکل ذلک بان خروج عیسےٰ علیہ السلام بعد الدجال علیہ اللعنۃ وھو علیہ السلام یدعو الناس الی الایمان ویقبل منھم وفی زمنہ خیر کثیر دنیوی واخروی

یعنے مسلم اور احمد اور ترمذی وغیرہ نے ابوہریرہ سے مرفوعاً روائت کی ہے - اور وہ صریح نہیں ہے - اور اُس میں اشکال ہے - کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عیسےٰ علیہ السلام کا خروج دجال لعنتی کے بعد ہوگا - اور وہ لوگوں کو ایمان کی طرف بلائینگے - اور کچھ اُنمیں سے قبول کرینگے - اور اُنکے زمانہ میں دنیا اور آخرت کی خیر کثیر ہوگی - دیکھو تفسیر روح المعانی جلد ۲ - صفحہ ۶۰۰ +

۲۷ - مسیح موعود کی تصدیق کے لئے نشانات یکے بعد دیگرے ظاہر ہونگے - جس کی تصدیق حدیث ذیل سے ہوتی ہے -

عن ابی ھریرۃ خروج الآیات بعضھا علی اثر بعض یتتابعن کما یتتابع الخرز فی النظام رواہ الطبرانی

یعنے طبرانی نے حضرت ابوہریرہ سے روائت کی ہے کہ جب مسیح موعود کے لئے نشانات ظاہر ہونگے

فی الاوسط کما فی منتخب کنز العمال	تو ایسے پے در پے ہونگے۔ جیسے کہ ایک لڑی سے

مہرے پیدر پے گرتے ہیں ۔

یہ امر بھی صریحاً ظاہر ہے کہ جب سے مسیح موعود پیدا ہوئے ہیں۔ جب سے آسمانی اور زمینی نشان اللہ تعالےٰ مسیح موعود کی تصدیق میں ظاہر کر رہا ہے۔

دوسری حدیث اس امر کی یوں تصدیق کرتی ہے۔ الایات خرزات منظومات فی سلک فاذا انقطع السلک فیتبع بعضھا بعضاً رواہ احمد والحاکم عن ابن عمر۔ یعنے نشانات مسیح موعود پروئے ہوئے مہروں کی طرح ہیں۔ جو ایک ہار کی صورت میں جڑے ہوئے ہوں۔ جب ہار ٹوٹ جائے تو وہ مہرے یکے بعد دیگرے گر پڑتے ہیں۔ دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۷۴۔

اگر کوئی شبہ کرے کہ یہاں مسیح کے نشانوں کا ذکر نہیں۔ تم نے کہاں سے کہدیا کہ نشانات سے مسیح موعود کے نشانات مراد ہیں۔ سو واضح ہو کہ حدیث الایات بعد المائتین جو ابن ماجہ اور مستدرک حاکم میں ابوقتادہ سے مروی ہے۔ قریباً کل محدثین کا اتفاق ہے۔ کہ وہ نشانات تیرھویں صدی میں شروع ہوں گے۔ چنانچہ حضرت مرزا صاحب کا وجود باجود بھی اسی صدی سیزدہم میں جلوہ افروز ہوا ہے۔ پھر کیونکر نہیں کہہ سکتے کہ ان آیات سے وہی آیات مراد ہیں۔ جو مسیح کی تصدیق میں اس آخری زمانہ میں ظاہر ہو ہیں۔

۲۸۔ حضرت مرزا صاحب میں شان مہدویت و شان عیسویت دونوں موجود ہیں۔ بفحوائے حدیث ذیل۔

عن انس فی حدیث طویل لا مھدی الا عیسے بن مریم۔ رواہ ابن ماجہ	ابن ماجہ نے حضرت انس سے ایک طول حدیث میں روایت کی ہے کہ عیسے بن مریم کے سوا کوئی اور مھدی نہیں ہے

ہم گذشتہ فصلوں میں ثابت کر چکے ہیں کہ مھدی اور عیسے الگ نہیں۔ جیسے عوام کا خیال ہے۔ بلکہ ایک ہی شخص ہے۔ جسمیں دو شانیں جمع ہیں۔ اور وہ حضرت مرزا صاحب ہی ہیں۔ دیکھو ابن ماجہ مطبوعہ مصر صفحہ ۲۵۷۔ اس کے حاشیہ پر حافظ ابن کثیر جو مقتدائے اہل حدیث اور امام فن حدیث ہیں وہ بھی اس امر کی تصدیق کرتے ہیں ۔

۲۹۔ آثار میں لکھا ہے کہ مھدی کی مخالفت سخت ہوگی۔ اور علماء زمان ان پر کفر کا فتویٰ دیں گے۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خاں اپنی کتاب حجج الکرامہ میں لکھتے ہیں۔ چوں مہدی علیہ السلام مقابلہ بر احیاء

سنت را ماتت بدعت فرمائید۔ علماء وقت کہ خوگر تقلید فقہا و اقتدار مشائخ و آباء خود باشند۔ گویند ایں مرد خانہ برانداز دین و ملت ماست و بمخالفت برخیزند۔ و حسب عادت خود حکم بتکفیر و تضلیل وے کنند دیکھو حجج الکرامہ صفحہ ۳۶۳ -

صاحب اقتراب الساعۃ لکھتے ہیں۔ مہدی کے دشمن علماء اہل اجتہاد ہوں گے۔ اس لئے کہ ان کو دیکھینگے کہ خلاف مذہب آئمہ حکم کرتے ہیں۔ دیکھو اقتراب الساعۃ صفحہ ۹۵-

امام ربانی مجدد الف ثانی اپنے مکتوبات جلد ۲۔ مکتوب ۵۵ میں لکھتے ہیں۔ کہ نزدیک است کہ علما ظواہر مجتہدات او را (یعنی علیہ السلام) علے نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ از کمال دقت و غموض ماخذ انکار نمایند۔ و مخالف کتاب و سنت دانند۔ مثل روح اللہ مثل امام اعظم کوفی است کہ ببرکت ورع و تقویٰ و بدولت متابعت سنت درجہ علیا در اجتہاد و استنباط یافتہ است کہ دیگراں در فہم آں عاجز اند و مجتہدات او را بواسطہ دقت معانی مخالف کتاب و سنت دانند۔ اور ساتھ ہی آگے چلکر علماء کی نسبت فرماتے ہیں۔ ناقصے چند احادیث چند را یاد گرفتہ اند۔ و احکام شریعت را منحصر دراں ساختہ۔ ماوراء معلوم او را نفی نمایند۔ و آنچہ نزد ایشاں ثابت نشدہ منتفی مے سازند چوں آں کرمے کہ در سنگے نہاں است زمین و آسمان او ہماں است + دیکھو مکتوبات جلد ۲۔ مکتوب نمبر ۵۵۔ صفحہ

ایسا ہی توریت میں لکھا ہے۔ اور جب حاکم اعلیٰ (یعنے سلطان مشرق) مبعوث ہوگا۔ جو خدا کی مانند ہے۔ اور وہ تیری قوم کی حمایت میں مبعوث ہوگا۔ اس وقت دشمنوں کا ایسا زمانہ ہوگا۔ کہ نہوا ہوگا۔ اُمت کے ابتدا سے لے کر اُسوقت تک جس سے ظاہر ہے کہ اُس امام کے وقت سخت عداوت جوش میں آئیگی۔ دیکھو کتاب دانیال باب ۱۲-

صاحب اقتراب الساعۃ لکھتے ہیں۔ اگر مہدی آگئے تو سارے مقلد بھائی اُن کے دشمن جانی بن جائینگے۔ اُنکی قتل کی فکر میں ہونگے۔ کہینگے یہ شخص تو ہمارے دین کو بگاڑتا ہے۔ دیکھو اقتراب الساعۃ صفحہ ۲۲۴-

سو یہ امر بھی روز روشن کی طرح ظاہر ہے۔ کہ جس قدر زور اس کے وقت کے علماء نے حضرت مرزا صاحب مہدی موعود و مسیح معہود کے کفر پر دیا ہے۔ اسکی نظیر دنیا میں نہیں ملتی۔ دور دور تک اُن کی تکفیر پر مہریں کرانے کے لئے سفر کئے گئے۔ اور بڑے بڑے دلائل کفر گھڑے گئے۔ مگر اُن نادانوں کو معلوم نہوا کہ ہم تو اپنے ہاتھوں سے اس پیشگوئی کو پورا کر رہے ہیں۔ اس سے اُس مرد خدا کو جو اللہ تعالیٰ کے

قادرانہ ہاتھوں سے دنیا میں قایم کیا گیا ہے۔ کیا ضرر ہوسکتا تھا۔ بلکہ اُس سے اُن کی اور بھی عزت دنیا میں ظاہر ہوئی۔ کیونکہ اگر یہ لوگ تکفیر نہ کرتے تو بہت لوگوں کو اُنکے منجانب اللہ ہونے اور مہدی و مسیح موعود ہونے میں شک گذرتا۔ لیکن جب آثار صحابہ واقوال آئمہ کے بموجب یہ پیشگوئی بھی پوری ہوگئی تو اب کون شک کرسکتا ہے۔

۳۰- حدیثوں میں آیا ہے۔ کہ مسیح دو زرد رنگ کی چادریں پہنے ہوئے نازل ہونگے۔ یہ بات بھی اس امام میں صادق ہے۔ چونکہ یہ کشفی کلام ہے۔ زرد چادروں کے معنے لغات کشفی میں لکھا ہے۔ کہ دو بیماری ہونگی۔ سو یہ دونوں بیماریاں دائمی لے کر مسیح موعود نازل ہوئے ہیں۔ ایک تو ذیابیطس کی بیماری ہے جو بدن کے نیچے حصہ کی چادر ہے۔ اور دوسری دوران سر کی بیماری ہے۔ جو بدن کے اوپر کے حصہ کی چادر ہے۔ اس کے سوا کوئی اور معنی کرنا بالکل فضول اور لغو ہے۔ ورنہ اگر ان پارجات سے مراد تھی تو اُس کے کُل لباس اور ترتیب بندش و مقدار عرض وطول بھی دیا جاتا۔ ورنہ ایسی مہمل بات سے کوئی کیونکر پہچان سکتا ہے۔ کہ ضرور یہی مسیح موعود ہے۔

۳۱- توریت کے بعض انبیا و حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام اور غیر اسلام کے اہل کشوف کی متفقہ شہادت نے کہ مسیح و مہدی چودھویں صدی میں ہوں گے۔ اس بات پر مہر لگادی ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب ہی مسیح موعود و مہدی معہود ہیں۔ ہم اس شہادت کو تفصیل وار الگ فصل میں دکھائیں گے۔

۳۲- نواب صدیق حسن خاں نے مسیح کی علامت یہ بھی ٹھہرائی ہے۔ کہ وہ کسی مذہب کے مقلد نہیں ہوں گے۔ دیکھو حدیث الغاشیہ صفحہ ۳۴۶۔ سو یہ امر بھی حضرت مرزا صاحب کی ذات بابرکات پر صادق آتا ہے۔ کیونکہ وہ کسی مذہب کے مقلد نہیں ہیں۔

۳۳- نیک اور ملہم لوگ مہدی و مسیح موعود کی تائید کریں گے۔ جس کی تصدیق صاحب اقتراب الساعۃ سے یوں ہوتی ہے۔ اہل حقایق میں جو عارف باللہ ہیں۔ وہ شہود و کشف و الہام الہی کی راہ سے ان سے بیعت کریں گے۔ دیکھو اقتراب الساعۃ صفحہ ۹۵۔

سو یہ امر بھی بخوبی ظاہر ہے۔ کہ بہت سے اولیا اللہ نے کشف والہام ورویا صادقہ سے تصدیق کی ہے کہ واقعی یہی مامور من اللہ مہدی معہود و مسیح موعود ہے۔ ہم ایک الگ فصل میں ان بزرگوں کی شہادتیں درج کرینگے۔ تاکہ پڑھنے والے کو آسانی ہو۔

۳۴ - حدیث میں ہے - یسلب الملک من قریش یعنی قریش سے ملک چھین جائیگا - اس پر تمام مذاہب کا اتفاق ہے - کہ وہ زمانہ مسیح ہوگا - جبکہ اس کا وقوعہ ہوگا - چنانچہ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں - کہ سلب ملک قریش کے یہ معنے ہیں کہ عیسےٰ کے نزول کے بعد قریش کو کوئی اختصاص نہیں رہے گا - دیکھو حجج الکرامہ صفحہ ۳۸۲ - سو الحمد للہ یہ امر بھی اس امام برحق کے زمانہ میں ہوا کیونکہ یہ مسیح فارسی النسل ہیں - اب قریش کی سلطنت جاتی رہی -

نجم الثاقب جلد ۲ میں بھی لکھا ہے - دجال کا تسلط دنیا پر ہو جائیگا - پھر عیسےٰ امام مستقل ہونگے اور قریش اپنا ملک کھو دینگے دیکھو نجم الثاقب حصہ اول صفحہ ۱۹۹ -

۳۵ - مہدی و مسیح موعود کے ساتھ رہنے والے ۹ کس عجمی ہوں گے - مگر سب کے سب عربی بول سکتے ہوں گے - اور ایک ان میں اخص ہوگا - جو حافظ قرآن کریم بھی ہوگا - جس کی تصدیق صاحب اقتراب الساعۃ یوں کرتا ہے -

اُن کے ہمراہ مردان خدا ہوں گے - جو انکی دعوت کو قایم کرینگے - اُنکے مددگار رہینگے - یہی لوگ ان کے وزیر ہیں کہ بار مملکت کو اٹھا دینگے - جو بوجھ اللہ نے مہدی پر رکھا ہے اسمیں انکی مدد کرینگے - یہ ۹ آدمی ہونگے جو قدم بقدم و چال صحابہ کے ہیں - صدقوا ما عاھد اللہ علیہ یعنے جو عہد اللہ سے کیا ہوگا اس کو سچا کر دکھائینگے - یہ سب عجمی ہونگے انمیں کوئی عربی نہ ہوگا - مگر بات عربی ہی زبان میں کرینگے - ان کے لئے ایک حافظ ہوگا - جو انکی جنس میں سے نہیں ہے - اُس نے کبھی نافرمانی خدا کی نہ کی ہوگی - یہ حافظ اخص وزرا و افضل امنا ہوگا - دیکھو اقتراب الساعۃ صفحہ ۹۵ -

الحمد للہ کہ اس وقت تک حضرت مسیح موعود و مہدی معہود کے ساتھ ۹ ہی شخص ہیں جو سب کے سب عجمی ہیں - اور یہ بھی خدا کا فضل ہے - کہ سب کے سب عربی زبان میں کلام کر سکتے ہیں - اور ہر وقت حضرت کی خدمت میں حاضر رہتے ہیں - انمیں ایک حافظ بھی ہیں - جو اخص مشیر و افضل امین ہیں - اور فی الحقیقت انکی فطرت سلیمہ ایسی واقع ہوئی ہے - کہ جب ہم غور کرتے ہیں - اور اپنے نفسوں پر خیال کرتے ہیں - تو ہماری جنس سے معلوم نہیں ہوتے - دراصل فرشتہ ہیں - بدظنی یا بدی کا خیال اُن کی سرشت ہی میں نہیں ہے - خیر محض ہیں - اور وہ علامۃ العصر وحید الدہر اخص الوزرا و افضل الامنا - جناب مولینا و اُستاذنا حضرت حافظ مولوی نور الدین صاحب حکیم ہیں - اور دوسرے حضرت مولینا الکرم مولوی عبد الکریم صاحب - تیسرے برادرم مولوی محمد علی صاحب ایم - اے - چوتھے حضرت مولوی

سید محمد سرور شاہ صاحب - پانچویں حکیم فضل الدین صاحب - چھٹے ماسٹر شیر علی صاحب بی اے - ساتویں شیخ عبد الرحیم صاحب - آٹھویں مفتی محمد صادق صاحب - نویں کی نسبت میں اظہار کرنا نہیں چاہتا - ہاں موجود تو ضرور ہے اور راقم کو اسکا کسی قدر علم بھی ہے لیکن نام کا لینا پسند نہیں کرتا -

۳۶ - کافر مسیح کے دم سے مرتے جائینگے - اس کی تصدیق یسعیاہ باب ۱۱ میں ہوتی ہے + جس میں لکھا ہے - اُس کے دم سے دشمن مرینگے اور صلح و امن کا زمانہ ہوگا - حدیث بھی اس کی موید ہے - اور وہ یوں ہے - فلا یحل لکافر یجد من ریح نفسہ الا مات ونفسہ ینتھی حیث ینتھی طرفہ یعنے کوئی کافر بھی نہیں ہوگا کہ اس پر مسیح کا دم پہنچے - اور پھر وہ زندہ ہے - اور وہ دم وہاں تک اثر کریگا جہاں تک نظر کام کریگی - دیکھو مرقاۃ المصابیح جلد ۵ صفحہ ۱۹۷ - ملا علی قاری +

کون نہیں جانتا کہ چند آدمی جو بالمقابل مسیح موعود کھڑے ہوئے تھے - وہ اُسکی دعا سے ہلاک ہو گئے - اور دوسرے تمام دشمن اُن سے ایسے عاجز آگئے ہیں کہ اُن کے سامنے آنا موت ہی خیال کرتے ہیں +

۳۷ - شیخ محی الدین ابن عربی اپنی کتاب عنقائے مغرب میں لکھتے ہیں - ہو الخاتم من العجم لا من العرب یعنے خاتم ولایت عجمی ہوگا - عربی نہیں ہوگا - دیکھو شرح فصوص الحکم قلمی صفحہ ۸۴ - اور پھر شرح فصوص الحکم نام کتاب میں لکھتے ہیں - بدانکہ انبیا علیہم السلام مظاہر اسمائے حق اند و خاتم رسل علیہ افضل الصلوۃ والسلام مظہر اسم اعظم جامع حق است کہ ظاہر او رسالت و باطن او ولایت است - و ہمہ اسما در تحت اسم جامع داخل اند - و نبوت ہمہ انبیا ماخوذ از مقام نبوت محمدی است و نبوت در وے بکمال رسید و بر وے ختم شد - پس ماند مرتبہ ولایت کہ آن باطن نبوت است و آن منقطع نشدہ بحسب استعداد ہر ولی را چیزے از ولایت بظہور میرسد تا آنگاہ کہ تمام آن مراتب در مستعدے کامل بظہور رسد - و ولایت نیز بوے ختم شود - و ویرا خاتم ولایت خوانند و آن عیسی علیہ السلام است - یعنے جان لو کہ انبیا علیہم السلام اللہ تعالے کے اسما کے مظہر ہوتے ہیں - اور حضرت خاتم النبیین صلوٰۃ اللہ وسلامہ اللہ تعالے کے اسم اعظم کا جامع مظہر ہے کہ جس کا ظاہر رسالت ہے - اور جس کا باطن ولایت ہے - اور تمام اسما جامع اسم کی تحت میں داخل ہیں - اور تمام انبیا کی نبوت کا ماخذ محمدی نبوت کا مقام ہے - اور نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم درجہ کمال کو پہنچ گئی تھی - اور اسلئے وہ انکی ذات بابرکات پر ختم ہوگئی - بس صرف ولایت باقی رہگئی - جو نبوت کا باطن ہے - اور یہ نبوت منقطع نہیں ہوئی - بلکہ ہر ولی کو حسب استعداد ولایت سے کچھ حصہ ملتا رہتا ہے جہاں تک کہ ولایت

ہوگا۔ جس کی تصدیق حدیث ذیل سے ہوتی ہے ؀

روی عن الحارث بن المغیرۃ البصری قال قلت لابی عبداللّٰہ الحسن بن علی کرم اللّٰہ وجھہ بای شیئ یعرف الامام المہدی قال بالسکینۃ والوقار قلت وبای شیئ قال بمعرفۃ الحلال والحرام وبحاجۃ الناس الیہ ولا یحتاج الی احد۔

حارث بن مغیرہ بصری سے روایت ہے۔ کہ میں نے ابوعبداللہ حسن بن علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا۔ کہ امام مہدی کس چیز سے پہچانا جائیگا۔ فرمایا کہ سکینت اور وقار سے۔ پھر میں نے پوچھا کہ اور کس چیز سے فرمایا کہ حلال اور حرام کی شناخت سے اور اس بات سے کہ لوگ اپنی حاجات اس کے پاس لیجایا کرینگے۔ اور وہ کسی کا محتاج نہ ہوگا۔ دیکھو ہدیہ مہدویہ صفحہ ۱۲۴۔

۴۱۔ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں روایت بیان کی ہے۔ کہ شہابوں کا کثرت سے گرنا کسی نبی کے آنے پر دلالت کرتا ہے۔ یا دین کے غلبہ کی بشارت دیتا ہے۔ چنانچہ یہ نشان بھی اس مسیح موعود کی ذات بابرکات پر صادق آیا۔ کیونکہ ۲۸۔ نومبر ۱۸۸۵ء کو اس کثرت سے شہاب گرے کہ فضاء آسمان میں ہر طرف شعلے چلتے ہوئے نظر آتے تھے۔ اور یورپ اور امریکہ اور ایشیا کی اخبارات نے اس نظارہ قدرت کو عجوبہ سمجھکر بہت کچھ لکھا اور حیرت ظاہر کی۔ دیکھو آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۱۱۰۔

۴۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے۔ من ادرک منکم عیسےٰ بن مریم فلیقرئہ من السلام رواہ حاکم عن انس۔ یعنی مسیح آخر الزمان کو میری طرف سے سلام پہنچاؤ۔ اس کی تحت میں یہ پیشگوئی تھی کہ ان کے وقت میں بڑے بڑے فتنے اٹھینگے۔ اور ان کی تکفیر و تکذیب کی جائیگی۔ انکی عزت اور جان پر حملے کرینگے۔ اور قتل کے فتوی اور تدبیریں کرینگے۔ اس لئے بطور تسلی پہلے ہی فرمادیا کہ اے مسیح تجھے سلامتی ہی ہے۔ خدا ان سب دشمنوں کو نامراد اور ناکامیاب کرے گا۔ اور وہی خائب و خاسر ہونگے۔ تیرا ایک بال بیکا بھی نہیں ہوگا۔ دیکھو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۲۶۔

۴۳۔ مکاشفات یوحنا باب ۱۰۔ میں لکھا ہے۔ کہ مسیح آخر الزمان کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی کتاب ہوگی جسکا نام فتوحا یعنی سورہ فاتحہ ہوگی اور اس سے سات آواز شیر کی طرح نکلیں گے۔ سو واضح ہو کہ سبع مثانی بھی سورہ فاتحہ ہی ہے۔ جسکی اعجازی تفسیر کی پیشگوئی تھی۔ سو وہ بھی انہی کے زمانہ اور انہی کی ذات سے پوری ہوئی۔ یہ وہ تفسیر ہے جو حال میں پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی و بعض دیگر علما زمان کے مقابلہ میں تحدیانہ طور پر لکھی گئی تھی۔

کے کل مراتب ایک کامل مستعد ذات میں ظہور پذیر ہونگے۔ اور ولائیت بھی اسی لئے اسی پر ختم ہو جائیگی اسی کا نام خاتم ولائیت ہوگا۔ اور وہ عیسے علیہ السلام ہیں۔ دیکھو شرح فصوص الحکم قلمی ملا جامی رحمتہ اللہ علیہ صفحہ ۱۸۸ عنقا مغرب اور فصوص الحکم کو جب ملا کر دیکھیں تو ثابت ہوتا ہے۔ کہ شیخ صاحب کے نزدیک مسیح ابن مریم اس امت میں سے ایک شخص ہے۔ جو مرتبہ ولائیت کو پاکر خاتم ولائیت ہوگا۔ سو الحمد للہ کہ حضرت مرزا صاحب عجمی پورے معنوں میں ہیں۔ یعنی فارسی الاصل ہیں۔ اور جامع بروزین محمدی و مسیحی ہیں

۳۸۔ شیخ محی الدین ابن عربی یہ بھی نشان بتاتے ہیں۔ کہ خاتم الولائیت یعنے حضرت مسیح علیہ السلام توام پیدا ہوں گے۔ اور پہلے انکی بہن پیدا ہوگی۔ پھر بعد میں وہ پیدا ہونگے۔ چنانچہ وہ عبارت یہ ہے

وعلے قدم شیث یکون اخر مولود من یولد هذا النوع الانسانی وھو حامل اسرارہ ولیس بعدہ ولد فی ھذا النوع فھو خاتم الاولاد وتولد معہ اخت لہ فتخرج قبلہ ویخرج بعدھا یکون راسہ عند رجلیھا۔

یعنے آخری مولود جو اس قسم کے بنی نوع انسان میں پیدا ہوگا۔ جو اللہ تعالیٰ کے اسرار کا حامل ہوگا۔ اور اس کے بعد ایسا کوئی لڑکا اس قسم میں پیدا نہ ہوگا۔ اور وہ خاتم الاولاد ہوگا۔ اور اس کے ساتھ اُس کی بہن پیدا ہوگی۔ جو اُس سے پہلے پیدا ہوگی۔ اور وہ اُس کے بعد پیدا ہوگا۔ اور اُس کا سر اپنی بہن کے پاؤں کے پاس ہوگا۔ دیکھو شرح فصوص الحکم صفحہ ۸۳۔

اس تمام عبارت شیخ سے واضح ہے کہ خاتم ولایت ایسا شخص ہوگا۔ کہ اب اس کے بعد ایسا کوئی آدمی صفحہ دنیا پر تا قیامت پیدا نہ ہوگا۔ اور اس کی پہچان یہ ہے کہ وہ توام پیدا ہوگا۔ سو الحمد للہ یہ صفت بھی اس مسیح موعود میں پائی گئی ہے۔ تحقیقات سے ثابت ہوا ہے۔ کہ جب یہ پیدا ہوئے تھے تو پہلے ان سے انکی بہن پیدا ہوئی تھی اور بعد ازاں حضرت مرزا صاحب مسیح موعود پیدا ہوئے تھے بہن کچھ عرصہ کے بعد فوت ہو گئی تھی۔ اور یہ خدا کے فضل سے بڑھتے پھولتے رہے۔

۳۹۔ بعض لوگ مسیح موعود کی نسبت کہینگے کہ وہ دین عیسوی کی حمایت کریگا۔ دیکھو اقتراب الساعۃ صفحہ ۴۲۔ سو یہ بات بھی ان کی ذات پر صادق آئی۔ کیونکہ بعض علماء سو کہتے ہیں کہ در پردہ یہ عیسائی ہیں۔ اور عیسائی حکومت کی تعریف کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ نادان نہیں جانتے کہ گورنمنٹ اور چیز ہے اور مذہب اور چیز۔ کیا گورنمنٹ کے احسانوں کا ذکر کرنا ھَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ کے مطابق نہیں ہے۔

۴۰۔ مہدی کے نشانوں میں سے ایک نشان یہ بھی ہے۔ کہ صاحب سکینت و وقار

تیرہویں فصل اس بارہ میں کہ اس زمانہ میں کن کن بزرگانِ اہلِ کشف نے انکے دعوے کی تصدیق کی

ہم قرآن اور احادیث سے ثابت کر چکے ہیں۔ کہ جس قدر علامات ظہور مسیح و مہدی کے لئے مقدر تھیں۔ اُن میں سے اکثر ظاہر ہو چکی ہیں۔ اب ہم اس فصل میں دکھلاتے ہیں۔ کہ محی الدین ابن عربی کے کشف کے مطابق کہ جس میں اُنہوں نے دیکھا تھا۔ کہ عارف باللہ و صاحب الہام و کشوف اپنے الہام سے مسیح موعود و مہدی مسعود کی تصدیق کرینگے۔ کن کن اہل کشوف نے شہادت دی ہے۔ تا کہ ناظرین کو پوری تسلّی ہو جائے۔ کہ حضرت مرزا صاحب کا مسیح موعود ہونے کا دعوے حق بجانب ہے۔ اور اُن کی مخالفت کرنے والے خدا اور رسول اور حق پسندوں کے نزدیک محض غلطی پر ہیں۔ لہٰذا ہم ذیل میں ان بزرگوں کی فہرست دیتے ہیں۔ اور دکھاتے ہیں۔ کہ اُنہوں نے کن کن الفاظ میں تصدیق فرمائی ہے۔

۱۔ گلاب شاہ مجذوب کی شہادت۔ پیشتر اِس کے کہ ہم ان الفاظ کو لکھیں ہم یہ ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ اول ہم بتا دیں۔ کہ گلاب شاہ کون بزرگ ہیں۔ اور کِس طرح یہ شہادت ہم تک پہونچی ہے۔ واضح ہو کہ ایک معمر بزرگ کریم بخش نامی نے جو جمال پور ضلع لدھیانہ کا رہنے والا تھا۔ بمقام لودھیانہ اپنی زبان سے ایک مجمع میں میرے سامنے بیان کیا اور وہ بالکل اُسی طرح ہے جس طرح وہ حضرت اقدس جناب مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روبرو بیان کر چکا ہے۔ جو بجنسہ رسالہ نشان آسمانی یا ازالہ اوہام جلد دوم میں طبع ہو کر شایع ہو چکا ہے۔ لہٰذا ہم اسی کے الفاظ جو رسالہ نشان آسمانی میں درج ہیں اختصار کے ساتھ تحریر کرتے ہیں۔

تمام مسلمان بھائیوں پر واضح ہو کہ میں اسوقت محض اپنے بھائیوں کی خیر خواہی اور ہمدردی کے لئے اس اپنی سچی شہادت کو جس کا ذکر میں نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۷۰۷ میں اس سے پہلے لکھوایا تھا۔ بتفصیل نام حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی نسبت ظاہر کرنا چاہتا ہوں تا کہ لوگوں کو میری طرف سے خاص طور پر اطلاع ہو جائے اور تا ادائے شہادت کے فرض سے مجھ کو

سبکدوشی حاصل ہو اور قبل اسکے کہ میں اس شہادت کو بیان کروں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ میری شہادت بالکل صحیح اور ہر ایک شک اور شبہ سے بالکل منزہ ہے۔ اگر اس شہادت کے بیان کرنے میں جو ذیل میں بیان کرونگا۔ کچھ میری طرف سے افترا ہے یا میں نے اس میں کچھ کم و بیش کر دیا ہے۔ تو خدا تعالے اس جہان میں مجھ پر عذاب نازل کرے۔

بھائیو! یقیناً سمجھو کہ اگر یہ گواہی میرے پاس نہ ہوتی اور اس وقت سے تیس ۳۰ یا اکتیس ۳۱ برس پہلے اگر ایک ربانی مجذوب مجھ پر یہ راز نہ کھولتا کہ آنیوالا عیسٰے موعود کون ہے تو آج میں بھی اپنے بھائیوں کی طرح جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا ایک اشد مخالف ہوتا۔ اگرچہ میں قتل بھی کیا جاتا تاہم بالکل غیر ممکن اور محال تھا کہ میں حضرت مرزا صاحب کو مسیح موعود قبول کر کے اپنے اس محکم عقیدہ کو چھوڑ دیتا جس کو میں اپنے خیال میں اہل سنت والجماعت کا مذہب اور سلف صالح کا اعتقاد اور اپنے علماء کا عقیدہ مسلمہ سمجھتا تھا۔ لیکن خدا تعالے کی میرے حق میں یہ ایک رحمت تھی کہ اس نے اس واقعہ سے تیس ۳۰ برس پہلے ایک باخدا مرد اور بیابان کے پھرنے والے ایک مجذوب کی زبان سے جو صاحب خوارق و کرامات تھا۔ جس کے خوارق میں بکثرت مشاہدہ کر چکا تھا وہ باتیں میرے کانوں تک پہنچا دیں جو اب میرے لئے ایک عظیم الشان نشان ہو گئیں اور ان پیشگوئیوں نے میرے دل کو حضرت مرزا صاحب کی سچائی پر ایسا قایم کر دیا کہ اگر اب مجھے کوئی ٹکڑے ٹکڑے بھی کر ڈالے تو بھی مجھے اس راہ میں اپنی جان کی کچھ بھی پرواہ نہیں جیسے روز روشن جب نکلتا ہے تو کسی کو اس میں کچھ شک نہیں رہتا ایسا ہی مجھ پر ثابت ہو گیا ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی وہی مسیح موعود ہیں جنکے آنے کا وعدہ تھا اور جن کا کتابوں میں عیسٰے نام رکھا گیا ہے۔ اور دل اس یقین سے بھرا ہوا ہے کہ عیسٰے نبی علیہ السلام مر گیا ہے اور پھر نہیں آئے گا۔

وہ گواہی جو میرے پاس ہے یہ ہے کہ میرے گانو جمال پور میں جو ضلع لدھیانہ میں واقع ہے ایک بزرگ مجذوب باخدا آدمی تھے جنکا نام گلاب شاہ تھا میں انکی صحبت میں اکثر رہتا اور ان سے فیض حاصل کرتا تھا اور اگرچہ میں مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہوا تھا اور مسلمان کہلاتا تھا لیکن میں اس امر کے اظہار سے رہ نہیں سکتا۔ کہ درحقیقت انہوں نے ہی مجھے طریق اسلام سکھلایا۔ اور توحید کی صاف اور پاک راہ پر میرا قدم جمایا تھا۔ اس بزرگ درویش نے ایک دفعہ میرے پاس بیان کیا کہ عیسٰے جوان ہو گیا ہے۔ اور لدھیانہ میں آوے گا اور قرآن کی غلطیاں نکالیگا۔ اور

فیصلہ قرآن کے ساتھ کرے گا اور پھر فرمایا کہ مولوی انکار کرینگے اور پھر فرمایا کہ مولوی لوگ سخت انکار کرینگے میںنے اُن سے پوچھا کہ قرآن تو خدا تعالےٰ کا کلام ہے کیا اس میں بھی غلطیاں ہیں اُنہوں نے جواب دیا کہ تفسیروں پر تفسیریں بنگئیں اور شاعری زبان پھیل گئی اسلئے غلطیاں پڑگئیں (یعنے مبالغہ پر مبالغہ کرکے حقیقتوں کو چھپایا گیا جیسے شاعر چھپاتے ہیں) عیسےٰ جب آئے گا تو ان سب غلطیوں کو نکالے گا اور فیصلہ قرآن سے کریگا۔ پھر کہا کہ فیصلہ قرآن پر کریگا۔ اس پر میںنے کہا کہ مولوی تو قرآن کے وارث ہیں وہ کیوں انکار کرینگے تب اُنہوں نے جواب دیا کہ مولوی سخت انکار کرینگے پھر میںنے بات کو دُہراکر کہا کہ مولوی کیوں انکار کرینگے وہ تو وارث قرآن ہیں اس پر وہ بہت طیش میں آکر اور ناراض ہو کر بولے کہ تو دیکھے گا کہ اُسوقت مولویوں کا کیا حال ہوگا وہ سخت انکار کرینگے پھر میںنے اُن سے پوچھا کہ عیسےٰ جوان تو ہوگیا ہے وہ کہاں۔ اُنہوں نے کہا کہ بیچ قادیاں کے یعنے قادیاں میں تب میںنے کہا کہ قادیاں تو لودھیانہ سے تین کوس کے فاصلہ پر ہے اس جگہ عیسےٰ کہاں ہے اُسوقت اُنہوں نے اس کا جواب نہ دیا مگر دوسرے وقت اُنہوں نے اس بات کا جواب دیدیا جسکو بباعث امتداد مدت میں پہلے لکھوا نہ سکا اب یاد آیا کہ اخیر میں کئی دفعہ انہوں نے فرمایا کہ وہ قادیاں بٹالہ کے پاس ہے اسی جگہ عیسےٰ ہے اور جب اُنہوں نے یہ فرمایا تھا کہ عیسےٰ قادیاں میں ہے اور اب جوان ہوگیا تو میںنے انکار کی راہ سے اُن کو کہا کہ عیسےٰ مریم کا بیٹا تو آسمان پر زندہ موجود ہے اور خانہ کعبہ پر اُترے گا یہ کون عیسےٰ ہے جو قادیاں میں ہے اور جوان ہوگیا ہے۔ تو بڑے نرمی اور سلوک کے ساتھ بولے اور فرمایا کہ عیسےٰ مریم کا بیٹا جو نبی تھا۔ مرگیا ہے۔ وہ پھر نہیں آئے گا اور میںنے اچھی طرح سے تحقیق کرلیا ہے کہ عیسےٰ مریم کا بیٹا مرگیا ہے۔ وہ پھر نہیں آئے گا اللہ تعالیٰ نے مجھے بادشاہ کہا ہے میں سچ کہتا ہوں جھوٹ نہیں کہتا۔ پھر اُنہوں نے تین مرتبہ خود بخود کہا کہ وہ عیسےٰ جو آنیوالا ہے اس کا نام غلام احمد ہے اور اگرچہ میں نے گلاب شاہ کی بہت سی پیشگوئیاں پوری ہوتی دیکھی تھیں لیکن اس پیشگوئی کے باب میں کہ آنیوالا عیسےٰ قادیاں میں ہے اور اس کا نام غلام احمد ہے ہمیشہ میں گلاب شاہ کا مخالف رہا جب تک کہ اُس کو پورا ہوتے دیکھ نہ لیا۔

انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ جب عیسےٰ لودھیانہ میں آئے گا تو ایک سخت قحط پڑے گا چنانچہ میںنے بچشم خود دیکھ لیا کہ جب اس دعوے کے بعد حضرت مرزا غلام احمد صاحب لدھیانہ میں آئے

تو اسوقت فی الحقیقت لدھیانہ میں سخت قحط تھا غرض اس بزرگ گلاب شاہ نے آج سے تیس یا اکتیس برس پہلے مجھے یہ ساری کیفیت بیان کی تھی جو میںنے لکھوا دی مورخہ ۱۴۔جون ۱۸۹۱ء دیکھو ازالہ اوہام جلد ۲ صفحہ ۷۰۹ و نشان آسمانی صفحہ ۱۹ الغایت ۲۳۔

۲۔ دوسرے بزرگ حضرت سید میر۔ المعروف بہ پیر صاحب کوٹھہ والے ہیں جنکو اس دنیا سے رحلت فرمائے ہوئے ۲۲ سال ہو گئے ہیں یعنے ۱۲۹۴ھ ہجری میں انکا انتقال ہو گیا تھا انہوں نے بھی اپنے حیات میں حضرت مرزا صاحب کی مجددیت و مہدویت کی تصدیق فرما دی تھی چنانچہ ہم مولوی محمد یحیی ساکن موضع دیگراں کے خط کو جو ہمارے پاس بجنبہ موجود ہے اور جو انہوں نے حضرت اقدس جناب مسیح موعود و مہدی معہود کی خدمت بابرکت میں بتاریخ ۲۲ جنوری ۱۹۰۱ء کو بمقام دار الامان قادیان بھیجا تھا یہاں پر نقل کر دیتے ہیں جس سے واضح ہو جائیگا کہ پیر صاحب کوٹھہ والے نے کیسی عمدہ تصدیق کی ہے وہ خط یہ ہے۔

بخدمت شریف حضرت امام زمان بعد از السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ معروض کہ میں موضع کوٹھہ علاقہ یوسف زئی کو گیا تھا اور چونکہ سنا ہوا تھا کہ حضرت صاحب مرحوم کوٹھہ والے فرماتے تھے کہ مہدی آخر الزماں پیدا ہو گیا ہے مگر وقت ظہور ابھی نہیں ہے تو اس بات کا مجھ کو بہت خیال تھا کہ اس امر میں تحقیق کروں کہ فے الواقع کس طرح ہے جب میں اس دفعہ کوٹھہ کو گیا تو انکے مریدوں میں سے جو کوئی باقیماندہ ہیں ہر ایک سے میں نے استفسار کیا تو ہر ایک یہی کہتا تھا کہ یہ بات مشہور ہے ہم نے فلاں سے سنا تھا فلاں آدمی نے یوں کہا کہ حضرت صاحب یہ بیان فرماتے تھے مگر دو آدمی ثقہ متدین نے اسطرح کہا کہ ہم نے خود اپنے کانوں سے حضرت صاحب کی زبان مبارک سے سنا ہے اور ہم کو خوب یاد ہے ایک حرف بھی نہیں بھولا اب ہر ایک کا بیان بعینہ عرض خدمت کرتا ہوں۔

(۱)۔ ایک شخص حافظ قرآن نور محمد اصل متوطن گڑھی اماز ی حال از کوٹھہ بیان کرتا ہے کہ حضرت ایک دن وضو کرتے تھے اور میں روبرو بیٹھا تھا فرمانے لگے کہ ہم اب کسی اور کے زمانہ میں ہیں میںنے اس بات کو نہ سمجھا اور عرض کیا کہ کیوں حضرت آپ اسقدر معمر ہو گئے ہیں کہ اب آپ کا زمانہ چلا گیا ابھی تو آپ کے ہم عمر لوگ بہت تندرست ہیں اور اپنے کام دنیوی کرتے ہیں فرمانے لگے کہ تو میری بات کو نہیں سمجھا میرا مطلب کچھ اور ہے پھر فرمانے لگے کہ جو خدا کی طرف سے ایک

بندہ تجدید دین کیلئے مبعوث ہوا کرتا ہے وہ پیدا ہو گیا ہماری یا پہلی لٹی میں اسلئے کہتا ہوں کہ ہم کسی غیر کے زمانہ میں ہیں۔ پھر فرمانے لگے وہ ایسا ہوگا کہ مجھ کو تو کچھ تعلق مخلوق سے بھی ہے اس کو کسی کے ساتھ تعلق نہ ہوگا اور اس پر اسقدر شدائد و مصائب آئینگے کہ جبکی مثال زمانہ گذشتہ میں نہ ہوگی مگر اسکو کچھ پرواہ نہ ہوگی اور سب طرح کی تکالیف اور فساد اسکے وقت میں ہونگے اس کو پرواہ نہ ہوگی زمین و آسمان ہلجائینگے اور الٹ پلٹ ہو جائینگے اس کو پرواہ نہ ہوگی پھر میں نے عرض کی کہ نام و نشان یا جگہ بتاؤ فرمانے لگے نہیں بتاتا ہوں۔

مولوی محمد یحییٰ صاحب یہاں پر لکھتے ہیں کہ اس میں (یعنے بیان بالا میں) میں نے ایک حرف زیر و بالا نہیں کیا ہاں اسکی تقریر افغانی میں ہے۔

(۲)۔ دوسرے شخص مسمی گلزار قوم افغان ساکن موضع بڈا بیر علاقہ پشاور حال اتر ٹوپی قریب کوٹھہ شریف ہے یہ شخص بہت مدت حضرت صاحب کی خدمت میں رہا ہے قسم کھا کر کہتا ہے کہ ایک دن حضرت صاحب عام مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے اور طبیعت اس وقت بہت خوش و خرم تھی فرمانے لگے کہ میرے بعضے آشنا مہدی آخر زماں کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے اور اسکی باتیں اپنے کانوں سے سنینگے۔ فقط

مولوی محمد یحییٰ صاحب اس خط کو ختم کرنے کے بعد لکھتے ہیں واللہ باللہ ثم تاللہ ان دونو شخصوں نے اسی طرح گواہی دی ہے۔

(ب)۔ مرزا محمد اسمٰعیل صاحب سابق ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس بنوں ہیں جنہوں نے معرفت سید سرور شاہ صاحب پروفیسر مشن کالج بیان کیا کہ میں نے حضرت کوٹھہ والے صاحب کو کہتے سُنا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ مہدی آخر الزمان پیدا ہو گیا ہے ابھی اُن کا ظہور نہیں ہوا اور جب پوچھا گیا کہ نام کیا ہے تو فرمایا کہ نام نہیں بتلاؤنگا مگر اسقدر بتلاتا ہوں کہ زبان اسکی پنجابی ہے۔

(ج) تیسرے ایک صاحب مولوی حمید اللہ صاحب ملا سوات ہیں جنہوں نے بذریعہ خطیوں شہادت دی ہے۔

بخدمت شریف کاشف رموز نہانی واقف علوم ربانی جناب مرزا صاحب عرضداشت یہ ہے کہ فضیلت پناہ جناب مولوی محمد یحییٰ صاحب اخوان زادہ جو آپ کی خدمت میں ہوائے

ہیں اُن سے کئی دفعہ آپ کا ذکر جمیل درمیان آیا آخر ایک روز باتیں کرتے کرتے مہدی اور عیسےٰ اور
مجددوں کا ذکر درمیان آگیا تب میں نے اسی تقریب پر ذکر کیا کہ ایک روز ہمارے مرشد حضرت
شاہ صاحب کوٹھہ والے فرماتے تھے کہ مہدی موعود پیدا ہو گیا ہے لیکن ابھی ظاہر نہیں ہوا
اس بات کو سُن کر فضیلت پناہ مولوی محمد یحییٰ اخوان زادہ اس بات پر مصر ہوئے کہ اس بیان کو
خدا تعالےٰ کی قسم کھا کر تحریر کر دیں پس میں بحکم آیت وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ خدا
تعالیٰ کی قسم کھا کر لکھتا ہوں کہ حضرت صاحب کوٹھہ والے ایک دو سال اپنی وفات سے
پہلے یعنے ۱۲۹۲ھ یا ۱۲۹۳ھ ہجری میں اپنے چند خواص میں بیٹھے ہوئے تھے اور ہر ایک باب سے
معارف میں اور اسرار میں گفتگو شروع تھی ناگاہ مہدی معہود کا تذکرہ درمیان آگیا فرمانے لگے
کہ مہدی معہود پیدا ہو گیا ہے مگر ابھی ظاہر نہیں ہوا اور قسم بخدا کہ یہی اُن کے کلمات
تھے اور میں نے سچ سچ بیان کیا ہے نہ ہوا و نفس سے اور بجز اظہار حق اور کوئی غرض درمیان
نہیں اُنکے منہ سے یہ الفاظ افغانی زبان میں نکلے تھے "چہ مہدی پیدا شوی وے او وقت
ظہور ندے" یعنے مہدی موعود پیدا ہو گیا ہے لیکن ابھی ظاہر نہیں ہوا بعد اسکے حضرت
موصوف نے سلخ ذی الحجہ ۱۲۹۴ھ ہجری میں وفات پائی۔

۳- تیسرے بزرگ حضرت مولوی عبد اللہ صاحب غزنوی ہیں جو حضرت پیر صاحب
کوٹھہ والے کے مرید رشید تھے یہ بزرگ احیائے سنت خیر الانام کے حامی تھے۔ اس لئے
غزنوی سے امیر کابل کے حکم سے بعد تکلیف بسیار جلا وطن کئے گئے تھے اور پنجاب میں آکر
آخر امرتسر میں سکونت پذیر ہوئے یہ بزرگ بھی صاحب کشف والہام تھے۔ انہوں
نے بہت موقعوں پر حضرت مرزا صاحب کی نسبت تصدیق کی ہم اُن کے دو مریدوں
کی شہادت یہاں پر درج کرتے ہیں جو حضرت اقدس کے آگے بھی بیان کر چکے ہیں
اور متفرق کتابوں میں طبع ہو کر شایع بھی ہو چکی ہے چنانچہ وہ شہادت حسب ذیل ہے۔

اول۔ حافظ محمد یوسف صاحب ضلعدار نہر جو بظاہر ثقہ آدمی تھے اور وہ حضرت
عبد اللہ صاحب کے اول درجہ کے رفیق اور مخلص تھے بمقام قادیان شروع ۱۸۹۱ء
میں آئے اور اثنائے گفتگو میں بیان کیا کہ مولوی عبد اللہ صاحب مرحوم نے اپنی وفات
سے کچھ دن پہلے اپنے کشف سے ایک پیشگوئی کی تھی کہ ایک نور آسمان سے قادیان کی

طرف نازل ہوا مگر افسوس کہ میری اولاد اس سے محروم رہ گئی۔ فقط دیکھو ازالہ اوہام جلد دوم صفحہ ۷۰۲-۷۰۴ ۔

یہ بات بھی حضرت عبداللہ صاحب غزنوی کی کیسی صادق آئی ہے کہ فی الحقیقت اسکی اولاد میں سے ایک بھی ایسا سعید ثابت نہیں ہوا جو اُس نور آسمانی سے کچھ حصہ لیتا بلکہ کسی شقاوت کی وجہ سے وہ مرسل یزدانی حضرت مرزا صاحب قادیانی کی صحبت سے جو بقول اُنکے والد بزرگوار کے نور آسمانی ہیں بالکل محروم و بے نصیب رہے۔

دوم۔ منشی محمد یعقوب صاحب ملازم نہر برادر کلاں حافظ محمد یوسف صاحب نے ماہ فروری ۱۸۸۶ء میں بحضور حضرت اقدس جناب مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بمقام ہوشیارپور بموجودگی حضار جلسہ شیخ مہر علی صاحب رئیس ہوشیار کے مکان پر جہاں حضرت موصوف اُترے ہوئے تھے بیان کیا کہ مولوی عبداللہ صاحب غزنوی مرحوم سے ایک دن میں نے سنا کہ وہ آپ کی بنسبت یعنی حضرت اقدس مرزا صاحب کی نسبت کہتے تھے کہ میرے بعد ایک عظیم الشان کام کے لئے مامور کئے جائینگے۔ دیکھو ازالہ اوہام صفحہ ۷۰۷۔

سوم چوتھے صاحب ایک صوفی حضرت پیر صاحب العلم ہیں جو پیر صاحب جھنڈیوالے کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ بزرگ بلاد سندھ کے مشاہیر مشائخ میں سے ہیں جنکے مرید ایک لاکھ سے زیادہ ہیں اور جو علوم عربیہ میں مہارت تامہ رکھتے ہیں اور علماء راسخین میں سے ہیں حضرت مرزا صاحب مسیح موعود و مہدی معہود کی بنسبت جبکہ عبداللہ عرب نے اُن سے حضرت اقدس موصوف کے بارہ میں دریافت کیا تو دوسرے روز قسم کھا کر بیان کیا اور پھر بجنسہ زبان عربی میں ایک خط لکھ کر عبداللہ عرب و عبداللطیف اپنے مریدان خاص کے ہاتھ بھیجا۔ وہ بزرگ اس عاجز سے بھی لاہور میں منشی عبدالحق صاحب اکونٹنٹ کے مکان پر ملے تھے اور میں نے اُن کی زبان سے بھی یہی واقعہ جو آگے درج کرتا ہوں سنا تھا اُسوقت حضرت اقدس ریاست پٹیالہ میں تشریف لے گئے ہوئے تھے اس لئے وہ دونوں بزرگ بہمراہی منشی عبدالحق صاحب اکونٹنٹ جو کچھ وقت پہلے حضرت مرزا صاحب سے بڑا اخلاص رکھتے تھے پٹیالہ میں حضور اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پیر صاحب العلم کا خط پیش کیا جو حسب ذیل ہے۔

انی رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واستفسرتہ فی امرک وقلت بین لی یا رسول اللہ اھو کاذب مفتر ام صادق فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ صادق ومن عند اللہ فعرفت انک علی حق مبین وبعد ذالک لا نشک فی امرک ولا نرتاب فی شانک ونعمل کما تامر فان امرتنا ان اذھب الی بلاد امریکہ فانا نذھب الیھا وما تکون لنا خیرۃ فی امرنا وستجدنا ان شاء اللہ من المطاوعین یعنے میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو عالم کشف میں دیکھا تو میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہ شخص جو مسیح موعود ہونے کا دعوے کرتا ہے کیا یہ جھوٹا اور مفتری ہے یا صادق ہے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ صادق ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے تو میں نے سمجھ لیا کہ آپ حق پر ہیں اب بعد اسکے ہم آپ کے امور میں کچھ شک نہیں کرینگے اور نہ آپ کی شان میں ہمیں کچھ شبہ باقی ہے اور جو کچھ آپ فرمائینگے ہم وہی کرینگے۔ اگر آپ یہ کہیں کہ تم امریکہ چلے جاؤ تو ہم وہاں جانے کو تیار ہیں اور ہم نے اپنی تئیں آپ کے حوالہ کر دیا ہے اور انشاء اللہ تعالےٰ ہمیں آپ فرمانبردار ہی پائینگے۔

پھر دوسرے موقع پر سیٹھ صالح محمد صاحب کے استفسار پر جو مدراس سے انکی خدمت میں حاضر ہوئے تھے حضرت پیر صاحب العلم نے ایک عام مجلس میں کھڑے ہو کر اور ہاتھ میں عصا لیکر تمام حاضرین کو بلند آواز سے سنا دیا کہ میں ان کو (یعنے حضرت مرزا صاحب کو) اپنے دعوے میں حق پر جانتا ہوں اور ایسا ہی مجھے کشف کے رو سے معلوم ہوا ہے۔

یہ شہادت اُنکی حیات میں چند بار چھپکر شائع بھی ہو چکی ہے اُن کا خط بجنسہٖ موجود ہے۔ عبداللہ عرب اور عبداللطیف اور سیٹھ صالح محمد صاحب اب تک موجود ہیں جن کو شک ہو اُن سے دریافت کر سکتے ہیں۔

۵۔ پانچویں بزرگ صوفی احمد جان صاحب لدھیانوی ہیں جو منشی صاحب کے نام سے مشہور ہیں یہ بزرگ بھی اب مدت ہوئی فوت ہو چکے ہیں یہ بھی ایک بڑی جماعت کے پیر و مرشد تھے اور طب روحانی میں کمال رکھتے تھے اُنہوں نے اپنے حیات میں بڑے زور سے تصدیق کی تھی حتے کہ اپنی وفات سے پہلے اپنی اولاد اور بیوی کو سخت تاکید ی

وصیت کر گئے ہیں کہ جب حضرت مرزا صاحب بیعت لیں تو تم سب انکی بیعت میں داخل ہو جائیو چنانچہ اُن کے فرمانے کے بموجب ان کے کل خاندان کے لوگ دارالامان میں حاضر ہو کر مشرف بہ بیعت ہو چکے ہیں اب ہم ذیل میں انکی تصدیق کے الفاظ بطور اختصار اس طول طویل اشتہار سے جو ایک سُرخ کاغذ پر ہے درج کرتے ہیں اور وہ یہ ہے۔

اس چودھویں صدی کے زمانہ میں کہ ہر ایک مذہب و ملت میں ایک طوفان بے تمیزی برپا ہے بقولِ شخصے بیت

دیر و حرم میں کوئی نہیں اپنی راہ پر   کافر نئے نئے ہیں مُسلمان نئے نئے

ایک ایسی کتاب اور ایک ایسے مجدد ولی بیشک ضرورت ہے جیسے کہ کتاب براہین احمدیہ اور اس کے مؤلف جناب مخدومنا و مولانا مرزا غلام احمد صاحب دام فیوضہ ہیں جو ہر طرح سے دعوے اسلام کو مخالفین پر ثابت فرمانے کے لئے موجود ہیں جناب موصوف عامی علماء اور فقراء میں سے نہیں بلکہ خاص اس کام پر منجانب اللہ مامور اور ملہم اور مخاطب الہی ہیں صدہا سچے الہام اور مخاطبات اور پیشگوئیاں اور رویاء صالحہ اور اوامر الہی اور اشارات و بشارات اجراء کتاب و فتح و نصرت اور ہدایات امداد کے باب میں زبان عربی۔ فارسی۔ اردو وغیرہ میں جو مصنف صاحب کو بہ تشریح تمام ہوئے ہیں مشرح و مفصل اسی کتاب (براہین احمدیہ) میں درج ہیں اور بعض الہامات زبان انگریزی میں بھی ہوئے ہیں حالانکہ مصنف صاحب نے ایک لفظ بھی انگریزی زبان کا نہیں پڑھا۔ چنانچہ صدہا مخالفین اسلام کی گواہی سے ثابت کر کے کتاب میں درج کئے گئے ہیں جن سے بخوبی صداقت پائی جاتی ہے اور یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ مصنف صاحب بیشک امر الہی سے اس کتاب کو لکھ رہے ہیں اور صاف ظاہر ہوتا ہے بموجب حدیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم عن ابی ھریرۃ قال فیما اعلم عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ عز وجل یبعث لھذہ الامۃ علی رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا رواہ ابو داؤد۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ ہر صدی کے شروع میں ایک مجدد منجانب اللہ پیدا ہوتا ہے جو تمام مذاہب باطلہ کے ظلمات کو دور کرتا ہے اور دین محمدی کو منور اور روشن کرتا ہے ہزارہا آدمی ہدایت پاتے ہیں اور دین و اسلام تر و تازہ ہو جاتا ہے مصنف صاحب اس چودھویں صدی کے مجدد اور مجتہد اور محدث اور کامل مکمل افراد امت محمدیہ سے ہیں

اور دوسری حدیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم یعنے علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل انہی کی تائید میں ہی پھر لکھتے ہیں ؎

سب مُلہمون کی ہے تمہیں پہ نگاہ　　　تم مسیحا بنو خدا کے لئے

سن شریف حضرت کا تخمیناً ۴۰ یا ۴۵ سال ہوگا اصلی وطن اجداد کا قدیم ملک فارس معلوم ہوتا ہے نہایت خلیق صاحب مروت وحیا۔ جوان رعنا۔ چہرہ سے محبت الٰہی ٹپکتی ہے اللھم زد فزد وارحم وبارک علیہ اے ناظرین میں سچی نیت اور کمال جوش صداقت سے یہ التماس کرتا ہوں کہ بیشک وشبہ جناب مرزا صاحب موصوف مجدد وقت اور طالبانِ سلوک کے واسطے کبریت احمر اور سنگ دلوں کے واسطے پارس اور تاریک باطنوں کیواسطے آفتاب اور گمراہوں کے واسطے خضر اور منکرانِ اسلام کے واسطے سیف قاطع اور حاسدوں کے واسطے حجت بالغہ ہیں یقین جانو کہ ایسا وقت پھر ہاتھ نہیں آئے گا۔ آگاہ ہو کہ امتحان کا وقت آگیا ہے اور حجت الٰہی قائم ہو چکی ہے اور آفتاب عالمتاب کی طرح بدلایل قاطع ایسے ہادی کامل کو بھیجدیا ہے کہ سچوں کو نور بخشے اور ظلمات ضلالت سے نکالے اور جھوٹوں پر حجت قائم کرے تاکہ حق اور باطل چھٹ جاوے اور خبیث اور طیب میں فرق بیّن ظاہر ہو جائے اور کھوٹا کھرا پرکھا جاوے۔

میں بہ آواز بلند پکار رہا ہوں اور خاص وعام کو اشتہار دیتا ہوں کہ اس سے بہتر وقت ہرگز تم کو نہ ملے گا اگر ہو سکے تو خدمت عالی میں پہنچکر سعادت دینی حاصل کرو دیکھو اشتہار واجب الاظہار صوفی احمد جان صاحب از مقام لدھیانہ۔ صوفی صاحب موصوف کی دردِ بھری دل کی دعائیں بھی سب کی سب پوری ہو گئی ہیں خدا نے مسیح بھی بنایا اور روز بروز ترقی بھی ہو رہی ہے کیونکہ ہزارہا لوگ اس امام وقت سے ہدایت یاب ہو رہے ہیں۔

۶۔ چھٹی۔ ایک عورت عفیفہ رابعہ بصریہ ثانیہ ہے جو محمد خاں بزدار کی بیٹی ہیں اور شہر لیہ ڈیرہ اسمٰعیل خاں میں رہتی ہیں اور جواب تک بقید حیات ہیں انہوں نے اپنے بھائی منشی فتح محمد بزدار کی معرفت حضرت مرزا صاحب مسیح موعود کی بذریعہ اشتہار مطبوعہ اپنے الہامات ومکاشفات کے رو سے بڑے زور کے ساتھ تصدیق کی ہے ہم بجنسہٖ اس کے اشتہار کو درج کرتے ہیں۔ وھو ھذا۔

نوٹ: اسوقت مسیح کا دعویٰ ابھی تک نہیں کیا گیا تھا لیکن صوفی صاحب کی روح گویا اس امر کی مقتضی تھی کہ حضرت صاحب موصوف مسیح بنیں کیونکہ انہوں نے نورِ فراست سے دیکھ لیا تھا کہ اسوقت مسیح کی ضرورت ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

اے جماعت مومنین اہل اسلام میری عرض کو متوجہ ہو کر سنو آپ آخرت میں اللہ تعالےٰ سے ملاقات کرنے پر ایمان رکھتے ہیں آپ لوگوں کو اسی خدا وحدہٗ لاشریک کی قسم پر اعتماد کرنا چاہیئے اور میری شہادت حقہ کو غور سے سنو اور پڑھو۔

میں ایک عورت اُمّی عربی اور فارسی سے محض بے خبر ہوں یہ خدا تعالیٰ کی صریح کرامت ہے کہ عربی میں مجھے الہام ہوتے ہیں اور الہام اور کشف کے رو سے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دعوےٰ مسیح موعود اور مہدی مسعود ہونے کی مجھے خبر ہو چکی ہے اور وہ الہامات یہ ہیں ۱۔ ویکبر احمد ۲۔ الم یاتکم نذیر ۳۔ غلمتھم اللّٰہ فلا غالب لہ الا ھو۔ ۴۔ صَدِّقِیْ صَادِقًا ۵۔ وعدہٗ مفعولاً ۶۔ احمد مار السلام اور کشف میں مجھے مرزا غلام احمد صاحب دکھلایا گیا ہے اور ایک آواز دینے والے نے بکرر سہ کرر پکار کر کہا کہ مرزا صاحب کی فتح ہوئی ہے جو لوگ مرزا صاحب کو کافر اور دجال کہتے تھے اب اس فتح کے عوض میں وہ لوگ خود دجال بنگئے۔ یہ سب دجال آگ میں جلائے گئے ہیں اور پھر ایک ہندو برہمن نظر آیا قریب آکر رکوع کر یکی شکل میں جھک گیا اور یہ الہام ہوا عِبَادُ اللّٰہِ وَجِھَکَ اور مولویوں نے اُمت محمدیہ میں تفرقہ ڈال رکھا ہے اور اہل حق کا نام کافر رکھدیا ہے اس لئے میں خدا تعالیٰ سے اطلاع پا کر گواہی دیتی ہوں کہ مرزا صاحب غلام احمد قادیانی حق پر ہے اور تمام مولوی اُن کو کافر اور مفتری کہنے والے باطل پر اب اگر کوئی میری گواہی مانے یا نہ مانے لیکن میرے الہام کی سچائی کے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہوگی کہ جس زبان میں مجھے الہام ہوتا ہے یعنے عربی میں اُس سے میں بے خبر ہوں لہذا یہ اشتہار بطور شہادت وصداقت بذریعہ اپنے بھائی حقیقی فتح محمد بزدار کے شائع کرتی ہوں تا کہ امانت خدا تعالےٰ کو لوگوں میں پہنچا دوں۔ فصاحت لیوم کرامتہ برات فلعلک باخع نفسک فحرض المومنین کذلک حقت کلمۃ ربک علی الذین فسقوا انھم لا یؤمنون۔

عاجزہ غلام فاطمہ بنت محمد خان بزدار

سکنہ خاص شہر لیہ ضلع ڈیرہ اسمعیلخان بذریعہ برادر حقیقی خود فتح محمد بزدار

مورخہ دہم ذی الحجہ ۱۳۱۴ھ مطابق ۱۳ مئی ۱۸۹۷ء

۷۔ ساتویں ایک مجذوب فقیر مقیم محمد نامی نے جو قریب ۱۲ سال سے سیالکوٹ میں بر لب باغ بستی والا سکونت پذیر ہیں حضرت اقدس جناب مسیح موعود کی تصدیق بدیں الفاظ کی ہے۔

خدا کے فضل اور الہام سے۔ روح جناب رسول مقبول صلعم سے۔ روح کل شہداء سے۔ روح کل ابدال سے روح کل اولیاء سے جو زمین پر ہیں اور ان روحوں سے جو چودہ طبقوں کی خبر رکھتے ہیں میں نے ان سب سے الہام اور گواہی پائی ہے کہ حضرت مرزا صاحب کو اللہ جل شانہ نے بھیجا ہے۔ رسول مقبول کے دین میں سخت فتنے برپا ہو گئے ہیں وہ حد درجہ کا ضعیف ہو گیا ہزاروں ملعون فرقے جیسے نصاریٰ سے رافضی پیدا ہو کر لوگوں کی گمراہی کا باعث ہوئے اس لئے مسیح موعود کو بھیجنے کی ضرورت ہوئی۔ اس وقت یہ جو خوفناک فتنے پیدا ہوئے انکی اصلاح ایک بھارے نبی کا کام تھا چونکہ رسول مقبول کے بعد کوئی نبی نہیں آنا تھا خداتعالیٰ نے حضرت مرزا صاحب کو جو رسول مقبول کی دستار مبارک میں بھیجا جو لوگ خیال کرتے ہیں کہ حضرت عیسےٰ اس جسم سے زندہ آسمان پر اٹھائے گئے جھوٹے ہیں کوئی آسمان پر موت کا مزہ چکھے بغیر اور جسم کے ساتھ نہیں گیا اے علماء گدی نشینوں اے فقرا گدی نشینوں! اے اہل بیت گدی نشینوں! سن رکھو عنقریب آسمان سے بھاری جلالی گواہی اس سلسلہ کی سچائی کی ظاہر ہونیوالی ہے۔ خود خدا بڑے زور سے گواہی دیگا پھر تم اس مخالفت میں بڑے ذلیل اور شرمندہ ہوگے یہ میرا اشتہار سچا ہے۔ یہ لوح محفوظ کی نقل ہے میں دیکھتا ہوں اس مخالفت سے خداتعالےٰ تم پر سخت ناراض ہے رسول مقبول تم سے حد درجہ بیزار ہے یہ مضمون خود مجذوب صاحب کی تحریک سے ۲۸ مئی ۱۸۹۷ء کو چھپکر شائع بھی ہو چکا ہے یہ بزرگ ایک دفعہ بذات خود دارالاماں قادیاں میں تشریف لائے تھے۔ راقم نے انکو بچشم خود دیکھا ہے یہ بالکل مجذوب الحال تھے بات بہت ہی کم کرتے تھے اکثر خاموش رہتے تھے۔

۸۔ آٹھویں بزرگ ایک مجذوب سائیں شیر تھے جو قریب ۸۰ سال کی عمر کے تھے۔ یہ بزرگ شہر جموں میں رہتے تھے ان پر اکثر ربودگی طاری رہتی تھی یہ مجذوب اپنے مکاشفات و الہامات و پیشگوئیوں کی وجہ سے جموں میں بڑے مشہور تھے انکے الہامات و مکاشفات کی تصدیق حضرت مولینا المکرم مخدومنا المعظم وحید العصر علامۃ الدہر جناب نورالدین صاحب بھی کرتے

ہیں ایک دفعہ کا ذکر ہے یہی بزرگ ہمراہی حضرت مولانا موصوف ۱۸۹۳ء میں قادیان دارالاماں
میں بحکم الہام ربانی تشریف لائے اس جلسہ کی خبر بھی بذریعہ الہام وکشف علامہ موصوف کو پہلے ہی
سے اُس نے دی تھی حالانکہ حضرت مولانا موصوف کو بالکل اس بارہ میں خیال تک نہ تھا اور
نہ قادیان سے اُسوقت تک کوئی اطلاع ہوئی تھی جب وہ آئے تو بار بار یہی کہتے تھے کہ حضرت
مرزا صاحب صادق اور خدا کی طرف سے ہیں اور ہم نے خود اپنے کانوں سے یہ کہتے
ہوئے سُنا کہ قرآن شریف زمین کے نیچے دبا ہوا تھا وہ اب دو شخصوں کے ذریعہ سے نکل
رہا ہے جس سے مراد یہ تھی کہ حضرت مرزا صاحب اور علامہ نورالدین وہ دو شخص ہیں جو زمین
سے دبے ہوئے قرآن کریم کو نکال رہے ہیں ایک دفعہ مسجد اقصےٰ میں حضرت اقدس حضار جلسہ
میں کھڑے ہو کر تقریر کر رہے تھے اور جب اس مقام پر پہنچے کہ علماء زمان مجھکو کافر دجال
وغیرہ کہتے ہیں تو مجذوب مذکور نے بے اختیار کھڑے ہو کر اور زار زار رو رو کر کہا کہ خدا کے
مقبول بھی کبھی کافر ہوتے ہیں وہ جھوٹ کہتے ہیں میں یقیناً یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ بجنسہٖ یہی
الفاظ تھے جو اس مجذوب کی زبان سے نکلے تھے مگر قریب قریب ایسے تھے لیکن مطلب یہی تھا۔

۹۔ نویں بزرگ سیّد امیر علیشاہ صاحب ہیں جو بستی سیّدانوالی ضلع سیالکوٹ میں رہتے
ہیں انکی حالت اب ایسی ہو گئی ہو کہ ابکو ہر روز رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار
گوہر بار میں حاضر ہونے کا شرف حاصل ہے۔ میں اُنکے اپنے الفاظ بجنسہٖ درج کرتا ہوں

خدا کے لئے ایک گواہی

اے علماء اسلام و مفتیان حضرت سیدنا ونبینا خیر الانام علیہ الف الف سلام۔ آپ
صاحبان جناب مولنا و امامنا حضرت میرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تکذیب پر اصرار
نہ کریں میں آپ صاحبان کو خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر مطلع کرتا ہوں کہ میں نے ستر یا اسی دفعہ جیسے
واقعی ہوا ہے جناب سیدنا رسول اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے اور آپ نے اِن الفاظ
سے جناب مرزا صاحب موصوف کے دعوے کی تصدیق کی ہے جو میں ذیل میں لکھتا ہوں
گاہے مامور من اللہ۔ گاہے مسیح موعود۔ گاہے امام مامور من اللہ۔ گاہے مسیح موعود و مہدی
مسعود۔ اور بسا اوقات امام المتقین والصالحین۔ اکثر دفعہ امام المومنین بعض دفعہ مرزا صاحب

خلیفۃ اللہ اور بعض دفعہ مسیح موعود و مہدی معہود و مجدد زمانہ کے خطاب سے ممتاز فرمایا ہے اور ایک مرتبہ یوں فرمایا یہ امام اللہ تعالیٰ کے حکم سے مبعوث اور مسیح موعود اور مہدی مسعود کے نام اور لقب سے ملقب ہوا ہے۔ تم مطیع امر واجب الاذعان اُس مامور من اللہ کے رہو۔ اسلام کی سچائی کا ظہور اسی مرد سلیم الطبع حلیم المزاج اور متحمل اور بردبار کے تفویض ہوا ہے اور رب العباد نے اُن کو چن لیا ہے اُن کے برخلاف ہونیوا الضلالت میں ہے مبارک ہیں وہ اُمتی جو صراط مستقیم پر چلکر مامور من اللہ کی طرف دوڑے چلے آتے ہیں فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا جو اُمتی وغیرہ ایذا مہدی مسعود کو پہنچارہے ہیں اُن کے حق میں اچھا نہیں ہوگا اب آپ صاحبان سوچ لیں کہ اگر آپ کے خیال میں حضرت سیدنا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی اس وصیت کی کچھ عزت ہے کہ جناب ممدوح رویا میں فرماتے ہیں تو اُس سے مخالفت کرنا کس قدر گناہ ہے اور یہ تمام رویا و الہامات میرے پاس مفصل طور پر اپنے نوٹ بک میں بقید تاریخ و سنہ موجود ہیں جو صاحب چاہیں اپنی تسلی کے لئے دیکھ سکتے ہیں۔

اِس کے بعد سید صاحب موصوف نے ایک اور اشتہار دیا ہے جس میں کئی سو مرتبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو رویا میں دیکھنا ظاہر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہر مرتبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے حضرت مرزا صاحب کی تصدیق ہی ہوئی ہے

اس سید صاحب سے راقم آثم کی بھی روشناسی ہے اور تین چار دفعہ دار الامان میں بھی تشریف لاچکے ہیں ان کو ہر روز بلاناغہ رویا صادقہ اور الہام بکثرت ہوتے ہیں جنکو وہ بطور ڈائری روزمرہ پاکٹ بک میں درج فرماتے ہیں میں نے بکثرت رویا اور الہامات ان سے سُنے ہیں واقعی صالح اور نیک اور بزرگ آدمی ہیں۔

۱۰۔ دسویں ایک مشہور ملہم ربانی جناب مولوی غلام امام صاحب ہیں جو عزیز الواعظین کے لقب سے ملقب ہیں منی پور ملک آسام میں ایک چیف انجنیر کے ہاں ملازم ہیں ان کو بھی الہام رویا صادقہ بکثرت ہوتے ہیں دو مرتبہ وہ یہاں آچکے ہیں جب اول مرتبہ یہاں تشریف لائے تھے تو ان کے پاس چیف انجنیر کی جو ایک بڑا یورپین عہدہ دار ہے تصدیق موجود تھی کہ میں نے اس کے الہامات و رویا کو جو پیش از وقت ظاہر کئے ہیں بالکل اسی طرح تجربہ

کرتا رہا ہوں۔ اس بزرگ نے میرے سامنے ایک مجمع میں بیان کیا کہ میں نے بہت دفعہ حضرت اقدس کو رویا میں دیکھا ہے اور کئی مرتبہ حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اُن کی تصدیق کی ہے کہ یہ شخص یعنے حضرت مرزا صاحب اپنے دعوے میں بالکل سچا ہے اور یہی وجہ ہوئی کہ مولوی صاحب موصوف کو اس قدر دور دراز سفر کے مصائب اور اخراجات سفر برداشت کرنے پڑے اور صرف یہی نہیں بلکہ اپنی جان و مال سے ایسے گرویدہ ہو گئے کہ ایک معقول رقم سے مدد فرماتے ہیں اور حضرت اقدس کی تمام تصنیفات منگواتے اور ملک میں شائع کرتے ہیں

۱۱۔ گیارھویں ایک مرد صالح حافظ نور محمد صاحب ساکن موضع فیض اللہ چک ہیں جو قادیان سے چند میل کے فاصلہ پر ہے جنکو رویا صادقہ و الہام بکثرت ہوتے ہیں وہ ۱۶ اکتوبر ۱۸۹۹ء کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق میں ایک مطبوعہ اشتہار کے ذریعہ رویا و الہامات شائع کرتے ہیں ہم بجنسہ انکے اشتہار کو درج کرتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

میں خدا تعالیٰ جل شانہ کی قسم کھا کر لکھتا ہوں کہ مندرجہ ذیل الہامات اور رویا حضرت اقدس امام الزمان و مہدی و مسیح موعود جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ادام اللہ برکاتہ کی صداقت دعویٰ میں ہوئی کہ وہ یقیناً خدا کی طرف سے ہیں میری اس میں کسی قسم کی بناوٹ اور کوئی افترا نہیں وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا۔

اول۔ جب حضرت اقدس نے مسیح موعود کا دعوے کیا تو میں موضع تہہ غلام نبی میں مولوی علی محمد صاحب سے پڑھتا تھا آپ کے دعوے کے متعلق مولوی صاحب سے گفتگو کرتے تھی۔ اگرچہ میں حضرت اقدس کا مرید اور معتقد نہ تھا لیکن مولوی صاحب کی باتوں سے شکوک پیدا ہو گئے تھے ایک روز میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت مرزا صاحب کی مسجد بیت الذکر سے نیچے اُترا ہوں اور حضرت اقدس و حافظ حامد علی کمرہ میں بیٹھے ہیں اور آپ کے ہاتھ میں قرآن شریف ہے اور یہ آیت پڑھتے ہیں هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى اور میں اپنی طرف دیکھتا ہوں کہ میرے زانو ننگے ہیں حضرت اقدس کو دیکھ کر میں نے کپڑا نیچے کیا حامد علی نے مجھے کہا کہ

آؤ جی اس کے معنے کرو میں نے کہا کہ مجھے شرم آتی ہے حضرت صاحب کے سامنے کیا معنے کروں
حامد علی نے پھر اصرار کیا تو اُسکی مجھے یہ تفہیم ہوئی کہ حضرت مرزا صاحب لوگوں کے لئے کھلے نشانات
کے ساتھ بیعت کرنے والے ہیں۔

دوم۔ ایک روز میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جمعہ کی نماز کا امام ہوں سورت فاتحہ کے بعد
جب میں نے سورۃ قٓ پڑھی اور اس آیت پر پہنچا بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ
هٰذَا شَیْءٌ عَجِیْبٌ ایک شخص نے پیچھے سے کہا کہ تم کو کوئی اور سورت پڑھنی تھی میں نے کہا کہ یہ تو
مجھے خدا نے مرزا صاحب کی بابت الہام کی ہے۔

سوم۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ آسمان سے یہ آیت مثل بارش کے قطروں کے چمکتی ہوئی
نازل ہوئی وہ آیت یہ ہے قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ساتھ ساتھ اس کے یہ تفہیم ہوئی۔ کہ
بصائر سے مراد حضرت مرزا صاحب ہیں +

چہارم۔ جبکہ کتاب آئینہ کمالات اسلام چھپ رہی تھی میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت
اقدس نے آئینہ کمالات اسلام اور پشمینہ کی چادر کا جوڑا اعلےٰ قسم کا مجھے بھیجا ہے میں نے اُس کو پہن
لیا پھر وہ جوڑا پانی میں بھیگ گیا اور عمدہ رنگ نکل آیا تو میں خوش ہو گیا تب معلوم ہوا کہ حضرت
مرزا صاحب مجسم اسلام کی حقیقت ہیں۔

پنجم۔ ایک بار خواب میں نے دیکھا کہ حضرت اقدس فیض اللہ چک تشریف لائے اور پرانی
مسجد میں ڈیرہ کیا میں پچیس آدمی ہندوستانی ساتھ ہیں ان میں سے ایک حاجی موصل حسین
شاہجہانپوری ہیں جنکو آٹھ برس کے بعد جب وہ قادیان میں آئے میں نے پہچان لیا ہے جس طرف آپ
جاتے ہیں یہ لوگ ساتھ ساتھ پھرتے ہیں حضرت کے لئے ایک تخت بچھایا گیا اور اُس پر ایک
اور چھوٹا تخت بچھایا گیا اس پر سفید کپڑا ہے اور وہ لوگ یہ شعر پڑھ رہے ہیں۔ ؎

منور کن دلم را یا الٰہی از کتاب اللہ ۔ بفیضِ آں امامِ قادیانی عارف آگاہ

ششم۔ ایک دفعہ میں قادیان میں آیا اور جس مکان میں مولوی نورالدین صاحب قرآن
شریف کا درس دیتے ہیں دوپہر کو لیٹ گیا ایک الماری پر لکھا ہوا دیکھا لیطلعکم اس کے ایک
ساعت کے بعد الہام ہوا فاروق احمد۔ اس سے چند روز کے بعد حضرت کو الہام ہوا اطلع اللہ
علیٰ همه وغمه

ہفتم ۔ آتھم کے ۱۵ مہینے کی میعاد گذرنے پر میں قادیاں میں آیا حضرت نے آتھم کی نسبت لمبی تقریر کی مجھے شک واقع ہوا رات تلملی میں گذری صبح کی نماز کے بعد مجھے یہ الہام ہوا نحن اقرب الیہ منکم ولکن لاتبصرون اور الیہ کے ساتھ ایک ہاتھ ہے جو مرزا صاحب کی طرف اشارہ کرتا ہے جب میں گھر گیا تو یہ الہام ہوا یونس اذ ابقی اسکے بعد مجھے اطمینان ہوگیا۔

ہشتم ۔ میں خواب میں رسول اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ آپ کے ہمراہ چار نوجوان ہیں میں چراغ علی کے ہمراہ آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بعد السلام علیکم میں نے درود شریف پڑھا۔ مجھ سے مصافحہ کیا میں نے عرض کی یا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز کا وقت ہے آپ نے فرمایا چلو نماز پڑھیں پیچھے سے کسی نے کہا کہ میرے کپڑے ناپاک ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معلقا بالثریا معلقا بالثریا یعنے وہ وقت آگیا ہے جو ثریا والے انسان کی پیشگوئی کے متعلق ہے اور وہ حضرت مرزا صاحب ہیں۔

۱۲ ۔ بارھویں بزرگ جنہوں نے الہامات و رویا سے تصدیق کی وہ منشی ظفر احمد صاحب ہیں جو ریاست کپورتھلہ میں اپیل نویس ہیں یہ نوجوان صالح اور ایک پاکباز اور راست کردار آدمی ہیں وہ بذریعہ اشتہار مطبوعہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تصدیق کرتے ہیں ہم بجنسہ اس کو درج کرتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

منشی الٰہی بخش صاحب اکونٹنٹ لاہوری جو پہلے حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام رئیس قادیاں سے جو دنیا کے نور اور حجۃ اللہ ہیں جن کو خدا نے اپنی رحمت خاص سے مجدد وقت و مسیح موعود و مہدی مسعود کر کے دنیا میں نازل کیا بکمال عقیدت و ارادت رکھتے تھے اب بعض تحریروں سے پایا گیا کہ کچھ عرصہ سے کسی وجہ سے منشی صاحب موصوف حضرت اقدس علیہ السلام کی مخالفت پر مستعد ہو گئے ہیں اور اپنے بعض الہامات کے معنے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف بیان کرتے ہیں چونکہ میں آنجناب کے بارہ ایسی ایسی صاف اور اعلیٰ خوابیں دیکھتا ہوں اور ایسے الہام پاتا ہوں کہ جیسے بکمال وضاحت و صفائی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت اقدس کو جو بارگاہ کریم میں وجاہت اور عزت حاصل ہے اور سید العالم فخر الرسل امام الاولیا

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جیسا تعلق و محبت ہے اور کسی کو ممکن نہیں ہے اس لئے میں منشی الٰہی بخش صاحب کی خدمت میں بغرض الدین النصیحۃ اپنے چند خواب اور الہام طبع کرا کر ارسال کرتا ہوں اس اُمید سے کہ وہ اُن کو غور سے پڑھیں اور اس احمد آخر الزماں علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت و عناد کو دل سے دور کرکے قرب حق حاصل کریں ورنہ جس طرح میں اپنے خواب و الہام حضرت اقدس کی تائید و تصدیق میں بیان کرکے حلفاً ظاہر کرتا ہوں کہ میرے خواب و الہام بلا کم و کاست خدائے قدیر کی طرف سے ہیں اور میرا ان میں افترا نہیں ہے اسی طرح آپ بھی اپنے وہ الہامات جو حضرت اقدس کے برخلاف آپ کو ہوتے ہیں شائع کرکے حلفاً بیان کریں کہ یہ حقیقۃً اور یقیناً خدا کی طرف سے حضرت اقدس کے بارہ میں ہیں انکی تاویل یا تفسیر میں میری رائے و افترا کو مطلق دخل نہیں ہے اگر میں اس بارہ میں کچھ افترا سے کام لیتا ہوں یا غلطی کرتا ہوں۔ تو خدائے ذوالجلال کا اظہار حق و باطل کے لئے مجھ پر غضب نازل ہو۔

خواب اول۔ میں نے دیکھا کہ میں مدینہ منورہ میں روضہ مبارک رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑا ہوں مگر جن جالیوں میں سے روضہ منورہ کو دیکھتے ہیں۔ وہ مجھ سے بہت اونچی ہیں اس سبب سے بہت مضطرب ہوں۔ اسی اثناء میں دیکھتا ہوں کہ حضرت اقدس جناب مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود علیہ السلام تشریف لائے اور پھر آپ نے میرے شوق اور اضطراب کو دیکھکر نہایت شفقت اور محبت سے میری بغلوں میں ہاتھ ڈال کر مجھ کو اُٹھانا چاہا تو یکایک وہ جالیاں نیچے ہوگئیں پھر میں بلا تکلف اُن سے روضہ منورہ کی زیارت کرنے لگا۔ میں نے دیکھا کہ تین قبریں ہیں اور بوجہ انتہا درجہ کے نور کے وہ تمام قبہ بقعہ نور معلوم ہوتا تھا بلکہ نور ہی نور نظر آتا تھا اسوقت میں شوق میں جھوم جھوم کر الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ پڑھتا ہوں اور روتا ہوں جو ایک عاشقانہ حالت ہے آنکھ کھلنے پر میری زبان پر اُسی کا ورد تھا اور نہایت ہی سرور میں تھا۔

خواب دوم۔ جب میں حضرت مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مشرف بہ بیعت ہوا اُس سے کچھ عرصہ کے بعد ایک ایسی دولت ایمان اور یقین سے مالامال کیا گیا کہ جو ہمیشہ میرے ازدیاد ایمان اور یقین اور معرفت اور تازگی روح کا باعث ہے میں وہ لذت اور سرور تحریر میں نہیں لاسکتا جو مجھ کو بہ برکت و طفیل حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام حاصل ہوا میں نے دیکھا کہ

دو چبوترے نہایت خوبصورت اور خوشنما زمین سے بلند بطور قبر کے بنے ہوئے ہیں ایک چبوترہ پر خوشنما سائبان ہے جسکے قریب میرے ایک بھائی حاجی عبد الغنی صاحب سر بزانو کئے ہوئے بیٹھے ہیں اور میں فاصلہ پر کھڑا ہوں اسی حالت میں دیکھا کہ حضرت اقدس جناب مرزا صاحب علیہ السلام تشریف لائے اور نہایت محبت سے میرا ہاتھ اپنے دستِ مبارک میں پکڑ کر فرمایا کہ آؤ تم کو سرور کائنات حضور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کیخدمت میں حاضر کریں پھر حضرت مرزا صاحب مجھ کو سائبان والے چبوترہ پر لیگئے۔ وہاں جا کر دیکھا کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کچھ اوڑھے ہوئے لیٹے ہیں۔ آپ مرزا صاحب کو دیکھکر بیٹھ گئے میں نے دیکھا کہ آپ خندہ پیشانی ہیں مرزا صاحب نے مجھکو انجناب صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر کے مجھ کو ارشاد فرمایا یہ سرور کائنات سید الانبیاء محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں آپ سے بیعت کرو پھر میں حضور علیہ السلام کے قریب بیٹھ گیا اور رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے میرا داہنا ہاتھ اپنے دست مبارک میں لیکر محبت بھرے الفاظ سے ایک نہایت ہی مختصر فقرہ عربی کا فرمایا مگر افسوس ہے کہ وہ مجھے یاد نہیں رہا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ تمام برائیوں سے پرہیز کرنا اور تمام نیکیوں کو اختیار کرنا۔ پھر اس کے بعد میں اُس دوسرے چبوترہ کی طرف جو کسی قدر فاصلے پر تھا جانے لگا اور اُس چبوترہ پر ایک وجیہ خوبصورت آدمی فاخرہ لباس پہنے ہوئے مسلح بیٹھا ہوا تھا جس سے میں مصافحہ کرنا چاہتا تھا مگر راستہ میں سے مجھ کو رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر واپس کر لیا اور میرا ہاتھ پکڑے ہوئے اپنے پاس بٹھالیا اور فرمایا کہ یہ معاویہ ہے۔

خواب سوم۔ ایک دن میں نے دیکھا کہ میدان قیامت ہے اور جہاں تک نظر کام دیتی ہے مخلوق خدا پریشان حال نظر آتی ہے اور حضرت اقدس جناب مرزا صاحب صلے اللہ علیہ وسلم قرآن کریم ہاتھ میں لئے ہوئے سب کو مخاطب کر کے فرما رہے ہیں کہ تم نے اس کلام پاک کی تکذیب کی جو رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی معرفت ہم پر نازل ہوا اور میری بھی تکذیب کی اب حضور رسول مقبول صلعم تشریف لاتے ہیں اور میں اس کلام اللہ کو پیش کرونگا۔ اس وقت تمام مخلوق سخت کرب و اضطراب میں نہایت بے تابانہ حالت سے چلا چلا کر رو رہی تھی جو دیکھا کہ مشرق کیطرف سے ایک عظیم الشان جماعت آئی جنکے چہرہ نورانی ہیں۔ اُن میں ہمارے آقا و مولیٰ رسول کریم سید العالم محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم جلوہ گر ہیں انکو دیکھکر مرزا صاحب

اُن کے پاس گئے اور مل کر کھڑے ہو گئے اور میں مرزا صاحب سے قدرہ پیچھے کھڑا ہوا پھر مرزا صاحب نے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور کی اُمت ہے یا کہا کہ آدمی ہیں جنہوں نے اِس قرآن کریم کی بھی تکذیب کی اور میری بھی۔ اُسوقت دیکھا کہ بڑا شور تمام مخلوق میں ہے اور بہت ہی مضطرب الحال ہیں پھر مرزا صاحب نے قرآن کریم کو رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کو دے دیا۔ اور شفاعت کے لئے سفارش کی۔ اسی اثنا میں پُر ہول رعب ناک پرہیبت آواز میں سنا حساب۔ یہ سنکر سب بیہوش ہو کر گر پڑے اور حضرت مرزا صاحب اور شفیع المذنبین رحمۃ اللعالمین خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فداہ ابی وامی دونوں سجدہ میں گر کر نہایت تضرع سے دعا کرنے لگے۔ پھر بہت عرصہ کے بعد ہر دو خادم و مخدوم نے سر اُٹھایا اور آقائے و مولائے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے نہایت انبساط اور خوشی سے ہنستے ہُوئے کچھ مرزا صاحب سے فرمایا جس سے مرزا صاحب بھی بہت خوش ہُوئے۔ پھر مرزا صاحب نے نہایت خوشی سے ہنسکر مجھ کو خوشخبری دی کہ خداوند کریم نے تم کو بخشدیا مبارک ہو میں آنکھ کھلنے پر بہت دیر تک اُس کا اثر اپنی ذات میں پاتا تھا اور خوش ہوتا تھا اور ہنستا تھا۔

خوابِ چہارم۔ میں نے دیکھا کہ ایک عمدہ مکان پر رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم مع اصحاب کبار رضوان اللہ رونق بخش ہیں اور آپ ایک بلند جگہ پر تشریف رکھتے ہیں اور میں دست بستہ آپ کے سامنے کھڑا ہوں اور بھی چند آدمی ہیں جو علیحدہ کھڑے ہیں۔ اُن میں سے ایک شخص حسن خاں نامی نے میری طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ لوگ حدیثوں کو نہیں مانتے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے محبت بھری نظر سے تبسم فرماتے ہوئے میری طرف دیکھا میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم لوگ تو آپ کے فرمودہ پر جان و دل سے عاشق ہیں اور ایمان رکھتے ہیں رسولِ مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے سُن کر صحابہ رضی اللہ عنہم کو مخاطب فرما کر ارشاد فرمایا کہ مرزا صاحب ہمارے پیارے فرزند ہیں اور فرمایا کہ جسوقت مرزا صاحب قرآن کریم بیان فرماتے ہیں تو میری روح تازہ ہو جاتی ہے پھر مجھ کو حکم فرمایا کہ مرزا صاحب سے کہو کہ قرآن شریف بیان فرمائیں اس خواب سے کچھ عرصہ بعد حسن خان جو پہلے مخالف تھا حضرت اقدس سے مشرف بہ بیعت ہوا اور اُسی حالت میں مر گیا خدا اُس کو بخشے۔

خوابِ پنجم میں نے دیکھا کہ حضرت اقدس میرا ہاتھ پکڑ کر آسمان کی طرف اوڑا کر لے گئے اور

آسمانوں کے دروازہ ہمارے واسطے کھلتے گئے اور ہم داخل ہوتے گئے اور عجیب در عجیب مخلوق مشاہد کی جنگی شکلیں میرے ذہن میں اسوقت تک موجود ہیں پھر دیکھا کہ ایک ایسی جگہ گئے جہاں سوائے نور کے کچھ نہ تھا جس کو دیکھ کر ہم سجدہ میں گر گئے۔

ایک دفعہ الہام ہوا کہ مرزا غلام احمد صاحب دنیا کا نور ہے پھر یہی فقرہ بڑی جلی قلم سے آسمان پر یا ایک تختہ پر سنہری لکھا ہوا دیکھا جو مثل چاند کے روشن تھا۔ علاوہ ازیں بہت دفعہ اس قسم کے الہام ہوئے کہ جن سے حضرت اقدس کا منجانب اللہ ہونا پایا گیا۔

ماسوائے اسکے میں نے بہت دفعہ خواب میں رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے اور حضرت مرزا صاحب کو ان کے پاس دیکھا ہے کہ آپ حضرت مرزا صاحب سے بڑی محبت اور شفقت سے باتیں فرماتے ہیں۔

۱۳- تیرھویں ایک بزرگ پیر سراج الحق صاحب جمالی نعمانی احمدی سرساوی ہیں جو چار قطب ہانسوی کی اولاد میں سے ہیں۔ ان کے مرید بھی لاکھ سے زیادہ ہیں جو ہندوستان کے مختلف اضلاع میں سکونت پذیر ہیں یہ بچپن سے ریاضت شاقہ میں لگے رہے۔ انہوں نے رویا و مکاشفات کے روسے حضرت مرزا صاحب کو مسیح موعود و مہدی معہود مانا ہے یہ اپنے رویا کی کیفیت کتاب ازالہ اوہام میں بھی لکھوا چکے ہیں اور انہوں نے دو رسالہ بھی تصنیف کئے ہیں جن میں انہوں نے اپنے کشفوں اور رویا کے حالات درج کئے ہیں ہم رسالہ نمبر ۲ سے کسی قدر لکھدیتے ہیں۔ تاکہ ناظرین پر کھلجائے کہ پیر صاحب موصوف نے کس طرح حضرت اقدس جناب مسیح موعود کو مانا ہے

وہ لکھتے ہیں کہ خاکسار نے حضرت اقدس حبیب اللہ الصمد میرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو امام مہدی اور مسیح موعود علیہ الصلوات والسلام من اللہ الودود منجملہ اور وجوہات کے جو رسالہ ہرا الامان من فتن الزمان میں بیان ہونگے مانا ہے وہ تین وجہ ہیں جو مختصر طور سے لکھتا ہوں۔

اول۔ اپنے کشف اور رویا ء سے جس کا تجربہ مجھے نہ ایک بار نہ دو بار بلکہ صدہا بار ہو چکا ہے اور حضرت اقدس جناب میرزا صاحب کی نسبت مجھ پر خدا نے اسوقت ظاہر کیا کہ میں آنحضرت کے حالات اور نام و نشان اور قادیاں سے بھی واقف نہ تھا میری عمر ۱۳-۱۴ برس کی تھی۔ کہ مجھے درود شریف اور قرآن شریف کے پڑھنے کا بہت شوق تھا۔ ہمارے ہاں حافظ عبداللہ مرحوم خوش الحان واعظ تھے وہ بعد نماز جمعہ رسالہ آثار محشر منظومہ نہایت سریلی آواز سے پڑھتے

تھے۔ جس میں مسیح و مہدی وغیرہ کے آنے کا ذکر تھا میں اُس سے اِسقدر متاثر ہو گیا تھا کہ رات دن یہی خیال اور جوش تھا کہ کسی طرح مہدی و مسیح کو دیکھوں۔ لہذا گریہ وزاری اور تضرع و ابتہال سے دعا کیا کرتا تھا کہ اے مہربان خدا مجھے امام مہدی اور عیسٰےؑ کی زیارت کرا دے تیرے فضل سے کچھ دور نہیں۔ کبھی کبھی یہ بھی خیال ہوتا تھا کہ تو کہاں اور مہدی اور مسیح کی زیارت کہاں پھر یہ خیال دل میں کرتا تھا کہ اگر اُن کا زمانہ مِل گیا تو زیارت محال ہو گی۔ اُنکی خدمت میں سلاطین۔ وزرا۔ امراء۔ ولی۔ غوث۔ قطب ہوں گے۔ تو جیسی ہو گی تو نقار خانہ میں طوطی کی آواز۔ ایسے ایسے خیال سے نا اُمیدی اور یاس کا دل پر سا بندھ جاتا تھا۔ مگر یہ کیا خبر تھی آخر میری دعا حضرت رب العزت میں قبول ہو گئی۔ میرا درد دل سے رونا حضرت باری تعالےٰ میں سنا گیا خدا بڑے فضلوں کا مالک اور ہر شے پر قادر ہے اُسکے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔ اُس نے وہ زمانہ مبارک مجھے دیا کہ اپنے نور کی زیارت کرائی سب تعلقات سے چھڑا کر اُسکے در دولت پر پہنچا کر اُسکے اصحاب صفہ میں جگہ دی۔ اُسکی ہم نشینی کا فخر اُسکے انفاس طیبہ کا اثر عطا کیا اسکی نسبت پہلے مجھے اطلاع بخشی میں ایک کشف لکھ چکا ہوں جو اِس رسالہ کے حصہ اول میں ہے اب ایک اور رویا دیکھی ہے جس سے یہ باتیں ظاہر ہوئی ہیں۔

اول یہ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک مجھے بعینہ حضرت اقدس جناب مرزا صاحب مجدد اعظم کے حلیہ کا دکھلایا گیا۔

دوم یہ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مجھے خدا نے وہ دکھایا جو حدیثوں میں مسیح موعود کا حلیہ آیا ہے جس حلیہ نے مسیح موسوی اور مسیح محمدی میں فرق اور امتیاز کر دیا ہے۔

سوم مجھے بتایا گیا کہ آپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور حلیہ سے دکھلایا گیا کہ مسیح موعود میں اس میں وہ عینیت اور مماثلت کا اظہار تھا کہ مسیح موعود کوئی دوسرا شخص نہیں جو اس خاتم الانبیا صلے اللہ علیہ وسلم کا غیر ہو۔

چہارم اس حلیہ سے صحیح حدیث لا مہدی الا عیسےٰ بن مریم کی بھی حقیقت سمجھائی گئی کہ مہدی او مسیح دو شخص نہیں ہیں بلکہ دو نام بباعث دو مختلف کار اصلاح کے ایک ہی شخص کے نام ہیں کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسیح موعود کے حلیہ میں ظاہر ہوئے نہ اپنے حلیہ میں تا کہ محمد بن عبد اللہ اور عیسےٰ بن مریم کی پیشگوئی کی تمثلی طور پر حقیقت کھلجائے۔

سہ پیر صاحب کی اس سے یہ مراد ہے کہ مسیح آخر الزماں اسی اُمت محمدیہ میں سے ہوگا جسکو خاتم الانبیا سے کمال درجہ مشابہت ہوگی۔

غرض وہ لکھتے ہیں کہ تمام امت محمدیہ کا اس پر اتفاق ہو چکا ہے کہ جس شخص نے خواب میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی گویا اس نے بیداری میں زیارت کی اور جس نے آپ کو دیکھا اس نے خدا کو دیکھا اور آپ کی صورت میں شیطان متمثل نہیں ہوتا خدائے عزوجل کی قسم وہ حلیہ جو میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا دیکھا و بعینہٖ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا حلیہ تھا اور سرِ مو فرق نہیں معلوم ہوتا۔ اب میری اس سچی خواب کی تکذیب کرنے والے خدا کی قہری تجلی کے نیچے ہیں مجھ پر جو گواہی تھی وہ میں نے ادا کر دی۔

۱۴۔ چودھویں بزرگ منشی نبی بخش صاحب ہیں جو محکمہ پولیس میں سارجنٹ ہیں۔ جن کے الہامات و مکاشفات کی خبر افسرانِ ضلع تک ہے اس بزرگ کو پنجابی اور اردو اور عربی اور فارسی زبان میں بکثرت الہام ہوتے ہیں اور رؤیا و مکاشفات بھی بہت ہوتے ہیں چنانچہ ہم ان کے اشتہار سے جو انہوں نے حضرت مرزا صاحب کے منجانب اللہ ہونیکی تصدیق میں شائع کیا ہے ہم کچھ حصہ بطور اختصار اسمیں درج کرتے ہیں جس سے واضح ہو جائیگا کہ کیونکر اس ملہم من اللہ نے آنحضرت اقدس جناب مسیح موعود علیہ السلام کو مانا ہے وہ لکھتے ہیں۔

چونکہ یہ عاجز بھی اپنے پیارے مسیح کے دروازہ کا فیض یافتہ تھا اور خدا رحیم و کریم نے محض اپنے فضل سے اس عظیم الشان انسان کی شناخت تائیدات غیبی سے اس عاجز کو کرائی تھی پس مینے بھی اس طریق کی پیروی کی اور خدا تعالیٰ سے اطلاع پا کر اس امر کو ظاہر کرنے پر تیار ہوا جو کئی سالوں سے اس عاجز پر ظاہر ہو چکا ہے یہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہے کہ اُس نے مجھ ناچیز کس مپرس کو بھی اس میدان میں نکالا ہے ورنہ میں ایک عامی بے علم اُمّی انسان ہوں معمولی اردو نوشت خواند کے سوا کچھ نہیں جانتا مگر میں دیکھتا ہوں کہ برابر ۱۸۹۶ء سے مجھ پر آسمانی بارش ہوتی ہے اور باوجودیکہ میں عربی دان نہیں ہوں۔ ہاں قرآن خوان ہوں مگر عربی میں مجھے الہام ہوتے ہیں اور انکی تفہیم بھی ساتھ ہی ہوتی ہے زبان فارسی میں بھی خدا تعالیٰ کا کلام مجھ پر اُترتا ہے پنجابی اور اردو کلام سے بھی مجھے نوازا جاتا ہے مجھے بار بار یہ بتلایا جاتا ہے کہ حضرت امام زمان جناب مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان اپنے دعوے میں صادق اور منجانب اللہ ہیں وہ علمائے اسلام اور مولویان امت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام جنہوں نے آپ کی تکذیب و تکفیر کی ہے۔ ناحق پر ہیں اور انہوں نے انصاف کا خون کیا ہے ایسے زمانہ میں کہ اسلام کی پاک روشنی معلوم ہوتی

اور مذاہب غیر کے حملے ناجائز طریق سے شروع ہوگئے پاک مذہب اسلام کی تذلیل و توہین ناراستی پسند اور بندۂ نفس قوموں نے اپنا شعار ٹھہرالیا جناب رسالت آب صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں ناگفتنی باتیں کہیں اور اس امام المتقین و رئیس المطہرین کی جناب میں سخت سخت گستاخیاں عمل میں آئیں پس خدا کی غیرت نے جوش مارا اور اس امام صادق مسیح موعود و مہدی معہود کے وجود میں وہ غیرت زمین پر نازل ہوئی تاکہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی صداقت اور قرآن کریم کی پاک تعلیم کی اشاعت ہوکر اسلام کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو بچایا جائے اور غیر قوموںکے دست و زبان سے جو ناپاک اعتراض کو لئے ہوئے دراز ہوئے ہیں۔ اس پاک دین اور پاک رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت کی حفاظت کیجائے تاکہ ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ و لو کرہ المشرکون کی پیشگوئی کو خدا تعالیٰ سچا ثابت کرے۔

سنو میں نے کیونکر سمجھا۔ واضح ہو کہ اس عاجز پر اس سلسلہ آسمانی کی عظمت تین طریق سے ظاہر کی گئی ہے۔

اوّل بذریعہ رویاہائے صادقہ دوم بذریعہ مکاشفات۔ سوم بذریعہ الہامات۔

پس جس طرح میرے آسمانی مالک نے مجھ سے اس بارہ میں سلوک فرمایا ہے میں بذریعہ اشتہار مخلوق خدا پر حجت پوری کرنے کی غرض سے اس کو ظاہر کرتا ہوں۔ اور میں دیکھتا ہوں۔ کہ خدا کی مرضی ہے۔ ایسا ہی ہو میں اپنے نفس کو ہرگز اس میں شامل نہیں پاتا۔ اور میں بخوبی جانتا ہوں۔ کہ میرا ذاتی دخل اس میں ذرہ بھی نہیں۔ پس میں اُسی خدائے قدوس کی ذات کو پیش نظر رکھ کر حلف اُٹھاتا ہوں۔ اور قسمیہ اقرار کرتا ہوں۔ کہ جو کچھ میں نے اس اشتہار میں درج کیا ہے وُہی ہے جو مجھ پر خدا تعالےٰ کی طرف سے ظاہر ہوا ہے۔ اور اس میں میری طرف سے کوئی بات نہیں ہے۔ پہلے میں اُن رویائے صادقہ کو درج کرتا ہوں۔ جو کئی سال پیشتر اسکے کہ حضرت مرزا صاحب نے مسیحیت کا دعویٰ کیا مجھ کو دکھلائی گئیں۔ اور پھر میں علے الترتیب بعض مکاشفات اور چند الہامات درج کروں گا۔ چنانچہ منشی نبی بخش صاحب موصوف نے ترتیب وار رویا و مکاشفات اپنے اشتہار میں درج فرمائے ہیں۔ لیکن ہم بخوف طوالت

خوابوں اور بعض الہامات وغیرہ کو چھوڑ کر بطور نمونہ چند ایک الہامات یہاں پر درج کرتے ہیں۔

وہ بزرگ خوابیں لکھتے لکھتے بیان کرتے ہیں۔ کہ خوابوں کے بعد مجھے معاً اِس طرف توجہ ہوئی۔ کہ ایسی ترتیب و نظام سے ایک امر ظاہر کیا جاتا ہے۔ کوئی ضرور آنے والا ہے۔ اُس کی تلاش کرو۔ چنانچہ تھوڑے عرصہ کے بعد حضرت مرزا صاحب مسیح موعود کے اشتہارات سیالکوٹ میں پہونچے اور میرے رفیق اور محبّ لُدھیانہ میں جا کر بیعت ہو آئے اور مجھے بھی تحریک کی مگر مجھے پانچویں رویا کا فقرہ یاد رہا۔ کہ تمہارے طرف ایک نیکو کار آرہا ہے میں نے یقین کیا کہ مجھے اس کا موقع دیا جائیگا چنانچہ پندرہ روز کے بعد حضرت مامور من اللہ مسیح موعود سیالکوٹ میں تشریف لائے اور میں حاضر خدمت ہو کر مشرف بیعت ہوا اور روز بروز نور قلب بڑھتا گیا اور آسمانی نعمتیں عطا ہونے لگیں بیعت کے بعد جو کچھ میں نے دیکھا وہ حسبِ ذیل ہے۔

ا۔ جناب مرزا صاحب امام الوقت کو دیکھا کہ قلعہ میں تشریف فرما ہیں حاضر خدمت ہو کر سلام علیکم عرض کیا اور عذر کیا کہ عاجز بوجہ ملازمت حاضر نہیں ہو سکا فرمایا کچھ مضایقہ نہیں اتنے میں شہر کے لوگ آگئے حضرت اُٹھ کھڑے ہوئے اور دائیاں ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھا کر یہ ارشاد کیا۔ لوگو بچ جاؤ جہنم بڑا سخت ہے۔

ایک دفعہ کشف میں بحالت بیداری دیکھا کہ میں نے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا ہے مجھے سمجھایا گیا کہ اِس سے مراد جناب مرزا صاحب اور آن کا زمانہ ہے۔

ایک دفعہ میں نے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت مرزا صاحب امام زمان کی پشت پر دست مبارک رکھے ہوئے دیکھا۔ الہام میں مجھے سمجھایا گیا کہ ہاتھ سے مراد دل ہے۔ یعنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا دل حضرت مسیح موعود کی طرف ہے۔ا

اس بزرگ کے الہام پنجابی وعربی زبان میں بہتیرے ہیں۔ لیکن ہم چند ایک یہاں پر بطور نمونہ درج کرتے ہیں۔

حضرت مرزا صاحب کی نسبت الہام ہوا شیخ کبیر رحمت اللہ و برکاتہٗ۔ وارسلناہ شاھداً
مبشراً و نذیراً لہٗ مقالید السموات والارض انا انزلناہ بالحق فی القادیان نوراً وھدیً بالکتاب

المُبین۔ سامومن من اللہ من فضلہ ومن رحمۃ عیسیٰ لوح اللہ وعیسیٰ امر اللہ عیسیٰ کا جانشین اللہ نے کیا ہے تیرا رب ہی صادق بندوں کو ٹھیک وعدہ پر پہنچ دیتا ہے اس کو یقین جانو اور وہ ہماری طرف سے صادق ہے صادق اور راستباز ہے حضرت مسیح موعود سے محبت کرو مخالفوں کے لئے یہ الہام ہوئے۔ جن لوگوں نے انکار کیا وہ گنہگار ہوئے کیونکہ آنیوالے کو جھٹلایا اور اس لئے گنہگار ہوئے کہ انہوں نے نافرمانی اور زیادتی کی پہنچی توبہ کے سوا اب بچاؤ نہیں علم بیہودہ ہو جائیگا ان مولویوں کا ناقص عقل کب قرآن کا مطلب سمجھ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی خصومت کا وقت آگیا۔ باز نہیں آتے اُن کی شامت آئی ہوئی ہے۔ اُن کی پیش نہ جائے گی۔ قیامت تک مسیح کے لئے اختلاف میں رہیں گے مخلدون فی عذاب اللہ فی النار والسقر ولیتھم مدبرین

حضرت مرزا صاحب کی جماعت کی نسبت الہام ہوا الھم جنتہ ھم الفائزون قلیل من عبادی الشکور۔

۱۵۔ پندرھویں بزرگ صوفی محمد علی صاحب ہیں جو محکمہ ریلوے میں ملازم ہیں جلالپور جٹاں ضلع گجرات کے رہنے والے سادہ مزاج نوجوان صالح آدمی ہیں ان کو الہام و رویاء و مکاشفات بکثرت ہوتے ہیں۔ یہ صاحب حضرت مرزا صاحب کی تصدیق اپنے اشتہار مطبوعہ میں یوں کرتے ہیں۔

۱۔ ایک رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ مدینہ منورہ میں روضہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر گیا ہوں اور روضہ کے گرد خیمے نصب ہیں میں نے ایک آدمی سے دریافت کیا کہ یہ خیمے کس کے ہیں۔ اُس نے جواب دیا کہ مرزا غلام احمد صاحب کے ہیں۔ یہ (مرزا صاحب) روضہ کے گرد جھالر لگوا رہے ہیں اُسوقت میری نگاہ جھالر پر پڑی۔ جھالر نہایت ہی نفیس چمکیدار پڑی تھی۔

۲۔ ایک رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ مرزا صاحب کی کتاب نور الحق میرے ہاتھ میں ہے اور اُس پر یہ شعر لکھا تھا بیت

الحمد للہ کہ وہ سید مہدی بن کر آیا — پھولوں کا سہرا سر پر دھر کر آیا

۳۔ ایک شب کو میں نے دیکھا کہ مجھے حضرت مرزا صاحب نے ایک کاغذ دیا جس پر لکھا ہوا تھا مرزا صاحب لولوں لنگڑوں کے اچھا کرنے کے لئے آئے ہیں۔

۴۔ ۱۷ ستمبر ۱۸۹۹ء کو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک نہایت ہی خوبصورت گھوڑا مرزا

صاحب کی خدمت میں گورنمنٹ نے ارسال کیا ہے اور اس گھوڑے سے کو دو اہل اللہ لے کر آئے ہیں۔ تب میں نے کہا کہ مرزا صاحب گورنمنٹ کے ایسے سچے خیر خواہ ہیں کہ جس وجہ سے یہ گھوڑا اور عزت ملی ہے ٭

۵۔ آتھم عیسائی کے ابتلا کے وقت یہ الہام ہوا انہ الحق من ربکم فلا تکونن من الممترین مخالفوں کے لئے یہ الہام ہوا کذاب آل فرعون والذین کذبوا بآیاتنا اولٰئک اصحٰب النار۔

۱۶۔ سولھویں شخص خود راقم الحروف ہیں چونکہ عاجز کو بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے رویاء صالحہ اور الہامات صادقہ میں ذاتی تجربہ ہے۔ جسکی نسبت میرے تمام گھر کے لوگوں اکثر دوستوں اور آقائے نامدار حضرت مخدوم مکرم نواب محمد علیخاں صاحب رئیس مالیر کوٹلہ کو بخوبی علم ہے کیونکہ اکثر خوابیں اور بعض الہام پیش از وقت بتا دیا کرتا ہوں جن کا وقوع اسی طرح ہوتا ہے جس طرح ظاہر کیا جاتا ہے یہ فضل خاکسار کو تھوڑے عرصہ سے نہیں ہے بلکہ دس بارہ برس کی عمر سے ہے میرے ساتھ اللہ تعالیٰ کی یہ عادت ہے کہ جو اہم امور میرے ساتھ واقع ہونیوالے ہوتے ہیں اُنکی خبر پیش از وقت دیجاتی ہے۔ اور پھر اُن کا ظہور اُسی طرح ہوتا ہے مجھے اس کی تفصیل کی ضرورت نہیں میرے احباب خوب جانتے ہیں اب میں بتاتا ہوں کہ میں نے حضرت مرزا صاحب کو کیونکر مانا۔ سو واضح ہو کہ میں نے نہ حضرت اقدس کی کوئی کتاب پڑھی تھی اور نہ کوئی اشتہار دیکھا تھا اور نہ حضرت اقدس کے ملنے والوں سے ملاقات کی تھی کیونکہ میں دُنیا کے ایک ایسے کونہ میں رہتا تھا جو ایک جنگل و بیابان تھا اور جہاں دینی تعلیم کا کوئی مدرسہ نہیں تھا دنیوی تعلیم بھی تھوڑے عرصہ سے ہائی سکول تک جاری ہوئی تھی وہاں کسی قسم کا دینی چرچا نہیں تھا۔ جب میں لاہور میں آیا تو وہاں حضرت مرزا صاحب کا بڑا چرچا سُنا ایک روز دو دوستوں نے آن کر کہا کہ چلو حضرت مرزا صاحب کو دیکھ آئیں میں نے کہا کہ بہت بہتر۔ چنانچہ ہم تینوں وہاں سے سوار ہو کر یہاں قادیاں میں پہنچے۔ مگر افسوس کہ وہ دونوں دوست ابتک بیعت سے محروم ہیں حضرت اقدس کے اخلاق حمیدہ اور مہمان نوازی کو دیکھ کر دل پر بہت اثر پڑا۔ پھر اُنکی تقریر دلپذیر جو غالباً آریہ مت مُبرہمو مذہب کی نسبت تھی ایسی مؤثر اور دلکش تھی کہ فوراً اُن کی محبت دل میں بیٹھ گئی گاہے گاہے خط و کتابت ہونے لگی اور جب حضرت اقدس نے اشتہار بیعت جاری کیا تو فوراً بلا کسی کے مشورہ کے لدھیانہ میں حاضر ہو کر مشرف

یہ بیعت ہو گیا کیونکہ ابتدا ہی سے میری فطرت ایسی واقع تھی کہ گو دین سے تو خبر نہیں تھی صرف رسمی طور سے نماز روزہ کی پابندی تھی تاہم دین کی محبت دل میں تھی اور فطرتاً جو بات خلاف طبع معلوم ہوتی تھی میں اُس سے سخت متنفر ہو جاتا تھا غیر شرع امور سے مجھے قطعی نفرت تھی جیسے بلا تعلیم دینی غیر مشروعہ باتوں سے بیزاری تھی ایسا ہی برخلاف اسکے بلا علم دینی دین کی باتیں اچھی اور بھلی معلوم ہوتی تھیں۔ اسی لئے فطرتاً حضرت مرزا صاحب کے چہرہ نورانی کو دیکھ کر دل نے گواہی دی کہ یہ منہ جھوٹا نظر نہیں آتا۔ فوراً بلا کسی عذر و تامل کے غلامی کا طوق اپنی گردن میں ڈال لیا۔ میرے ایمان لانے کی تو یہ کیفیت ہے۔

چونکہ لاہور رہتے مجھے ایک عرصہ ہو گیا تھا اور اکثر علماء و واعظین کے وعظ سننے کے موقع بھی پیش آتے رہے۔ اسی اثناء میں مولوی محمد لکھوکے والے اور گروہ غزنویاں کی بھی تعریف کانوں سے سُنی جاتی تھی اس لئے دونوں خاندانوں پر حسن ظن ہو گیا تھا کیونکہ اسوقت یہ لوگ بظاہر دین کے خادم معلوم ہوتے تھے اور قرآن کو بڑی رقت اور درد کے ساتھ پڑھتے تھے مجھے چند بار اُنکے وعظ سننے کا اتفاق ہوا تھا لیکن جب حضرت اقدس نے مسیح موعود ہونے کا دعوے کیا تو مجھے مولوی محمد حسین صاحب وغیرہ نے بہت کچھ ورغلایا میں نے اُن کو صاف ایک بڑے مجمع میں کہدیا۔ کہ مولوی صاحب میں نے تو ابھی تک ان کا کوئی اشتہار یا کوئی رسالہ اس دعوے کے بارہ میں نہیں دیکھا لیکن آپ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے میں آپ کی بات کو سچا جانتا ہوں۔ اُنہوں نے دعوے کیا ہوگا اب اگر میری رائے دریافت کرتے ہو تو سن لو کہ حضرت مرزا صاحب کے گذشتہ ایام کے حالات کا آپ نے ذکر کر دیا ہے اور اب موجودہ حالت زندگی کا ہم نے بچشم خود مشاہدہ کر لیا ہے سچ پوچھتے ہو تو مجھے یہ منہ جھوٹ بولنے والا نظر نہیں آتا۔ آپ عالم ہیں جو چاہیں سو کہیں میں تو مان چکا۔

غرض اس کے بعد جب غزنویوں اور عبد الرحمٰن لکھوکے والے کی طرف سے اشتہارات میں مخالف الہام شائع ہوئے تو مجھے تردد ہوا کہ یا الٰہی کیا بات ہے اِدھر یہ لوگ اُدھر حضرت مرزا صاحب دونوں بزرگ گروہ ہیں یہ کیا بات ہے کہ باہم مخالف الہام ہونے لگے۔ فریقین کے الہام صحیح نہیں ہو سکتے اگر خدا کی طرف سے الہام ہوتے ہیں تو ضرور ایک گروہ کے صحیح اور ایک کے غیر صحیح ہونگے ورنہ اعتبار اُٹھ سکتا ہے غرض ان دنوں میں ماہ رمضان آ گیا تھا کہ سارے لوگوں

سے ملنا جلنا ترک کر دیا اور مکان کے اندر در بند رہتا اور تمام روز قرآن شریف پڑھا کرتا اور رات کو ایک قاری بلوا کر اپنے ہی مکان پر مع دو تین دوستوں کے سحر کے وقت نماز تہجد باجماعت ادا کرتا۔ اور رات کو بھی بہت کم سوتا اور بعض رات کو ایک منٹ کے لئے بھی نہ سویا۔ آٹھ قرآن کریم ختم کئے اور نمازوں میں اور قرآن کریم کے بعد دعا بھی مانگتا کہ اے میرے مولا میں ایک عاجز اور بے خبر انسان ہوں میں تیری رضا چاہتا ہوں مجھ پر کھول دے کہ ان فریقین میں سے جو حق پر ہے اس کا سچا ہونا مجھ پر ظاہر کر دے تا کہ میں گمراہ نہ ہو جاؤں اور مجھے جن سے محبت کرنی چاہئے میں اُن سے محبت کروں اور جن کی محبت سے تو خوش نہیں ہے اُن سے الگ ہو جاؤں بہت ہی رو رو کر دعائیں کی گئیں تو ۲۰ رمضان کی شب کو اللہ تعالیٰ نے مجھے دکھایا میں یہ کیفیت دکھائی ایک بڑا ہال ہے اس میں بڑے بڑے نامی اور مشاہیر علماء جمع ہیں جن کی بغلوں میں بڑی بڑی کتابیں وبسٹر ڈکشنری کے برابر موجود ہیں۔ ان میں ایک طرف حضرت اقدس جناب مرزا صاحب بھی تشریف رکھتے ہیں لیکن یہ اس وضع پر بیٹھے ہوئے ہیں جیسے ایک اُستاد اپنے شاگردوں میں بڑی عظمت کے ساتھ بیٹھتا ہے۔ اور دوسرے تمام علماء اس وقت اسطرح نشست رکھے ہوئے تھے جیسے شاگرد اُستاد کے سامنے بیٹھا کرتے ہیں مجھے اسی حالت میں تفہیم ہوئی یا کسی نے کہا کہ دیکھو یہ علماء علوم ظاہری سے حصہ رکھتے ہیں اور باطنی علوم سے یہ بالکل محروم اور تہی دست ہیں۔ اگر اسی طرح اس بزرگ یعنی حضرت مرزا صاحب کی خدمت میں بیٹھ کر سبقاً سبقاً علم باطنی نہ پڑھیں تو یہ کسی صورت میں یہ علم نہیں سیکھ سکتے۔ اس کے بعد بیداری ہو گئی۔ نماز تہجد کا وقت تھا۔ جیسے یہ خواب آئی تھی۔ اس کے بعد مجھ پر کھل گیا کہ یہ ظاہری علماء علوم باطنی سے محروم ہیں اپنے خشک علم کے بھروسہ پر یہ مخالفت کرتے ہیں اور چونکہ مخالف خیال لیکر سوتے یا توجہ کرتے ہیں تو اُن کو اپنے دل کے آئینہ کا عکس پڑ کر ایسی مخالف خوابیں یا الہام آتے ہیں اسمیں ربانی الہاموں یا خوابوں کا تعلق نہیں بلکہ اضغاث احلام ہیں سچے اور پاک الہام چونکہ پاک چشمہ سے نکلتے ہیں اُن کے لینے کے لیے بھی پاک برتن چاہئے جب اُن کے دل اپنی نفسانی خواہشوں سے آلودہ ہو کر ناپاک ہو جاتے ہیں۔ تو پھر وہ قدوس و سبوح خدا کیوں ایسی حالت میں اُن پر سچے الہام کرنے لگا۔ اسلئے وہ لوگ اضغاث احلام کو بھی الہام سمجھ کر اپنے آپ کو حسب معمول مقدس اور بزرگ اور نیک سمجھتے ہیں ربانی الہام ہی سمجھنے لگ جاتے ہیں یہ اُن کی سادہ لوحی کی

بڑی دلیل ہے پھر اس کے بعد مجھ پر بارش کی طرح ایسے نیز الہام ہوئے کہ میں اُن کو اخذ بھی نہ کرسکا کیونکہ عربی زبان میں تھے مگر اُن کا مطلب یہ تھا کہ عنقریب مولویوں کی خوب قلعی کھولی جائیگی اور وہ ذلیل اور خوار ہونگے۔ سو الحمدللہ کہ ایسا ہی وقوع میں آیا۔

۱۸۸۳ء یا ۱۸۸۴ء میں جب میں ایف۔اے کلاس میں گورنمنٹ کالج لاہور میں پڑھتا تھا۔ تو میں نے ایک رویاء میں دیکھا کہ ایک بڑا عالیشان کمرہ ہے جہاں کرسیاں قرینہ سے لگی ہیں اور اُس میں تمام انبیاء کا دربار لگا ہوا ہے یہ عاجز بھی اس دربار کے درمیان چلا گیا اور سب سے پہلے فخر موجودات وافضل الرسل و خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام کیا اور خدمت میں دست بستہ کھڑا رہا۔ پھر کچھ دیر کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم (فدیت بابی وامی) نے میرے دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی کو اپنے دست مبارک میں لیا اور زبان مبارک سے فرمایا کہ تمام انبیاء سے ملاقات کرو۔ میں نے حضرت آدم سے لے کر حضرت عیلے تک سب پیغمبروں سے علیحدہ علیحدہ ملاقات کی۔ اور خدا کی قدرت سب نے میرے دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی کو پکڑا جس کو آن فخر رسل نے پکڑا تھا۔ مجھے کسی نے اُن کا نام نہیں بتایا جب میں ایک ایک کے سامنے جاتا۔ تو خود بخود ہی میرے دل میں ڈالا جاتا کہ یہ حضرت آدم ہیں۔ یہ حضرت نوح ہیں۔ یہ حضرت شیث ہیں یہ ابراہیم ہیں یہ موسیٰ ہیں۔ یہ عیلے ہیں۔ غرض سب کے نام معلوم ہوتے جاتے تھے۔ اور ہر ایک کو میں نے ان آنکھوں سے دیکھا لیکن بیدار ہونے کے بعد نہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا حلیہ یاد رہا۔ نہ کسی اور نبی کا بجز حضرت عیلے علیہ السلام کے جس کی صورت اور حلیہ اسوقت تک میری آنکھوں میں رچ رہا ہے۔ میں نے اُسی روز اپنے ایک دوست خلیفہ عمادالدین صاحب۔ اور کلاں خلیفہ ڈاکٹر عبدالرشید سے بیان کی تھی۔ اور بعد ازاں بہت لوگوں کے آگے بیان کی گئی۔ مجھے حیرت تھی کہ تمام انبیاء کو میں نے دیکھا صرف ایک مسیح کا حلیہ مجھے کیوں یاد رہا۔ مجھے ہرگز معلوم نہیں تھا کہ کبھی حضرت عیلے کے حلیہ کا جھگڑا پیدا ہوگا سو جب حضرت مرزا صاحب نے ۱۸۹۱ء کے قریب دعوے مسیحیت کیا اور حلیہ کا ذکر ہوا تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ حکیم وعلیم کی یہی حکمت تھی کہ پیش از وقت مثل دیگر امور کے اس امر کو بھی مجھ پر کھول دیا تھا اور وہ واقعی اسی طرح کا حلیہ ہے جیسا حدیث بخاری میں آیا ہے اور حضرت اقدس جناب مرزا صاحب کا حلیہ اُن سے الگ ہے اور اُن کا حلیہ بخاری کی دوسری حدیث کے مطابق ہے

جو آنے والے مسیح کے لئے چاہئے تھا۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔

چودھویں فصل بعض اُن اشخاص کی خوابوں کے بارہ میں جنہوں نے بیعت سے پہلے دیکھیں اور پھر انکی بناء پر بیعت میں داخل ہوئے مع خوابہائے چند مُریدانِ حضرت اقدس

خدائے حکیم و علیم کی یہ کیسی حکمت کاملہ ہے کہ جب آسمان سے بارش برساتا ہے تو ساری زمین جو ایک ویرانہ کی طرح خشک سڑی جلی ہوئی بیحس پڑی ہوئی ہوتی ہے یک لخت چند دنوں میں سرسبز لہراتی ہوئی نظر آنے لگتی ہے۔ اور ہر ایک قطعہ زمین اپنی اپنی خاصیت کے موافق جیسے جیسے بیج اپنی تہ میں لیے ہوئے ہوتا ہے پھوٹ پڑتا ہے۔ کہیں سرسبز گھاس ہے تو کہیں خوشگوار اور تازگی بخش لالہ زار ہے اور کہیں جھاڑیاں خاردار اور کہیں گل بدبودار۔ غرض جیسی جیسی زمین ہوتی ہے ویسی ویسی چیزیں خود پیدا ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح روحانی بارش کا حال ہے۔ کہ جب کوئی مامور من اللہ آسمان سے نزول فرماتا ہے تو ساتھ ہی قلوب مخلوق بھی اُس بارش روحانی سے جو اس مامور من اللہ کی وجہ سے نازل ہوتی ہے فطرت قابلہ وغیر قابلہ کے لحاظ سے متاثر ہوتے ہیں۔ نیک دل تو اُن امور کی طرف کھنچے ہوئے چلے آتے ہیں اور گندے اور ناپاک دل اپنی ناپاکی اور گندگی میں زیادہ نشو و نما پکڑتے ہیں اور مخالفت میں ترقی کرتے ہیں چنانچہ نیک فطرت انسان علاوہ دیگر مراحم خسروانہ کے رویاء صالحہ و مکاشفہ صادقہ و الہام پاک سے بہرہ لیتے ہیں خواہ انسان دنیا کے کسی گوشہ میں رہتا ہو اور اُسکو کسی مامور من اللہ کا ذرہ بھی علم نہ ہو تو بھی اللہ تعالیٰ اس کو ضرور خبردار کر دیتا ہے۔ اگر اُس کو پہلے کبھی بھی خواب نہ آئی ہو تو بھی خواب دکھلائی جاتی ہے اور خاص مسیح کے زمانہ کی نسبت تو مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خبر بھی کر دی ہے کہ اُس وقت مومنوں کو سچی خوابیں ہوا کرینگی جسکی تصدیق حدیث ذیل سے ہوتی ہے۔

عن حسن قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اقترب الزمان خروج المہدی لم تکد رؤیا المومن ان تکذب اخرجہ البخاری فی افرادہ بخاری نے اپنے افراد میں حسن سے روایت کی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مہدی کے خروج کا زمانہ

قریب ہوگا تو مومن کو سچے خواب ہوا کرینگے دیکھو نجم الثاقب جلد ۲ صفحہ ۲۳۲ - لہذا ہم چند صاحبوں کی خوابیں دکھاتے ہیں جو حضرت مرزا صاحب کی تصدیق میں انکو ہوئیں (۱) سات آٹھ سال کا عرصہ ہوا ہے - کہ ایک نوجوان میمن سیٹھ موسے نامی جو ملک کچھ کی طرف کا رہنے والا تھا مگر تجارت کے لئے رنگون ملک برہما میں تھا - کچھ عرصہ کے بعد وہ منی پور ملک آسام میں کسی وجہ سے پہونچا وہاں اُس نے خواب میں دیکھا کہ مغرب کی طرف سے آفتاب طلوع ہوا ہے منی پور میں ایک شخص مولوی غلام امام صاحب عزیز الواعظین رہتے ہیں جو کہ تعبیر رویاء و الہام و مکاشفات میں ید طولیٰ رکھتے ہیں وہ اُن کے پاس پہونچے اور کیفیت خواب عرض کی - اُنہوں نے یہ تعبیر بتلائی کہ خواب بالکل سچی ہے - آفتاب سے مراد امام زمان ہے جو پیدا ہو گیا ہے - اور واقعی وہ یہاں سے عین مغرب کی طرف ہے یعنی قادیان واقعہ ملک پنجاب میں ہے اُس تاجر نے کہا کہ مجھے کیونکر اطمینان ہو - اُس بزرگ نے کہا کہ تم درود شریف پڑھ کر سو رہا کرو اللہ تعالیٰ تم پر حق کھولدیگا - چنانچہ اُنہوں نے ایسا ہی کیا - تو اُنہوں نے خواب میں حضرت مرزا صاحب سے ملاقات کی چند روز تک ایسی ہی خوابیں دیکھا کیں - ایک روز رات کے وقت پھر حضرت مرزا صاحب کو دیکھا تو دامن پکڑ لیا اور کہا کہ مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرادیں - حضرت مرزا صاحب نے کہا کہ بہت اچھا - چلو ہمارے ساتھ چنانچہ وہ اُن کے ہمراہ ہو لیا - ناگہاں بیت اللہ شریف کے پاس پہونچے اور بیت اللہ شریف کی ایک جانب کچھ فاصلہ پر لیجا کر کہا کہ یہاں ٹھہرو یہاں پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تمہیں زیارت ہوگی - وہاں کچھ قبریں بھی موجود تھیں سیٹھ موسے کہتے تھے کہ حضرت مرزا صاحب کے کہنے کے بموجب وہاں کھڑا ہو گیا - تھوڑی دیر کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بوڑھا آدمی سفید لباس پہنے ہوئے وہاں سے گذرے - حضرت مرزا صاحب نے فرمایا - کہ یہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ہیں ان سے مصافحہ کرو - میں نے ایسا ہی کیا - پھر کچھ دیر کے بعد ایک خوبصورت جوان آدمی پاس سے گذرا - حضرت مرزا صاحب نے فرمایا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں ان سے مصافحہ کرو - میں نے ویسا ہی کیا - تھوڑی دیر کے بعد ایک اور خوبصورت جوان تشریف لائے تو فرمایا کہ یہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ ہیں ان سے مصافحہ کرو - میں نے اُن سے بھی مصافحہ کیا - پھر ایک سوار آیا - کہا کہ یہ حضرت علی ہیں ان سے

مصافحہ کرو میں نے ویسا ہی کیا پھر اُن کے بعد ایک اور سوار آئے فرمایا کہ یہ حضرت عثمانؓ ہیں۔
ان سے مصافحہ کرو میں نے بجا آوری حکم کی۔ پھر اُن کے بعد ایک اور سوار آئے فرمایا۔ کہ یہ
حضرت عمر فاروقؓ ہیں۔ ان سے مصافحہ کرو میں نے ویسا ہی کیا۔ اُن کے بعد ایک اور
سوار تشریف لائے فرمایا کہ یہ حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں ان سے مصافحہ کرو میں فوراً تعمیل
حکم بجا لایا۔ پھر اُس کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ ایک عظیم الشان جماعت بڑے کرّوفر کے ساتھ آرہی
تھی فرمایا کہ یہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت پاک ہے اور وہ جو عین وسط میں ہیں یہ حضرت
رسول مقبول صلوات اللہ وسلامہ ہیں میں یہ سنتے ہی بے اختیار صفیں چیرتا ہوا حضرت رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوا اور بعد سلام بڑے ادب سے عرض کرنے لگا۔ کہ یا
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مجھے مدت سے آپ کی زیارت کا شوق تھا اب اس بزرگ حضرت
مرزا غلام احمد صاحب کی طفیل سے آج مشرف بزیارت عالیہ ہوا۔ لیکن میری ایک خواہش اور باقی
ہے اور وہ یہ ہے کہ میں خدا تعالےٰ کی زیارت کرنا چاہتا ہوں آپ زیارت کرا دیجیے۔ تو آن حضرت صلی
اللہ علیہ الف الف صلوٰۃ و سلام نے فرمایا اچھا چلو ہمارے ساتھ۔ چنانچہ میں ہمراہ ہو گیا۔ ایک
کشادہ دست میدان میں چلے گئے جو نہایت ہی خوش منظر تھا یکایک کیا دیکھتا ہوں کہ آسمان سے
ایک رسہ لٹکا ہے۔ جب قریب آگیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس رسہ پر
جس کے اوپر ایک بیٹھنے کی تختی لگی ہوئی تھی بیٹھ جاؤ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم آپ یوں کھڑے رہیں اور اس پر بیٹھ جاؤں یہ بے ادبی ہے میں نہیں بیٹھوں گا حضرت
رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ تم نے اللہ تعالےٰ کی زیارت کرنی ہے جب تک اس رسہ پر نہیں بیٹھو گے تو
اللہ کی کیونکر زیارت کر سکتے ہو۔ میں بیٹھ گیا اُس رسہ کی تختی پر بیٹھ گیا۔ یکایک وہ رسہ اوپر کو کھینچا گیا
کیا دیکھتا ہوں کہ آسمان بالکل قریب ہو گیا ہے اور تمام آسمان طبق بطبق ایک دوسرے کے اوپر
شفاف سفید رنگ نظر آتے ہیں اُنکی طرف حیرت کے ساتھ دیکھ رہا تھا کہ ایسے بخت ایک تجلی
ہوئی اور ہیبت سے آنکھ کھل گئی۔ جب میں نے یہ خواب دیکھی تو طبیعت کو کچھ ایسے قرار ہوئی
کہ ہماں تک جلد ممکن ہو اس امام برحق کی خدمت میں حاضر ہوں آخر پتہ دریافت کر کے شوق
سفر برداشت کر کے وہ قادیان میں آئے۔ اسوقت مخدومی و مکرمی حضرت مولانا مولوی
نورالدین صاحب و مولانا مولوی عبدالکریم صاحب اور دو چار اور شخص موجود تھے انہوں

نے یہ خواب میرے روبرو سنائی جس کو میں نے خوب یاد رکھا اور اُس کے یاد رہنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ چونکہ یہ خواب بڑی دلکش تھی بار ہا مجھے لوگوں کے آگے بیان کرنے کا موقع ملا اسواسطے ہو بہو یاد رہی۔ لفظ شاید اور ہوں مضمون بالکل اسی طرح تھا۔ سیٹھ صاحب موصوف مشرف بہ بیعت ہوئے اور بعد ازاں اس سلسلہ کی امداد بھی کرتے رہتے ہیں۔ وہ اس وقت تک منی پور میں موجود ہیں۔ اگر کسی کو دریافت کرنا ہو تو اُن سے دریافت کر سکتے ہیں۔

۲۔ ۴ نومبر ۱۹۰۲ء کو دار الامان میں مولوی عبد اللہ صاحب کی طرف سے ایک خط آیا جس میں وہ ایک خواب لکھتے ہیں جسکے بعد انہوں نے حضرت اقدس جناب مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو امام برحق تسلیم کر لیا وہ خط یہ ہے۔

امام مہدی صاحب تشریف لا چکے اور مسیح ابن مریم قدم رنجہ فرما چکے۔ مبارک اور مومن ہیں وہ جو ایمان لائے اور کافر مردود وہ ہیں جنہوں نے اعراض کیا۔

واقف از امور قرآنی محرم از معارف فرقانی۔ مورد الہام یزدانی۔ محافظ کلام ربانی منظور نظر سبحانی جناب حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی سلمہ اللہ تعالیٰ۔

السلام علیکم! واضح ہو کہ میں آپ کو بڑے ادب کے مقام پر کھڑے ہو کر یاد کیا کرتا ہوں۔ اور ایک نیاز کے گوشہ میں بیٹھ کر یہ عریضہ لکھتا ہوں اور خدمت شریف میں اطلاع گزار ہوں کہ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں بندہ نے ایک خط لکھا تھا جس میں کہ بعد اظہار عقیدت بیان کیا گیا تھا کہ فدوی نے حضور کو خواب میں دیکھا کہ آپ کسی شہر میں تشریف لائے ہیں اور منادی کرتا ہے کہ فلاں جگہ حضرت مرزا صاحب کا وعظ ہوگا۔ بندہ جو مدت سے آپ کے دیدار سعادت آثار اور آپ کی ملاقات آب حیات کا طالب تھا۔ جلدی مقام وعظ پر چلا آیا۔ لیکن کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص سفید پوشاک پہنے بیٹھا ہے سر پہ ایک سفید کلاہ یعنے ٹوپی ہے اور تسبیح ہاتھ میں ہے ریش سرخ۔ بال سیدھے کانوں تک خدا کی تسبیح اور تقدیس میں مشغول ہے۔ میں نے پوچھا کہ یہ شخص کون ہے تو امام مسجد نے کہا کہ مسیح موعود اور مہدی مسعود حضرت مرزا غلام احمد صاحب یہی ہیں۔ خیر بندہ نے زیارت سے مشرف ہو کر ایک طرف بیٹھنا اختیار کیا۔ پھر چند منٹ کے بعد خواب سے بیدار ہوا اب مجھے صبح و شام یہی منادی کرتے گزرتی ہے کہ مبارک ہے یہ زمانہ جس میں کہ وہ مہدی تشریف لائے۔ مبارک ہیں وہ جو ایسی تاریکی اور ظلمت کے

زمانہ میں امام وقت پر جو کہ بشارت محمدی ہے ایمان لائے اور امام وقت کو شناخت کیا خداوند پاک کا ہزار وہ ہزار شکر کہ ہمیں وہ زمانہ نصیب کیا کہ جس زمانہ کو ہمارے آباواجداد چاہتے چلے گئے اور امام مہدی امام مہدی کہتے کہتے کوچ کر گئے۔ اے ہماری آنکھوں کے نور۔ اے ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک۔ اے ہمارے راہبر مہدی خداوند قدوس السلام کی سلامتی کا ابر اور رحمت کا بادل جناب پر بارش کرے۔ آپ میرے لئے دعا کریں۔ کہ رب العزت دارین کے مقصود و برلاوے۔ جو آپ کی شرائط بیعت ہیں مینے اُن کو دیکھ لیا ہے انشاءاللہ آپ وہ شرائط بندہ میں دیکھیں گے۔ اسکے بعد وہ لکھتے ہیں قل جاءالحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا بیشک امام مہدی آیا ہدایت اور نور تشریف لایا۔ یہودی طبیعت مولوی۔ اور عیسائی سیرت ملوانے ذلیل اور شرمندہ ہوئے۔ لاریب آپ کے پاس کرامت ہے۔ بے شک آپ کے پاس کشف اور الہام کا چشمہ بہتا ہے۔ بے شک آپ کی کلام بمنزلہ الہام ہے اور آپ کی تقریر پُر تاثیر و دل وہیر ہے۔ بے شک آپ ہی غمخوار اسلام ہیں۔ آپ ہی نے آکر اسلام کو گود میں بٹھلایا ہے۔ اور آپ ہی نے اسلام کے چہرہ سے الزامات کے گرد و غبار کو آکر دھویا۔ اور شفقت کی نظر سے اسلام کی حالت کو دیکھ کر اسکی خدمت بجالایا۔ بے شک آپ ہی نے جلوہ افروز ہو کر اسلام کی دستگیری فرمائی۔ بے شک آپ ہی نے آکر اسلام کو مخالفوں اور دشمنوں کے پنجہ سے چھڑایا۔ اور اسلام کو ایک سلطان السلاطین بنا کر کرسی صدارت پر بٹھایا۔ خدا کی قسم اگر آپ تشریف نہ لاتے تو اسلام کے ساتھ کیا گزرتا۔ بے شک ثریا سے ایمان لا کر دیا۔ یہ شخص جائنٹ سکرٹری انجمن اسلام ڈیرہ غازیخان ہے۔

۲۰۔ ہمارے پاس ایک اور خط داتہ ضلع ہزارہ سے آیا ہوا رکھا ہے جو ۲۹۔ رمضان المبارک ۱۳۲۱ھ ہجری مطابق ۱۹۰۳ء کا ہے۔ اس کا بھیجنے والا ایک شخص سید میر گل شاہ صاحب ہیں اُس پر مولوی محمد یمین صاحب کے دستخط بھی ہیں جو حضرت اقدس کے مرید ہیں۔ سید میر گل شاہ صاحب اپنے خواب کی بناء پر بیعت میں داخل ہوئے ہیں۔ ہم بجنسہ اُن کا خط بطور اختصار لکھدیتے ہیں۔ وھو ھذا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

بحضور حضرت اقدس جناب امام الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام

معروض آنکہ بندہ مدت سے حضور انور کے دعوے کے بارہ میں متردد تھا اور بوجہ بے علمی و خورد سالی کے میرا دل کسی طرح سے مطمئن نہیں ہو سکتا تھا۔ اسلئے میری التجا بحضور خداوند ہر وقت یہی رہتی تھی کہ اے خداوند قدیر تو خود ہی مجھے اپنے بندے کے حالات سے آگاہ فرما۔ کہ میں معذور اور نابینا ہوں۔ سو الحمد للہ کہ آج یکم رمضان شریف کی شب کو مجھے اللہ تعالےٰ نے یہ دکھلایا کہ ایک نقشہ کاغذ کا ہے جس کی خوبصورتی نہایت اعلےٰ درجہ کی ہے۔ اور اس نقشہ پر جلی قلم سے قادیاں کا نام لکھا ہوا ہے اور اس نقشہ سے اوپر کی طرف ایک اور نقشہ ہے جو کسی اور مقدس شہر کا ہے جس کا نام فدوی کو بھول گیا ہے۔ اور قادیاں دار الامان کے نیچے نور کا لفظ لکھا ہوا ہے۔ اس کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ آسمان پر قبلہ کی جانب ایک ہلال دکھلائی دیتا ہے جو دیگر ہلالوں سے بدرجہا روشن اور خوبصورت ہے۔ جب بیدار ہوا تو میں نے اپنے دل کو مطمئن پایا۔ لہٰذا خدمت اقدس میں عرض پرداز ہوں کہ بالفعل حاضر خدمت ہونے سے معذور ہوں۔ بندہ کو غائبانہ بیعت میں مشرف فرما کر دعا فرماویں کہ خداوند استقامت عطا فرماوے اور خداوند تعالیٰ بہت جلد توفیق بخشے کہ حضور پر نور کی زیارت سے بہرہ مند ہوں

ہم۔ ایک اور شخص محمد الدین وزیر آبادی ہے جو درزیوں کا کام کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنے ایمان لانے کی کیفیت یوں تحریر کی ہے۔ کہ میں حضرت مرزا صاحب کا سخت مخالف تھا اور اسقدر ضد ہو گئی تھی کہ سوائے برائی کے یاد کرنے کے اور کچھ کام نہ تھا۔ آخر خدا نے اپنے فضل و کرم سے میرے دل کو اس طرف متوجہ کیا کہ انکی کوئی کتاب تو دیکھنی چاہئے پس ارادہ پکا کہیں سے ازالہ اوہام حصہ اول مطالعہ کے لئے مل گیا مجھے اسکے پڑھتے پڑھتے کچھ شکوک پیدا ہوئے یعنے اس کتاب میں بعض باتیں اچھی اور بعض ناگوار معلوم ہوئیں مگر رات کو بہت عاجزی اور زاری سے خدا تعالیٰ کے حضور میں دعائیں مانگیں کہ اے بار خدایا اگر مرزا غلام احمد حق پر ہے تو مجھے ہدایت دے اور اگر وہ ناحق پر ہے تو مجھے ان کے شر سے بچا کیونکہ تو سمیع اور بصیر ہے تیرے آگے امیر اور غریب جاہل اور عالم نیکوکار اور گنہگار سب عاجز ہیں۔ تو ہر ایک کی دعا کو سنتا ہے۔ آخر اس سمیع اور بصیر ذات نے میرے عاجزانہ دعا کو سنا۔ جب میں رات کو سو گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک پیر مرد جسکی عمر ۶۰ یا ۷۰ برس کی بظاہر معلوم ہوتی تھی۔

سفید براق لباس پہنے ہوئے۔ لمبی ڈاڑھی۔ برف کی مانند سفید۔ سُرخی مائل گورے رنگ کا چہرہ ہے مجھے ملا اور مجھے کہا کہ مرزا غلام احمد من جانب اللہ ہے اور جو کچھ اُس نے لکھا ہے وہ سب کچھ درست ہے۔ خبردار اس رحمت سے تم روپوش مت ہو۔ پھر بیدار ہو گیا۔ اور میں بہت خوش ہوا اور خدا تعالیٰ کا بڑا ہی شکر کیا۔

اس کے بعد میں نے ایک خواب دیکھی جسکی تاریخ یاد نہیں رہی۔ اور وہ یوں ہے۔ رات کو خواب میں شہر کے شرقی دروازہ سے باہر گیا ہوں تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ ایک چھوٹا سا لڑکا ہے جو ابھی پیدا ہوا ہے اور اُسکی ڈاڑھی بڑی لمبی مانند صوفیوں کے ہے۔ سر پر زرد سیاہ سفید رنگ کی لنگی نہایت ہی صفائی سے بندھی ہوئی ہے۔ یہ ماجرا دیکھکر میں نہایت متعجب ہوا کہ خدایا! میں نے ایسا ماجرا کبھی پہلے نہیں دیکھا۔ اتنے میں میرے اندر سے آواز ہوئی گویا بولتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ مرزا صاحب مسیح موعود ہے۔ اسی حال میں تھا کہ موذن نے اذاں دی اور بیدار ہو گیا اس کے بعد اور بھی خوابیں دیکھیں جن سے تسلی ہو گئی۔ اور ان خوابوں کے بعد مجھ پر حق کھل گیا اور میں حضرت مسیح موعود کی بعیت میں داخل ہو گیا۔

میں اُس پاک پروردگار کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اور جس کے آگے قیامت کے روز حاضر ہونا ہے کہ میری خوابیں صحیح اور سچی ہیں۔ اگر ان میں میں نے کوئی جھوٹ بولا ہے تو خدا تعالیٰ مجھے اس دُنیا میں ذلیل اور خوار کرے۔

۵۔ چودھری قطب دین صاحب ساکن کوٹ فقیر ہیں جو اولیاء اللہ میں سے ہیں۔ یہ اسوقت ۵۵ سال عمر کے قریب ہیں۔ نہایت ہی صالح آدمی اور متقی ہیں۔ یہ قسم کھا کر بیان کرتے ہیں کہ جب میری عمر ۲۰-۲۲ برس کی تھی جبکہ کتاب شیخ عطار پڑھا کرتے تھے تو مُرشد بنانے کا مجھ کو بڑا شوق دامنگیر ہوا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی جناب میں دعا کرتا تھا کہ اے اللہ مرشد ہو تو بڑا ہی کامل ہو۔ اللہ تعالیٰ نے میرے اس درد بھرے دل کی دعا کو درجہ قبولیت عطا فرما کر مجھے رویا میں شکل دکھلائی گئی کہ یہ شخص مرشد کامل ہے اور سیالکوٹ میں تم کو ملے گا۔ اس رویا سے مجھے بڑی خوشی ہوئی اور دلمیں طمانیت پیدا ہو گئی کہ اب کامل مرشد ہے گا۔ اسی تلاش میں رہا۔ سیالکوٹ کے لوگوں سے بھی دریافت کرتا رہا کہ اس شکل شباہت کا بزرگ کوئی سیالکوٹ میں یا نواح میں ہو تو مجھے مطلع کرو مگر کوئی پتہ نہ چلا۔ بعض دفعہ مایوسی سی پیدا ہو کر یہ خیال بندھ

جاتا تھا کہ شاید یہ خیال ہو اسکی کوئی حقیقت نہ ہو۔ پھر میں ۲۵ برس کی عمر میں حج بیت اللہ کو چلا گیا۔ وہاں بھی دعائیں کیں اور تلاش کیا کوئی آدمی نہ ملا۔ جب میں واپس بیت اللہ سے آیا تو لاہور میں چرچا سنا کہ قادیاں میں ایک بزرگ ہوئے ہیں جنہوں نے مسیح ہونے کا دعوے کیا ہے۔ دل نے گواہی دی کہ غالباً یہی بزرگ ہونگے جنکی اطلاع دیگئی ہے۔ لیکن چونکہ مجھے حکم ہو چکا تھا کہ سیالکوٹ میں وہ آئینگے اس لئے خاموش رہا اور گھر کو چلا گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد جہلم میں بھی اُن کا چرچا ہونے لگا۔ ایک روز جب میں اپنے گانوں کوٹ فقیر سے جہلم میں آیا تو ایک شخص نے اطلاع دی۔ کہ حضرت مرزا صاحب کل سیالکوٹ میں آگئے ہیں۔ میں یہ سُنکر بے اختیار ہو گیا اور گھر جاکر چلنے کی تیاری کر دی۔ چچا صاحب نے جو ایک موحد آدمی تھا کہا کہ اول استخارہ کر لو۔ میں نے اس سنت کو ادا کیا اور رو رو کر دعائیں کیں کہ اگر یہی شخص ہے جسکی تو نے مجھے پہلے اطلاع دی تھی تو مجھے مطلع فرما۔ جب میں رات کو سو گیا تو اللہ تعالیٰ نے پھر اُنکی شکل رویا میں دکھلائی مگر پہلی دفعہ اور اب میں اتنا فرق تھا کہ شکل تو ہو بہو وہی ہے صرف بالوں کا فرق ہے پہلے سیاہ بال تھے اب سیاہ، لال حنائی تھے اور یہ بھی اسمیں کہا گیا کہ یہ شخص بالکل سچا اور راستباز ہے ایک شوشہ بھی قرآن شریف اور حدیث کے خلاف نہیں کرتا۔ جب رویا میں یہ حالت ظاہر کیگئی میں چیخیں مار کر رویا اور تیاری کر دی اور پیدل روانہ ہو کر سیالکوٹ پہونچا۔ ایک لڑکا ملا۔ اُس سے حضرت مرزا صاحب کے ٹھہرنے کا مقام پوچھا وہ مجھے بازار سے لیجا کر ایک گلی میں لیگیا۔ جوں ہی میں گلی میں وارد ہوا تو رویا میں جس طرح وہ گلی اور مکانات دکھلائے گئے تھے ہو بہو اُسی طرح پایا جب مسجد میر حسام الدین کے پاس پہنچا تو وہی مسجد تھی جو خواب میں دکھلائی گئی تھی جہاں حضرت مرزا صاحب کی ملاقات رویا میں ہوئی۔ وہ لڑکا مجھے اُسی مسجد میں لیگیا میں مسجد میں داخل ہوا تو جاتے ہی حضرت اقدس کو رویا کے عین مطابق پاکر بے اختیار چیخیں مار کر اُن کے قدموں پر گر پڑا اور مشرف ببیعت ہوا

اُس کے بعد بھی انکی تائید میں کئی خوابیں ہوئیں جن کو بوجہ طوالت ہونیکے لکھنا پسند نہیں کرتے۔

۶۔ ہمارے پاس ایک اور خط ہے جو مُلا محمد نظام الدین صاحب فرحت کی طرف سے ہے اور ۲۹۔ نومبر ۱۹۰۶ء کا لکھا ہوا ہے یہ صاحب مدرس میں مونٹ روڈ پر کوچہ ٹیپو میں رہتے ہیں۔ ہم بجنسہٖ انکے خط کو نقل کر دیتے ہیں۔ وھو ھذا۔

سلام علیک اے مسیح دو عالم | دو عالم زفیض قدومت معظم
سلام علیک اے ملک تو الہام | گدائے تو فخر سلیماں ست ہردم
سلام علیک اے تو نائب احمد | بزیر قدوم تو سر کردہ ہا خم
چو شد قادیاں از قدومت مفخر | ترا اعزاز او شدہ سر آسمان خم
مرا جان مردہ است تو زندہ فرما | ترا نام پاک ست مسیح دو عالم
خدارا نگاہے تلطف بفرما | درین حال عسرت توئی دستگیرم
ہرانکس بہ نعلین تو عشق دارد | نہ پروائے جنت نہ خوف جہنم
رسید است بر در غلام تو فرحت | نگاہ کرم سوئے او ابن مریم

بحضور فیض گنجور امام الوقت مسیح زمان مہدی دوران مجدد وقت مسیح موعود عالیجناب مرزا غلام احمد رئیس قادیاں شریف علیہ السلام

تسلیم - گذارش ہے کہ یہ کمترین بندہ گناہوں سے شرمندہ اپنے پاک پروردگار اور اسکے برگزیدہ نبی یعنے احمد مجتبے محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ جو خواب میں نے اس مراسلہ میں تحریر کی ہے اگر اس میں کچھ خلاف ہو یا میری طرف سے کچھ بناوٹ ہو تو خدا تعالیٰ میرا خاتمہ ایمان پر نہ کرے اور میرے پر قہر نازل فرما دے اور شفاعت آں احمد عربی بروز قیامت مجھے نصیب نہو - اس لئے فدوی نے جو کچھ دیکھا ہے تحریر کیا ہے

احوال خواب - بتاریخ ۲۷ رجب المرجب ۱۳۱۸ھ ہجری بروز یکشنبہ مطابق ۲۰ نومبر ۱۹۰۰ء رات کے وقت تین بجے کے قریب، خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بہت بڑا باغ ہے اور بہت لوگ اُس باغ میں جا رہے ہیں - اور میں بھی اُنہیں کے ساتھ ہو لیا اور باغ میں داخل ہوتے ہی کیا دیکھتا ہوں کہ ایک وسیع مکان ہے اور جواہرات کے دروازے اور جابجا قنادیل بھی لگے ہوئے ہیں مجھے نظر آیا - اور دروازۂ مکان پر اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و اشہد ان محمدا عبدہ و رسولہ لکھا ہوا ہے اور بہت لوگ اُس مکان میں جمع ہیں - ہر ایک کی پیشانی پر اُنہیں کا نام صاف لکھا ہوا نظر آتا تھا - چنانچہ آدم علیہ السلام و نوح علیہ السلام و ابراہیم علیہ السلام و اسمعیل علیہ السلام و موسےٰ علیہ السلام و عیسےٰ علیہ السلام اور بہت سے انبیاء اور اولیاء وغیرہ بہت جمع تھے میں متعجب ہو کر ایک شخص سے دریافت کیا کہ یہ مکان کس کا ہے

تب اُس شخص نے کہا۔ یہ مکان نہیں باغ ارم ہے اور جو لوگ کہ بیٹھے ہوئے ہیں انبیاء علیہم السلام ہیں اور رسول مقبول احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم آج اِس فردوس کو تشریف لاتے ہیں۔ اِس لئے تمام انبیاء علیہم السلام منتظر بیٹھے ہوئے ہیں یہ کلمات سنکر اُس شخص سے بہت ہی ڈرا۔ وہاں ایک نہر جاری تھی۔ اُسمیں وضو کرنا شروع کیا۔ دفعتہً ایک آواز اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ کی میرے کان میں آئی اور کیا دیکھتا ہوں کہ جمیع انبیاء علیہم السلام درود پڑھتے ہوئے دست بستہ کھڑے ہیں۔ اور کیا دیکھتا ہوں کہ آسمان سے ایک تخت زمردین چار فرشتے اٹھائے ہوئے اُس مکان میں لے گئے ہیں۔ اُس تخت پر حضرت رسولِ خدا احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں سیدھے بازو یعنے دائیں طرف احضرت اقدس مسیح موعود امام الزمان مرزا غلام احمد علیہ السلام تشریف فرما ہیں اور ایک منبر وہاں پر موجود تھا رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس منبر پر تشریف فرما کر اور حضرت مسیح موعود کا ہاتھ پکڑے ہوئے نہایت زور کیساتھ فرمایا۔ اے انبیاء علیہم السلام کیا تم اِس مسیح موعود کو پہچانتے ہو اور جانتے ہو کہ ہم نے دنیا میں ایک پیشگوئی کی تھی کہ میری اُمت میں ایک امام ہوگا اور وہ یہی امام ہے جسکی نسبت اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ کہا گیا تھا جس شخص نے اُس کی تعظیم کی اور اس کو پہچانا۔ اُس نے اپنے خدا اور رسول کو پہچانا جس شخص نے میری اُمت میں ہوکر نہ پہچانا اور اُس سے دشمنی کی گویا خدا تعالیٰ کے حکم کو اُس نے پس پُشت ڈالدیا ایسا شخص مجھ سے نہیں اور میں اُس سے نہیں اور وہ جہنمی ہے اتنے میں حضرت عیسےٰ بن مریم علیہ السلام روبرو حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دست بستہ کھڑے ہوکر کہنے لگے کہ یہودیوں کو خدا تعالےٰ نے گمراہ کردیا تھا اور اُنھوں نے میری ہدایتوں کو قبول نہیں کیا تھا۔ بلکہ دشمن ہوگئے تھے اور میرے قتل کے لئے صلیب تیار کی۔ پس خدا تعالیٰ نے مجھے ملک شام میں انکے ہاتھوں سے نجات دلوا کر ایک مدت کے بعد طبعی موت سے ماردیا اور میری مزار ابتک موجود ہے اور یہودی ابتک میری صلیبی موت پر اعتقاد کئے بیٹھے ہیں۔ اور میرے پر الزام لگاتے ہیں کہ گویا میں صلیب پر مارا گیا۔ کیا آپ کی امت بھی یہودیوں کی طرح گمراہ ہے کہ میری نسبت کہتی ہے کہ بجسم عنصری آسمان پر زندہ موجود ہوں اور اس طرح آپ کی نبوت میں خلل اندازی کر رہے ہیں۔ اور ناحق اِس خدا کے فرستادہ سے جھگڑتے ہیں اور یہودیوں کی مانند ہمارے

ہمارے نام پر آئے ہوئے شخص سے حسد رکھتے ہیں۔ اس کے بعد مرزا صاحب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو دست بستہ کھڑے ہو کر یہ بیت پڑھتے تھے۔ ؎

بہ گیسوئے رسول اللہ کہ ہستم + نثار روئے تاباں محمد

یہ شعر ایسے بلند آواز سے پڑھتے تھے کہ اُسکی آواز سے میں نیند سے چونک پڑا +

۷۔ ڈاکٹر رحمت علی صاحب جو ایک نوجوان آدمی ہیں اپنے ایمان لانے کی وجہ یوں بیان فرماتے ہیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

میں ممباسہ ملک افریقہ میں ہاسپٹل اسسٹنٹ تھا۔ مجھے حضرت اقدس کے حالات سے کچھ واقفیت نہ تھی زیادہ تر طبیعت نیچریت کی طرف مائل تھی۔ اتفاقاً میں بیمار ہو گیا۔ اس پر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل خان صاحب جو اُس وقت اسی ملک میں پلٹن میں ڈاکٹر تھے عارضی طور پر آکر میری جگہ کام کرنے لگے اُسی اثنا میں اُنھوں نے حضرت اقدس جناب مرزا صاحب کی کتابیں مجھے دکھلائیں۔ اُنہی ایام میں میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک بڑا جاری سمندر ہے میں اُسکے کنارہ پر کھڑا ہوں اور پار ہونا چاہتا ہوں مگر نہ کوئی جہاز ہے اور نہ کوئی اور ذریعہ پار ہونے کا ہے علاوہ ازیں سمندر ایسا خوفناک ہے کہ پار ہونے کی جرأت ہی نہیں پڑتی میں اُسی حالت میں سخت حیران تھا کہ کیا کروں کہ ناگاہ ڈاکٹر محمد اسمٰعیل خاں صاحب آگئے اور فرمانے لگے کہ کیا تم باہر جانا چاہتے ہو میں نے عرض کیا کہ ہاں فرمانے لگے آؤ میں تمھیں ایسا راستہ بتلاؤں کہ نہ کشتی وغیرہ کی بھی حاجت نہیں۔ چنانچہ میں اُنکے ساتھ کنارے کنارے ایسی جگہ پر پہنچا کہ وہاں سمندر کا عرض صرف ایک قدم تھا اور فرمایا۔ کہ یہاں سے پار ہو جاؤ اس کے بعد آنکھ کھل گئی۔ اس کے بعد یہی تفہیم ہوئی کہ منزل مقصود پر پہنچے یعنے اللہ تعالیٰ تک پہونچانے کے لئے صرف ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ حضرت مرزا صاحب ہیں لہٰذا میں بارشاد ڈاکٹر صاحب موصوف حضرت اقدس جناب مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں بذریعہ خط داخل ہوا۔

۸۔ مفتی محمد صادق صاحب ایک نوجوان صالح آدمی ہیں اب تو ان کو الہامات بھی ہوتے ہیں اور حضرت اقدس کے بڑے عاشق زار ہیں یہ اپنی بیعت سے پہلے بعض رویاء دیکھ چکے ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

۱۔ میں ابھی جماعت انٹرنس میں پڑھتا تھا اور حضرت مرزا صاحب کے ساتھ کوئی تعلق نہ تھا۔ کہ میں نے رویا میں دیکھا کہ مشرق سے ایک ستارہ نکلا ہے وہ جوں جوں اونچا ہوتا جاتا ہے اس کا قد اور اسکی روشنی اور چمک بڑھتی جاتی ہے یہاں تک کہ وہ سمت الراس پر پہونچا تو چودھویں کے چاند کے برابر چوڑا اور بہت روشن تھا۔ سمت الراس پر پہنچکر اُس نے گول چکر لگانا شروع کیا اُس کے چکر کا دائرہ اور اسکی چمک اور اس کی رفتار بڑھتی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ اس کے چکر کا دائرہ ایسا وسیع ہوا کہ وہ افق تک پہنچا اور اسکی رفتار ایسی تیز تھی کہ نظر کام نہیں کر سکتی تھی۔ ایسے ستارے سے مراد ہمیشہ کسی نبی اور ولی کا ظہور ہوتا ہے۔

۲۔ ایک دفعہ میں نے رویا میں حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ یا تو وہی وجود مرزا صاحب کا تھا یا وہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ہو گیا۔ یہ یاد نہیں رہا کہ پہلے مرزا صاحب کو دیکھا یا پہلے حضرت رسول اکرم صلوٰت اللہ وسلامہ کو دیکھا مگر دونوں کا ایک ہی وجود دکھائی دیا۔

۳۔ ایک میدان میں حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت مرزا صاحب ایک عظیم الشان مجمع کے درمیان بیٹھے ہیں اور یہ عاجز بھی ان ہر دو حضرات علیہما الصلوٰۃ والسلام کے قریب آبیٹھا ہے پہلے حضرت مرزا صاحب نے قرآن شریف کی تعریف میں وعظ کیا پھر حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر فرمایا ان صلاتی ونسکی ومحیائی ومماتی للہ رب العلمین

۴۔ ایک دفعہ میں نے دیکھا کہ ایک نہایت بلند پہاڑ کے اوپر ایک قلعہ کی شکل میں ایک مسجد بنی ہوئی ہے اس میں حضرت مرزا صاحب کی جماعت کے آدمی نماز پڑھ رہے ہیں مسجد کے درمیان ایک حوض ہے۔ اس حوض پر وضو کر کے میں بھی حوض کے قریب ہی نماز میں کھڑا ہو گیا ہوں تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ اور حضرت مرزا صاحب اکٹھے ان نمازیوں کے درمیان گشت کر رہے ہیں (یہ خواب میری بیوی نے بھی اسی طرح دیکھی)

۵۔ ایک دفعہ مجھے رویا میں بتلایا گیا کہ خدا حضرت مرزا صاحب کے مریدوں کو یہ درجہ دیگا کہ اگر وہ کسی دوزخ جاتے ہوئے کے متعلق سفارش کرینگے تو وہ بہشت میں بھیجدیا جائیگا۔

۶۔ ایک دفعہ میں نے دیکھا کہ میں ریل میں سوار ہو کر قادیان جا رہا ہوں اور وہ ریل سیدھی آسمان کی طرف چڑھ رہی ہے۔

پندرھویں فصل اس باب میں کہ مہدی اور مسیح کس زمانہ میں ہونگے

ہم بیان کر چکے ہیں کہ جسقدر علامات ظہور مہدی کے لئے کتب آسمانی و احادیث میں آئی تھیں اگر کل نہیں تو اکثر ظاہر ہو چکی ہیں۔ اب اس فصل میں ہم علماء و صوفیا کے اقوال درج کرتے ہیں کہ وہ کس زمانہ میں مسیح و مہدی کے آنیکے منتظر تھے اور قرآن کریم و توریت و احادیث وغیرہ میں انکے آنے کا کوئی وقت مقرر ہوا ہے یا نہیں سو واضح ہو کہ قرآن کے سوا حدیثوں اور توریت اور دیگر بزرگان اور علماء نے بھی انکی آمد کا ایک خاص وقت ظاہر کیا ہے جو ذیل کے بیان سے واضح ہے۔

(۱) قرآن کریم سے بھی چودھویں صدی وقت ظہور مسیح ثابت ہوتا ہے چنانچہ آیت ذیل سے اسکی پوری تصدیق ہوتی ہے يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ترجمہ یعنے لوگ اللہ کے نور کو اپنی منہ کی پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں لیکن اللہ تو اپنا نور کامل طور سے پھیلا کر رہے گا۔ چونکہ اس سے ماسبق آیات سے احمد کے نزول بروزی کا ذکر ہے اور اس میں نور کے اتمام کا ذکر ہے۔ اور ظاہر ہے کہ چاند کامل چودھویں رات کو ہوتا ہے ایسا ہی محمدی نور جس کا اتمام مسیح موعود کے ہاتھ سے ہونا ہے چودھویں صدی میں ہی کامل ہونا ضروری تھا والحمد للہ کہ ایسا ہی وقوع میں آیا۔ دیکھو سورۃ الصف۔

(۲) اول مسیح سے پہلے بارہ خلیفے ہونگے انکے بعد مسیح کا آنا ضروری ہے جسکی تصدیق حدیث ذیل سے ہوتی

> عن ابی جعفر القمی هذا باسناده عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابشروا ثم ابشروا ثم ابشروا ثلاث مرات انما مثل امتی کمثل غیث لایدری اولہ خیر ام آخرہ وکیف یہلک امة انا اولها واثنا عشر خلیفة من بعدی والمسیح عیسیٰ بن مریم آخرها

ہے۔ ترجمہ ابو جعفر قمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ تک اسناد پہونچا کر یہ حدیث بیان کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ خوش ہو خوش ہو (یہ لفظ تین مرتبہ دُہرایا) کہ میری امت کی مثال اُس مینہ کی مانند ہے کہ جس کی نسبت معلوم نہیں ہو سکتا کہ اس کا اول اچھا ہے یا آخر اچھا ہے اور اُمت کیونکر ہلاک ہو سکتی ہے۔ کہ جس کے پہلے میں ہوں اور بارہ خلیفے میرے بعد ہونگے اور سب سے آخر مسیح عیسےٰ بن مریم ہے دیکھو فصل الخطاب امام محمد پارسا صفحہ ۴۶۸۔

ایک اور حدیث سے بھی جو بخاری اور مسلم میں ہے ظاہر ہوتا ہے کہ بارہ خلیفے قریش سے ہونگے وہ حدیث یہ ہے

عن جابر بن سمرة قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یزال الاسلام عزیزا الی اثنی عشر خلیفة کلھم من قریش متفق علیہ

بخاری اور مسلم نے باتفاق جابر بن سمرہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ اسلام بارہ خلفاء تک جو قریش سے ہونگے غالب رہیگا دیکھو مشکوٰۃ باب مناقب قریش۔ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد بارہ قریشی خلیفے ہونگے اور وہ سب ہو لئے۔ اگر خلفاء سے مراد صاحب حکومت ہیں تو بھی وہ سب ہو لئے ہم صرف یہاں پر مجددوں کا ذکر کرینگے۔

اس حدیث نے صرف بتادیا ہے کہ مہدی چودھویں صدی میں ہوگا کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صدی اور مسیح کے زمانہ میں بارہ صدیاں کا فاصلہ ہے ہر صدی پر ایک مجدد بموجب دوسری حدیث کے جو اس حدیث کی بمنزلہ شرح کے ہے آتا رہا ہے اور وہ حدیث یہ ہے۔

عن ابی ھریرة قال فیما اعلم عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ عزوجل یبعث لھذہ الامة علی راس کل مایة سنة من یجدد لھا دینھا رواہ ابوداؤد والحاکم والبیھقی کما فی المشکوٰة جلد اول والامام سیوطی فی جامع الصغیر

ابوداؤد اور حاکم اور بیہقی نے حضرت ابوہریرہ سے روایت بیان کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں اس حدیث کو جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے سب سے زیادہ جانتا ہوں اور وہ یہ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ اس امت کے لئے ہر صدی کے سر پر ایک ایسے شخص کو مبعوث کیا کرے گا جو دین کی تجدید کرے یہ حدیث مشکوٰۃ شریف میں بھی ہے اور امام سیوطی نے جامع الصغیر نام کتاب میں بھی بیان فرمائی ہے دیکھو نجم الثاقب جلد ۲ صفحہ ۹ و حجج الکرامہ صفحہ ۱۳۳

شاید مجدد والی حدیث کی نسبت کوئی یہ اعتراض کرے کہ مجدد کے لئے قریشی کا ہونا ضروری نہیں۔ اور حدیث اول میں جو ۱۲ خلفا کا ذکر ہے ان سے مراد صرف قریشی ہی ہیں تو اس عذر کے رفع کرنے کے لئے ہمیں اپنے طرف سے کہنے کی ضرورت نہیں بلکہ ہم حدیث پیش کرتے ہیں جس سے اس سارے تنازع کا جھگڑا ہی طے ہو جاتا ہے اور وہ حدیث یہ ہے

اخرج ابو اسمعیل الھروی بسندہ عن احمد بن حنبل

ابو اسمعیل ہروی نے سند کے ساتھ احمد بن حنبل سے

یروی فی الحدیث عن النبی ان اللہ یبعث علی اھل بیتہ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ رجل من اھل بیتی یبیّن لھم امر دینھم	جو حدیث میں ہے روایت کی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہر صدی کے سر پر کہ وہ اہل دین پر ایک ایسے شخص کے بھیجنے سے احسان

کریگا۔ جو اہل بیت سے ہوگا اور وہ لوگوں پر دین کے معاملہ کو کھول کھول کر بیان کر دیا کریگا۔ دیکھو نجم الثاقب جلد ۲ صفحہ ۹۔ و حجج الکرامہ صفحہ ۱۳۵۔

رہا یہ کہ مجدد ایک ایک صدی میں کئی کئی مانے گئے ہیں۔ اور بعض ان میں سے قریشی نہیں تھے تو اس کا کچھ حرج نہیں یہ بات سب کے نزدیک مسلم ہے کہ بڑا مجدد ایک ہی ہوتا ہے باقی اُس کی ذیل ہوتے ہیں اور اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ کوئی صدی ایسی نہیں گزری جس میں خاندان قریش سے کوئی نہ کوئی مجدد نہ ہوا ہو پس جب ثابت ہو گیا کہ ۱۲ خلفاء سے مراد ۱۲ مجدد ہیں جو صدی کے سر پر آتے رہے ہیں تو ضروری تھا کہ چودہویں صدی میں مسیح آتا کیونکہ حدیث کی منشا بھی ظاہر کرتی ہے اور سلب الملک من قریش بھی اسی طرف اشارہ ہے کہ ۱۳ صدیوں کے بعد قریش کی حکومت روحانی جاتی رہیگی اور مسیح کی حکومت قائم ہوگی جو قریش سے نہیں ہوگا بلکہ اہل فارس ہوگا۔ جو آیت آخرین منہم سے مترشح ہے اور حدیث اَعْظَمُ نَصِیْبًا فِی الْاِسْلَامِ اَھْلُ فَارِس بھی اسی کی تائید کرتی ہے کیونکہ مسیح اہل فارس سے نہ ہوتا تو وہ کون سا بڑا حصہ دینی ہے جن میں اہل فارس کو فخر کرنا چاہئے خلافت اور وہ امامت تو قریش میں محدود کر دی گئی اور اگر مسیح اہل فارس سے نہ ہو تو پھر کسی صورت میں اہل فارس اعظم نصیبا فی الاسلام کے مصداق نہیں ہو سکتے پس ضروری تھا کہ چودھویں صدی کا امام اہل فارس سے ہو اور وہی مسیح ابن مریم ہو والحمد للہ علی ذالک کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی کر دکھایا ہے کہ چودھویں ہی صدی میں مسیح کو مامور و مبعوث کیا۔

۲۔ توریت سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مسیح چودھویں صدی ہجری میں ہوگا چنانچہ کتاب دانیال باب ۱۲ میں ہے اور لکھا کہ اے دانیال چلا جا کیونکہ یہ باتیں آخر تک پوشیدہ اور سر بمہر رہینگی اس وقت بہتوں کا ابرا کیا جائے گا اور بہتوں کو سفید کیا جائے گا اور بہتوں کو آزمائش میں ڈالا جائے گا اور شریر شرارت سے شور و غوغا مچائینگے اور شریروں میں سے کوئی نہ سمجھیگا پر اہل دانش سمجھ لیں گے اور اسوقت سے جبکہ دائمی قربانی موقوف ہوگی اور بتوں کو بتاہ کیا جائے گا اُس وقت تک ۱۲۹۰ دن ہونگے مبارک ہے جو انتظار کیا جائے گا اور اپنا کام محنت سے کریگا ۱۳۳۵ روز تک۔ اور اسے

دانیال تو آخر تک چلا جا اور آرام کر اور اپنے حصے پر اخیر پہ کھڑا ہوگا۔ ان آیات سے ظاہر ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ بعد ۱۲۹۰ ہجری میں مسیح کے ظہور کا وقت اور ۱۳۳۵ تک اُسکے اقبال کا زمانہ بتلایا گیا ہے کیونکہ دائمی قربانی اور بتونکی تباہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوئی اور حضرت دانیال نبی کو وحی کیگئی کہ وہ آخری زمانہ ہوگا اور آخری زمانہ کی حد ۱۲۹۰ ہجری بتا دیگئی چنانچہ ہمارے مسیح موعود حضرت مرزا صاحب کا ظہور اس عالم میں اس سال سے شروع ہوا کیونکہ الہام کا سلسلہ اور اخباروں میں مضامین درج کرانے کا یہی زمانہ ہے اور چودھویں صدی میں ۳۵ برس تک بڑے جاہ وجلال کے ساتھ خدمت مفوضہ کو ادا کرتا رہیگا۔ الغرض توریت سے بھی ثابت ہوگیا کہ مسیح آخرالزماں کا زمانہ چودھویں صدی ہے۔ دیکھو توریت عبرانی باب ۱۲۔

۳۔ بموجب توریت کتاب ۲ تواریخ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد ۱۲ خلیفے اُسکی قوم یعنے بنی اسرائیل سے ہوئے اور تیرہویں خلیفہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے جو بنی اسرائیل کی قوم سے نہیں تھے کیونکہ ان کا کوئی باپ نہیں تھا تو اسی طرح اُمت محمدیہ میں بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد جو مصداق آیت انا ارسلنا الیکم رسولا شاھدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا ۔۔ ۱۲ ہی خلیفے ہونے چاہئے تھے جو قریش سے ہوتے اور تیرھویں مثیل عیسےٰ ہوتے جو قریش میں سے نہ ہوتے جس کی تصدیق حدیث ذیل سے بھی ہوتی ہے ان عدۃ الخلفا بعدی عدۃ نقباء موسیٰ رواہ کامل ابن عدی وابن عساکر عن ابن مسعود یعنے کامل ابن عدی اور ابن عساکر نے ابن مسعود سے روایت کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تعداد خلفا جو میرے بعد ہونگے وہ حضرت موسےٰ کے نقبا کی تعداد پر ہونگے دیکھو کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۲۰۵

اور چونکہ حضرت موسےٰ کے بعد تیرھویں خلیفہ حضرت عیسےٰ ناصری تھے جو حضرت موسیٰ سے قریب ۱۴۰۰ برس بعد آئے تھے اسی طرح ضروری تھا کہ مثیل موسےٰ یعنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد چودھویں صدی میں مثیل عیسےٰ آتے کہ ہر طرح مماثلت ثابت ہو لہذا ضروری تھا کہ چودھویں صدی کا مجدد مسیح موعود ہی ہو سو الحمدللہ کہ ایسا ہی وقوع میں آیا۔

۴۔ نعیم بن حماد روایت کرتے ہیں کہ ابو قبیل کا قول ہے کہ اکثر بزرگوں کا اجماع اس امر پر ہے کہ مہدی ۱۲۰۰ سال کے بعد پیدا ہو یعنے اسکی پیدائش تیرھویں صدی میں ہو دیکھو حجج الکرامہ صفحہ ۳۹۴۔

ابو قبیل کی بات بالکل سچ نکلی کیونکہ تیرھویں صدی میں ہے مسیح موعود و مہدی مسعود پیدا ہوئے اور ظہور بھی اس صدی کے آخری حصہ میں ہو گیا تھا۔

۵۔ ولی نعمت اللہ صاحب جس کو ۷۰۰ برس ہوئے ہیں وہ اپنے قصیدہ میں مسیح و مہدی کا ایک ہی شخص ہونا اور نیز وقت ظہور اور نام اور دیگر کل علامات لکھتے ہیں جس کو مفصل دیکھنا ہو نشان آسمانی مصنفہ حضرت مسیح موعود کو دیکھے ہم صرف چند شعر اُسی قصیدہ سے لکھتے ہیں جن سے وقت و نام و عہد کا پتہ لگتا ہے بیت

غین و رے سال چوں گذشت از سال   بوالعجب کار و بار مے بینم

یعنے جب ۱۲۰۰ سال گزرینگے تو عجیب عجیب معاملے ظاہر ہونگے

غم مخور زانکہ من دریں تشویش	خرمی وصل یار مے بینم
صورت و سیرتش چو پیغمبر	علم و حلمش شعار مے بینم
اح م و دال مے خوانم	نام آں نامدار مے بینم
مہدی وقت و عیسے دوراں	ہر دو را شہسوار مے بینم

ان سب باتوں کے حضرت مرزا غلام احمد صاحب جنکا آسمانی نام احمد ہے مصداق ہیں۔

۶۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی مہدی کی پیدائش الفاظ چراغ دین میں جس کے اعداد ۱۲۶۸ ہوتے ہیں بیان کرتے ہیں اور یہ تاریخ حضرت مرزا صاحب کی عین جوانی کی ہے جب تیرھویں صدی میں پیدائش ہے تو ظہور چودھویں میں ضروری تھا۔

۷۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی السیف المسلول میں لکھتے ہیں کہ علماء کے ظن اور تخمینہ کے بموجب مہدی کا تیرھویں صدی میں ظہور ہوگا۔ یہ بات پوری ہوئی گو کسیقدر فرق ہے کہ وہ اوائل صدی میں وہم خیال کرتے تھے وجہ یہ کہ اکثر علماء نے حدیث بعد المائتین سے اخذ کر کے یہ ظن کر لیا تھا کہ چونکہ مہدی و مسیح بھی آیۃ من آیات اللہ ہیں جب اور آیات کا ظہور ہوگا تو اس آیت کا بھی ساتھ ہی ظہور ہوگا اور اس طرف خیال نہ گیا کہ اول بہت سی آیات ہیں جو اُنکے ظہور سے پہلے ہونی ضروری ہیں جب تک وہ واقع نہ ہولیں تب تک وہ ظہور نہیں کر سکتے۔ لیکن اُنہوں نے گمان کر لیا کہ وہ بھی اسی تیرھویں صدی میں ظاہر ہونگے حالانکہ مجدد کو سر صدی پہ ہونا چاہیئے تھا چنانچہ مجدد الف ثانی مکتوبات جلد ۲ میں لکھتے ہیں قدوم او علیہ الرضوان بر سر مائتہ خود بود۔ اور

احادیث میں بھی ایسے ہی آیا ہے اور نواب صدیق حسن خاں بھی یہی کہتے ہیں دیکھو حجج الکرامہ صفحہ ۳۹۱ اور جب آیات ہی ۱۲۰۰ کے بعد یعنے تیرھویں صدی میں ظاہر ہونی تھیں تو کس صورت میں وہ اس صدی کے سر پر ظہور کرتے ہاں اُن کا پیدا ہونا اسی صدی میں ضروری تھا سیوطی علیہ السلام ہوا انکا اجماع بالکل صحیح ہے مگر قیاس میں اسقدر غلطی ہے کہ بجائے چودھویں صدی کے تیرھویں صدی میں اُنکا ظہور قرار دیدیا دیکھو حجج الکرامہ صفحہ ۳۹۴

۸۔ نواب صدیق حسن خاں صاحب بھی مہدی کی نسبت اپنا خیال یوں ظاہر کرتے ہیں

وچوں از قران کہ در شمار جمل از سنین ہجرت وے صلے اللہ علیہ وسلم سیزدہم است نود سال گذشتہ ومہدی در عالم ظاہر نشدہ بخاطر مے رسد کہ شاید صد چہاردہم ظہور وے اتفاق افتد۔ دیکھو حجج الکرامہ صفحہ ۳۹۵

گو اسجگہ بلفظ شاید سے ظہور مہدی کا ذکر کیا ہے مگر اسی صفحہ پر ذرہ آگے چلکر شک کے درجہ سے نکل کر یقین کے مرتبہ پر پہنچکر یوں فرماتے ہیں۔ وموید اوست وجود فتن صغری بتمامہا ورعالم وتسلسل وے در رنگ پارہ ہائے شب تار وسلک گوہر کہ یکے بعد دیگرے بیفتد وبودن ایں صد سیزدہم موقع فتن وآفات کثیرہ عظیمہ چیزے ست کہ بر زبان کہ ومہ شہرت دارد تا آنکہ طفل بودیم پیرزناں را مے شنیدیم کہ میگفتند حیوانات ازیں مائتہ پناہ خواستہ اند وہر چند ایں معنے بعینہ از حدیثے صحیح ثابت نیست اما ملاحظۂ انقلاب عالم وتقلب احوال بنی آدم کہ دریں زمان آخر ست شاہد عدل است برانکہ پیش ازیں رنگ گیتی بایں عنوان نبود شرح این ماجرا طوامیر طویلہ ودفاتر ثقیلہ میخواہد مشتے نمونہ از خروارے واندکے از بسیار در ابواب سابقہ جلوہ گر شدہ مابقی را براں قیاس باید کرد وآنچہ باقی است ہمیں ظہور مہدی موعود ست دیکھو حجج الکرامہ صفحہ ۳۹۵۔

اس میں نواب صاحب موصوف نے صاف اقرار کردیا ہے کہ کل علامات ظاہر ہو چکی ہیں اب مہدی موعود کی علامت باقی ہے افسوس کہ نواب صاحب دنیا سے انتقال کر گئے ورنہ اگر چند سال اور زندہ رہتے تو اپنی آنکھوں سے زیارت بھی کر لیتے مہدی موعود تو ٹھیک وقت پر آگیا تھا مگر انھوں نے پہچان کے لئے کافی وقت نہیں پایا۔

۹۔ بعض مشایخ واہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ ۱۲۰۰ سال کے بعد یعنے تیرھویں صدی میں مہدی موعود ہوگا وہ نہ چودھویں صدی سے بہر نہج تجاوز نہیں ہوگا اور مہدی ضرور ظاہر ہوگا۔ دیکھو

دیکھو حجج الکرامہ صفحہ ۳۹۴

ان مشائخ اور علماء کی رائے بالکل درست تھی انکے خیال کے بموجب تیرہ سو میں پیدا ہوئے اور چودہ سو میں ظاہر ہوئے یہ تاریخ متجاوز نہیں ہونے پائی۔

۱۰۔ حافظ برخوردار ساکن موضع چٹی ضلع سیالکوٹ اپنے انواع میں جو پنجابی زبان میں ہے عیسےٰ کے نزول کے باب میں یہ شعر لکھتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بزرگ کی تحقیقات ظہور عیسےٰ کے بارہ میں کیسی صحیح اور درست تھی۔ شعر

پچھے اک ہزار دے گزرے تربیسے سال ۔ عیسےٰ ظاہر ہوسیا کرسی عدل کمال

یعنے جب ایکہزار پر تین سو سال گزرینگے تو پھر چودھویں صدی میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام ظہور فرماہوں گے

۱۱۔ علاقہ ملتان میں کسی بزرگ کا یہ شعر زبان زد خلائق ہے اور بچہ بچہ اس سے واقف ہے شعر

درسن غاشی ہجری دو قران خواہد بود   از پے مہدی و دجال نشاں خواہد بود

غاشی کے اعداد بحساب ابجد ۱۳۱۱ ہوتے ہیں اس شعر میں کسوف و خسوف کی خبر دی گئی ہے کہ ۱۳۱۱ ہجری میں مہدی کے ظہور کے لئے سورج گرہن اور چاند گرہن ہوگا اور یہ سب کو معلوم ہے کہ اسی سال میں سورج گرہن اور چاند گرہن بڑی صفائی کے ساتھ واقع ہوئے یعنے یہ کہ ۱۳۱۱ ہجری میں کسوف خسوف ہوا جسنے مہدی کی موجودگی چودھویں صدی میں ظاہر کردی۔

۱۲۔ قاضی ارتضا علیخاں صاحب اپنے رسالہ مہدی نامہ کے دوسرے صفحہ پر تحریر کرتے ہیں پہلے مہدی موعود آخرالزمان علیہ السلام کے ظاہر ہونیکے تھوڑے حالات اور علامات سے واقف ہونا چاہئے جنکا ظہور ہجرت سے تیرھویں صدی اور پندرھویں صدی کے درمیان ہوگا دیکھو صفحہ ۲ مہدی نامہ مذکورہ

اس بزرگ کی تحقیقات سے بھی یہی ثابت ہے کہ مہدی ان دو صدیوں کے درمیان یعنے چودھویں صدی میں ہوگا۔

۱۳۔ شیخ محمد حسین صاحب بٹالوی رئیس المکفرین نے بھی ظہور عیسےٰ و مہدی کو چودھویں صدی میں تسلیم کیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں پہلے علماء نے بھی چودھویں صدی ظہور عیسےٰ و مہدی کی ٹھیرائی ہے دیکھو اشاعۃ السنہ جلد ۶ نمبر ۳ صفحہ ۶۱

۱۴۔ حدیث الغاشیہ میں لکھا ہے بعض اہل تنجیم لکھتے ہیں کہ اس چودھویں صدی کے سال ہفتم میں مہدی ظہور کرینگے جو ۱۳۰۷ ہجری مطابق ۱۸۸۹ء ہوتے ہیں سو الحمد للہ کہ بات بھی بالکل درست نکلی کیونکہ ہم مارچ ۱۸۸۹ء

کہ حضرت اقدس جناب مہدی موعود نے ایک اشتہار بدین مضمون دیا کہ میں خداوند قدیر کی طرف سے اس امر کے لئے مامور ہوا ہوں کہ لوگوں سے بیعت لوں سو اسی بنا پر تمام مخلوقات کو اطلاع دیجاتی ہے کہ ۲۰ سے ۲۵ مارچ ۱۸۸۹ء تک شہر لدھیانہ میں بیعت لیجائیگی اور بعد ۲۵ مارچ کے برابر قادیاں میں بیعت لیجاتی رہیگی اہل تنجیم کا یہ حساب بالکل صحیح نکلا کہ ٹھیک ساتویں سال ہجری کے ظہور مہدی ہوا دیکھو حدیث الغاشیہ صفحہ ۲۵۰۔

۱۵۔ اب ہم ذیل میں دکھاتے ہیں کہ یہ خیال صرف مسلمانوں کا ہی نہیں خود عیسائیوں کا بھی اعتقاد ہے کہ مسیح کے نزول کا یہی زمانہ مقرر ہے چنانچہ جب یکم ستمبر ۱۸۹۲ء مطابق ۸ شوال سنہ ۱۳ ہجری سے لیکر کئی ماہ تک صبح و شام مشرق و مغرب کے کناروں پر آسمان پر سرخی نمودار ہوئی تو ایک گروہ امریکہ نے کہدیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی علامت ہے چنانچہ یہ جماعت امریکہ سے ایلیا کو بانتظار مسیح چلی گئی دیکھو حدیث الغاشیہ صفحہ ۲۰۷۔

۱۶۔ لنڈن کی اخبار ٹٹ بٹ نام میں جو ایک انگریزی اخبار ہے بیسویں صدی کا انجام بطور سرخی دیکر لکھا ہے کہ اسی چودھویں صدی کی نسبت بعض پیشگوئیاں درج ہیں گو وہ اپنی صدی کی نسبت بیان کرتے ہیں لیکن صدی عیسوی صدی ہجری میں چنداں فرق نہیں صرف ۱۸ برس کا فرق ہے بہر حال زمانہ مطابق ہے چنانچہ وہ اخبار لکھتا ہے کہ ۱۱ سو برس ہوئے ہیں کہ آرک بشپ آف مینس نے جو فرانس کا رہنے والا تھا پیشگوئی کی تھی کہ جنگ ہونگے اور جب ان جنگوں کا خاتمہ ہوگا تو فرانس کے بادشاہوں کی نسل میں سے ایک بادشاہ تمام سلطنت روما قدیم پر حکمران ہو جائیگا اور وہ بالآخر شان و شوکت کی سلطنت کرنے کے بعد یروشلیم میں جائیگا اور اپنا تاج اور عصائے سلطنت پہاڑ زیتون پر ڈالدیگا اسطرح روما کی سلطنت اور عیسائیت کا خاتمہ ہو جائیگا دیکھو انگریزی اخبار ٹٹ بٹ لنڈن ۱۵ دسمبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۶۹ جنگیں تو شروع ہی ہیں اور مذہب عیسوی کے خاتمہ کے دن بھی نظر آرہے ہیں۔

۱۷۔ سینٹ فرانسس ڈی پال نے ۱۴۶۹ء میں بیسویں صدی کی نسبت پیشگوئی کی تھی تمام دنیا میں صرف ایک ہی بڑا دینی رہنما اور خلیفہ ہوگا تمام بادشاہ اور شاہزادے اسی کے تحت میں ہو جائینگے اور وہ سب اسکے لیے امداد ہونگے اور اسوقت ایک آخری سلسلہ مذہب قائم ہوگا دیکھو انگریزی اخبار ٹٹ بٹ لنڈن مورخہ ۱۵ دسمبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۶۹ گو انکی مراد مذہب کے سلسلہ سے کچھ ہی ہو لیکن اتنا صاف ترشح ہوتا ہے کہ بیسویں صدی عیسوی مطابق چودھویں صدی ہجری میں ایک بڑا مذہبی انقلاب ہوگا اور یہی اسلامی اعتقاد ہے سو اس کا ظہور ہو چلا ہے۔

۱۸۔ ہز گلوریس اپیرنگ نام کتاب مطبوعہ لنڈن میں یہ لکھا ہے اب عنقریب دنیا میں ایک نہایت عظیم الشان واقعہ ہونیوالا ہے چاروں طرف سے اسکے واسطے نشان جمع ہو رہے ہیں ایسے نشان کہ زمانہ نے اس قسم کے پہلے کبھی نہیں دیکھے اور نہ دنیا کی تواریخ میں اسکی مثال ملتی ہے اور نہ کلیسیا کی تواریخ میں اس واقعہ عظیم کے وقوع پر دنیا اور مذہب ہر دو میں

ایک تغیر عظیم پیدا ہوگا وہ واقعہ ہمارے خداوند یسوع مسیح کی دوبارہ آنیکا ہے جو قوت اور جلال کیساتھ ہوگا۔

۱۹- رسالہ کو نٹس سیکنڈ کمنگ صفحہ ۵ مطبوعہ لنڈن میں یوں لکھا ہے کیا کوئی عقل والا اس بات میں شک کرسکتا ہے کہ یہ نشانات بلاریب یقیناً اس بات کی خبر دیتے ہیں کہ اب انجام آیا کھڑا ہے۔

۲۰- رسالہ دی کمنگ آف دی لارڈ صفحہ ۱ مطبوعہ لنڈن میں مسیح کے آمد ثانی کی نسبت یوں لکھا ہے نشانات پورے ہوگئے وہ نسل دنیا میں موجود ہوگئی ہے جسکے وقت میں مسیح نے آنا تھا ایسے شان اور شوکت اور جلال کے وقت آتا ہے۔

۲۱- اخبار فری تھنکر لنڈن مورخہ ۱۰ اکتوبر ۱۸۹۵ء میں لکھا ہے عام انتخاب ممبران پالیمنٹ کے وقت ایک سینٹ سے جو اسٹنگٹن کا باشندہ ہے ووٹ دینے کے لئے کہا گیا تو اس نے سنجیدگی سے کہا کہ اس سال کے ختم ہونے سے پہلے قیامت کا دن یعنے مسیح کے دوبارہ آنے کا دن آنیوالا ہے اس لئے یہ تمام باتیں بے سود ہیں۔

۲۲- ہندؤں کا بھی اس بارہ میں اتفاق ہے چنانچہ چند سال ہوئے ہیں وہ اخبار وغیرہ میں شائع کر چکے ہیں کہ گویا اس صدی ہجری میں گنگا بے برکت ہو جائیگی جس سے مراد صریح یہی پائی جاتی ہے کہ شمالی ہند میں ایک زبردست شخص پیدا ہوگا جو مذہب پر حملہ کرکے تمام مذاہب ہنود کو باطل کر دیگا سو جلسہ اعظم تحقیق مذاہب میں اس کا پورا پورا رنگ دکھلائی دیتا ہے۔

۲۳- مولوی محمد حسن امروہی کا بھی یہی بیان ہے کہ مہدی موعود و مسیح اسی چودہویں صدی میں ظاہر ہونگے اور کہتے ہیں کہ ۱۳۲۹ھ ہجری میں انکا ظہور ہوگا اور ساتھ ہی یہ بھی مانتے ہیں کہ ۱۲۸۹ھ ہجری کو وہ پیدا ہو چکے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۳۲۹ھ ہجری اسواسطے قرار دیتے ہیں کہ مہدی کی عمر وقت ظہور ۴۰ برس ہونی چاہئے اور وہ ستارہ ومدار ٹوٹنے کی رات سے یعنے ۱۲۸۹ھ ہجری سے اور ۱۳۲۹ھ کو انکی تاریخ قرار دیتے ہیں یہ انکا قیاس غلط ہے کوئی دلیل انکے پاس موجود نہیں۔٭

سولھویں فصل اس بارہ میں کہ حضرت مرزا صاحب کا مذہب کیا ہے

جب ہم ثابت کر چکے ہیں کہ جس قدر احادیث ظہور مہدی و مسیح موعود کی نسبت مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہیں وہ قریباً سب کی سب ظاہر ہو چکی ہیں اور نیز اولیاء زمانہ اور عوام نے بھی اپنے الہاموں اور رویاء صادقہ کے ذریعہ حضرت مرزا صاحب کے مسیح موعود و امام مہدی ہونیکی تصدیق کر دی ہے تو اب اس امر کا اظہار ضروری سمجھتے ہیں کہ حضرت موصوف کا کیا مذہب ہے کیا شریعت اسلامی میں انہوں نے کچھ کمی بیشی اور تنسیخ و ترمیم جائز رکھی ہے یا اسی شریعت غرا کی پیروی کرتے ہیں جو فخر رسل و خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم دنیا پر چھوڑ گئے ہیں سو ہم اس امر کی صفائی کے لئے انہی کی تحریریں ذیل میں درج کرتے ہیں جو انہوں نے ڈنکے کی چوٹ علانیہ دنیا میں چھاپ کر شائع کی ہیں۔

٭ ہاں ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسی وقت یعنی ۱۲۸۹ھ ہجری میں حضرت مرزا صاحب کی عمر عین شباب کی تھی یعنے ۴۰ برس وہ عمر ہے جس میں انکو اللہ تعالیٰ سے مکالمہ اور الہام شروع ہو گئے تھے یہاں مراد اس قول سے یہ ہے جو واقعی ہوتا ہے یعنی حیات ملی جب کلام الٰہی کے قابل ہو گئے اور نیز تمام علماء امت کا اجماع ہے کہ مہدی سر صدی پر آئیگا انکے قول کے مطابق صدی کے ۴۰ سال گزرنے کے بعد مسیح آئیگا جو صدی کا سر نہیں کہلا سکتا دیکھو تلخیص التواریخ صفحہ ۲۰۰۔

وہ لکھتے ہیں۔

ہمارا مذہب

ز عشاق فرقان و پیغمبریم — بدیں آمدیم و بدیں بگذریم

ہمارے مذہب کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ہمارا اعتقاد جو ہم اس دنیوی زندگی میں رکھتے ہیں جس کے ساتھ ہم بفضل و توفیق باری تعالیٰ اس عالم گزران سے کوچ کرینگے یہ ہے کہ حضرت سیدنا و مولٰنا محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین و خیر المرسلین ہیں جنکے ہاتھ سے اکمال دین ہو چکا اور وہ نعمت بمرتبہ اتمام پہنچ چکی جس کے ذریعہ سے انسان راہ راست کو اختیار کر کے خدا تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے اور ہم پختہ یقین کے ساتھ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ قرآن شریف خاتم کتب سماوی ہے اور ایک شعشہ یا نقطہ اُسکی شرائع اور حدود اور احکام اور اوامر سے زیادہ نہیں ہو سکتا اور نہ کم ہو سکتا ہے اور اب کوئی ایسی وحی یا ایسا الہام منجانب اللہ نہیں ہو سکتا کہ جو احکام فرقانی کی ترمیم یا تنسیخ یا کسی ایک حکم کی تبدیل یا تغیر کر سکتا ہو اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ ہمارے نزدیک جماعت مومنین سے خارج اور ملحد اور کافر ہے اور ہمارا اس بات پر بھی ایمان ہے کہ ادنے درجہ صراط مستقیم کا بھی بغیر اتباع ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ہرگز انسان کو حاصل نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ راہ راست کے اعلیٰ مدارج بجز اقتدا اُس امام الرسل کے حاصل ہو سکیں کوئی مرتبہ شرف و کمال کا اور کوئی مقام عزت اور قرب کا بجز سچی اور کامل متابعت اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ہم ہرگز حاصل کر ہی نہیں سکتے ہمیں جو کچھ ملتا ہے ظلّی اور طفیلی طور پر ملتا ہے اور ہم اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ جو راستباز اور کامل لوگ شرف صحبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہو کر تکمیل منازل سلوک کر چکے ہیں اُن کے کمالات کی نسبت بھی ہمارے کمالات اگر ہمیں حاصل ہوں بطور ظل کے واقع ہیں اور ان میں بعض ایسی جزئی فضائل ہیں جو اب ہمیں کسی طرح سے حاصل نہیں ہو سکتے غرض ہمارا اُن تمام باتوں پر ایمان ہے جو قرآن شریف میں درج ہیں اور جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کی طرف سے لائے اور تمام محدثات اور بدعات کو ہم ایک فاش ضلالت اور جہنم تک پہنچانے والی راہ یقین رکھتے ہیں مگر افسوس کہ ہماری قوم میں ایسے لوگ بہت ہیں جو بعض حقائق اور معارف قرآنیہ اور دقایق آثار نبویہ کو جو اپنے وقت پر بذریعہ کشف و الہام زیادہ تر صفائی سے کھلتے ہیں محدثات اور بدعات

ہی میں داخل کر لیتے ہیں حالانکہ معارف مخفیہ قرآن و حدیث ہمیشہ اہل کشف پر کھلتے رہے ہیں اور علماء وقت اُن کو قبول کرتے رہے ہیں لیکن اس زمانہ کے اکثر علما کی یہ عجیب عادت ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کا الہام ولایت جس کا کبھی سلسلہ منقطع نہیں اپنے وقت پر بعض مجمل مکاشفات نبویہ اور استعارات سربستہ قرآنیہ کی کوئی تفسیر کرے تو بہ نظر انکار و استہزا اُس کو دیکھتے ہیں حالانکہ صحاح میں ہمیشہ یہ حدیث پڑھتے ہیں کہ قرآن شریف کے لئے ظہر اور بطن دونوں ہیں اور اسکے عجائبات قیامت تک ختم نہیں ہو سکتے اور ہمیشہ اپنے منہ سے اقرار کرتے ہیں کہ اکثر اکابر محدثین کشوف والہامات اولیاء کو حدیث صحیح کے قائم مقام سمجھتے رہے ہیں دیکھو ازالہ اوہام حصہ اول صفحہ ۱۲۷ لغایت ۱۳۹۔

یہ مذہب ہے جو حضرت مرزا صاحب نے کتاب ازالہ اوہام میں درج کیا ہے لیکن تف ہے ان علما پر کہ ایسا عقیدہ سن کر بھی تکذیب اور تکفیر کرتے ہیں کیا یہ اعتقاد اُن کا منافقانہ ہے کیا کبھی تم نے اس کے برخلاف بھی اُنکو کہتے ہوئے سنا ہے ہم نے تو ہر تقریر میں ہر تحریر میں اسی اعتقاد کے مطابق پایا ہے ہم اس کے ثبوت میں بطور نمونہ ایک اور اشتہار سے جو شہر دہلی میں ۲۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو اُس وقت دیا تھا جبکہ مولوی نذیر حسین صاحب محدث دہلوی سے بحث کرنے کے لئے تشریف لے گئے تھے بطور خلاصہ نقل کرتے ہیں اور وہ یوں ہے۔

اے اخوانِ مومنین۔ اے برادرانِ سکنہ دہلی و متوطنان این سرزمین۔ بعد سلام مسنون و دعائے درویشانہ آپ سب صاحبوں پر واضح ہو کہ اسوقت یہ حقیر غریب الوطن چند ہفتہ کے لئے آپ کے اس شہر میں مقیم ہے اور اس عاجز نے سنا ہے کہ اس شہر کے بعض اکابر علماء میری نسبت یہ الزام مشہور کرتے ہیں کہ یہ شخص نبوت کا مدعی ہے ملائک کا منکر بہشت و دوزخ کا انکاری اور ایسا ہی وجود جبرائیل اور لیلۃ القدر اور معجزات اور معراج نبوی سے بکلی منکر ہے لہذا میں اظہاراً للحق عام و خاص اور تمام بزرگوں کی خدمت میں گزارش کرتا ہوں کہ یہ الزام سراسر افترا ہے میں نہ نبوت کا مدعی ہوں اور نہ معجزات اور ملائک اور لیلۃ القدر وغیرہ سے منکر بلکہ میں اُن تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقاید میں داخل ہیں اور جیسا کہ سنت جماعت کا عقیدہ ہے اُن سب باتوں کو مانتا ہوں جو قرآن اور حدیث کے رو سے مسلم الثبوت ہیں اور سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی امنتُ باللہ وملئکتہ

وکتبہ ورسلہ والبعث بعد الموت وآمنت بکتاب اللہ العظیم القرآن الکریم واتبعت افضل رسل اللہ وخاتم انبیاء اللہ محمد ن المصطفیٰ وانا من المسلمین وانت تعلم ما فی نفسی ولا یعلم غیرک وانت خیر الشاھدین اس میری تحریر پر ہر ایک شخص گواہ رہے اور خداوند علیم وسمیع اول الشاہدین ہے کہ میں اُن تمام عقاید کو مانتا ہوں جنکے ماننے کے بعد ایک کافر بھی مسلمان تسلیم کیا جاتا ہے اور جن پر ایمان لانے سے ایک غیر مذہب کا آدمی بھی معاً مسلمان کہلانے لگتا ہے یعنی اُن تمام امور پر ایمان رکھتا ہوں جو قرآن کریم اور احادیث صحیحہ میں مندرج ہیں اور مجھے مسیح ابن مریم ہونیکا دعویٰ نہیں اور نہ میں تناسخ کا قائل ہوں بلکہ مجھے تو فقط مثیل مسیح ہونیکا دعویٰ ہے جسطرح محدثیت نبوت سے مشابہ ہے ایسا ہی میری روحانی حالت مسیح ابن مریم کی روحانی حالت سے اشد درجہ کی مناسبت رکھتی ہے غرض میں ایک مسلمان ہوں ایھا المسلمون انا منکم واما مکم منکم بامر اللہ تعالیٰ یہ ہے مذہب جو اُنہوں نے دہلی جیسے شہر میں شائع کیا تھا ایسا شخص کیونکر خدا تعالیٰ کا مقرب اور خدا تعالیٰ کا پیارا نہیں ہو سکتا اور کیونکر مفتری اور کاذب اور کافر قرار پاسکتا ہے فاعتبروا یا اولی الابصار۔

سترھویں فصل اس باب میں کہ حضرت مرزا صاحب نے کیا تعلیم آنکو دی ہے

جب فصل ماسبق میں ثابت ہوگیا کہ جناب مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہی مذہب ہے جو خود رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم دنیا میں قائم کر گئے ہیں اور جس پر تمام اولیاء واتقیاء امت اب تک چلتے آئے ہیں تو اب اس فصل میں دکھانا چاہتے ہیں کہ آیا جو تعلیم اُنہوں نے اپنے مریدین کو دی ہے آیا وہ کس قسم کی ہے چونکہ انکی تعلیم متفرق طور سے مختلف کتابوں وغیرہ میں ہے اسلئے اُنکی کتابوں کو مطالعہ کرنے والوں کو اس امر سے بخوبی آگاہی ہے لیکن ہم متفرق مقامات کو نقل کرنے کے بجائے ایک ہی اشتہار کی نقل پیش کر دیتے ہیں جو انکی تعلیم کا لب لباب ہے اور جو ۲۹ مئی ۱۸۹۸ء کو شائع کیا گیا تھا اور وہ حسب ذیل ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اپنی جماعت کو متنبہ کرنے کے لئے ایک ضروری اشتہار

میری تمام جماعت جو اس جگہ حاضر ہیں یا اپنے مقامات میں بود و باش رکھتے ہیں اس وصیت کو توجہ سے سنیں کہ وہ جو اس سلسلہ میں داخل ہو کر میرے ساتھ تعلق ارادت اور مریدی کا رکھتے ہیں اس سے غرض یہ ہے کہ تا وہ نیک چلنی اور نیک بختی اور تقویٰ کے اعلیٰ درجہ تک پہنچ جائیں اور کوئی فساد اور شرارت اور بدچلنی اُن کے نزدیک نہ آسکے وہ پنج وقت نماز جماعت کے پابند ہوں وہ جھوٹ نہ بولیں اور کسی کو زبان سے ایذا نہ دیں وہ کسی قسم کی بدکاری کے مرتکب نہ ہوں اور کسی شرارت اور ظلم اور فساد اور فتنہ کا خیال بھی دل میں نہ لاویں غرض ہر ایک قسم کے معاصی اور جرائم اور ناکردنی اور ناگفتنی اور تمام نفسانی جذبات اور بیجا حرکات سے مجتنب رہیں اور خدا تعالیٰ کے حضور میں غریب دل اور بے شر اور غریب مزاج بندے ہو جائیں اور کوئی زہریلا خمیر اُن کے وجود میں نہ رہے گورنمنٹ برطانیہ جس کے زیر سایہ انکے مال اور جانیں اور آبروئیں محفوظ ہیں بصدق دل اُس کے وفادار تابعدار رہیں اور تمام انسانوں کی ہمدردی اُن کا اصول ہو اور خدا تعالیٰ سے ڈریں اور اپنی زبانوں اور اپنے ہاتھوں اور اپنے دل کے خیالات کو ہر ایک ناپاک اور فساد انگیز طریقوں اور خیانتوں سے بچاویں اور پنج وقتہ نماز کو نہایت التزام سے قائم رکھیں اور ظلم اور تعدی اور غبن اور رشوت اور اتلاف حقوق اور بیجا طرفداری سے باز رہیں اور کسی بدصحبت میں نہ بیٹھیں اور اگر بعد میں ثابت ہو کہ ایک شخص جو اُن کے ساتھ آمد و رفت رکھتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے احکام کا پابند نہیں ہے یا اس گورنمنٹ محسنہ کا خیر خواہ نہیں ہے یا حقوق عباد کی کچھ پرواہ نہیں رکھتا اور یا ظالم طبع اور شریر مزاج اور بدچلن آدمی ہے اور یا یہ کہ جس سے تمہیں تعلق بیعت اور ارادت ہے اُسکی نسبت ناحق اور بے وجہ بدگوئی اور زبان درازی اور بدزبانی اور بہتان اور افترا کی عادت جاری رکھکر خدا تعالیٰ کے بندوں کو دھوکا دینا چاہتا ہے تو تم پر لازم ہوگا کہ اس بدی کو اپنے درمیان سے دور کرو اور ایسے انسان سے پرہیز کرو جو خطرناک ہے اور چاہئے کہ کسی مذہب اور کسی قوم اور کسی گروہ کے آدمی کو نقصان رسانی کا ارادہ مت کرو اور ہر ایک کے لئے سچے ناصح بنو اور چاہئے کہ شریروں اور بدمعاشوں اور مفسدوں اور بدچلنوں کو ہرگز تمہاری مجلس میں گذر نہ ہو ورنہ تمہارے مکانوں میں وہ رہ سکیں کہ وہ کسی وقت تمہاری ٹھوکر کا موجب ہونگے۔

یہ وہ امور اور وہ شرائط ہیں جو میں ابتدا سے کہتا چلا آیا ہوں میری جماعت میں سے ہر ایک فرد پر لازم ہوگا کہ ان تمام وصیتوں کے کاربند ہوں اور چاہئے کہ تمہاری مجلسوں میں کوئی ناپاکی اور ٹھٹھے اور ہنسی کا مشغلہ نہ ہو اور نیک دل اور پاک طبع اور پاک خیال ہو کر زمین پر چلو اور یاد رکھو کہ

ہر ایک شر مقابلہ کے لائق نہیں ہے اِس لئے لازم ہے کہ اکثر اوقات عفو اور درگذر کی عادت ڈالو۔ اور صبر اور حلم سے کام لو اور کسی پر ناجائز طریق سے حملہ نہ کرو اور جذبات نفس کو دبائے رکھو اور اگر کوئی بحث کرو یا کوئی مذہبی گفتگو ہو تو نرم الفاظ اور مہذبانہ طریق سے کرو اور اگر کوئی جہالت سے پیش آوے تو سلام کہہ کر ایسی مجلس سے جلد اُٹھ جاؤ اگر تم ستائے جاؤ اگر گالیاں دِئے جاؤ اور تمہارے حق میں بُرے بُرے لفظ کہے جاویں تو ہوشیار رہو کہ سفاہت کا سفاہت کے ساتھ تمہارا مقابلہ نہ ہو ورنہ تم بھی ایسا ہی ٹھیرو گے جیسا کہ وہ ہیں خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمہیں ایک ایسی جماعت بناوے کہ تم تمام دنیا کے لئے نیکی اور راستبازی کا نمونہ ٹھیرو سو اپنے درمیان سے ایسے شخص کو جلد نکالو۔ جو بدی اور شرارت اور فتنہ انگیزی و بد نفس کا نمونہ ہے جو شخص ہماری جماعت میں غربت اور نیکی اور پرہیزگاری اور حلم اور نرم زبانی اور نیک مزاجی اور نیک چلنی کے ساتھ نہیں رہ سکتا وہ جلد ہم سے جدا ہو جائے کیونکہ ہمارا خدا نہیں چاہتا کہ ایسا شخص ہم میں رہے اور یقیناً وہ بدبختی میں مریگا کیونکہ اُس نے نیک راہ کو اختیار نہ کیا سو تم ہوشیار ہو جاؤ اور واقعی نیک دل اور غریب مزاج اور راستباز بن جاؤ تم پنج وقتہ نماز اور اخلاقی حالت سے شناخت کئے جاؤ گے اور جس میں بدی کا بیج ہے وہ اِس نصیحت پر قایم نہیں رہ سکیگا۔

چاہئے کہ تمہارے دل فریب سے پاک اور تمہارے ہاتھ ظلم سے بری اور تمہاری آنکھیں بدی سے منزہ ہوں اور تمہارے اندر بجز راستی اور ہمدردی خلائق کے اور کچھ نہ ہو میرے دوست جو میرے پاس قادیاں میں رہتے ہیں میں اُمید رکھتا ہوں کہ وہ اپنے تمام انسانی قوی میں اعلےٰ نمونہ دکھائینگے میں نہیں چاہتا کہ اِس نیک جماعت میں کبھی کوئی ایسا آدمی ملکر رہے جسکے حالات مشتبہ ہوں یا جسکے چال چلن پر کسی قسم کا اعتراض ہو سکے یا اُس کی طبیعت میں کسی قسم کی مفسدہ پردازی ہو یا کسی اور قسم کی ناپاکی اُس میں پائی جائے لہذا ہم پر یہ واجب اور فرض ہوگا کہ اگر ہم کسی کی نسبت کوئی شکایت سنیں گے کہ وہ خدا تعالیٰ کے فرائض کو عمداً ضائع کرتا ہے یا کسی ٹھٹھے اور بیہودگی کی مجلس میں بیٹھتا ہے یا کسی اور قسم کی بدچلنی اسمیں ہے تو وہ فی الفور اپنی جماعت سے الگ کر دیا جائے گا اور پھر وہ ہمارے ساتھ اور ہمارے دوستوں کے ساتھ نہیں رہ سکے گا۔

یہ ہے نمونہ تعلیم جو اِس بزرگ امام نے ایسے پر آشوب زمانہ میں جاری کی جبکہ فسق و فجور اور بددیانتی اور بدکرداری کا گرم بازار تھا اور اہل دنیا طرح طرح کی معاصی ور معائب میں مبتلا و گرفتار تھے اور آخر

اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کثیر التعداد آدمی ان تمام جرایم و معاصی سے تائب ہو کر ایک پاک دل اور نیک مزاج جماعت بنگئی ہے اور اُنکے بشروں سے رشد اور سعادت کے آثار نمودار ہو رہے ہیں حلم اور بردباری اور ہمدردی بنی نوع انکی عادت بن رہی ہے خودغرضی خودپسندی کی بدعادات اُن سے کنارہ کش ہو رہی ہیں اور عنقریب ایک کامل جماعت اتقیا و اصفیا صفحہ دنیا پر آسمان کے ستاروں کی طرح چمکتی ہوئی دکھلائی دیگی۔

اٹھارھویں فصل اس باب میں کہ حضرت مرزا صاحب کی صحبت میں کیا تاثیر ہے

دنیا میں جب غور کرتے ہیں اور تاریخ عالم کی ورق گردانی کرتے ہیں تو یہ امر بسا اوقات دیکھا جاتا ہے کہ ایسے جو فروش گندم نما مکار اور متفنی آدمی بہت ہوئے ہیں کہ بظاہر عمدہ عمدہ تعلیم پیش کرتے اور مذہب بھی ابنیا راستبازوں کا مذہب ظاہر کرتے رہے ہیں اور انکی ظاہری دعاوی کو دیکھکر لوگ اُن کے گرویدہ بھی ہو جاتے رہے ہیں لیکن ان میں وہ صداقت اور نور نہیں ہوتا تھا جو مردہ دلوں کو زندگی اور راحت بخشتا ہو جس سے انسان صراط مستقیم پر چلکر ابدی زندگی کا وارث ہوئے بلکہ اُن کے اعمال خلاف شرع ہوتے ہیں مگر اس امام ہمام کی تعلیم اس قسم کی چوری چپڑی نہیں بلکہ فی الحقیقت وہ اُس نور سے مملو ہے جو راستبازوں اور خدا کے مرسلوں کو آسمان سے عطا ہوتا ہے اور جس کا پرتو وہ آسپاس کے لوگوں اور ارادتمندوں پر پڑکر ایک عجیب اثر ڈالتا ہے اور جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انکے طبائع میں فطرتاً گناہوں سے نفرت اور بد افعال سے کنارہ کشی انکی عادت ہو جاتی ہے مگر صرف اُنہی لوگوں پر اُس نور کا اثر پڑتا ہے جو فطرت قابلہ رکھتے ہوں اور بغیر فطرت قابلہ کے وہ کسی طور سے نور کے پرتو سے بہرہ ور نہیں ہو سکتے کیونکہ ہم اس جسمانی دنیا میں دیکھتے ہیں کہ آفتاب ایک بڑا تیز روشن اجرام علویہ میں سے ہے اس کی روشنی اور اس کے شعاعوں سے وہی آنکھیں مستفید ہو سکتی ہیں جو نعمت بینائی کا مادہ رکھتی ہوں مثلاً اگر کوئی اندھا مادر زاد یہ کہے کہ مجھے تو آفتاب کی روشنی سے کچھ نور نہیں ملتا میں کیونکر جانوں کہ آفتاب روشن ہے تو اس کا یہ بات کہنا اُس کی حماقت کی دلیل ہوگی کیونکہ جب اس کی آنکھوں میں روشنی قبول کرنے کا مادہ ہی نہیں تو آفتاب کا کیا قصور ہے وہ تو تمام عالم کو یکساں اپنی شعاعوں

سے منور کر رہا ہے جب خود ہی کسی کی آنکھیں نہ ہوں یا اگر ہوں تو اپنی کوٹھڑی کا دروازہ بند کر لے یا کسی تنگ و تاریک غار میں چھپ کر بیٹھے تو
آفتاب کا اس میں کیا قصور ہے اسی طرح جو لوگ روحانی نور کو حاصل کرنیکی فطرت قابلہ نہیں رکھتے اور اگر رکھتے ہیں تو دل سے اس نور کے
انوار سے مستفیض ہونا نہیں چاہتے وہ کیونکر روحانی انوار سے بہرہ یاب ہو سکتے ہیں سنت اللہ تو کسی صورت
میں بدل نہیں سکتی ولن تجد لسنت اللہ تبدیلا اسکی شاہد ناطق ہے۔ پس ہر حالت میں فطرت قابلہ کا ہونا شرط ہے
بعض ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں کہ ایسے بزرگ کی صحبت میں مدتوں رہتے مگر انکے اخلاق میں بہت تھوڑی تبدیلی
ہوتی ہے سو اسکی وجہ یہ ہے کہ جیسے اس قانون قدرت میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک گیلی لکڑی جو خشک نہیں ہوتی بلکہ سخت
گیلی ہوتی ہے یا ایسی لکڑی جسمیں مٹی اس کثرت سے بھری ہوئی ہے کہ آگ کا اثر جلد قبول نہیں کر سکتی بلکہ بڑی دیر کے
بعد جا کر آگ کا اثر قبول کرتی ہے اسی طرح اس روحانی قانون میں یہی عادت جاری ہے کہ جو مستعد اور
غریب دل ہیں بزرگ امام کے پاس آتے ہیں تو جلد تر باطنی نور سے منور ہو جاتے ہیں اور اس نور کی جھلک صرف
اس کے اخلاق تک ہی محدود نہیں ہوتی بلکہ اسکے تمام جوارح اور اعضا سے بھی نور کی جھلک دکھلائی دیتی
ہے بلکہ اس کے کل حرکات و سکنات اور اس کے در و دیوار پر سے بھی اس نور کی جھلک نمودار ہوتی ہے لیکن
جو لوگ گیلی لکڑی کی طرح سخت ضعیف الایمان یا مٹی خوردہ لکڑی کی طرح انکے اخلاق فاضلہ کبر جلی یا خفی
یا کسی اور پوشیدہ یا ظاہر معاصی سے دب کر انکی روح نیم مردہ سا ہو گئی ہو وہ مدت مدید کے بعد اس بزرگ
کی صحبت میں رہ کر آہستہ آہستہ پاک ہو سکتے ہیں اور ان کو روحانی جذام کو دفعیہ کے لئے جو مدتوں کی بد
اخلاقیوں اور بداطواریوں کے گندے مادہ سے متعفن ہو کر اور پھوٹ کر بہنے لگتا ہے اس کے لئے بزرگ امام کی
انفاس طیبہ اور دعائے سحرگانہ مرہم کا کام دیتی ہیں اور اس طرح سے ردی اور بدبودار مواد رفتہ رفتہ خشک
ہوتے جاتے ہیں اور اگر صبر اور تحمل سے اس امام برحق کے گرد و جوار میں مقیم رہیں تو ضرور بر ضرور ان کے
امراض یکسر یک قلم موقوف ہو جائیں اور وہ اس طرح دکھلائی دیں کہ گویا ان میں کوئی مرض ہی
نہیں تھی یہ باتیں کوئی خیالی اور قیاسی نہیں بلکہ ہمارا ذاتی مشاہدہ ہے کہ خواہ کیسے ہی روحانی امراض
میں لوگ گرفتار ہوں اگر وہ پاک اخلاص لیکر مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں رہیں تو
وہ اپنے اعتقاد اور اخلاص کے بموجب ان امراض سے جلد یا دیر میں نجات پا جاتے ہیں سینکڑوں نظیریں
موجود ہیں وہ لوگ خود حضرت اقدس کے مریدین میں میری اس بات کی تصدیق بمشاہدہ کر سکتے ہیں لیکن
ہم بھی کسیقدر ظاہر کرتے ہیں کہ لوگوں پر اس وقت تک حضرت اقدس کی صحبت کا کیا اثر ہے ہم کھول کر
ہم لکھتے ہیں کہ لوگ گناہوں سے متنفر ہوتے جاتے ہیں نیکیوں کی طرف زیادہ مائل ہوتے جاتے ہیں

تمام بد عادات کو چھوڑ کر بجائے انکے عمدہ اور پسندیدہ عادات اختیار کرتے جاتے ہیں کینہ اور بغض اور حسد کو دلوں سے دور کر کے باہمی محبت و الفت و یگانگت پیدا کرتے جاتے ہیں خدا اور رسول کی محبت انکے رگ و ریشہ میں سرایت کر رہی ہے عبادات میں اُن کو لذت اور سرور ہونے لگا ہے اُنکے چہروں سے رشد اور سعادت کے آثار نمودار ہیں وہ اپنے جان و مال کو خدا اور رسول کی راہ پر نثار کرنے کو ہر وقت تیار ہیں بخل اور سستی فطرتی انکے اندر سے مفقود ہو رہی ہے حق اللہ و حق العباد کی پاسداری گویا ان کے مزاجوں کا خمیر بن رہی ہے ہمدردی بنی نوع کو وہ رضائے الٰہی کا باعث سمجھتے ہیں اور اپنے محسنوں کے احسانوں کی بڑی قدر کرتے اور گورنمنٹ وقت کی فرمانبرداری کو جو انکے جان و مال اور مذہب کی محافظ ہے اپنے لئے فخر اور عزت کا موجب سمجھتے ہیں اُن کو قرآن حمید سے ایک خاص عشق اور حدیث رسولؐ سے ایک خاص لگاؤ پیدا ہو جاتا ہے اُنکے دل گناہوں اور دنیا کی آلودگی سے پاک اور صاف ہو کر انکے لئے مکاشفات و رویا صادقہ و الہامات کا دروازہ کھلتا جاتا ہے اور خداوند تعالیٰ سے ایک خاص تعلق پیدا ہوتا جاتا ہے کہ جسکی وجہ سے وہ اس دنیاء دنی کے تعلقات اور رسم و رواج غیر مسنون کے تعلقات کو توڑنے لگ گئے ہیں غرض ہر طرح سے ان لوگوں کے بشروں سے نور کے آثار بین طور سے ظاہر و باہر ہیں اور دیگر لوگوں سے جو ابتک اس امام برحق کے عتبہ عالیہ سے دور ہیں انکے ہر فعل و قول اور انکے تمام حرکات و سکنات میں ایک کھلا کھلا امتیاز اور بیّن فرق پاؤ گے اگر کسی کو شک ہو تو وہ دار الامان قادیان میں آ کر اس امر کی تصدیق اپنی آنکھوں سے کر لے اور تو جسطرف تم دیکھو گے ان امور کو سچا پاؤ گے لیکن بالخصوص اگر اس آفتاب صداقت کی نورانی شعاعیں کسی مجسم صورت میں دیکھنی چاہتے ہو تو وہ مجسم نور الدین ہے جو حکیم الامت کے لقب سے ملقب ہیں اور جنکی نسبت خود امام ہمام فرماتے ہیں ؎

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز امت نور دیں بودے * ہمیں بودے اگر ہر دل پر از نور یقین بودے

اگر دیگر مقامات میں دیکھنا چاہتے ہو تو لاہور میں شیخ رحمت اللہ صاحب تاجر کتب۔ مالیر کوٹلہ میں نواب محمد علیخان صاحب رئیس اعظم پٹیالہ میں ڈاکٹر عبد الحکیم خانصاحب۔ بجنگشنڈا میں شیخ محمد کرم الٰہی صاحب۔ سیالکوٹ میں میر حامد شاہ صاحب۔ رامپور میں ڈاکٹر رشید الدین صاحب جہلم میں تحصیلدار محمد نواب خانصاحب و ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب۔ پشاور میں مولوی غلام حسن صاحب و سید سرور شاہ صاحب۔ کپورتھلہ میں منشی محمد خانصاحب و منشی ظفر احمد صاحب۔ مدراس میں سیٹھ عبد الرحمن صاحب۔ وزیر آباد میں ڈاکٹر رحمت علی صاحب۔ دہلی میں منشی عبد العزیز صاحب و شیخ محمد اسمعیل صاحب کو دیکھیں غرض ہزارہا آدمی اس قسم کے ہیں لیکن ہم نے صرف نمونہ کے طور پر

شیخ عبد اللہ صاحب مہتمم شفاخانہ انجمن حمایت اسلام لاہور۔ حیدر آباد میں مولوی سید محمد سعید صاحب و مولوی عبد الحمید کلکی۔

چند ایک احباب کا ذکر دیا ہے۔

انیسویں فصل اس باب میں کہ حضرت مرزا صاحب کے اخلاق اور عادات کیسے ہیں

جہاں تک ہمیں اس بارہ میں ذاتی تجربہ ہے حضرت امام زماں کے اخلاق نہایت ہی پسندیدہ اور اعلیٰ درجہ کے ہیں اگر کسی مہمان کو وہ سے آئے ہوئے سنتے ہیں بڑا ہی خوشی کا اظہار کرتے ہیں اور انکی خاطر تواضع کی سخت تاکید فرماتے ہیں اور اگر کھانے کا وقت گذر گیا ہو تو اسی وقت حکم دیتے ہیں کہ انکے لئے کھانا طیار کیا جاوے اور اگر انہیں معلوم ہو جائے کہ جلدی بندوبست نہیں ہو سکے گا تو اسی وقت دودھ منگوا لیتے اور بازار سے مٹھائی یا بسکٹ طلب کر کے ان کو دیتے ہیں اور کسی مہمان کی تکلیف کو گوارہ نہیں کر سکتے ماں باپ سے زیادہ شفقت اور مہربانی سے پیش آتے ہیں اگر اس نے کھانا کھایا ہوا ہو تو فوراً چاء تیار کروا دیجاتی ہے اور اگر کسی کو کوئی خاص غذا کی عادت ہو یا کوئی بیمار ہو جائے تو اُن کے لئے انکے مناسب حال کھانے کی تجویز کی جاتی ہے ہر ایک سے نہایت نرمی اور محبت سے کلام کرتے ہیں بدمزاجی یا سختی اُن میں نام ہی کو نہیں دشمن بھی سامنے آجائے تو اس کے مراتب کا لحاظ ضرور کرتے ہیں کوئی انکو سختی سے پیش آئے اور برا بھلا بھی سامنے کہدے تو کبھی نہیں دیکھا گیا کہ اُس سے بے رُخی یا سختی سے پیش آئے ہوں۔ ہاں اگر کوئی دین پر حملہ کرے یا دین کی توہین کا روادار ہو تو پھر غیرت اور حمیت کے خلاف سمجھتے ہیں کہ خاموش رہیں نہایت جوش اور طاقت کے ساتھ مہذبانہ طور سے مدافعت کرتے اور معقول اور مدلل گفتگو کرتے ہیں یہ ممکن نہیں کہ کبھی بھی تہذیب کے جادہ سے تجاوز کر گئے ہوں اور جیسے آجکل بڑے بڑے مقدس ہونے کے مدعی یا عالم ہونے کے دعویدار ہیں وہ اپنی ذات یا مزاج کے برخلاف کوئی کلمہ سُن پائیں تو بے اختیار ہو جاتے اور منہ میں کف بھر لاتے اور واہی تباہی بکنے لگ جاتے ہیں اور ایک منٹ کے لئے بھی صبر نہیں کر سکتے مگر اللہ تعالیٰ نے انکو وہ حوصلہ اور تحمل اور بردباری کا مادہ عطا کیا ہے کہ ہرگز حد اعتدال سے نہیں بڑھتے اگر کسی دوست کی کسی مصیبت کو سن پاتے ہیں تو انکو بہت ہی صدمہ پہونچتا ہے اور انکے لئے نمازوں میں بڑی بڑی دعائیں کرتے اور راتوں اُٹھ اُٹھ کر خدا تعالیٰ کی درگاہ میں التجائیں کرتے ہیں اگر اُن خدام میں سے جو گرد و جوار میں مسکن گزین ہیں کوئی بیمار ہو جائے یا اُن کے کسی بچہ کو یا بیوی کو کوئی دکھ درد ہو تو بذات خود دوائیں تجویز

کرنے اور اپنے ہاتھوں سے دوائیں تیار کر کے پلاتے ہیں خواہ رات کے کسی حصہ میں ان کو خبر پہونچائی جائے اور خواہ دوائیں کتنے ہی متفرق صندوقوں میں بند ہوں ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ شمس العلماء عطاء الرحمن جو چند ماہ کا بچہ تھا پیٹ کے درد سے بیمار ہوگیا اور سخت روتا تھا اور چونکہ حضور نے پاس کے ملحق مکان میں ہم خدام کو جگہ دے رکھی تھی اسلئے اس کے رونے کی آواز کو بذات خود آنجناب نے سن پایا اسی وقت اس خادم کو آواز دی کہ بچہ کیوں روتا ہے میں نے عرض کی یا حضرت اسکے پیٹ میں درد معلوم ہوتا ہے فرمایا کہ ٹھہرو ہم دوائی لا دیتے ہیں میں بہت دیر تک انتظاری کرتا رہا حضرت تشریف نہ لائے آخر میں تھک کر لیٹ رہا اور یہی خیال کیا کہ شاید کثرت کار کی وجہ سے بھول گئے ہونگے دو اڑھائی گھنٹہ کے بعد حضرت اقدس نے پھر آواز دی عاجز فوراً دوڑتا ہوا حاضر ہوا تو اول نہایت افسوس کا اظہار کیا اور پھر فرمایا کہ میں اُس وقت سے صندوقوں میں دوائیں تلاش کرتا رہا ایک دوائی نہیں ملتی تھی آخر ناامیدی کے بعد ایک صندوق سے مل گئی اور اب کل جوڑ ملا کر لایا ہوں میں سن کر بہت متعجب بھی ہوا اور شرمندہ بھی ہوا کیونکہ میں کبھی بھی اس قسم کی تکلیف گوارا نہیں کر سکتا تھا خواہ کتنا ہی کوئی عزیز درد سے چلا رہا ہو اور تعجب یہ کہ موسم سخت گرمی کا تھا اور صندوق کل مکان کے اندر سب کے سب مقفل تھے۔ ایسی سخت گرمی میں مکان کے اندر دو اڑھائی گھنٹہ تک رہنا اور لیمپ کی گرمی کا علاوہ ہونا اور پھر ہر صندوق کے قفل کو کھولنا اور ایک ایک شیشی تلاش کر کے نسخہ تیار کرنا ہر ایک انسان کا کام نہیں یہ صرف اس ہمدرد قوم کا خاصہ ہے کہ ماں باپ سے بھی زیادہ بلا کسی طمع دنیاوی کے شفقت اور مہربانی کرتے ہیں کیا کسی انسان میں ایسی ہمدردی پائی جاتی ہے۔

غرض ہر امر میں اُن کا من جانب اللہ ہونا پایۂ ثبوت کو پہونچتا ہے۔

تحریر کا کیسا ہی نازک کام ہوتا ہے اور پھر اُن کا کام کہ دنیا کا مقابلہ درپیش ہے کتنا ہی عظیم الشان ہے کہ جس کے فکر میں ان کا خون خشک ہو رہا ہے اور ہر وقت اس تردد اور فکر میں لگے رہتے ہیں کہ کسی طرح دین اسلام کا بول بالا ہو مگر پھر بھی اگر کوئی ایسے وقت میں جبکہ ان کا ذہن کسی اہم امر میں لگا ہوا ہو کوئی شخص اپنی ادنیٰ سے ادنیٰ ضرورت کے لئے آن کر دروازہ کو کھٹکھٹائے تو فوراً بذات خود اٹھکر دروازہ کھولدینگے اور کہینگے کہ کیا کام ہے اور جو بات وہ کہیگا فوراً اسکی تعمیل کرینگے یہ بھی نہیں کہینگے کہ اس وقت فرصت نہیں کسی دوسرے وقت آؤ بجز اسی حالت کے جب سخت بیمار ہوں اور چارپائی پر پڑے ہوں اور اٹھا نہ جاتا ہو ورنہ میں نے اپنے زمانہ قیام میں ایک دفعہ بھی ایسا تجربہ نہیں کیا کہ کبھی بھی انہوں نے تساہل کیا ہو یا کسی بہانہ سے ٹالا ہو کیا یہ باتیں اُن میں خرق العادت نہیں ہیں؛

میں نے بارہا دیکھا ہے کہ اگر کسی دوست کی نسبت مسجد میں بیٹھے تکلیف کا علم ہوا ہے تو اسی وقت اُٹھ کر چلے گئے ہیں۔ اور فوراً اُس کے لئے دوا لائے ہیں اور میں نے بارہا دیکھا ہے کہ کئی کئی دفعہ آئے اور گئے ہیں لیکن کبھی یہ عذر نہیں کیا کہ مجھے بار بار آنے جانے میں تکلیف ہوتی ہے پھر کسی وقت دیکھا جائے گا۔

ہم نے کبھی کسی خدمتگار کو نہیں دیکھا کہ ڈانٹا ہو اور بسا اوقات وہ دنی الفطرت نظر چرا کر ان کی اشیاء بھی چرا لیتے تو بھی اُن سے کبھی سختی سے پیش نہیں آئے اور اُن کو شور یا جنگ کرنے پر کبھی میٹھا ہے بلکہ نرمی اور خُلق کے ساتھ سمجھا دیتے ہیں۔

چونکہ حرم سرائے میں بکثرت مستورات آن کر قیام پذیر ہوتی ہیں اور بسا اوقات بوجہ کم عقلی یا کمزوری فطرت ایک دوسرے کی شکایت یا بُرا بھلا کلمہ کسی کی نسبت کہہ دیا کرتی ہیں تو بجائے اُس کے کہ کسی کو ڈانٹیں یا سختی سے پیش آئیں سب کو بلا کر وعظ فرماتے ہیں اور کسی خاص عورت کیطرف اشارۃً تک نہیں کرتے بلکہ عام طور سے کج ادائی کج خلقی غیبت یا دیگر شکایات کی بُرائی بیان کر دیتے ہیں اور تفاخر قومی یا مالی یا ذاتی کے عیوب ظاہر کر کے باہمی محبت اور ہمدردی کا سبق سکھلاتے ہیں۔

بارہا مجلس میں عورتوں کے ساتھ ہمدردی کرنے اور اُنکی کج خلقیاں اور تلخیوں پر عفو کرنے اور فحشا کے سوا انکی سب قسم کی کج ادائیوں پر درگذر کرنے کا وعظ فرماتے اور کہتے ہیں کہ یہ بیچاری عورتیں چار دیواری کے اندر رہتی ہیں اُن کو نہ دینی علم کافی ہوتا ہے اور نہ دنیاوی بلکہ نہ مردوں کیطرح صفحہ عالم پر پھر کر زمانہ کے نشیب و فراز سے آگاہ اور نہ عموماً دنیا کے حالات سے واقف ہوتی ہیں اس لئے یہ فرقہ نسوان ہر طرح قابل رحم ہے اُن پر سختی کرنا اور اُنکی بات بات پر نکتہ چینی کرنا مناسب نہیں کیونکہ اُن کو کہاں اس قدر تجربہ ہوتا ہے کہ وہ مردوں کے خیال کے مطابق کاروبار کر سکیں۔

آج تک کبھی بھی اپنی اہلیہ یعنے ام المومنین پر کسی امر پر خفا یا ناراض نہیں ہوئے حالانکہ ممکن نہیں کہ اس قدر عرصہ میں مستورات سے جو ناقصات العقل ہوتی ہیں کوئی حرکت خلاف مزاج نہ ہوئی ہو لیکن جبکہ اُس خدائے قدوس کے ہاتھوں وہ اُن تمام باتوں سے پاک و صاف ہو چکے ہیں جو فساد اور رنجوں کا موجب ہوتی ہیں تو کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ کوئی خانہ جنگی وقوع میں آئے جب تک کوئی دین کا نقصان نہ دیکھیں وہ کبھی بھی کسی دنیاوی امر میں نکتہ چینی نہیں کرتے یہی سبب ہے کہ وہ اِس دنیا میں ایک بہشتی زندگی بھگت رہے ہیں۔

اپنی اولاد پر کبھی بھی ناراض ہوتے ہوئے یا درشتی سے پیش آتے ہوئے نہیں دکھلائی دئے حالانکہ صاحبزادگان ایک لڑکوں کا لشکر لئے ہوئے چاروں طرف باہر کودتے پھاندتے پھرتے ہیں اور بڑا ہی شور و غوغا کرتے ہیں اور باوجودیکہ تصنیف کے نہایت ہی نازک کام میں مصروف ہوتے ہیں لیکن انکو کبھی یہ کہتے ہوئے نہیں سنا کہ اے لڑکو یہاں سے نیچے چلے جاؤ ہمارا خیال بٹتا ہے چہ جائیکہ سختی سے ڈانٹیں اور دھتکار دیں بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسقدر اپنے کام کے وقت عالم محویت میں ہوتے ہیں کہ گویا انکے پاس کوئی شور و غل ہی نہیں ہوتا۔

اکثر دیکھا ہے کہ حضرت مکان کے دروازہ بند کر کے بیٹھتے ہیں لیکن صاحبزادے باہر آن کر دروازہ کھٹکھٹاتے اور بلند آواز سے پکارتے ہیں ابا بوہا کھول **ابا بوہا کھول** یعنے ابا جان دروازہ کھولو تو خواہ کیسے ہی دقیق در دقیق مضمون کو لکھ رہے ہوں اور اندیشہ بھی ہے کہ اگر قلم کو چھوڑ دیا تو وہ مضمون یاد سے جاتا رہیگا مگر وہ کبھی انکار نہیں کرتے بلکہ اسی وقت اٹھ کر دروازہ کھولدیتے ہیں اور جو کچھ صاحبزادے کو مطلوب ہووے دلا کر اور رخصت کر کے پھر دروازہ کو زنجیر لگا دیتے اور اپنی تصنیف میں مصروف ہو جاتے ہیں ابھی کچھ لکھا ہوگا کہ ایک دوسرے صاحبزادہ آگئے ہیں اور اسی طرح پکارنے لگے ہیں اور یہ اٹھ کر دروازہ کھولدیتے اور انکی حاجت روائی کر کے پھر دروازہ بند کر کے کام میں لگ جاتے ہیں پھر تیسرے نے آکر پکارا ہے ہر دفعہ اٹھتے ہیں اور کبھی بھی ان کو نہیں ڈانٹتے اور ایک لمحہ کے لئے بھی انکے چہرہ مبارک پر بل نہیں پڑتے بارہا تجربہ کیا ہے کہ ایک ایک دن میں دس دس بیس بیس دفعہ ان کو دروازہ کھولنا پڑا ہے اور کبھی بھی شاکی نہیں ہوئے کہ بچے ہمیں تنگ کرتے ہیں اور نہیں لکھنے دیتے ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ جب تبلیغ عربی زبان میں لکھ رہے تھے تو مسودہ کے چند ورق علامہ نور الدین صاحب کو غالباً کاتب کو دینے کے لئے دئے مجھے اتفاق سے وہ ورق کہیں مولانا موصوف سے گر گئے بہت تلاش کے بعد ایک جگہ سے ٹکڑے ٹکڑے ہوئے ہوئے ملے جب انکو جوڑ رہے تھے تو حضرت اقدس کو اسکی اطلاع ہوئی آپ تشریف لائے اور فرمایا کہ گیا ہوگا اگر وہ مسودہ گم ہوگیا تھا تو شاید اللہ تعالیٰ اس سے بڑھ کر اور لکھوا دیتا اس قدر تکلیف کی کیا ضرورت تھی۔

ایک دفعہ ایک مسودہ کو بچوں نے اٹھا کر پاس ہی آگ لگا کر جلا دیا اور یہ اپنے کام میں ایسے منہمک تھے کہ حالت میں سب کچھ ان کو ذرہ بھی خبر نہیں ہوئی کچھ دیر کے بعد ان کو ان کاغذات کی ضرورت ہوئی ادھر ادھر دیکھا تو کاغذ نہیں ملتے تب صاحبزادہ محمود احمد سے پوچھا کہ کوئی کاغذ تو آپ نے یہاں سے نہیں اٹھایا انہوں نے کہا ہاں بہت سے کاغذ اٹھائے تھے اور ان کو جلا دیا ہے دیکھو یہ راکھ پڑی ہے دیکھ کر خاموش

ہو رہے اور ہرگز نہ کہا کہ تم نے کیا کیا ایک ذرہ بھی اُن پر ناراض نہیں ہوئے اور یہی خیال کر لیا کہ اللہ تعالیٰ کی یہی مصلحت ہوگی۔

اگر کہیں سے سن پائیں کہ ہمارے دوستوں میں سے کسی نے اپنے لڑکے کو مارا ہے یا اپنی زوجہ سے سختی کی ہے تو نہایت افسوس کرتے ہیں اور بارہا لوگوں کو بچوں کے مارنے سے منع فرمایا ہے حتےٰ کہ مدرسہ تعلیم الاسلام میں کسی اُستاد کو مارنے کا حکم نہیں۔

یہ تو سلوک انسانوں کے ساتھ ہے حیوانات سے بھی اُنکے سلوک عجیب ہیں میں نے بارہا دیکھا ہے کہ اُن کے مکان میں ایک بہت بڑی بلی رہتی تھی جب کوئی خادم بازار سے حضرت اقدس کے پاس دُودھ لاتا تو وہ حضرت کے اردگرد چلانا شروع کرتی حضرت اقدس بجائے اس کے کہ اس کو ڈانٹیں سب سے پہلے ایک برتن میں دودھ ڈالکر اس کے آگے رکھ دیتے یہ واضح رہے کہ یہ بلی کوئی پالتو بلی نہیں تھی بلکہ ایک وحشی بلی تھی جو عموماً شہروں میں ہُوا کرتی ہیں۔

حیا اُن میں اِس قدر دامنگیر ہے کہ اگر اُنکی مجلس میں کوئی کیسی ہی بے محل گفتگو شروع کر دے اور خواہ کیسے ہی لائق اور مدبر آدمی مجلس میں موجود ہوں یا دور دراز سے آدمی زیارت کے لئے آئے ہوں وہ بھی اس خیال سے کہ یہ لوگ اپنے دلوں میں کیا کہتے ہونگے کہ ایسی بے تکی اور واہی تباہی باتیں اس مجلس عالی میں ہوتی ہیں نہیں روکتے بلکہ خاموش بیٹھے رہینگے یا اس گفتگو کرنے والے بزرگ کی خفت دور کرنے کے لئے اُسی سے کوئی حکمت کی بات نکال کر لوگوں کی توجہ کو دوسری طرف لگا دینگے مگر وہ بزرگ اپنی موٹی عقل کی وجہ سے اور ہی باتوں میں ترقی کرتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ ہم اس مجلس میں کیا نادانی کرتے ہیں۔

اکثر اصحاب فرط محبت میں یا بطور تبرک حضرت اقدس کے پاؤں دبانے لگ جاتے ہیں اور ایک ہی وقت میں دس دس تک کی بھی نوبت پہونچ جاتی ہے اور موسم بھی گرمی کا ہوتا ہے اور اکثر دبانے کے طریق سے بھی واقف نہیں ہوتے بلکہ اُن کے دبانے سے ان کو تکلیف بھی ہو رہی ہوتی ہے اور گرمی کی وجہ سے اژدہام کثیر سے اور بھی گھبراؤ ہوتا ہے مگر اس وجہ سے نہیں روکتے کہ شاید اُن کے دل کو رنج پہونچے۔

اپنے مریدوں میں خواہ وہ کیسا ہی غریب اور بے کس اور ادنیٰ درجہ کا انسان ہو اگر اتفاقاً کسی کو بیمار ہو جائے تو بذات خود تشریف لیجاتے اور تیمارداری کرتے ہیں ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک پرانا قدیمی خدمتگار ہے احمد وحید الدین نام ایک بہت ہی ادنیٰ درجہ کا جاہل آدمی ہے اسکو جس کو چار پانچ سے زیادہ مرتبہ حاصل نہیں ہے اس کو چوٹ سخت لگ گئی اور وہ اپنی کوٹھڑی میں پڑا رہا حضرت اقدس بذات خود اس کے پاس اُس کی تنگ و تاریک کوٹھری میں تشریف لیگئے اور بعد دریافت حال اُسکی بہت تسکین کی

اور علاج کے لئے علاوہ تنخواہ کے دو روپیہ عطا کئے اور اُنکی خبر گیری کے لئے آدمیوں کو تاکید فرمائی۔

بہت ہند و جن میں سے وہ لوگ بھی ہیں جو علانیہ عداوت کرتے اور مخالف اشتہار نکالتے ہیں اور نیز دیہات کے جاٹ مرد اور عورتیں اپنے بیماروں کو لیکر حضرت اقدس کے پاس آجاتی ہیں تو حضرت اقدس خواہ کیسے ہی ضروری کام میں مصروف ہوں بیماروں کو دیکھ کر اپنے پاس سے دوائیں لاکر دیتے اور بڑی نرمی سے اُنکو اُنکی زبان میں سمجھاتے ہیں کہ دوائی یوں پلانی فلاں وقت پلانی اور اس میں فلاں فلاں چیز ملالینی اگر وہ بار بار پوچھیں تو بار بار نرمی سے سمجھائے جائینگے اور ایک منٹ کے لئے بھی اُنکے چہرہ پر ناخوشی یا تیزی کے آثار ظاہر نہیں ہونگے۔

ان کا سلوک ہر کہ و مہ سے ایسا عمدہ ہوتا ہے کہ ہر شخص یہی سمجھتا ہے کہ مجھ سے ہی زیادہ محبت کرتے ہیں خواہ کسی سے اتنا پیار اور شفقت نہیں کرتے جتنا کہ مجھ سے کرتے ہیں۔

ان میں کوئی بات ایسی نہیں پائی جاتی کہ اپنے لئے اٹھنے میں بیٹھنے میں چلنے میں کھانے میں پینے میں کسی قسم کی تخصیص یا تقسیم تجویز کر رکھی ہو مجلس میں مثل زمانہ کے سجادہ نشینوں کے کوئی فرش و فروش یا گاؤ تکیہ وغیرہ نہیں رکھتے اور کوئی امتیاز کی بات اپنی ذات کیلئے اب تک تجویز نہیں کی اگر کوئی اجنبی آتا ہے تو پہچان نہیں سکتا کہ امیں امام کون ہیں اکثر بتانے پر وہ انکے ساتھ مصافحہ کرتے ہیں۔

غرض اس وقت روئے زمین پر ایسا شخص نظر نہیں آتا فی الحقیقت یہ بزرگ یگانہ روزگار ہیں اور اسی کے سر پر تاج سروری و کلاہ امامت سجتا ہے اسی شخص کو مسیح موعود کا عالی مرتبہ خطاب زیبا اور مہدی معہود کا زرین لقب پھبتا ہے بدقسمت ہیں وہ لوگ جو انکے در دولت سے دور اور ربقہ اطاعت سے محروم ہیں۔

بیسویں فصل اس باب میں کہ انکی دعا میں کیا تاثیر ہے

تم چار دانگ عالم میں پھر کر دیکھ لو اور زمین کے گوشہ گوشہ کو ٹٹولو تمہیں اس زمانہ میں ایک فرد بھی ایسا نظر نہیں آئے گا کہ جسکی دعا کی قبولیت کا شہرہ ہو یا وثوق سے اسکی دعا کے قبول ہونے کا اعتماد ہو ہرگز ہرگز ایک شخص بھی روئے زمین پر ایسا بزرگ نہ پاؤ گے گو زمانہ گذشتہ کے اولیاء کی نسبت کتابوں اور رسالوں میں بکثرت قصے درج ہیں اور بہت سے افسانے زبان زد خلائق ہیں اور اسی پر لوگوں کو ناز بھی ہے کہ فلاں شخص نے یوں دعا کی اور یہ ہو گیا اور فلاں بزرگ نے یوں توجہ کی تو خاک کا سونا بن گیا اور غائب

پیر صاحب نے دیوار کو گھوڑے کی طرح سوار ہو کر دوڑایا غرض مختلف فرقوں کے مسلمان کوئی نہ کوئی قصہ یا کہانی ایسے بزرگوں کی اپنے ہاں بطور یادگار رکھتے ہیں اور اسوقت جسقدر بڑی بڑی گدیاں ہیں اُنکے جانشینوں نے اپنے بزرگوں کی بنسبت بڑے بڑے افسانے اور قصے بنا رکھے ہیں جنکے ذریعہ سے وہ لوگوں کو لوٹتے اور کھاتے ہیں اور اپنے بزرگوں کی ولایت فروشی پر اپنا گذر اوقات مقرر کر رکھا ہے اگر فی الحقیقت دیکھا جائے تو بجز مبالغہ کے کچھ نہ پاؤ گے ہاں ہم مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء اور اصفیاء کی دعائیں قبول کرتا ہے اور کرتا رہا ہے لیکن نہ اس طرح جیسے لوگوں نے مشہور کر رکھی ہیں جو سراسر شرک سے آلودہ ہیں گویا اُن لوگوں نے اُن بزرگوں میں خدائی کے صفات مان رکھے ہیں نعوذ باللہ من ذالک ہاں دعا قبول ہوتی ہے اور ضرور قبول ہوتی ہے لیکن قبولیت کے لئے بہت سی شرائط ہیں جب تک وہ شرائط نہ پائی جائیں ہرگز ہر ایک کی دعا مرتبہ اجابت کو نہیں پہونچ سکتی جس شخص نے قبولیت دعا کا ذکر مفصل دیکھنا ہو وہ برکات الدعا اور ایام الصلح میں دیکھے۔ اب ہم دکھاتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کی دعاؤں کیا تاثیر ہے جہاں تک ہمارا تجربہ ہے انکی ہزارہا دعائیں قبول ہوئی اور ہوتی ہیں اور حضرت اقدس بہت دفعہ اظہار کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ میں تیری ہر دعا کو قبول کروں گا ہاں تیرے رشتہ داروں کے بارے میں تیری دعا کو قبول نہیں کرونگا اور ہمارا مشاہدہ بھی ہے کہ جس شخص کیلئے اُنہوں نے خاص توجہ سے دعا کی ہے وہ کبھی بھی رُد نہیں ہوئی ہم اس بات کو طول دینا نہیں چاہتے اور ہم چند ایک نمونہ استجابت دعا پیش کرتے ہیں۔

(۱) ہوشیارپور میں ایک دفعہ حضرت اقدس تشریف لیگئے تھے اور شیخ مہر علی صاحب رئیس کے مکان پر فروکش ہوئے تھے ایک مدت کے بعد حضرت اقدس نے رویا میں دیکھا کہ شیخ مہر علی صاحب کے فرش کو آگ لگ گئی ہے اور کل کا کل مکان جل رہا ہے اور ہم نے اس پر پانی ڈالکر بجھایا ہے اس پر حضرت اقدس نے اُن کو ایک خط لکھا کہ ہم نے یوں دیکھا ہے بہتر ہے کہ آپ توبہ استغفار کیا کریں اور کچھ صدقہ کریں چونکہ امراء کو اپنے ظاہری سامان اور اقبال کی وجہ سے ایسی باتوں کی چنداں پرواہ نہیں ہوتی اس لئے اُنہوں نے یونہی معمولی بات سمجھ کر خط کہیں پھینکدیا اس کے بعد چھ مہینے گزرنے نہیں پائے تھے کہ ہوشیارپور میں عشرہ محرم میں باہم مسلمانوں اور ہندوؤں میں فساد ہو گیا اور نوبت کشت و خون تک پہونچی اس ہنگامہ میں بھاری الزام شیخ صاحب موصوف پر آیا اور دوران تحقیقات میں انکو سشن سپرد کیا گیا اور سشن جج نے اُن کو پھانسی کا حکم اور اُنکی کل جائداد کی ضبطی کا حکم نافذ کر دیا اس پر

شیخ صاحب کی اولاد نے حضرت اقدس کی خدمت میں کسی آدمی کو بھیجکر دعا کی استدعا کی حضرت اقدس نے فرمایا کہ ہم دعا تو کرینگے مگر ہم نے تو چھ ماہ پہلے بذریعہ خط اطلاع کر دی تھی اور جب انہوں نے اپنے مکان میں خط کو تلاش کیا تو ردی میں سے وہ خط مل گیا اس پر انہوں نے افسوس کیا اور آخر زور سے دعا کی درخواست کی اُس پر حضرت اقدس نے خاص توجہ سے اُنکے لئے دعا کی اور پیش از وقت خدا تعالیٰ سے الہام پاکر شیخ صاحب موصوف کو اطلاع کر دی کہ فکر نہ کریں انشاء اللہ تعالیٰ آپ اس مقدمہ سے بری ہو جائینگے چنانچہ ایسا ہی ہوا جب چیف کورٹ میں اپیل کیا گیا جس پر بڑی بحث و غور ہوئی آخر چند روز کی تحقیقات کے بعد ججان چیف کورٹ نے شیخ صاحب موصوف کو بری کر دیا۔

۲- شیخ مرتضےٰ خاں صاحب ایک پنشنر اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر نے جو مظفر گڈھ کے رہنے والے تھے حضرت اقدس جناب مسیح موعود کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی کہ میرے کوئی اولاد نہیں ہوئی اور چند نکاح بھی کر چکا ہوں آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میرے اندھیرے گھر میں کوئی چراغ پیدا کر دے اُس فانی فی اللہ اُنکے لیئے دعا کا خاص انتظام کر کے بڑی توجہ سے دعا کہنے لگے چند روز میں اللہ تعالیٰ سے الہام پاکر خبر دی کہ اللہ تعالیٰ بہت جلد آپ کو اولاد عطا کرے گا چنانچہ جب وہ یہاں سے رخصت ہو گئے تو تھوڑے دنوں کے بعد حمل قرار پایا اور بعد میعاد حمل ایک لڑکا پیدا ہوا جو اب تک زندہ ہے اس کے بعد اُس کی اور اولاد بھی پیدا ہوئی جسکی اطلاع انہوں نے کر دی تھی۔

۳- حضرت اقدس نے نواب صدیق حسن خاں صاحب نواب بھوپال کو اُن کے زمانہ حیات میں کتاب براہین احمدیہ ایک دفعہ بھیجی تھی لیکن نواب موصوف نے یہ کہکر کہ ہمیں عیسائیوں کی مذمت ہے اور گورنمنٹ وقت عیسائی ہے ہم ایسی کتاب نہیں لینا چاہتے گورنمنٹ ناراض ہوتی ہے بڑی بے عزتی کے ساتھ کتاب واپس کر دی کیونکہ کتاب پھٹی ہوئی واپس کر دیگئی تھی جب یہ کتاب واپس آئی تو اُس وقت حضرت اقدس اپنے مکان میں چہل قدمی کر رہے تھے اور شیخ حامد علی اُن کا خادم پاس بیٹھا ہوا تھا کتاب کے ساتھ اس قسم کی بدسلوکی دیکھکر حضرت اقدس کا چہرہ سرخ ہو گیا حامد علی راوی ہے کہ میں نے اپنی ساری عمر میں ایسا غصہ کرتے ہوئے کبھی بھی حضرت اقدس کو نہیں دیکھا تھا اِدھر اُدھر پھرتے تھے اور خاموش تھے کہ یکایک زبان مبارک سے فرمایا کہ اچھا تم اپنی گورنمنٹ کو خوش کر لو چند ماہ بھی گذرنے نہ پائے تھے کہ ان پر بڑے بڑے الزام رزیڈنٹ کی طرف سے قائم ہوئے اور وہ نوابی سے معزول کیئے گئے اور سر لیپل گرفن صاحب بہادر رزیڈنٹ نے بڑے زور شور سے اس پر الزامات عاید کرکے اُنکی پھانسی یا جلاوطنی کا بندوبست کر لیا تھا کہ اس اثنا

میں شاید حافظ محمد یوسف صاحب ضلعدار نہر یا کسی اور نے درمیان پڑ کر نواب صاحب کو متنبہ کیا جس پر نواب صاحب نے دعا کی درخواست کی حضرت اقدس نے اس کے عفو تقصیرات فرما کر اُس کے لئے دعاء کی اور آخر اطلاع دی کہ کچھ تکلیف کے بعد وہ جلا وطنی اور پھانسی سے بچ جائینگے اور نوابی کا خطاب بھی بحال ہو جائیگا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۴۔ سردار محمد حیات خاں صاحب جواب نواب محمد حیات خاں صاحب سی۔ ایس۔ آئی کے ام سے مشہور ہیں ایک دفعہ جبکہ وہ پشاور کے ڈسٹرکٹ جج تھے بعض دشمنوں کی سازش سے ایک خطرناک مقدمہ میں ماخوذ ہوئے اور اُن پر بڑے بڑے جرم قایم کئے گئے اُنھوں نے دوران مقدمہ میں حضرت اقدس کے پاس دُعا کی استدعا کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُن کے لئے دعا کی اور الہام الٰہی سے خبر پا کر ان کو اطلاع کر دی کہ فکر مت کریں اللہ تعالیٰ اُن کو ان تمام الزامات سے بری کر دیگا چنانچہ ایسا ہی ہؤا۔

۵۔ ایک دفعہ منشی رستم علی خاں صاحب کورٹ انسپکٹر سے بظاہر ایک سخت بے ضابطگی واقع ہو گئی جس پر کسی دشمن نے مخبری کر کے اُن کو ماخوذ کرا دیا لیکن مقدمہ کی پیشی سے پہلے وہ دوڑے ہوئے حضرت امام صادق کی خدمت میں آئے اور کیفیت مقدمہ سنائی اور فرمایا کہ کوئی صورت بچاؤ کی نظر نہیں آتی چونکہ منشی صاحب موصوف حضرت اقدس کے خاص مخلص غلامان میں سے تھے حضرت اقدس کے دل کو بھی اُن کے اس پُر آشوب حادثہ سے سخت چوٹ لگی اسی وقت ان کے لئے دعا میں مصروف ہوئے سجدہ ہی میں تھے کہ الہام ہوا کہ بری ہو جائینگے چنانچہ وہ تشریف لیگئے اور بروز پیشی مقدمہ وہ ڈرتے ڈرتے عدالت میں گئے اظہار ہونے پر عدالت نے کوئی وجہ الزام نہ پا کر اُن کو بالکل بری کر دیا

۶۔ راجہ جہانداد خاں صاحب گکھڑ جو ایک بہت بڑے رئیس اور سرکاری عہدہ دار بھی ہیں ایک دفعہ ان کے منہ سے ایک مجلس میں حضرت اقدس کی توہین آمیز کلمات نکل گئے اور اس پر اخبار چودھویں صدی میں ان کی مخالفت کا مضمون بڑی شد و مد سے شائع ہوا جس پر حضرت کے دل کو سخت صدمہ پہنچا اور بے اختیار اُن کی طبیعت بد دعا کی طرف مائل ہوئی، اور پھر اشتہار شائع کر کے ظاہر کر دیا کہ اگر ایک سال کے اندر تائب ہو کر معافی کے طلبگار نہیں ہونگے تو اللہ تعالےٰ ایک سال کے اندر انکی پردہ دری کر دیگا دو تین ماہ بھی گذرنے نہیں پائے تھے کہ راجہ صاحب نے ایک عاجزانہ خط لکھ کر معافی چاہی اور اقرار کیا کہ اس عرصہ میں میرے پر بڑے بڑے ابتلا آئے اور اگر آپ

مجھے معافی نہیں دیگے تو واقعی میں ٹوٹا پانیوالوں میں سے ہوں گا بلاشک آپ خدا کے پیارے ہیں۔

۷۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ صاحبزادہ منظور محمد صاحب جو حضرت کے مریدان میں سے ہیں اور حضرت اقدس کی کتابوں کے کاتب بھی ہیں انکے گھر میں حمل تھا اور انکی اہلیہ کو بوجہ علالت پیش از وقت درد زہ شروع ہوا کیونکہ حمل ابھی چند ماہ کا تھا درد ساعت بساعت بڑھتا گیا حتے کہ ایک ہاتھ بچے کا باہر نکل آیا دایہ نے اُس ہاتھ کے چڑھانے کی بڑی کوشش کی کچھ پیش رفت نہ گئی گاؤں کی کل واقفکار عورتیں بلائی گئیں اور آخر ہاتھ توڑا گیا پھر بھی ہاتھ اوپر نہ چڑھا پھر ایک پاؤں بھی باہر نکل آیا جس سے ماں کی جان خطرہ میں پڑ گئی حضرت مولٰنا المکرم حکیم نورالدین صاحب نے جو طبابت میں اپنا نظیر نہیں رکھتے فن طبابت کے رو سے جہاں تک ممکن تھا قریب بیٹھ کر دایون کو ہدائتیں کرتے رہے کچھ بھی پیش نہ گیا آخر صاحبزادہ منظور محمد صاحب نے اپنی اہلیہ کی جان کندن کی سی حالت پاکر سب کو رخصت کر دیا کہ اب اس کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا جائے اس قدر تکلیف سے کیوں ہلاک کیا جاتا ہے سب مایوس ہو کر رخصت ہوئے بچہ بھی اِس عرصہ میں مر چکا تھا بالاخانہ پر وہ رہتے تھے اُس کے نیچے حضرت اقدس تشریف رکھتے تھے گرمی کا موسم تھا اُس وقت رات کے دو بجے ہوں گے حضرت اقدس نے دریافت کیا کہ کیا حال ہے جواب ملا کہ اب اُس عورت کے بچنے کی کوئی امید نہیں رہی جب یہ مایوسانہ کلمہ سنا تو اُسی وقت وضو کر کے مسجد بیت الذکر میں تشریف لیگئے اور دعا مانگنی شروع کی ابھی سجدہ میں ہی تھے کہ خدا کی قدرت کا ظہور ہوا خود بخود اُسی عورت کی حرکت کرنے سے بچہ چکر کھاتا ہوا سر کے بل نیچے گر پڑا اور اُسی وقت مبارک مبارک کی آواز بلند ہوئی جب حضرت اقدس دعا سے فارغ ہوئے اور باہر آن کر سنا کہ بچہ گر گیا تو بڑے ہی خوش ہوئے اور فرمایا کہ ہم نے دعا کو قبولیت کے انتہائی درجہ تک پہونچا دیا تھا والحمد للہ کہ ایک پاکدامن نوجوان صالحہ عورت کی جان اُنکی دعا سے بچگئی

۸۔ قریب دو سال کا عرصہ ہوا ہے کہ برخوردار عطاء الرحمن جو عاجز کا اُس وقت اکلوتا بیٹا تھا اور جو بڑی بڑی دعاؤں کے بعد اللہ تعالیٰ کی جناب سے ملا تھا اور اُسکی پیدائش سے پہلے جو دارالامان میں ہوئی عاجز اور اُسکی والدہ اور بہت سے لوگوں کو اُس کے پیدا ہونیکی بشارتیں بھی ہوئی تھیں ہمارے کسی گناہ کی شامت سے وہ اچانک ایک ایسی خطرناک بیماری میں مبتلا ہو گیا کہ اُس کے بچنے کی کوئی اُمید نہیں رہی تھی عاجز اُس وقت برفاقت حضرت مولٰنا المکرم علامہ نورالدین صاحب و مولنا مولوی عبدالکریم صاحب و مولنا المعظم مولوی سید محمد احسن صاحب بہ تقریب نکاح مخدوم مکرم

حضرت نواب محمد علیخاں صاحب مالیر کوٹلہ میں تھا حضرت اقدس کا تار پہونچا کہ عطاء الرحمن خطرناک مرض میں گرفتار ہو گیا ہے جس کے سننے سے بڑا ہی فکر دامنگیر ہوا جن جن نے مخصاحب نے اُس کے لئے دعا کی رات کو جب عاجز دعا کرتے کرتے متفکر سو گیا تو مجھے الہام مُبشر ہوا مگر پھر بھی دل میں فکر عظیم رہا دوسرے روز بذریعہ تار خبر دریافت کی گئی تو حضرت اقدس نے بذریعہ تار جواب دیا کہ ناممکن معلوم ہوتا ہے کہ وہ آج رات تک زندہ رہے۔ یہ مایوسانہ تار سنکر میرے دل میں یہی بیٹھ گیا کہ لڑکا فوت ہو چکا ہے ورنہ ناممکن کا لفظ تار میں کیوں لکھا جاتا۔ شاید بیم و امید کیحالت میں رکھکر حضرت اقدس نے صدمہ سے بچانیکی تجویز کی ہے خیر دوسرے روز بہمراہی بزرگان ندکورہ روانہ ہوئے جب یہاں دار الامان میں وارد ہوئے تو بچہ کو زندہ پایا گو بیہوش تھا مگر گھر کے لوگوں نے سُنایا کہ اب تو اسکی حالت بدرجہا بہتر ہے اُس کے ہاتھ پاؤں کی نبض ساکت ہو چکی تھی جسم بے حس و حرکت اور سرد ہو چکا تھا اور صرف گلے میں ایک آخری سانس جو نزع کے وقت غرغرہ کی آواز کی سی ہوتی ہے باقی رہ گئی تھی آنکھیں اندر گھس گئی تھیں اور سفید نکل آئی تھیں اور حلقے چشم کے سیاہ ہو گئے تھے یہ حالت زار دیکھکر اس کی والدہ پر رنج و غم سے غشی طاری ہو گئی تھی اور دانت دانت سے مل گئے تھے اور ہاتھ پاؤں اور جسم بھی سرد ہو گیا تھا مستورات کو بچہ کی موت کا خیال تو جاتا رہا اب اُسکی ماں کی موت کا فکر ہو گیا حضرت ام المومنین جنکو اس عاجز کی اہلیہ سے خاص اُنس و محبت ہے اس نظارہ کو برداشت نہ کر کے روتی ہوئیں حضرت اقدس کیخدمت میں گئیں اور فرمایا کہ عطاء اللہ تو مر ہی چکا ہے لیکن اُسکی ماں اُس سے بھی پہلے مرتی نظر آتی ہے کوئی صورت کرنی چاہیے جس سے وہ بچ جائے حضرت اقدس کو اس حادثہ جانکاہ سے سخت صدمہ پہونچا اُسی وقت دعا میں مصروف ہوئے ابھی سجدہ میں تھے کہ بچہ نے آنکھ کھولدی اس پر مستورات کا حوصلہ بڑھا اور جھٹ اُس کی ماں کے پاؤں ملنے اور عرق گلاب چھڑکنا شروع کیا اور دانت کھولنے کی بڑی کوشش کیگئی بڑی دیر کے بعد اُنھوں نے آنکھ کھولی غرض اس مصیبت کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس کی دعا سے دونوں ماں بیٹے کی جان نئے سر نو بخشی اور یہی وجہ ہے کہ حضرت امام ہمام نے لڑکے کا نام بدل دیا یعنے بجائے عطاء اللہ کے عطاء الرحمن نام رکھا اور اسی تاریخ سے عطاء الرحمن کے نام سے پکارا جاتا ہے کیا یہ مُردہ کا زندہ کرنا نہیں تو اور کیا ہے کیا کوئی ثابت کر سکتا ہے کہ مسیح علیہ السلام نے ان سے بڑھ کر کوئی مردہ زندہ کیا تھا۔

* مخدومی جناب سیٹھ عبد الرحمن صاحب حاجی اللہ رکھا جو حضرت اقدس کے مریدان خاص میں سے ہیں۔

اور اس سلسلہ کے بڑے مددگار اور حامی ہیں ایک دفعہ معاملات تجارت میں سخت نرغہ میں پھنس گئے اور حالت ردی اور خطرناک ہوگئی دعا کے لئے حضرت اقدس کی خدمت میں التجا کی حضرت اقدس نے فرمایا کہ ہمارے پاس دارالامان میں تشریف لائیں تا کہ دعا کے لئے طبیعت ہر وقت مستعد رہے۔ غرض اُنکے لئے دعا شروع کی گئی چند مبشر الہامات ہوئے چنانچہ وہ اُبھی اُسی جگہ تھے کہ خوشخبری کے خطوط اُنکے پاس پہنچے یہ اُنہی کی دعا کا اثر تھا کہ خدا تعالیٰ نے اُن کو ابتلاء سے بچا دیا۔

۱۰۔ آقائے نامدار جناب نواب محمد علی خاں صاحب رئیس مالیر کوٹلہ کی بیگم صاحبہ کو ایک سخت مرض دامنگیر ہو گئی اور اولاد کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو گیا تھا چنانچہ انکے ہاں ایک لڑکی ہشت ماہ پیدا ہو کر مر بھی گئی اس لئے اس عاجز کو حضرت مسیح علیہ السلام کی خدمت میں روانہ کیا کہ جا کر دعا کرائیں اور جب تک مبشر الہام نہ ہو لیں تب تک وہاں رہیں چنانچہ عاجز دارالامان میں صرف دعا کرانے کے لیے ٹھیرا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے امام ہمام کو رؤیا میں ایک تعداد بچوں کی بتلائی اور اُن کو اطلاع بھی کر دی گئی چنانچہ خدا کے فضل سے اُس دعا کے بعد جسقدر اولاد ہوئی سب زندہ رہی اور اسوقت تک پانچ بچے صحیح و تندرست موجود ہیں اور ابھی انشاء اللہ تعالیٰ کچھ اولاد بھی مقدر ہے

ہمارے چشم دید واقعات دربارہ استجابت دعا اسقدر ہیں کہ اگر سب لکھنا چاہیں تو ایک مستقل کتاب بنجاتی ہے ہم نے چند ایک نمونہ اس جگہ بہت مختصر طور سے درج کر دئیے ہیں تا کہ ناظرین کو معلوم ہو جائے کہ اُن کا خدا تعالیٰ سے کس قدر تعلق ہے حتے کہ جس پر وہ ناراض ہو جائیں اللہ تعالیٰ بھی اُن پر ناراض ہو جاتا ہے اور جس پر وہ خوش ہوں اللہ تعالیٰ بھی اُن پر خوش ہوتا ہے غرض اُنکی ہر دعا بشرطیکہ اللہ تعالیٰ کے مصالح اور حکم کے خلاف نہ ہو تو ضرور ہی قبول ہو جاتی ہے اور فی الاصل دیکھا جائے تو کوئی دعا بھی رد نہیں ہوتی ہاں اللہ تعالیٰ کی مصلحت کے رو سے اگر اُس صورت میں پوری نہ ہو جو دعا کرانے والے کی منشاء ظاہر ہو لیکن پھر بھی وہ کسی اور بہتر صورت میں جو اُسکی ذات کے مناسب ہو پوری ہو جاتی ہے کبھی جلدی اور کبھی دیر میں لیکن انسان کو چاہئے کہ اخلاص اور صبر کو ہاتھ سے نہ دے۔

اکیسویں فصل اس باب میں کہ اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود کو غیب کی خبروں سے آگاہ کرتا ہے

یہ بات کسی پر مخفی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوائے کسی کو غیب پر آگاہی نہیں لا یعلم الغیب الا اللہ

اس پر شاہد ناطق ہے لیکن ہمیں شک نہیں کہ وہ انبیا رسولوں اور اولیا اللہ کو گاہے گاہے غیب سے بھی آگاہ کرتا ہے جس کی تصدیق آیت فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول سے ہوتی ہے دیکھو سورۃ الجن ۲۶ لیکن اس سے یہ سمجھ لیا جائے کہ یہ قوت غیب اُنہیں دائمی پیدا ہو جاتی ہے ہرگز نہیں جس امر میں اللہ تعالیٰ مناسب سمجھتا ہے اپنے خالص بندوں کو اُس پر آگاہ کر دیتا ہے ورنہ نہیں بہر حال کسی انسان کا اُس میں دخل نہیں ہوتا جس انسان پر چاہے غیب کا پردہ کھولدے لیکن انسان اپنے طور پر کوئی غیب کی بات معلوم نہیں کر سکتا اللہ ہی علّم الغیوب ہے پس وہ لوگ جو قصوں کہانیوں میں بعض بزرگان کی نسبت کہدیا کرتے ہیں کہ میرا پیر میری ہر بات کو سُنتا اور میرے ہر فعل کو دیکھتا ہے سراسر جھوٹ اور افترا ہے کسی بزرگ کو خواہ وہ کتنے ہی پایہ کا ہو یہ قدرت حاصل نہیں کہ اُس کی ذات میں غیب کی طاقت ہو ہاں خدا تعالیٰ جس کو چاہے کسی کیحالت پر گاہے گاہے کشفی طور سے یا رؤیا میں یا الہام کے ذریعہ آگاہی کر دے ورنہ انسان بے بنیان کا کیا مقدور ہے کہ اُس میں خدائی صفات آجائیں ہمارا یہ ایمان ہے اور تاریخ گواہی دیتی ہے کہ انبیاء اور رسولوں اور محدثوں اور اولیا، اللہ کو اللہ تعالیٰ بعض راز سربستہ پیش از وقت بتلاتا رہا ہے اور اب بھی بتلاتا ہے۔ ہم اپنے امام ہمام میں اکثر مشاہدہ کرتے ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ سے الہام پاکر پیش از وقت بعض امور بیان کرتے ہیں اور وہ اُسی طرح وقوع میں آتے ہیں چنانچہ ہم ذیل میں بعض پیشگوئیاں درج کرتے ہیں جو پیش از وقت بذریعہ تحریر یا تقریر ظاہر کیں اور پھر اُن کا وقوع جلدی یا دیر میں اُسی طرح ہوا جس طرح ظاہر کیا گیا تھا

۱- ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت اقدس جناب مسیح موعود نے خاکسار کو جب چیف کورٹ میں مترجم تھا الگزنڈر رسل ورب صاحب ساکن امریکہ کے لئے ایک انگریزی مضمون کے ترجمہ کے لئے طلب فرمایا اور ساتھ ہی لکھا کہ مولوی نجف علی صاحب کو جو بی۔ اے کلاس میں پڑھتا ہے ہمراہ لیتے آویں اس نجف علی کو ان دنوں حضرت اقدس سے بہت تعلق اخلاص تھا اور اکثر خط و کتابت کیا کرتا تھا چونکہ ہم دونوں اُن دنوں میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سے قرآن شریف کا ترجمہ سنا کرتے تھے اور حضرت اقدس کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ ہمارا مولوی محمد حسین صاحب سے بھی کوئی تعلق ہے یہ وہ زمانہ ہے جبکہ مولوی محمد حسین صاحب کی حضرت اقدس سے کچھ کچھ مخالفانہ خط و کتابت شروع ہو گئی تھی چونکہ درس قرآن کریم ایک خاص توجہ سے ہوتا تھا اور غیر

حاضری پر مولوی صاحب ناراض بلکہ جرمانہ بھی کرتے تھے اسلئے اُن سے اجازت لینی یا اطلاع کرنی ضروری تھی جب حضرت اقدس کا خط پہنچا تو دوسرے روز علی الصباح بوقت درس قرآن کریم ہم دونوں نے اجازت چاہی کہ ہم حسب الطلب حضرت اقدس دارالامان قادیان میں ایک دو روز کے لئے جاتے ہیں اس پر مولوی صاحب چوکنا ہوئے اور کچھ کلمات مخالفانہ مُنہ سے نکالے میں نے کہا کہ مولانا آپ ہی برابر ایکمدت تک فرماتے رہے کہ وہ (یعنے حضرت اقدس) ایسے صالح ایسی متقی ایسے حامی دین ہیں کہ اسوقت دنیا میں اُنکی نظیر نہیں اور اب یہ کلمات کہتے ہیں کیا آپ کو اُن کے الہامات پر یا چال چلن پر شک ہے اُنہوں نے جواب دیا کہ ہرگز نہیں مجھے بعض الہام پر تیقین نہیں یعنے الہام تو اُن کو ضرور ہوتے ہیں لیکن بعض اُن کے اپنے خیالات ہوتے ہیں جن کو وہ الہام سمجھ لیتے ہیں خیر میرے سامنے اسیقدر گفتگو ہوئی ہیں تو اُن سے رخصت ہو کر گھر چلا گیا مگر نجف علی کو وہ اپنے ہمراہ مسجد سے مکان میں لیگئے اور مجھے نجف علی کی زبانی بعد میں معلوم ہوا کہ مولوی صاحب نے اُن کو بڑے بڑے اعتراض سکھلادیئے کہ ان کا جواب اُن سے سختی سے طلب کرو اُس نے اُن کے سامنے قسم کھائی تھی کہ ضرور یہ اعتراض کروں گا اور جب تک میری تسلی نہ کرلینگے میں اُن کی ایک بات بھی نہیں مانوں گا غرض ہم دونوں اُسی رات کو بٹالہ کا ٹکٹ لیکر روانہ ہوئے اور اُسی روز بذریعہ یکہ قادیان میں پہنچ گئے حضرت اقدس کو اطلاع کیگئی وہ ہماری آمد سن کر بڑے خوش ہوئے کھانا کھانے کے بعد فرمایا کہ اگر آرام کرنا ہے آرام کر لو اور اگر کام شروع کرنا ہے تو ہم کام دیدیں ہم نے کہا کہ ہم کام کے لئے حاضر ہوئے ہیں کام ہی کرینگے غرض ہم دونوں کام میں مصروف ہوئے اُس وقت ڈاکٹر عبدالحکیم خاں صاحب جو اُس وقت طالب علم تھے وہاں موجود تھے عصر کے وقت ہم نے اجازت چاہی کہ ہم باہر سیر کے لئے جائینگے حضرت اقدس نے کہلا بھیجا کہ ہم بھی آتے ہیں ہم بڑے ہی خوش ہوئے کہ حضرت اقدس کے ہمراہ سیر خوب ہوگی غرض حضرت اُسی طرف تشریف لیگئے جس طرف حسب معمول آجکل بھی جایا کرتے ہیں جب واپس ہوتے تو فرمانے لگے کہ آج ہم نے ایک رویا دیکھی ہے کہ جسکی تعبیر اب تک حل نہیں ہوئی میں نے عرض کیا کہ یا حضرت بیان فرمائیں کیا رویا ہے فرمایا کہ بیان کرنے سے کچھ شرم سی آتی ہے مینے عرض کیا کیا میری نسبت ہے اُنہوں نے فرمایا کہ نہیں مولوی نجف علی صاحب کی نسبت ہے میں نے اُن کو پاس بلالیا اور ان سے کہلوایا کہ آپ حضرت سے عرض کریں کہ رویا سنادیں چنانچہ حضرت اقدس نے فرمایا کہ آج ہم نے دیکھا ہے کہ ہم اور نجف علی ایک جگہ وضو کر رہے ہیں لیکن نجف علی بالکل مادر زاد برہنہ ہے اور ہماری طرف سے منہ پھیر کیا ہوا ہے ہم نے

دل میں کہا کہ اس شخص پر تو ہمارا حسن ظن تھا کیا وجہ ہوئی کہ اتنا ہماری طرف سے روگردانی کر لی ہے اسی حالت میں تھے کہ سامنے مولوی محمد حسین صاحب آ گئے اور ہم نے کہا اُو تُم تو مَیں تو مولوی محمد حسین نے کہا بلے ولٰکن لیطمئن قلبی اتنا محمد حسین نے کہا تو فرمایا کہ تم بھی اُسی وقت سامنے آ گئے (مراد تم سے اس عاجز سے ہے) یہ حال سُنکر میں سخت متعجب ہوا اور بے اختیار یہ بول اٹھا کہ اُسکی تعبیر تو نجف علی خود بتلا سکتے ہیں یہ رویا سُن کر نجف علی بہت نادم ہوا اور معافی چاہی گو اس وقت معافی بھی چاہی اور ایک مدت تک ارادت بھی رکھتا رہا لیکن فی الحقیقت وہ مادر زاد گمراہی ثابت ہوا اور آخر اس قدر مخالف ہو گیا کہ حضرت اقدس کو علانیہ بُرا بھلا کہتا رہا اور ابتک مخالفت پر تلا ہوا ہے اس رویا کے گواہ خود مولوی محمد حسین صاحب بھی ہیں

۲۔ شروع شروع میں جب براہین احمدیہ شائع کی گئی تھی تو مشاہیر علماء و لیڈران اقوام غیر و سر گروہان مذاہب کو ایک خط چھاپ کر بدیں مضمون ارسال کیا کہ یہ تجویز نہ اپنے فکر اور اجتہاد سے قرار پائی ہے بلکہ حضرت مولیٰ کریم کی طرف سے اس کی اجازت ہوئی ہے اور بطور پیشگوئی یہ بشارت ملی ہے کہ اس خط کے مخاطب خط کے پہنچنے پر رجوع بحق نہیں کرینگے اور ملزم اور لاجواب و مغلوب ہو جائینگے چنانچہ یہ پیشگوئی کیسی صفائی سے پوری ہوئی کہ ہزاروں آدمیوں کے پاس یہ خطوط گئے اور رجسٹری ہو کر گئے مگر کسی نے اس پیشگوئی کو جھٹلانے کی کوشش نہ کی بلکہ سب نے اپنے ہاتھ سے اس پیشگوئی کی صداقت پر مُہر کر دی۔

۳۔ بہت عرصہ ہوا ہے کہ حضرت اقدس کو الہام ہوا یاتون من کل فج عمیق یہ الہام براہین احمدیہ میں درج ہے یہ اُس وقت کا الہام ہے جبکہ حضرت مرزا صاحب کو سوائے چند رشتہ داروں کے کوئی بھی نہیں جانتا تھا مگر قدیر و علیم خدا کی قدرت کا تماشہ دیکھو کہ اب کس قدر لوگ اُنکے آستانہ پر حاضر ہو کر جبیں فرسائی کرتے اور خدام میں داخل ہوتے جاتے ہیں کشمیر کے لوگ۔ کابل کے لوگ۔ خراسان کے لوگ۔ عرب کے لوگ۔ سیام کے لوگ۔ مدراس کے لوگ۔ اوڑیسہ کے لوگ۔ سندھ کے لوگ۔ بمبی کے لوگ۔ ممالک مغربی شمالی اور بنگال اور اودھ کے لوگ اُنکی زیارت کو آتے اور سلک غلاماں میں منسلک ہوتے اور خدا تعالےٰ کے اس الہام کی تصدیق کرتے ہیں۔

۴۔ براہین احمدیہ میں مدت ہوئی حضرت اقدس شائع کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے خبر دی ہے کہ تیرے پاس اصحاب صفہ جمع ہونگے الفاظ الہام یہ ہیں اصحاب الصفۃ ما ادراک اصحاب الصفۃ تری اعینھم تفیض من الدمع یصلون علیک ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان وداعیا

الی اللہ وسراجاً منیرا ربنا آمنا فاکتبنا مع الشاھدین دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۲۴۲ سو یہ بات بھی بخوبی پوری ہو گئی اسوقت بہت سے لوگ اصحاب صفہ ہیں احمد للہ کہ اصحاب صفہ میں اللہ تعالیٰ نے اِس عاجز کو بھی جگہ دی ہے۔

۵ - ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک انگریزی خواں حضرت اقدس کی ملاقات کو آیا وہ باطن میں خبث نفس اور عداوت قلبی رکھتا تھا مگر اس وقت تک اپنی خباثت کا کوئی اظہار نہ کر سکا الہام ہوا اور الہام بھی انگریزی میں ہوا ہِس از مائی اینمی، یعنے یہ میرا دشمن ہے حضرت اقدس نے الہام کے معنے اُسی سے دریافت کئے آخر کو اُس کا خبث باطن ظاہر ہو گیا اور اُس الہام کی تصدیق خود ہی جلد کر دی۔

۶ - ۱۸۹۶ء میں پیشگوئی کی کہ سید احمد خاں صاحب کے سی۔ ایس۔ آئی جو اب فوت ہو گئے ہیں ایک سخت ہم و غم میں گرفتار ہونیوالے ہیں چنانچہ ۱۸۹۶ء میں ان پر اسقدر ہجوم غموم ٹوٹ پڑے کہ کہہ بھی جا نہیں اول ایک نوجوان بیٹا مر گیا تھوڑے دنوں کے بعد ڈیڑھ لاکھ سے زاید روپیا ایک ہندو کلرک کے ذریعہ سے ضائع ہوا کہ جس کا صدمہ اُنکو اسقدر پہنچا کہ مارے غم و فکر کے بیہوش ہو گئے اور تین روز تک کھانا نہیں کھایا اور پھر اُس کے ساتھ ہی ایک اور غم جانگداز کرنے والا اُن کو پہنچا۔ کہ جس سے وہ جانبر نہ ہو سکے اور اسی غم میں ایک ماہ کے اندر اندر فوت ہو گئے۔

۷ - پنڈت دیانند سرسوتی کی نسبت تین ماہ پیشتر اطلاع دی کہ آپکی عمر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے مناسب ہے کہ اسلام کی حقانیت پر غور کر کے اِس پاک دین میں داخل ہو جائیں مگر افسوس بد قسمتی سے وہ اسلام جیسی نعمت سے محروم رہ کر اِس دنیا سے اُسی میعاد کے اندر انتقال کر گئے۔

۹ - اندرمن مرادآبادی کو اطلاع دی کہ تیری قضاء قدر کی نسبت مجھے اللہ تعالیٰ سے کچھ حال معلوم ہوا ہے اگر اطلاع دو تو شائع کیا جائے کیونکہ خوف اور موت کی پیشگوئی قانوناً منع ہے اسلئے اجازت کی ضرورت تھی مگر اُس نے اجازت نہ دی اور عنقریب ہی ہلاک ہو گیا دیکھو ضمیمہ ریاض ہند مورخہ یکم مارچ ۱۸۸۶ء

۹ - ایک دفعہ ایسے وقت میں جبکہ ابھی تک کوئی اولاد نہیں تھی پیشگوئی کی کہ ایک لڑکا پیدا ہو گا جو مشرق سے مغرب تک دین اسلام کو پھیلائے گا اُس کا نام بشیر عمانوایل ہو گا اور وہ تین کو چار کرنے والا ہو گا دیکھو ضمیمہ ریاض ہند مورخہ یکم مارچ ۱۸۸۶ء سو یہ پیشگوئی بھی بکمال صفائی پوری ہو گئی اسوقت تک چار ہی لڑکے موجود ہیں جنمیں سے ایک وہ موعود بھی ہے جو اپنے وقت پر اپنے

کمالات ظاہر کرے گا اور جو حضرت اقدس کا جانشین ہوگا

۱۰- ۸- اپریل ۱۸۸۶ء کو ایک پیشگوئی بدیں مضمون کی کہ موجودہ حمل یا اگلے حمل سے جو ایک حمل کی مدت سے تجاوز نہیں کریگا ایک لڑکا پیدا ہوگا چنانچہ ۷- اگست ۱۸۸۷ء کو وہ لڑکا دوسرے ہی حمل سے جو ایک حمل کی مدت سے متجاوز نہیں تھا پیدا ہوا اور وہ لڑکا بشیر اول تھا اور وہ کچھ عرصہ کے بعد فوت ہوگیا تھا جس کی وفات پر دشمنوں نے بڑا شور مچایا تھا کہ وہ موعود لڑکا فوت ہوگیا حالانکہ الفاظ اشتہار سے یہ بات ہرگز ثابت نہیں ہوتی کہ یہ وہی موعود لڑکا ہے اسی اشتہار میں صاف لکھا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ابتک نہیں کھولا کہ آیا یہی موعود ہے یا نہیں مگر دشمن کب ایمان اور عقل سے کام لیتے ہیں دنیا میں ایک بڑا شور برپا ہی کردیا جس سے بہت سے جاہل اور نادان سادہ لوح دھوکہ میں آکر مرتد ہوگئے اور ضرور تھا کہ ایسا ہوتا کیونکہ گروہ در گروہ لوگ انکے معتقد ہوگئے تھے اور اکثر ضعیف الایمان اور کمزور دل کے آدمی تھے حالانکہ سنت اللہ کے مطابق ایک ایسی جماعت ہونی چاہئے کہ خواہ ان کو کیسے ہی خطرناک ابتلا آئیں وہ پہاڑ کی طرح ثابت قدم رہیں اور جو آئندہ بطور ایک عمدہ نمونہ کے دنیا میں دکھلائی دیں

۱۱- ۲۰- فروری ۱۸۸۶ء کو یہ پیشگوئی اللہ تعالےٰ سے الہام پاکر راجہ دلیپ سنگھ کی نسبت جو مہاراجہ رنجیت سنگھ والی پنجاب کا بیٹا تھا، اسوقت میں بدیں مضمون شائع کی کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوگا- بلکہ نامراد اور ناکامی سے واپس ہوگا- جب کہ اسکی رہائش ہندوستان کی نسبت فیصلہ ہوچکا تھا اور وہ اسی بنا پر اپنی ولایت کی کل جائداد نیلام کرکے تاریخ روانگی مقرر کرچکا تھا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب وہ وہاں لنڈن سے رخصت ہوکر عدن میں پہنچا تو گورنمنٹ ہند اسکے ہندوستان آنے پر معترض ہوئی جس پر اس کو عدن ہی میں روک لیا گیا اور آخر اس کو واپس ہونا پڑا اور وہ بڑی ذلت اور ناکامی میں فوت ہوا-

۱۲- ۵- اگست ۱۸۸۵ء کو بدستخط چند ہندوان قادیان پیشگوئی کی کہ آج کی تاریخ سے ۳۱ ماہ تک مرزا امام الدین نظام الدین کے اہل و عیال سے ایک ایسی مرگ واقع ہوگی جن سے انکو سخت صدمہ پہنچیگا اور ان کے درمیان تفرقہ پڑیگا چنانچہ ۳۰ ماہ اور پندرہ روز گذرنے پر یہ پیشگوئی پوری ہوئی اور اس پیشگوئی کی مصداق مرزا نظام الدین کی لڑکی جو ۲۵ سالہ تھی ایک شیر خوار بچہ چھوڑ کر مرگئی جس سے انکو سخت صدمہ پہنچا- دیکھو اشتہار ۲۰ مارچ ۱۸۸۶ء

۱۳- ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء کو پیشگوئی کی کہ مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری اپنی بڑی لڑکی کے نکاح کے

روز سے تین سال کے اندر کچھ حادثات دیکھ کر مر جائے گا چنانچہ ۷۔ اپریل ۱۸۹۲ء کو اس لڑکی کا نکاح ہوا اس عرصہ میں اس کا ایک جوان بیٹا مر گیا زمین جس پر گذارہ تھا ہاتھ سے جاتی رہی لڑکی کے زیورات جو وہ سسرال سے لائی تھی اور بوجہ فوت ہونے بھائی کے اُتار دیئے تھے جاتے رہے اور اُسکی دو ہمشیرگان جو اسکی امداد کیا کرتی تھیں فوت ہو گئیں ما سقدر ہم و غم دیکھکر وہ تپ محرقہ سے ہسپتال سرکاری میں مر گیا دیکھو اشتہار ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء

۱۴۔ ۱۸۹۲ء میں مولوی نذیر حسین صاحب محدث دہلوی کو جو شیخ العرب والعجم ہونے کے مدعی ہیں مخاطب کر کے پیشگوئی کی کہ وہ ہرگز میرے مقابلہ میں بحث کے لئے نہیں آئینگے بلکہ اپنے مکان پر بیٹھے بٹھائے بھی میری تحریر کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے دیکھو فیصلہ آسمانی چنانچہ آج اُس تاریخ کو گذرے ہوئے نو سال ہو گئے اُس بزرگ نے حضرت اقدس کے دعاوی کو ایک رائے کے برابر بھی توڑ کر نہیں دکھلایا۔

۱۵۔ ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء کو پنڈت لیکھرام پشاوری کی نسبت پیشگوئی کی کہ ۶ سال کے اندر ۶ تاریخ چڑھتے ہی کسی دن میں عید کے متصل کسی آرے سے قتل ہو گا چنانچہ یہ پیشگوئی لفظ بلفظ پوری ہوئی جسکی شہرت تمام ہندوستان میں ہے اگر مفصل دیکھنا چاہو تو کتاب تریاق القلوب میں دیکھو۔

۱۶ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی نسبت الہام شائع کیا کہ انی مھین من اراد اھانتک یعنے جو مرزا صاحب کی اہانت کا ارادہ کرتا ہے وہ خود ذلیل ہو گا یہ الہام اُسوقت ہوا جبکہ مولوی صاحب موصوف کا پتنگ آسمان پر چڑھا ہوا تھا اور جبکہ وہ متکبرانہ طور سے ممبروں پر چڑھ کر کہا کرتے تھے کہ میں نے ہی اس شخص (یعنے حضرت مرزا صاحب) کو آسمان پر چڑھایا ہے اور میں ہی اُس کو زمین پر گراؤنگا مگر افسوس اُس بدبخت انسان نے نہ سمجھا کہ کوئی خدا بھی ہے جس نے اپنے بندہ کو مامور کر کے بھیجا ہے اگر وہ انسانی منصوبہ ہوتا تو بلاشک اُنکی کوشش سے رفع دفع ہو جاتا کیونکہ مولوی صاحب موصوف نے اُنکے مٹا دینے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں رکھا دور دراز شہروں کا سفر کر کے علماء ہند سے تکفیر کی مُہریں کرائیں اور تحریر کا تحریر سے بھی مقابلہ کیا گورنمنٹ میں بھی جھوٹی مخبریاں کیں اور جھوٹے مقدمات فوجداری میں جو جان لینے کے منصوبہ پر مبنی تھی فریق مخالف کی طرف سے شہادتیں بھی دیں مگر آخر کو نتیجہ کیا ہوا۔ جسقدر ذلت مولوی صاحب موصوف کو دنیا میں ہوئی اُسکی نظیر نہیں ملتی ہمیں اُسکی تفصیل سے ندامت آتی ہے ورنہ ہم بسط کے ساتھ ذکر کرتے۔

۱۷۔ ۱۸۸۸ء میں شائع کیا کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ ایک لڑکا عنقریب پیدا ہوگا چنانچہ صاحبزادہ محمود احمد ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء مطابق ۹ جمادی الاول ۱۳۰۶ ہجری کو بروز شنبہ پیدا ہوئے جو اب خدا کے فضل سے ۱۲ برس کے ہیں انکی پیدائش کی نسبت یہ الہام ہوا تھا ؎

اے فخر رسل قرب تو معلوم شد   دیر آمدۂ ز راہ دور آمدۂ

۱۸۔ ۱۰ دسمبر ۱۸۹۲ء کو پیشگوئی کی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک اور بیٹے کے عطا کرنے کی بشارت دی ہے اور وہ بشارت الفاظ ذیل میں ہے سیولد لک الولد ویدنی منک الفضل ان نوری قریب یعنے عنقریب تیرے ہاں لڑکا پیدا ہوگا اور فضل تیرے نزدیک کیا جائے گا یقیناً میرا نور قریب ہے ساتھ ہی یہ الہام بھی تھا یاتی قمر الانبیاء وامرک یتأتی یسر اللہ وجھک وینیر برھانک یعنی نبیوں کا چاند آئے گا اور تیرا کام بجائے گا چنانچہ وہ پیشگوئی ۲۰ اپریل ۱۸۹۳ء کو پوری ہوئی اُس تاریخ کو صاحبزادہ بشیر احمد پسر دومی پیدا ہوئے دیکھو آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۶۶۔ راقم بھی پیدائش کے وقت دار الامان میں موجود تھا۔

۱۹۔ پھر ۱۸۹۳ء میں اللہ تعالیٰ سے الہام پاکر انوار الاسلام کتاب میں ایک اور بیٹے کے پیدا ہونے کی خبر شائع کی چنانچہ اس پیشگوئی کے مطابق صاحبزادہ شریف احمد ۲۴ مئی ۱۸۹۵ء مطابق ۲۷ ذیقعد ۱۳۱۲ ہجری کو پیدا ہوئے انکی پیدائش کے وقت بھی خاکسار دار الامان میں موجود تھا۔

۲۰۔ ۱۸۹۶ء اور نیز ۱۸۹۷ء میں بذریعہ اشتہار ضمیمہ انجام آتھم شائع کیا ایک چوتھا لڑکا پیدا ہوگا جسکا عقیقہ پیر کے روز ہوگا چنانچہ اس پیشگوئی کے مطابق صاحبزادہ مبارک احمد ۱۴ جون ۱۸۹۹ء مطابق ۴ صفر ۱۳۱۷ھ کو بدھ کو پیدا ہوئے اور انکی پیدائش کے لئے ایک یہ شرط تھی کہ عبد الحق غزنوی جب تک چوتھے لڑکے کو نہ دیکھ لے گا نہ مرے گا سو یہ پیشگوئی بھی اپنے کمال وضاحت کے ساتھ پوری ہوئی کیا کسی انسان کا کام ہے کہ ۱۵ سال پہلے اطلاع کہ چار لڑکے ہونگے اور چوتھے لڑکے کا عقیقہ پیر کے روز ہوگا۔

۲۱۔ ۵ جون ۱۸۹۳ء کو مسٹر عبد اللہ آتھم عیسائی کی نسبت جو امرتسر کے مباحثہ میں عیسائیوں کی طرف سے ورمقابل تھا یہ پیشگوئی کی کہ اگر وہ جھوٹے خدا کو نہیں چھوڑے گا تو وہ ۱۵ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاویگا بشرطیکہ حق کیطرف رجوع نہ کرے دیکھو جنگ مقدس یہ پیشگوئی بھی عجیب طور سے پوری ہوئی عبد اللہ آتھم نے بہت سے واقعات سے اپنا رجوع الی الحق ہونا ثابت کردیا اسلئے وہ پندرہ ماہ میں موت سے بچ گیا لیکن جب عیسائیوں اور دیگر اقوام مخالف نے شور مچایا تو اس پر حضرت حجۃ اللہ نے آتھم عیسائی کو چند متواتر

اشتہارات کے ذریعہ بلایا کہ تم سچی شہادت سے اخفاء کرو اگر تمہارا عقیدہ اس میعاد پیشگوئی میں وہی رہا جو مباحثہ سے پہلے تھا تو تم قسم کھا دو پھر اگر تم تین روز میں موت سے بچ گئے تو ہمارا دعوے جھوٹا اور ساتھ ہی ایک رقم کثیر بھی دیجائیگی مگر اس نے اس طرف رخ بھی نہ کیا اس پر امام ہمام نے اسپر پوری حجت کی اور آخری تحریر میں لکھدیا کہ اگر اب خاموش رہے گا اور سچی شہادت نہیں دے گا تو اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ موت کو اسی میعاد کے لئے پھر جاری کریگا چنانچہ آخری اشتہار سے ۷ ماہ کے اندر فوت ہو گیا گویا یہ پیشگوئی ڈبل طور سے پوری ہوئی اول شرط الہام سے فائدہ اٹھایا اور اللہ تعالیٰ کی شرط لگانا بھی ظاہر کرتا تھا کہ اسمیں ایک مصلحت ہے اور پھر آخری اشتہار کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس وعدہ کو جو حتمی تھا پورا کر دیا۔

۲۲- ایکدفعہ بالہام الٰہی براہین احمدیہ میں شائع کیا کہ مسلمانوں میں سے ایک شخص تکفیر کا فتوے لکھوا کر ملک میں فتنہ عظیم پیدا کریگا سو یہ امر بھی روز روشن کیطرح ظاہر ہو گیا شیخ محمد حسین صاحب بٹالوی نے اس کام پر کمر بستہ ہو کر اول مولوی نذیر حسین صاحب محدث دہلوی کو گانٹھا اور ان سے تکفیر کی مہریں کروا کر سارے ملک میں پھرا اور سب مولوی محمد حسین صاحب کی مہر کو دیکھ کر اندھا دھند بلا تحقیق اپنی مہریں کرتے گئے اور اس طرح سے ایک عام آگ لگا دیگئی مگر جو سلسلہ خدا کی طرف سے ہوتا ہے وہ کسی کی کوشش سے ضائع نہیں ہوا کرتا گیا اس تکفیر کے فتوے سے امام ہمام کا ایک بال بھی بیکا کیا ہے۔

۲۳- ایک دفعہ اسوقت میں جبکہ انہوں نے مجددیت کا بھی دعوے نہیں کیا تھا بذریعہ الہام پیشگوئی کی کہ تیرے دعوے کی تصدیق وہ لوگ کرینگے جن کو خدا تعالیٰ کیطرف سے وحی ہوتی ہے چنانچہ زمانہ گذشتہ اور زمانہ حال کے ملہمین نے حضرت مرزا صاحب کے راستباز ہونیکی کامل طور سے تصدیق کر دی ہے جس کو ہم ایک علیحدہ فصل میں درج کر چکے ہیں۔

۲۴- ایکدفعہ بہت عرصہ پہلے بذریعہ خواب خبر پاکر لوگوں کو سنا دیا کہ ملک میں کوئی سخت وبا آنیوالی ہے چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد پنجاب میں ایسا شدید ہیضہ پھوٹا تھا کہ ہزارہا لوگ لقمہ نہنگ اجل ہوئے تھے۔

۲۵- ایک دفعہ آپکے نام سے بھی کوئی بخوبی واقف نہ تھا اللہ تعالیٰ سے خبر پاکر براہین احمدیہ میں شائع کیا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ تیرا نام دنیا کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ کیونکہ تو میری درگاہ میں بڑی عزت اور وجاہت رکھتا ہے سو یہ امر بھی بخوبی ظاہر ہے کہ اب اسوقت دنیا کا کوئی کونہ باقی نہیں رہا جہاں حضرت مرزا صاحب کی شہرت نہ ہوئی ہو۔

۲۶- ایک دفعہ ایک مدت پہلے اللہ تعالیٰ سے خبر پاکر براہین احمدیہ میں درج کیا کہ عیسائیوں کی طرف

سے ایک بڑا مکر ہوگا مگر اللہ تعالیٰ اُنکے مکر و فریب کو پاش پاش کر دے گا اور وہ ذلیل اور خوار ہونگے سو یہ امر بھی روز روشن کی طرح ظاہر ہو چکا ہے کیونکہ پادریان امرتسر نے ایک آوارہ گرد نوجوان لڑکے کو بہکا کر ایک مقدمہ اس مضمون کا برپا کر دیا کہ گویا حضرت مرزا صاحب نے ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک کے قتل کے لئے اُسے بھیجا ہے چنانچہ اس مقدمہ میں بعض آریوں اور بعض بدبخت مسلمانوں نے بھی عیسائیوں کی امداد کی اور جھوٹی شہادتیں ادا کیں مگر جس درخت کو آسمان و زمین کا مالک لگا چکا ہے کسی کا کیا مقدور ہے کہ اُسکی کسی ایک شاخ کو بھی کاٹ سکے جیسے اللہ تعالیٰ نے پیش از وقت براءت کی تسلی بخش خبر دی تھی اُسی طرح واقعہ ہوا اور حضرت مرزا صاحب ہر پہلو سے بے قصور ثابت ہوئے۔

۲۷۔ ایک دفعہ پیش گوئی کی کہ کوئی شخص زبان عربی میں میرا مقابلہ نہیں کر سکے گا چنانچہ عیسائیوں اور مخالف مولویوں کو بہت دفعہ چیلنج بھیجا مگر کسی نے بھی اس طرف رخ نہیں کیا جس سے یہ پیشگوئی اپنے پورے زور کیساتھ پوری ہوئی۔

۲۸۔ ایک خبیث الطبع بد باطن لودیانوی نے حضرت اُستاذی علامہ نور الدین صاحب کو پسر محمد احمد نامی کے فوت ہونے پر عیسائیوں کی فتح کا اظہار کیا پس حضرت اقدس کی توجہ بدرگاہ الٰہی منعطف ہوئی تو اللہ تعالیٰ سے الہام ہوا کہ ایک خوبصورت زندہ رہنے والا لڑکا علامہ مذکور کو دیا جائیگا مگر اُس کے بدن پر پھوڑے ہونگے جو فلاں فلاں دوائی سے اچھے ہونگے چنانچہ پانچ سال کے بعد عبد الحی لڑکا پیدا ہوا جو خدا کے فضل اپنے پہلے بھائی سے خوبصورت بھی ہے مضبوط بھی ہے اور اسکے بدن پر اس قسم کے نرالے پھوڑے تھے کہ طب کی کسی کتاب میں اُن پھوڑوں کا کوئی وجود نہیں تھا آخر اللہ تعالیٰ نے بڑی مُدت کے بعد اُن پھوڑوں کو اچھا کیا اور غالباً پھوڑوں کا نشان اخیر دم تک اسکے بدن پر رہیگا کیونکہ وہ۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک نشان ہیں۔ دیکھو انوار الاسلام صفحہ ۲۶۔

۲۹۔ حضرت مرزا صاحب کے بڑے بھائی مرزا غلام قادر صاحب مرحوم جو ضلع گورداسپور کے سپرنڈنٹ تھے بوجہ ملازمت سرکاری کاروبار دُنیا میں اکثر مستغرق رہتے تھے انکی نسبت حضرت اقدس کو بذریعہ خواب معلوم کرایا گیا کہ اب ان کی زندگی کے تھوڑے ہی دن باقی ہیں اسوقت حضرت اقدس امرتسر میں تھے اس خواب کے واقعہ کی خبر اپنے بڑے بھائی صاحب کو بذریعہ خط دیدی اور ساتھ ہی دین کی طرف خاص توجہ دلائی اُس خط سے ایک ہفتہ کے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔

۳۰- ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت اقدس کو الہام ہوا کہ تیرے نکاح میں ایک باکرہ اور ایک بیوہ آئیگی اور باکرہ شریف خاندان سادات سے ہوگی یہ بات اپنے دوستوں اور واقفوں سے ظاہر بھی کر دی تھی مگر چونکہ تپ دق کی بیماری اور گوشہ گذینی کی وجہ سے اسقدر کمزور تھی کہ نکاح کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی تھی لیکن خدا تعالی کی طرف سے بار بار الہام ہوئے ہرچہ باید نو عروسی را ہمہ سامان کنم - اور پھر اس کو سچ بھی کر دکھلایا فی الحقیقت اپنی قدرت کاملہ سے ایک دور دراز شہر سے یعنے دہلی سے ایک مشہور خاندان سادات میں انکی شادی ہوگئی جو نہایت ہی مبارک ثابت ہوئے رہا بیوہ کا نکاح سو اس کی انتظار ہے اور امید ہے کہ بہت جلد وہ بھی آنیوالی ہے کیونکہ خدا کی باتیں کبھی نہیں ٹلا کرتیں -

۳۱- جب حضرت اقدس کے والد بزرگوار حضرت مرزا غلام مرتضٰے خاں صاحب مرحوم بیمار پڑے تو حضرت اقدس کو بذریعہ الہام خبر دی گئی کہ وہ شام کی نماز کے بعد فوت ہو جائینگے آپ نے گھر کے لوگوں کو اطلاع کر دی کہ ہوشیار رہیں والد صاحب کا وقت فرقت بہت قریب ہے چنانچہ سورج کے غروب ہوتے ہی انکی روح قفس بدن سے پرواز کر گئی -

۳۲- جب حضرت اقدس کو والد صاحب کی حیات سے ناامیدی ہوگئی تو بہ تقاضائے بشریت انکے دل میں گذرا کہ ہمارا گذارا جو والد صاحب کی زندگی سے وابستہ تھا کیونکر ہوگا کیونکہ آپ تو گوشہ نشین ہو چکے ہوئے تھے اسلئے والد صاحب کی وفات کے بعد مصائب کا سامنا ہوگا اس پر یہ الہام ہوا الیس اللہ بکاف عبدہ یعنے کیا اللہ اپنے بندہ کے لئے کافی نہیں ہے سو قربان جائیے اُس ذات بابرکات کے کہ وہ اپنے بندہ کا کیسا ہی متکفل اور مددگار ہوا کہ اب سینکڑوں آدمی انکے در دولت پر کھانا کھاتے ہیں -

۳۳- ایکدفعہ کا ذکر ہے کہ ایک پولیس افسر نے ایک فوجداری مقدمہ حضرت مسیح موعود پر بڑے آن بان سے دائر کر دیا تھا اور منہ کی لافوں سے بہت کچھ ظاہر کرتا رہا کہ اب بغیر قید یا ضمانت وہ کبھی بھی رہا نہیں ہونگے مگر خدا تعالی نے بذریعہ تار آسمانی اس مقدمہ کے وجود سے ہی پہلے خبر کر دی تھی کہ تجھے ہر طرح سلامتی ہے دشمن ناکام اور نامراد ہی رہینگے سو ایسا ہی ہوا کہ خدا تعالی نے ان کو بالکل بری ٹھہرایا اور مخالفوں نے اپنے منہ کی کھائی کیونکہ حضرت امام زمان بالکل بیگناہ تھے کوئی جرم آن سے سرزد نہیں ہوا تھا اگر سکھا شاہی سلطنت ہوتی تو شاید وہ کامیاب بھی ہوتے

لیکن یہاں تو سرکار برطانیہ ہے جو بلا وجہ ماخوذ نہیں کرتی اور پھر خدا کا فرستادہ کبھی اسطرح ذلیل ہوسکتا ہے

۳۴۔ ایک فوجداری مقدمہ کے متعلق یہ بھی خبر دی گئی کہ شیخ محمد حسین صاحب بٹالوی کو آیندہ مخالفت سے روک دیا جاویگا چنانچہ یہ پیشگوئی بھی روز روشن کی طرح پوری ہوئی میں نے عدالت کے اندر خود کانوں سے سنا کہ شیخ صاحب رئیس المکفرین نے بحضور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ بہادر زبانی اور نیز تحریری اقرار نامہ لکھدیا کہ میں آیندہ اُنکی نسبت نہ تو تکفیر کرونگا اور نہ انکی مخالفت میں کوئی تحریر نکالونگا اور نہ کبھی گالیاں دونگا۔

۳۵۔ رومی سلطنت کے ایک معزز عہدہ دار حسین کامی نائب سفیر کراچی کی نسبت ۲۴ مئی و ۲۵ جون ۱۸۹۷ء کو بذریعہ اشتہارات پیشگوئی شائع کی کہ اگر وہ توبہ نہیں کرے گا تو ہمارے نزدیک وہ بہت ہی بدقسمت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس شخص اور نیز دیگر اراکین سلطنت ترکی کی نسبت غداری اور بے وفائی کی خبر دی ہے جس پر ہندوستان کی بعض اردو اخباروں نے اپنی ناعاقبت اندیشی اور آسمانی وحی سے محض لاعلمی کے باعث حضرت اقدس پر لے دے بھی کی لیکن آخر خدا کے مرسل کی باتیں پوری ہوئیں وہی حسین کامی بددیانتی میں ماخوذ ہوا اور اسکی کل جائداد ضبط کی گئی اور انہی اخباروں کو وہی معاملہ شائع کرنا پڑا جنہوں نے اس کو آسمان پر چڑھایا تھا اور اسکی خاطر سے ایک خدا کے پیارے اور محبوب بندے کی دل آزاری گوارا کی تھی ۔ اور حال کی اخباروں میں شائع ہوا ہے کہ بعض دیگر

۳۶۔ حضرت امام ہمام ایک مدت سے شائع کرچکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے قتل کی موت سے محفوظ رکھے گا چنانچہ یہ پیشگوئی بھی کمال وضاحت کے ساتھ پوری ہوئی بعض آدمیوں نے حضرت اقدس کے پھانسی دلوانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا عیسائیوں نے قتل کا مقدمہ بے بنیاد دائر کرکے اپنی طرف سے کوئی کسر نہیں رکھی بعض مولوی اور سجادہ نشین مروا ڈالنے کے لئے بڑے بڑے حیلے اور مکر کام میں لائے مگر جس کا خود خدا محافظ و نگران حال ہو اُس کو کون ضرر پہونچا سکتا ہے۔

۳۷۔ حضرت اقدس نے جب براہین احمدیہ لکھکر شائع کی تو صوفی میر عباس علی صاحب مرحوم نے حضرت اقدس سے بار بار اصرار کیا کہ آپ بیعت کیوں نہیں لیتے حضرت اقدس فرماتے رہے کہ ابھی حکم نہیں ہوا پھر میر صاحب نے بوجہ حسن ظن جوش محبت میں آن کر ایک خط لکھا کہ آپ کیوں بیعت نہیں لیتے حضرت اقدس نے ان کو لکھا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آپ بیعت کرنے کے بعد بیعت سے روگردان ہو گئے ہیں مگر چونکہ اُس وقت اُنکو حضرت اقدس سے انتہا درجہ کا اخلاص تھا اس امر کو نظر انداز کردیا

[illegible]

آخر بحکم والہام ربانی امام الوقت نے بعیت لینی شروع کی اور میر صاحب موصوف بھی داخل بعیت ہوئے جب مسیح موعود کا دعویٰ ہوا اور چلنے کفر کے گھوڑے دوڑنے تو اس دوران میں میر صاحب موصوف بھی مولویوں کے فریب میں آن کر بعیت سے پھر گئے اور اس پیشگوئی پر مہر کردی جس کو انہوں نے باوضو اپنے ہاتھ سے مکتوبات مسیح علیہ السلام میں درج کر دیا تھا اور بعد موت انہی کے جمع کردہ خطوط میں سے وہ خط بھی نکل آیا جس میں انکے بعیت سے پھر جانے کی خبر انکے بعیت سے پہلے دی گئی تھی۔

۳۸۔ سنہ۱۸۹۸ء کے شروع میں جبکہ ملک میں کسی قسم کی بیماری وغیرہ کا کوئی اندیشہ نہیں تھا پیشگوئی کی کہ اب کے بیماریاں بہت ہونگی اور بکثرت جانیں ضائع ہونگی سو یہ بات بھی کسی پر مخفی نہیں رہی کہ اسی سال کے آخیری حصہ میں بوجہ کثرت بارش بہت قسم کی مہلک بیماریاں ملک میں پھیل گئیں جن سے لاکھوں جانیں تلف ہوئیں۔

۳۹۔ ایک پیشگوئی بالہام الٰہی ۱۳۔ ستمبر ۱۸۹۹ء کو کی اور وہ الہام جلی قلم سے لکھوا کر مسجد بیت الذکر میں چسپاں کرا دیا اور بہت سے مقامات پر بذریعہ خطوط اطلاع کر دی گئی کہ ہمیں خداتعالیٰ کی طرف سے ایک عزت کا خطاب ملنے والا ہے اور اس وقت ایک بڑا نشان بھی ظاہر ہوگا سو وہ نشان بھی ۲۳۔ فروری سنہ۱۹۰۰ء کو بکمال صفائی پورا ہو گیا جسکی تفصیل یہ ہے کہ خداتعالیٰ نے پنجاب کے ایک مشہور پیر مہر علی شاہ صاحب کو حضرت مسیح موعود کے مقابلہ کے لئے کھڑا کر دیا اور اُس نے لاہور میں آکر جماعت مسلمانان کو ایک سخت دھوکا دیکر حضرت مسیح موعود کی نسبت ایک طوفان بے تمیزی برپا کرا دیا حالانکہ جو شرائط مسیح موعود نے اُن کو لکھی تھیں وہ اُس پر قائم نہیں تھا بلکہ اپنی طرف سے ایک ایسی شرط بڑھا دی تھی جسکی تعمیل حضرت اقدس ہرگز نہیں کر سکتے تھے اور اس بات کا پیر صاحب کو بخوبی علم تھا مگر چونکہ عوام کو اس کا علم نہیں تھا اس لئے اُن لوگوں نے سخت دھوکا کھایا اور سمجھ لیا کہ پیر صاحب سے حضرت مرزا صاحب ڈر گئے اصل کیفیت یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے پیر صاحب موصوف کو لکھا کہ بحث مباحثہ بہت ہو چکے اور خداتعالیٰ نے آسمانی اور زمینی نشان بھی میری تائید میں دکھلائے لیکن علماء وقت نے اُس سے کچھ فائدہ نہیں اُٹھایا اسلئے بہتر ہے کہ چونکہ آپ کو قرآندانی اور علم عربی میں دعویٰ ہے کہ میرے برابر کوئی نہیں ہے اور ساتھ ہی آپ گدی نشین ہیں اور آپ کو مستجاب الدعوات ہونے کا بھی دعویٰ ہے اس لئے آپ ہی میرے ساتھ تفسیر میں مقابلہ کریں جو اسرار اور معارف پر مشتمل ہو اور تفسیر بھی عربی زبان میں ہو جو نہایت ہی فصیح و بلیغ ہو اور اس امر کے فیصلہ

کے لئے کہ ہم دونوں میں سے کس کی تفسیر ان متذکرہ بالا امور میں بڑھی ہوئی ہے مولوی محمد حسین صاحب
بٹالوی جو ہمارے رئیس المکفرین ہیں اور مولوی عبد اللہ صاحب ٹونکی پروفیسر اورینٹل کالج لاہور
اور مولوی عبد الجبار صاحب امرتسری جو ہمارے سخت دشمن ہیں جج مقرر کئے جائیں اور وہ ہر دو
تفاسیر کو پڑھکر قسم کھا کر بیان کریں کہ ہم اپنے ایمان سے کہتے ہیں کہ پیر صاحب کی تفسیر اسرار و معارف
اور فصاحت و بلاغت کے رو سے بڑھی ہوئی ہے تو پھر ہم اپنی کل کتابیں جلا دینگے اور اپنے دعوے
سے دست بردار ہو کر آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لینگے ورنہ آپ کو توبہ کر کے ہمارے ہاتھ پر بیعت کرنی
ہوگی مگر پیر صاحب نے یہ الفاظ لکھکر دھوکا دیا کہ مجھے سب شرائط منظور ہیں صرف ایک ہماری شرط
ہے کہ اول آپکے دعوے کی نسبت زبانی مباحثہ ہوگا اور پھر انہی منصفاں کے کہنے پر کہ پیر صاحب کے
دلائل ٹھیک ہیں آپ کو میرے ہاتھ پر بیعت کر لینی ہوگی یہ اشتہار شائع کر کے بلا منظوری فریق ثانی جھٹ
پٹ لاہور میں اس تاریخ پر جو حضرت مرزا صاحب نے مقرر کی تھی آن موجود ہوئے! اُدھر حضرت مرزا
صاحب سخت متعجب رہے کہ پیر صاحب کی یہ کیا دیانت اور امانت ہے کہ اس طرح فریبانہ کاروائی
کے مرتکب ہوئے اور چونکہ کچھ عرصہ پہلے حضرت اقدس کتاب انجام آتھم میں شائع کر چکے تھے کہ اب آئندہ
کسی سے کوئی مباحثہ نہ ہوگا اور چونکہ یہ کتاب پیر صاحب کو بھی بھیجی گئی تھی اسلئے انکو بخوبی علم تھا کہ آپ
مباحثہ نہیں کرینگے اسلئے تمام لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے لکھدیا کہ مجھے کل شرائط منظور ہیں صرف
مباحثہ پہلے ہوگا اور پھر ساتھ ہی یہ شرط بھی لگا دی کہ عقاید کی نسبت جو مباحثہ ہوگا اُس کا فیصلہ بھی
وہی سرپنچ کرینگے تعجب ا اُن عقاید کی وجہ سے وہ لوگ کفر کے فتوے لگا چکے وہ اپنے عقاید کے برخلاف
کیونکر مخالف فیصلہ کر سکتے تھے غرض پیر صاحب کو کیسی دور کی سوجھی کہ اول تو حضرت مرزا صاحب
اُن شرائط کو منظور ہی نہیں فرمائینگے اگر کسی وجہ سے منظور کر لیا تو عقاید پہ فیصلہ مخالف مولویوں کا
بہر حال انہی کے حق میں ہوگا پس تفسیر لکھنے کی نوبت ہی پیش نہیں آئیگی اور اس طرح میدان بھی لے لونگا
الغرض عوام لے نزدیک پیر صاحب بڑے ہی کامیاب ہوئے مگر جنکو ذرہ بھی عقل تھی وہ تاڑ گئے ۔ کہ
پیر صاحب نے کیا کھلی چالاکی کی ہے لیکن یہ چالاکی تا بکے ۔ حضرت مسیح موعود نے ایک اشتہار دیدیا کہ اگر
پیر صاحب فی الحقیقت تفسیر لکھنے کے لئے آئے تھے تو کیا مضائقہ ہے آئیے بجائے ۷ گھنٹے کے ستر دن کی
میعاد مقرر کیجاتی ہے اور ساتھ ہی اجازت دیجاتی ہے کہ جسقدر مولوی چاہیں جمع کر کے اُن سے مدد لے لیں
بلکہ عرب کے بھی بلا لیں اگر ہم فریقین میں سے جس نے ۷۰ دن میں سورہ فاتحہ کی تفسیر کم از کم چار جزو زبان

عربی فصیح و بلیغ میں شائع نہ کی تو وہی جھوٹا اور کذاب ہوگا آخری تاریخ ۲۵ فروری مقرر تھی بنار علیہ حضرت مرزا صاحب نے اپنے دعوے کے دلائل سورۂ فاتحہ سے نکال کر نہایت فصیح و بلیغ عربی میں بجائے چار جز کے ۱۲½ جز میں ۲۳ فروری کو چھاپ کر شائع کر دی اور پیر صاحب نے ابتک نہیں نکالی جس سے اُن کا جھوٹ پر ہونا ثابت ہوگیا اور حضرت مرزا صاحب کا وہ الہام کہ تک خطاب العزۃ تک خطاب العزۃ جس کے ساتھ ایک بڑا نشان بھی ہوگا پورا ہوگیا کیا عجیب نشان ظاہر ہوا کہ صدہا علماء میں سے ایک بھی ایسا نہ نکلا جس نے تفسیر بالمقابل لکھنے کی کوشش کی ہو۔

۴۰۔ سید احمد خانصاحب کو ۴ مارچ ۱۸۹۷ء کو بذریعہ اشتہار خبر دی کہ اب آپ کی ملاقات ہوتی نظر نہیں آتی صرف یہی آخری اشتہار ہے جو آپکی ملاقات کرتا ہے۔ غرض اس میں انکی وفات کی پیشگوئی عجیب الفاظ میں تھی اور سمجھنے والے اُسی وقت سمجھ گئے تھے کہ اب سید صاحب عنقریب فوت ہونے والے ہیں چنانچہ تھوڑے دنوں میں انکا انتقال ہوگیا۔

اب ہم پوچھتے ہیں کہ پیش از وقت ایسی باتوں کی خبر دینا سوائے خدا کے کس انسان کا مقدور ہے لہذا کچھ شک نہیں کہ حضرت مرزا صاحب خدا کے مرسل اور خدا کے محدث ہیں اور خدا تعالیٰ ضرور اُن کے ساتھ ہمکلام ہوتا ہے اور اسرار غیبی اور رازہائے نہانی سے آگاہ کرتا ہے جس کی نظیر اسوقت دنیا میں نہیں پائی جاتی پھر سخت افسوس ہے اُن لوگوں کی عقل پر کہ وہ ایسی نعمت سے محروم اور بے نصیب ہیں۔ پیشگوئیاں تو سیکڑوں تھیں لیکن ہم انہی چالیس پر اکتفا کرتے ہیں۔

بائیسویں فصل

اس باب میں کہ حضرت مرزا صاحب نے دنیا میں مبعوث ہو کر کیا کیا کاروائی کی

جہانتک ہم دنیا میں غور کرتے ہیں رسول اللہؐ کے بعد اسوقت تک کوئی ایسا انسان نظر نہیں آتا جس نے دین اسلام کی حمایت و تائید اس زور و شور سے کی ہو جتنی اس امام برحق نے کی ہے اور جسقدر حل مشکلات اس نے کر کے دکھلائے ہیں اسکی نظیر ازمنہ گزشتہ میں نہیں ملتی۔ اگر یہ امام نہ آئے ہوتے تو بلاشک اسلام کی کشتی جو مدتسے ورطۂ ہلاکت میں گرفتار تھی کبھی کی غرق ہوگئی ہوتی کیونکہ ایک طرف تو جہالت کا دریا منڈلا رہا تھا۔ دوسری طرف عصیان و طغیان کی ظلمت صفحۂ عالم پر چھا رہی تھی اور مزید براں دشمنان دین کے حملات اُسپر چاروں

طرف سے ایک تیز آندھی کی طرح ٹوٹ رہے تھے اور طرفہ یہ کہ اس کشتی کے ملاح بھی خواب خرگوش میں سو رہے تھے ایسی خطرناک حالت میں خدا کے اس مرسل نے آنکر اس کشتی کو ڈوبنے سے بچایا اور اہل کشتی کو ایک مضبوط چٹان پر کھڑا کر دیا اور پھر اُن کے لئے وہ وہ آسمانی اوزار بہم پہنچائے جن سے وہ دشمنانِ دین کے حملات کی مدافعت بخوبی کر سکتے ہیں بلکہ دشمنوں پر اسقدر خوف و ہراس طاری ہو گیا ہے کہ گویا اُن کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے ہیں۔ اور اب کوئی اُنکی طرف رخ بھی نہیں کر سکتا۔ غرض اس اسلام کے پہلوان نے اسلام کی اسقدر خدمات کی ہیں کہ اگر ہم لکھنے لگیں تو مستقل طور پر ایک کتاب بنتی ہے۔ لیکن چونکہ کتاب بہت طویل ہو گئی ہے لہذا ہم بطور فہرست چند ایک کارنامے لکھدیتے ہیں جو اُنکے ہاتھ سے انجام پذیر ہوئے۔

۱۔ قرآن کریم کے اسرار و معارف اسقدر کھولے ہیں کہ گذشتہ زمانوں میں اسکی نظیر نہیں ملتی۔ دیکھو براہین احمدیہ و آئینہ کمالات اسلام و کرامات الصادقین و اعجاز المسیح۔ و تحفہ گولڑویہ۔ حمامۃ البشریٰ

۲۔ پیشگوئیوں کی کیفیت جس سے اس زمانہ کے علماء بھی ناواقف تھے ایسی آنکر کھولی کہ اب ان پڑھ بھی اُس سے بخوبی واقف ہو گئے ہیں۔ دیکھو انجام آتھم و تریاق القلوب وغیرہ۔

۳۔ وفات مسیح کا مسئلہ ایسا حل کر دیا کہ جس کو ایک ادنیٰ سی بھی عقل ہو اُسکو بغیر تسلیم کئے چارہ نہیں رہتا۔ کیونکہ حضرت مسیح کی قبر تک کا پتہ دیدیا ہے۔ دیکھو ازالہ اوہام و کشف الغطاء و مسیح ہندوستان میں

۴۔ دجال کے مسئلہ کو بھی خوب کھول دیا۔ اور اب اسکے سمجھنے میں کوئی دقت نہیں رہی۔

۵۔ مسلمانوں کو ایک بھاری شرک سے نجات دی جو مسیح علیہ السلام اور مسیح الدجال کی نسبت خدائی صفات تسلیم کرنے کی وجہ سے ایک مدت سے اُن میں مرکوز تھا۔

۶۔ رسول اللہ کی عزت دنیا میں از سر نو قائم کر دی۔ کیونکہ اکثر مسلمان بھی آن فخر رسل کی توہین کے روادار ہو رہے تھے۔ کیا یہ تھوڑی توہین تھی کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت اُنکا یہ عقیدہ تھا کہ وہ ابتک زندہ ہے حالانکہ افضل الرسل و خاتم النبیین کی عمر صرف ۶۳ برس کی ہوئی اور وہ ایک سو برس بھی عمر نہ پا سکے اور بقول اُنکے مسیح علیہ السلام اس وقت تک دو ہزار برس کو پہنچ چکا ہے۔ ہمارے رسول اللہ صلعم کو پناہ کے لئے خدا تعالٰے نے ایک ذلیل جگہ تجویز کی جو نہایت تنگ و تاریک تھی اور جو بچھوؤں اور سانپوں کی مسکن تھی۔ لیکن مسیح کے لئے آسمان تجویز کیا گیا جو بہشتی مقام ہے۔ غرض مسیح کو عمر میں۔ عزت میں۔ خدا تعالیٰ کی حمایت میں ہمارے رسول علیہ السلام سے بڑھکر سمجھا گیا تھا۔ اس حکم عادل نے آنکر اس ناپاک عقیدہ سے لوگوں کو نجات دلائی اور دکھا دیا کہ ہمارے رسول اکرم

فخر بنی آدم ہر پہلو میں مسیح علیہ السلام سے فوقیت رکھتے ہیں۔

۷- روحانی قانون قدرت کو ظاہری قانون قدرت سے مطابق کر کے دکھلایا ہے۔ لوگ اب تک اس امر اہم سے بالکل ناآشنا تھے۔

۸- یہ امر بھی کھول دیا کہ قول خداوندی یعنی کلام اللہ و فعل خداوندی یعنی فطرت اللہ میں کبھی بھی مخالفت نہیں ہوتی جسکی عدم وقفیت سے خود مفسیرین تفاسیر قرآن کریم کے وقت بڑی بڑی غلطیوں کے مرتکب ہوئے ہیں۔

۹- بروز کے مسئلہ کو از سر نو جلا دی۔ گو صوفیاء کرام اس مسئلہ کے قائل چلے آتے تھے۔ مگر اس زمانہ کے لوگ بروز کے لفظ سے ناواقف ہو چکے تھے۔

۱۰- تناسخ کے مسئلہ کو خوب اڑا دیا۔ اور بدلائل قاطعہ و حجج ساطعہ دکھا دیا کہ یہ عقیدہ فاسد ہے۔

۱۱- جہاد کے مسئلہ کو بھی بخوبی حل کر دیا۔ کیونکہ ابتک مسلمان اُسکے غلط مفہوم میں گرفتار تھے۔ اور انکا عموماً یہی اعتقاد تھا کہ کافروں کے جان و مال کو جس طرح چاہیں موقع پاکر تلف کریں اگر خود مارے جائیں تو شہید کہلائیں اور اگر کافر کے مارنے پر قادر ہو گئے تو غازی کا لقب حاصل کر لیا۔ یہ ایک غلط خیال تھا جو عموماً مسلمانوں میں تھا۔ اس حکم عدل نے آنکر اس فاسد عقیدہ کو بھی اُٹھا دیا اور کھول کر بتا دیا کہ جب تک غیر مذاہب کے لوگ ہمارے دین پر تعرض نکریں اور ارکان اسلام کی بجا آوری سے نروکیں تو کسی صورت میں بھی جہاد لازم نہیں۔

۱۲- علماء اسلام کی جو قرآن کریم میں تناقض و تخالف کے قائل ہو رہے تھے سراسر جہالت ثابت کی اور دکھا دیا کہ اللہ تعالیٰ کا کلام پاک ہر قسم کے تناقض و تخالف سے منزہ و بالاتر ہے۔

۱۳- قرآن کریم کے ناسخ و منسوخ ہونیکا جو عقیدہ اکثر مسلمانوں میں چلا آتا تھا وہ بھی اُٹھا دیا اور ظاہر کر دیا کہ خدا تعالےٰ کی کلام میں کوئی ناسخ و منسوخ نہیں ہے۔

۱۴- قتل دجال کی کیفیت بھی کھول دی کہ اس سے مراد ابطال مذہب صلیبی ہے۔ اور کوئی جنگ و جدل نہیں ہونا۔

۱۵- خنزیر کی کیفیت بھی بتا دی کہ وہ کون ہے۔ اس مسئلہ میں بھی علماء زمانہ سخت غلطی پر تھے۔

۱۶- نزول کی کیفیت بھی ایسی واضح کر دی کہ بجز ازلی مادرزاد اندھوں کے اُس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔

۱۷- معراج کی کیفیت بھی منکشف کر دی کیونکہ اس میں ایک مدت سے بحث ہوتی چلی آتی تھی۔ اور بتا دیا کہ وہ ایک اعلےٰ درجہ کا کشف تھا جو عین بیداری میں ہوا تھا۔
۱۸- نزول ملائکہ کے مسئلہ کو بھی کیسا کھولا کہ کوئی بھی اس پر اعتراض وارد نہیں کر سکتا۔
۱۹- مہدی کے جھگڑے کو بھی اُٹھا دیا۔ اور بتا دیا کہ مہدی سوائے مسیح کے کوئی الگ شخص نہیں تھا۔ اور اب اسکی انتظار کرنی ایک عبث کام ہے۔
۲۰- جس قدر نمازوں میں فقہانے مشکلات ڈال رکھی تھیں جس کی وجہ سے کروڑہا انسان نمازوں سے محروم ہو گئے تھے قرآن کریم کے رو سے دور کر دیا اور فرمایا کہ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا کے باہر جانا قرآن کریم کی نص سے باہر نکل جانا ہے۔
۲۱- کسر صلیب بھی بخوبی کر دی گئی۔ کیونکہ جب نصاریٰ کے مذہب کی چھت کا ستون ہی گرا دیا تو اُسکا کیا وجود ہو سکتا ہے۔ نصاریٰ کی مذہبی عمارت صرف کفارہ کے ستون پر قائم تھی جب کفارہ ہی باطل کر دیا گیا تو اب وہ مذہب ہی کہاں رہا۔ دیکھو نور الحق و نور القرآن
۲۲- آریوں کے مذہب کی قلعی بھی اس امام برحق نے خوب ہی کھولی۔ دیکھو سرمہ چشم آریہ و شحنہ حق و آریا دھرم۔
۲۳- برہمو مذہب کے بخئے بھی خوب اُدھیرے۔ دیکھو براہین احمدیہ۔
۲۴- سناتن دھرم کا بھی خوب ابطال کیا۔ دیکھو رپورٹ جلسہ اعظم تحقیق مذاہب براہین
۲۵- سکھوں کے مذہب کی اصلیت بھی خوب کھولی اور دکھا دیا کہ بابا نانک صاحب مسلمان اولیاء اللہ میں سے تھے۔ دیکھو ست بچن۔
۲۶- جسقدر اختلافی مسائل اسلام میں تھے اُن سب کا فیصلہ ناطق دیدیا۔ اور افراط و تفریط سے مبتنہ کر دیا۔ دیکھو مکتوبات احمدی۔
۲۷- مسلمانوں کو ایک اعلےٰ درجہ کے قابل اقتدا نمونہ پر کھڑا کیا۔
۲۸- دنیا میں امن کو قائم کیا۔ اور کل مذاہب کے لوگوں کو خبردار کر دیا کہ امن کے ساتھ مذہبی مباحثات کریں یعنی ہر ایک اپنے اپنے مذاہب کی خوبیاں بیان کرے اور دوسروں پر حملہ نہ کرے۔
۲۹- مسلمانوں کو حق اللہ کی طرف خاص توجہ دلائی اور ایمانی کمزوری کو اُن سے دور کیا۔
۳۰- اہل اسلام کو حق العباد کی رعایت کی سخت تاکید کی اور ہر ایک قسم ظلم کے سمتوں سے بچنے کی ہدایت کی

۳۱- مباحثات کرنے کی ایسی عجیب بنیاد ڈالی کہ جس کی نظیر کسی جگہ نہیں ملتی- یعنی یہ کہ ہر مذہب کا آدمی جب کسی امر میں بحث کرنا چاہے تو اُس کو مناسب ہے کہ اپنی کتاب کی تعلیم سے باہر قدم نہ رکھے- یعنی جو دعوے اُن کی کتاب کرے اُس کی دلائل بھی اُسی کتاب میں مندرج ہوں- ورنہ وہ کتاب کامل کتاب نہیں ہو سکتی اور یہ بات سچ بھی ہے کیونکہ اگر وہ کتاب اپنے اندر دلائل نہیں رکھتی بلکہ وہ انسانی مدد کی محتاج ہے تو پھر اُس کے ناقص ہونے میں کیا کلام ہے- یہ ایک ایسا حربہ مسلمانوں کو عطا کیا ہے کہ قرآن کریم کے مقابل میں کوئی کتاب نہیں ٹھہر سکتی- یہ صرف اسی کلام پاک کو فخر حاصل ہے کہ اس میں دعوے بھی ہیں اور دلائل بھی- اور اسی واسطے اس کے کامل ہونے میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا-

۳۲- قرآن کریم کی عظمت سب دلوں پر بٹھادی اور ثابت کردیا ہے کہ دنیا میں کوئی ایسی کتاب نہیں ہے جو ہر قسم کے نقصوں سے پاک ہو-

۳۳- احادیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سچے یا جھوٹے ہونے کا عجیب معیار قائم کردیا کہ جو حدیث قرآن کریم کے مفہوم کے مخالف ہو وہ سچی اور صحیح نہیں ہوسکتی- اور نیز جو احادیث تعامل میں آگئیں اُن سے بڑھکر کوئی حدیث معتبر نہیں ہوسکتی اور جو احادحدیثیں جو پیشگوئیوں پر محتمل ہیں نفس مضمون کے مطابق پوری ہوجائیں تو اُنسے بڑھکر کوئی حدیث نہیں ہو سکتی

۳۴- احادیث کی عظمت اُن لوگوں پر بٹھادی جو احادیث کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے- اور اُنکا عدم وجود برابر سمجھتے تھے

۳۵- احادیث میں افراط و تفریط کو دور کرکے ایک میانہ روی کے اصول کو قائم کردیا-

۳۶- اہل اسلام کو اس غلط خیال سے کہ بنی اسرائیل کی کتابوں کو دیکھنا ہی نہیں چاہیئے اور اُن کو بالکل ہی محرف مبدل سمجھنا چاہیئے نکال دیا- اور بتادیا کہ جو بات قرآن کریم و احادیث نبوی کے مطابق ہے اُس کو لے لیا جائے- اور جو مخالف ہو اُس کو ترک کیا جائے-

۳۷- مسلمانوں کو گورنمنٹ وقت کے حقوق سے پورا آگاہ کردیا اور بتادیا کہ از

روئے شریعت اسلامی ہر مسلمان کا فرض ہے کہ دل و جان سے اپنی محسن گورنمنٹ کی اطاعت کو واجب الاذعان سمجھے ورنہ وہ اللہ تعالےٰ کے ہاں مجرم ہے۔

۳۸۔ اپنے محسنوں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی سخت تاکید فرمائی ہے خواہ وہ لوگ کسی ہی ملت و مذہب کے ہوں۔

۳۹۔ بنی نوع انسان سے ہمدردی کی اعلےٰ تعلیم دی ہے اور تاکید کردی ہے کہ جو لوگ اپنے بنی نوع سے ہمدردی نہیں کرینگے وہ ہماری جماعت میں داخل نہیں ہو سکتے۔

۴۰۔ ارکان اسلام کی بجا آوری کو جماعت کا بھاری اصول قرار دیا ہے۔

۴۱۔ جس قدر بدعات اہل اسلام میں جاری و ساری ہوگئیں تھیں اُن سب سے نفرت دلادی ہے۔ اور وہ اب سب رفو چکر ہونے لگی ہیں۔

۴۲۔ احیائے موتے کی کیفیت خوب کھول کر بتادی اور مسلمانوں کو اس غلط خیال سے کہ حقیقی موتے زندہ ہوا کرتے ہیں نکالدیا۔

۴۳۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس معجزہ کو جو قرآن کریم کے مثل پیش کرنے کا تھا اور جس کو لوگ ایک مبالغہ تصور کرتے تھے از سر نو زندہ کر کے دکھادیا کہ میرے جیسے عاجز بندہ کی کلام کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا تو خالق ارض و سموات کے کلام معجز نظام کا کون مقابلہ کی طاقت رکھ سکتا ہے۔

۴۴۔ وحی کی کیفیت بھی خوب واضح کر کے بتادی اور یہ بھی کہ وحی کے مَوْرد کون دل ہوتے ہیں۔

۴۵۔ خوابوں کے پہچان کا طریقہ بھی کہ کون سے خواب رحمانی ہوتے ہیں اور کون سے شیطانی ہوتے ہیں بتادیا۔ دیکھو تحفہ گولڑویہ۔

۴۶۔ اس حدیث کی فلاسفی کہ ہر بچہ اسلام کی فطرت پر پیدا ہوتا ہے نہایت صفائی کے ساتھ بیان کردی۔ دیکھو تحفہ گولڑویہ۔

۴۷۔ تمام مذاہب باطلہ پر بذریعہ کتب و اشتہارات جن کی تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی ہے حجت پوری کردی۔

۴۸۔ دعا کی فلاسفی جس سے مسلمان محض ناآشنا تھے خوب واضح کر کے بتادی اور اُن لوگوں کے برخلاف جو دعا کو بے حقیقت سمجھتے تھے ثابت کر کے دکھادیا کہ نظام

دنیا میں دعا بھی روح کی غذا کے لئے اُسی طرح ضروری ہے جس طرح جسم کے لئے اشیاء خوردنی ضروری ہے۔

۴۹۔ توکل کے غلط معنے کو دنیا سے اُٹھا دیا اور بتا دیا کہ بے دست و پا بیٹھکر دوسروں کا دست نگر ہونا اسلامی شریعت کے منافی ہے بلکہ توکل یہ ہے کہ اپنے قوائے خداداد کو پورے طور سے استعمال کیا جائے اور پھر نیک نتیجہ کے لئے توکل خدا پر کیجائے۔

۵۰۔ اسباب ظاہری اور اسباب باطنی کو باہم لازم و ملزوم ٹھہرایا اور اس طرح اہل اسلام کو بہت سے غلط خیالات سے نجات دی مثلاً کسی وبا کے وقت مکانوں کی صفائی۔ کپڑوں کی صفائی۔ غذا کی تعدیل کی ساتھ ساتھ توبہ۔ استغفار اور دعاے سحرگانہ کو بھی ضروری قرار دیا۔

۵۱۔ الطیبٰت للطیبین کے مسئلہ کو بھی خوب واضح کر دیا۔ اور کھول دیا کہ جو لوگ اپنی بزرگی اس میں سمجھتے ہیں کہ اچھی غذا نہ ہو اور اگر عمدہ غذا ہو تو اُس میں مٹی یا خاکستر ملا لیجائے میلا کچیلا اور پھٹا پورانہ لباس پہنا جائے محض فضول اور لغو قرار دیا اور ظاہر کر دیا کہ یہ خیال تعلیم اسلام کے بالکل خلاف ہے۔

غرض جس قدر خرابیاں اہل اسلام میں آگئی تھیں اُن سب میں اصلاح کر دی گئی ہے۔ اور جوں جوں جماعت ترقی کرتی جائے گی ان سب خرابیوں کی اصلاح بھی ہوتی جائیگی۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔ القصہ اس امام برحق کا ایسے خطرناک وقت میں آنا ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ بدقسمت ہیں وہ لوگ جو اس امام ہمام کے لنگر سے دور ہیں۔ ایک وقت آئیگا کہ وہ لوگ پچھتائینگے اور خون کے آنسو بہائینگے۔ لیکن اُس وقت کا رونا اور چلانا کیا کام دے گا۔ اے لوگو برائے خدا اس میں خوب غور کرو۔ یہی وقت ہے۔ خدا کا مرسل خدا کا فرستادہ۔ خدا کے ہاتھوں کا تیار کیا ہوا امام۔ خدا کا مُحدَّث۔ مخبر صادق کا بتایا ہوا مسیح موعود و مہدی معہود۔ چودھویں صدی کا مجدد تم میں موجود ہے جب وہ دنیا سے کوچ کر جائینگے تو پھر تمہیں بجز دست تاسف کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔ وما علینا الا البلاغ۔

خاتمہ بالخیر

التماس ضروری بخدمت مسلمانان بالخصوص علماء زمان

اے مسلمانان و اے علماء زمان۔ تم دیکھتے ہو کہ زمانہ کی کیا حالت ہے۔ تم چاروں طرف سے سنتے اور منبروں پر چڑھکر پکارا کرتے تھے کہ مسلمانان در گور و مسلمانی در کتاب۔ یہ بھی تم مشاہدہ کرتے تھے کہ پاک اسلام پر کیسے کیسے ناپاک حملے ہوتے تھے۔ کہ جن کے سننے سے جگر پارہ پارہ اور دل کباب ہو جاتا تھا۔ غرض اسلام میں اندرونی اور بیرونی طور سے بڑی بڑی خرابیاں وقوع میں آگئی تھیں۔ جن کے وجود سے تم کو انکار نہیں۔ پھر اللہ تعالےٰ نے اسلام کی اس حالت زار پر رحم کر کے تمہاری مدد کے لئے تم ہی میں سے ایک شخص کو علم لدنی دیکر کھڑا کر دیا اور اُس کو اُن آسمانی اوزار سے مسلح کر کے بھیجا جو زمانہ موجودہ کے زبردست جنگ کے لئے از بس ضروری تھے۔ غرض وہ پہلوان عین ضرورت کے وقت جبکہ اسلام نا اہل مسلمانوں کی غفلت سے پچھاڑا جا چکا تھا ذنگل میں شیر ببر کی طرح چنگھاڑتا ہوا نکلا اور افواج کفر کو ایک ہی حملہ سے پس پا کر دیا اور اُن کا تعاقب کر کے یہانتک تنگ کر دیا کہ اب وہ اپنے گھروں میں دم دبا کر بیٹھ گئے اور کوئی اُن کے سامنے نہیں آسکتا۔

وہ خدائے قادر و قیوم کی طرف سے اسلام کے لئے ایسے خطرناک وقت میں جبکہ وہ ایک نزع کی سی حالت میں تھا گویا ایک آدہ رمق باقی تھا مسیحا دم ہو کر آیا اور اُس نے انفاس قدسیہ کی برکت سے اُس میں ایک ایسی روح پھونکی جس سے اسلام از سر نو زندہ ہو گیا۔ اور اب وہ ایسا قوی و توانا ہے کہ کوئی اُس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اے رسول عربی کے جان نثار غلامو! اور اے امت محمدیہ کے بہی خواہ بزرگو! تم

کیوں اس طرف توجہ اور غور نہیں کرتے۔
کیا یہ وہ ذات بابرکات نہیں جس کی انتظار میں تمہارے آباد اجداد اس دنیا سے کوچ کر گئے۔ اور ہزارہا مخلوقات اُن کی زیارت کے لئے ترستی مرگئی۔ اے عزیزو تم نے اُس کو پایا پر افسوس تم نے اُس کو نہ پہچانا۔ اے فخر بنی آدم کے نام لیوا بزرگو یقین جانو کہ یہ وہی بزرگ ہیں جن کو مہدی اور مسیح کہتے تھے اور انہی کی آمد کے لئے صدیوں سے انتظار لگی ہوئی تھی یقیناً یقیناً وہی ہیں جسکے آنیکی خبر تمام دیتے چلے آئے بلاشک وہی ہیں جنکو رسول ؐ نے سلام کہا ہے تم نے کیوں مخالفت کا بیڑا اُٹھالیا۔ خدا سے ڈرو اور توبہ اور استغفار کرو اور رو رو کر دعائیں مانگو تا کہ خدا تعالےٰ تمہیں بصیرت بخشے۔ میں خالق ارض و سما کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ بلاشک حضرت مرزا غلام احمد صاحب وہی مسیح اور مہدی ہیں جن کی خبر توریت۔ انجیل زبور اور صحائف انبیاء اور احادیث نبوی (علیہ الصلوہ والسلام) میں آئی ہے اور میں خانہ کعبہ میں کھڑے ہو کر قسم کھا سکتا ہوں کہ تم فی الحقیقت غلطی پر ہو۔ تم ملزم ہو۔ تمہارے پاس اپنے بچاؤ کی کوئی دلیل نہیں۔ میں دردِ دل سے تمہاری خدمت میں اپیل کرتا ہوں کہ برائے خدا سچے دل سے اس معاملہ میں غور کرو۔ علماء کی مخالفت کوئی چیز نہیں تقوی اللہ کو مقدم کرلو۔ انبیاء اور صلحاء کی سوانح عمری پر غور کرو کیا اُس وقت کے علماء نے اُن کو آسانی سے تسلیم کرلیا تھا۔ ہرگز نہیں۔ دیکھو حضرت عیسےٰ علی نبینا و علیہ السلام کے ساتھ یہود کے علماء نے کیا کیا۔ کوئی بتا سکتا ہے کہ ایک عالم نے بھی اُن کو تسلیم کرلیا تھا۔ کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر بجز عبداللہ بن سلام یہودی عالم کے کوئی اور یہودی عالم ایمان لایا ہو یا کوئی عیسائی عالم ایمان لایا ہو۔ کیا امام محمد غزالی کی مخالفت شدید نہیں کی گئی تھی اور کیا اُن کی کتابیں جلائی اور دربارہ بدو نہیں کی گئی تھیں۔ کیا غوث اعظم حضرت سید عبدالقادر جیلانی کے وقت کے علماء میں سے کسی ایک نے بھی اُن کو امام تسلیم کیا تھا ہرگز نہیں بلکہ دو سو برس تک کوئی اُن کے نام سے بھی آگاہ نہ تھا۔ غرض علماء وقت انبیاء اور انبیاء کے اظلال کی ہمیشہ مخالفت کرتے چلے آئے ہیں اور اس کا سبب یہ ہے کہ جب کوئی نبی یا ظل نبی آتا ہے تو اسوقت آتا ہے جبکہ زمانہ میں کوئی

متقی عالم باعمل نہیں ہوتا بلکہ اُس وقت کے علماء بڑی بڑی غلطیوں میں گرفتار ہوتے ہیں۔ اور یہی وجہ اُن کی مخالفت کی ہوتی ہے کہ وہ جس عقیدہ پر جمے ہوتے ہیں وہ اپنی دانست میں اُس کو صحیح سمجھتے ہیں لیکن خدا کے مرسل خدا کے مامور آنکر اُن کی غلطیوں اور اُن کے غلط عقیدوں کی بیخ کنی کرتے ہیں جس سے وہ مخالف ہو کر طرح طرح کی اتہام لگاتے اور عوام کو دھوکہ دیکر اُس خدا کے فرستادہ کی صحبت سے محروم کر دیتے ہیں۔ لہٰذا اے مسلمانوں تم برائے خدا اُن علماء کی مخالفت کی پرواہ نہ کرو۔ اور تم ضرور اس امام وقت کی صحبت کو غنیمت سمجھو۔ تمہارے قبول کرنے میں تمہارا کچھ حرج نہیں۔ کیونکہ خدا تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ راستبازوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ اگر وہ جھوٹا ہوگا تو جھوٹ کا وبال اُس کی گردن پر پڑے گا تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچیگا۔ اور اگر وہ فی الحقیقت راستباز ہے اور تم نے اُس کو قبول نہ کیا تو تم دونو جہاں میں خدا کی رحمت سے محروم رہے۔ لہٰذا اقرب بامن یہی طریق ہے کہ تم اُس کو قبول کر لو۔

اور اے علماء وقت میں درد بھرے دل سے آپ کی خدمت میں اپیل کرتا ہوں کہ تم نے جہانتک ممکن تھا مخالفت کی اور امام وقت کے سلسلہ کو معدوم کرنے میں تم نے کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا۔ اگر وہ خدا کی طرف سے نہیں تھا اور خدا کا غیبی ہاتھ اُس کے سر پر نہیں تھا تو پھر ضرور وہ مدت کا نیست و نابود ہو جاتا۔ مگر تم دیکھتے ہو کہ برخلاف تمہاری امیدوں کے وہ روز بروز ترقی پکڑتا جاتا ہے تو للہ تم ہی سوچو کہ جھوٹے اور مفتری کبھی یوں ہی پھولا پھلا کرتے ہیں اے ناواقو کیا تم خیال نہیں کرتے کہ اُس کا غایت مقصود بجز اس کے نہیں کہ اسلام کا چہرہ چمکتا دمکتا نظر آئے۔ خدائے لایزال کی حکومت تمام دلوں پر مسلط و مستولی ہو جائے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت دنیا میں قائم ہو۔ پھر تم کیوں اس قدر مخالفت کرتے ہو انہوں نے اس بیس پچیس برس کے عرصہ میں کون سے اسلام کے ارکان کو کم کر دیا ہے یا اسلامی شریعت میں کوئی ترمیم یا تنسیخ یا کمی بیشی کر دی ہے۔ جب تم کوئی اس قسم کا نقص نہیں دیکھتے بلکہ اُس کے مریدین کو قرآن کریم سے محبت۔ خدا کی توحید سے دلچسپی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دلی محبت اور نیک کاموں کی طرف بڑی رغبت اور

بدبو سے سخت نفرت ہوتی جاتی ہے تو پھر مخالفت کرنا عقل اور دانش کے خلاف ہے وما علینا الا البلاغ - اب تم جانو اور تمہارا کام - ہم نے جو کچھ کہنا تھا کہدیا -

اے میرے مولا - اے میرے پاک پروردگار - تو میری اس ناچیز خدمت کو قبول فرما اور مسلمانوں کو اس کے ذریعہ سے ہدایت بخش - کہ وہ تیرے مرسل تیرے فرستادہ کو پہچان لیں اور من لم یعرف امام زمانہ فقدمات میتۃ الجاہلیۃ کے وعید سے بچ جائیں -

دعا

اے خدا اے مالک ارض و سما — اے پناہ حزب خود در ہر بلا
اے رحیم و دستگیر و رہنما — اینکہ در دستِ تو فضل ست و قضا
سخت شورے اوفتاد اندر زمین — رحم کن بر خلق اے جان آفریں
امر فیصل از جناب خود نما — تا شود قطع نزاع و فتنہ ہا

قصیدہ مدحیہ در شان امام علیہ السلام

از

مولوی عبداللہ صاحب کشمیری

اے بذاتِ تو مزین مسندِ ایمان و دیں — وے بنورِ تو منور شد رہِ علم و یقیں
ظلِ نورِ تربیت گسترۂ تو بر جہاں — پاک کردی خلق را از ظلمتِ دیوِ لعیں
در علوِ شانِ تو از آسماں آمد ندا — چوں سیہ شد روئے مہر و ماہ بر چرخ بریں
از قدومت ابرِ رحمت بر زمیں بارید حق — شد معطر از نسیمِ حسنِ تو جان آفریں
بوئے خوش از نافۂ تو در مشامِ جاں رسید — مسکنت چوں طورِ موسےٰ مہبطِ روح الامیں
اینکہ مداح تو از عرش ست ذاتِ کبریا — شد انیس و غمگسارت ذاتِ رب العالمیں
فیضِ یزداں بر لبِ تو آبِ حیواں احمدا — احمدِ آخر زمانی اے شہ با زیب و زیں
دلبرا سر بر زدی تو در لباسِ انبیار — روئے تو آئینہ حق قلبِ تو عرشِ بریں
شد وجودت گم بزیرِ چادرِ حق سیدا — از گریبانت بر آمد حضرتِ جان آفریں
از دمِ تو نفخ شد در قوم روحِ زندگی — مردگاں را جان دادی اے مسیحِ آخریں

حرزِ علوی بدستِ تو پے کسرِ صلیب — نصرتت را دستِ حق باشد نہاں در آستیں
برزمینِ مُردہ باریدی تو ابرِ فیض بارہ — از گل و گلزار و لالہ تازہ شد روے زمیں
از دہانت بوے عرفاں ہر زمانے میدمد — قُوتِ دلہا مگر از مشکِ زلفِ عنبریں
نغمہ سنجِ مدح و وصفت قدسیانِ آسماں — عاجز از توصیف و مدحت این ہمہ اہلِ زمیں
اَنْتَ مِنِّی مر ترا گفتہ جنابِ کبریا — دستِ تو دستِ خداے کارسازِ عالمیں
کشتیِ نوح ست در عالم وجودِ پاکِ تو — ناکساں از بد روی در شانِ پاکت نکتہ چیں
سر بر آوردی ز مطلع اے خورِ نصف النہار — دور شد بر روے عالم ظلمتے از کفر و کیں
بر زمانہ ظلمتے شد چوں محیطِ عالمے — صد مبارک باز آمد لیلۃ القدرے چنیں
آب پاشیدی برحمت گلبنِ اسلام را — بختِ دین بیدار شد از حسنِ تو اے نازنیں
بر سرِ انکار سنگے از نشانہا بر زدی — از حقیقت وا نمودی رازِ حق اے مہ جبیں
پاک از بدعات کردی ملتِ خیر الوریٰ — آشکارا بر جہاں کردی تو حسنِ شاہدیں
وارہانیدی تو خلق و ملک از کامِ نہنگ — نورِ تو روزے درخشد بر سرِ ماچین و چیں
از پئے رجمِ شیاطین آمدی باعزّ و شاں — سوختی ابلیس را از نورِ ختم المرسلیں
ہر زماں نوشی ز بحرِ نور کاساتِ لقا — بر سرِ تو تاجِ عزت بہرِ فخرِ آخریں
بر لبت جاری ز علم و آبِ عرفاں چشمۂ — زیرِ پا آوردۂ از حق سرِ مُستکبریں
آمدی در وقتِ خود بر حسبِ تبشیرِ نبی — از سنانت پارہ پارہ شد سرِ متنصریں
کَیْفَ اَنْتُمْ در بخاری خوب گفتا رہنما — اَمَّکُمْ گفتا برائے قطعِ عُذرِ منکریں
پس چرا ایں قوم را سوے سما باشد نظر — کے بیاید ابنِ مریم تا قیامت بر زمیں
بر وفاتش عقل و نقل و مبصرۃ باشد گواہ — ہم توفّی آشکارا شد ز قرآنِ مبیں
گر نفہمد حکمِ قرآں از تعصب جاہلے — پردہ ہم از موتِ او برداشت خیر المرسلیں
زندہ گر بودے مسیح نیز موسےٰ در جہاں — در پئے من میروندی چوں غلامِ کمتریں
آن مسیحِ ناصری را در شبِ معراج ہم — دید اندر زُمرۂ موتیٰ جنابِ شاہدیں
متفق بر موتِ او گشتند اصحابِ نبی — بر سرِ منبر بر آمد چوں امیر المومنیں
بہرِ اسناد لالِ موتش قَدْ خَلَتْ گفتا خدا — بود عیسےٰ داخل اندر انبیاءِ سابقیں

زین جہاں بیروں شدہ او مثلِ دیگر انبیاء
باز بیروں کس نیامد از مقاماتِ جناں
کی بود فرزندِ آدم مثلِ حیِّ لایموت
پاک باشد مثلِ حق از پوشش و نوش و خور و خواب
ہر کرا علمی ز توحیدِ خدا باشد نصیب
این سیہ کاراں ندانستند شانِ کبریا
ہمسری دادند با حق اعورے دجال را
کے ہماں یک چشمِ کافر از سرِ کینہ وری
ابر بارد سبزہ آرد مے کند کارِ خدا
نیز باشد مطلقاً او مالکِ موت و حیات
اینچہ بیراہی و بد خواہی بود لے سرنگوں
این نہ کارِ اتقیا باشد نہ کارِ اصفیا۔
کی بود دجالِ اعور ہمسرِ ذاتِ قدیر
گر خدا خواہی مرو کج کن نظر بر محکمات
آنچہ گفتا سیدِ ما حضرتِ خیر الورا
آنہمہ چوں روزِ روشن شد ہویدا در جہاں
می نماید کارہا از زورِ ذاتِ کبریا
روے او مہرِ درخشانِ خدائے ذو المنن
از گلستانِ ازل یک بلبلے آمد بشاخ
خلق و عالم از فغانش یک بیک بیدار شد
رنگ و موئے او جدا از گفتۂ خیر الورا
بر جبین و بینیِ او یک نظر کن از صفا
دینِ حق را از وجودش قوتے پیدا شدہ
در مقامِ قربِ حق بر سدرۂ بالا رسید

مسکن و ماوای او بر آسماں خُلدِ بریں
باز در عالم نیامد کس باطوارِ چنیں
بے زوال و بے تغیر تا چنیں ماہ و سنیں
العیاذ از تہمت و ہم افتراے مشرکیں
نفرتے دارد بدل از اعتقادِ این چنیں
شد فراموش از دلِ شاں یادِ خیر المرسلیں
افترا بستند بر ذاتِ امام المسلمیں
حکمراں باشد چو حق بر آسمان و ہم زمیں
زیرِ دستش نارِ سوزاں ہم بود خُلدِ بریں
ہم چنیں جلوہ زند بر تختِ حق تا اربعیں
ہمسرِ حق نیز دانستی تو دجالِ لعیں
این نباشد سیرتِ اسلام و طرزِ مومنیں
ہاں منہ این تہمتِ بد بر خدا از کفر و کیں
آنکہ آمد بہرِ ایماں - اصلِ قرآنِ مبیں
در نزولِ ابنِ مریم نیز دجالِ لعیں
از سما در قادیاں آمد امام المومنیں
بر دریدہ از نشانہا پردہ ہاے منکریں
ہر کہ او را دیدمے بیند خدا را بالیقیں
ولولہ اُفتاد از شورش بجانِ عاشقیں
گردِ او چوں شمع و پروانہ ہجومِ زائریں
قد ببین و خد ببین و روے پُر نورش ببیں
یکدمی باوے نشیں آن ماہِ کنعانِ ہبیں
ہست پنہاں در قبایش روی خیر الناصریں
از عنایاتِ خدا شد پیشواے سالکیں

از سنانِ قوتِ حق مے کشد خنزیر را
چوں نمک در آب کاہد دجل از انفاسِ او
از احادیثِ نبی بے بہرہ ایں قومِ یہود
از مجاز و استعارہ ایں قدر نفرت چرا
بر زمیں نامد بظاہر باز جسمِ ایلیا
گفت یحیےٰ بر ضرورت در حقیقت من نیم
ایںچنیں تقریرِ خوشتر گر نے فہمد خرے
دور افتادند از حق ایں یہودی سیرتاں
جاہلاں بیخبر ہم دشمنانِ مصطفےٰ
کے بود بر آسمان زندہ مسیحِ ناصری
چوں فروتر شد مقامِ حضرتِ خیر البشر
منصبِ پیغمبری شد ختم بر ذاتِ نبی
باز ایں امیدِ باطل ہست یک وہم و گماں
الحذر زیں افترا بر ذاتِ خلاقِ جہاں
بیخِ تثلیثِ نصاریٰ ہم بود ایں اعتقاد
ایں ستونِ شرک در عالم پئے نصرانیاں
آتش ایں فتنہ چوں خلقِ جہاں را سوختہ
منعکس در مظہرے شد صورت و کیفیتش
از کمالِ اتصالِ شاں یکے شد ہر دو را
کم نباشد دیگرے در حسن و فضل و ہم کمال
آخریں باشد غلامِ سیدِ عالم پناہ
سر بسر شد صورتِ ایں صورتِ خیر الرسل
اے خدا بر ہر دو از من صد سلامِ من بساں
میدہد مال و خزینہ جوہر و درِّ ثمیں
ایں زماں از بہرِ دجال است وقتِ واپسیں
بیخبر از راہِ ایماں ہم ز آیاتِ مبیں
بر حقیقت کے تواند بود اخبارِ چنیں
رنگِ او یحییٰ گرفتہ جلوہ گر شد بر زمیں
گفت عیسےٰ از کنایہ آں نبی باشد ہمیں
آں بود جنِ سلیماں جاہلِ خلوت نشیں
ہم نشین و یارِ شاں ہر لحظہ شد بئس القریں
کافرانی پُر ز کفر و کیں بروں چوں مؤمنیں
زیرِ خاک آسودہ باشد جسمِ ختم المرسلیں
از مسیحِ ناصری اے جاہلِ مسجد نشیں
پس چرا آید مسیح ابنِ مریم بعد ازیں
ہست ایں توہین در شانِ امام المرسلیں
الحذر زیں شیوۂ کفار و طرزِ مشرکیں
زیں سبب باشد مسیحا مثلِ رب العالمیں
حجتے شد از پئے اغوارِ شاں از کفر و کیں
جوش زن شد غیرتِ حق نیز از عرشِ بریں
از یکے دیگر جدا نہ آں ہما نا شد ہمیں
سنتہ اللہ ہمچناں جاری بود در اولیں
لیک باشد اولِ شاں ز انبیاء و مرسلیں
پادشاہِ آنچناں و ہم غلامِ ایں چنیں
خاتمِ اہلِ ولایت شد امام السالکیں
ہم بروحِ پاکِ جملہ انبیاء و مرسلیں

مناجات

بڑھا جاتا تھا دنیا میں ترا انکار یا اللہ
برائے نام تھا توحید کا اقرار یا اللہ

ترے بندے پھرے جاتے تھے اب تیری اطاعت سے
سیاہ کاری سے بھولے تھے تری سرکار یا اللہ

مٹی جاتی تھی تیرے گلشنِ اسلام کی رونق
بنا جاتا تھا وہ اک دشت پُر از خار یا اللہ

بڑھائے تھے بہت غارتگروں نے ہاتھ بڑھ بڑھ کر
کہ ہو ویراں پھلا پھولا ترا گلزار یا اللہ

گئیں غارت گروں کے خوف سے گھبرا گئے ایسے
گہ لٹوانے لگے تھے اپنا سب گھربار یا اللہ

جمائے تھے قدم اپنے مگر رہتے نہ پا بر جا
زمانے نے کچھ ایسی بدلی تھی رفتار یا اللہ

ہوئی وہ کثرتِ آفات دجّالی زمانہ میں
کہ اُمّت کے بگاڑے جس نے سب اطوار یا اللہ

مٹی وہ سادگی اسلام کی جس پر تھا ناز اُسکو
خلافِ دینِ پیغمبر ہوئے کردار یا اللہ

بہت ہی ظلمتوں نے کر دیا روئے زمیں کالا
نہ قائم رہ سکے ایمان کے انوار یا اللہ

پلائے حُبّ دنیا نے کچھ ایسے جام بھر بھر کر
بھُلایا دل سے تیرا آخری دربار یا اللہ

کلامِ پاکِ قرآن سے نہ رکھی کچھ غرض باقی
ہوئے پابندیٔ اسلام سے بیزار یا اللہ

بہت راہیں ہوئیں پیدا پھر اُنمیں ترکِ قرآن سے
پسِ پُشت اُسکو ڈالا ہائے کیوں ہر بار یا اللہ

امام و رہنما و مقتدا گر مانتے اُس کو
تو بے شک وہ سمجھ لیتے تیرے اسرار یا اللہ

بجائے خود سمجھ بیٹھا ہر اک جو کچھ سمجھ بیٹھا
نہ آزادی میں کچھ سوچے مآلِ کار یا اللہ

وہ عملی زندگی اسلام کی جاتی رہی اُنسے
فرائض کا بجا لانا ہوا دشوار یا اللہ

خلافِ دین سے رکھی نہ کچھ پروا عزیزوں نے
بڑھا بدقسمتی سے کین و استکبار یا اللہ

بھرے بغض و عداوت سے مسلمانوں کے دل ایسے
کہ آپس میں بنے وہ دشمنِ خونخوار یا اللہ

بہت راہوں سے اُمّت میں فساد آکر ہوئے داخل
بگڑنے سے طبائع کے بڑھا تکرار یا اللہ

زمیں والوں میں جب دیکھا نہ تُونے دین کا حامی
اُتارا آسماں سے تُونے مردِ کار یا اللہ

وہی آیا وہی آیا کہ جو اُمّت سے آنا تھا
جسے بتلا چکا تھا دین کا سردار یا اللہ

وہی ہے ابنِ مریم اور مسیحا کی صفت والا
کہ شدّت سے کیا ہے دین کا اظہار یا اللہ

وہی مہدی وہی ہادی وہی ہے نائبِ احمدؐ
ہے اُس میں آسمانی نور کی چمکار یا اللہ

غلام احمدؑ کو کیوں ملتا نہ رتبہ اب خلافت کا
محمدؐ کی محبّت میں وہ ہے سرشار یا اللہ

ترقی اُس کو ہے منظور تیرے دینِ برحق کی
کتابوں میں بھرے اُس نے تری انوار یا اللہ

اُسے بخشا ہے تُونے زور خود کسرِ صلیبا کا
کلام اُس کا ہے تیرے دین کی تلوار یا اللہ

تری درگاہ سے اُس کو ملا نفسِ مسیحائی
کہ مرنا جس سے ہے دجّال آخر کار یا اللہ

نکالے اُس نے وہ ہتھیار اپنے کارخانہ سے — کہ دجالی کے منصوبے ہوئے بیکار یا اللہ
خبر لی تو نے آخر وقت میں اِس بگڑی اُمت کی — ادا کرتے ہیں تیرا شکر سو سو بار یا اللہ
دکھایا گلشنِ اسلام بے رونق زمانہ کو — کہ بن بیٹھے تھے وارث اُسکے غفلت کار یا اللہ
معطل کر دیا تو نے مگر غفلت شعاروں کو — وراثت تو نے دی اُسکو جو تھا حقدار یا اللہ
دکھائیگا بہار اُس کی تو اب سارے زمانہ کو — وہ تیرے فضل سے لائیگا برگ و بار یا اللہ
ہوا ہے قادیاں میں فیض کا چشمہ ترا جاری — وہاں برسا ہے تیرا ابرِ گوہر بار یا اللہ
وہاں نکلے ہیں مشرق سے تیری انوار رحمت کے — دکھائیگا وہاں سے اپنی تو چمکار یا اللہ
نظر آئے گی دنیا کو تیرے اسلام کی رفعت — مسیحا کا بنے گا جب وہاں مینار یا اللہ
عجب ہیں کام تیرے تو خدائے ذو العجائب ہے — ہے تیری حکمتوں سے کون واقف کار یا اللہ
نوازے جس کو تو اُس کو گرا سکتا نہیں کوئی — خلاف اِس کے ہو دنیا ساری گو طیار یا اللہ
ہمیں لازم ہے اب تحدیث نعمت تیری اے منعم — تیری نعمت کے دیکھے ہم نے ہیں آثار یا اللہ
بہت افسوس ہے اُمت کی اُس غفلت شعاری پر — کہ اس نعمت کا اُس نے کر دیا انکار یا اللہ
خدا کے حکم سے آیا تھا اُمت میں مسیحا جب — تو بیہودہ تھا پھر اُمت کا یہ اصرار یا اللہ
خلافِ حق میں کیا کیا مُنہ سے وہ بکواس کرتے ہیں — ہوئے گندہ دہانی سے ہیں بدگفتار یا اللہ
ہیں اُنکے مولوی خوش اُنکے ان فحشاء و منکر پر — تو ہی جانے کہاں تک اُنمیں ہیں دیندار یا اللہ
مشائخ اور پیر اُن کے تُلے ہیں شر و ایذا پر — شرارت اور بدی کے اُن میں ہیں اذکار یا اللہ
مناسب تھا کہ وہ صدق قدم کچھ آکے دکھلاتے — بڑھایا حیلہ سازی سے مگر تکرار یا اللہ
مدارِ فیصلہ ٹھیرا تھا جب تفسیر قرآن پر — تو ثابت کرتے ہیں منجملۂ اظہار یا اللہ
اگر نیت صفا ہوتی فضولی بحث کی کیا تھی — کہ جس سے فیصلہ ہونا تھا اب دشوار یا اللہ
اگر میدان میں آئے تھے کچھ اسرار فرماتے — مگر بیہودہ گوئی کی ہوئی بھرمار یا اللہ
نہیں ہے قدر رکھتی جاہلوں کی عزت افزائی — لگا تھا پیش و پس اک مجمعِ اشرار یا اللہ
اگر جوہر دکھانے تھے کچھ ایسی بدکلامی کے — تو گھر بیٹھے ہی ہو سکتی تھی یہ گفتار یا اللہ
خدایا یہ نمونے ہیں تری اُمت کے بہبود کے — حضوری میں تری کیا حاجت اظہار یا اللہ
تو خود دانا و بینا ہے یہ کیا طوفان بکتے ہیں — حوالہ ہے ترے یہ قوم ناہنجار یا اللہ
تیرے اک پاک بندہ کو ستایا کذب و بہتاں سے — وہ راہِ راست پر آنے سے ہیں بیزار یا اللہ
اُلجھنا بدمعاشوں سے شریفوں کا نہیں شیوہ — اُنہیں کافی ہے بس تیری ہی اک سرکار یا اللہ

قصیدہ مدحیہ در شان امام علیہ السلام۔

ہادئ راہِ ہدایت واقفِ راہِ خدا
خادمِ دینِ محمد مہدئ صدق و صفا

مردہ جاناں را مسیحا بیکساں را مہرباں
کور چشماں را چراغے گمرہاں را رہنما

کشتگاں را جان جانی مخلصانرا راحتے
واصلاں را نورِ جاں عشاق را فضل خدا

دشمناں را تیغِ بُرّاں حاسداں را تیغ تیز
دوستانرا داروئے جان بخش جاں بر تو فدا

تشنگانرا آب شیریں گرسنہ را لذتے
مردگانرا زندگانی ہم مریضانرا شفا

بے پسر را دلنوازے بے پدر را جاں نواز
بیوگاں را مہرباں۔ محتاج را حاجت روا

آنکہ را تو مہربانی۔ حق بر و شد مہرباں
وانکہ را از در براندی۔ راندہ شد از کبریا

ہرکہ از تو میگریزد حق بر او نفریں کناں
ہرکہ بر تو جاں دہد یابد حیاتے از خدا

مہبط روح الامیں شد درگہِ تو اے امیں
خاکِ پایت توتیا شد بہرِ ہر شاہ و گدا

زندہ کردی دینِ احمد بلکہ احمد مصطفٰے
زندہ کردی نورِ قرآں بلکہ جملہ انبیاء

زندگی دادی ہمہ اقطاب را ابدال را
مرحبا اے سیدِ کونین جاں بر تو فدا

زیں سبب کردند نامِ تو مسیحائے زماں
مرحبا صلّ علےٰ صلّ علےٰ صلّ علےٰ

السلام اے مہدئ موعود الحق آمدی
والصلوٰۃ اے ہادئ کونین بر تو دائما

خیز از بہرِ شفاعت ما گنہگارانِ وقت
دست در دست محمد دادہٗ وقت دعا

اے خدا از ما رساں صدہا درود و صد سلام
بر محمد بر غلامش نیز اصحابِ صفا

غلطنامہ کتاب عسل مصفیٰ

صفحہ	سطر	غلط لفظ	صحیح لفظ	صفحہ	سطر	غلط لفظ	صحیح لفظ
الف	۴	درسری	دوسری	۷۲	۶	محدورکھا	محدودرکھا
د	۷	کس	کسی	۷۸	۱۱	زیردست	زبردست
؍؍	۲۴	ان رے	اُن کے	۸۷	۱	پکاڑ	پکار
؍؍	؍؍	اسے کسیقدر	اُنکی کسیقدر	۹۰	۱	رانی انتُ	رانی رأیتُ
ھ	۸	قفہیمات	تفہیمات	۹۰	۶	کوئی نص	کوئی شخص
و	۱۳	الفارق	الفاروق	۹۳	۲۴	ابن عاکر	ابن عساکر
۷	۱	انبار فارسی	انبار فارس	۱۱۰	۱۷	ارتضی لہم	ارتضی لہم سکی مصدق ہے
۱۵	۷	کھل الحمار	کمشل الحمار	؍؍	۲۲	صدی کہ	صدی کے
۱۵	۱۸	لمالات	کمالات	۱۱۲	۴	مختلف الذاق	مختلف المذاق کے
۱۹	۱	لمن	من	؍؍	۱۲	مبوث	مبعوث
۲۱	۲۱	سبحان	سبحان اللہ	۱۱۵	۳	دجابت	وجاہت
۳۴	۲	دکھوکھ	دھوکہ	۱۱۶	۲۴	۱۳اسوصدیوں	۱۳صدیوں
۳۵	۱۵	کرنا جائے	کرنا چاہئے	۱۲۵	۱۸	والموجید	والمواجید
۳۷	۱	فخدوہ	فخذوہ	۱۲۹	۱۵	رانغ	رافع
۳۸	؍؍	مشتغل	مشتعل	۱۲۹	۲۲	مجذوبت	مجذوبیت
۵۹	۹	روایات کے طور	روایات کی طور پر	۱۳۰	۴	اس ئے	اس لئے
۵۰	۱۵	فقیہ	فقہیہ	۱۳۶	۱۱	زبانی	ربانی
۵۶	۱۷	تفسیر درِ عزیز	تفسیر در رعزر	۱۳۷	۲۱	اس طرح مودوریہ	اس طرح موادریہ
۶۳	۲۴	کیونکہ	کیونکر	۱۴۳	۱۰	کھاکھا	کھاکھا کر
۶۹	۶	یورپ	پورب	۱۵۱	۱۸	پھرلینے والا	بھرلینے والا

صفحہ	سطر	غلط لفظ	صحیح لفظ	صفحہ	سطر	غلط لفظ	صحیح لفظ
۱۶۴	۴	باب تفعیل	باب تفعل	۳۷۵	۶	دوبارہ آیا جایا	دوبارہ آجایا
۱۶۴	۱۹	باب تفعیل	باب تفعل	۳۷۸	۸	تو چاہیے	تو معلوم کرنا چاہیئے
۱۶۷	۱۳	تھی	تھا	۳۸۱	۱۹	فرمایا گیا ہے	فرمایا گیا ہے ہوا
۱۶۸	۱۷	احلت لی الغنائ	احلت لی الغنائم	۴۰۳	۲۴	سما کا لفظ ہو	سما کا لفظ نہ ہو
۱۷۱	۲۲	درغگوئی	دروغگوئی	۴۲۰	۱	کافی نہیں	کافی تھیں
۱۸۱	۱۳	مخظوظ	محفوظ	۴۵۴	۲۴	ولاعتہ	ولاطاعتہ
۱۸۴	۱۰	فحینئز	فحینئذ	۴۵۹	۱۳	گر گیا	گر لیا
۱۹۱	۱۰	حیتیین	حیثیتین	۴۶۳	۲۲	ملک اول کے	ملک اُن کے
۲۰۳	۴	قرآن مجمید	قرآن مجید	۴۷۳	۱	ابوحسین بن قنای	ابوحسین بن منادی
۲۱۷	۱۱	برر	بری	۴۷۴	۱۳	وسلم کا فہمین	وسلم کا تھیں
۲۴۱	۲۴	کما تحشی	کما تمشی	"	"	تم کہ جاکر	تم مکہ جاکر
۲۴۲	۱۲	بازوں میں	بازاروں میں	۴۷۸	۴	یولمن	یوطن
۲۵۳	۱۱-۱۲	اور مثلے اور گونگے	اور مثل اور لوگونکے	۴۷۹	۱۰	تبشر اللہ	تیسر اللہ
۲۵۹	۵	منتا پڑا	ماننا پڑا	۴۸۰	۵	فی الامراد	فی الافراد
۲۸۵	۱۹	فأتوا بصورة	فأتوا بسورة	۴۸۲	۷	جودو بردرونکا	جودو بروزونکا
۲۹۴	۲	فان اللہ	فان للہ	"	۱۷	گروہ	گو وہ
۳۱۰	۲۰	جس نام	جس کا نام	۴۸۴	۲	لطاؤس	قلت لطاؤس
۳۱۱	۶	یسوع صلیبی	یسوع ناصری	۴۸۸	۱۴	تھیں	تھے
۳۲۶	۲۳	میں کر	میں مر کر	۴۹۲	۲۴	حجر واحد	حجر واحد مرتین
۳۵۰	۲۱	حکیم نے	حکیم	۴۹۶	۶	بہتر	پھر
۳۵۱	۲۰	بجز موت	بجز موت کچھ	۵۰۰	۱۳	بڑگئی	بڑھ گئی
۳۵۴	۱	مستعد امر	مستبعد امر	۵۰۸	۲۴	اُسکو	وہ
۳۵۶	۸	امام مالک کے	امام مالک سے	۵۱۰	۱۰	رہنا	رہنے

صفحہ	سطر	غلط لفظ	صحیح لفظ	صفحہ	سطر	غلط لفظ	صحیح لفظ
۵۱۷	۷	یبایون	یبایعون	۷۲۶	۲۰	ایک رزگ	ایک بزرگ
۵۲۶	۲۲	عن ابو واصل	ابو واصل	〃	۲۴	کہ بیسے جوان	کہ عیسے جوان
۵۳۶	۲۴	فیایعوہ	فبایعوہ	۷۲۷	۱۹	ہیں مرتبہ	تین مرتبہ
۵۴۸	۴	کسی امن عامہ کا	کسی خلل امن عامہ کا	۷۲۸	۳	ازالہ ارہام	ازالہ اوہام
۵۵۱	۱۳	رسول اللہ علیہ وسلم	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	۷۳۳	۱۴	بہ تشریح تمام	بہ تشریح تام
۵۵۲	۱۰	دعوئے نبوت کیا مقا	دعوئے نبوت کیا تھا	۷۳۶	۳	پذیر ہیں	پذیر ہیں جنہوں نے
۵۵۴	۴	فاجتبوہم	فاجتنبوہم	۷۴۰	۳	ہت	ہدایت
۵۵۶	۲۴	قبیلہ القیف	قبیلہ ثقیف	۷۴۱	۲۱	لمربستہ	کمربستہ
۵۷۷	۲۰	دموو یا وجود	وجود باجود	〃	۲۳	جیسے	جنسے
۵۹۰	۴	نظر	نظیر	۷۵۴	۱۸	رادر	برادر
۵۹۲	۱۸	غرق	غرض	۷۵۴	۱۸	عبدالرشید	رشید الدین
۶۰۸	۱۰	انتے ہیں	مانتے ہیں	۷۵۵	۲۰	اذا اقتی	اذا اقترب
۶۱۰	۱۷	اصبع بین نباتہ	اصبع بن نباتہ	〃	〃	الھدی	المہدی
۶۲۲	۱۱	بے دھڑکے	بے دھڑک	۷۵۶	۱۹	بوڑھا	بوڑھے
۶۶۷	۱۶	ہم سنگ	ہم آہنگ	۷۵۷	〃	کام	تمام
۶۷۷	۲	مایال اقوام	مابال اقوام	۷۶۲	۲۲	ہے گا	ملے گا
۶۹۰	۵	کوئی نہوگا	کوئی ہوگا	۷۹۰	۲۴	شن سپرد	سشن سپرد
۶۹۲	۸	اذا قلیل	اذا قیل	۷۹۱	۶	بر بحث	بڑی بحث
۷۰۰	۳	اگر اُن کو	اگر کوئی اُنکو	۷۹۱	۱۰	اس فانی	اسپروہ فانی
۷۱۸	۱۴	ظاہر ہومیں	ظاہر ہوئیں	〃	۱۸	کتاب بھٹی ہوی	کتاب پھٹی ہوئی
۷۱۹	۲۱	اسکے وقت	اس وقت	۷۹۳	۷	نورالدین صاحب نے	نورالدین صاحب بھی
۷۲۲	۱۲	جمی ہوگا	عجمی ہوگا	۷۹۵	۱۲	اولاد بھی	اولاد اور بھی
۷۲۵	۲۳	بہ تفصیل نام	بہ تفصیل نام	۸۰۴	۱۵	خدا کے فضل	خدا کی فضل سے
				۸۱۹	۲۱	شدو جوت گم	شدوجودت گم

